إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ

بلاشبہ یہ قرآن نہایت سیدھی راہ دکھاتا ہے

تفسیر

ہدایت القرآن

ان شاء اللہ یہ تفسیر آپ کو قرآنِ کریم سے بہت قریب کردے گی

جلد ہشتم

تالیف

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری

شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ حجاز دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اب آپ کیا کریں گے؟

یہ سوال ان دوستوں کے ذہن میں ضرور کھلبلی مچائے گا جو میری کتابیں پڑھتے تو کم ہیں، مگر جب کوئی کتاب چھپتی ہے تو بے تاب ہوکر پوچھتے ہیں: اگلی کتاب/ جلد کب آئے گی؟ ان سے عرض ہے کہ اب میں شروع سے تفسیر لکھونگا، اور اگر وہ کہیں کہ شروع کا حصہ حضرت مولانا محمد عثمان کاشف الہاشمی رحمہ اللہ لکھ چکے ہیں تو جواب یہ ہے کہ انھوں نے تیسویں پارے کی تفسیر بھی لکھی ہے، تاہم میں نے اس کو دوبارہ لکھا ہے، کیونکہ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است! آپ دونوں کو ملا کر پڑھیں تو فرق ظاہر ہوگا۔

ماضی میں عربی، اردو اور فارسی میں بے شمار تفسیریں لکھی گئی ہیں، اور حال میں دارالعلوم دیوبند کے دو اساتذہ نے آخری منزل کی تفسیریں لکھی ہیں، مولانا حسین احمد صاحب ہردواری نے تدریسِ قرآن کے نام سے اور مولانا مزمل حسین مظفرنگری نے دروسِ قرآن کے نام سے بہترین کام کیا ہے۔

علاوہ ازیں: حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب زید مجدہم نے آسان تفسیر کے نام سے، اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم نے آسان ترجمہ قرآن (توضیح القرآن) کے نام سے، اور حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی زید مجدہم نے آخری وحی کے نام سے، اور حضرت مولانا بلال عبدالحی حسنی ندوی زید مجدہم نے آسان معانی قرآن کے نام سے کام کیا ہے، اور سب نے بہترین کام کیا ہے، امت کو ان سے خوب فائدہ پہنچ رہا ہے، ایسی صورت میں اگر ایک لنگڑا بیل بھی اس راہ پر گامزن ہوجائے تو کیا حرج ہے؟ وہ بھی قافلہ کے ساتھ منزل تک پہنچ جائے گا۔

میں نے تفسیر ہدایت القرآن دسویں پارے سے لکھنی شروع کی ہے، اس وقت میری استعداد بہت ناقص تھی، زبان بھی اچھی نہیں تھی، اب بھی فائق نہیں، مگر چالیس قبل کی بہ نسبت غنیمت ہے، اس لئے ارادہ ہے کہ تاحیات اسی خدمت میں لگا رہوں، شروع کے نو پارے ہی نہیں، پارہ چودہ تک دوبارہ لکھوں، حضرت مولانا کاشف الہاشمی رحمہ اللہ کا لکھا ہوا حصہ بھی چھپتا رہے گا، وہ بھی عام لوگوں کے لئے بہت مفید ہے، اور میں جو کچھ لکھونگا وہ بھی شاید کسی کو پسند آجائے تو بیڑا کنارے لگ جائے، **وَما ذلك على الله بعزيز**! ایسا اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں!

تنبیہ (۱): میری لکھی ہوئی تفسیر میں سورتوں، آیتوں اور آیتوں کے اجزاء میں ارتباط کا خاص طور پر اہتمام کیا ہے، قارئینِ کرام اس کی طرف خاص طور پر توجہ فرمائیں۔

تنبیہ (۲): نص فہمی کے یقینی طریقے چار ہیں: عبارت النص، دلالت النص، اشارت النص اور اقتضاء النص سے استدلال کرنا، میں نے عبارت النص پیش نظر رکھی ہے۔

فہرست مضامین

سورہ قٓ

سورۃ الذاریات

سورۃ الطّور

سورۃ النجم

سورۃ القمر

سورۃ الرحمان

سورۃ الواقعہ

سورۃ الحدید

سورۃ المجادلہ

سورۃ الحشر

سورۃ الممتحِنة

سورۃ الصّف

سورۃ الجمعہ

سورۃ المنافقون

سورۃ التغابن

سورۃ الطلاق

سورۃ التحریم

سورۃ الملک

سورۃ القلم

سورۃ الحاقۃ

سورۃ المعارج

سورۃ النوح

سورۃ الجنّ

سورۃ المزّمّل

سورۃ المدثّر

سورۃ القیامہ

سورۃ الدہر

سورۃ المرسلات

سورۃ النبأ

سورۃ النازعات

سورۃ عبس

سورۃ التکویر

سورۃ الانفطار

سورۃ التطفیف

سورۃ الانشقاق

سورۃ البروج

سورۃ الطارق

سورۃ الاعلیٰ

سورۃ الغاشیہ

سورۃ الفجر

سورۃ البلد

سورۃ الشمس

سورۃ اللیل

سورۃ الضحیٰ

سورۃ الانشراح

سورۃ التین

سورۃ العلق

سورۃ القدر

سورۃ البینۃ

سورۃ الزلزال

سورۃ العادیات

سورۃ القارعہ

سورۃ التکاثر

سورۃ العصر

سورۃ الہمزۃ

سورۃ الفیل

سورۃ قریش

سورۃ الماعون

سورۃ الکوثر

سورۃ الکافرون

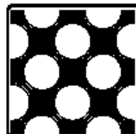
سورۃ النصر

سورۃ اللہب

سورۃ الاخلاص

سورۃ الفلق

سورۃ الناس



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۂ قٓ

اس سورت سے ساتویں منزل اور مفصلات شروع ہورہے ہیں، اس سورت کا نمبر شمار ۵۰ ہے، قرآن کی کل ۱۱۴ سورتیں ہیں، ۴۹ کی تفسیر سے فراغت ہوچکی، اب ۶۵ سورتوں کی تفسیر باقی ہے، ان میں سے ۱۴ مدنی اور ۵۱ مکی ہیں۔

مکی ومدنی سورتیں اور آیتیں: مکی ومدنی کی تقسیم مقام نزول کے اعتبار سے نہیں، بلکہ زمانۂ نزول کے اعتبار سے ہے، ہجرت مکمل ہونے سے پہلے جو سورتیں اور آیتیں نازل ہوئی ہیں وہ مکی ہیں، اگرچہ وہ مکہ مکرمہ سے باہر نازل ہوئی ہوں، اور آپؐ کے مدینہ پہنچنے کے بعد جو نازل ہوئی ہیں وہ مدنی ہیں، اگرچہ وہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہوں۔

مکی ومدنی سورتوں کے امتیازات:

مکی سورتیں/ آیتیں عموماً چھوٹی اور جملے مختصر ہوتے ہیں، اور مدنی آیات/ سُور لمبی اور مفصل ہوتی ہیں۔ اور مکی سورتیں زیادہ تر توحید، رسالت، آخرت، حشر ونشر، صبر وتسلی اور گذشتہ امتوں کے واقعات پر مشتمل ہوتی ہیں، ان میں احکام وقوانین کا بیان کم ہے، اور مدنی سورتوں میں احکام وفرائض کا بیان ہے۔ اور مکی سورتوں کا اسلوبِ بیان پُرشکوہ ہے، ان میں استعارات، تشبیہات اور تمثیلات زیادہ ہیں، اور مدنی سورتوں کا اندازِ بیان نسبۃً سادہ ہے، اور یہ اختلاف دراصل حالات اور مخاطبین کے اختلاف کی وجہ سے ہے، مکی زندگی میں واسطہ عرب کے بُت پرستوں سے تھا، اس لئے زیادہ زور عقائد کی درستی، اخلاقیات کی تعلیم، شرک کی تردید اور قرآنِ کریم کے اعجاز کے بیان پر تھا، اور مدینہ طیبہ میں اسلامی ریاست وجود میں آچکی تھی، لوگ شوق سے اسلام کے سایے تلے آرہے تھے، علمی سطح پر بُت پرستی کا ابطال ہوچکا تھا، اور اب مقابلہ یہود سے تھا، اس لئے مدنی سورتوں میں احکام وقوانین اور حدود وفرائض کی تعلیم اور اہل کتاب کی تردید پر زیادہ توجہ دی گئی ہے، اور اسی کے مناسب اسلوبِ بیان اختیار کیا گیا ہے (ماخوذ از علوم القرآن: مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ)

سورتوں کی تقسیم

آیتوں کے کم وبیش اور چھوٹی بڑی ہونے کے اعتبار سے سورتیں چار قسموں میں منقسم ہیں:

۱– طِوَل: لمبی سورتیں، یہ سات سورتیں ہیں، بقرہ سے توبہ تک، اس میں فاتحہ شامل نہیں، کیونکہ وہ پورے قرآن کا

دیباچہ (پیش لفظ) ہے، اسی لئے اس کو پہلے پارے میں بھی شمار نہیں کیا، اور انفال وتوبہ کو ایک شمار کیا ہے، کیونکہ دونوں میں غزوات کا بیان ہے۔

۲۔مئین: جن میں سو یا زیادہ یا کچھ کم آیتیں ہیں، جیسے مریم میں ۹۸ آیتیں ہیں۔

۳۔مثانی: جن میں سو سے، بہت کم آیتیں ہیں، ان سورتوں کی تلاوت زیادہ کی جاتی ہے اس لئے ان کو مثانی کہتے ہیں۔

۴۔مفصلات: جن میں عموماً چھوٹی چھوٹی آیتیں ہیں، مشہور قول کے مطابق ان کی ابتداء سورۃ الحجرات سے اور راجح قول کے مطابق سورۃ قاف سے ہوتی ہے ــــــ پھر مفصلات کی تین قسمیں ہیں: طِوال، اوساط اور قصار:

(الف) طِوالِ مفصل: سورۃ قاف سے سورۃ البروج تک ہیں۔

(ب) اوساطِ مفصل: سورۃ الطارق سے سورۃ البینہ تک ہیں۔

(ج) قِصارِ مفصل: سورۃ الزلزال سے آخر تک ہیں۔

فائدہ: سورتوں کی مذکورہ چہارگانہ تقسیم محض ذہنی ہے، سورتیں اس طرح مرتب نہیں، بلکہ مضمون کی مناسبت ملحوظ ہے۔

قرآنِ کریم کتنے دنوں میں ختم کیا جائے؟ چھوٹی سات منزلیں اور بڑی تین منزلیں:

قرآنِ کریم ختم کرنے کے لئے کوئی حد متعین نہیں، کم وبیش وقت میں ختم کرسکتے ہیں، بہت سے باہمت لوگ روزانہ ایک قرآن ختم کرتے ہیں، بلکہ بعض حضرات سے تو ایک رکعت میں ختم کرنا مروی ہے، جو از قبیلِ کرامت ہے، اور ایسے لوگ تو کچھ کم نہیں جو منزل فیل کا ورد رکھتے ہیں، یعنی تین دن میں قرآنِ کریم ختم کرتے ہیں، فیل کے معنی ہیں: ہاتھی، یہ بڑی منزلیں کہلاتی ہیں، پہلی منزل: سورۂ فاتحہ سے، دوسری سورۂ یونس سے اور تیسری سورۂ لقمان سے شروع ہوتی ہے، ف، ی، ل سے فیل بنا، اور ایسے لوگوں کی تعداد تو بے حساب ہے جو سات دن میں قرآنِ کریم ختم کرتے ہیں، یہ لوگ فَمِیْ بِشَوْقٍ کا ورد کرتے ہیں، یہ منزلیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں، پہلی منزل سورۂ فاتحہ سے، دوسری المائدۃ سے، تیسری یونس سے، چوتھی بنی اسرائیل سے، پانچویں الشعراء سے، چھٹی والصافات سے اور ساتویں سورۂ قٓ سے آخر تک ہے، ہر سورت کا پہلا حرف لیا تو فَمِیْ بِشَوْقٍ بنا، قرآنِ کریم میں یہی منزلیں لکھی ہوئی ہیں، پس قرآن ختم کرنے کا سب سے افضل طریقہ یہی ہے، صحابۂ کرام اسی طرح ورد کرتے تھے، ابوداؤد میں حدیث (نمبر ۱۳۹۳) ہے، اوس بن ابی اوس رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے پوچھا: کیف تُحَزِّبون القرآن؟ آپ حضرات قرآن کا ورد کس طرح کرتے ہیں؟ انھوں نے بتایا: تین سورتیں (بقرہ، آلِ عمران اور نساء ایک دن میں) پانچ سورتیں (مائدۃ سے توبہ تک دوسرے دن میں) سات سورتیں (یونس سے نحل تک تیسرے دن میں) نو سورتیں (بنی اسرائیل سے فرقان تک چوتھے دن میں) گیارہ سورتیں (شعراء سے یٰسٓ تک پانچویں دن میں) تیرہ سورتیں (والصافات سے حجرات تک چھٹے دن میں) اور تمام مفصلات (قٓ سے آخر تک

ساتویں دن میں)

اس روایت سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

۱-سورتوں اور آیتوں کی ترتیب توقیفی ہے، لوح محفوظ میں جو ترتیب ہے وہی مصاحف میں ہے، نبی ﷺ کے عہد میمون میں بھی اذہان میں یہی ترتیب تھی، البتہ مصحف میں جمع نہیں تھیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اُسی ترتیب سے مصاحف تیار کئے گئے، اس کے خلاف جو روایات ہیں کہ صحابہ نے اپنے اجتہاد سے سورتوں کو مرتب کیا: وہ صحیح نہیں، البتہ انفال وتوبہ کے درمیان بسم اللہ لکھ کر فصل کیا جائے یا نہ کیا جائے؟ یہ اجتہادی مسئلہ ہے۔

۲-مفصلات: سورۃ قاف سے شروع ہوتے ہیں، اس کے علاوہ جو اقوال ہیں وہ مرجوح ہیں۔

کن نمازوں میں کونسی سورتیں مسنون ہیں:

چاروں ائمہ متفق ہیں کہ فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل، عصر اور عشاء میں اوساطِ مفصل، اور مغرب میں قصار مفصل پڑھنا مسنون ہے، اور ظہر میں اوساط مفصل اور عصر میں قصار مفصل کے مسنون ہونے کا بھی ایک قول ہے —— اور طوال، اوساط اور قصار میں سے پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اتنی مقدار پڑھے، یعنی پورے قرآن میں سے فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل کے بقدر، اور عصر وعشاء میں اوساط مفصل کے بقدر اور مغرب میں قصار مفصل کے بقدر پڑھے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ نمازوں میں تلاوت صرف مفصلات کی کی جائے، باقی قرآن مہجور کر دیا جائے، سارا قرآن نمازوں میں پڑھنے کے لئے ہے، نبی ﷺ اور خلفائے راشدین ہر جگہ سے پڑھتے تھے۔

سورت کا نام اور موضوع:

قاف: اکیسواں حرفِ ہجاء ہے، اور اسی سے سورت موسوم ہے، قرآنِ کریم میں ۲۹ سورتوں کے شروع میں حروفِ مقطعات آئے ہیں، اور ان کے بعد عموماً قرآنِ کریم کا تذکرہ ہے، تاہم ان کی مراد مخفی ہے، پس یہ رموز واشارات ہیں، ان کی مراد اللہ تعالیٰ جانتے ہیں —— اور یہ سورت مکی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۳۴ ہے یعنی یہ مکی دور کے ابتداء کی سورت ہے، شروع میں چھوٹی سورتیں نازل کی گئی ہیں، تاکہ حفظ آسان ہو، اب بھی عَمَّ کے پارے سے بچوں کو حفظ شروع کراتے ہیں۔

اس سورت کا موضوع: آخرت (قیامت، بعث بعد الموت اور حساب وکتاب) ہے، اور گذشتہ سورت کے آخر میں بیان کیا ہے کہ اب بات حٰمٓ والی سورتوں میں زیر بحث مسائل کی طرف لوٹ جائے گی، اسلام کے بنیادی عقائد: توحید، رسالت اور آخرت ہیں، اس سورت میں آخرت کا مضمون ہے، مگر توحید تو خالص عقلی مسئلہ ہے اور نبوت وآخرت سمعی (نقلی) مسائل ہیں، نبی آئیں گے تو ہی آخرت کی خبر دیں گے، پس مسئلہ آخرت: مسئلہ نبوت سے پچ (لگا ہوا) ہے، اس

لئے ضمناً نبوت کا تذکرہ آئے گا۔

سورت کی اہمیت: مسلم شریف میں روایت ہے کہ نبی ﷺ فجر کی نماز میں بکثرت یہ سورت پڑھتے تھے، اور حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ عید کی نماز میں سورۃ قٓ اور سورۃ القمر پڑھتے تھے، اور ام ہشامؓ سے مروی ہے کہ آپؐ جمعہ کے خطبہ میں یہ سورت بکثرت پڑھتے تھے، اور انھوں نے خطبہ میں سن کر یہ سورت یاد کی ہے، لیکن اگر مقتدی عربی نہ جانتے ہوں یا امام بھدّی آواز کا ہو تو ایک رکعت میں ایک ہی رکوع پڑھے۔

پارے اور رکوع: قرآنِ کریم کو تلاوت اور تعلیم کی سہولت کے لئے تیس برابر حصوں میں تقسیم کیا ہے، یعنی اس کے تیس پارے بنائے ہیں، پارہ: فارسی لفظ ہے، اس کے معنی ہیں: ٹکڑا، حصہ، پھر عجمیوں کی سہولت کے لئے مشائخ بخاری نے رکوع بنائے، پورے قرآن میں پانچ سو چالیس رکوع ہیں، اور حاشیہ پر رکوع کی علامت 'ع' بنائی ہے، یہ تقسیم معنی کے لحاظ سے کی گئی ہے، تاکہ بے پڑھے لوگ جان سکیں کہ کہاں مضمون پورا ہوتا ہے، اور کہاں سے نیا مضمون شروع ہوتا ہے (فتاوی تاتارخانیہ ۱: ۴۷۹) اور فتاوی عالم گیری (۱: ۹۴ فصل التراویح) میں قرآن کو ۵۴۰ رکوع پر منقسم کرنے کی حکمت بیان کی ہے کہ مشائخ نے قرآن کو ۵۴۰ رکوع پر تقسیم اس لئے کیا ہے کہ تراویح میں قرآن کا ختم ستائیسویں رمضان میں ہو سکے، یعنی اگر ہر رکعت میں ایک رکوع پڑھا جائے تو ستائیسویں رمضان کو قرآن پورا ہو جائے گا۔

فائدہ: دو مسئلے الگ الگ ہیں:

پہلا مسئلہ: رکوع مضمون کا لحاظ کر کے لگائے گئے ہیں، پس ہر رکعت میں مکمل رکوع پڑھنا چاہئے، اگرچہ دوسری رکعت لمبی ہو جائے۔

دوسرا مسئلہ: دوسری رکعت: پہلی رکعت سے بڑی نہ ہو۔

زیادہ اہمیت پہلی بات کی ہے، سورۃ بقرۃ کا پہلا رکوع چھوٹا ہے، دوسرا بڑا، ایسا مضمون کا لحاظ کر کے کیا گیا ہے، پہلے رکوع میں مؤمنین اور کفار کا ذکر ہے، اور دوسرے رکوع میں منافقین کا، مگر تراویح میں حفاظ کے ذہن پر دوسرا مسئلہ سوار رہتا ہے، وہ دوسرے رکوع کا کچھ حصہ پہلی رکعت میں پڑھتے ہیں، تاکہ دوسری رکعت لمبی نہ ہو جائے، اس سے مضمون بے جوڑ ہو جاتا ہے، یہ ٹھیک نہیں، پہلی بات کی اہمیت زیادہ ہے، اور نوافل میں تو دوسری رکعت بڑی ہو جائے تو کچھ حرج نہیں، پس رکوع کی پابندی کرنی چاہئے، ہاں جو مضمون سمجھتا ہے اور صحیح جگہ قراءت روکے تو کچھ حرج نہیں۔

ربط خاص: گذشتہ سورت کے آخر میں کچے ایمان والے بدّوں کا تذکرہ تھا، اب پکّے بے ایمانوں کا ذکر ہے، جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اور تقابل تضاد بھی ایک تعلق ہے۔

آیاتہا ۴۵ — (۵۰) سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ (۳۴) — رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝۱ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝۲ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝۳ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝۴ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝۵

بِسْمِ	نام سے	مُنْذِرٌ	ایک ڈرانے والا	رَجْعٌ	لوٹنا ہے
اللّٰهِ	اللہ کے	مِّنْهُمْ	ان میں سے	بَعِيْدٌ	بعید
الرَّحْمٰنِ	نہایت مہربان	فَقَالَ	پس کہا	قَدْ	بالتحقیق
الرَّحِيْمِ	بڑے رحم والے	الْكٰفِرُوْنَ	منکروں نے	عَلِمْنَا	جانتے ہیں ہم
قٓ	قاف	هٰذَا شَيْءٌ (۴)	یہ چیز ہے	مَا تَنْقُصُ	جو گھٹاتی ہے
وَالْقُرْاٰنِ	قسم قرآن	عَجِيْبٌ	عجیب!	الْاَرْضُ	زمین
الْمَجِيْدِ (۱)	باعظمت کی	ءَاِذَا (۵)	کیا جب	مِنْهُمْ	ان سے
بَلْ (۲)	بلکہ	مِتْنَا	مر جائیں گے ہم	وَعِنْدَنَا	اور ہمارے پاس
عَجِبُوْٓا	تعجب کیا انھوں نے	وَكُنَّا	اور ہو جائیں گے ہم	كِتٰبٌ	نوشتہ ہے
اَنْ (۳)	(اس بات سے) کہ	تُرَابًا	مٹی؟	حَفِيْظٌ (۶)	یاد رکھنے والا
جَآءَهُمْ	آیا ان کے پاس	ذٰلِكَ	وہ (بعث بعد الموت)	بَلْ (۷)	بلکہ

(۱) مجید (فعیل): باعظمت، بزرگ، مَجُدَ (ک) مَجْدًا: باعظمت ہونا، فھو مجید (۲) بل: برائے ترقی، اس سے پہلے: "ہم نے نبی ﷺ کو عذابِ آخرت سے ڈرانے کے لئے بھیجا ہے، مگر لوگوں نے نہیں مانا" پوشیدہ ہے (۳) أن سے پہلے مِنْ پوشیدہ ہے (۴) ھذا کا مشار الیہ "بشر کا رسول ہونا" ہے (۵) إذا: فعل ماضی پر داخل ہو کر اس کو مضارع کے معنی میں کر دیتا ہے۔ (۶) حفیظ (فعیل) بمعنی حافظ ہے (۷) یہ بل بھی ترقی کے لئے ہے، اور اس سے پہلے "بعث بعد الموت کی بات تعجب خیز نہیں" محذوف ہے۔

كَذَّبُوا بِالْحَقِّ (۱)	جھٹلایا انھوں نے سچی بات کو	لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ	جب پہنچی وہ ان کو پس وہ	فِيٓ أَمْرٍ مَّرِيجٍ (۲)	معاملہ میں مذبذب ہیں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

منکروں کی سمجھ میں نہ بشر کی نبوت آئی نہ موت کے بعد کی زندگی

بشر کا نبی ہونا مشرکین مکہ کے گلے نہیں اترتا تھا، ان کے خیال میں اس کام کے لئے مقرب فرشتے موزوں تھے، پس جب نبی ﷺ مبعوث ہوئے، اور آپؐ نے لوگوں کو بتایا کہ زندگی بس یہی زندگی نہیں، موت کے بعد دوسری زندگی بھی ہے، جس میں سزا وسزا ہوگی تو منکروں کو اور بھی حیرت ہوئی، اس لئے قرآنِ کریم نے بات یہاں سے شروع کی ہے کہ باعظمت قرآن کے دلائل وشواہد ثابت کرتے ہیں کہ موت کے بعد زندگی برحق ہے، مرنے کے بعد بدن اگرچہ مٹی ہوجاتا ہے مگر روح باقی رہتی ہے، اور انسان دراصل روح کا نام ہے، بدن تو اس کی سواری ہے، پھر بدن کے جو اجزاء تحلیل ہوکر زمین میں جہاں بھی منتشر ہوجاتے ہیں وہ سب اللہ کے علم میں ہیں، اور نہ صرف علم میں ہیں، بلکہ لوح محفوظ میں ریکارڈ بھی ہیں، پس جب وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ اُن اجزاء کو جمع کریں گے، اور بدن دوبارہ بنے گا، پھر ارواح ابدان کی طرف لوٹ آئیں گی، اور نئی زندگی شروع ہوجائے گی۔ مگر منکرین اس سچی حقیقت کو ٹھکراتے ہیں، اور وہ اس معاملہ میں تذبذب کا شکار ہیں —— اور بشر کی نبوت پر جو انھیں حیرت ہورہی ہے اس کا جواب یہاں نہیں دیا، کیونکہ یہاں یہ ضمنی مسئلہ ہے، قرآن نے بہت جگہ اس کا جواب دیا ہے، مثلاً: سورۃ بنی اسرائیل (آیت ۹۵) میں۔

آیاتِ پاک مع تفسیر: —— قاف —— یہ عربی کا اکیسواں حرف ہجاء ہے، اس کے معنی اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔ —— باعظمت قرآن کی قسم! —— قرآنی قسمیں مدعیٰ (مقسم علیہ) کی دلیلیں ہوتی ہیں، مدعیٰ یہاں بعث بعد الموت ہے، جو محذوف ہے، مگر وہ بشر کی نبوت کے ساتھ بٹچ (ملا ہوا) ہے، پھر بل ترقی کے لئے ہے، ارشاد فرماتے ہیں: ہم نے نبی ﷺ کو عذابِ قیامت سے ڈرانے کے لئے بھیجا، مگر لوگوں نے نہیں مانا —— بلکہ ان کو تعجب ہوا کہ ان کے پاس انھیں میں سے ایک ڈرانے والا آیا —— انھیں میں سے: نبی مخاطبین کا ہم جنس ہوتا ہے —— پس منکروں نے کہا: یہ عجیب بات ہے —— یعنی بشر کا نبی ہونا حیرت انگیز بات ہے، کیا اللہ کے یہاں فرشتوں کی کمی تھی جو انسان کو نبی بنایا

(۱) الحق: سچی بات: یعنی بعث بعد الموت (۲) مَرِيج: فعيل بمعنی مفعول: گڈمڈ، خلط، مذبذب، متزلزل، غُصْنٌ مَرِيجٌ: گتھی ہوئی شاخ، مَرِجَ (س) الناسُ مَرَجًا: لوگوں کا ملا جلا مخلوط ہونا، ﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ﴾: دو سمندر ملتے ہیں۔

—— یہ پہلی بات ہے جو ضمناً آئی ہے، اور اس کا یہاں جواب نہیں دیا۔

کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے —— تو پھر دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ —— یہ دوبارہ زندہ ہونا بہت دور کی کوڑی ہے! —— یعنی محال اور ناممکن ہے!

جواب: —— بالیقین ہم جانتے ہیں جو زمین ان میں سے گھٹاتی ہے —— زمین آہستہ آہستہ جسم کو کھاتی ہے، مٹی کے ان اجزاء کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں —— اور ہمارے پاس یاد رکھنے والا نوشتہ ہے —— یعنی جسم کے وہ اجزاء نہ صرف اللہ کے علم میں ہیں، بلکہ لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں، پھر اللہ کے لئے ان کو جمع کرنا کیا مشکل ہے! —— بلکہ انھوں نے سچی بات کو جھٹلایا جب وہ ان کو پہنچی —— یعنی وہ بات محال نہیں، ہو کر رہنے والی سچی بات ہے —— پس وہ مذبذب حالت میں ہیں —— گومگو کی حالت میں ہیں کہ مانیں یا نہ مانیں!

فائدہ: پیغمبر صرف مُنْذِرْ (ڈرانے والا) نہیں ہوتا، وہ مُبَشِّر بھی ہوتا ہے، منکروں کو قیامت کی بلاخیزی سے ڈراتا ہے، اور مؤمنوں کو جنت کی بشارت سناتا ہے، مگر کبھی آدھا مضمون بیان کرتے ہیں، اور آدھا مضمون فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیتے ہیں، جیسے: عذاب القبر حق: آدھا مضمون ہے، نافرمانوں کو قبر میں عذاب ہوگا، اور فرماں برداروں کے لئے قبر میں راحتیں ہیں۔

اَفَلَمْ یَنْظُرُوْٓا اِلَی السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ کَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَزَیَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ۝ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰی لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ۝ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِیْدِ ۝ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝

اَفَلَمْ	کیا پس نہیں	فَوْقَهُمْ	اپنے اوپر	وَزَیَّنّٰهَا	اور مزین کیا ہم نے اس کو
یَنْظُرُوْٓا	دیکھا انھوں نے	کَیْفَ	کیسا	وَمَا لَهَا	اور نہیں ہے اس میں
اِلَی السَّمَآءِ	آسمان کو	بَنَیْنٰهَا	بنایا ہم نے اس کو	مِنْ فُرُوْجٍ(۱)	کوئی شگاف

(۱) فروج: فَرْج کی جمع: شگاف، دراڑ، پھٹن۔

وَ الْاَرْضَ(1)	اور زمین کو	مُّنِيْبٍ(5)	رجوع کرنے والے	لَّهَا	ان کے لئے
مَدَدْنٰهَا	پھیلایا ہم نے اس کو	وَ نَزَّلْنَا	اور اتارا ہم نے	طَلْعٌ(8)	خوشے ہیں
وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا	اور ڈالے ہم نے اس میں	مِنَ السَّمَآءِ	بادل سے	نَّضِيْدٌ(9)	تہ بہ تہ
رَوَاسِيَ(2)	بوجھ (پہاڑ)	مَآءً مُّبٰرَكًا	بابرکت پانی	رِّزْقًا(10)	روزی کے لئے
وَاَنْۢبَتْنَا	اور اگائی ہم نے	فَاَنْۢبَتْنَا	پس اگائے ہم نے	لِّلْعِبَادِ	بندوں کی
فِيْهَا	اس میں	بِهٖ	اس کے ذریعہ	وَ اَحْيَيْنَا	اور زندہ کیا ہم نے
مِنْ كُلِّ زَوْجٍ	ہر قسم سے	جَنّٰتٍ	باغات	بِهٖ	اس (پانی) کے ذریعہ
بَهِيْجٍ(3)	بارونق	وَّحَبَّ	اور غلہ	بَلْدَةً(11)	دیس (زمین)
تَبْصِرَةً(4)	سمجھانے کے لئے	الْحَصِيْدِ(6)	کٹی ہوئی کھیتی کا	مَّيْتًا	ویران
وَّ ذِكْرٰى	اور یاد دہانی کے لئے	وَالنَّخْلَ	اور کھجور کے درخت	كَذٰلِكَ	اسی طرح
لِكُلِّ عَبْدٍ	ہر بندے کے لئے	بٰسِقٰتٍ(7)	لمبے لمبے	الْخُرُوْجُ	دوبارہ پیدا ہونا ہے

مظاہر قدرت سے بعث بعد الموت پر استدلال

مظاہر: ظاہر ہونے کی جگہیں، مظاہر قدرت: اللہ کی قدرت کی نشانیاں، اب اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی تین نشانیاں ذکر فرماتے ہیں، اور ان سے بعث بعد الموت پر استدلال کرتے ہیں:

پہلی نشانی: —— آسمان ہے، اس کو دیکھو، کتنا بڑا عظیم الشان گنبد کیسا مضبوط و مستحکم تنا ہوا ہے، رات میں جب اس پر ستاروں کے جھاڑ فانوس روشن ہوتے ہیں تو کتنا خوبصورت اور پُر رونق نظر آتا ہے، پھر لطف یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں

(۱) الأرضَ: منصوب علی شریطة التفسیر ہے۔ (۲) رَوَاسي: رَاسِيَة کی جمع: مضبوطی کے ساتھ جمے ہوئے پہاڑ، رَسَا الشیئُ (ن) رَسْوًا: جم جانا، مضبوطی سے قائم رہنا۔ (۳) بهیج: زوج کی صفت ہے، زَوج: صنف، قسم، بهیج: صفت مشبہ: تروتازہ، بَهِجَ (س) بَهْجًا: تروتازہ ہونا (۴) تبصرة اور ذکری: فعل محذوف فَعَلْنَا ذٰلك کے مفعول لہ ہیں، تَبْصِرَةً: باب تفعیل کا مصدر: سمجھانا، سُجھانا...... ذکری: باب نصر کا مصدر، یاد دلانا، نصیحت کرنا، ذکری: ذکر سے أبلغ ہے (۵) منیب: إنابة سے اسم فاعل: اللہ کی طرف رجوع کرنا، خلوص سے توبہ کرنا، اللہ سے لو لگانا۔ (۶) حصید: فعیل: صفت مشبہ: بمعنی محصود: کٹی ہوئی کھیتی، حَبُّ الحصید: پکا ہوا غلہ (۷) باسقات: باسقة کی جمع، بَسَقَ (ن) بُسُوْقًا: لمبا دراز ہونا (۸) طلع: کھجور کا شگوفہ، خوشہ، طَلَعَ (ن) النخلُ: درخت خرما پر شگوفے کھلنا، نکلنا (۹) نضید: بمعنی منضود، نَضَدَ الشیئَ (ض) نَضْدًا: تہ بہ تہ رکھنا، ترتیب سے لگانا (۱۰) رزقًا: أنبتنا کا مفعول لہ (۱۱) بلدة بمعنی مکان، اس لئے میتا مذکر صفت آئی ہے۔

سال گذر گئے: نہ اس چھت میں دراڑ پڑی، نہ پلاستر جھڑا، نہ رنگ پھیکا پڑا، کیا جس دستِ قدرت نے یہ پہنا آسمان بنایا وہ انسانوں کو دوبارہ بنانے پر قادر نہیں؟ تمہاری عقلوں کو کیا ہو گیا؟ تم کیسے فیصلے کرتے ہو!

دوسری نشانی: زمین ہے، زمین کو اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا بنایا ہے کہ یہ گول کرہ ایک بستر بن گیا ہے، جس پر مخلوقات چین سے زندگی بسر کرتی ہیں، پھر غور کرو! اس پر بھاری پہاڑوں کے کھونٹے گاڑ دیئے، تا کہ وہ مخلوقات کے ساتھ ڈانواڈول نہ ہو، اگر یہ میخیں نہ ہوتیں اور زمین لرزتی رہتی تو حیات کیسے وجود میں آتی، پھر زمین کے ذرہ ذرہ میں حیات کی قابلیت رکھ دی، اور اس میں انواع واقسام کی تروتازہ نباتات اگائیں، تا کہ وہ حیوانات کی زندگی کا قوام (بنیاد) بنے، اسی زمین سے اللہ نے انسان کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے، پس کیا وہ دوبارہ اس سے پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ پھر اللہ جانے لوگ حق کو جھٹلانے کی جرأت کیوں کرتے ہیں!

فائدہ: اور اللہ کی طرف رجوع ہونے والے بندے اللہ کی ربوبیت سے الوہیت پر استدلال کر سکتے ہیں، وہ سمجھ سکتے ہیں کہ جس اللہ نے زمین کو ایسا بنایا ہے وہی معبود برحق ہے، پالتے تو اللہ ہیں اور پوجی جائیں مورتیاں یہ کیسی بے تکی بات ہے! توحید ربوبیت اور توحید الوہیت میں چولی دامن کا ساتھ ہے (یہ فائدہ دوسری نشانی کے ضمن میں بیان کیا ہے)

تیسری نشانی: — بارش ہے، اللہ تعالیٰ بادلوں سے نفع بخش مینہ برساتے ہیں، یہ پانی سمندروں سے آتا ہے، مگر اس میں حموضت (کھاراپن) بالکل نہیں ہوتا، اگر اس میں کڑواہٹ ہوتی تو زمین سے روئیدگی ناممکن ہو جاتی، نہایت صاف شفاف شیریں پانی برساتے ہیں، اس سے ہر طرح کے باغات اور پکا غلہ پیدا ہوتا ہے، خاص طور پر نخلستان: ان کے درخت آسمان سے باتیں کرتے ہیں، وہ بھی انرجی زمین سے اٹھاتے ہیں، اور آخری بلندی پر لے جاتے ہیں، وہاں تہ بہ تہ پُر رونق گچھے لگتے ہیں، جن سے بندوں کو روزی ملتی ہے۔

علاوہ ازیں: بارش کی بوندیں پڑتے ہی ویران زمین لہلہانے لگتی ہے، کل جہاں خاک اڑ رہی تھی آج وہاں سبزہ زار ہے، اور بے شمار حیوانات بھی پیدا ہو جاتے ہیں، اسی طرح قیامت کے دن مردے زندہ کئے جائیں گے، پس یہ کوئی ناممکن بات نہیں، سچی حقیقت ہے، اس کو مان لو ورنہ حشر برا ہوگا، جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

﴿ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝ ﴾

قدرت کی پہلی نشانی: — کیا ان لوگوں نے — منکرین بعث بعد الموت نے — اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا — اوپر جو نیل گوں چھت نظر آ رہی ہے وہی پہلا آسمان ہے، زمین سے اس کا فاصلہ پانچ سو سال کی مسافت ہے، اور پانچ سو سے مراد بے حد مسافت ہے، تحدید مراد نہیں، مگر وہ نہایت قریب نظر آتا ہے، بلکہ اس کے کنارے

زمین کو چھوتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں، اور پہلے آسمان سے نیچے نظام شمسی ہے، تمام ستارے اور سیارے اس نظام میں گردش کر رہے ہیں — اور جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو نظر کی انتہاء ہے، ان کا قول: ﴿ فَوْقَهُمْ ﴾ سے پادر ہوا ہو جاتا ہے — ہم نے اس کو کیسا بنایا ہے؟ — یعنی نہایت بلند، وسیع، مضبوط و مستحکم بے ستون قائم ہے — اور اس کو (ستاروں سے) مزین کیا ہے، اور اس میں کوئی شگاف نہیں — حالانکہ چھت پرانی ہو جاتی ہے تو اس میں دراڑ پڑ جاتی ہے۔

﴿ وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ ۝ ﴾

قدرتِ خداوندی کی دوسری نشانی: — اور زمین کو ہم نے پھیلایا — یعنی نہایت وسیع بنایا، جس سے وہ بچھا ہوا فرش محسوس ہوتی ہے — اور اس میں پہاڑوں کو جمایا — ان کی میخیں گاڑ دیں، تاکہ وہ متزلزل نہ ہو — اور ہم نے اس میں ہر خوش نما قسم اگائی — اور اس طرح انسانوں کی معیشت کا انتظام کیا۔

﴿ تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝ ﴾

فائدہ: — زمین کو ہم نے ایسا بنایا — ہر رجوع ہونے والے بندے کی بینائی اور دانائی کے لئے! — تاکہ وہ ربوبیت سے الوہیت پر استدلال کریں اور ایک اللہ سے لو لگائیں۔

﴿ وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَ اَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝ ﴾

قدرتِ خداوندی کی تیسری نشانی: — اور ہم نے بادل سے نفع بخش پانی برسایا — بارش کا پانی بعض علاجوں میں بھی کام آتا ہے، دواؤں اور تعویذوں میں بھی استعمال ہوتا ہے — پھر ہم نے اس کے ذریعہ باغات اگائے اور کھیتی کا غلہ پیدا کیا — یہ عام باغات کا ذکر ہے، اور کھیت اس وقت کٹتا ہے جب اناج پک جاتا ہے — پھر خاص باغ یعنی نخلستان کا ذکر ہے: — اور لمبے لمبے کھجور کے درخت (اگائے) جن پر تہ بہ تہ جمے ہوئے خوشے لگتے ہیں — قرآنِ کریم اُن نعمتوں کا تفصیل سے ذکر کرتا ہے جن سے قرآن کے پہلے مخاطب واقف تھے، دوسری نعمتوں کا ذکر اجمالاً کرتا ہے، جیسے باغات میں آم کے، امرود کے، لیچی کے، آڑو کے ہر قسم کے باغات آگئے، اور عرب میں لمبے درخت کھجور ہی کے ہوتے ہیں، اس لئے صرف ان کا ذکر کیا، ناریل اور تاڑ کے درخت وہاں نہیں ہوتے، یہ درخت کھجور سے بھی اونچے جاتے ہیں، اور وہ بھی زمین سے انرجی لیتے ہیں اور چوٹی پر پہنچاتے ہیں، اور ناریل کے ہر دانہ میں پانچ سو گرام پانی ہوتا ہے، جس سے مغز بنتا ہے، اور تاڑ پھل بھی اوپر ہی لگتا ہے، غور کرو! قدرتِ خداوندی کہاں تک انرجی پہنچا کر پھل پیدا کرتی ہے، یہ سب: — بندوں کی روزی کے لئے ہے!

علاوہ ازیں: —— اور ہم نے اس (بارش) کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کیا، اسی طرح (زمین) سے نکلنا ہوگا!

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّأَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُودُ ﴿۱۲﴾ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَإِخْوَانُ لُوطٍ ﴿۱۳﴾ وَّأَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۚ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيدِ ﴿۱۴﴾ أَفَعَيِينَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ ۚ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿۱۵﴾

ع ۵/۱۵

كَذَّبَتْ	جھٹلایا	وَّأَصْحٰبُ الْأَيْكَةِ	اور بن والوں نے	أَفَعَيِينَا (۲)	کیا پس تھک گئے ہم
قَبْلَهُمْ	اُن سے پہلے	وَقَوْمُ تُبَّعٍ	اور تبع کی قوم نے	بِالْخَلْقِ	پیدا کر کے
قَوْمُ نُوحٍ	نوحؑ کی قوم نے	كُلٌّ	سب نے	الْأَوَّلِ	پہلی بار
وَّأَصْحٰبُ الرَّسِّ (۱)	اور کنویں والوں نے	كَذَّبَ	جھٹلایا	بَلْ هُمْ	بلکہ وہ
وَثَمُودُ	اور ثمود نے	الرُّسُلَ	رسولوں کو	فِي لَبْسٍ (۳)	اشتباہ میں ہیں
وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ	اور عاد اور فرعون نے	فَحَقَّ	پس ثابت ہوگئی	مِّنْ خَلْقٍ	پیدا کرنے سے
وَإِخْوَانُ لُوطٍ	اور برادرانِ لوطؑ نے	وَعِيدِ	میری دھمکی	جَدِيدٍ	نئے

جن اقوام نے رسولوں کو جھٹلایا وہ ہلاک ہوئیں

کسی ایک رسول کی تکذیب سارے رسولوں کی تکذیب ہے، کیونکہ سب کی دعوت ایک ہے، اور رسالت کی تکذیب رسول کی خبر کی تکذیب کو اپنے جلو میں لئے ہوئے ہے، اور انبیاء توحید اور بعث بعد الموت کی خبر دیتے ہیں، اور ماضی میں جن قوموں نے رسالت کا انکار کیا وہ سب ہلاک ہوئی ہیں، مکہ کے مشرکین بھی یہی راہ اپنائے ہوئے ہیں، پس وہ بھی اپنا انجام سوچ لیں، ارشاد فرماتے ہیں: —— اِن (مکہ والوں) سے پہلے جھٹلایا قوم نوح نے، اصحاب الرس نے، ثمود نے، عاد نے، فرعون نے، لوط کے برادروں نے، اصحاب الایکہ نے اور تبع کی قوم نے، سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا —— اس میں بعث بعد الموت کا انکار بھی آگیا —— پس میری دھمکی ثابت ہوکر رہی! —— یعنی عذاب آیا اور سب قومیں ہلاک

(۱) الرَّس: مطلق کنواں یا بے منڈ کا کنواں، امام بخاریؒ نے کھان ترجمہ کیا ہے (تحفۃ القاری ۹: ۴۱۰) قرآن میں ان کا دو جگہ صرف نام آیا ہے، یہاں اور سورۃ الفرقان کے دوسرے رکوع میں (۲) أفعيينا: ہمزہ استفہام انکاری، فاء عاطفہ (محذوف پر عطف) عَيِينَا: ماضی جمع متکلم، عَيِيَ (س) عِيًّا: تھکنا، عاجز ہونا (۳) لَبْس: باب ضرب کا مصدر، لَبَسَ عليه الأمر: کوئی چیز مشتبہ اور پیچیدہ ہونا، اور باب سمع کا مصدر لُبْس (لام کے پیش کے ساتھ) ہے، اس کے معنی ہیں: پہننا۔

ہوئیں، پس ثابت ہوا کہ بعث کا انکار غلط تھا ـــــ اصحاب الرس، اصحاب الایکہ اور قوم تبع کی تفصیلات معلوم نہیں، بس اتنا معلوم ہے کہ یہ اقوام تکذیب رسل کی پاداش میں ہلاک ہوئیں۔

اب یہ گفتگو ایک سوال پر ختم کرتے ہیں: ـــــ کیا پس ہم تھک گئے پہلی بار پیدا کر کے؟ ـــــ یعنی یہ کائنات اللہ نے پیدا کی ہے، اس کو مشرکین بھی مانتے ہیں، اب وہ بتائیں کہ اللہ اس کائنات کو ختم کر کے دوسری مرتبہ پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ اگر جواب مثبت ہے کہ ہاں اللہ پاک پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں، تو جان لیں کہ تھکن تو ان کو چھو کر بھی نہیں گئی، وہ تو عیب ہے، اور اللہ تعالیٰ ہر عیب سے پاک ہیں، اور اگر جواب منفی ہے کہ نہیں تھکے، تو بعث بعد الموت کو ماننے میں کیا پریشانی ہے؟ ـــــ بلکہ وہ نئی آفرینش کے بارے میں شبہ میں پڑے ہوئے ہیں ـــــ یعنی تذبذب کا شکار ہیں کہ مانیں یا نہ مانیں! ﴿فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ﴾: پس وہ گڈمڈ معاملہ میں ہیں!

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ؕ ﴿۲۳﴾ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ۙ ﴿۲۵﴾ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿۲۶﴾ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ بَعِيْدٍ ﴿۲۷﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿۲۸﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۧ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿۳۰﴾

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	خَلَقْنَا	پیدا کیا ہم نے	الْاِنْسَانَ	انسان کو

وَنَعْلَمُ	اور جانتے ہیں ہم	اِلَّا لَدَيْهِ	مگر اُس کے پاس	لَقَدْ كُنْتَ	البتہ تحقیق تھا تو
مَا	جو	رَقِيْبٌ	راہ دیکھنے والا	فِيْ غَفْلَةٍ	بے خبری میں
تُوَسْوِسُ	خیال ڈالتا ہے	عَتِيْدٌ	تیار ہے	مِّنْ هٰذَا	اس سے
بِهٖ (۱)	اس کو	وَجَآءَتْ	اور آئی	فَكَشَفْنَا	پس کھول دیا ہم نے
نَفْسُهٗ	اس کا نفس	سَكْرَةُ	بے ہوشی	عَنْكَ	تجھ سے
وَنَحْنُ	اور ہم	الْمَوْتِ	موت کی	غِطَآءَكَ	تیرا ڈھکنا (پردہ)
اَقْرَبُ	زیادہ نزدیک ہیں	بِالْحَقِّ	سچی	فَبَصَرُكَ	پس تیری آنکھ
اِلَيْهِ	اس سے	ذٰلِكَ	یہ (موت)	الْيَوْمَ	آج
مِنْ حَبْلِ	رگ سے	مَا كُنْتَ مِنْهُ	جو تھا تو اس سے	حَدِيْدٌ	لوہا (نہایت تیز) ہے
الْوَرِيْدِ (۲)	دھڑکتی	تَحِيْدُ (۴)	کنارہ کرتا	وَقَالَ	اور کہا
اِذْ	(یاد کرو) جب	وَنُفِخَ	اور پھونکا گیا	قَرِيْنُهٗ (۵)	اس کے ساتھی نے
يَتَلَقَّى	لے رہے ہیں	فِي الصُّوْرِ	صور میں	هٰذَا	یہ
الْمُتَلَقِّيٰنِ	دو لینے والے	ذٰلِكَ	یہ	مَا لَدَيَّ	جو میرے پاس ہے
عَنِ الْيَمِيْنِ	دائیں سے	يَوْمُ الْوَعِيْدِ	دھمکی کا دن ہے	عَتِيْدٌ	تیار ہے
وَعَنِ الشِّمَالِ	اور بائیں سے	وَجَآءَتْ	اور آیا	اَلْقِيَا	ڈالو دونوں
قَعِيْدٌ (۳)	بیٹھے ہوئے	كُلُّ نَفْسٍ	ہر شخص	فِيْ جَهَنَّمَ	دوزخ میں
مَا	نہیں	مَّعَهَا	اس کے ساتھ	كُلَّ كَفَّارٍ	ہر بڑے منکر
يَلْفِظُ	بولتا وہ	سَآئِقٌ	ہانکنے والا	عَنِيْدٍ	سخت مخالف
مِنْ قَوْلٍ	کوئی بات	وَّشَهِيْدٌ	اور احوال بتانے والا ہے	مَّنَّاعٍ	بہت زیادہ روکنے والے

(۱) بہٖ: ضمیر مَاموصولہ کی طرف عائد ہے (۲) حبل الورید: رگِ جہاں، شہ رگ، وہ رگ جو دل سے دماغ تک ہے، اور جس کے کٹنے سے موت واقع ہوجاتی ہے (۳) قعید: متلقیان کی صفت ہے، اور فعیل میں مفرد، تثنیہ جمع یکساں ہوتے ہیں، اس لئے قعیدانِ نہیں کہا (۴) حَادَ یحید (ض) حَیْدًا: ہٹنا، کنارہ کش ہونا۔ (۵) یہ قرین فرشتہ ہے، جو نامۂ اعمال ریکارڈ کرنے کے لئے ساتھ رہتا ہے۔

لِّلْخَيْرِ	بھلائی سے	اَطْغَيْتُهٗ	سرکش بنایا میں نے اس کو	اَلْقَوْلُ	بات
مُعْتَدٍ	حد سے تجاوز کرنے والے	وَ لٰكِنْ كَانَ	لیکن تھا وہ	لَدَيَّ	میرے یہاں
مُّرِيْبِ	شک میں ڈالنے والے کو	فِيْ ضَلٰلٍ	گمراہی میں	وَمَآ اَنَا	اور نہ میں
الَّذِيْ جَعَلَ	جس نے بنایا	بَعِيْدٍ	دور کی	بِظَلَّامٍ (۲)	ظلم کرنے والا ہوں
مَعَ اللّٰهِ	اللہ کے ساتھ	قَالَ	فرمایا	لِّلْعَبِيْدِ	بندوں پر
اِلٰهًا اٰخَرَ	دوسرا معبود	لَا تَخْتَصِمُوْا	مت جھگڑو	يَوْمَ (۳)	جس دن
فَاَلْقِيٰهُ	پس ڈالو دونوں اس کو	لَدَيَّ	میرے پاس	نَقُوْلُ	پوچھیں گے ہم
فِي الْعَذَابِ	عذاب میں	وَقَدْ	اور تحقیق	لِجَهَنَّمَ	جہنم سے
الشَّدِيْدِ	سخت	قَدَّمْتُ	آگے بھیج چکا میں	هَلِ	کیا
قَالَ	کہا	اِلَيْكُمْ	تمہاری طرف	امْتَلَاْتِ	بھر گئی تو؟
قَرِيْنُهٗ (۱)	اس کے ساتھی نے	بِالْوَعِيْدِ	دھمکی	وَتَقُوْلُ	اور کہے گی وہ
رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	مَا	نہیں	هَلْ	کیا
مَآ	نہیں	يُبَدَّلُ	بدلی جاتی	مِنْ مَّزِيْدٍ	اور بھی ہیں؟

اللہ کے علم میں سب کچھ ہے، پھر بھی مصلحت سے ریکارڈ کیا جارہا ہے

آیت چار میں ہے کہ باڈی جو دفن کی جاتی ہے، اس کو آہستہ آہستہ زمین کھا کر مٹی کر دیتی ہے، مٹی کے وہ اجزاء اللہ کے علم میں ہیں، تاہم لوح محفوظ میں وہ اجزاء ریکارڈ بھی ہیں، یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ اجزاء اللہ کے علم میں ہیں تو ان کو لوح محفوظ میں لکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ تین آیتوں میں اس کا جواب ہے کہ ایسا کسی مصلحت سے کیا گیا ہے، اور اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو پیدا کیا ہے، وہ اس کے سارے احوال سے واقف ہیں، وہ اپنے علم سے بندوں کی شہ رگ سے بھی قریب ہیں، انسان خود اپنے احوال نہیں جانتا وہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، پھر بھی ہر انسان کے ساتھ کراماً کاتبین (ریکارڈ تیار کرنے والے دو معزز فرشتے) لگائے ہیں، جو اس کا ہر لفظ لکھتے ہیں، اور اس میں مصلحت ہے، جس کا بیان آگے ہے کہ وہ مسل قیامت کے دن بندے پر حجت ہوگی، اسی طرح لوح محفوظ کا معاملہ سمجھنا چاہئے، مگر اس کی

(۱) یہ دوسرا قرین شیطان (روائتی ہمزاد) ہے، جو گمراہ کرنے کے لئے ساتھ لگا رہتا ہے۔ (۲) ظلام: نفی میں مبالغہ ہے یعنی ذرا بھی ظلم کرنے والے نہیں (۳) یوم: ظلّام کا ظرف ہے۔

مصلحت نہیں کھولی، جیسے رزق کی کشادگی اور تنگی کا معیار نہیں کھولا، مگر مصلحت بہر حال ہے، جیسے نامۂ اعمال لکھنے کی مصلحت کھولی ہے۔

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ۞ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ۞ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ۞﴾

ترجمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا، اور ہم جانتے ہیں ان خیالات کو جو اس کے جی میں آتے ہیں، اور ہم اس سے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں!

(یاد کرو) جب دو اخذ کرنے والے فرشتے اخذ کرتے رہتے ہیں، دائیں بائیں، بیٹھے ہوئے ۞ انسان کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک تاک لگانے والا تیار ہے! —— جو اس بات کو ریکارڈ کر لیتا ہے۔

حوالہ: اللہ کا انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ نزدیک ہونا علم کے اعتبار سے ہے، مکانیت کے اعتبار سے نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ زمان و مکان سے منزہ ہیں، زمان و مکان مخلوق ہیں، اور خالق مخلوق میں نہیں ہوسکتا، یہ مسئلہ تفصیل سے جلد ہفتم ص:۴۶۲ میں گذر چکا ہے۔

علت کو معلول کے ساتھ وہ قرب حاصل ہوتا ہے جو معلول کو خود اپنے نفس سے بھی نہیں ہوتا

فرشتے جو اعمال نامے لکھتے ہیں وہ قیامت کے دن کام آئیں گے

مجرموں کی محشر میں حاضری اور انصاف سے فیصلہ

قیامتیں دو ہیں: چھوٹی اور بڑی۔ قیامتِ صغریٰ: آدمی کی اپنی موت ہے، من مات فقد قامت قیامته: جس کی موت آگئی اس کی قیامت شروع ہوگئی، کیونکہ وہ دوسری دنیا میں پہنچ گیا۔ یہی وہ قیامت ہے جس کو آدمی ٹلانا چاہتا ہے، موت سے آدمی بھاگتا ہے، مگر وہ گھڑی ٹلنے والی نہیں، جب وہ سر پر آجائے گی تو کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی۔

اور قیامتِ کبریٰ: اس وقت شروع ہوگی جب صور پھونکا جائے گا، اس وقت وہ ہولناک دن شروع ہوگا جس سے انبیاء و رسل ڈراتے رہے ہیں، اس دن کفار محشر میں اس طرح حاضر کئے جائیں گے کہ ایک فرشتہ ان کو ہانک رہا ہوگا، اور دوسرا ان کے اعمال نامے لئے ہوئے ہوگا، جن میں ان کے کرتوت درج ہونگے، اس دن ان سے کہا جائے گا: تم اِس دن سے غفلت میں تھے، تمہاری آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے تھے، آج وہ پردے ہٹا دیئے گئے ہیں، اور تمہاری نگاہیں خوب تیز کردی گئی ہیں، اب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو! انبیاء نے جو خبر دی تھی وہ صحیح تھی یا غلط؟ اس وقت فرشتہ اعمال نامہ پیش کرے گا

اور کہے گا: یہ مسل تیار ہے! پھر اس کے مطابق فیصلہ صادر ہوگا، دونوں فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اس کو جہنم میں جھونک دو، یہ کٹر کافر، نہایت ضدی، خیر کے کاموں سے بہت روکنے والا، حد سے گذرنے والا، لوگوں کے ذہنوں کو بگاڑنے والا تھا، اور غیر اللہ کی پرستش کرتا تھا، اس لئے اس کی سزا دائمی جہنم ہے، پس اس کو دوزخ میں جھونک دو!

﴿وَجَاۗءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ۝ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۭ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ۝ وَجَاۗءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَاۗىِٕقٌ وَّشَهِيْدٌ ۝ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاۗءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ۝ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ۝ اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِۨ ۝ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ۝﴾

ترجمہ: اور موت کی برحق بے ہوشی آپہنچی ـــــ یعنی نزع (جان کنی) شروع ہوگئی ـــــ یہ وہ چیز ہے جس سے تو کتراتا تھا ـــــ مگر اس سے مفرّ (بھاگنے کی جگہ) کہاں ہے؟ یہی قیامتِ صغریٰ ہے!

اور صور پھونکا گیا ـــــ اور قیامتِ کبریٰ شروع ہوئی ـــــ یہ وعید کا دن ہے ـــــ یعنی یہ وہ دن ہے جس سے انبیاء ڈرایا کرتے تھے ـــــ اور آیا ہر شخص: اس کے ساتھ ایک ہانکنے والا اور ایک احوال بتانے والا ہے، بخدا! واقعہ یہ ہے کہ تو اس دن سے غفلت میں تھا ـــــ تجھے اس دن کا یقین ہی نہیں تھا ـــــ پس ہم نے تجھ سے پردہ ہٹادیا ـــــ دنیا اور آخرت کے درمیان دبیز پردہ ہے، آخرت فی الحال موجود ہے مگر نظر نہیں آرہی، موت کے بعد جب عالم برزخ میں پہنچیں گے تو یہ پردہ مہین (پتلا) ہوجائے گا، اور کچھ کچھ آخرت نظر آنے لگے گی، اور قیامت کے دن یہ پردہ بالکل ہٹ جائے گا ـــــ سو آج تیری آنکھ بہت تیز ہے ـــــ اب تجھے سب کچھ نظر آرہا ہے!

اور اس کے ساتھی فرشتہ نے کہا: یہ میرے پاس مسل تیار ہے ـــــ اس کے مطابق فیصلہ صادر فرمایا جائے ـــــ پس بارگاہِ عالی سے حکم صادر ہوگا: ـــــ دونوں دوزخ میں ڈالو ہر کٹر کافر، نہایت ضدی، نیکیوں سے بہت زیادہ روکنے والے، حد سے بڑھنے والے، شبہات میں ڈالنے والے کو، جس نے اللہ کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کیا تھا ـــــ یہ جہنم میں جھونکے جانے کی بنیادیں ہیں ـــــ پس تم دونوں اس کو سخت عذاب میں ڈالو! ـــــ اب وہ وہاں ہمیشہ سڑے گا!

کافر کے ساتھ اس کا ہم زاد شیطان بھی دوزخ میں ڈالا جائے گا

اور اس کی حجت بازی نہیں چلے گی، نہ بندوں پر ظلم ہوگا

جب کفار کو جہنم میں جھونکا جائے گا تو ان کے ساتھ ان کے ہم زادوں (روائتی شیطانوں) کو بھی دوزخ میں ڈالا جائے گا

اس وقت وہ شیطان ساتھی کہے گا: پروردگار! میرا کیا قصور ہے! میں نے اس کو گمراہ نہیں کیا، وہ خود آخری درجہ کی گمراہی (کفروشرک) میں مبتلا تھا، مجھے اس کے ساتھ جیل میں کیوں بھیجا جارہا ہے؟ —— ارشادِ عالی ہوگا: میرے سامنے جھک جھک مت کرو، حجت بازی سے کام نہیں چلے گا، میں تمہیں دنیا میں نیک وبد سے آگاہ کرچکا تھا، اب میرے یہاں بات نہیں بدلتی، کفروشرک کی دائمی سزا جہنم ہے، اب معافی اور درگذر کا کوئی سوال نہیں، تمہارے جرم کی یہی سزا ہے، اور اللہ کا یہ فیصلہ مبنی برانصاف ہے، قیامت کے دن بندوں پر اللہ تعالیٰ ذرہ بھر ظلم نہیں کریں گے، اللہ نے جہنم سے بھرنے کا وعدہ کیا ہے: ﴿ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴾: بخدا! ضرور بھروں گا میں جہنم کو جنات اور انسانوں سے سبھی سے [ہود ۱۱۹] اور جہنم اتنی بڑی ہے کہ بھرنے کا نام ہی نہیں لے گی، جب بھی اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے: اری! تو بھری؟ تو وہ کہے گی: اور لاؤ! ابھی میں نہیں بھری، اس وقت بھی اللہ تعالیٰ بے گناہوں کو جہنم میں ٹھونس کر اس کو نہیں بھریں گے، بلکہ متفق علیہ حدیث میں ہے کہ اس پر قدم رکھیں گے، جس سے وہ سکڑ جائے گی، اور کہے گی: بس بس! بھر گئی! بھر گئی! اس طرح بھریں گے، بے گناہوں سے نہیں بھریں گے، کیونکہ ان کی بارگاہ ظلم سے پاک ہے۔

﴿ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَ لٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴿٢٧﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿٢٨﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٢٩﴾ يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿٣٠﴾ ﴾

ترجمہ: اور اس کے (شیطان) ساتھی نے کہا: اے ہمارے پروردگار! میں نے اس کو سرکش نہیں بنایا، بلکہ وہ خود دور کی گمراہی میں تھا! —— ارشاد ہوگا: میرے سامنے حجت بازی مت کرو، میں پہلے ہی تمہارے پاس وعید بھیج چکا ہوں —— کہ شرک وکفر کی ابدی سزا جہنم ہے —— میرے یہاں بات بدلتی نہیں —— جو فیصلہ ہوچکا: ہوچکا، اب معافی کا کوئی سوال نہیں۔ اور میں بندوں پر ذرہ بھر ظلم کرنے والا نہیں، جس دن ہم دوزخ سے پوچھیں گے کہ تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے؟ —— یعنی میں ابھی نہیں بھری، ابھی میرے اندر بہت جگہ ہے، اس وقت بھی اللہ تعالیٰ بے گناہوں سے جہنم کو نہیں بھریں گے کہ یہ ظلم ہوگا، بلکہ اس کو سکیڑ دیں گے اور اس طرح اللہ کا وعدہ پورا ہوجائے گا۔

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿٣١﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿٣٢﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴿٣٣﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿٣٤﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿٣٥﴾

وَاُزْلِفَتِ [1]	اور نزدیک کی گئی	مَنْ	جو شخص	بِسَلٰمٍ	سلامتی کے ساتھ
الْجَنَّةُ	جنت	خَشِيَ	ڈرا	ذٰلِكَ	یہ
لِلْمُتَّقِيْنَ	پرہیزگاروں کے لئے	الرَّحْمٰنَ	نہایت مہربان سے	يَوْمُ الْخُلُوْدِ	ہمیشہ رہنے کا دن ہے
غَيْرَ بَعِيْدٍ [2]	کچھ دور نہیں	بِالْغَيْبِ	بن دیکھے	لَهُمْ	ان کے لئے ہے
هٰذَا مَا	یہ جو	وَجَآءَ	اور آیا	مَّا يَشَآءُوْنَ	جو چاہیں گے وہ
تُوْعَدُوْنَ	وعدہ کئے گئے تم	بِقَلْبٍ	دل کے ساتھ	فِيْهَا	اس میں
لِكُلِّ اَوَّابٍ [3]	ہر رجوع ہونے والے کیلئے	مُّنِيْبٍ [5]	رجوع ہونے والا	وَلَدَيْنَا	اور ہمارے پاس
حَفِيْظٍ [4]	حفاظت کرنے والے کیلئے	ادْخُلُوْهَا	داخل ہوؤ تم	مَزِيْدٌ [6]	اور بھی ہے

کفار کی تعذیب اخروی کے مقابلہ میں اہل جنت کے عیش کا ذکر

قرآنِ کریم کا ایک اسلوب ہے، جب وہ مؤمنین وکفار میں سے کسی ایک کا اخروی انجام بیان کرتا ہے تو ساتھ ہی دوسرے فریق کا بھی اخروی انجام بیان کرتا ہے، کیونکہ ضد سے ضد پہچانی جاتی ہے، گذشتہ آیات میں کفار کی تعذیب اخروی کا بیان تھا، اب ان کے مقابلہ میں اہل جنت کے عیش کا ذکر ہے۔ جنت پرہیزگاروں کے لئے میدانِ حشر سے نزدیک کی جائے گی کہ کچھ دور نہیں رہے گی یعنی جنت دوسرے عالم ہی میں رہے گی، مگر بہت نزدیک نظر آئے گی۔ دو عالم (دنیا وآخرت) ساتھ ساتھ چل رہے ہیں، دنیا کی طرح آخرت بھی اپنے تمام مشمولات کے ساتھ فی الحال موجود ہے، مگر دونوں عالموں کے درمیان دبیز پردہ پڑا ہوا ہے، اس لئے دنیا سے آخرت نظر نہیں آتی، مگر آخرت سے دنیا نظر آتی ہے، حدیث میں ہے کہ اگر کوئی عورت شوہر کو ستاتی ہے، تو جنت میں اس کی حور اس بیوی کو کوستی ہے، کہتی ہے: اری! کیوں ستاتی ہے، یہ تو تیرے پاس چند دن کا مہمان ہے، تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آجائے گا (ترمذی حدیث ۱۱۵۷ التحفۃ الالمعی ۳:۶۱۳) اس روایت سے معلوم ہوا کہ حوروں کو یہ دنیا نظر آتی ہے، اسی طرح فرشتوں کو بھی یہ عالم نظر آتا ہے، مگر دنیا والوں کو آخرت نظر نہیں آتی، تاکہ ایمان بالغیب حاصل رہے، جیسے کار کے شیشے پر کالی پٹی چپکا دیتے ہیں تو باہر سے اندر کا نظر نہیں آتا، اور

---

(۱) أَزْلَفَ الشيئَ: نزدیک کرنا (افعال) زَلَفَ (ن) زَلْفا: نزدیک ہونا (۲) غیر بعید: موصوف مکانا کے قائم مقام اور أزلفت کا مفعول فیہ ہے یا الجنة کا حال ہے۔ (۳) أواب: اسم مبالغہ، آب إليه (ن): لوٹنا، توبہ کرنا، لکل: للمتقين سے حرفِ جر کے اعادہ کے ساتھ بدل ہے۔ (۴) حفیظ بمعنی حافظ (۵) منیب: اسم فاعل، أناب إلى الله: اللہ کی طرف رجوع کرنا (۶) مزید: حاصل مصدر: زائد، اور بھی۔

اندر سے باہر کا نظر آتا ہے۔

پھر جب لوگ عالم برزخ (قبر) میں پہنچ جاتے ہیں تو وہ پردہ مہین ہو جاتا ہے، حدیث میں اس کی تعبیر یہ آئی ہے کہ قبر میں جنت اور جہنم کی طرف کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں، جنت سے بھینی بھینی (نرم نرم) ہوائیں آنے لگتی ہیں، اور جہنم سے اونٹ جیسے شرارے اڑ کر آتے ہیں، اس لئے قبر میں پہنچ کر ہر شخص کو آخرت کا یقین آجاتا ہے۔

پھر قیامت کے دن یہ پردہ بالکل اٹھا دیا جائے گا، میدانِ حشر یہی زمین ہوگی، مگر محشر سے جنت نظر آئے گی، تاکہ آتشِ شوق تیز ہو جائے، اور جہنم بھی تاکہ وہ روح فرسا ثابت ہو، سورۃ الشعراء کی (آیات ۹۰ و ۹۱) ہیں: ﴿ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَ بُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ۝ ﴾ جنت خدا ترسوں کے لئے نزدیک کر دی جائے گی O اور جہنم گمراہوں کے لئے ظاہر کر دی جائے گی یعنی جنت اور جہنم اپنی جگہ رہیں گی، مگر دونوں میدانِ حشر سے نظر آئیں گی۔

اور میدانِ حشر میں پرہیز گاروں سے کہا جائے گا: یہ وہ جنت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، خوش ہو جاؤ، حساب کتاب سے نمٹ کر یہی جنت تمہارا ٹھکانا ہے۔ البتہ یہ جنت ان لوگوں کے لئے ہے جن میں چار باتیں ہوں:

۱- وہ اللہ سے لو لگانے والے ہوں، اوّاب کے یہی معنی ہیں۔

۲- وہ کرنے کے کاموں پر مضبوطی سے عمل کرنے والے ہوں۔ حفیظ: بمعنی حافظ ہے، اس کے معنی ہیں حفاظت کرنے والا یعنی اعمالِ صالحہ کی پابندی کرنے والا۔

۳- اللہ تعالیٰ سے دیکھے بغیر ڈرتا ہو یعنی ممنوعاتِ شرعیہ سے بچتا ہو۔

۴- دل محفوظ ہو، اللہ کی طرف رجوع ہونے والا دل لے کر میدانِ حشر میں آئے۔

پھر جب حساب کتاب نمٹ جائے گا تو پرہیز گاروں سے کہا جائے گا: اب بے کھٹک جنت میں چلے جاؤ، تم وہاں ہمیشہ رہو گے اور وہاں جو چاہو گے ملے گا، کسی بات کا ٹوٹا نہیں ہوگا، اور مزید دیدارِ خداوندی سے سرفراز کئے جاؤ گے۔

﴿ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ۝ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝ ﴾

ترجمہ: اور جنت پرہیز گاروں کے لئے نزدیک لائی جائے گی، وہ ان سے کچھ دور نہیں رہے گی (کہا جائے گا:) یہ وہ جنت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، یہ جنت ہر ایسے شخص کے لئے ہے جو رجوع ہونے والا، پابندی کرنے والا ہے۔ جو نہایت مہربان اللہ سے دیکھے بغیر ڈرتا ہے، اور وہ رجوع ہونے والا دل لے کر آیا ہے (کہا جائے گا:) جنت میں بے کھٹک داخل ہو جاؤ، یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے، ان کو جنت میں جو چاہیں گے ملے گا، اور ہمارے پاس اور بھی نعمت ہے — یعنی دیدارِ خداوندی۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ؕ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿۴۵﴾

وَكَمْ (۱)	اور بہت سی	فِي الْبِلَادِ	شہروں کو	السَّمْعَ	کان
اَهْلَكْنَا	ہلاک کیں ہم نے	هَلْ	کیا	وَهُوَ	درانحالیکہ وہ
قَبْلَهُمْ	اُن سے پہلے	مِنْ مَّحِيْصٍ (۴)	کوئی جائے پناہ ملی؟	شَهِيْدٌ	موجود ہے
مِّنْ قَرْنٍ	جماعتیں (اُمتیں)	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	بے شک اس میں	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
هُمْ	وہ	لَذِكْرٰى (۵)	یقیناً نصیحت ہے	خَلَقْنَا	پیدا کیا ہم نے
اَشَدُّ (۲)	سخت تھیں	لِمَنْ	اس شخص کے لئے جو	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کو
مِنْهُمْ	اُن سے	كَانَ لَهٗ	ہے اس کے لئے	وَالْاَرْضَ	اور زمین کو
بَطْشًا	پکڑ میں	قَلْبٌ	دل	وَمَا بَيْنَهُمَا	اور دونوں کے درمیان
فَنَقَّبُوْا (۳)	پس چھان مارا انھوں نے	اَوْ اَلْقَى	یا ڈالا اس نے		کی چیزوں کو

(۱) کم: خبریہ، من قرن: اس کا بیان (۲) أشد بطشا: اسم تفضیل (۳) نَقَّبَ: بہت کھود کرید کرنا، تلاش وجستجو کرنا (۴) محیص: ظرف: پناہ گاہ، لوٹنے کی جگہ (۵) ذکری: ذکر کی طرح مصدر: نصیحت کرنا۔

فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ	چھ دنوں میں	وَاسْتَمِعْ	اور کان لگا کر سن!	الْاَرْضُ	زمین
وَّمَا مَسَّنَا	اور نہیں چھوا ہمیں	يَوْمَ	جس دن	عَنْهُمْ	ان سے
مِنْ لُّغُوْبٍ (۱)	ذرا تکان نے	يُنَادِ	پکارے گا	سِرَاعًا (۴)	تیزی سے
فَاصْبِرْ	پس صبر کریں آپؐ	الْمُنَادِ	پکارنے والا	ذٰلِكَ حَشْرٌ	یہ جمع کرنا
عَلٰى مَا	اس پر جو	مِنْ مَّكَانٍ	جگہ سے	عَلَيْنَا	ہم پر
يَقُوْلُوْنَ	وہ کہتے ہیں	قَرِيْبٍ	نزدیک	يَسِيْرٌ	آسان ہے
وَسَبِّحْ	اور پاکی بیان کریں	يَوْمَ	جس دن	نَحْنُ	ہم
بِحَمْدِ	خوبی کے ساتھ	يَسْمَعُوْنَ	سنیں گے وہ	اَعْلَمُ	خوب جانتے ہیں
رَبِّكَ	اپنے رب کی	الصَّيْحَةَ	سخت آواز	بِمَا	اس کو جو
قَبْلَ	پہلے	بِالْحَقِّ	برحق	يَقُوْلُوْنَ	کہتے ہیں وہ
طُلُوْعِ	نکلنے	ذٰلِكَ يَوْمُ	یہ دن	وَمَا	اور نہیں
الشَّمْسِ	سورج کے	الْخُرُوْجِ	نکلنے کا ہے	اَنْتَ	آپ
وَقَبْلَ	اور پہلے	اِنَّا نَحْنُ	بے شک ہم ہی	عَلَيْهِمْ	ان پر
الْغُرُوْبِ	چھپنے کے	نُحْيٖ	زندہ کرتے ہیں	بِجَبَّارٍ	زوروالے
وَمِنَ الَّيْلِ	اور رات کے کچھ حصہ میں	وَنُمِيْتُ	اور مارتے ہیں	فَذَكِّرْ	پس نصیحت کریں
فَسَبِّحْهُ	پس پاکی بیان کریں	وَاِلَيْنَا	اور ہماری طرف	بِالْقُرْاٰنِ	قرآن کے ذریعہ
	ان کی	الْمَصِيْرُ	لوٹنا ہے	مَنْ	اس کو جو
وَاَدْبَارَ (۲)	اور پیچھے	يَوْمَ	جس دن	يَّخَافُ	ڈرتا ہے
السُّجُوْدِ (۳)	نمازوں کے	تَشَقَّقُ	پھٹے گی	وَعِيْدِ (۵)	(میری) دھمکی سے

(۱) لغوب: مصدر: تکان، تعب، لغَبَ (ف) لَغْبًا وَلُغُوبا: بہت تھک جانا۔ (۲) أدبار: دُبُر کی جمع: پیٹھ، پیچھے (۳) السُّجود: مصدر: سجدہ کرنا، اسم مصدر: عبادت، سجدۃ، یہاں نماز مراد ہے، راغب نے لکھا ہے: کبھی نماز کو سجود سے تعبیر کیا جاتا ہے (یہ السجدۃ کی جمع نہیں، اس کی جمع السجدات ہے) (۴) سراعاً: عنهم کی ضمیر کا حال ہے۔ (۵) وعید: یاء محذوف ہے، دال کا کسرہ اس کی علامت ہے۔

منکرینِ مکہ کو دنیا میں بھی سزا مل سکتی ہے

درمیان میں اہل جنت کے ناز ونعمت کا ذکر تھا، اب پھر مشرکین مکہ کی سزا ہی کا ذکر ہے، ان کو آخرت سے پہلے دنیا میں بھی سزا مل سکتی ہے، اللہ تعالیٰ کتنی ہی سرکش قوموں کو تباہ کر چکے ہیں، جو زور وقوت اور ساز وسامان میں مکہ کے کفار سے بڑھ کر تھیں، جنھوں نے کتنے ہی شہر چھان مارے تھے، ایک دنیا پامال کر رکھی تھی، مگر جب عذاب آیا تو روئے زمین پر کہیں بھی پناہ نہ ملی، ان کے عبرت ناک واقعات سے وہ شخص نصیحت حاصل کر سکتا ہے جس کے پاس سمجھنے والا دل ہے، وہ تو بات سنتے ہی راہ راست پر آ جائے گا، یا پھر وہ دماغ حاضر کر کے کان دے کر بات سنے تو اس کے سنبھلنے کی بھی امید ہے، اور یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو اس کو خدا سمجھے!

﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۝﴾

ترجمہ: اور ہم اُن (مکہ والوں) سے پہلے کتنی ہی امتیں ہلاک کر چکے، جو اُن (مکہ والوں) سے زیادہ زور آور تھیں، پس انھوں نے شہروں کو چھان مارا، تو کیا (ان کو) کوئی جائے پناہ ملی؟ —— یعنی وہ عذاب الٰہی سے بچ سکے؟ —— بے شک اس میں یقیناً عبرت ہے اس کے لئے جس کے پاس (سمجھنے والا) دل ہے، یا وہ کان دے کر بات سنے درانحالیکہ اس کا دماغ حاضر ہو!

جو پہلی مرتبہ کائنات پیدا کر کے تھکا نہیں وہ دوسری مرتبہ کیوں تھکے گا!

اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات (آسمان، زمین اور درمیان کی چیزیں) چھ دنوں (ادوار) میں بنائی ہیں، اور ان کو تھکن چھو کر بھی نہیں گئی، اور یہود بکواس کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کائنات پیدا کر کے تھک گئے تھے، اس لئے ساتویں دن (بار کے دن) بے بار رہے، چھٹی کی اور آرام کیا، یہ ان کی ناقدر شناسی ہے، پس جو پہلی مرتبہ کائنات بنا کر نہیں تھکا وہ اس کائنات کو ختم کر کے دوسری مرتبہ کیوں نہیں بنا سکتا؟ ضرور بنائے گا، وہ ہر بار پیدا کرنے پر قادر ہے!

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۝﴾

ترجمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو، اور دونوں کے درمیان کی چیزوں کو چھ دنوں میں پیدا کیا، اور ہمیں تھکن چھو کر بھی نہیں گئی!

مسلمان ابھی تعمیر خودی میں مشغول رہیں

اس سورت کا نزول کا نمبر ۳۴ ہے، یہ سورت ابتدائے اسلام میں نازل ہوئی ہے، اس وقت تک معاملہ بہت زیادہ گرم

نہیں ہوا تھا، اس لئے اس سورت کا انداز پیارا ہے، بات نرمی سے سمجھائی ہے، اور دھمکی دی ہے تو کیپسول میں بھر کر دی ہے۔ اور اب تک خطاب منکرین سے تھا، اب مؤمنین سے ہے کہ ابھی تم خود کو بناؤ، پانچ وقت کی نمازیں پابندی سے پڑھو، اور نمازوں کے بعد اذکار کا بھی اہتمام کرو، اس سے خود اعتمادی پیدا ہوگی، اور ابھی صبر وہمت سے کام لو، دن پھرنے والے ہیں۔ بخاری شریف (حدیث ۴۸۵۲) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ سبھی نمازوں کے بعد اللہ کی پاکی بیان کریں، یہ ابن عباسؓ نے ﴿أَدْبَارَ السُّجُوْدِ﴾ کی تفسیر کی ہے۔

اور سورج نکلنے سے پہلے فجر کی نماز ہے، اور سورج چھپنے سے پہلے دو نمازیں (ظہر اور عصر) ہیں، اور رات کے شروع حصہ میں دو نمازیں (مغرب اور عشاء) ہیں، اور فرض نمازوں کے بعد تسبیح وتحمید اور دیگر اذکار کا اہتمام کرو، اس سے تمہاری دینی شخصیت بنے گی۔

ملحوظہ: اذکار وتسبیحات عام طور پر مسلمان جانتے ہیں، اور اذکار ودعوات کی کتابوں میں بیان ہوئے ہیں۔

﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ۝۳۹ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَأَدْبَارَ السُّجُوْدِ۝۴۰﴾

ترجمہ: پس آپؐ اُن (منکر بعث) کی باتوں پر صبر کریں ○ اور اپنے رب کی خوبی کے ساتھ پاکی بیان کریں، سورج نکلنے سے پہلے، اور چھپنے سے پہلے، اور رات کے ایک حصہ میں اس کی پاکی بیان کریں اور نمازوں کے بعد بھی۔

آخری دو باتیں: ایک: منکرین بعث سے، دوسری: پیغمبر ﷺ سے

پہلی بات: ـــــ منکرین بعث الموت سے فرمایا جا رہا ہے کہ جب اسرافیل صور پھونکیں گے تو ایسا محسوس ہوگا جیسے قریب سے آواز آرہی ہے، حالانکہ وہ اپنے مقام سے پھونکیں گے، جب لوگ یہ واقعی چیخ سنیں گے وہ قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا، جلاتے مارتے اللہ تعالیٰ ہی ہیں، اس دنیا میں بھی حیات انھوں نے ہی بخشی ہے، پھر وہی لے بھی لیتے ہیں، اور جب صور پھونکا جائے گا اس وقت وہ پھر ابدان کو حیاتِ نو بخشیں گے، اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ زمین مردوں سے تیزی کے ساتھ پھٹے گی، اور اجسام بنے بنائے زمین سے نکل آئیں گے، پھر ارواح ان کی طرف لوٹائی جائیں گی، پھر سب کو میدانِ حشر میں جمع کریں گے، یہی لوٹ کر اللہ کے پاس آنا ہے، اور یہ اللہ پر آسان ہے۔

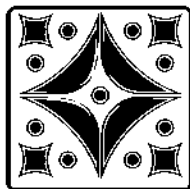
دوسری بات: ـــــ پیغمبر ﷺ سے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو لوگوں کا ردِّ عمل معلوم ہے، وہ آپؐ کی دعوت کا کیا جواب دے رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ خوب واقف ہیں، مگر آپؐ زور زبردستی اپنی بات کسی سے نہیں منوا سکتے، پس آپؐ لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑیں، اور قرآن سنا کر فہمائش کرتے رہیں، جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ ضرور ایمان لے آئے گا۔

﴿ وَاسۡتَمِعۡ یَوۡمَ یُنَادِ الۡمُنَادِ مِنۡ مَّکَانٍ قَرِیۡبٍ ﴿۴۱﴾ یَّوۡمَ یَسۡمَعُوۡنَ الصَّیۡحَۃَ بِالۡحَقِّ ؕ ذٰلِکَ یَوۡمُ الۡخُرُوۡجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحۡنُ نُحۡیٖ وَ نُمِیۡتُ وَ اِلَیۡنَا الۡمَصِیۡرُ ﴿۴۳﴾ یَوۡمَ تَشَقَّقُ الۡاَرۡضُ عَنۡهُمۡ سِرَاعًا ؕ ذٰلِکَ حَشۡرٌ عَلَیۡنَا یَسِیۡرٌ ﴿۴۴﴾ نَحۡنُ اَعۡلَمُ بِمَا یَقُوۡلُوۡنَ وَ مَاۤ اَنۡتَ عَلَیۡهِمۡ بِجَبَّارٍ ۟ فَذَکِّرۡ بِالۡقُرۡاٰنِ مَنۡ یَّخَافُ وَعِیۡدِ ﴿۴۵﴾ ﴾

ترجمہ: اورکان کھول کرسنو! جس دن پکارنے والا پاس سے پکارے گا ـــــ دوسری بار نفخ صور کا ذکر ہے ـــــ پاس سے پکارے گا: یعنی اس کی آواز ہر جگہ نزدیک لگے گی ـــــ جس دن لوگ برحق چیخ سنیں گے ـــــ برحق: یعنی واقعی، وہ کوئی دھوکہ نہیں ہوگا ـــــ یہ (قبروں سے) نکلنے کا دن ہے، بے شک ہم ہی جلاتے اور مارتے ہیں، اور ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، جس دن زمین لوگوں سے تیزی کے ساتھ پھٹے گی، یہ (میدانِ حشر میں) جمع کرنا ہمارے لئے آسان ہے!

ہم خوب جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں، اور آپؐ ان پر کچھ جبر کرنے والے نہیں، پس آپؐ قرآن کے ذریعہ اس کو نصیحت کریں جو میری دھمکی سے ڈرتا ہے۔

﴿جمعہ یکم جمادی الاخری سن ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۱؍ مارچ سن ۲۰۱۶ء﴾



آیاتها ۶۰ (۵۱) سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ مَكِّيَّةٌ (۶۷) رکوعاتها ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ﴿۱﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ﴿۳﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ﴿۴﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۙ﴿۵﴾ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۙ﴿۷﴾ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ﴿۸﴾ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ؕ﴿۹﴾ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۙ﴿۱۱﴾ يَسْــَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ؕ﴿۱۲﴾ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۴﴾

وَالذّٰرِيٰتِ	قسم اڑانے والی ہواؤں کی	اَمْرًا	حکم کو	وَالسَّمَآءِ	قسم آسمان
ذَرْوًا	ابھار کر	اِنَّمَا	بے شک جو	ذَاتِ الْحُبُكِ	پُر رونق کی
فَالْحٰمِلٰتِ	پس اٹھانے والیوں کی	تُوْعَدُوْنَ	وعدہ کیے جارہے ہو تم	اِنَّكُمْ	بے شک تم
وِقْرًا	بوجھ کو	لَصَادِقٌ	البتہ سچا ہے	لَفِيْ قَوْلٍ	باتوں میں ہو
فَالْجٰرِيٰتِ	پس چلنے والیوں کی	وَّاِنَّ	اور بے شک	مُّخْتَلِفٍ	مختلف
يُسْرًا	نرمی سے	الدِّيْنَ	بدلہ	يُّؤْفَكُ	پھیرا جاتا ہے
فَالْمُقَسِّمٰتِ	پس بانٹنے والیوں کی	لَوَاقِعٌ	ضرور ملنے والا ہے	عَنْهُ	اس (حق بات) سے

(۱) الذاریات سے المقسمات تک چاروں اسم فاعل، جمع مؤنث کے صیغے ہیں۔ ریح جمع ارواح کے قائم مقام ہیں، اور روایت میں چاروں کے مختلف مصادیق بھی آئے ہیں، مگر وہ روایت ضعیف ہے...... اور واو قسمیہ: حرفِ جر ہے...... ذَرَتِ الريحُ الترابَ (ن) ذروًا: ہوا کا مٹی اڑانا...... ذَرْوًا: مفعول مطلق...... وِقْرًا: مفعول بہ...... یسرا: مفعول مطلق من غیر لفظہ ...... اور امر سے امر الٰہی مراد ہے یعنی جہاں جتنا پانی برسنا چاہئے ہوائیں برساتی ہیں، پھر بادلوں کو آگے بڑھادیتی ہیں

(۲) إنما: إِنَّ: حرفِ مشبہ بالفعل اور ما: موصولہ، اور اس کی طرف لوٹنے والی ضمیر صلہ میں محذوف ہے أي توعدون به۔

(۳) ذات الحبك: کا ترجمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اِسْتِوَاءُ ھا و حُسْنُھَا کیا ہے، یعنی درست اور پُر رونق آسمان (تحفۃ القاری ۹: ۵۱۸) اور اس کا ترجمہ راہیں اور دھاری دار بھی کیا گیا ہے۔

مَنْ اُفِكَ	جو پھیرا گیا	سَاهُوْنَ	بھولنے والے ہیں	يُفْتَنُوْنَ	تپائے جائیں گے
قُتِلَ	ناس ہو	يَسْئَلُوْنَ	پوچھتے ہیں وہ	ذُوْقُوْا	چکھو
الْخَرّٰصُوْنَ	اٹکل اڑانے والوں کا	اَيَّانَ	کب ہے	فِتْنَتَكُمْ	اپنی گمراہی!
الَّذِيْنَ	جو	يَوْمُ الدِّيْنِ	جزاء کا دن؟	هٰذَا الَّذِيْ	یہ جو
هُمْ	وہ	يَوْمَ هُمْ	جس دن وہ	كُنْتُمْ بِهٖ	تھے تم اس کی
فِيْ غَمْرَةٍ	گہرے پانی (غفلت) میں	عَلَى النَّارِ	آگ پر	تَسْتَعْجِلُوْنَ	جلدی مچاتے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سورت کا نام اور موضوع: یہ سورت مکی ہے، پہلے لفظ سے نام رکھا ہے، اس کا نزول کا نمبر ۶۷ ہے یعنی یہ مکی دور کے وسط کی ہے، اس کا موضوع بھی سورۂ قٓ کی طرح بعث بعد الموت، آخرت، حساب کتاب اور ثواب وعقاب ہے، گذشتہ سورت: ﴿مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ﴾ پر پوری ہوئی تھی: یہ سورت اسی مضمون سے شروع ہو رہی ہے۔

جزاء کا وعدہ سچا ہے، اختلاف فضول ہے، اختلاف کرنے والے سزا پائیں گے

بات یہاں سے شروع کی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام جو خبر دیتے ہیں کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی ہے، یہ خبر بالکل سچی ہے، دوسری زندگی میں جزاوسزا سے ضرور سابقہ پڑے گا، مگر لوگ اس سلسلہ میں مختلف نظریات رکھتے ہیں، کوئی کہتا ہے: زندگی بس یہی زندگی ہے: ﴿وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ﴾: دنیوی زندگی کے علاوہ کوئی زندگی نہیں، اور ہم صرف زمانہ کی گردش سے مرتے جیتے ہیں [الجاثیہ ۲۴] یعنی اس عالم کا کوئی کارساز نہیں، اور کوئی کہتا ہے: نرک (دوزخ) اور سورگ (جنت) ہیں، اور جزاوسزا بھی ہے، مگر وہ اسی دنیا میں ہے، مر کر پھر اسی عالم میں اچھے برے حال میں لوٹ آنا ہے، اسی کو وہ آواگون (تناسخ) کہتے ہیں، اور یہود کہتے ہیں: آخرت میں جنت ہمارے ہی لئے ہے، ہم اللہ کی اولاد اور چہیتے ہیں، اور عیسائی کہتے ہیں: ہمارے ہی لئے ہے، اللہ کے بیٹے سولی پر چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ بن گئے ہیں، اور اسلام کہتا ہے کہ آنے والی زندگی میں ہر شخص کو اس کے کئے کا پھل ملے گا، ان مختلف نظریات میں سے صرف اسلام کا نظریہ صحیح ہے، مگر اس کو قبول کرنے کی توفیق ہر شخص کو نہیں ملتی، دوسرے لوگ اٹکل پچو کا تیر چلاتے ہیں، مگر یہ مسئلہ اٹکل اڑانے کا نہیں، نہایت سنجیدہ مسئلہ ہے، مگر لوگ غفلت کا شکار ہیں، آخرت کو بھولے ہوئے ہیں، عام مسلمانوں کا حال بھی دوسروں سے کچھ مختلف نہیں، وہ بھی جنت کو عمل کے بغیر اپنی جاگیر سمجھتے ہیں، اور منکرین دوسری زندگی کا ٹھٹھا کرتے ہیں،

کہتے ہیں: جزاء کا دن کب آئے گا؟ جواب: جس دن تم جہنم کا ایندھن بنوگے، اور تم سے کہا جائے گا: اپنی گمراہی کا مزہ چکھو! یہی وہ دن ہے جس کے بارے میں تم جلدی مچاتے تھے!

پھر پہلی دو باتوں کو شواہد ودلائل کے ذریعہ مدلل کیا ہے، قرآن کی قسمیں مقسم علیہ (مدعیٰ) کی دلیلیں ہوتی ہیں، مگر دلیل کی تقریریں دو ہیں:

پہلی بات: —— مرنے کے بعد زندہ ہونے کی بات سچی ہے، اور اس کی دلیل کی دو تقریریں ہیں:

پہلی تقریر: —— آندھیاں چلتی ہیں تو مٹی کو اڑا کر فضاء کی بلندی میں لے جاتی ہیں، جبکہ زمین کی کشش کا تقاضا ہے کہ گرد اوپر نہ اٹھے، ڈھیلا پھینکتے ہیں تو فوراً زمین کی طرف لوٹ آتا ہے، مگر آندھی میں گرد اوپر ہی اٹھتی چلی جاتی ہے —— اور سمندر سے جو بھاپ اٹھتی ہے وہ فضاء میں پہنچ کر بوجھل بادل بن جاتی ہے، ہوا اس کو فضاء میں تھامے رہتی ہے —— اور لاکھوں ٹن کی کشتیاں پانی پر رواں دواں ہیں، جبکہ سوگرام کا ڈھیلا پانی پر نہیں رکتا —— اور فرشتے مخلوق کی روزی بانٹتے ہیں، کسی کو کم اور کسی کو زیادہ دیتے ہیں، اور وہ ایسا اللہ کے حکم سے کرتے ہیں —— یہ سب قدرت الٰہی کی ادنیٰ کرشمہ سازیاں ہیں، کیا ایسا قادر مطلق دوسری زندگی وجود میں نہیں لاسکتا؟

دوسری تقریر: اللہ تعالیٰ پروردگار عالم ہیں، وہ سب کو روزی پہنچاتے ہیں، اور بارش برساتے ہیں، اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ ہوائیں سمندر سے بھاپ کو ابھار کر فضاء کی بلندی میں لے جاتی ہیں، وہاں بھاپ کے بوجھل بادل بن جاتے ہیں، ہوا ان کو فضاء میں اٹھائے رہتی ہے، پھر ان کو سہج سہج لے چلتی ہے، اور جہاں اللہ کا حکم ہوتا ہے بادل برستے ہیں، اسی طرح قیامت کا جو وعدہ ہے وہ سچا ہے، اس کے بھی اسباب بن رہے ہیں، جب اسباب مہیا ہوجائیں گے تو یہ دنیا ختم ہوجائے گی، اور دوسری دنیا شروع ہوگی، اور مؤمنین افضالِ الٰہی سے نہال ہوجائیں گے اور دوسرے ماتم کناں رہ جائیں گے۔

دوسری بات: —— لوگ آخرت کے تعلق سے مختلف باتیں کرتے ہیں، اس کی دلیل کی بھی دو تقریریں ہیں:

پہلی تقریر: —— آسمان میں راہیں ہیں، سیاروں اور ستاروں کی مداریں ہیں، اور فرشتوں کی گذرگاہیں ہیں، جیسے یہ دھاریاں مختلف ہیں اسی طرح قیامت کے تعلق سے لوگوں کی باتیں مختلف ہیں۔

دوسری تقریر: —— آسمان کو دیکھو! کیسا خوبصورت اور پُر رونق ہے، اس کی یہ رعنائی تاروں کی مرہونِ منت ہے، اور ستارے مختلف رنگوں کے ہیں، کوئی سرخ ہے، کوئی سفید، کوئی زرد، کوئی بڑا، کوئی درمیانی اور کوئی چھوٹا، اسی طرح آخرت کے تعلق سے لوگوں کی باتیں مختلف ہیں۔

﴿ وَالذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا ۙ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا ۙ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۙ وَّاِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ ۗ ﴾

ترجمہ: (گرد یا بھاپ) ابھار کر اڑانے والی ہواؤں کی قسم! پس (بادلوں کا) بوجھ اٹھانے والی ہواؤں کی، پس نرمی سے (بادلوں کو) لے چلنے والی ہواؤں کی، پس حکم (الٰہی کے مطابق بارش) بانٹنے والی ہواؤں کی! بے شک جو تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ سچا ہے، اور جزا و سزا ضرور ہو کر رہنے والی ہے۔

﴿ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۙ اِنَّكُمْ لَفِیْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ یُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۗ ﴾

ترجمہ: خوبصورت (یا راہوں والے) آسمان کی قسم! بالیقین تم مختلف باتوں میں ہو — جو سب صحیح نہیں، ان میں سے ایک ہی بات صحیح ہے — اس سے پھیرا جاتا ہے جو پھیرا گیا — یعنی جو سعادت سے محروم رہا وہی اس بات کو نہیں مانتا۔

﴿ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۙ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۙ یَسْـَٔلُوْنَ اَیَّانَ یَوْمُ الدِّیْنِ ۗ یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ یُفْتَنُوْنَ ۝ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: غارت ہوں اٹکل ہانکنے والے! جو غفلت میں (آخرت کو) بھولے ہوئے ہیں — اور نہ صرف غافل ہیں، بلکہ ٹھٹھا کرتے ہیں — پوچھتے ہیں: روزِ جزاء کب ہوگا؟ — جواب: — جس دن وہ آگ پر تپائے جائیں گے — یہ جزاء کا دن ہے، اس دن ان سے کہا جائے گا: — چکھو اپنی گمراہی! یہی ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے!

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۙ اٰخِذِیْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ ؕ كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ۝ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ۝ وَفِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝ وَفِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۙ وَفِیْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ۝ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ۝

ع ۳ / ۱۸

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ	بے شک پرہیز گار باغات میں	وَّعُیُوْنٍ اٰخِذِیْنَ (1)	اور چشموں میں ہیں لینے والے	مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ	اس کو جو دیا ان کو ان کے پروردگار نے

(1) آخذین: حال ہے المتقین کا۔

اِنَّھُمْ کَانُوْا	بے شک وہ تھے	وَفِیْٓ اَمْوَالِھِمْ	اور ان کے مالوں میں	رِزْقُکُمْ	تمہاری روزی ہے
قَبْلَ ذٰلِکَ	اس سے پہلے	حَقٌّ	حق ہے	وَمَا	اور جو
مُحْسِنِیْنَ	نیکوکار	لِّلسَّآئِلِ	مانگنے والے کا	تُوْعَدُوْنَ	وعدہ کئے جاتے ہو تم
کَانُوْا	تھے وہ	وَالْمَحْرُوْمِ	اور کم نصیب کا	فَوَرَبِّ السَّمَآءِ	پس قسم رب آسمان
قَلِیْلًا (۱)	بہت کم	وَفِی الْاَرْضِ	اور زمین میں	وَالْاَرْضِ	وزمین کی!
مِّنَ الَّیْلِ	رات میں	اٰیٰتٌ	نشانیاں ہیں	اِنَّهٗ (۴)	بے شک وہ
مَا یَھْجَعُوْنَ (۲)	سوتے	لِّلْمُوْقِنِیْنَ	یقین کرنے والوں کیلئے	لَحَقٌّ	یقینا برحق ہے
وَبِالْاَسْحَارِ (۳)	اور رات کے آخر میں	وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ	اور تمہاری ذاتوں میں	مِّثْلَ (۵)	جیسے
ھُمْ	وہ	اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ	کیا پس دیکھتے نہیں تم؟	مَآ اَنَّکُمْ (۶)	کہ تم
یَسْتَغْفِرُوْنَ	استغفار کرتے ہیں	وَفِی السَّمَآءِ	اور آسمان میں	تَنْطِقُوْنَ	بولتے ہو

پرہیزگار آخرت میں مزے میں رہیں گے

منکرین پوچھتے تھے: جزاء کا دن کب آئے گا؟ ان کو جواب دیا تھا کہ جس دن تم کو دوزخ میں اُلٹ پلٹ کیا جائے گا وہ جزاء کا دن ہوگا، اور قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ جب دوزخیوں کا ذکر آئے تو بالمقابل جنتیوں کا ذکر کرتا ہے، اس لئے اب متقیوں کا اچھا انجام بیان فرماتے ہیں: —— بے شک وہ قبل ازیں نیکوکار تھے —— یعنی دنیا سے نیکیاں کما کر لائے ہیں: آج ان کا صلہ ملا ہے —— پھر ان نیکیوں کی تھوڑی تفصیل ہے: —— وہ رات میں بہت کم سویا کرتے تھے —— یعنی عشاء کے بعد فوراً سو جاتے تھے، اور بہت جلدی اٹھ کر عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے —— اور آخر شب میں استغفار کیا کرتے تھے —— کہ الٰہی! حقِ بندگی ادا نہ ہوا، معاف فرما! یعنی عبادت ان کو مغرور نہیں کرتی تھی، بندگی ان کی خشیت کو بڑھاتی تھی —— اور ان کے مالوں میں سوالی اور غیر سوالی کا حق تھا —— ایک حدیث میں ہے کہ مسکین: وہ نہیں جو کھجور دو کھجور اور لقمہ دو لقمہ کے لئے دربدر پھرے (یہ سوالی ہے) صحابہ نے پوچھا: پھر مسکین کون ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جس کے پاس بقدر حاجت نہیں، اور اس کا حال بھی کوئی نہیں جانتا کہ اس کو خیرات دے، پس یہی محروم ہے (روح)

(۱) آگے ما: زائدہ ہے وہ قلت کی تاکید کے لئے ہے (۲) ھَجَعَ (ف) ھُجُوْعا: رات میں سونا (۳) سَحَر: رات کا آخری حصہ (۴) إنه: ضمیر کا مرجع ما ہے یعنی روز جزاء، قیامت (۵) مثلَ: منصوب بنزع خافض ہے أی کمثل (۶) ما أنکم: ما زائدہ یا مصدریہ ہے أی کنطقکم۔

پرہیز گاروں کے اچھے انجام کا بیان پورا ہوا۔ اب منکرینِ قیامت سے گفتگو ہے: —— اور یقین کرنے والوں کے لئے زمین میں (قیامت کی) نشانیاں ہیں —— گرمیوں میں زمین اُجڑ جاتی ہے، ہر طرف خاک اڑتی ہے، پھر جونہی بارش کی بوندیں پڑتی ہیں زمین لہلہانے لگتی ہے، اسی طرح قیامت کے دن مردے زندہ ہونگے —— اور زمین میں اللہ تعالیٰ نے بے پناہ حیات کی قابلیت رکھی ہے، ذرہ ذرہ سے ذی حیات مخلوقات پیدا ہوتی ہیں، اسی طرح زمین سے حیاتِ نو وجود میں آئے گی، یہ دوسری نشانی ہے —— اور خود تمہاری ذاتوں میں —— انسان پہلی مرتبہ مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں، دوسری مرتبہ بھی مٹی سے پیدا ہونگے —— کیا پس تم کو دکھائی نہیں دیتا؟ —— کہ جو پہلی مرتبہ مٹی سے پیدا کرتا ہے وہ دوسری مرتبہ بھی اس سے پیدا کر سکتا ہے۔

اور آسمان میں تمہاری روزی ہے —— یعنی روزی کا فیصلہ آسمان میں ہوتا ہے —— اور وہ جو تم سے (قیامت کے تعلق سے) وعدہ کیا جاتا ہے —— وہ فیصلہ بھی اوپر سے اترتا ہے —— پس قسم ہے آسمان وزمین کے پروردگار کی! بے شک وہ (قیامت کا وعدہ) برحق ہے، جیسے تم باتیں کر رہے ہو —— یعنی جیسے اپنے بولنے میں شبہ نہیں ویسا ہی قیامت میں شبہ نہیں، قیامت قائم ہوگی، آخرت آ کر رہے گی، اور اللہ کے وعدے ضرور پورے ہونگے۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾

هَلْ اَتٰىكَ	کیا پہنچی آپ کو	الْمُكْرَمِيْنَ (۱)	عزت والے	سَلٰمًا (۲)	سلام
حَدِيْثُ	بات	اِذْ دَخَلُوْا	جب داخل ہوئے وہ	قَالَ	جواب دیا
ضَيْفِ	مہمانوں	عَلَيْهِ	اس پر	سَلٰمٌ (۳)	سلام
اِبْرٰهِيْمَ	ابراہیم کے	فَقَالُوْا	پس کہا انھوں نے	قَوْمٌ	لوگ ہیں

(۱) اَلْمُكْرَم: اسم مفعول، باب إكرام: بزرگ، معزز، ضیف کی صفت (۲) سلامًا: أي نسلم عليك سلاماً: جملہ فعلیہ ہے۔ (۳) سلام: أي عليكم سلام: جملہ اسمیہ ہے، پس جواب ابلغ ہے۔

مُنكَرُوْنَ	انجانے	مِنْهُمْ	ان سے	وَجْهَهَا	اپنے چہرے پر
فَرَاغَ[۱]	پس چپکے سے گیا	خِيْفَةً	ڈر	وَقَالَتْ	اور کہا
اِلٰٓى اَهْلِهٖ	اپنے گھر والوں کے پاس	قَالُوْا	کہا انھوں نے	عَجُوْزٌ	بڑھیا
فَجَآءَ	پس آیا وہ	لَا تَخَفْ	مت ڈر	عَقِيْمٌ	بانجھ!
بِعِجْلٍ	بچھڑے کے ساتھ	وَبَشَّرُوْهُ	اور خوش خبری دی	قَالُوْا	کہا انھوں نے
سَمِيْنٍ	چربی دار (گھی میں		انھوں نے اس کو	كَذٰلِكِ	اسی طرح
	بھنا ہوا)	بِغُلٰمٍ	لڑکے کی	قَالَ	فرمایا ہے
فَقَرَّبَهٗٓ	پس نزدیک کیا اس کو	عَلِيْمٍ	ذی علم	رَبُّكِ	تیرے رب نے
اِلَيْهِمْ	ان سے	فَاَقْبَلَتِ	پس سامنے آئی	اِنَّهٗ هُوَ	بے شک وہی
قَالَ	کہا	امْرَاَتُهٗ	اس کی بیوی	الْحَكِيْمُ	بڑا حکمت والا
اَلَا تَاْكُلُوْنَ	کیوں کھاتے نہیں؟	فِيْ صَرَّةٍ	بولتی ہوئی	الْعَلِيْمُ	بڑا علم والا ہے
فَاَوْجَسَ[۲]	پس دل میں چھپایا	فَصَكَّتْ[۳]	پس ہاتھ مارا اس نے		

فرشتوں نے قوم لوطؑ کو ہلاک کرنے کے لئے جاتے ہوئے

ابراہیم علیہ السلام کو ذی علم بیٹے کی خوش خبری دی

اب پانچ اقوام کی تباہی کا ذکر کریں گے، جنھوں نے قیامت کا انکار کیا یعنی قوم لوطؑ، فرعون، عاد، ثمود اور قوم نوحؑ۔ پہلے نمبر پر لوط علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہے، اور قرآنِ کریم اس واقعہ کی تمہید میں حضرت اسحاق علیہ السلام کی بشارت کا ذکر کرتا ہے، جیسے سورۂ ہود وغیرہ میں کیا ہے، اور جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ میں حضرات یحییٰ و زکریا علیہما السلام کا سورۂ مریم میں ذکر کیا ہے، یہاں بھی تمہید میں بشارتِ اسحاق علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔

جب فرشتے لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے اترے تو پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور سلام کیا، ابراہیم علیہ السلام نے سلام کا جواب دیا، اور دل میں کہا: معلوم نہیں کون لوگ ہیں؟ مگر مہمان تھے، بٹھایا اور چپکے سے گھر میں گئے، اور ایک فربہ بچھڑا بھن کر لائے، مہمان ہاتھ نہیں بڑھا رہے، فرشتے کھاتے کہاں ہیں؟ ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

(۱) رَاغَ (ن) رَوْغا إلى كذا: کسی چیز کی طرف خفیہ طور پر مائل ہونا (۲) أوجس الأمر: دل میں چھپانا (۳) صَكَّ (ن) صَكًّا: زور سے مارنا۔

آپ حضرات کھاتے کیوں نہیں! اب بھی انھوں نے ہاتھ نہیں بڑھایا تو ابراہیم علیہ السلام کے دل میں انجانا خوف آیا کہ کہیں بدخواہ تو نہیں! فرشتوں نے تسلی دی کہ آپ ڈریں نہیں، ہم فرشتے ہیں، آپ کو ایک ذی علم بیٹے کی خوش خبری دیتے ہیں، اہلیہ محترمہ پس پردہ سن رہی تھیں، جب معلوم ہوا کہ مہمان فرشتے ہیں تو وہ سامنے آ گئیں اور چہرے پر ہاتھ مار کر زور سے کہا: ایک بڑھیا بانجھ! جس کی جوانی میں اولاد نہ ہوئی، اب بڑھاپے میں بچہ جنے گی؟ فرشتوں نے کہا: ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے، اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی فرمایا ہے، اور وہی جانتے ہیں کہ بڑھاپے میں بچہ کیسے ہوگا؟ وہ بڑی حکمت والے سب کچھ جاننے والے ہیں۔

آیاتِ پاک: —— کیا ابراہیمؑ کے معزز مہمانوں کا واقعہ آپ کو پہنچا ہے؟ جب وہ ان کے پاس آئے، پس ان کو سلام کیا، انھوں نے جواب میں سلام کہا (اور دل میں کہا:) انجانے لوگ ہیں، پس وہ چپکے سے اپنے گھر میں گیا اور ایک فربہ بچھڑا لایا، پس اس کو ان کے سامنے رکھا، کہا اس نے: آپ حضرات کھاتے کیوں نہیں؟ پس ان سے دل میں خوف زدہ ہوا، انھوں نے کہا: مت ڈر! اور ان کو ایک ذی علم لڑکے کی خوش خبری دی، پس ان کی بیوی بولتی ہوئی سامنے آئی، پس اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ مارا، اور کہا: ایک بڑھیا بانجھ! انھوں نے کہا: ایسا ہی تیرے پروردگار نے فرمایا ہے، بے شک وہ بڑا حکمت والا، بڑا جاننے والا ہے!

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾

قَالَ	کہا اس نے	اِلٰى قَوْمٍ	قوم کی طرف	مِّنْ طِيْنٍ	مٹی کے
فَمَا خَطْبُكُمْ (۱)	پس تمہارا کیا معاملہ ہے	مُّجْرِمِيْنَ	گنہ گار	مُّسَوَّمَةً (۲)	نشان زدہ
اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ	اے بھیجے ہوؤ؟	لِنُرْسِلَ	تاکہ چھوڑیں ہم	عِنْدَ رَبِّكَ	تیرے رب کے پاس
قَالُوْٓا	کہا انھوں نے	عَلَيْهِمْ	ان پر	لِلْمُسْرِفِيْنَ	حد سے نکلنے والوں کیلئے
اِنَّآ اُرْسِلْنَآ	بیشک ہم بھیجے گئے ہیں	حِجَارَةً	پتھر	فَاَخْرَجْنَا	پس نکالا ہم نے

(۱) خَطْب: معاملہ، حالت (۲) مُسَوَّمة: اسم مفعول، تَسْوِیْم: نشان دار، ممتاز، سِیْمَاء: علامت، نشانی۔

مَنْ كَانَ	جو تھے	فِيْهَا	اس میں	اٰيَةً (۲)	بڑی نشانی
فِيْهَا	اس میں	غَيْرَ بَيْتٍ (۱)	سوائے ایک گھر کے	لِّلَّذِيْنَ	ان لوگوں کے لئے جو
مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	مومنین سے	مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ	مسلمانوں کے	يَخَافُوْنَ	ڈرتے ہیں
فَمَا وَجَدْنَا	پس نہیں پایا ہم نے	وَتَرَكْنَا فِيْهَآ	اور چھوڑی ہم نے اس میں	الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ	دردناک سزا سے

فرشتے دراصل قوم لوط علیہ السلام کی سزا دہی کے لئے اترے تھے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ حضرت لوط علیہ السلام کے واقعہ کی تمہید تھا، فرشتے دراصل قوم لوطؑ کی سزا دہی کے لئے بھیجے گئے تھے، یہ قوم سدّوم اور عمورۃ میں آباد تھی، جہاں اب بحرمیت یا بحیرۂ لوط ہے، یہ قوم طرح طرح کی بدکاریوں میں مبتلا تھی، خاص طور پر تلذّذ بالشّل کی لعنت میں گرفتار تھی، فرشتے جب اترے تو انھوں نے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کی اور ان کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت سنائی —— ابراہیمؑ نے پوچھا: پس اے بھیجے ہوؤ (فرشتو!) تمہیں کیا بڑی مہم درپیش ہے؟ —— یہ بات فرشتوں نے پہلے ہی بتا دی تھی کہ وہ قومِ لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں: ﴿قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ۝﴾: انھوں نے کہا: آپ نہ ڈریے، ہم لوطؑ کی قوم کی طرف بھیجے ہوئے فرشتے ہیں [ہود ۷۰] اور فرشتے کسی اہم کام کے لئے اتارے جاتے ہیں، اس لئے ابراہیم علیہ السلام نے ان کی مہم دریافت کی —— انھوں نے کہا: ہم ایک مجرم قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں، تاکہ ان پر کنکر کے پتھر برسائیں —— یعنی ان کے جرائم کی پاداش میں ان پر زمین الٹ دیں، اس علاقہ کے نیچے گندھک کے خزانے عرصہ سے جل رہے تھے، جس سے زمین پک کر کھنگر بن گئی تھی، جب زمین پھٹی تو ان پر پتھروں کی بارش برسی —— جن پر آپ کے رب کے پاس خاص نشان ہیں حد سے گذرنے والوں کے لئے —— یعنی کونسا پتھر کس کو لگے گا یہ بات اللہ کے علم میں ہے، کوئی بات اللہ سے مخفی نہیں —— پس نکالا ہم نے —— یعنی اللہ تعالیٰ نے —— ان ایمان داروں کو جو اس بستی میں تھے، پس نہیں پایا ہم نے اس میں مسلمانوں کے ایک گھر کے علاوہ —— یہ گھر لوط علیہ السلام کا تھا، اور کوئی ایمان نہیں لایا تھا، —— اور ہم نے اس میں ایک بڑی نشانی چھوڑی ان لوگوں کے لئے جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں —— بحرمیت مراد ہے، دیکھو اس کو جو دیدہ عبرت نگاہ ہو!

وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ

(۱) غیر: مضاف ہے۔ (۲) آیۃ: تنوین تعظیم کے لئے ہے۔

اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ وَهُوَ مُلِیْمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِیْ عَادٍ اِذْ
اَرْسَلْنَا عَلَیْهِمُ الرِّیْحَ الْعَقِیْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِیْمِ ﴿۴۲﴾
وَفِیْ ثَمُوْدَ اِذْ قِیْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰی حِیْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ
وَهُمْ یَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِیَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِیْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ
قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِیْنَ ﴿۴۶﴾

وَفِیْ مُوْسٰۤی (۱)	اور موسیٰ میں:	فِی الْیَمِّ	دریا میں	وَفِیْ ثَمُوْدَ	اور ثمود میں
اِذْ (۲)	(یاد کرو) جب	وَهُوَ مُلِیْمٌ	درانحالیکہ وہ ملامت	اِذْ (۲)	(یاد کرو) جب
اَرْسَلْنٰهُ	بھیجا ہم نے اس کو		کیا ہوا	قِیْلَ لَهُمْ	کہا گیا ان سے
اِلٰی فِرْعَوْنَ	فرعون کی طرف	وَفِیْ عَادٍ	اور عاد میں	تَمَتَّعُوْا	فائدہ اٹھالو
بِسُلْطٰنٍ (۳)	غلبہ کے ساتھ	اِذْ (۲)	(یاد کرو) جب	حَتّٰی حِیْنٍ	ایک وقت تک
مُّبِیْنٍ	کھلے	اَرْسَلْنَا	چھوڑی ہم نے	فَعَتَوْا	پس سرکشی کی انھوں نے
فَتَوَلّٰی	پس روگردانی کی اس نے	عَلَیْهِمُ	ان پر	عَنْ اَمْرِ	حکم سے
بِرُكْنِهٖ (۴)	اپنے کھونٹے کے ساتھ	الرِّیْحَ	ہوا	رَبِّهِمْ	ان کے رب کے
وَقَالَ	اور کہا اس نے	الْعَقِیْمَ (۵)	بانجھ	فَاَخَذَتْهُمُ	پس پکڑا ان کو
سٰحِرٌ	جادوگر ہے	مَا تَذَرُ	نہیں چھوڑتی تھی وہ	الصّٰعِقَةُ	کڑک نے
اَوْ مَجْنُوْنٌ	یا پاگل ہے	مِنْ شَیْءٍ	کسی چیز کو	وَهُمْ	درانحالیکہ وہ
فَاَخَذْنٰهُ	پس پکڑا ہم نے اس کو	اَتَتْ عَلَیْهِ	گذرتی تھی وہ اس پر	یَنْظُرُوْنَ	دیکھ رہے تھے
وَجُنُوْدَهٗ	اور اس کے لشکر کو	اِلَّا جَعَلَتْهُ	مگر کردیتی تھی وہ اس کو	فَمَا	پس نہیں
فَنَبَذْنٰهُمْ	پس پھینک دیا ہم نے ان کو	كَالرَّمِیْمِ	چورے کی طرح	اسْتَطَاعُوْا	طاقت رکھی انھوں نے

(۱) وفی موسی: فیھا پر عطف ہے، أی: ترکنا فی قصة موسی آیة: موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بڑی نشانی چھوڑی (۲) إذ: تینوں جگہ فعل محذوف أذکر کا ظرف ہے (۳) سلطان: دبدبہ، غلبہ، مراد معجزات ہیں (۴) رُکن: پایہ، کھونٹا، مراد ارکانِ دولت ہیں، وہی فرعون کا کھونٹا تھے (۵) العقیم: بانجھ یعنی خیر سے خالی۔

تھے	كَانُوا	اور نوح کی قوم کو	وَقَوْمَ نُوحٍ (۱)	کھڑے ہونے کی	مِنْ قِيَامٍ
لوگ	قَوْمًا	ان سے پہلے	مِّنْ قَبْلُ	اور نہ تھے وہ	وَّمَا كَانُوا
نافرمان	فٰسِقِيْنَ	بے شک وہ	اِنَّهُمْ	بدلہ لینے والے	مُنْتَصِرِيْنَ

فرعون، عاد، ثمود اور قوم نوحؑ کی تباہی میں بھی عبرت کا سامان ہے

ان اقوام نے بھی رسولوں کی تکذیب کی، اور رسول کی تکذیب توحید وآخرت کی تکذیب ہے، پس دیکھو! ان کی تکذیب کا انجام:

۱- اور موسیٰ (کے قصہ) میں (بھی عبرت ہے، یاد کرو:) جب ہم نے ان کو فرعون کی طرف بھیجا، واضح غلبہ کے ساتھ —— یعنی بڑے دو معجزات (عصا اور ید بیضاء) کے ساتھ —— پس اس نے اپنے ارکان کے ساتھ سرتابی کی —— یعنی اکیلا نہیں ڈوبا، دوسروں کو بھی لے ڈوبا! —— اور اس نے کہا: (یہ) جادوگر (ہے) یا پاگل ہے —— أو: بمعنی واو ہے یعنی معجزات دکھانے میں تو جادوگر ہے اور دعوئے رسالت میں پاگل ہے —— پس ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑا —— یہ معنوی پکڑ ہے یعنی سزا دی —— اور ان کو دریا میں ڈال دیا درانحالیکہ وہ ملامت زدہ تھے —— یعنی انھوں نے کام ہی ملامت کے کئے تھے!

۲- اور عاد (کے قصہ) میں بھی (عبرت ہے، یاد کرو:) جب ہم نے ان پر نامبارک ہوا چھوڑی —— یعنی عذاب کی آندھی آئی، جو خیر وبرکت سے یکسر خالی تھی —— وہ جس چیز پر بھی گذرتی اس کو ریزہ ریزہ کر دیتی —— اس نے مجرموں کی بھی جڑ کاٹ دی!

۳- اور ثمود (کے قصہ) میں (بھی عبرت ہے، یاد کرو:) جب ان سے کہا گیا: چند دن مزے اڑالو! —— ان کو صالح علیہ السلام نے اطلاع دی تھی کہ تین دن کے بعد عذاب آئے گا [ہود ۶۵] —— پس انھوں نے اپنے پروردگار کے حکم سے سرتابی کی —— یعنی عذاب کی وارننگ کے بعد بھی ان کی شرارت دن بدن بڑھتی گئی —— پس ان کو کڑک نے پکڑا —— زلزلہ آیا، اس میں سخت آواز تھی —— اور وہ کھلی آنکھوں اس کو دیکھ رہے تھے —— یعنی دن دہاڑے زلزلہ آیا تھا —— پس نہ تو وہ کھڑے ہی ہوسکے، نہ وہ بدلہ لے سکے —— یعنی جو جس حال میں تھا اسی حال میں ڈھیر ہوگیا، اور ان کا سب زور خاک میں مل گیا، وہ کسی تدبیر سے اللہ کے عذاب سے بچ نہ سکے۔

۴- اور (ہم نے ہلاک کیا) نوحؑ کی قوم کو ان (اقوام) سے پہلے، بے شک وہ نافرمان لوگ تھے! —— یعنی بغاوت

(۱) قومَ نوح: أهلكنا: فعل محذوف کا مفعول بہ ہے۔

دسرکشی اور کفر و عصیان کی وجہ سے تباہ کئے گئے، اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا۔

وَ السَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۹﴾

وَ السَّمَآءَ	اور آسمان کو	وَالْاَرْضَ	اور زمین کو	خَلَقْنَا	بنائے ہم نے
بَنَيْنٰهَا	بنایا ہم نے اس کو	فَرَشْنٰهَا	بچھایا ہم نے اس کو	زَوْجَيْنِ	جوڑے
بِاَيْىدٍ(۱)	ہاتھوں سے	فَنِعْمَ	پس کیا خوب ہیں (ہم)	لَعَلَّكُمْ	تا کہ تم
وَّاِنَّا	اور بے شک ہم	الْمٰهِدُوْنَ(۳)	بچھانے والے	تَذَكَّرُوْنَ	دھیان کرو
لَمُوْسِعُوْنَ(۲)	البتہ کشادہ کرنے والے ہیں	وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ	اور ہر چیز کے	۞	۞

قانونِ ازدواج (جوڑی کے قانون) سے آخرت پر استدلال

ازدواج: دو ہونا، جوڑا ہونا، جوڑی: وہ دو چیزیں جو مل کر ایک مقصد کی تکمیل کریں، ان کیلئے نر مادہ ہونا ضروری نہیں، جیسے:

۱- دو جوتے چپل جوڑی ہیں، آدمی جوتے پہن کر سوار ہو کر چلتا ہے، پیر گرد و غبار سے بچتے ہیں، کانٹا کنکر نہیں چبھتا، اور تھکن بھی کم لگتی ہے، تجربہ کر کے دیکھو، اسی لئے ایک چپل پہن کر چلنے کی ممانعت آئی ہے، کیونکہ اس سے مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

۲- کرتا پاجامہ جوڑا ہیں، زینت دونوں کپڑوں سے حاصل ہوتی ہے، ایک کپڑے میں بھونڈا معلوم ہوتا ہے۔

۳و۴- نر مادہ جوڑا ہیں، نسل دونوں سے چلتی ہے، اسی طرح غلہ اور تلہن (روٹی سالن) جوڑا ہیں، کھانا دونوں سے جزوِ بدن ہوتا ہے۔

۵- جنت اور جہنم جوڑا ہیں، جزا و سزا کا مقصد دونوں سے حاصل ہوتا ہے۔

۶- فرشتے اور شیاطین جوڑا ہیں، ایک خیر کی قوت (ملکیت) کو مہمیز کرتے ہیں دوسرے شر کی قوت (بہیمیت) کو، اس طرح اختیاری اعمال وجود میں آتے ہیں، اور جزا و سزا کا استحقاق پیدا ہوتا ہے۔

۷- آسمان اور زمین جوڑا ہیں، آسمان برستا ہے اور زمین اُگاتی ہے، اس طرح معیشت کا انتظام ہوتا ہے۔

اسی طرح متقابلات: رات دن، اندھیرا اجالا، سیاہی سفیدی، بیماری تندرستی اور کفر و ایمان وغیرہ کو سمجھنا چاہئے اور سورۃ

(۱) أيد: يَدٌ کی جمع، اصل میں أيدي تھا، تنوین کی وجہ سے یاء گری، جیسے قاضی سے قاضٍ (۲) أَوْسَعَ إِيْسَاعًا: کشادہ کرنا، الموسع: اسم فاعل۔ (۳) مخصوص بالمدح: نحن پوشیدہ ہے۔

یٰسٓ (آیت ۳۶) میں ہے کہ جوڑے کا قانون کلی ہے:﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ۝﴾(جوڑے سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سب چیزوں کی جوڑیاں بنائیں، نباتات کی اقسام کی اور خود انسانوں کی، اوران مخلوقات کی جن کو لوگ نہیں جانتے۔

اسی طرح دنیا اور آخرت جوڑی ہیں، دونوں مل کر ایک مقصد کی تکمیل کرتے ہیں، اور وہ مقصد ہے: تکلیف شرعی اور جزاوسزا، دنیا عمل کے لئے ہے، یہاں عمل کا بدلہ نہیں، اور آخرت جزاء کے لئے ہے وہاں اختیاری عمل نہیں، اگر صرف دنیا ہوتی تو نیک عمل رائگاں جاتا، اور صرف آخرت ہوتی تو جزاوسزا کس بات کی ہوتی؟ پس جو لوگ دھیان کریں وہ سمجھ سکتے ہیں کہ دنیا کے ساتھ آخرت کا ہونا ضروری ہے۔

قرآن کا ایک خاص اسلوب: قرآنِ کریم جب کوئی دلیل پیش کرتا ہے تو کبھی اجزائے دلیل کی تفصیل بھی کرتا ہے ایسی جگہ قاری تفصیل میں کھو جاتا ہے اور استدلال کی طرف توجہ نہیں جاتی، یہاں بھی آسمان وزمین کو متقابلات (جوڑی) کی حیثیت سے پیش کیا ہے، ساتھ ہی آسمان وزمین کی وسعت (کشادگی) بھی بیان کی ہے، اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بہت بڑا بنایا ہے، کیونکہ اللہ نے اس کو اپنے ہاتھوں سے بنایا ہے، اس لئے اس کو بہت پہنا بنایا ہے، یہی حال زمین کا ہے ﴿الْمٰهِدُوْنَ﴾ میں یہ مفہوم بھی ہے، زمین اتنی بڑی بنائی ہے کہ وہ فرش (بستر) بن گئی ہے۔

﴿وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ۝ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ۝ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝﴾

ترجمہ: اور ہم نے آسمان کو ہاتھوں سے بنایا —— اضافت تعظیم کے لئے ہے کہ اللہ نے آسمان بہت بڑا بنایا ہے —— اور بے شک ہم اس کو بہت وسیع بنانے والے ہیں —— یہ ہاتھوں سے بنانے کا ثمرہ ہے —— اور زمین کو ہم نے بچھایا —— یہاں بھی بِأَيْدٍ مراد ہے —— سو ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں —— یہ بِأَيْدٍ کا ثمرہ ہے، یعنی زمین اتنی بڑی بنائی ہے کہ وہ باوجود گولائی کے فرش معلوم ہوتی ہے، مگر وہ آسمان جتنی بڑی نہیں، فی نفسہ بڑی ہے، اس لئے بِأَيْدٍ کو حذف کیا —— اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے —— پس یہ کلی قانون ہے —— تا کہ تم دھیان دو —— کہ اس دنیا کا بھی جوڑا ہے، اور اس طرح تم آخرت کی ضرورت کو سمجھ لو۔

فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۝ۚ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۝ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ۝ۚ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ۝ۚ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ۝ۡ وَّ

ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۞ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۞ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۞ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۞ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ۞ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۞

ع ۲

فَفِرُّوْٓا	پس لپکو	مَآ اَتَى	نہیں آیا	فَتَوَلَّ (۴)	پس مڑیں آپ
اِلَى اللّٰهِ (۱)	اللہ کی طرف	الَّذِيْنَ	(ان کے پاس) جو	عَنْهُمْ	ان سے
اِنِّيْ لَكُمْ	بیشک میں تمہارے لئے	مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے ہیں	فَمَآ اَنْتَ	پس نہیں ہیں آپ
مِّنْهُ	اللہ کی طرف سے	مِّنْ رَّسُوْلٍ	کوئی پیغامبر	بِمَلُوْمٍ (۵)	ملامت کئے ہوئے
نَذِيْرٌ	ڈرانے والا ہوں	اِلَّا قَالُوْا	مگر کہا انھوں نے	وَّذَكِّرْ	اور نصیحت کریں
مُّبِيْنٌ	کھول کر	سَاحِرٌ	جادوگر ہے	فَاِنَّ الذِّكْرٰى	بے بیشک نصیحت کرنا
وَلَا تَجْعَلُوْا	اور نہ بناؤ تم	اَوْ مَجْنُوْنٌ	یا دیوانہ ہے	تَنْفَعُ	فائدہ پہنچاتا ہے
مَعَ اللّٰهِ	اللہ کے ساتھ	اَ	کیا	الْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمنین کو
اِلٰهًا اٰخَرَ	کوئی اور معبود	تَوَاصَوْا (۳)	ایک دوسرے کو وصیت	وَمَا خَلَقْتُ	اور نہیں پیدا کیا میں نے
اِنِّيْ لَكُمْ	بیشک میں تمہارے لئے		کر مرے ہیں وہ	الْجِنَّ	جنات کو
مِّنْهُ	اللہ کی طرف سے	بِهٖ	اس (انکارِ رسالت) کی؟	وَالْاِنْسَ	اور انسانوں کو
نَذِيْرٌ	ڈرانے والا ہوں	بَلْ هُمْ	بلکہ وہ	اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ	مگر تاکہ عبادت کریں
مُّبِيْنٌ	کھول کر	قَوْمٌ	لوگ ہیں		وہ میری
كَذٰلِكَ (۲)	اس طرح	طَاغُوْنَ	سرکشی کرنے والے	مَآ اُرِيْدُ	نہیں چاہتا میں

(۱) إلى الله: میں مجاز بالحذف ہے أی: إلى دين الله (۲) كذلك: کا مشار الیہ/ مشبہ بہ بعد کا مضمون ہے، جیسے هذه مقدمة کا مشار الیہ بعد کا مضمون ہوتا ہے (۳) تَوَاصَى القومُ: ایک دوسرے کو وصیت کرنا، نصیحت و تلقین کرنا (۴) تَوَلَّ: تَوَلّٰى سے امر کا صیغہ واحد مذکر حاضر، عن: صلہ کے ساتھ: منہ پھیرنا، نزدیکی چھوڑنا، اور بغیر صلہ کے دوستی کرنا، والی حاکم بننا، کسی کام کا ذمہ دار ہونا (۵) ملوم: اسم مفعول، لَامَهُ (ن) لَوْمًا: ملامت کرنا، کسی کو آڑے ہاتھوں لینا۔

مِنْهُمْ	ان سے	الْمَتِيْنُ	قوی	فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ	پس جلدی نہ مچائیں وہ مجھ سے
مِّنْ رِّزْقٍ	کوئی روزینہ	فَاِنَّ	پس بے شک	فَوَيْلٌ	پس ہلاکت ہے
وَّمَآ اُرِيْدُ	اور نہیں چاہتا میں	لِلَّذِيْنَ	ان کے لئے جنھوں نے	لِّلَّذِيْنَ	ان کے لئے جنھوں نے
اَنْ يُّطْعِمُوْنِ	کہ کھلائیں وہ مجھے	ظَلَمُوْا	ناانصافی کی	كَفَرُوْا	انکار کیا
اِنَّ اللّٰهَ هُوَ	بے شک اللہ تعالیٰ ہی	ذَنُوْبًا (١)	بھرا ہوا ڈول ہے	مِنْ يَّوْمِهِمُ	ان کے اس دن سے
الرَّزَّاقُ	روزی دینے والے ہیں	مِّثْلَ ذَنُوْبِ	جیسے بھرا ہوا ڈول	الَّذِيْ	جس کا وہ
ذُو الْقُوَّةِ	زور والے	اَصْحٰبِهِمْ	ان کے ساتھیوں کا	يُوْعَدُوْنَ	وعدہ کئے گئے ہیں

آخرت کے عقیدہ کے ساتھ توحید ورسالت کا اعتقاد بھی ضروری ہے

اسلام کے بنیادی عقیدے تین ہیں: توحید، رسالت اور آخرت، آخرت کی ضرورت دلیل سے ثابت ہوگئی، اب لوگوں کو چاہئے کہ فوراً اللہ کا دین قبول کریں اور آخرت کی تیاری کریں، اللہ کے رسول اسی لئے معبوث کئے گئے ہیں کہ وہ لوگوں کو کھڑ کھڑائیں تاکہ لوگ اپنے باطل ادیان کو چھوڑ کر اللہ کا دین قبول کریں۔

اور اللہ کے دین کا بنیادی عقیدہ توحید ہے، سب سے پہلے اس کو درست کرنا ضروری ہے، اس کے بغیر دین معتبر نہیں، اور توحید کا مطلب ہے: ایک اللہ کا ہو کر رہنا، کسی دوسرے سے لو نہ لگانا، کسی دوسرے کی چوکھٹ پر ماتھا نہ ٹیکنا، رسول کی بعثت کا بنیادی مقصد لوگوں کو وارننگ دینا ہے کہ وہ شرک سے بچیں۔

اور اسلام کا دوسرا بنیادی عقیدہ رسالت ہے، نبوت کا سلسلہ آدم علیہ السلام سے شروع ہوا ہے، پہلا انسان پہلا نبی ہے، کیونکہ اللہ کی راہ نمائی کے بغیر بندے اللہ کی مرضی (پسند) نہیں جان سکتے، چنانچہ اللہ تعالیٰ انبیاء پر احکام نازل فرماتے ہیں، وہ بندوں کو آگاہ کرتے ہیں، اور لوگ ان پر عمل کر کے اللہ کے مقبول بندے بنتے ہیں۔

مگر لوگوں کا برتاؤ ہمیشہ رسولوں کے ساتھ گستاخی کا رہا ہے، جب بھی کوئی رسول مبعوث کئے گئے تو لوگوں نے ان پر جادوگر یا پاگل کی پھبتی کسی، یہی معاملہ مکہ کے مشرک نبی ﷺ کے ساتھ کر رہے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو وصیت کر مرتے ہیں کہ اگر تمہارے زمانہ میں کوئی رسول مبعوث ہو تو اس کو جادوگر یا پاگل کہنا، اور اس کی بات ہرگز نہ سننا۔

پھر فرماتے ہیں کہ ایسی وصیت تو کوئی نہیں کرتا، بات درحقیقت یہ ہے کہ لوگوں کی فطرت میں سرکشی ہے، اور ایک فطرت سے ایک ہی طرح کے افعال صادر ہوتے ہیں، اس لئے ہر زمانہ میں لوگوں نے رسولوں کے ساتھ یہی برتاؤ کیا،

(١) ذَنوب: پانی سے بھرا ڈول، دَلْو: خالی ڈول، اور سِجْل: عام ڈول۔

پھر اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہیں کہ آپؐ اپنا فرض ادا کر چکے، اب زیادہ لوگوں کے پیچھے پڑنے کی اور غم کھانے کی ضرورت نہیں، لوگ نہیں مانتے تو آپؐ پر اس کا کچھ الزام نہیں، وہ خود الزام خوردہ ہیں، ہاں سمجھانا آپؐ کا کام ہے، آپؐ یہ سلسلہ جاری رکھیں، جس کی قسمت میں ایمان ہوگا اس کو نفع پہنچے گا، اور منکروں پر اللہ کی حجت تام ہوگی۔

﴿فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾

ترجمہ: پس اللہ (کے دین) کی طرف لپکو — دیر مت کرو، معلوم نہیں موت کب آجائے! — بیشک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں — اگر خوابِ غفلت میں رہے، اور موت آپہنچی تو سنہرا موقعہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔

اور تم اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود تجویز مت کرو — یہ دین اسلام کا سب سے اہم مسئلہ ہے یعنی اللہ کو ماننا کافی نہیں، اللہ کو تو سبھی مانتے ہیں، اس کو وحدہ لاشریك له ماننا ضروری ہے، اور عملاً بھی غیر اللہ کی بندگی سے کنارہ کش رہنا ضروری ہے — بیشک میں تمہارے لئے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں — پہلا انذار خاص کافروں کے لئے تھا، یہ دوسرا انذار عام ہے، کافروں کے لئے بھی ہے اور نام نہاد مسلمانوں کے لئے بھی یعنی قبر پرستوں کے لئے بھی، اس لئے تکرار نہیں۔

رسالت کا مسئلہ: — اسی طرح — یعنی جیسا گذشتہ اقوام نے رسولوں کے ساتھ برتاؤ کیا ویسا ہی برتاؤ یہ مکہ کے مشرکین بھی آپؐ کے ساتھ کر رہے ہیں، گذشتہ امتوں نے کیا برتاؤ کیا؟ — نہیں آیا گذشتہ کافروں کے پاس کوئی پیغمبر مگر انھوں نے کہا: یہ جادوگر ہے یا پاگل ہے! — یہی پھبتی یہ لوگ آپؐ پر کس رہے ہیں۔

جواب: — کیا وہ لوگ اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کر مرے ہیں؟ (نہیں) بلکہ وہ سب سرکش لوگ ہیں! — یعنی شرارتی طبیعت میں سب مشترک ہیں، یہی اشتراک آج کے کافروں سے وہ الفاظ کہلواتا ہے جو گذشتہ شریروں نے کہے تھے۔

تسلی: — پس آپؐ ان سے منہ پھیر لیں، آپؐ پر کسی طرح کا الزام نہیں — کہ وہ مسلمان کیوں نہیں ہوئے؟ — اور سمجھاتے رہیں، کیونکہ سمجھانا ایمان داروں کو نفع دیتا ہے — آیت عام ہے بالفعل اور بالقوۃ ایمانداروں کو، سب کے لئے سمجھانا مفید ہے۔

دین بندوں کی مصلحت کے لئے نازل کیا گیا ہے

اب ایک سوال کا جواب دیتے ہیں، لوگ ہمیشہ رسولوں کے ساتھ گستاخانہ برتاؤ کرتے رہے، اور ہلاک ہوتے رہے،

پھر بھی رسالت کا سلسلہ برابر جاری ہے، آخر اس میں مصلحت کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ دین مکلّف مخلوقات (جنات اور انسانوں) کی مصلحت کے لئے نازل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ رب العالمین ہیں، جس طرح انھوں نے بدن کی ضروریات کا انتظام کیا ہے، روح کی بالیدگی کا بھی انتظام کیا ہے، اور اسی مصلحت سے اللہ نے ہر زمانہ میں اپنا دین نازل کیا ہے تاکہ بندے اس پر عمل کرکے خود کو سنواریں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جنات اور انسان اللہ کے بندے (غلام) ہیں، بندگی ان کی فطرت ہے، ان کی طبیعت کا تقاضا ہے کہ وہ کسی کے سامنے جھکیں، پس ضروری ہوا کہ وہ اپنے خالق و مالک کے سامنے جھکیں، پیدا کیا اللہ نے، پال پوس رہے ہیں وہ، اور سر جھکائیں کسی غیر کے سامنے: یہ کیسی نامعقول بات ہے! چنانچہ فرمایا کہ میں نے جنات اور انسانوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں، کسی دوسری چوکھٹ پر جبہہ سائی نہ کریں، مگر انسان مظاہر پرست ہے، ہر نافع اور ضار کی طرف جھک جاتا ہے، اور اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ کی بندگی شروع کردیتا ہے، اس لئے ضروری ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنا دین نازل فرمائیں، اور بندوں کو اپنی بندگی کا مکلّف بنائیں، اس لئے لوگوں کے نہ چاہتے ہوئے بھی نبوت کا سلسلہ قائم فرمایا اور ہر زمانہ میں اپنا دین نازل کیا۔

مگر یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ اللہ کی بندگی میں اللہ کا کچھ نفع نہیں، بندوں ہی کا نفع ہے، دنیا کے آقا غلاموں جیسا معاملہ نہیں، جب رقیت (غلامی) کا دور تھا تو غلام دو مقصد کے لئے ہوتے تھے، بعض سے تو آقا روزینہ (دہاڑی، روز کی مزدوری) کمواتا تھا، اور بعض سے خدمت لیتا تھا، وہ کھانا پکا کر آقا کو کھلاتے تھے، اس قسم کا کوئی نفع اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں لوٹتا، اللہ تعالیٰ تو خود روزی رساں ہیں، وہ مضبوط قوت وطاقت والے ہیں، ان کو کسی کے تعاون کی کیا ضرورت ہے؟ اور کھانا تو اللہ کی شان کے خلاف ہے، بلکہ بندوں کی بندگی خود ان کے حق میں مفید ہے، اور وہ یہ ہے کہ اچھا بندہ (غلام) وہ ہے جو آقا کی مرضی کے مطابق چلے، آقا اس سے خوش ہوگا اور انعام سے نوازے گا۔ اسی طرح بندے بندگی کے ذریعہ اللہ کے محبوب بنتے ہیں، اور دنیا و آخرت میں سرخ رو ہوتے ہیں۔

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۝ مَآ أُرِيدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ أُرِيدُ أَنْ يُّطْعِمُونِ ۝ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ۝﴾

ترجمہ: اور میں نے جنات اور انسانوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں —— جنات اور انسانوں سے مکلّف مخلوقات مراد ہیں، اس عالم میں یہی دو مکلّف مخلوق ہیں، اور مکلّف کے معنی ہیں: اپنے اختیار سے کام کرنا یا نہ کرنا۔ اِن بندوں کو اللہ تعالیٰ نے جزوی اختیار دیا ہے، جب وہ اپنے اُس اختیار سے کوئی کام کرنا چاہتے ہیں یا نہیں کرنا چاہتے تو اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کرتے ہیں، پس بندے کاسب ہیں اور اللہ تعالیٰ خالق، پھر پسند یا ناپسند خلق کے علاوہ ہیں، اور یہ

پسند اور ناپسند بھی بندوں کے تعلق سے ہے، اور اسی پر جزا و سزا مرتب ہوتی ہے۔

اور عبادت (بندگی) سے مراد نماز روزہ ہی نہیں، پوری زندگی کو آقا کی مرضی کے تابع کرنے کا نام عبادت ہے، اور علماء نے انسان کی زندگی کو پانچ اقسام میں گھیرا ہے: عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور معاشرت (رہن سہن) ان پانچوں میں اللہ نے احکام دیئے ہیں، ان کی تعمیل کا نام عبادت ہے۔

میں اُن سے کوئی روزینہ نہیں چاہتا، اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں —— یہ آقا اور غلام کی مثال ہے —— بے شک اللہ تعالیٰ ہی سب کو روزی پہنچانے والے، مضبوط قوت والے ہیں —— یعنی اُن کی بندگی سے میرا کچھ فائدہ نہیں، انہی کا نفع ہے، میں وہ مالک نہیں جو غلاموں سے کہے: میرے لئے کما کر لاؤ یا میرے سامنے کھانا لاکر رکھو، میری ذات ان تخیلات سے پاک اور برتر ہے، میں ان سے اپنے لئے روزی کیا طلب کرتا، خود ان کو اپنے پاس سے روزی پہنچاتا ہوں، بھلا مجھ جیسے زور آور اور قادر و توانا کو تمہاری خدمات کی کیا حاجت ہوسکتی ہے؟ بندگی کا حکم صرف اس لئے دیا گیا ہے کہ تم میری شہنشاہی اور عظمت و کبریائی کا قولاً و فعلاً اعتراف کرکے میرے خصوصی الطاف و مراحم کے مورد و مستحق بنو:

من نہ کردم خلق تا سُودے کنم ❁ بلکہ تا بر بندگاں جُودے کنم

(میں نے مخلوق اس لئے نہیں بنائی کہ کچھ نفع اٹھاؤں ❁ بلکہ اس لئے بنائی ہے کہ بندوں پر سخاوت کروں)

(فوائد شبیری)

اللہ کا دین قبول نہ کرنے والوں کو الٹی میٹم

اگر مکہ کے ظالم (مشرک) فہمائش کے باوجود اللہ کا دین قبول نہیں کرتے تو وہ جان لیں کہ ان کا شرارت کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے، جیسے گذرے ہوئے ان کے بھائی بندوں کا شرارت کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا تو عذاب آیا اور وہ صفحۂ ہستی سے مٹا دیئے گئے، مشرکین مکہ کے لئے بھی ایک وعدہ کا دن ہے، اس کو آنے دو، جلدی مت مچاؤ، کیونکہ کام وقت پر ہوتا ہے۔ مراد قیامت کا دن ہے، یا اس سے پہلے ہی کوئی دن سزا کا آجائے، چنانچہ مشرکین مکہ کو بدر میں خاصی سزا ملی۔

﴿ فَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا یَسْتَعْجِلُوْنِ ۝ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِهِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ۝ ﴾:

ترجمہ: پس بیشک ناانصافوں (مشرکوں) کا ڈول بھر چکا ہے، جیسے ان کے ساتھیوں کا ڈول بھر چکا تھا، پس وہ مجھ سے عذاب جلدی طلب نہ کریں، کیونکہ منکرین کے لئے ہلاکت ہے اُن کے اُس دن میں جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا ہے!

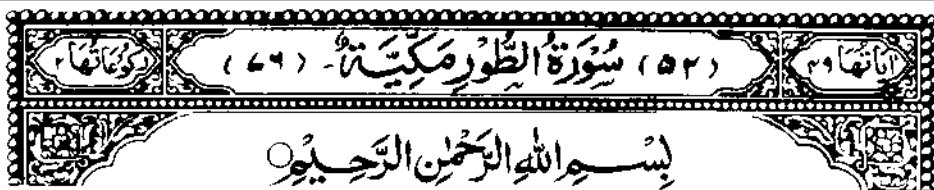
﴿ ۷؍ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۷؍ مارچ سن ۲۰۱۶ء ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الطّور

یہ مکی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۷۶ ہے، یعنی مکی دور کے آخر کی سورت ہے، اور پہلے لفظ سے نام رکھا ہے، اس کا موضوع بھی مکی سورتوں کی طرح آخرت اور رسالت ہے، توحید کا بیان اس سورت میں نہیں ہے، سورت آخرت کے بیان سے شروع ہوئی ہے، پھر رسالت کا بیان ہے، اور آخر میں نبی ﷺ کی تسلی فرمائی ہے۔

گذشتہ سورت عذاب کی دھمکی ﴿ یُوْعَدُوْنَ ﴾ پر پوری ہوئی تھی، یہ سورت اسی کے تحقق وقوع: ﴿ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ﴾ سے شروع ہوئی ہے، پہلے چار شواہد (نظائر) سے جو حقیقۃً یا حکماً وعدے ہیں استدلال کیا ہے کہ عذابِ آخرت کا وعدہ یقینی ہے۔



وَالطُّوْرِ ۙ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ﴿۲﴾ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ﴿۳﴾ وَّالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ﴿۴﴾ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۙ﴿۵﴾ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۙ﴿۶﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿۷﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۙ﴿۸﴾ یَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۙ﴿۹﴾ وَّتَسِیْرُ الْجِبَالُ سَیْرًا ۭ﴿۱۰﴾ فَوَیْلٌ یَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِیْنَ ۙ﴿۱۱﴾ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ خَوْضٍ یَّلْعَبُوْنَ ۘ﴿۱۲﴾

وَالطُّوْرِ (۱)	طور پہاڑ کی قسم!	مَّسْطُوْرٍ	لکھی ہوئی کی	مَّنْشُوْرٍ (۴)	پھیلی ہوئی
وَكِتٰبٍ (۲)	اور کتاب	فِیْ رَقٍّ (۳)	پتلی کھال میں	وَّالْبَیْتِ	قسم اللہ کے گھر

(۱) والطور: چار جگہ واو قسمیہ ہے (۲) وکتاب: میں واو عاطفہ ہے، منشور تک ایک قسم ہے (۳) رق: پتلی کھال، پہلے اس پر مختصر تحریریں لکھتے تھے، کسریٰ کے نام والا نامہ ہرن کی کھال پر لکھا تھا (۴) منشور: دستاویز کی طرح پھیلی ہوئی، جس کو گول لپیٹتے ہیں۔

الْمَعْمُوْرِ	آباد کئے ہوئے کی	مَا لَهٗ	نہیں ہے اس کو	سَیْرًا	چل کر
وَالسَّقْفِ	قسم چھت	مِنْ دَافِعٍ	کوئی ہٹانے والا	فَوَیْلٌ	پس بری گت بنے گی
الْمَرْفُوْعِ	بلند کی ہوئی کی	یَّوْمَ (۲)	جس دن	یَّوْمَئِذٍ	اس دن
وَالْبَحْرِ	قسم سمندر	تَمُوْرُ (۳)	لرز جائے گا	لِّلْمُكَذِّبِیْنَ	جھٹلانے والوں کی
الْمَسْجُوْرِ (۱)	کھولائے ہوئے کی	السَّمَآءُ	آسمان	الَّذِیْنَ	جو
اِنَّ عَذَابَ	بے شک سزا	مَوْرًا	کپکپا کر	هُمْ	وہ
رَبِّكَ	تیرے رب کی	وَّ تَسِیْرُ	اور پھریں گے	فِیْ خَوْضٍ (۴)	فضول باتوں میں
لَوَاقِعٌ	ضرور ہونے والی ہے	الْجِبَالُ	پہاڑ	یَّلْعَبُوْنَ	کھیل رہے ہیں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

چار وعدوں کی طرح قیامت کا وعدہ بھی ضرور پورا ہوگا

پہلا وعدہ: موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ آپ طور پر آئیں، آپ کو تورات دی جائے گی، چنانچہ گئے اور تورات شریف ملی، دس احکام تو پتلی کھال پر لکھے، باقی تورات لکڑی کی تختیوں پر لکھی، یہ تورات وحی غیر متلوّ (احادیث شریفہ) کی شکل میں ملی تھی، اللہ کا کلام نہیں تھا، ورنہ اس میں تبدیلی ممکن نہ ہوتی، فرشتہ کا یا موسیٰ علیہ السلام کا کلام تھا، اور: ﴿ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِی الْاَلْوَاحِ ﴾: اور لکھا ہم نے ان کے لئے تختیوں میں [الاعراف ۱۴۵] میں اضافت تشریف (عزت بڑھانے) کے لئے ہے، جیسے: ﴿ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ ﴾: پس جب ہم اس کو پڑھیں [القیامہ ۱۸] یعنی جب فرشتہ پڑھے، اور اللہ کی طرف اضافت تشریف کے لئے ہے، بہر حال وعدہ پورا ہوا، اور تورات شریف ملی۔

سوال: طور پہاڑ پر پتلی کھال، لکڑی کی تختیاں اور لکھنے کا سامان کہاں سے آیا؟

جواب: موسیٰ علیہ السلام اکیلے طور پر تھوڑے گئے ہونگے، خدام بھی ساتھ ہونگے، وہاں چالیس دن ٹھہرنا ہوا تھا، کھانے پینے کی ضرورت پیش آئی ہوگی، اس کا انتظام خدام نے کیا ہوگا، یہ چیزیں بھی انہیں سے منگوائی ہونگی۔

دوسرا وعدہ: آسمانوں کے اوپر بھی اللہ کا گھر ہے، جس کو 'بیتِ معمور' کہتے ہیں، اس سے اللہ تعالیٰ نے حکماً وعدہ کیا

---

(۱) المسجور: اسم مفعول: خوب گرم کیا ہوا، سَجَرَ (ن) سَجْرًا التنورَ: تنور کو گرم کرنا، ﴿ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ﴾: اور جب سمندر ابلیں گے [التکویر ۶] (۲) یوم: واقع کا ظرف ہے (۳) مَارَ الشیئُ (ن) مَوْرًا: کسی چیز میں لہریں اٹھنا، حرکت کرنا۔ (۴) فی خوض: یلعبون سے متعلق ہے، خاض فی الماء: پانی میں گھسنا، خاض فی الحدیث: فضول باتیں کرنا۔

ہے کہ اس کو عبادت کرنے والوں سے آباد کریں گے، چنانچہ اس کی عبادت کے لئے اتنے فرشتے پیدا کئے ہیں کہ جو ایک مرتبہ عبادت کر کے نکلتے ہیں ان کا قیامت تک نمبر نہیں آتا، جبکہ روزانہ ستر ہزار فرشتے عبادت کے لئے داخل ہوتے ہیں، اس طرح یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔

تیسرا وعدہ: آسمان سے اللہ تعالیٰ نے حکماً وعدہ کیا ہے کہ اس کو بہت اونچا بنائیں گے، کیونکہ جو چیز جتنی اونچی ہوتی ہے اتنی وسیع ہوتی ہے، اس لئے آسمان بہت اونچا بنایا، آسمان اتنا کشادہ بنایا کہ ہمارے نظام شمسی جیسے کئی نظام (کہکشاں) اس میں سمائے ہوئے ہیں، پھر بھی وہ چھت کی طرح قریب نظر آتا ہے، اس طرح یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔

چوتھا وعدہ: مخلوق کو روزی پہنچانے کا وعدہ کیا ہے، اس کا انتظام یہ کیا کہ تین چوتھائی زمین پر پانی پیدا کیا، اور اس کے نیچے آگ (Heat) رکھی جس سے سمندر ہمیشہ کھولتے رہتے ہیں، اور جو بھاپ اٹھتی ہے اس کو ہوائیں فضاء میں ابھارتی ہیں، وہاں بادل بنتے ہیں، پھر ہوائیں ان کو لے چلتی ہیں، اور حسبِ حکم الٰہی وہ خشکی پر برستے ہیں، اس سے زمین میں سبزہ اگتا ہے، اور اس طرح مخلوقات کو روزی ملتی ہے، اس طرح یہ وعدہ بھی پورا ہوا۔

مقسم علیہ کا بیان: اسی طرح اللہ کا وعدہ ہے کہ ایک دن یہ دنیا ختم کر دی جائے گی، اور دوسری دنیا آباد ہوگی، یہ وعدہ بھی سچا ہے، ضرور پورا ہو کر رہے گا، پھر دوسری دنیا میں نیکوکاروں کو ان کی نیکی کا صلہ ملے گا، اور تکذیب میں مشغول لوگوں کی بری گت بنے گی ——— یہ دن جب آئے گا کہ آسمان لرز جائے گا، اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے، اس دن آخرت کی تکذیب کرنے والوں کو سخت سزا دی جائے گی۔

﴿ وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۝ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۝ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۝ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۝ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: طور (پہاڑ) کی قسم، اور لکھی ہوئی کتاب کی، پھیلائی ہوئی پتلی کھال میں، اور آباد کئے ہوئے اللہ کے گھر کی قسم! اور بلند کی ہوئی چھت کی قسم! اور کھولائے ہوئے سمندر کی قسم! بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا، کوئی اس کو ہٹا نہیں سکتا، جس دن آسمان تھرانے لگے گا، اور پہاڑ چلتے پھریں گے، پس اس دن تکذیب کرنے والوں کی بری گت بنے گی، جو فضول باتوں میں کھیل رہے ہیں۔

يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ

اِنَّمَا تُجۡزَوۡنَ مَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۶﴾

یَوۡمَ	جس دن	الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ بِهَا	جو تھے تم اس کی	فَاصۡبِرُوۡۤا	پس صبر کرو
یُدَعُّوۡنَ [1]	بے رحمی سے دھکے	تُکَذِّبُوۡنَ	تکذیب کرتے	اَوۡ لَا تَصۡبِرُوۡا	یا صبر نہ کرو
	دیئے جائیں گے وہ	اَفَسِحۡرٌ	کیا پس جادو ہے	سَوَآءٌ عَلَیۡکُمۡ	یکساں ہے تم پر
اِلٰی نَارِ	آگ کی طرف	هٰذَاۤ	یہ	اِنَّمَا	اس کے سوا نہیں کہ
جَهَنَّمَ	دوزخ کی	اَمۡ اَنۡتُمۡ	یا تم	تُجۡزَوۡنَ	بدلہ دیئے جا رہے ہو تم
دَعًّا [2]	دھکے دینا	لَا تُبۡصِرُوۡنَ	دیکھتے نہیں	مَا کُنۡتُمۡ	اس کا جو تھے تم
هٰذِهِ النَّارُ	یہ آگ ہے	اِصۡلَوۡهَا	داخل ہو واس میں	تَعۡمَلُوۡنَ	کیا کرتے

آخرت کی تکذیب کرنے والوں کی سزا

(یاد کرو) جس دن وہ لوگ (آخرت کی تکذیب کرنے والے) آتشِ دوزخ کی طرف (میدانِ حشر سے) دھکے دے کر لائے جائیں گے (جب وہ دوزخ پر پہنچیں گے تو ان سے کہا جائے گا:) یہ وہی دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے، پس کیا یہ جادو ہے؟ (دنیا میں تم انبیاء کی باتوں کو جادو کہا کرتے تھے، اب بتاؤ یہ واقعی حقیقت ہے یا نظر کا دھوکا ہے؟) —— یا تمہیں کچھ سوجھتا نہیں! (جیسے دنیا میں تمہیں کچھ سوجھتا نہیں تھا، اب بھی نہیں سوجھتا!) —— اس میں گھسو! پھر خواہ صبر کرو یا نہ کرو، دونوں یکساں ہیں —— روؤ گے چلاؤ گے تو کوئی فریاد نہیں سنے گا، اور دم سادھے رہوگے تو خون کے گھونٹ پیوگے، دونوں حالتیں برابر ہیں، اب تم پر کچھ رحم نہیں کیا جائے گا —— جیسا تم کیا کرتے تھے ویسا ہی تمہیں بدلہ دیا جا رہا ہے —— ذرہ بھر ظلم نہیں کیا جا رہا!

اِنَّ الۡمُتَّقِیۡنَ فِیۡ جَنّٰتٍ وَّنَعِیۡمٍ ﴿۱۷﴾ فٰکِهِیۡنَ بِمَاۤ اٰتٰىهُمۡ رَبُّهُمۡ ۚ وَوَقٰىهُمۡ رَبُّهُمۡ عَذَابَ الۡجَحِیۡمِ ﴿۱۸﴾ کُلُوۡا وَاشۡرَبُوۡا هَنِیۡٓـئًۢا بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّکِـِٕیۡنَ عَلٰی سُرُرٍ مَّصۡفُوۡفَةٍ ۚ وَزَوَّجۡنٰهُمۡ بِحُوۡرٍ عِیۡنٍ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَاتَّبَعَتۡهُمۡ ذُرِّیَّتُهُمۡ بِاِیۡمَانٍ اَلۡحَقۡنَا بِهِمۡ

(۱) دَعَّهُ (ن) دَعًّا: بے رحمی کے ساتھ کسی کو دھکّے دینا: ﴿ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ ﴾: یتیم کو دھکے دیتا ہے (۲) دَعًّا: مفعول مطلق برائے تاکید ہے۔

ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنٰهُم مِّنْ عَمَلِهِم مِّن شَيْءٍ ۚ كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿٢١﴾ وَأَمْدَدْنٰهُم بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿٢٢﴾ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَأْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَأْثِيْمٌ ﴿٢٣﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿٢٤﴾ وَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَاءَلُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَالُوْا إِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْ أَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ﴿٢٧﴾ إِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۖ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ﴿٢٨﴾

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ	بیشک اللہ سے ڈرنے والے	هَنِيْٓـًٔا (۳)	رچ پچ کر (خوشگوار)	وَاتَّبَعَتْهُمْ	اور پیروی کی ان کی
فِيْ جَنّٰتٍ	باغات میں	بِمَا	بعوض اس کے جو	ذُرِّيَّتُهُمْ	ان کی اولاد نے
وَّنَعِيْمٍ (۱)	اور نعمتوں میں ہیں	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ	کیا کرتے تھے تم	بِاِيْمَانٍ	ایمان کے ساتھ
فٰكِهِيْنَ (۲)	خوش ہونے والے	مُتَّكِـِٕيْنَ	ٹیک لگائے ہوئے	اَلْحَقْنَا	ملایا ہم نے
بِمَآ	اس چیز سے جو	عَلٰي سُرُرٍ (۴)	تختوں پر	بِهِمْ	ان کے ساتھ
اٰتٰىهُمْ	دی ان کو	مَّصْفُوْفَةٍ (۵)	صف میں بچھے ہوئے	ذُرِّيَّتَهُمْ	ان کی اولاد کو
رَبُّهُمْ	ان کے رب نے	وَزَوَّجْنٰهُمْ	اور نکاح میں دی ہم	وَمَآ	اور نہیں
وَوَقٰىهُمْ	اور بچایا ان کو		نے ان کے	اَلَتْنٰهُمْ (۸)	کم کیا ہم نے ان سے
رَبُّهُمْ	ان کے رب نے	بِحُوْرٍ (۶)	گوری عورتیں	مِّنْ عَمَلِهِمْ	ان کے اعمال میں سے
عَذَابَ	عذاب سے	عِيْنٍ (۷)	بڑی آنکھوں والیاں	مِّنْ شَيْءٍ	کچھ بھی
الْجَحِيْمِ	دوزخ کے	وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	كُلُّ امْرِئٍ	ہر انسان
كُلُوْا وَاشْرَبُوْا	کھاؤ اور پیو	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	بِمَا كَسَبَ	بعوض اس کے جو کمایا اس نے

(۱) نعیم (بروزن فعیل) اس میں مفرد جمع برابر ہیں (۲) فاکهین: المتقین کا حال ہے، فَكِهَ (س) فَكَهًا وَفَكَاهَةً: خوش طبع ہونا، فَكِهَ بِه: لطف اندوز ہونا، مزے لینا (۳) هنیئا (بروزن فعیل) فاعل کی ضمیر سے حال ہے، هَنَأَ (ف) الطعامَ: کھانے کو مزے دار بنانا، رچنا پچنا: خوش گوار جزوِ بدن ہونے والا۔ (۴) سرر: سریر کی جمع: تخت، چوکی، گدّی (۵) مصفوفة: قطار میں بچھائے ہوئے، جیسے جلسہ میں گاؤ تکیے دیوار سے لگا کر رکھتے ہیں (۶) حور: حوراء کی جمع: گوری۔ (۷) عین: عیناء کی جمع: بڑی آنکھوں والی (۸) أَلَتَ (ض) أَلْتًا: کم کرنا، حق مارنا۔

رَهِيْنٌ	گروی ہے	عَلَيْهِمْ	ان کے پاس	مُشْفِقِيْنَ	ڈرنے والے
وَاَمْدَدْنٰهُمْ (۱)	اور کمک پہنچائی ہم نے	غِلْمَانٌ لَّهُمْ	ان کے نابالغ لڑکے	فَمَنَّ	پس احسان کیا
	ان کو	كَاَنَّهُمْ	گویا وہ	اللّٰهُ	اللہ نے
بِفَاكِهَةٍ	میوں سے	لُؤْلُؤٌ	موتی ہیں	عَلَيْنَا	ہم پر
وَّلَحْمٍ	اور گوشت سے	مَّكْنُوْنٌ	چھپا کر رکھے ہوئے	وَوَقٰنَا	اور بچایا ہمیں
مِّمَّا	اس میں سے جس کو	وَاَقْبَلَ	اور متوجہ ہوا	عَذَابَ	عذاب سے
يَشْتَهُوْنَ	وہ چاہیں گے	بَعْضُهُمْ	ان کا ایک	السَّمُوْمِ	لُو (دوزخ) کے
يَتَنَازَعُوْنَ	چھینا جھپٹی کریں گے وہ	عَلٰى بَعْضٍ	دوسرے پر	اِنَّا كُنَّا	بے شک ہم تھے
فِيْهَا	جنت میں	يَّتَسَآءَلُوْنَ	ایک دوسرے سے	مِنْ قَبْلُ	اس سے پہلے
كَاْسًا	ایسے جام میں		پوچھ رہے ہیں	نَدْعُوْهُ	پکارتے تھے ہم اس کو
لَّا لَغْوٌ	(کہ) نہ بک بک ہے	قَالُوْٓا	کہا انھوں نے	اِنَّهٗ	بے شک وہ
فِيْهَا	اس میں	اِنَّا كُنَّا	بے شک ہم تھے	هُوَ	ہی
وَّلَا تَاْثِيْمٌ (۲)	اور نہ گناہ میں ڈالنا	قَبْلُ	قبل ازیں	الْبَرُّ	نیک سلوک کرنے والے
وَيَطُوْفُ	اور گھومیں گے	فِيْٓ اَهْلِنَا	اپنے گھر والوں میں	الرَّحِيْمُ	بڑے مہربان ہیں

آخرت میں نیک مؤمنین کا انجام

اب مکذبین کے انجام کے بالمقابل نیک مؤمنین کا انجام بیان فرماتے ہیں، قرآن کا یہی اسلوب ہے۔

﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۝ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓــًٔـا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾:

کلی حال: ـــــ بے شک پرہیزگار باغوں میں اور نعمتوں میں ہونگے، مزے سے لیں گے جو چیزیں ان کو ان کے پروردگار دیں گے ـــــ یہ مثبت پہلو سے حال بیان کیا ـــــ اور ان کے پروردگار نے ان کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھا ـــــ یہ منفی پہلو سے حال بیان کیا ـــــ رچ پچ کر کھاؤ پیؤ اپنے اعمال کے صلہ میں ـــــ یہ عام حال بیان کیا۔

تفسیر: دنیا میں جن بندوں نے اللہ سے ڈرتے ہوئے زندگی گذاری ہے وہ آخرت میں بالکل مامون اور بے فکر

(۱) أَمَدَّ إِمْدَادًا: اضافہ کرنا، کمک: وہ فوجی جو فوج کی مدد کے لئے بھیجے جائیں (۲) تاثیم: باب تفعیل کا مصدر: گناہ میں ڈالنا۔

ہونگے، ہر قسم کے عیش وآرام کے سامان ان کے لئے حاضر رہیں گے، اور یہی انعام کیا کم ہے کہ دوزخ کے عذاب سے اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا (از فوائد)

﴿ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ﴾

جنتیوں کی مجلس کا حال: —— تکیہ لگائے ہوئے (بیٹھے ہونگے) برابر برابر بچھائے ہوئے تختوں پر —— یعنی جنتی بادشاہوں کی طرح اپنے اپنے تختوں پر بیٹھے ہونگے، اور تخت قرینہ سے بچھے ہوئے ہونگے، سب کے چہرے آمنے سامنے ہونگے، کسی کا چہرہ دوسرے کی پیٹھ کی طرف نہیں ہوگا۔

﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ۝ ﴾

کاملین کی اولاد کو ان کے ساتھ ملایا جائے گا: —— اور جو لوگ ایمان لائے، اور ان کی اولاد نے ایمان میں ان کا ساتھ دیا: ہم ان کی اولاد کو ان کے ساتھ ملائیں گے —— یعنی اولاد کو آبائے کاملین کے درجہ میں پہنچادیں گے، تاکہ ان کو سکون قلبی حاصل ہو، اولاد کے پاس ہونے سے کلیجا ٹھنڈا ہوتا ہے، البتہ ملانے کے لئے شرط یہ ہے کہ اولاد مؤمن ہو، اگرچہ اعمال میں کوتاہ ہو۔

اور ہم ان کے اعمال سے ذرا بھی کم نہیں کریں گے —— یعنی آباء کاملین کے اعمالِ صالحہ میں سے کچھ حصہ اولاد کو دے کر برابر نہیں کریں گے، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کا درجہ بڑھائیں گے۔

قاعدہ ہے: —— ہر شخص اپنے اعمال کے بدل گروی ہے —— ہزار روپے قرض لے کر گھڑی گروی رکھی، پس جب قرض ادا کرے گا تب گھڑی ملے گی —— اور یہ ضابطہ کلیہ ہے، مثبت ومنفی دونوں پہلوؤں سے ہے یعنی اَپ گریڈ تو کرسکتے ہیں، ڈاؤن گریڈ نہیں کرسکتے، مؤمن کو اس کے درجہ سے نیچے اتار دیا جائے: ایسا نہیں کرسکتے، البتہ اولاد کو آباء کے درجہ میں پہنچادیا جائے: ایسا کرسکتے ہیں کہ یہ فضل واحسان ہے: ﴿ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ! ﴾: اسی طرح گناہ کی سزا زیادہ نہیں دے سکتے، البتہ معاف کرسکتے ہیں کہ یہ بھی فضل ہے۔

﴿ وَ اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝ ﴾

جنتیوں کے لئے نعمتوں کا تار باندھ دیا جائے گا: —— اور ہم ان کو کمک پہنچائیں گے میووں اور دل پسند گوشت سے —— تار باندھنا یعنی کسی کام کو مسلسل کرنا، اور کمک پہنچانا: یعنی بڑے لشکر کی مدد کے لئے پیچھے سے فوج بھیجنا، جن میووں اور گوشت کے لئے جنتیوں کا جی چاہے گا: بے طلب بھی وہ چیزیں حاضر کی جائیں گی، اور مسلسل بھیجی جائیں گی۔

﴿ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ۝ ﴾

شرابِ طہور اور خوش طبعی: ـــــ وہ جنت میں چھینا جھپٹی کریں گے، ایسے جام میں جس میں نہ بک بک ہوگی نہ گناہ میں مبتلا کرنا ـــــ جنت کی شراب میں محض نشاط اور لذت ہوگی، نشہ، بکواس اور فتورِ عقل وغیرہ کچھ نہ ہوگا، پس اس کو پی کر کسی گناہ کا سوال ہی نہیں، اور جب شراب طہور کا دور چلے گا تو جنتی بطور خوش طبعی کے ایک دوسرے سے چھینا جھپٹی کریں گے، مگر جام وسبو ٹوٹیں گے نہیں!

﴿ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ۝ ﴾

جنتیوں کے خدام: ـــــ اور ان کے پاس ان کے (خدام) لڑکے آتے جاتے رہیں گے، گویا وہ چھپا کر رکھے ہوئے موتی ہیں ـــــ یہ حوروں کی طرح جنت کی مخلوق ہیں، چھپا کر رکھے ہوئے موتیوں کی طرح یعنی صاف شفاف اور پاکیزہ۔

﴿ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ۝ ﴾

جنتیوں کو روحانی خوشی: ـــــ اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر باتیں کریں گے، کہیں گے: بے شک ہم اس سے پہلے (دنیا میں) اپنے گھروں میں ڈرتے تھے ـــــ کہ دیکھئے! مرنے کے بعد کیا انجام ہو؟ یہ کھٹکا برابر لگا رہتا تھا ـــــ پس اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں لو کے عذاب سے (دوزخ کے عذاب سے) بچایا، بے شک ہم قبل ازیں (دنیا میں) اسی کی عبادت کیا کرتے تھے (اسی کو پکارا کرتے تھے) بے شک وہ بڑے محسن بڑے مہربان ہیں۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ ۝ اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝

فَذَكِّرْ	پس سمجھائیں آپ	رَبِّكَ	آپ کے رب کے	اَمْ يَقُوْلُوْنَ[1]	یا کہتے ہیں وہ
فَمَآ اَنْتَ	پس نہیں ہیں آپ	بِكَاهِنٍ	جنات سے خبریں لینے والے	شَاعِرٌ	شاعر ہے
بِنِعْمَتِ	فضل سے	وَّلَا مَجْنُوْنٍ	اور نہ پاگل	نَّتَرَبَّصُ	انتظار کرتے ہیں ہم

(۱) اَم: حرفِ عطف استفہام کے معنی دیتا ہے، یہ پندرہ مرتبہ آیا ہے، کہیں استفہام کا ترجمہ کیا ہے کہیں حرفِ عطف کا۔

بِهٖ	اس کے بارے میں	اَمْ تَاْمُرُهُمْ	کیا حکم دیتی ہیں ان کو	بَلْ	بلکہ
رَيْبَ (۱)	حادثہ	اَحْلَامُهُمْ	ان کی عقلیں	لَّا يُؤْمِنُوْنَ	ایمان نہیں لاتے وہ
الْمَنُوْنِ (۲)	موت کا	بِهٰذَآ	اس بات کا	فَلْيَاْتُوْا	پس چاہئے کہ لائیں وہ
قُلْ	کہیں	اَمْ هُمْ	یا وہ	بِحَدِيْثٍ	کوئی کلام
تَرَبَّصُوْا	انتظار کرو	قَوْمٌ	لوگ ہیں	مِّثْلِهٖٓ	قرآن کے مانند
فَاِنِّيْ	پس بے شک میں	طَاغُوْنَ	سرکش (شرارتی)	اِنْ	اگر
مَعَكُمْ	تمہارے ساتھ	اَمْ يَقُوْلُوْنَ	یا کہتے ہیں وہ	كَانُوْا	ہوں وہ
مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ	انتظار کرنے والوں سے ہوں	تَقَوَّلَهٗ (۳)	گھڑ لیا ہے اس کو	صٰدِقِيْنَ	سچے

رسالت کا بیان

رسول پر چار تبصرے

اب آخر تک رسالت کا بیان ہے، منکرین کی سزا کے بعد مؤمنین کا انجام بیان کیا تھا، اب پھر بات پیچھے لوٹ رہی ہے، فرماتے ہیں: آپ مکذبین کو سمجھاتے رہیں، نصیحت کرتے رہیں، اوران کی بکواس سے دل گیر (غم گیں) نہ ہوں، وہ کبھی آپ کو کاہن کہتے ہیں، کبھی مجنون، کاہن: جنات سے باتیں لے کر غیب کی باتیں بتانے والا اور دیوانہ اِدھر اُدھر کی بکتا ہے، اس کی تردید میں فرمایا کہ اللہ کے فضل وکرم سے آپ نہ کاہن ہیں نہ مجنون!

اور کبھی وہ آپ کو شاعر قرار دیتے تھے، اور کہتے تھے: شعراء بہت گذرے ہیں، سب مرکھپ گئے، یہ بھی چند دنوں میں ٹھنڈے ہوجائیں گے، پھر ان کا کوئی نام لیوا نہ ہوگا، اس کے جواب میں کہلوایا: اچھا تم میرا انجام دیکھتے رہو، میں تمہارا انجام دیکھ رہا ہوں، آئندہ فیصلہ ہوگا: کون کامیاب ہوتا ہے اور کون خائب وخاسر!

پھر اِن تینوں باتوں کے تعلق سے فرمایا کہ یہ باتیں تمہاری عقلوں کا فیصلہ ہے یا حماقت کی ہانک رہے ہو؟ کاہنوں کی بے تکی باتوں میں اور قرآن کے حکیمانہ اصول میں فرق نہیں کرسکتے؟ اسی طرح دیوانے کی بے معنی بڑ میں اور قرآن کی پُر حکمت باتوں میں فرق نہیں جانتے؟ اور شاعری تو تمہاری گھٹی میں پڑی ہوئی ہے: کیا قرآن شاعری ہے؟ جو اس کے پیش کرنے والے کو شاعر کہتے ہو، حقیقت میں یہ شرارت کی باتیں ہیں، ان کو ماننا نہیں اس لئے یہ باتیں کہہ رہے ہیں۔

(۱) رَیب: رَابَ یَرِیْبُ کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: شک میں ڈالنا، لیکن جب زمانہ کے ساتھ اس کا استعمال ہوتا ہے تو 'گردش' کے معنی ہوتے ہیں، اس لئے کہ حادثہ کا وقت بھی معلوم نہیں (۲) المنون: اسم ہے: موت، ریب المنون: حادثۂ موت (۳) تقوُّل: باب تفعّل: بہ تکلف کہنا، بات گھڑنا، بناوٹ کرنا۔

اور ایک بات مکذبین یہ بھی کہتے تھے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں، خود بناتے ہیں اور اللہ کے نام لگاتے ہیں، یہ بات بھی وہ اس لئے کہتے تھے کہ انہیں ماننا نہیں، ورنہ ہمیں میداں ہمیں چوگاں! تم بھی قرآن کا مثل بنالاؤ، تم تو فصاحت کے دعویدار ہو، قصیدے کعبہ پر لٹکاتے ہو، یہیں آزمائش ہو جائے، ورنہ تمہاری بات پادر ہوا ہے۔

آیاتِ پاک: — پس آپؐ سمجھاتے رہیں، آپؐ بفضلِ تعالیٰ نہ کاہن ہیں نہ دیوانے! — کیا وہ کہتے ہیں کہ ایک شاعر ہے، اس کے بارے میں ہم حادثۂ موت کا انتظار کرتے ہیں — آپ کہیں: تم انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں — کیا ان کی عقلیں ان کو اس بات کا حکم دیتی ہیں یا وہ شریر لوگ ہیں؟ — یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے قرآن کو خود گھڑ لیا ہے! — بلکہ ان کو ماننا نہیں — پس چاہئے کہ کوئی کلام لائیں قرآن جیسا اگر وہ سچے ہیں۔

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴿٣٥﴾ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۚ بَلْ لَا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ﴿٣٧﴾ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۖ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ﴿٣٩﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ ﴿٤٠﴾ أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٤١﴾ أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا ۖ فَالَّذِينَ كَفَرُوا هُمُ الْمَكِيدُونَ ﴿٤٢﴾ أَمْ لَهُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۚ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٤٣﴾

أَمْ خُلِقُوا	کیا پیدا کئے گئے ہیں	بَلْ	بلکہ	أَمْ لَهُمْ	یا ان کے لئے
مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ	بغیر کسی چیز کے	لَا يُوقِنُونَ	یقین نہیں کرتے وہ	سُلَّمٌ	سیڑھی ہے
أَمْ هُمُ	یا وہ	أَمْ عِنْدَهُمْ	یا ان کے پاس	يَسْتَمِعُونَ	سنتے ہیں وہ
الْخَالِقُونَ	پیدا کرنے والے ہیں	خَزَائِنُ	خزانے ہیں	فِيهِ	اس میں
أَمْ خَلَقُوا	یا پیدا کیا ہے انھوں نے	رَبِّكَ	آپ کے رب کے	فَلْيَأْتِ	پس چاہئے کہ لائے
السَّمَاوَاتِ	آسمانوں کو	أَمْ هُمُ	یا وہ	مُسْتَمِعُهُمْ (۲)	ان کا سننے والا
وَالْأَرْضَ	اور زمین کو	الْمُصَيْطِرُونَ (۱)	کنٹرولر (ذمہ دار) ہیں	بِسُلْطَانٍ	کوئی سند (دلیل)

(۱) الْمُصَيْطِر: اسم فاعل، صاد، سین سے بدلا ہوا ہے، سَيْطَرَ (رباعی) علیہ: نگرانی کرنا، کنٹرول کرنا، قابو میں کرنا (۲) مُسْتَمِع: اسم فاعل، مِن: محذوف ہے أی مُسْتَمِعٌ منهم: ان میں سے سننے والا۔

مُّبِيْنٍ	واضح (کھلی)	مُّثْقَلُوْنَ (۲)	بوجھل ہیں	هُمُ	وہ
اَمْ لَهُ	یا اس کے لئے	اَمْ عِنْدَهُمُ	یا ان کے پاس	الْمَكِيْدُوْنَ (۳)	چال چلے ہوئے ہیں
الْبَنٰتُ	بیٹیاں ہیں	الْغَيْبُ	غیب ہے	اَمْ لَهُمْ	یا ان کے لئے
وَلَكُمُ	اور تمہارے لئے	فَهُمْ	پس وہ	اِلٰهٌ	کوئی معبود ہے
الْبَنُوْنَ	بیٹے ہیں	يَكْتُبُوْنَ	لکھتے ہیں	غَيْرُ اللهِ	اللہ کے علاوہ
اَمْ تَسْئَلُهُمْ	یا آپ ان سے مانگتے ہیں	اَمْ يُرِيْدُوْنَ	یا وہ چاہتے ہیں	سُبْحٰنَ	پاک ہیں
اَجْرًا	کوئی مزدوری	كَيْدًا	کوئی مکر	اللهِ	اللہ تعالیٰ
فَهُمْ	پس وہ	فَالَّذِيْنَ	پس جنھوں نے	عَمَّا	اس سے جس کو
مِّنْ مَّغْرَمٍ (۱)	تاوان سے	كَفَرُوْا	انکار کیا	يُشْرِكُوْنَ	شریک ٹھہراتے ہیں وہ

سات باتیں جو پیغمبر پر ایمان لانے سے مانع ہیں

پہلی بات: —— کیا منکرین نبوت یہ خیال کرتے ہیں کہ ان کے اوپر کوئی خدا نہیں، جس کی بات ماننی ضروری ہو، کیا وہ اپنے خیال میں بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہوگئے ہیں، یا انھوں نے خود ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اس لئے وہ اپنی کائنات میں جو چاہیں کریں، ان کو روکنے ٹوکنے والا کون ہے۔

اگر ان کا یہ خیال ہے تو وہ مہمل اور باطل ہے، کائنات کا اور خود ان کا ایک خالق و مالک ہے، اس پر ایمان لانا ضروری ہے، اور وہ جس کو اپنا نمائندہ بنائے اس کو ماننا بھی ضروری ہے، مگر ان کو اس کی توفیق کہاں؟

﴿ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: کیا وہ لوگ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے (خود بخود) پیدا ہوگئے ہیں، یا وہ (خود کو) پیدا کرنے والے ہیں؟ یا انھوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ ان لوگوں کو یقین نہیں آتا!

دوسری بات: —— کیا مکذبین کا یہ خیال ہے کہ زمین وآسمان تو اللہ نے بنائے ہیں، مگر اللہ نے اپنے خزانوں کا مالک ان کو بنادیا ہے، وہی خزانوں پر کنٹرولر ہیں، اس لئے جس کو نبوت سے سرفراز کیا جائے، ان کی اجازت سے کیا جائے —— ان کا یہ کہنا بھی جہل محض ہے، کیونکہ: ﴿ لِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾: اللہ ہی کے ہیں سب خزانے آسمانوں اور

(۱) مَغْرَم: اسم مصدر: تاوان، ڈنڈ، عوض۔ (۲) مُثْقَل: اسم مفعول: بوجھ لادا ہوا (۳) المکید: اسم مفعول: چال چلا ہوا، چال میں گرفتار۔

زمین کے [المنافقون ۷] پس اللہ جس کو نبوت سے سرفراز کرنا چاہیں کریں، ان کو کسی سے پرمیشن لینے کی ضرورت نہیں۔

﴿ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَیْطِرُوْنَ ﴾

ترجمہ: یا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں، یا وہ (محکمۂ نبوت کے) ذمہ دار ہیں۔

تیسری بات: —— یا ان کا یہ دعوی ہے کہ ان کے پاس سیڑھی ہے، اس سے وہ آسمان پر چڑھ جاتے ہیں، اور اللہ سے براہِ راست باتیں سن آتے ہیں، پھر کسی بشر کا اتباع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ —— جواب: جس کا یہ دعوی ہے وہ اپنی سند اور حجت پیش کرے، بلکہ اُن کے دعوے کے خلاف اُن کا یہ اعتقاد دلیل ہے کہ اللہ کے لئے بیٹیاں ہیں اور ان کے لئے بیٹے ہیں یعنی وہ خود اپنے لئے بیٹے پسند کرتے ہیں اور اللہ کے حصہ میں بیٹیاں لگاتے ہیں، کیا وہ یہ عیب کی بات اللہ سے سن آئے ہیں، یہ تو ان کا خود ساختہ اعتقاد ہے، اللہ کے یہاں سے کہاں آیا ہے؟

﴿ اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ یَّسْتَمِعُوْنَ فِیْهِ فَلْیَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ۝ اَمْ لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے، جس پر چڑھ کر (اللہ کی باتیں) وہ سن آتے ہیں؟ —— اگر ایسا (دعوی ہے) تو جو شخص باتیں سن آتا ہے وہ کوئی واضح دلیل پیش کرے، کیا اللہ کے لئے بیٹیاں ہیں، اور ان کے لئے بیٹے ہیں —— یعنی یہ عقیدہ تو ان کے دعوے کی تردید کرتا ہے۔

چوتھی بات: —— کیا وہ لوگ آپؐ کی بات اس لئے نہیں مانتے کہ آپؐ ان سے تبلیغ دین پر بھاری معاوضہ طلب کرتے ہیں، جس کا وہ تحمل نہیں کر سکتے —— جواب: تمام انبیاء انسانیت کی بے لوث خدمت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں: ﴿ یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مَالًا ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ﴾: اے میری قوم! میں تم سے تبلیغ پر کچھ مال نہیں مانگتا، میرا معاوضہ تو صرف اللہ پر ہے [ہود ۲۹] پس یہ بات بھی ایمان کے لئے مانع نہیں بن سکتی!

﴿ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: کیا آپؐ ان سے کوئی معاوضہ طلب کرتے ہیں؟ پس وہ تاوان ان کو گراں معلوم ہوتا ہے!

پانچویں بات: —— کیا خود ان پر اللہ تعالیٰ اپنی وحی بھیجتے ہیں، اور پیغمبروں کی طرح ان کو اپنے بھیدوں سے واقف کرتے ہیں، جس کو وہ لکھ لیتے ہیں، جیسے انبیاء کی وحی لکھی جاتی ہے، اس لئے ان کو آپؐ کی پیروی کی ضرورت نہیں —— جواب: ظاہر ہے ایسا نہیں، پھر وہ اللہ کی راہ نمائی پیغمبر کی پیروی کے بغیر کیسے حاصل کریں گے؟

﴿ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: یا ان کے پاس غیب کا علم ہے، جس کو وہ لکھ لیتے ہیں۔

چھٹی بات: —— اگر یہ سب باتیں نہیں ہیں تو کیا وہ نبی کے ساتھ کوئی داؤ چلنا چاہتے ہیں، تا کہ خفیہ تدبیروں سے

اسلام کو مغلوب کردیں ـــــ اگر ایسی کوئی بات ہے تو وہ جان لیں کہ ان کے داؤ پیچ انہیں پر الٹ جائیں گے، وہ خود مغلوب ہوکر نابود ہوجائیں گے!

﴿ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ۭ فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: یا وہ کوئی چال چلنا چاہتے ہیں؟ (اگر ایسا ہے) تو منکرین خود ہی اپنی چال میں گرفتار ہونگے!

ساتویں بات: ـــــ کیا ان کا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے، جس سے وہ زندگی میں راہ نمائی حاصل کرتے ہیں، اس لئے انہیں پیغمبر کی پیروی کی ضرورت نہیں؟ ـــــ جواب: اللہ کی ذات پاک ہے کہ کوئی اس کا شریک ہو، پس اس کی ہدایت اس کے رسول ہی کے ذریعہ حاصل ہوسکتی ہے۔

﴿ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: یا ان کے لئے اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ ـــــ پاک ہیں اللہ تعالیٰ اس سے جس کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں!

وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاۗءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ۝ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ۝ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـــًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ وَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ۝

رکوع

وَاِنْ يَّرَوْا	اور اگر دیکھیں وہ	مَّرْكُوْمٌ (۲)	تہ بہ تہ جما ہوا	يُصْعَقُوْنَ (۳)	بے ہوش کئے جائیں گے
كِسْفًا (۱)	ٹکڑے	فَذَرْهُمْ	پس چھوڑیے ان کو	يَوْمَ	جس دن
مِّنَ السَّمَاۗءِ	آسمان کے	حَتّٰى	یہاں تک کہ	لَا يُغْنِيْ	نہیں کام آئے گی
سَاقِطًا	گرنے والے	يُلٰقُوْا	ملاقات کریں وہ	عَنْهُمْ	ان کے
يَّقُوْلُوْا	کہیں گے وہ	يَوْمَهُمُ	ان کے اس دن سے	كَيْدُهُمْ	ان کی چال
سَحَابٌ	بادل ہے	الَّذِيْ فِيْهِ	جس میں وہ	شَيْـــًٔا	کچھ بھی

(۱) كِسْف: كِسفة کی جمع: ٹکڑا، كَسَفَ الثوبَ: کپڑا کاٹا، كسفت الشمسُ: سورج گہنانا (۲) مرکوم: اسم مفعول، گاڑھا، تہ بہ تہ جما ہوا، رَكَمَ الترابَ: مٹی کا ڈھیر لگایا (۳) يُصْعَق: مضارع مجہول، صَعِقَ کے دو معنی ہیں: چیخ سے بے ہوش ہونا اور مرجانا۔

وَلَا هُمْ	اور نہ وہ	وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ	لیکن ان کے اکثر	بِحَمْدِ	خوبی کے ساتھ
يُنْصَرُوْنَ	مدد کئے جائیں گے	لَا يَعْلَمُوْنَ	جانتے نہیں	رَبِّكَ	اپنے رب کی
وَاِنَّ	اور بے شک	وَاصْبِرْ	اور انتظار کریں آپ	حِيْنَ تَقُوْمُ	جب اٹھیں آپ
لِلَّذِيْنَ	ان لوگوں کیلئے جنھوں نے	لِحُكْمِ رَبِّكَ	اپنے رب کے حکم کا	وَمِنَ الَّيْلِ	اور رات کے حصہ میں
ظَلَمُوْا	ناانصافی کی (شرک کیا)	فَاِنَّكَ	پس بے شک آپ	فَسَبِّحْهُ	پس پاکی بولیں اس کی
عَذَابًا	عذاب ہے	بِاَعْيُنِنَا	ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں	وَاِدْبَارَ	اور پیٹھ پھیرنے کے وقت
دُوْنَ ذٰلِكَ	اس دن سے ورے	وَسَبِّحْ	اور پاکی بیان کریں	النُّجُوْمِ	ستاروں کے

منکرین نہیں مانتے تو ان کو مطلوبہ معجزہ دکھا کر قائل کیا جائے

سوال: سورۃ بنی اسرائیل (آیت ۹۲) میں کفار کا مطالبہ ہے: ﴿ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا ﴾: یا آسمان کو اپنے قول کے مطابق پارہ پارہ کر کے ہم پر گرادیں، اور سورۃ سبا (آیت ۹) میں ہے: ''یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرادیں، تاکہ نبی ﷺ کی صداقت ظاہر ہو، یہ مطالبہ پورا کردیا جائے، اور اس طرح ان کو قائل کیا جائے۔

جواب: ان کی یہ فرمائش پوری کردی جائے تو بھی وہ قائل نہیں ہونگے، وہ اس کی تاویل کریں گے، کہیں گے کہ یہ آسمان کا ٹکڑا نہیں، یہ تو گاڑھا بادل ہے، اور بادل تو گرتے ہی رہتے ہیں، ایسے معاندوں سے قبولیت کی کیا توقع کی جاسکتی ہے۔

﴿ وَاِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ ﴾

ترجمہ: اور اگر وہ آسمان کے ٹکڑوں کو گرتا ہوا دیکھیں تو کہیں گے: یہ تہ بہ تہ جما ہوا بادل ہے۔

مکذبین کا علاج تو بس قیامت کے دن ہوگا

آخر میں فرماتے ہیں کہ ایسے معاندوں کے پیچھے پڑنے کی ضرورت نہیں، قیامت کا دن آنے دیجئے، جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو ان کے ہوش اڑ جائیں گے (یا وہ مرجائیں گے) اس دن ان کی کوئی چال نہیں چلے گی، نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

﴿ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ۝ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: پس چھوڑیں ان کو، یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ پڑے جس میں ان کے ہوش اڑ جائیں گے، اس دن ان کی کوئی تدبیر ان کے کچھ کام نہ آئے گی، اور نہ ان کی مدد کی جائے گی۔

کفار قیامت سے پہلے بھی سزا پائیں گے

اکثر کفار کو خبر نہیں کہ آخرت کے عذاب سے ورے دنیا میں بھی ان کے لئے ایک سزا ہے جو مل کر رہے گی، یہ سزا جنگِ بدر میں اور اس کے بعد کی جنگوں میں ملی۔

﴿ وَاِنَّ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴾

ترجمہ: اور بے شک ظالموں (مشرکوں) کے لئے اس (قیامت) سے پہلے بھی سزا ہے، مگر ان کے اکثر لاعلم ہیں!

مسلمان اوراد میں مشغول رہیں

فی الحال (مکی دور میں) نبی ﷺ اور مؤمنین صبر وسکون کے ساتھ فیصلۂ خداوندی کا انتظار کریں، دن پلٹنے والے ہیں، اور آپؐ کو مخالفین کی طرف سے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچے گا، آپؐ اللہ کی حفاظت میں ہیں، ابھی سب تسبیح وتحمید اور عبادت گذاری میں لگے رہیں، خصوصاً جب سو کر اٹھیں یا مجلس سے اٹھیں، اور رات کے حصہ میں یعنی تہجد کے وقت اور صبح صادق کے بعد جب ستارے غائب ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔

﴿ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْیُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۝ وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ۝ ﴾

ترجمہ: اور آپؐ اپنے رب کے فیصلہ کا انتظار کریں، پس آپؐ یقیناً ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، اور آپؐ اپنے رب کی خوبی کے ساتھ پاکی بیان کریں، جب آپؐ اٹھیں، اور رات کے حصہ میں پس اس کی پاکی بیان کریں، اور ستاروں کے پیٹھ پھیرنے کے وقت۔

تفسیر: سورۃ قٓ (آیات ۳۹ و ۴۰) میں پانچ فرض نمازوں کو پابندی سے پڑھنے کا حکم تھا، یہاں ان کے علاوہ اوراد کی پابندی کا حکم ہے، اوراد شریعت کی طرف سے لازم نہیں، یہ نفل اعمال ہیں، جنت کے بلند درجات حاصل کرنے کے لئے ہیں، مگر جب کوئی مؤمن بندہ کسی نفل عمل کو ورد (وظیفہ) بنالے تو اس کی واجب کی طرح پابندی ضروری ہے، اور اوراد کو اوقات میں تقسیم کرنا چاہئے، اس آیت میں تین اوقات کا ذکر ہے: جب سو کر اٹھے تو ذکر کرتا ہوا اٹھے، پھر تہجد گذار ہے تو تہجد کے بعد اوراد پڑھے، اور فجر کے بعد اٹھے تو نماز فجر سے پہلے یا بعد میں تسبیحات، تلاوت اور اذکار کرے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں۔

﴿ بحمدہ تعالیٰ ۱۱ر جمادی الاخری ۱۴۳۷ھ مطابق ۱۷ر مارچ سن ۲۰۱۶ء کو سورۃ الطّور کی تفسیر پوری ہوئی ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ النجم

یہ مکی دور کے ابتداء کی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۲۳ ہے، پہلے لفظ سے نام رکھا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سب سے پہلی سورت جس میں سجدۂ تلاوت ہے وہ سورۃ النجم ہے (بخاری شریف حدیث ۴۸۶۳) اور یہی سورت نبی ﷺ نے سب سے پہلے برملا پڑھ کر سنائی ہے (روح) اس سورت کا موضوع: رسالت، توحید اور آخرت ہے، مکی سورتوں کے یہی موضوع ہیں، اور گذشتہ سورت رسالت کے مضمون پر پوری ہوئی تھی: یہ سورت اسی سے شروع ہورہی ہے، گذشتہ سورت کے آخری الفاظ تھے: ﴿ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴾ اور اس سورت کی ابتداء میں ستارے کی قسم ہے، پس یہ غایت درجہ مناسبت ہے۔

اور بخاری شریف میں حدیث (نمبر ۱۰۶۷) ہے: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے مکہ میں سورۃ النجم تلاوت فرمائی پس آپؐ نے اس میں سجدہ کیا اور آپؐ کے ساتھ جتنے لوگ تھے سب نے سجدہ کیا، سوائے ایک سیٹھ کے، اس نے کنکریوں کی یا مٹی کی ایک مٹھی بھری اور اس کو پیشانی کی طرف اٹھایا اور کہا: میرے لئے یہ کافی ہے (ابن مسعودؓ کہتے ہیں:) میں نے اس کو بعد میں دیکھا، وہ کفر کی حالت میں مارا گیا۔

تشریح: مکی دور کا واقعہ ہے، ایک مجلس میں آنحضور ﷺ نے سورۃ النجم تلاوت فرمائی اس مجلس میں مسلمانوں کے علاوہ مشرکین اور انسانوں کے علاوہ جنات بھی تھے، جب آپؐ نے سورت ختم کی تو سجدۂ تلاوت کیا، پس مجلس میں موجود سبھی لوگوں نے سجدہ کیا، مگر امیہ بن خلف نے سجدہ نہیں کیا، اس نے زمین سے مٹی اٹھائی اور پیشانی سے لگائی اور کہا: میرے لئے یہ کافی ہے، اس مجلس میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ فرماتے ہیں: اس موقع پر جس نے بھی سجدہ کیا دیر سویر اس کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی، مگر امیہ بن خلف ایمان کی دولت سے محروم رہا اور جنگ بدر میں مارا گیا۔

اور کفار نے اس موقع پر سجدہ اس لئے کیا تھا کہ سورۃ النجم نہایت فصیح و بلیغ سورت ہے پھر زبان نبوت نے وہ سورت تلاوت کی تھی اس لئے سماں بندھ گیا، اور جب حضور اکرم ﷺ نے سجدہ کیا تو بے اختیار کفار بھی سجدے میں گر پڑے، بعد میں جب ان کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو انھوں نے خفت مٹانے کے لئے الغرانیق العلی والا واقعہ گڑھا، اور کہنا شروع

کیا کہ ہم نے سجدہ اس لئے کیا تھا کہ محمد (ﷺ) نے ہماری مورتیوں کی تعریف کی تھی، انھوں نے کہا تھا: تلك الغرانيقُ العُلٰى، وإِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرتَجى: وہ (تین بت) عالم بالا کے پرندے ہیں، اور ان کی سفارش بالیقین قبول کی جائے گی۔ اس سورت میں تین بتوں کا یعنی لات، منات اور عزیٰ کا ذکر ہے، کفار نے کہنا شروع کیا کہ محمد (ﷺ) نے ان بتوں کی تعریف کی اور ان کو طائرانِ لاہوتی (عالم بالا کے پرندے یعنی فرشتے) قرار دیا اور یہ بھی کہا کہ ان کی سفارش ضرور قبول کی جائے گی، اس لئے ہم نے سجدہ کیا۔

مگر سوال یہ ہے کہ یہ جملے آپؐ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے تھے تو کس جگہ پڑھے گئے تھے؟ اس کے لئے کوئی موزوں جگہ بتاؤ؟ پوری سورت میں کوئی بھی جگہ ان کلمات کے لئے موزوں نہیں، اور صاحب جلالین نے جہاں ان کو فٹ کیا ہے وہ تو بالکل ہی غیر موزوں جگہ ہے، بھلا: ایک طرف قرآن ان بتوں کو کنڈم بھی کرے پھر وہیں ان کی تعریف بھی کرے، اس سے زیادہ بے تکی بات کیا ہوسکتی ہے؟

الغرض الْغَرَانِيقُ الْعُلٰى والا واقعہ محض بے اصل اور من گھڑت ہے اور مفسر محلّی پر اللہ رحم کریں انھوں نے تحقیق کے بغیر اس واقعہ کو لے لیا، اور اس پر ستم یہ ڈھایا کہ تاویل کی کہ یہ جملے حضور ﷺ نے نہیں کہے تھے بلکہ آپؐ کی آواز میں شیطان نے پڑھے تھے، اس قسم کی تاویلیں اور من گھڑت واقعات سے شیطان سلمان رشدی کو دَغَل فَصَلَ (فساد) کا موقع ملا، اور اس نے "شیطانی آیات" نامی ناول لکھا، اس کی ناول کا حاصل یہ ہے کہ جب شیطان محمد (ﷺ) کی آواز میں وحی کے درمیان کچھ بھی پڑھ سکتا ہے تو اس وحی کا کیا اعتبار؟

سجود تلاوت کتنے ہیں؟

سجود تلاوت کی تعداد میں اختلاف ہے، اور یہ اختلاف دو باتوں پر مبنی ہے، ایک: مفصلات کے سجدے (النجم، الانشقاق، العلق) مشروع ہیں یا منسوخ؟ دوم: سورۃ الحج میں دو سجدے ہیں یا ایک؟ اور سورہ صٓ میں سجدہ ہے یا نہیں؟ امام مالک رحمہ اللہ مفصلات کے سجدے تسلیم نہیں کرتے وہ کہتے ہیں: یہ سجدے مکی دور میں تھے، مدنی دور میں منسوخ ہوگئے ہیں، پس ان کے نزدیک سجود تلاوت گیارہ ہیں، اور امام شافعی رحمہ اللہ سورۃ الحج میں دو سجدے مانتے ہیں اور سورہ صٓ کا سجدہ نہیں مانتے۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ سورہ ص میں سجدہ مانتے ہیں اور سورۃ الحج میں ایک سجدہ مانتے ہیں، پس ان دونوں اماموں کے نزدیک سجود تلاوت کی تعداد چودہ ہے۔ اور امام احمد رحمہ اللہ سورۃ الحج میں دو سجدوں کے قائل ہیں، اور سورہ صٓ کا سجدہ بھی تسلیم کرتے ہیں پس ان کے نزدیک آیات سجدہ کی تعداد پندرہ ہے۔

(۵۳) سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ (۲۳)

اٰیاتہا ۶۲ — رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿۲﴾ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿۴﴾ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ﴿۶﴾ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴿۹﴾ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ﴿۱۰﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾

وَالنَّجْمِ (۱)	ستارے کی قسم	اِلَّا وَحْيٌ	مگر وحی	بِالْاُفُقِ	آسمان کے کنارے پر تھا
اِذَا هَوٰى (۲)	جب وہ گرے!	يُّوْحٰى (۵)	جو کی گئی	الْاَعْلٰى	اونچے
مَا ضَلَّ (۳)	راستے سے نہیں ہٹے	عَلَّمَهٗ	سکھلایا ان کو	ثُمَّ دَنَا	پھر قریب آیا
صَاحِبُكُمْ	تمہارے ساتھی	شَدِيْدُ	مضبوط	فَتَدَلّٰى (۸)	پس لٹک آیا
وَمَا غَوٰى (۴)	اور نہ بھٹکے	الْقُوٰى (۶)	قوتوں والے نے	فَكَانَ	پس تھا وہ
وَمَا يَنْطِقُ	اور نہیں بولتے وہ	ذُوْ مِرَّةٍ (۷)	طاقت ور	قَابَ قَوْسَيْنِ (۹)	کمان کی تانت کے بقدر
عَنِ الْهَوٰى	اپنی خواہش سے	فَاسْتَوٰى	پس سیدھا بیٹھا	اَوْ اَدْنٰى	یا اس سے بھی کم
اِنْ هُوَ	نہیں ہے وہ (کلام)	وَهُوَ	درانحالیکہ وہ	فَاَوْحٰى	پس وحی کی اللہ نے

(۱) النجم: اسم جنس، کوئی بھی تارہ، ایک یا زیادہ (۲) هَوىٰ يَهْوِىْ (ض) هُوِيًّا: اوپر سے نیچے گرنا، غروب ہونا (۳) ضلَّ ضلالاً: گم راہ ہونا، صحیح راستہ سے معمولی ہٹ جانا (۴) غوىٰ يَغْوِىْ (ض) غَيًّا وغَوايةً: سخت گمراہ ہونا، صحیح راستہ سے دور جا پڑنا (۵) جملہ یوحی: وحی کی صفت ہے (۶) القوی: القوۃ کی جمع (۷) المِرَّة: طاقت، دوسرے معنی: رسّی مضبوط بٹنا، مضبوط بٹی ہوئی رسّی مضبوط ہوتی ہے (۸) تَدَلّٰی: ڈول کا لٹکنا، بلندی سے اترنا۔ (۹) القاب: کمان کی تانت کے وسط سے کنارہ تک کا فاصلہ، پس ایک تانت میں دو قاب ہوتے ہیں، اس لئے قاب قوسین کے معنی ہیں: کمان کی ایک تانت کے بقدر، ←

اِلٰی عَبْدِہٖ	اپنے بندے کی طرف	نَزْلَۃً (۳)	ایک مرتبہ	مَا یَغْشٰی	جو چیز چھارہی تھی
مَآ اَوْحٰی	جو وحی کی	اُخْرٰی	اور بھی	مَا زَاغَ (۵)	نہیں ٹیڑھی ہوئی
مَا کَذَبَ (۱)	نہیں غلطی کی	عِنْدَ سِدْرَۃِ	بیری کے درخت کے پاس	الْبَصَرُ	نظر
الْفُؤَادُ	دل نے	الْمُنْتَھٰی	باڑر (آخری حد) کی	وَمَا طَغٰی	اور نہ حد سے بڑھی
مَا رَاٰی	اس میں جو دیکھا اس نے	عِنْدَھَا	اس کے پاس	لَقَدْ	البتہ تحقیق
اَفَتُمٰرُوْنَہٗ (۲)	کیا پس تم اس سے جھگڑتے ہو	جَنَّۃُ	باغ ہے	رَاٰی	دیکھی اس نے
عَلٰی مَا یَرٰی	اس میں جو دیکھا اس نے	الْمَاْوٰی (۴)	ہمیشہ رہنے کا	مِنْ اٰیٰتِ	نشانیوں سے
وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	اِذْ یَغْشَی	(یاد کرو) جب چھارہی تھی	رَبِّہِ	اس کے رب کی
رَاٰہُ	دیکھا اس نے اس کو	السِّدْرَۃَ	بیری کے درخت پر	الْکُبْرٰی	بڑی

رسالت کا بیان

وحیِ متلوّ (قرآن کی وحی) کی درمیانی کڑیوں کی توثیق

توثیق: مضبوطی، پختگی۔ قرآنِ کریم رب العالمین کا پیام محبت ہے، اپنے بندوں کے نام، مگر وہ واسطہ درواسطہ بھیجا گیا ہے، جبرئیل علیہ السلام نے نبی ﷺ کو پہنچایا، پھر انھوں نے لوگوں کو سنایا، مگر دونوں واسطوں کا اُس کلام میں ابلاغ کے علاوہ کوئی دخل نہیں، ان آیاتِ پاک میں اُن دونوں واسطوں کی توثیق کا بیان ہے کہ یہ دونوں واسطے صدفی صد قابل اعتماد ہیں، اور اُن میں سے ایک نے دوسرے کو خوب پہچانا ہے، نبی ﷺ نے دو مرتبہ جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا ہے، اس لئے وہ نبی ﷺ کے لئے انجانے نہیں۔

اور بات یہاں سے شروع کی ہے کہ ستاروں کے احوال میں غور کرو، وہ طلوع سے غروب تک ٹھیک اپنی مدار (راستہ) پر چلتے ہیں، سرِ مو اِدھر اُدھر نہیں ہوتے، اسی طرح نبی ﷺ سیدھے راستہ سے ایک انچ بھی نہیں ہٹے، نہ سیدھے راستہ

← یعنی بہت قریب —— اور آیت میں لفظی قلب ہے، اصل قابینِ قوسٍ تھا، مضاف کے یاءنون کو مضاف الیہ کی طرف منتقل کر دیا پس قاب قوسین ہوا، مگر معنی اصل کے باقی ہیں (تفصیل تحفۃ القاری ۹: ۵۲۱ میں ہے) پس 'دو کمانوں' ترجمہ صحیح نہیں۔

(۱) کَذَبَ (ض) کِذْبًا: غلطی ہونا، کَذَبَ الظَّنُّ: گمان غلط ہوا، جھوٹ بھی غلط ہوتا ہے اس لئے اس کو کِذب کہتے ہیں (۲) مَارَاہ مُمَارَاۃً: جھگڑنا، حجت بازی کرنا (۳) نزلۃ: مصدر: ایک مرتبہ اترنا (۴) الماوی: اسم ظرف: ٹھہرنے کی جگہ، أوی یَأْوِی (ض) ٹھکانا پکڑنا (۵) زَاغَ (ض) زَیْغًا عنہ: ٹیڑھا ہونا۔

سے دور جا پڑے ہیں، وہ تمہارے ساتھی ہیں، انھوں نے چالیس سال تمہارے درمیان گذارے ہیں، ان کی ایک ایک بات سے تم واقف ہو، ان کا قدم کبھی سیدھے راستہ سے نہیں ڈگمگایا، تم ان کو الصادق الأمین (سچے امانت دار) کہتے تھے، اب وہ کلامِ الٰہی پیش کر رہے ہیں، یہ ان کا اپنا کلام نہیں، وہ ایسی خیانت نہیں کر سکتے، وہ اتنا بڑا جھوٹ کیسے بول دیں گے، وہ جو کلام پیش کر رہے ہیں وہ بالیقین اللہ کا کلام ہے، جو ان کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجا گیا ہے، اور وحی لانے والا فرشتہ (جبرئیل علیہ السلام) ایک طاقت ور مضبوط باڈی کا فرشتہ ہے، احتمال ہی نہیں کہ راستہ میں شیطان اس پر اثر انداز ہو جائے۔

اور نبی ﷺ نے اس فرشتہ کو اس کی اصلی شکل میں دو مرتبہ دیکھا ہے:

ایک مرتبہ: وہ فرشتہ ان کے سامنے اصلی صورت میں نمودار ہوا، اس وقت وہ آسمان کے بلند کنارے پر تھا، پھر وہ اتر آیا، اور کمان کی تانت کے بقدر رہ گیا، بلکہ اس سے بھی نزدیک آ گیا، اور وہ جو وحی لایا تھا وہ پہنچائی، اس وقت نبی ﷺ نے اس فرشتہ کو دیکھا اور پہچانا، اور پہچاننے میں دل نے کوئی غلطی نہیں کی ـــــ پس اب تمہارا یہ کہنا کہ یہ کلام اس نے خود بنالیا ہے: کیا جھگڑے کی بات نہیں؟

دوسری مرتبہ: نبی ﷺ نے اس فرشتہ کو اس کی اصلی صورت میں اس وقت دیکھا ہے جب آپؐ معراج میں تشریف لے گئے، جب آپؐ باڈر کی بیری پر پہنچے تو جبرئیل اپنی اصلی صورت میں آپؐ کو نظر آئے، شروع سے وہ انسانی شکل میں ساتھ تھے۔

اور باڈر کی بیری سے جنت کا ایریا شروع ہوتا ہے، وہ درخت حد فاصل ہے، اوپر والے یہاں تک اترتے ہیں اور نیچے والے یہاں تک چڑھتے ہیں، جب نبی ﷺ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ سونے کے پتنگے اس کو لپٹ رہے ہیں، اس کی وجہ سے وہ درخت انتہائی خوبصورت معلوم ہو رہا ہے، فرمایا: ''میں اس کی خوبصورتی بیان ہی نہیں کر سکتا!'' وہاں نبی ﷺ کو جو دکھلانا منظور تھا وہی آپؐ نے دیکھا، نظر نہ کج ہوئی نہ حد سے بڑھی، وہاں آپؐ نے قدرتِ الٰہی کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

خلاصہ: یہ کہ دونوں واسطے ایک دوسرے کو خوب پہچانتے ہیں، ایسے با اعتماد وسائط کے ذریعہ جو کلام نازل کیا گیا ہے اس کو مان لو، حجت بازی مت کرو!

﴿ وَالنَّجْمِ إِذَا هَوٰى ۝ ﴾: ـــــ قسم ستارے کی جب وہ غروب ہوا ـــــ یہ مقسم بہ ہے، اور آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا ہے: ''جب وہ طلوع ہوا'' کیونکہ طلوع ہوگا جبھی غروب ہوگا، اس لئے فہم قاری پر اعتماد کر کے آدھا مضمون چھوڑ دیا ہے، ستارے طلوع سے غروب تک سیدھے چلتے ہیں، اِدھر اُدھر نہیں ہوتے، یہی نبی ﷺ کا حال ہے۔

﴿ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝﴾ —— تمہارے ساتھی (محمد ﷺ) نہ گم راہ ہوئے نہ بھٹکے! —— یہ مقسم علیہ ہے، یعنی نبی ﷺ جوتمہارے درمیان زندگی گذار رہے ہیں، جن کے احوال سے تم خوب واقف ہو: عنفوانِ شباب سے آج تک بالکل پاکیزہ زندگی گذار رہے ہیں، آج تک ان کی چال پر کوئی حرف نہیں آیا، ستاروں کے احوال اس کی نظیر ہیں، پس اب ایکدم ان کی چال کیسے بدل گئی کہ وہ اللہ پر جھوٹ بولنے لگے؟ ضلال: گمراہی کا ابتدائی درجہ ہے اور غوایت اعلی درجہ، جیسے ریل کی پٹری ایک انچ کے فاصلہ سے جدا ہوتی ہے، پھر فاصلہ بڑھتا جاتا ہے، پس ضلال: راہ سے بے راہ ہوجانا ہے، اور غوایت بھٹک کر دور چلا جانا ہے۔

﴿ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾ —— اور وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتے ○ وہ (جو کلام پیش کررہے ہیں وہ) وحی ہی ہے، جوان کی طرف کی گئی ہے —— آیت کا منطوق (مدلول اولیں) وحی متلو یعنی قرآنِ کریم ہے، مگر لفظ عام ہے، یتلو کے بجائے ینطق فرمایا ہے، اور تفسیر کا اصول ہے کہ نص کے الفاظ عام ہوں تو حکم مورد کے ساتھ خاص نہیں رہتا، عام ہوتا ہے، پس احادیث شریفہ بھی آیت میں مراد ہیں، وہ بھی وحی غیر متلو ہیں —— یہاں تک قریبی واسطہ یعنی نبی ﷺ کا ذکر ہے۔

﴿ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝﴾

ترجمہ: ان کو (نبی ﷺ کو) ایک طاقتور فرشتہ نے (جبرئیل علیہ السلام نے) تعلیم کی ہے، جو مضبوط باڈی والا ہے، پس وہ اپنی اصلی صورت میں نمودار ہوا، درانحالیکہ وہ آسمان کے بلند کنارہ پر تھا، پھر وہ قریب آیا، پس نیچے اتر آیا، پس کمان کی ایک تانت کے بقدر رہ گیا، بلکہ اور بھی قریب آگیا، پھر اللہ نے اپنے بندے کی طرف وحی کی جو (اس وقت) فرمانی منظور تھی (نبی ﷺ کے) دل نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی، کیا پس تم اس سے جھگڑتے ہو اس کی دیکھی ہوئی چیز میں؟ —— یہ دوسرے واسطہ کا ذکر ہے، اور اس کو پہلی مرتبہ دیکھنے کا تذکرہ ہے، ان آیات کے مضمرات کو سمجھنے کے لئے چند باتیں عرض ہیں:

۱- عربوں میں تعلیم کا طریقہ تلقین ہے، ایک پڑھتا ہے دوسرا سنتا ہے، جبرئیلؑ قرآن پڑھ کر سناتے تھے، نبی ﷺ کو سنتے ہی یاد ہوجاتا تھا، یہ آپؐ کی خصوصیت تھی۔

۲- جبرئیل علیہ السلام بڑے طاقتور فرشتے ہیں، ان کے چھ سو بازو (ہاتھ) ہیں، اور انھوں نے اپنی ایڑی ماری تھی تو زمین کے سوتے ٹوٹ کر زمزم کا چشمہ پھوٹ نکلا تھا۔

۳-باڈی (جسم) ہر مخلوق کی ہوتی ہے، کسی مخلوق کی خاکی، کسی کی ناری، کسی کی نوری، حضرت جبرئیل علیہ السلام کا نورانی جسم ہے، مادی (خاکی یا ناری) نہیں۔

۴-بخاری شریف میں حدیث (نمبر۴) ہے: نبی ﷺ نے فرمایا: ''دریں اثنا کہ میں چل رہا تھا، میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے اپنی نظر اٹھائی، اچانک وہ فرشتہ جو میرے پاس غارِ حراء میں آیا تھا آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، پس میں اس سے گھبرایا، اور میں گھر لوٹا، اور میں نے کہا: مجھے کپڑا اڑھاؤ، مجھے کپڑا اڑھاؤ! پس فرشتہ اتر کر قریب آیا، اور سورۃ المدثر کی شروع کی پانچ آیتیں پڑھیں —— یہ نبی ﷺ نے پہلی مرتبہ جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا، ان آیات میں اسی کا ذکر ہے۔

۵-عرب کسی مسافت کا اندازہ کرنے کے لئے مختلف الفاظ بولتے ہیں: مثلاً: کمان برابر، ایک نیزے کے برابر، ایک کوڑے کے برابر، ہاتھ برابر، بانہہ برابر، بالشت بھر، انگل برابر وغیرہ (لغات القرآن ۵:۶۳) پس قاب قوسین ایک اندازہ ہے، تحدید مراد نہیں، قرب بیان کرنا ہے یعنی قریب آکر وحی سنائی۔ اور یہ قریب آنے والے حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے، نبی ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے قریب ہونا مراد نہیں، یہ بات حضرات ابن مسعود وعائشہ رضی اللہ عنہما نے بیان کی ہے، اور ﴿ فَاَوْحٰٓى اِلٰى عَبْدِهٖ ﴾ میں التفات ہے۔

﴿ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝ ﴾

ترجمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ اس نے (نبی ﷺ نے) اس فرشتہ کو ایک مرتبہ اور بھی (اصلی صورت میں معراج میں) دیکھا ہے، باڈر کی بیری کے پاس، اس کے پاس سدا رہنے کی جنت ہے، جب اس بیری کے درخت پر چھا رہی تھیں وہ چیزیں جو چھا رہی تھیں —— بعض روایات میں ہے کہ وہ سنہری پروانے تھے یعنی نہایت خوش رنگ جن کے دیکھنے سے دل کھنچا جائے، اس وقت درخت کی بہار اور رونق اور اس کا حسن وجمال ایسا تھا کہ کسی مخلوق کی طاقت نہیں کہ لفظوں میں بیان کر سکے (فوائد) —— (نبی ﷺ کی) نگاہ نہ تو کج ہوئی اور نہ بڑھی —— یعنی نگاہ اسی چیز پر جمی رہی جس کا دکھلانا منظور تھا، نہ کن انکھیوں سے دوسری چیز دیکھی، نہ نگاہ اٹھا کر —— بخدا! واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے (معراج میں) اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے! —— وہ عجائبات کیا تھے؟

اکنوں کرا دماغ کہ پُرسد ز باغباں ❁ بلبل چہ گفت وگُل چہ شنید؟ وصبا چہ کرد

(اب کس کی ہمت کہ باغبان سے پوچھے ❁ بلبل نے کیا کہا؟ پھول نے کیا سنا؟ اور صبا نے کیا کیا؟)

أَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿١٩﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرٰى ﴿٢٠﴾ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثٰى ﴿٢١﴾ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿٢٢﴾ إِنْ هِيَ إِلَّآ أَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ أَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۚ إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ﴿٢٣﴾ أَمْ لِلْإِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ﴿٢٤﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْأُوْلٰى ﴿٢٥﴾ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْۢ بَعْدِ أَنْ يَّأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ﴿٢٦﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْأُنْثٰى ﴿٢٧﴾ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۚ إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ إِلَّا الظَّنَّ ۚ وَإِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ﴿٢٨﴾ فَأَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ إِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿٣٠﴾

أَفَرَءَيْتُمْ (1)	کیا پس دیکھا تم نے	وَلَهُ الْأُنْثٰى	اور اس کے لئے بیٹیاں	وَاٰبَآؤُكُمْ	اور تمہارے باپ دادوں نے
	(بتلاؤ)	تِلْكَ إِذًا	تب تو یہ	مَآ أَنْزَلَ	نہیں اتاری
اللّٰتَ	لات کو	قِسْمَةٌ	بٹوارہ ہے	اللّٰهُ	اللہ نے
وَالْعُزّٰى	اور عزیٰ کو	ضِيْزٰى (4)	بھونڈا	بِهَا	ان کی
وَمَنٰوةَ	اور منات کو	إِنْ هِيَ	نہیں وہ (مورتیاں)	مِنْ سُلْطٰنٍ	کوئی سند
الثَّالِثَةَ (2)	تیسرا	إِلَّآ أَسْمَآءٌ	مگر چند نام	إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ	نہیں پیروی کرتے وہ
الْأُخْرٰى (3)	پچھلا	سَمَّيْتُمُوْهَا	رکھ لئے ہیں تم نے وہ	إِلَّا الظَّنَّ	مگر گمان کی
أَلَكُمُ الذَّكَرُ	کیا تمہارے لئے بیٹے	أَنْتُمْ	تم نے	وَمَا تَهْوَى (5)	اور اس کی جو چاہتے ہیں

(۱) ہمزہ استفہام آگے مکرر آئے گا، وہاں ترجمہ ہوگا۔ (۲) الثالثة اور الأخرى: مناة کی صفتیں ہیں، اور ان میں ذم کا پہلو ہے۔
(۳) الأخرى: آخَر اور آخِر کا مؤنث ہے، آخَر: دوسرا، آخِر: پچھلا (۴) ضِيزى: صفت یا مصدر: ظالمانہ، منصفانہ، بھونڈی، بہت ناقص، بے ڈھنگی، ضَازَ يَضِيْزُ (اجوف یائی باب ضرب) اور ضَأَزَ يَضْأَزُ (مہموز باب فتح) کے قریب قریب معنی ہیں (۵) وما تهوى الأنفس: واو: عاطفہ، الظن پر معطوف، ما: موصولہ یا مصدریہ، الأنفس کا الف لام عہدی۔

الفاظ	معنی	الفاظ	معنی	الفاظ	معنی
الْاَنْفُسُ	ان کے جی	اللّٰهُ	اللہ کی	مِنَ الْحَقِّ (۲)	حق کے سامنے
وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	لِمَنْ	جس کے لئے	شَيْـًٔا	کچھ بھی
جَآءَهُمْ	پہنچی ان کو	يَّشَآءُ	چاہیں وہ	فَاَعْرِضْ	پس روگردانی کریں آپ
مِّنْ رَّبِّهِمُ	ان کے رب کی طرف سے	وَيَرْضٰى	اور پسند کریں	عَنْ مَّنْ	اس سے جس نے
الْهُدٰى	ہدایت (راہ نمائی)	اِنَّ الَّذِيْنَ	بے شک جو لوگ	تَوَلّٰى	منہ موڑا
اَمْ لِلْاِنْسَانِ	کیا انسان کیلئے ہے	لَا يُؤْمِنُوْنَ	نہیں مانتے	عَنْ ذِكْرِنَا	ہماری نصیحت سے
مَا تَمَنّٰى	جس کی وہ آرزو کرے؟	بِالْاٰخِرَةِ	آخرت کو	وَلَمْ يُرِدْ	اور نہیں چاہی اس نے
فَلِلّٰهِ	پس اللہ کے لئے ہے	لَيُسَمُّوْنَ	البتہ نام رکھتے ہیں وہ	اِلَّا الْحَيٰوةَ	مگر زندگی
الْاٰخِرَةُ	پچھلا (آخرت)	الْمَلٰٓئِكَةَ	فرشتوں کا	الدُّنْيَا	دنیا کی
وَالْاُوْلٰى	اور پہلا (دنیا)	تَسْمِيَةَ	نام رکھنا	ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ	وہ ان کی پہنچ ہے
وَكَمْ	اور بہت سے	الْ [illegible]	[illegible] نانہ	مِّنَ الْعِلْمِ	علمی
مِّنْ مَّلَكٍ	فرشتے ہیں	وَمَا لَهُمْ	[illegible] کو	اِنَّ رَبَّكَ	بے شک آپ کا رب
فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں	بِهٖ	اس [illegible]	هُوَ اَعْلَمُ	وہ خوب جانتا ہے
لَا تُغْنِيْ	نہیں کام آئے گی	مِنْ عِلْمٍ	کچھ بھی خبر	بِمَنْ ضَلَّ	اس کو جو گمراہ ہوا
شَفَاعَتُهُمْ	ان کی سفارش	اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ	نہیں پیروی کرتے وہ	عَنْ سَبِيْلِهٖ	اس کے راستہ سے
شَيْـًٔا	کچھ بھی	اِلَّا الظَّنَّ	مگر گمان کی	وَهُوَ اَعْلَمُ	اور وہ خوب جانتا ہے
اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ	مگر بعد	وَاِنَّ الظَّنَّ	اور بے شک گمان	بِمَنِ اهْتَدٰى	اس کو جس نے راہ پائی
اَنْ يَّاْذَنَ (۱)	اجازت	لَا يُغْنِيْ	نہیں کام آتا	۞	۞

توحید کا بیان

صنم پرستی کی تردید

رسالت کے بعد اب توحید کا موضوع لیتے ہیں، مکہ کے مشرک صنم پرست تھے، اور مشرکوں کے ان گنت خدا ہوتے

(۱) أن یاذن: أن مصدریہ اور یاذن: بتاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ ہے (۲) من الحق: من برائے بدل، عوض، جیسے: ﴿ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ﴾: کیا تم نے آخرت کے بجائے (اس کے بدلہ میں) دنیوی زندگی کو پسند کرلیا [التوبہ ۳۸]

ہیں، ان میں بڑے بھی ہوتے ہیں اور چھوٹے بھی، اور علامہ یاقوت حموی رحمہ اللہ نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ قریش کعبہ کا طواف کرتے ہوئے ایک گیت گاتے تھے: واللّاتِ والعزّٰی، ومناةَ الثالثة الأخرى، هؤلاء الغرانيقُ العُلى، وإن شفاعتهن لَتُرتجى: قسم لات اور عزّیٰ کی اور تھرڈ کلاس دور واقع منات کی، یہ تینوں طائرانِ لاہوتی ہیں (مقرب فرشتے ہیں) اور ان کی سفارش ضرور قبول کی جائے گی۔ لات: طائف والوں کے نزدیک معظم تھا، عزّیٰ کو قریش اور بنی کنانہ وغیرہ بڑا سمجھتے تھے، جو مکہ کے قریب نخلہ مقام میں تھا، اور منات: اوس وخزرج اور خزاعہ کے نزدیک محترم تھا، جو کعبہ شریف سے دور تیسرے درجہ کا بت تھا، یہ مدینہ کے قریب مشلّل میں تھا، اور علامہ یاقوت نے یہ بھی لکھا ہے کہ مشرکین ان بتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے (از فوائد) یہی گیت روایتوں کے راستے تفسیروں میں در آیا، جیسے اہل کتاب کی خرافات اسرائیلی روایات کی راہ سے تفسیروں میں در آئی ہیں۔

مشرکین کی اس صنم پرستی کی چار طرح سے تردید کی ہے:

۱- واہ رے! خود تو بیٹوں کے خواہاں، اور اللہ کی طرف بیٹیاں لگائیں، کیسی بھونڈی اور بے ڈھنگی تقسیم ہے؟ اللہ میں تو صفاتِ کمالیہ ہوتی ہیں، اور لڑکیاں تمہارے نزدیک عیب ہیں، پھر ان کو اللہ کے لئے کیسے ثابت کرتے ہو!

۲- مذکورہ تین دیویاں تو محض نام ہیں، جو مشرکین نے رکھ لئے ہیں، ان کی حقیقت کچھ نہیں، اور اللہ نے ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل بھی نہیں اتاری، اگر یہ مقرب بارگاہ ہوتیں تو اس کی نقلی دلیل ضرور ہوتی۔

۳- مشرکین بے اصل خیالات اور خواہشِ نفس کی پیروی کرتے ہیں، جبکہ پروردگار کی طرف سے ہدایت آچکی ہے، پس چاہئے کہ اس کی پیروی کریں۔

۴- اچھا بتاؤ! تم جو مرادیں ان مورتیوں سے مانگتے ہو تو وہ سب پوری ہو جاتی ہیں؟ نہیں ہوتیں! پھر ان کی پوجا کیوں کرتے ہو؟ —— اختیار سارا اللہ کا ہے، اس دنیا میں بھی اور آنے والی دنیا میں بھی، اس دنیا میں جو چاہیں گے وہ دیں گے اور آنے والی دنیا میں جس کے حق میں چاہیں گے سفارش ہو سکے گی۔

﴿ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰی ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰی ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِیْزٰی ۝ اِنْ هِیَ اِلَّاۤ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَی الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰی ۝ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی ۝ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰی ۝ ﴾

ترجمہ: بتاؤ! لات، عزّیٰ اور تیسری پچھلی منات: کیا تمہارے لئے بیٹے اور اس کے لئے بیٹیاں؟ —— أَفَرَأَيْتُمْ: میں جو ہمزہ استفہام ہے: وہ أَلَكُمْ میں مکرر آیا ہے —— تب تو یہ بے ڈھنگی تقسیم ہے —— یہ پہلی تردید ہے —— وہ

(مورتیاں) چند نام ہیں جو تم نے اور تمہارے اسلاف نے رکھ لئے ہیں ــــ ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں، اور ــــ اللہ نے ان کے معبود ہونے کی کوئی دلیل نہیں اتاری ــــ حالانکہ یہ مسئلہ نقل کا محتاج ہے، یہ دوسری تردید ہے ــــ وہ لوگ بے اصل خیالات اور نفس کی خواہش ہی پر چل رہے ہیں ــــ جس چیز کو ان کا جی چاہتا ہے خدا بنا لیتے ہیں ــــ حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے ــــ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، پس اسی کی پیروی کرنی چاہئے، یہ تیسرا ردّ ہے ــــ کیا انسان کی ہر آرزو پوری ہوجاتی ہے؟ ــــ یعنی مورتیاں ان کی ہر مراد پوری کرتی ہیں؟ نہیں کرتیں، نہ کر سکتی ہیں ــــ پس اللہ ہی کے اختیار میں ہے دنیا وآخرت! ــــ یہ چوتھی تردید ہے۔

اصنام پرستی کی بنیاد ہی غلط ہے

مشرکین مورتیوں کو مقرب فرشتوں کا پیکر (نظر آنے والی صورت) قرار دیتے ہیں، وہ ان کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ خوش ہو کر ان کی مرادیں برلائیں ــــ ان کا یہ خیال: خام ہے، آسمانوں میں بے شک بہت سے مقرب فرشتے ہیں، مگر وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کے لئے سفارش نہیں کر سکتے، نہ کسی کو بامراد کر سکتے ہیں، ہاں جس کے حق میں اللہ تعالیٰ سفارش کرنے کی اجازت دیں اور وہ اس بندے سے راضی بھی ہوں تو وہ بے شک سفارش کر سکتے ہیں، اور وہ سفارش ان کے کام بھی آئے گی، مگر مشرکوں کی تو بخشش ہی نہیں ہوگی، پھر ان کے لئے شفاعت کی اجازت کیسے ہوگی؟ اور ان کی بندگی سے کیا فائدہ ہوگا؟ نہ مورتیاں دنیا میں ان کی کوئی آرزو پوری کر سکتی ہیں، کیونکہ سارا اختیار اللہ کا ہے۔

﴿ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَرْضٰى ۝﴾

ترجمہ: اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں ہیں جن کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی، مگر اللہ کی اجازت کے بعد، جس کے لئے وہ چاہیں، اور پسند کریں۔

جو آخرت کو نہیں مانتے وہ فرشتوں کو زنانی مخلوق سمجھتے ہیں

عام لوگوں کا فرشتوں سے آمنا سامنا قیامت کے دن ہوگا، اس وقت اس کو پتہ چلے گا کہ فرشتے نورانی مخلوق ہیں، نہ مرد ہیں نہ عورت، جیسے آسمان، زمین، ستارے، پہاڑ، درخت وغیرہ بے شمار مخلوقات نہ مرد ہیں نہ عورت، مگر جو لوگ مخبر صادق کی بات نہیں مانتے اور قیامت کا ان کو یقین نہیں وہ فرشتوں کو زنانی مخلوق سمجھتے ہیں اور ان کے زنانے نام رکھتے ہیں، جیسے مذکورہ دیویاں، ان کی یہ بات بھی بے دلیل ہے، وہ محض اٹکل اڑا رہے ہیں، جبکہ حقیقت کے سامنے اٹکل نہیں چلتی، اور قرآن حقیقت بیان کرتا ہے، پس ان کے اوہام وخیالات پا در ہوا (ہوا میں پاؤں) ہیں۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ۝ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۝﴾

ترجمہ: بے شک جولوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کے زنانے نام رکھتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں، وہ بے اصل خیالات ہی پر چل رہے ہیں، اور بے اصل خیالات حق کے سامنے کچھ بھی مفید نہیں!

معاندین کا معاملہ اللہ کے سپرد کردیں

اب توحید کا مضمون پورا ہورہا ہے، جولوگ اللہ کی نصیحت (توحید کی بات) نہیں سنتے: نبی ﷺ ابھی ان سے توجہ ہٹالیں، وہ لوگ آخرت کو بھولے ہوئے ہیں، دنیوی زندگی ہی ان کا مطمح نظر ہے، اسی تک ان کے فہم کی رسائی ہے، پڑے رہنے دیں ان کو ان کی گمراہی میں، اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں: کون گمراہی میں ہے، اور کون راہِ راست پر آگیا ہے، اللہ تعالیٰ ہر ایک سے آخرت میں اس کے حسب حال معاملہ فرمائیں گے (یوں آگے آخرت کا موضوع شروع ہوجائے گا)

﴿فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝﴾

ترجمہ: پس آپ توجہ ہٹالیں اس سے جو ہماری نصیحت کا خیال نہیں کرتا، اور دنیوی زندگی کے سوا اس کا کوئی مقصد نہیں، اسی (دنیوی زندگی) تک اس کے فہم کی رسائی ہے، بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے اس کو جو اللہ کے راستہ سے بھٹکا ہوا ہے، اور وہ خوب جانتا ہے اس کو جو راہِ راست پر ہے!

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝

ع۲

وَلِلّٰهِ	اور اللہ ہی کی ملک ہیں	وَمَا	اور جو چیزیں	لِيَجْزِيَ[1]	تاکہ بدلہ دیں وہ
مَا فِي السَّمٰوٰتِ	جو چیزیں آسمانوں	فِي الْاَرْضِ	زمین میں ہیں	الَّذِيْنَ	ان کو جنھوں نے

(۱) لیجزی: لام عاقبت وصیرورت ہے یعنی کائنات کا انجام یہ ہوگا۔

اَسَآءُوْا	برے کام کئے	وَالْفَوَاحِشَ	اور بے حیائی کے کاموں سے	وَاِذْ اَنْتُمْ	اور جب تھے تم
بِمَا عَمِلُوْا	ان کے کئے ہوئے کاموں کا	اِلَّا اللَّمَمَ (۱)	مگر کچھ آلودگی	اَجِنَّةٌ	بچے
وَيَجْزِيَ	اور بدلہ دیں	اِنَّ رَبَّكَ	بے شک آپ کے رب	فِيْ بُطُوْنِ	پیٹوں میں
الَّذِيْنَ	ان کو جنھوں نے	وَاسِعُ	وسیع	اُمَّهٰتِكُمْ	اپنی ماؤں کے
اَحْسَنُوْا	اچھے کام کئے	الْمَغْفِرَةِ	بخشش والے ہیں	فَلَا تُزَكُّوْا	پس صفائی بیان مت کرو
بِالْحُسْنٰى	اچھا بدلہ	هُوَ اَعْلَمُ	وہ خوب جانتے ہیں	اَنْفُسَكُمْ	اپنی ذاتوں کی
اَلَّذِيْنَ	جو لوگ	بِكُمْ	تم کو	هُوَ اَعْلَمُ	وہ خوب جانتے ہیں
يَجْتَنِبُوْنَ	بچتے ہیں	اِذْ اَنْشَاَكُمْ	جب پیدا کیا تم کو	بِمَنِ اتَّقٰى	اس کو جو (گناہوں
كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ	بڑے گناہوں سے	مِّنَ الْاَرْضِ	زمین سے		سے) بچا

آخرت کا بیان

نیک و بد کا بدلہ دینے کے لئے دوسری دنیا ضروری ہے

اب آخرت کا موضوع لیتے ہیں، یہ موضوع آخر سورت تک چلے گا، بات یہاں سے شروع کی ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کی ملکیت ہے، اور مالک نے اتنا بڑا کارخانہ بے مقصد پیدا نہیں کیا، اور مالک کو اپنی ملکیت میں ہر تصرف کا حق ہے، اللہ نے یہ کائنات اس لئے پیدا کی ہے کہ مکلّف مخلوقات کو احکام دیئے جائیں، پھر تعمیل اور عدم تعمیل پر جزا و سزا ہو، یہ مقصد دو دنیا مل کر پورا کریں گی، اس لئے آخرت ضروری ہے۔

﴿ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۚ﴾

ترجمہ: اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کی ملک ہے، انجام کار بدلہ دیں گے وہ برائی کرنے والوں کو ان کے کئے ہوئے کاموں کا، اور بدلہ دیں گے نیکوکاروں کو اچھا بدلہ!

نیکوکار کون لوگ ہیں؟ اور لَمَم کی تفسیر

اب نیکوکاروں کا تعارف کراتے ہیں، اس سے بدکاروں کا حال بھی معلوم ہو جائے گا، فرماتے ہیں: نیکوکار وہ لوگ

(۱) اللمم: اسم مصدر ہے، حضرت شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے ترجمہ کیا ہے: کچھ آلودگی، یہ بہترین ترجمہ ہے۔

ہیں جو بڑے گناہوں سے اور خاص طور پر بے حیائی کے کاموں سے (زنا اغلام وغیرہ سے) بچتے ہیں، اور فرائض وواجبات کو جان کر چھوڑنا بھی کبیرہ گناہ ہے، البتہ کچھ آلودگی مستثنیٰ ہے، وہ معاف ہوجائے گی، یعنی کبیرہ گناہ کے مقدمات مستثنیٰ ہیں، جبکہ بندہ کبیرہ گناہ سے بچ جائے، مثلاً: زنا کے مقدمات (بولنا چالنا اور بوس وکنار وغیرہ) مستثنیٰ ہیں، اگر آدمی زنا سے بچ جائے تو یہ مقدمات معاف کردیئے جائیں گے، اللہ کی مغفرت بہت وسیع ہے، وہ خردہ گیری نہیں کریں گے، إلا اللمم کاالفواحش سے استثناء ہے، اور إن ربك: اس کی تعلیل ہے۔

اور لَمَم کی یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے، فرمایا: لَمَم کی اس سے بہتر تفسیر مجھے نہیں معلوم جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئی ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے ابن آدم پر اس کا زنا کا حصہ لکھ دیا ہے، وہ ضرور اس کو پہنچ کر رہے گا، پس آنکھ کا زنا دیکھنا ہے، اور زبان کا زنا باتیں کرنا ہے، اور نفس: زنا کی خواہش کرتا ہے، اور شرمگاہ اس پر صاد کرتی ہے یا جھٹلاتی ہے'' یعنی فرج سے زنا صادر ہوگیا تو آنکھ زبان دل سب کا زانی ہونا محقق ہوگیا، ورنہ ان مقدمات کی معافی کی امید ہے۔

دو مثالیں: (۱) سودی معاملہ کبیرہ گناہ ہے، کسی نے سود دینے لینے کا ارادہ کیا، دستاویز لکھ لی، گواہ بنالئے پھر اللہ کے خوف سے سودی معاملہ کرنے سے باز رہا تو یہ مقدمات لَمَم ہیں۔ (۲) کسی کو ناحق قتل کرنا کبیرہ گناہ ہے، ایک شخص نے کسی کو قتل کرنے کے لئے پلان بنایا، چھری چاقو لے کر چل دیا، دشمن کو پالیا، پھر اللہ کے خوف سے قتل نہیں کیا تو یہ مقدمات لَمَم ہیں، ان کی معافی کی امید ہے۔

کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی حد بندی نہیں کی گئی

قرآن وحدیث میں کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی حد بندی نہیں کی گئی، ایسا کرنے میں نقصان ہے، لوگ صغیرہ گناہوں پر بے باک ہوجائیں گے، جیسے لوگ 'مکروہ' کے سلسلہ میں لاپرواہی برتتے ہیں، علاوہ ازیں: صغیرہ اور کبیرہ امور اضافیہ ہیں، ہر گناہ نیچے کے اعتبار سے کبیرہ ہے اور اوپر کے اعتبار سے صغیرہ، جیسے چار بھائی ہیں، بیچ کے دو بھائی بڑے بھی ہیں اور چھوٹے بھی، اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ کی قسم اول کے مبحث خامس، باب پندرہ میں کبیرہ اور صغیرہ گناہوں کی حد بندی کی ہے جس کو شوق ہو وہ رحمۃ اللہ الواسعہ (۱:۷۹۱) میں دیکھے۔ تفسیر کے قارئین کو تو چاہئے کہ ہر گناہ کو سنگین سمجھیں، جیسے ہر نیکی کو اہم سمجھ کر کرنا چاہئے، کیونکہ پیاسے کتے کو پانی پلانے سے، اور راستے سے کانٹے دار ٹہنی ہٹانے سے بھی بخشش ہوجاتی ہے، اور معمولی چنگاری بھی لاوا (گھاس کا ڈھیر) پھوکنے (جلانے) کے لئے کافی ہے، پس معلوم نہیں کس گناہ سے بیڑا غرق ہوجائے، اس لئے ہر گناہ کو بڑا سمجھ کر اس سے بچنا چاہئے۔

کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف ہوتا ہے یا نہیں؟ —— یہ مسئلہ اس آیت میں نہیں ہے، اس آیت میں تو نیک بندوں کا تعارف ہے، نیک بندے وہ ہیں جو کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں، رہا یہ مسئلہ کہ کسی نے کبیرہ گناہ کیا، پھر وہ توبہ کئے بغیر مرگیا تو وہ بخشا جائے گا یا نہیں؟ یہ مسئلہ سورۃ النساء کی آیات (۴۸و۱۱۶) میں ہے: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾: اللہ تعالیٰ اس بات کو تو نہیں بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور اس کے سوا جو بھی گناہ ہے، جس کے لئے منظور ہوگا، بخش دیں گے، پس کبیرہ گناہ بھی بغیر توبہ کے معاف ہوسکتا ہے، اہل السنہ والجماعہ کا یہی مذہب ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۭ﴾

ترجمہ: جو لوگ بچتے ہیں بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے، مگر کچھ آلودگی (مستثنیٰ ہے) بے شک آپ کے رب وسیع مغفرت والے ہیں۔

خودستائی مت کرو اور خوش فہمی میں مت رہو

انسان کی ایک کمزوری ہے: ﴿يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا﴾: وہ چاہتے ہیں کہ جو کام انھوں نے نہیں کئے ان پر ان کی تعریف کی جائے [آل عمران ۱۸۷] کوئی بھی شخص خود کو برا نہیں سمجھتا، شرابی کبابی بھی خود کو متقی خیال کرتا ہے، یہ ڈھول میں پول ہے، اس لئے فرماتے ہیں: اپنی ستائش مت کرو، اللہ تعالیٰ کے علم میں سب کچھ ہے، وہ تمہیں جانتے ہیں جب انھوں نے تم کو مٹی سے بنایا، دادا کو مٹی سے بنایا، اور ہر کسی کو مٹی سے بنایا، پھر جب تم پیٹ کے بچے تھے، کچھ کرنے کے قابل نہیں تھے، اس وقت بھی اللہ تعالیٰ جانتے تھے کہ تم وجود میں آکر کیا کروگے، اعتبار اسی علم کا ہے، پس لوگ خود کو مقدس نہ سمجھیں، پاکیزہ زندگی گذارنے کی کوشش کریں۔

﴿هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝۳۲﴾

ترجمہ: وہ تمہیں خوب جانتے ہیں جب تم کو زمین سے بنایا، اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں بچے تھے، پس تم خود کو مقدس مت سمجھا کرو، وہ تقوی شعار لوگوں کو خوب جانتے ہیں۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ۝۳۳ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ۝۳۴ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ۝۳۵ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ۝۳۶ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى ۝۳۷ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ

أُخْرٰى ۝٣٨ وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعٰى ۝٣٩ وَأَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ۝٤٠ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْأَوْفٰى ۝٤١

أَفَرَءَيْتَ(1)	کیا پس دیکھا تو نے	يُنَبَّأْ	خبر دیا گیا وہ	أُخْرٰى	دوسرے شخص کا
الَّذِيْ	اس کو جس نے	بِمَا	اس کی جو	وَأَنْ لَّيْسَ	اور یہ کہ نہیں ہے
تَوَلّٰى	منہ پھیرا	فِيْ صُحُفِ	کتابوں میں	لِلْإِنْسَانِ	انسان کے لئے
وَأَعْطٰى	اور دیا اس نے	مُوْسٰى	موسیٰ کے ہے	إِلَّا مَا	مگر جو
قَلِيْلًا	تھوڑا سا	وَإِبْرٰهِيْمَ	اور ابراہیم کے	سَعٰى	کمایا اس نے
وَّأَكْدٰى(2)	اور سخت نکلا	الَّذِيْ	جس نے	وَأَنَّ سَعْيَهٗ	اور یہ کہ اس کی کمائی
أَعِنْدَهٗ	کیا اس کے پاس ہے	وَفّٰى(3)	قول پورا کیا	سَوْفَ يُرٰى	عنقریب دیکھی جائے گی
عِلْمُ الْغَيْبِ	غیب کی خبر	أَلَّا تَزِرُ(4)	کہ نہیں اٹھائے گا	ثُمَّ يُجْزٰىهُ	پھر اس کو بدلہ دیا جائیگا
فَهُوَ يَرٰى	پس وہ دیکھتا ہے	وَازِرَةٌ	کوئی بوجھ اٹھانے والا	الْجَزَآءَ	بدلہ
أَمْ لَمْ	کیا نہیں	وِّزْرَ	بوجھ	الْأَوْفٰى(5)	پورا پورا

سودا بازی آخرت میں کام نہیں دے گی، کھرے ایمان ہی سے نجات ہوگی

شانِ نزول: یہ آیات سیف اللہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے باپ ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں، قرآن کی باتیں سن کر اُس کو اسلام کی طرف تھوڑی رغبت ہو چلی تھی، اور کفر کی سزا سے ڈر کر قریب تھا کہ مشرف باسلام ہو جاتا، مگر ایک کافر نے اس سے کہا کہ ایسا مت کر، میں تیرے سب گناہ آخرت میں اوڑھ لونگا، تیری طرف سے سزا بھگت لوں گا، تو مجھے اتنا مال دے کر بے فکر ہو جا، چنانچہ ولید ایمان لانے سے رک گیا، اور اس کو زر فدیہ میں سے کچھ دیا، پھر ہاتھ کھینچ لیا۔

اس واقعہ میں یہ آیات نازل ہوئیں کہ کیا ولید کو غیب (قیامت کے دن) کی خبر ہے، کیا وہ اس دن کو آنکھوں سے دیکھ

(۱) ہمزہ استفہام: أعنده میں مکرر آئے گا، ترجمہ وہاں ہوگا (۲) أكدى: وہ پتھر کی طرح سخت نکلا، مصدر إكداءٌ، كُدْيَةٌ: سخت زمین، مرادی معنی: بخیلی (۳) وفّى توفية: پورا کرنا، پورا دینا (۴) ألّا: أن لا ہے، نون کا لام میں ادغام کیا ہے (۵) الأوفى: اسم تفضیل، وفى يفي وفاء: پورا دینا۔

رہا ہے کہ دوسرا اس کے گناہ اٹھالے گا؟ اور کیا اس کو وہ مضمون نہیں پہنچا جو موسیٰ علیہ السلام اور احکام کی تعمیل کرنے والے ابراہیم علیہ السلام کی کتابوں میں ہے کہ قیامت کے دن کوئی کسی کا گناہ نہیں اٹھائے گا، ہر ایک کو اپنے عمل کی جواب دہی کرنی ہوگی، اور آخرت میں اپنا ہی ایمان کام آئے گا، ایک کا ایمان دوسرے کے کام نہیں آئے گا، پھر ایمان بھی صحیح ہونا چاہئے، کھوٹا ایمان (منافق کا ایمان) بے سود ہوگا، پھر جب ایمان کھرا ثابت ہوگا تو اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، پس ولید کو چاہئے کہ سچے دل سے ایمان لائے تا کہ اس کی نجات ہو۔

آیاتِ پاک: پس بتلا: جس نے (ایمان سے) منہ پھیرا، اور تھوڑا سا مال دیا، پھر دینا بند کر دیا، کیا اس کے پاس غیب (قیامت کے دن) کی خبر ہے، پس وہ اس کو دیکھ رہا ہے؟ کیا وہ اُس مضمون کی خبر نہیں دیا گیا جو موسیٰ اور احکام بجالانے والے ابراہیم کی کتابوں میں ہے کہ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا، اور یہ کہ اس کے لئے سود مند نہیں مگر جو اس نے کمایا، اور یہ کہ اس کی کمائی عنقریب دیکھی جائے گی، پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا —— پس وہ اس کو دیکھ رہا ہے: یعنی دیکھ رہا ہے کہ دوسرا اس کے گناہوں کو اٹھا رہا ہے —— احکام بجالانے والا: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خصوصی وصف ہے، ان کو سخت سے سخت حکم دیا گیا، انھوں نے اس کی بجا آوری میں پس وپیش نہیں کی —— کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا: اس کا تعلق گناہوں سے ہے، اعمالِ صالحہ ایک کے دوسرے کے لئے مفید ہوں گے، ابھی سورۃ الطّور (آیت ۲۱) میں آیا ہے کہ آبائے صالحین کی برکت ان کی ایماندار ذریت کو پہنچے گی، اسی طرح زندوں کے ایصالِ ثواب سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے —— پس جو اس نے کمایا: میں سعیِ ایمانی مراد ہے —— دیکھی جائے گی: یعنی جانچی جائے گی۔

وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۝۴۲ وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَاَبْكٰى ۝۴۳ وَاَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَاَحْيَا ۝۴۴ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝۴۵ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ۝۴۶ وَاَنَّ عَلَيْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ۝۴۷ وَاَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَاَقْنٰى ۝۴۸ وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ۝۴۹

وَاَنَّ	اور یہ کہ	اَضْحَكَ	ہنسایا	وَاَحْيَا	اور جلایا
اِلٰى رَبِّكَ	تیرے رب کی طرف	وَاَبْكٰى	اور رلایا	وَاَنَّهٗ	اور یہ کہ اس نے
الْمُنْتَهٰى	پہنچنا ہے	وَاَنَّهٗ هُوَ	اور یہ کہ اسی نے	خَلَقَ	بنایا
وَاَنَّهٗ هُوَ	اور یہ کہ اسی نے	اَمَاتَ	مارا	الزَّوْجَيْنِ	جوڑا

الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى	نر اور مادہ کا	النَّشْاَةَ	اٹھانا ہے	وَاَقْنٰى (۱)	اور فقیر کیا
مِنْ نُّطْفَةٍ	ایک بوند سے	الْاُخْرٰى	دوسری بار	وَاَنَّهٗ هُوَ	اور یہ کہ وہی
اِذَا تُمْنٰى	جب وہ ٹپکائی گئی	وَاَنَّهٗ هُوَ	اور یہ کہ اسی نے	رَبُّ	رب ہے
وَاَنَّ عَلَيْهِ	اور یہ کہ اس پر	اَغْنٰى	مالدار کیا	الشِّعْرٰى (۲)	شعری کا

گذشتہ صحیفوں میں متقابلات سے آخرت پر استدلال

متقابلات: یعنی جوڑی کے قانون سے آخرت پر استدلال موسیٰ وابراہیم علیہما السلام کی کتابوں میں بھی ہے۔ فرمایا: سب کو اللہ کی طرف لوٹنا ہے، آخرت: دنیا کا جوڑا ہے، جیسے ہنسارونا، مرناجینا، نر مادہ، مالداری غریبی اور شعری ستارے کی جوڑی، اسی طرح اللہ نے ذمہ لیا ہے کہ وہ اس دنیا کو ایک دن ختم کر کے اس کا جوڑا (آخرت کو) پیدا کریں گے، پھر وہ دنیا ہمیشہ چلے گی، اسی میں نیک وبد کا فرق ظاہر ہوگا۔

اور جوڑی کے قانون کی وضاحت ابھی سورۃ الذاریات میں آچکی ہے، وہ دو چیزیں جومل کر کسی مقصد کی تکمیل کرتی ہیں: جوڑی ہیں، ہنسنے اور رونے سے زندگی خوش گوار ہوتی ہے، ہمیشہ ہنستا ہی رہے تو پاگل کہلائے، اور ہمیشہ روتا ہی رہے تو قبر میں پہنچ جائے، اسی طرح موت وحیات کے ساتھ ایک مقصد وابستہ ہے، جیسے سونے جاگنے کے ساتھ ایک مقصد وابستہ ہے، اور وہ مقصد ہے: عمل کر کے آرام پانا، موت پر بے قراری کو قرار آجاتا ہے، اور نر ومادہ سے نسل چلتی ہے، اور غریبی سے مالداری کی قدر وقیمت معلوم ہوتی ہے، جیسے کڑوے سے میٹھے کی قدر معلوم ہوتی ہے، کڑوی دواء کے بعد میٹھی چیز کھانے سے منہ کا مزہ بدل جاتا ہے، اور شعری ستاروں کی جوڑی کس مقصد کی تکمیل کرتی ہے؟ اس کو نجوم کے ماہرین جانتے ہیں، ہم تو اتنا جانتے ہیں کہ بعض عرب قبائل اس کی افادیت کے پیشِ نظر اس کی پرستش کرتے تھے، اس لئے مثالوں میں اس کا تذکرہ کرنے کے ساتھ اس کی معبودیت کی نفی کی، تاکہ اس کی حیثیت گھٹے!

آیاتِ پاک: —— اور یہ کہ (سب کو) آپ کے پروردگار کے پاس پہنچنا ہے، اور یہ کہ وہی ہنساتا اور رُلاتا ہے، اور یہ کہ وہی مارتا اور جلاتا ہے، اور یہ کہ اسی نے نر اور مادہ کا جوڑا بنایا ہے، ایک بوند سے جب وہ بچہ دانی میں ڈالی جاتی ہے —— یعنی ایک ہی بوند سے نر بھی اور مادہ بھی بناتے ہیں —— اور یہ کہ اس کے ذمہ دوبارہ پیدا کرنا ہے —— یہی آخرت

(۱) أقنی: إقناء (باب افعال) کا ہمزہ سلبِ ماً خذ کے لئے ہے، اور سلبِ قنیہ کے معنی ہیں: فقیر بنانا، یہی معنی یہاں مناسب ہیں۔ کیونکہ متقابلات کا ذکر چلا آرہا ہے (فوائد) (۲) شعری ستارہ دو ستاروں کی جوڑی ہے، ایک کا نام عَبُوْر اور دوسرے کا نام غُمَیْصاء ہے۔

دنیا کا جوڑا ہے، دونوں مل کر جزاوسزا کے مقصد کی تکمیل کریں گے ـــــ اور یہ کہ وہی مالدار اور فقیر کرتا ہے، اور یہ کہ وہی شعریٰ ستارہ کا پروردگار ہے۔

وَ اَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا لْاُوْلٰى ۙ﴿۵۰﴾ وَ ثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى ۙ﴿۵۱﴾ وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَ اَطْغٰى ؕ﴿۵۲﴾ وَ الْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ۙ﴿۵۳﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ۚ﴿۵۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ﴿۵۵﴾

وَ اَنَّهٗۤ	اور یہ کہ اللہ نے	نُوْحٍ	نوح کو	اَهْوٰى	گرایا اس نے
اَهْلَكَ	برباد کیا	مِّنْ قَبْلُ	ان سے پہلے	فَغَشّٰىهَا	پس چھائی اس پر
عَادَا لْاُوْلٰى	عادِ اولیٰ کو	اِنَّهُمْ	بے شک وہ	مَا غَشّٰى	جو چیز چھائی
وَ ثَمُوْدَاۡ	اور ثمود (عادِ ثانیہ) کو	كَانُوْا هُمْ	تھے وہ	فَبِاَیِّ	پس کونسی
فَمَاۤ اَبْقٰى	پس نہیں باقی چھوڑا	اَظْلَمَ	بڑے ظالم	اٰلَآءِ	نعمتوں میں
	(کسی کو)	وَ اَطْغٰى	اور بڑے سرکش	رَبِّكَ	اپنے رب کی
وَ قَوْمَ	اور قوم	وَ الْمُؤْتَفِكَةَ (۱)	اور پلٹ گئی ہوئی بستی کو	تَتَمَارٰى (۲)	جھگڑے گا تو؟

گذشتہ صحیفوں میں آخرت کی تکذیب کرنے والی قوموں کی ہلاکت کا ذکر

حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کی آسمانی کتابوں سے جو مضامین نقل کئے جارہے ہیں وہ ان آیات (آیت ۵۴) پر پورے ہوجائیں گے۔ آخرت کا عقیدہ توحید ورسالت کے عقائد کی طرح بنیادی عقیدہ ہے، اور تینوں عقائد میں چولی دامن کا ساتھ ہے، ان عقائد کو نہ ماننے کی وجہ سے چار قومیں ہلاک کی جاچکی ہیں، صحف موسیٰ وابراہیم علیہما السلام میں ان کا ذکر ہے، ارشاد فرماتے ہیں: ــــ اور یہ کہ اللہ نے عادِ اولیٰ کو ہلاک کیا ــــ ان کی طرف ہود علیہ السلام مبعوث کئے گئے تھے، ان میں سے جو مؤمنین باقی رہ گئے وہ عادِ ثانیہ اور ثمود کہلائے، پھر جب وہ بگڑے تو ان کی طرف صالح علیہ السلام مبعوث کئے گئے، پھر جب انھوں نے بات نہ مانی تو وہ سارے ہلاک کئے گئے ــــ اور ثمود کو، پس کسی کو باقی نہیں چھوڑا ــــ اور قوم نوح کو ان (عاد وثمود) سے پہلے (ہلاک کیا) بے شک وہ بڑے ظالم اور شریر

(۱) المؤتفكة: اسم فاعل، ائتفكت الأرض: زمین پلٹ جانا (۲) تتمارى: مضارع، واحد مذکر حاضر، تَمَارَى القومُ: باہم جھگڑنا، بحث کرنا، اس کے معنی: شک کرنے اور جھٹلانے کے بھی کئے گئے ہیں۔

تھے ـــــ نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک محنت کی مگر لاحاصل رہی، اس سے بڑی ناانصافی کیا ہوگی؟ اور کہتے ہیں: لوگ حضرت نوح علیہ السلام کو اتنا مارتے تھے کہ وہ پتھروں میں ڈھک جاتے تھے، اس سے بڑی شرارت کیا ہوسکتی ہے؟ ـــــ اور پلٹ گئی بستی کو پھینک مارا ـــــ یہ لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں سدّوم وغیرہ کا ذکر ہے ـــــ پس چھاگئی اس بستی پر جو چیز چھاگئی! ـــــ یعنی ان پر کھنگر کے پتھروں کی بارش برسی، اور ابہام تہویل (خوب زدہ کرنے) کے لئے ہے۔

پس تو اپنے رب کی کس کس نعمت میں شک کرے گا/ جھگڑے گا/ جھٹلائے گا؟ ـــــ یہ آیت واسطۃ العِقد ہے، ہار کے درمیان کا قیمتی ہیرا ہے، آگے سے بھی اس کا ربط ہے، اور خطاب ولید بن مغیرہ سے یا عام انسان سے ہے، اور نعمت سے مراد توحید، رسالت اور آخرت کی تعلیمات ہیں۔

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿٥٦﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿٦١﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿٦٢﴾

ع ۷

هٰذَا نَذِيْرٌ	یہ ڈرسنانے والے ہیں	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ کے سوا	وَلَا تَبْكُوْنَ	اور نہیں روتے تم
مِّنَ النُّذُرِ	ڈرسنانے والوں میں سے	كَاشِفَةٌ	کوئی کھولنے والا	وَاَنْتُمْ	درانحالیکہ تم
الْاُوْلٰى (۱)	اگلے	اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ	کیا پس اس بات سے	سٰمِدُوْنَ (۲)	تکبر کرنے والے ہو
اَزِفَتِ	قریب آگئی			فَاسْجُدُوْا	پس سجدہ کرو
الْاٰزِفَةُ	قریب آنے والی	تَعْجَبُوْنَ	تعجب کرتے ہو تم	لِلّٰهِ	اللہ کو
لَيْسَ لَهَا	نہیں ہے اس کے لئے	وَتَضْحَكُوْنَ	اور ہنستے ہو تم	وَاعْبُدُوْا	اور عبادت کرو

آخری موعظتیں

سورت کا موضوع: رسالت، توحید اور آخرت ہے، آخر میں تینوں کے تعلق سے نصیحت فرماتے ہیں:

۱- رسالت کے تعلق سے فرمایا کہ جس طرح ماضی میں برے اعمال کے بھیانک نتائج سے ڈرانے والے آتے رہے ہیں: یہ پیغمبر بھی مجرموں کو برے انجام سے ڈرانے آئے ہیں، ان کی بات قبول کرو، اس میں تمہارا نفع ہے۔

(۱) الأولی: فاصلہ کی رعایت میں مؤنث لائے ہیں، النذر: بہ تاویل جماعت ہے (۲) سَمَدَ (ن) سُمُوْدًا: بلند ہونا۔

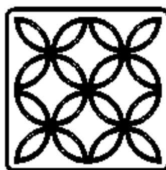
۲- آخرت کے تعلق سے فرمایا کہ قیامت قریب آلگی ہے، جب اس کا وقت آجائے گا تو کوئی طاقت اس کو روک نہیں سکے گی۔ پس خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ، اور اس دن کی تیاری میں لگ جاؤ۔

۳- دلیلِ رسالت (قرآنِ کریم) کے تعلق سے فرمایا: تم اس کلام الٰہی سے تعجب کرتے ہو، اس کو سن کر ہنستے ہو، روتے نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہاری انانیت تم کو اس پر ایمان لانے سے روکتی ہے۔

۴- توحید کے تعلق سے فرمایا: اطاعت کی راہ اختیار کرو، بندگی کا طریقہ اپناؤ، سر نیاز ختم کرو، اور ایمان لاکر آخرت کی تیاری میں لگ جاؤ۔

آیاتِ پاک: —— یہ (محمد ﷺ) بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں، قریب آنے والی چیز (قیامت) قریب آپہنچی ہے، اللہ کے سوا کوئی اس کو ٹالنے والا نہیں، کیا پس تم اس کلام سے تعجب کرتے ہو؟ اور ہنستے ہو، اور روتے نہیں! اور تم (اس کو قبول کرنے سے) تکبر کرتے ہو! پس اللہ کو سجدہ کرو، اور اس کی عبادت کرو —— (یہاں سجدہ کرنا واجب ہے)

(۱۸/ جمادی الاخری ۱۴۳۷ھ = ۲۸/ مارچ ۲۰۱۶ء)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ القمر

یہ سورت مکی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۳۷ ہے، یہ ابتدائی دور کی سورت ہے، اس کی پہلی آیت میں معجزۂ شق القمر کا ذکر ہے، اس لئے یہ نام رکھا ہے، اس سورت کا موضوع: قیامت اور قیامت سے پہلے دنیا میں منکرین کو ملنے والی سزا کا بیان ہے، یہ سزا بھی قیامت کی سزا کا ایک نمونہ ہے، سورت کے آخر میں پھر قیامت کے احوال ہیں۔

معجزۂ شق القمر:

ہجرت سے پہلے نبی ﷺ حج کے موقعہ پر منیٰ میں تشریف فرما تھے، کفار نے آپؐ سے کوئی معجزہ طلب کیا، آپؐ نے فرمایا: آسمان کی طرف دیکھو، اچانک چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا مشرق کی طرف اور دوسرا ٹکڑا مغرب کی طرف چلا گیا، بیچ میں پہاڑ حائل تھا، جب سب نے خوب اچھی طرح یہ معجزہ دیکھ لیا تو دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے، کفار کہنے لگے: محمد نے جادو کر دیا! اسی معجزہ کو معجزۂ شق القمر کہتے ہیں، یہ قیامت کی ایک نشانی ہے، آگے سب کچھ اسی طرح پھٹے گا، یہ معجزہ قرآن سے اور احادیث سے ثابت ہے، اور کسی دلیل عقلی سے اس کا محال ہونا ثابت نہیں، اور محض استبعاد کی بنا پر قطعی الثبوت کو رد نہیں کیا جاسکتا، استبعاد (عقل سے دور ہونا) تو اعجاز کے لئے لازم ہے۔

سوال: اگر یہ معجزہ واقع ہوا ہے تو تاریخ کی کتابوں میں اس کا ذکر کیوں نہیں؟

جواب: یہ واقعہ رات کا تھا، بعض ممالک میں تو اس وقت دن ہوگا، بعض جگہ آدھی رات، لوگ سوتے ہونگے، اور جہاں بیدار ہونگے آسمان کی طرف کون دیکھتا ہوگا؟ اور چاند کے دو ٹکڑے ہونے سے چاندنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا، پھر تھوڑی دیر کا قصہ تھا، اور اس زمانہ میں رصد گاہیں بھی نہیں تھیں، اس لئے تاریخوں میں مذکور نہ ہونے سے اس کی تکذیب نہیں ہوسکتی۔ علاوہ ازیں: تاریخ فرشتہ میں اس کا ذکر موجود ہے، کہتے ہیں مالی بار کا راجہ اسی معجزہ کو دیکھ کر مسلمان ہوا تھا۔

سوال: کچھ لوگ اس واقعہ کو قدرتی حادثہ کہتے ہیں، معجزہ نہیں مانتے، کیا ان کا خیال صحیح ہے؟

جواب: ان کا خیال قطعاً غلط ہے، قرآنِ کریم نے اس کو آیۃ: بڑا معجزہ کہا ہے، پھر اس کو صرف قدرتی حادثہ کیسے کہہ سکتے ہیں، ایسا کہنے والے کا ذہن مسموم (زہر آلود) ہے!

لطیفہ: کسی شاعر نے کہا ہے:

معجزہ شق القمر کا ہے مدینہ سے عیاں ❁ مہ نے شق ہوکر دین کو لیا ہے آغوش میں

شرح: لفظ مدینہ سے میم اور ہاء کو الگ کرلو، مہ ہوگیا، اور بیچ میں دین آگیا، معجزۂ شق القمر ثابت ہوگیا، اور نبی ﷺ کے لائے ہوئے دینِ اسلام کی حقانیت روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی۔

(رکوعاتھا ۳) (۳۷) سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ (۵۴) (اٰیاتھا ۵۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۞ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۞ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۞ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۞ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۞ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ۞ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۞ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۞

اِقْتَرَبَتِ	نزدیک آگئی	مُّسْتَمِرٌّ (۱)	ہمیشہ سے چلا آنے والا	مَا فِيْهِ	وہ جس میں ہے
السَّاعَةُ	قیامت	وَكَذَّبُوْا	اور جھٹلایا انھوں نے	مُزْدَجَرٌ (۳)	ڈانٹ (جھڑکی)
وَانْشَقَّ	اور پھٹ گیا	وَاتَّبَعُوْٓا	اور پیروی کی انھوں نے	حِكْمَةٌۢ (۴)	(وہ) دانشمندی کی بات ہے
الْقَمَرُ	چاند	اَهْوَآءَهُمْ	اپنی خواہشات کی	بَالِغَةٌ (۵)	آخری درجہ کی
وَاِنْ يَّرَوْا	اور اگر دیکھیں وہ	وَكُلُّ اَمْرٍ	اور ہر معاملہ	فَمَا تُغْنِ	پس کام نہیں آئے
اٰيَةً	کوئی معجزہ	مُّسْتَقِرٌّ (۲)	ٹھہرنے والا ہے	النُّذُرُ (۶)	ڈرانے والے
يُّعْرِضُوْا	روگردانی کریں وہ	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	فَتَوَلَّ عَنْهُمْ	پس روگردانی کریں ان سے
وَيَقُوْلُوْا	اور کہیں وہ	جَآءَهُمْ	آیا ان کے پاس	يَوْمَ	(یاد کرو) جس دن
سِحْرٌ	(یہ) جادو (ہے)	مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ	خبروں میں سے	يَدْعُ (۷)	بلائے گا

(۱) مُسْتَمِرٌّ: اسم فاعل، اِسْتَمَرَّ الشیئ: مسلسل رہنا، جاری رہنا (۲) مُسْتَقِرٌّ: اسم فاعل، استقرار: قرار پکڑنا، ٹھہرنا (۳) مُزْدَجَرٌ: مصدر میمی، اِزْدِجَار: جھڑکی، ڈانٹ (۴) حکمة: هو: ضمیر محذوف کی خبر، اور ضمیر کا مرجع قرآنِ کریم ہے، جو ماقبل سے مفہوم ہوتا ہے۔ (۵) بالغة: أی بینة واضحة التی بلغت غایةَ المتانةِ و القوة علی الإثبات: صاف واضح، نہایت قوی اور اعلیٰ درجہ کی مثبت مدعیٰ بات۔ (۶) النُّذُر: النذیر کی جمع: ڈرانے والا، پیغمبر۔ (۷) يَدْعُ: دراصل يدعو تھا، واو قرآنی رسم الخط میں حذف کردیا ہے۔

اَلدَّاعِ	بلانے والا	مِنَ الْاَجْدَاثِ	قبروں سے	يَقُوْلُ	کہیں گے
اِلٰى شَيْءٍ	ایک چیز کی طرف	كَاَنَّهُمْ	جیسے وہ	الْكٰفِرُوْنَ	منکرین
نُّكُرٍ (۱)	انجانی (ناگوار)	جَرَادٌ	ٹڈیاں ہیں	هٰذَا	یہ
خُشَّعًا (۲)	جھکائے ہوئے ہونگے	مُّنْتَشِرٌ	بکھری پڑیں	يَوْمٌ	دن ہے
اَبْصَارُهُمْ	اپنی آنکھوں کو	مُّهْطِعِيْنَ (۳)	تیزی سے جانے والے	عَسِرٌ	مشکل (بھاری)
يَخْرُجُوْنَ	نکلیں گے وہ	اِلَى الدَّاعِ	بلانے والے کی طرف	❁	❁

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

قیامت قریب آ گئی، ہوش میں آجاؤ!

قیامت سے پہلے سورج بے نور ہوجائے گا، ستارے جھڑ جائیں گے (تکویر ا و ۲) اس کی ابتداء ہوچکی، نبی ﷺ نے معجزہ دکھایا، اور چاند کے دو ٹکڑے ہوگئے، آگے اسی طرح سب کچھ درہم برہم ہوجائے گا۔

مگر لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب بھی کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو اس کو ٹلا جاتے ہیں، کہہ دیتے ہیں: یہ جادو ہے جو چلا آرہا ہے یعنی لوگ نظر بندی کر کے ایسے کرشمے دکھاتے آرہے ہیں، آج یہ کوئی نئی بات نہیں۔

اس طرح لوگ اللہ کے رسول کو، اللہ کے کلام کو اور اس کی خبروں کو جھٹلا دیتے ہیں، اور اپنی خواہشات پر چلتے رہتے ہیں، اپنے باطل نظریات پر نظر ثانی نہیں کرتے، حالانکہ وہ دنیا پر نظر ڈالیں تو انہیں صاف نظر آئے گا کہ ہر چیز کو ٹھہرنا ہے، ہر چیز کو کسی منزل پر پہنچ کر رک جانا ہے، دنیا کی بھی آخری منزل ہے، اس تک پہنچ کر اس کو بھی رک جانا ہے، ختم ہوجانا ہے۔

امم سابقہ کے احوال میں غور کرو، ہر قوم رسول کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک کی جاچکی ہے، اور ان کے واقعات قرآنِ کریم میں بیان کردیئے گئے ہیں، جن میں عبرت کا سامان ہے، اور قرآن اعلی درجہ کی حکمت کی کتاب ہے، مگر پہلے بھی ڈرانے والوں کی باتیں رائگاں گئی ہیں، لہٰذا آپ منکرین سے رخ پھیر لیں، ان کو ان کے حال پر چھوڑیں، وہ قیامت کا انتظار کریں، جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو ایک بلانے والا فرشتہ میدانِ حشر کی طرف بلائے گا، اس وقت وہ قبروں سے نکل پڑیں گے، ذلت سے ان کی نظریں جھکی ہوئی ہونگی، وہ ٹڈی دَل کی طرح بکھرے پڑے ہونگے، اور وہ تیزی سے بلانے والے کی طرف چل رہے ہونگے، اس دن مکذبین کہہ رہے ہونگے: یہ سخت مشکل دن آن پڑا!

آیاتِ پاک: —— قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند پھٹ گیا، اور اگر لوگ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو ٹال جاتے ہیں،

(۱) نُکُر: میدانِ حشر مراد ہے (۲) خشعا: یخرجون کے فاعل کا حال ہے (۳) أَهْطَعَ فی سیرہ: تیز رفتار ہونا۔

اور کہہ دیتے ہیں: یہ جادو ہے جو چلا آرہا ہے! اور انھوں نے جھٹلایا، اور اپنی خواہشات کی پیروی کی، اور ہر چیز کو قرار آنا ہے —— اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ان کے پاس پہنچ چکی ہیں امم ماضیہ کی وہ خبریں جن میں عبرت کا سامان ہے (اور قرآن) اعلی درجہ کی دانشمندی کی باتیں ہیں، مگر نتائج اعمال سے آگاہ کرنے والوں کی باتیں رائگاں ہی جاتی ہیں —— پس ان سے رخ پھیر لیں (اور وہ یاد کریں:) جس دن بلانے والا فرشتہ ایک ناگوار چیز (میدانِ حشر) کی طرف بلائے گا، (اس دن) ان کی آنکھیں (ذلت سے) جھکی ہوئی ہونگی، وہ قبروں سے نکلیں گے گویا وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہیں —— کثرت اور بے ترتیبی میں —— تیزی سے چل رہے ہونگے بلانے والے کی طرف، منکرین کہتے ہونگے: یہ بڑا سخت دن ہے! —— اس کی تیاری ابھی کرلو، تاکہ وہ دن آسان ہوجائے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَّازْدُجِرَ ۝ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝ فَفَتَحْنَآ اَبْوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓي اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰي ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝ تَجْرِيْ بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝

لفظ	معنی	لفظ	معنی	لفظ	معنی
كَذَّبَتْ	جھٹلایا	وَّازْدُجِرَ (۲)	اور دھمکایا گیا	السَّمَآءِ	آسمان کے
قَبْلَهُمْ	اُن سے پہلے	فَدَعَا	پس پکارا اس نے	بِمَآءٍ	پانی کے ساتھ
قَوْمُ نُوحٍ	قوم نوح نے	رَبَّهٗٓ	اپنے رب کو	مُّنْهَمِرٍ (۳)	خوب برسنے والے
فَكَذَّبُوا (۱)	پس جھٹلایا انھوں نے	اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ	کہ میں ہار گیا	وَّفَجَّرْنَا	اور پھاڑا ہم نے
عَبْدَنَا	ہمارے بندے کو	فَانْتَصِرْ	پس آپ بدلہ لیں	الْاَرْضَ	زمین کو
وَقَالُوا	اور کہا انھوں نے	فَفَتَحْنَآ	پس کھول دیئے ہم نے	عُيُوْنًا (۴)	چشموں کے اعتبار سے
مَجْنُونٌ	پاگل ہے	اَبْوَابَ	دروازے	فَالْتَقَى	پس مل گیا

(۱) فکذبوا: فاء تفصیلیہ ہے، تکذیب کی تفصیل ہے (۲) ازدجر: ماضی مجہول، واحد مذکر غائب، اِزْدِجار: جھڑکنا، ڈانٹنا، بعض نے آسیب زدہ ترجمہ کیا ہے۔ (۳) منهمر: اسم فاعل، انهمار: خوب برسنے والا (۴) عیونا: تمیز ہے، اصل عیون الأرض تھا۔

اَلْمَآءُ	پانی	لِمَنْ كَانَ	اس شخص کے جو تھا	كَانَ عَذَابِىْ	تھی میری سزا
عَلٰٓى اَمْرٍ	ایک کام پر	كُفِرَ	انکار کیا گیا	وَنُذُرِ [۳]	اور میرا کھڑ کھڑانا؟
قَدْ قُدِرَ	تحقیق طے کیا جاچکا تھا	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
وَحَمَلْنٰهُ	اور اٹھایا ہم نے اس کو	تَّرَكْنٰهَآ	رہنے دیا ہم نے اس کو	يَسَّرْنَا	آسان کیا ہم نے
عَلٰى ذَاتِ اَلْوَاحٍ	تختوں والی پر	اٰيَةً	بڑی نشانی	الْقُرْاٰنَ	قرآن کو
وَّدُسُرٍ [۱]	اور کیلوں (والی پر)	فَهَلْ	پس کیا	لِلذِّكْرِ	نصیحت حاصل کرنے کیلئے
تَجْرِىْ	بہہ رہی ہے وہ	مِنْ مُّدَّكِرٍ [۲]	کوئی نصیحت قبول	فَهَلْ	پس کیا
بِاَعْيُنِنَا	ہماری آنکھوں کے سامنے		کرنے والا ہے؟	مِنْ مُّدَّكِرٍ	کوئی نصیحت حاصل
جَزَآءً	بدلہ کے طور پر	فَكَيْفَ	پس کیسی		کرنے والا ہے؟

امم ماضیہ کے واقعات جن میں عبرت کا سامان ہے

پہلا واقعہ: نوح علیہ السلام کی قوم کی غرقابی کا

اب قوم نوح، عاد، ثمود، قوم لوط اور فرعون کی ہلاکت کے واقعات بیان فرماتے ہیں۔ نوح علیہ السلام پہلے رسول اور انسانوں کے دوسرے جدامجد ہیں، انھوں نے لمبے عرصہ تک محنت کی مگر کوئی خاص نتیجہ برآمد نہ ہوا، لوگوں نے آپ کو پاگل قرار دیدیا، اور دھمکی دی کہ اگر تم اپنی باتوں سے باز نہ آئے تو ہم تم کو سنگسار کردیں گے۔

پھر جب پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا تو آپ نے دعا کی: الٰہی! میں ان لوگوں سے عاجز آگیا، میری کوئی فہمائش کارگر نہیں ہوتی، اب آپ ان سے نمٹ لیں! بس پھر کیا تھا، دعا قبول ہوئی، اور پانی ٹوٹ کر برسنے لگا، اور زمین کے سوتے ٹوٹ گئے، چشمے ابل پڑے، اور دونوں پانی مل کر پہاڑوں کی چوٹیوں کو شرمانے لگے، اور پوری قوم لقمۂ اجل بن گئی!

اور اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام اور مؤمنین کی نجات کے لئے پہلے سے کشتی تیار کروائی تھی، نوح علیہ السلام نے وحی کی راہ نمائی میں کیلوں سے تختے جوڑ کر کشتی بنائی تھی، سب اہل ایمان اس میں سوار ہوگئے، اور کشتی اللہ کی حفاظت میں

(۱) دُسُر: دِسَار کی جمع: کیل جو لکڑی میں ٹھوکی جائے (۲) مدکر کی اصل مذتکر ہے، پہلے تاء کو دال (مہملہ) سے بدلا، پھر ذال (معجمہ) کو دال (مہملہ) سے بدلا، پھر دونوں میں ادغام کیا، مادہ ذکر ہے، ادکار: نصیحت قبول کرنا (۳) نُذُر: مصدر مفرد، فُعُلٌ کے وزن پر مصدر آسکتا ہے (جمل) اور آخر سے یاء محذوف ہے راء کا کسرہ اس کی علامت ہے۔ اور نذیر کی جمع بھی نُذُر ہے۔

چلتی رہی، یہ اللہ نے اپنے بندے کا بدلہ لیا، اور یہ واقعہ عبرت کی نشانی بن گیا، بعد کے تمام انبیاء کی کتابوں میں اس کا ذکر کیا جاتا رہا۔

قرآنِ کریم کا پڑھنا اور سمجھنا آسان ہے

سورۃ القمر میں چار مرتبہ فرمایا ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کیا ہے، پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ —— اور یہ آیت بھی بار بار آئی ہے: ﴿فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾: کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ قرآن کا ناظرہ، حفظ اور سمجھنا: تینوں آسان ہیں، مجاہدؒ کہتے ہیں: ہم نے قرآن کا پڑھنا آسان کیا ہے: اس میں تینوں باتیں داخل ہیں —— واقعہ یہ ہے کہ کسی زبان کو سمجھے بغیر اتنی بڑی کتاب اندر دیکھ کر پڑھنا آسان نہیں، مگر قرآن کو کروڑوں انسان: مرد وزن: بغیر سمجھے فرفر پڑھتے ہیں —— اسی طرح کسی زبان کو سمجھے بغیر زبانی یاد کرنا ناممکن ہے، مگر قرآن کا حال یہ ہے کہ بچے بے سمجھے دو تین سال میں پورا قرآن ایسا پکا یاد کر لیتے ہیں کہ ایک حرف اِدھر سے اُدھر نہیں ہونے دیتے —— اور سمجھنے کا حال یہ ہے کہ عربی ہو، عجمی ہو، جوان ہو، بوڑھا ہو، شہری ہو، دیہاتی ہو، مرد ہو یا عورت سب قرآن کو یکساں سمجھ سکتے ہیں، مگر نصیحت پذیری کی حد تک، حقائق ودقائق علماء کا حصہ ہیں، یہ قرآنِ کریم کا معجزہ ہے۔

آیاتِ پاک: ان (مکہ والوں) سے پہلے قوم نوحؑ نے تکذیب کی یعنی ہمارے بندے (نوحؑ کی) تکذیب کی، اور انھوں نے کہا: یہ پاگل ہے! اور وہ دھمکایا گیا، پس اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں ہار گیا، پس آپ بدلہ لیں، پس ہم نے آسمان کے موسلا دھار برسنے والے دہانے کھول دیئے، اور زمین سے چشمے ابل پڑے، پس دونوں پانی اس کام کے لئے مل گئے جو تجویز کیا جاچکا تھا، اور ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کیا، جو ہماری نگرانی میں چل رہی تھی، بدلہ لینے کے لئے اس شخص کا جس کا انکار کیا گیا، اور ہم نے اس واقعہ کو عبرت بنا دیا، پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ پس دیکھو! میرا عذاب اور میرا کھڑ کھڑانا کیسا رہا؟ —— یعنی اللہ کی وعید واقعہ بن کر رہی —— اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے، پس کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟ —— اس کے مخاطب کفار ہیں، ہم مسلمان تو قرآن کی باتیں سن کر ایمان لے آئے ہیں۔ فالحمد للہ علی ذلک!

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿١٨﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ نُذُرِ ﴿٢١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ ع

پس کیسا تھا	فَكَيْفَ كَانَ(۳)	ٹھنڈی سناٹے کی	صَرْصَرًا	جھٹلایا	كَذَّبَتْ
میرا عذاب	عَذَابِىْ	دن میں	فِىْ يَوْمِ	عاد نے	عَادٌ
اور میرا کھڑکھڑانا	وَ نُذُرِ	منحوس	نَحْسٍ	پس کیسا	فَكَيْفَ
اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ	دائمی	مُّسْتَمِرٍّ(۱)	تھا	كَانَ
آسان کیا ہم نے	يَسَّرْنَا	اکھاڑتی ہے وہ	تَنْزِعُ	میرا عذاب	عَذَابِىْ
قرآن کو	الْقُرْاٰنَ	لوگوں کو	النَّاسَ	اور میرا کھڑکھڑانا	وَنُذُرِ
نصیحت کے لئے	لِلذِّكْرِ	گویا وہ	كَاَنَّهُمْ	بے شک ہم نے	اِنَّآ
پس کیا	فَهَلْ	تنے ہیں	اَعْجَازُ	چھوڑی ہم نے	اَرْسَلْنَا
کوئی نصیحت حاصل	مِنْ مُّدَّكِرٍ	کھجور کے	نَخْلٍ	ان پر	عَلَيْهِمْ
کرنے والا ہے؟		جڑ سے اکھڑے ہوئے	مُّنْقَعِرٍ(۲)	ہوا	رِيْحًا

دوسرا واقعہ: عاد کی ہلاکت کا

عاد: تنومند اور قدآور تھے، سرکش بھی اتنے ہی تھے، ان کی طرف ہود علیہ السلام مبعوث کئے گئے، جب وہ ایمان نہ لائے تو عذاب آیا، سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل منحوس ہوا چلی، جس میں ٹھرتھی، ہوا کے جھکڑوں نے ان کو اٹھا کر اس طرح زمین پر پٹک دیا جیسے کھجور کے تنے اکھاڑ کر زمین پر ڈال دیئے جاتے ہیں، پس دیکھو! جو دیدۂ عبرت ہو، اللہ کا عذاب اور ان کی دھمکی کیسی رہی؟ —— اور قرآنِ کریم نصیحت پذیری کے تعلق سے بہت آسان ہے، پس اس کی نصیحت قبول کرو!

آیاتِ پاک: —— عاد نے (بھی) جھٹلایا، پس میرا عذاب اور میری دھمکی کیسی رہی؟ ہم نے ان پر ایک دن میں جو آخری دن تک منحوس تھا سناٹے کی ٹھنڈی ہوا چھوڑی، جس نے لوگوں کو اکھاڑ پھینکا جیسے وہ اکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہوں، پس میرا عذاب اور میری دھمکی کیسی رہی؟ —— اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت پذیری کے لئے آسان کیا ہے، پس کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے۔

فائدہ: یہ منحوس دن انہیں کے حق میں تھے، جو لوگ مہینہ کے آخری بدھ کو منحوس سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، جب پورا ہفتہ منحوس ہوا چلی تو نحوست سے کونسا دن خالی رہا؟

(۱) مستمر: دائمی: ہوا آٹھ دن مسلسل چلی تھی، وہ پہلے دن سے آخری دن تک منحوس تھی یعنی نحوست نہ اٹھی جب تک وہ ہلاک نہ ہوگئے (۲) منقعر: اسم فاعل: انقعار: جڑ سے اکھڑ جانا، قَعْر: مادہ: جڑ، بنیاد (۳) فکیف: تکرار تہویل (ڈرانے) کے لئے ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿۲۳﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿۲۴﴾ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿۲۵﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ﴿۲۶﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿۲۷﴾ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ﴿۲۸﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿۲۹﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۰﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۳۲﴾

كَذَّبَتْ	جھٹلایا	ءَاُلْقِيَ	کیا ڈالی گئی	اِنَّا مُرْسِلُوا	بیشک ہم بھیجنے والے ہیں
ثَمُوْدُ	ثمود نے	الذِّكْرُ	نصیحت	النَّاقَةِ	اونٹنی کو
بِالنُّذُرِ	ڈرانے والوں کو	عَلَيْهِ	اس پر	فِتْنَةً (۵)	آزمائش کے لئے
فَقَالُوْٓا	پس کہا انھوں نے	مِنْۢ بَيْنِنَا	ہمارے درمیان سے؟	لَّهُمْ	ان کی
اَبَشَرًا (۱)	کیا کوئی انسان	بَلْ هُوَ	بلکہ وہ	فَارْتَقِبْهُمْ	پس آپ انتظار کریں ان کا
مِّنَّا (۲)	ہم میں سے	كَذَّابٌ	مہا جھوٹا	وَاصْطَبِرْ (۶)	اور صبر کریں
وَاحِدًا	ایک	اَشِرٌ (۴)	بڑائی مارنے والا ہے	وَنَبِّئْهُمْ	اور آگاہ کریں ان کو
نَّتَّبِعُهٗٓ	پیروی کریں ہم اس کی	سَيَعْلَمُوْنَ	عنقریب جانیں گے وہ	اَنَّ الْمَآءَ	کہ پانی
اِنَّآ اِذًا	بے شک ہم تب تو	غَدًا	آئندہ کل	قِسْمَةٌۢ	بانٹا ہوا ہے
لَّفِيْ ضَلٰلٍ	ضرور گمراہی میں	مَّنِ الْكَذَّابُ	کون مہا جھوٹا	بَيْنَهُمْ (۷)	ان کے درمیان
وَّسُعُرٍ (۳)	اور جنوں میں ہیں	الْاَشِرُ	بڑائی مارنے والا ہے	كُلُّ شِرْبٍ	ہر پانی کا حصہ

(۱) بشرًا: منصوب علی شریطۃ التفسیر ہے، نتّبعه: بشرًا کے عامل کی تفسیر کرتا ہے (۲) منّا اور واحدًا دو صفتیں ہیں (۳) اصل میں سَعَر کے معنی آگ بھڑکانے کے ہیں، جب دماغ میں گرمی ہوجاتی ہے تو پاگل ہوجاتا ہے، بایں اعتبار وہ جنوں کے لئے مستعمل ہے (لغات القرآن) (۴) أشر: صفتِ مشبہ: بہت زیادہ اترانے والا، بڑائی مارنے والا (۵) فتنة: مفعول لہ ہے (۶) اصطبر: باب افتعال: طاء: تاء سے بدلی ہوئی ہے۔ (۷) بينهم: أى بين القوم والناقة، فغلب العاقل عليها (جمل)

مُّحْتَضَرٌ	حاضری کا وقت ہے	عَذَابِىْ	میرا عذاب	الْمُحْتَظِرِ [۴]	باڑا بنانے والے کا
فَنَادَوْا	پس پکارا انھوں نے	وَنُذُرِ	اور میرا دھمکانا	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
صَاحِبَهُمْ	اپنے ساتھی کو	اِنَّآ اَرْسَلْنَا	بیشک ہم نے چھوڑی	يَسَّرْنَا	آسان کیا ہم نے
فَتَعَاطٰى [۱]	پس دست درازی کی اس نے	عَلَيْهِمْ	ان پر	الْقُرْاٰنَ	قرآن کو
فَعَقَرَ [۲]	پس ٹانگ کاٹ دی	صَيْحَةً	چیخ	لِلذِّكْرِ	نصیحت کے لئے
	اس نے	وَّاحِدَةً	ایک	فَهَلْ	پس کیا
فَكَيْفَ	پس کیسا	فَكَانُوْا	پس تھے وہ	مِنْ مُّدَّكِرٍ	کوئی نصیحت حاصل
كَانَ	تھا	كَهَشِيْمِ [۳]	جیسے کوڑا		کرنے والا ہے؟

تیسرا واقعہ: ثمود کی تباہی کا

عادِ اولی کی ہلاکت کے بعد جو مؤمنین بچ گئے: ثمود ان کی اولاد تھے، اسی وجہ سے یہ عادِ ثانیہ کہلاتے ہیں، ثمود بھی اپنے پیشرؤں کی طرح بت پرست تھے، ان کی اصلاح کے لئے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا، مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئے تو بھیانک زلزلہ آیا، اور اس کی خوفناک آواز سے سب کھیت رہے۔

آیاتِ پاک: —— ثمود نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی —— ایک نبی کا جھٹلانا سب کا جھٹلانا ہے، کیونکہ اصل دین میں سب انبیاء متفق ہیں —— پس انھوں نے کہا: کیا ہم اپنے جیسے تنہا ایک بشر کی پیروی کریں؟ تب تو ہم بلاشبہ گمراہی اور جنون میں ہیں! —— یعنی صالح ہم ہی جیسے ایک آدمی ہیں، فرشتے نہیں، اور اکیلے ہیں، ان کے ساتھ کوئی جتھا نہیں، پس اگر ہم ان کی بات مان لیں تو اس سے بڑی بے وقوفی اور پاگل پن کیا ہوگا! —— کیا ہمارے درمیان سے اسی پر وحی نازل کی گئی ہے؟ —— یعنی پیغمبری کے لئے بس وہی رہ گیا تھا؟ —— بلکہ وہ بڑا جھوٹا شیخی باز ہے —— نبوت کا ڈھونگ رچاتا ہے، اور خواہ مخواہ بڑائی مارتا ہے کہ اللہ نے مجھے رسول بنایا ہے، میری بات مانو! —— جواب: عنقریب آئندہ کل (قیامت کے دن) ان کو معلوم ہو جائے گا کہ کون بڑا جھوٹا اور شیخی باز ہے؟ —— تم یا وہ؟

اونٹنی کا معجزہ اور اس کی بے قدری: مغرور اور سرکش قوم نے صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا، آپ نے پوچھا:

(۱) تَعَاطَى الرجلُ: کوئی چیز اوپر سے لینے کے لئے پیروں کی انگلیوں پر کھڑے ہو کر ہاتھ بڑھانا (۲) عَقَر (ض) البعير: اونٹ کو بوقت ذبح قابو میں کرنے کے لئے ایک ٹانگ کاٹ دینا تاکہ وہ گر جائے (۳) هشيم: صفتِ مشبہ: بمعنی اسم مفعول: سوکھے کانٹے ٹوٹے ہوئے۔ (۴) محتظِر: اسم فاعل: اِحتِظَار: باڑہ بنانا، حَظْر: مادہ: روکنا، حظيرة: لکڑیوں وغیرہ کا باڑا۔

کیا معجزہ چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا: فلاں چٹان سے ایسی اونٹنی نکالو جو گابھن ہو، صالح علیہ السلام نے دعا کی؛ چٹان پھٹی اور اونٹنی نکلی، اور فوراً بچہ دیا، یہ معجزہ دیکھ کر بھی کوئی ایمان نہیں لایا، مگر متاثر ہوئے، چنانچہ گھاس پانی کی باری مقرر کردی، اور قوم کو بتادیا کہ جب تم بری نیت سے اونٹنی کو ہاتھ لگاؤ گے اس وقت عذاب آئے گا، باری چلتی رہی، آہستہ آہستہ یہ بات ان کو کھٹکنے لگی، انھوں نے اونٹنی کو ختم کرنے کے لئے ایک آدمی کو تیار کیا، اس نے اونٹنی کی ٹانگ کاٹ دی، اور اونٹنی ہلاک ہوگئی تو ان کو تین دن کا الٹی میٹم دیدیا گیا، تین دن کے بعد بھیانک زلزلہ آیا، اور ساری قوم کانٹوں کی باڑ بنانے والے کے بچے کچھے چورے کی طرح ہوکر رہ گئی۔

آیاتِ پاک: — ہم ان کی آزمائش کے لئے اونٹنی کو بھیجنے والے ہیں — یعنی چٹان سے برآمد کرنے والے ہیں — پس آپ انتظار کریں اور صبر کریں — یعنی دیکھتے رہیں کیا نتیجہ نکلتا ہے — اور ان کو بتادیں کہ پانی ان کے درمیان بانٹا ہوا ہے، ہر ایک اپنی باری پر آئے — اونٹنی جب پانی پینے آتی تھی تو سب جانور بھاگتے تھے، اس لئے باری ٹھہرادی، ایک دن اللہ کی اونٹنی پیئے اور ایک دن سب جانور — پس انھوں نے اپنے رفیق کو پکارا — یعنی تیار کیا، پس — اس نے وار کیا، پس مار ڈالا — ایک بدکار عورت نے اپنے آشنا کو تیار کیا، اس نے یہ حرکت کی — پس کیسا تھا میرا عذاب اور میرا دھمکانا؟ — اس کا بیان آگے ہے — پس ہم نے ان پر ایک چیخ چھوڑی — یعنی زلزلہ کی بھیانک آواز آئی — پس وہ کانٹوں کی باڑ بنانے والے کے بچے ہوئے چورے کی طرح ہوگئے — اور بالتحقیق ہم نے قرآن کو نصیحت کے لئے آسان کیا ہے، پس کیا کوئی نصیحت لینے والا ہے!

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍ بِالنُّذُرِ ﴿۳۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ نَجَّيْنٰهُمْ بِسَحَرٍ ﴿۳۴﴾ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ اَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوْهُ عَنْ ضَيْفِهٖ فَطَمَسْنَآ اَعْيُنَهُمْ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوْقُوْا عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ ع وَلَقَدْ جَاۗءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾

كَذَّبَتْ	جھٹلایا	قَوْمُ لُوْطٍ	قوم لوط نے	بِالنُّذُرِ	ڈرانے والوں کو

اِنَّآ اَرْسَلْنَا	بے شک ہم نے چھوڑی	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
عَلَيْهِمْ	ان پر	رَاوَدُوْهُ (۳)	پھسلایا انھوں نے لوط کو	يَسَّرْنَا	آسان کیا ہم نے
حَاصِبًا	سنگ بار ہوا	عَنْ ضَيْفِهٖ	اس کے مہمانوں سے	الْقُرْاٰنَ	قرآن کو
اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ	لوط کے گھرانے کے سوا	فَطَمَسْنَآ	پس مٹادی ہم نے	لِلذِّكْرِ	نصیحت کے لئے
نَجَّيْنٰهُمْ	نجات دی ہم نے ان کو	اَعْيُنَهُمْ	ان کی آنکھیں	فَهَلْ	پس کیا
بِسَحَرٍ	پچھلی رات میں	فَذُوْقُوْا	پس چکھو	مِنْ مُّدَّكِرٍ	کوئی نصیحت لینے والا ہے
نِّعْمَةً (۱)	مہربانی	عَذَابِيْ	میرا عذاب	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق
مِّنْ عِنْدِنَا	ہماری	وَنُذُرِ	اور میرا اکھڑ کھڑانا	جَآءَ	پہنچے
كَذٰلِكَ	اسی طرح	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	اٰلَ فِرْعَوْنَ	فرعون والوں کے پاس
نَجْزِيْ	بدلہ دیتے ہیں ہم	صَبَّحَهُمْ	صبح کے وقت آیا ان پر	النُّذُرُ	ڈرانے والے
مَنْ شَكَرَ	اس کو جس نے حق مانا	بُكْرَةً	سویرے	كَذَّبُوْا	جھٹلایا انھوں نے
وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	عَذَابٌ	عذاب	بِاٰيٰتِنَا	ہماری نشانیوں کو
اَنْذَرَهُمْ	ڈرایا لوط نے ان کو	مُّسْتَقِرٌّ (۴)	دائمی	كُلِّهَا	ساری
بَطْشَتَنَا	ہماری پکڑ سے	فَذُوْقُوْا	پس چکھو	فَاَخَذْنٰهُمْ	پس پکڑا ہم نے ان کو
فَتَمَارَوْا (۲)	پس جھگڑا کیا انھوں نے	عَذَابِيْ	میرا عذاب	اَخْذَ عَزِيْزٍ (۵)	زبردست کا پکڑنا
بِالنُّذُرِ	ڈرانے والوں کے ساتھ	وَنُذُرِ	اور میرا اکھڑ کھڑانا	مُّقْتَدِرٍ	قابو یافتہ

چوتھا واقعہ: لوط علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کا

لوط علیہ السلام: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے، سدّوم اور مضافات کی بستیوں کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، یہ قوم تلذّذ بالمثل کی بیماری میں مبتلا تھی، حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ہر چند سمجھایا، مگر وہ نہ مانے تو فرشتے نوجوانوں کی صورت میں عذاب کے لئے آگئے، لوگوں نے ان پر ہاتھ ڈالنا چاہا تو اللہ نے ان کی آنکھوں کو چوپٹ

(۱) نعمة: نجیناھم کا مفعول مطلق ہے، دونوں ہم معنی ہیں، نجات دینا بھی نعمت ہے (۲) تَمَارَوْا: ماضی، جمع مذکر غائب، تَمَارِيْ: باہم جھگڑنا (۳) رَاوَدَ مُرَاوَدَةً: پھسلانا (۴) مستقر: اسم فاعل، مسلسل، دائمی (۵) أخذ: مفعول مطلق، فاعل کی طرف مضاف ہے، منصوب بنزع خافض نہیں۔

(اندھا) کردیا، وہ ٹامک ٹوئیاں مارنے لگے، پھر فرشتوں کے حکم سے لوط علیہ السلام اپنی فیملی کے ساتھ آخر شب میں بستی سے نکل گئے، پیچھے فرشتوں نے ان بستیوں کو تلپٹ (برباد) کردیا، آج وہاں 'بحر مردہ' ہے، دیکھے اُسے جو عبرت حاصل کرنا چاہے!

آیاتِ پاک: —— قوم لوطؑ نے پیغمبروں کو جھٹلایا —— ایک کا جھٹلانا سب کا جھٹلانا ہے —— ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ہوا چھوڑی —— زیرِ زمین کبریت (گندھک) کالاوا جل رہا تھا، اس سے اوپر کی مٹی پک گئی، پھر جب لاوا پھٹا تو زمین کا اوپری حصہ فضا میں اڑ کر بکھر گیا، ہوا نے اُن کھنگروں کی بارش برسادی، جس سے سب برباد ہوگئے، یہ معاملہ کا ظاہری پہلو تھا، اور درپردہ فرشتوں کا ہاتھ تھا، وہ اسی لئے بھیجے گئے تھے —— مگر لوطؑ کے گھر والے —— بچ گئے، کیونکہ وہ آخر شب میں بستی سے نکل گئے تھے —— ہمارے فضل سے —— وہ بچے، اپنی کوشش سے نہیں بچے —— اسی طرح ہم شکر گذاروں (مؤمنوں) کو بدلہ دیتے ہیں —— یہاں شَکَرَ: کَفَرَ کا مقابل ہے، اور مؤمنین مراد ہیں۔

اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ لوطؑ نے ان کو ہماری پکڑ سے ڈرایا —— ہر پیغمبر اللہ کی پکڑ سے ڈراتا ہے —— پس انھوں نے رسولوں سے جھگڑا کیا —— ایک کے ساتھ جھگڑا سب کے ساتھ جھگڑا ہے —— اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ انھوں نے لوطؑ سے اس کے مہمانوں کو بارادۂ بد لینا چاہا —— فرشتے حسین لڑکوں کی شکل میں آئے تھے، ان کو انسان خیال کر کے قبھانا چاہا —— پس ہم نے ان کی آنکھیں چوپٹ کردیں، اور کہا: —— اب لو چکھو میری سزا اور میری دھمکی! —— یہ چھوٹی سزا تھی بڑی سزا سے پہلے۔

اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ صبح سویرے ان پر دائمی عذاب آن پڑا —— یہ بڑا عذاب ہے، ان کی بستیاں الٹ دی گئیں، اور اوپر سے پتھر برسائے گئے، اور کہا گیا: پس چکھو میرا عذاب اور میرا دھمکانا!

> اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت پذیری کے لئے آسان نازل کیا ہے، پس کیا کوئی نصیحت قبول کرنے والا ہے!

پانچواں واقعہ: فرعونیوں کی تباہی کا

اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ فرعونیوں کے پاس پیغمبر پہنچے —— حضرات موسیٰ وہارون علیہما السلام پہنچے —— انھوں نے ہماری ساری ہی نشانیوں کو جھٹلایا —— دو نشانیاں بڑی تھیں: عصا اور ید بیضاء، اور سات نشانیاں چھوٹی تھیں: پانی کا سیلاب، ٹڈی دل، جوئیں یا چیچڑی یا سُرسُری، مینڈک، خون، قحط سالیاں اور پھلوں کی کمی —— پس ہم نے ان کو پکڑا

باقدرت زبردست کا پکڑنا! ـــــ پس اللہ کی پکڑ سے کوئی بچ نہیں سکا، سب کو بحر قلزم میں غرقاب کردیا!

أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰٓئِكُمْ أَمْ لَكُم بَرَآءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ﴿۴۶﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ﴿۴۸﴾ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴿۴۹﴾ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ﴿۵۱﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿۵۲﴾ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿۵۴﴾ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾

أَكُفَّارُكُمْ	کیا تمہارے منکرین	وَيُوَلُّونَ	اور پھیریں گے وہ	فِي النَّارِ	آگ میں
خَيْرٌ	(سازوسامان میں)	الدُّبُرَ	پیٹھ	عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ	اپنے چہروں پر
	بہتر ہیں	بَلِ السَّاعَةُ	بلکہ قیامت	ذُوقُوا	چکھو
مِّنْ أُولَٰٓئِكُمْ	ان سے	مَوْعِدُهُمْ	ان کے وعدے کا وقت ہے	مَسَّ سَقَرَ	آگ کا چھونا
أَمْ لَكُم	یا تمہارے لئے	وَالسَّاعَةُ	اور قیامت	إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ	بیشک ہم نے ہر چیز کو
بَرَآءَةٌ	بے باقی کا پروانہ ہے	أَدْهَىٰ (۲)	بڑی آفت	خَلَقْنَاهُ	پیدا کیا ہے اس کو
فِي الزُّبُرِ (۱)	کتابوں میں	وَأَمَرُّ (۳)	اور بہت کڑوی ہے	بِقَدَرٍ	خاص اندازے سے
أَمْ يَقُولُونَ	یا کہتے ہیں وہ	إِنَّ الْمُجْرِمِينَ	بے شک بدکار	وَمَا أَمْرُنَا	اور نہیں ہمارا معاملہ
نَحْنُ جَمِيعٌ	ہم جتھا ہیں	فِي ضَلَالٍ	گمراہی میں	إِلَّا وَاحِدَةٌ	مگر یکبارگی
مُّنتَصِرٌ	بدلہ لینے والے	وَسُعُرٍ	اور جنوں میں ہیں	كَلَمْحٍ	جیسے جھپکنا
سَيُهْزَمُ	عنقریب شکست کھائے گا	يَوْمَ	(یاد کرو) جس دن	بِالْبَصَرِ	آنکھ کا
الْجَمْعُ	جتھا	يُسْحَبُونَ	گھسیٹے جائیں گے وہ	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق

(۱) الزُّبُر: الزبور کی جمع: کتاب، زَبَرَ الکتاب: کتاب لکھنا (۲) أدھی: داھیة کا اسم تفضیل (۳) أَمَرّ: مُرّ کا اسم تفضیل۔

اَهۡلَكۡنَاۤ	ہلاک کیا ہم نے	فَعَلُوۡهُ	کیا انھوں نے اس کو	فِىۡ جَنّٰتٍ	باغات میں
اَشۡيَاعَكُمۡ	تمہارے ہم مشربوں کو	فِى الزُّبُرِ	کتابوں میں ہے	وَّنَهَرٍ	اور نہروں میں ہیں
فَهَلۡ	پس کیا	وَكُلُّ صَغِيۡرٍ	اور ہر چھوٹی	فِىۡ مَقۡعَدِ	بیٹھک میں
مِنۡ مُّدَّكِرٍ	کوئی نصیحت حاصل	وَّكَبِيۡرٍ	اور بڑی بات	صِدۡقٍ	سچی
	کرنے والا ہے؟	مُّسۡتَطَرٌ (۱)	لکھی ہوئی ہے	عِنۡدَ مَلِيۡكٍ	بادشاہ کے پاس
وَكُلُّ شَىۡءٍ	اور ہر چیز	اِنَّ الۡمُتَّقِيۡنَ	بے شک پرہیزگار	مُّقۡتَدِرٍ	با اختیار

امم ماضیہ کے واقعات سنا کر مشرکین مکہ سے تین سوالات

سوال (۱): —— کیا موجودہ کافر پہلے کافروں سے کچھ اچھے ہیں؟ کیا تمہارے پاس ساز وسامان اور کرّ وفر گذشتہ اقوام سے کچھ زیادہ ہے، جو تم اللہ کے عذاب کو روک دو گے؟ —— نہیں! گذشتہ قومیں دنیوی ساز وسامان میں مکہ والوں سے کہیں زیادہ تھیں، پھر بھی وہ اللہ کے عذاب کو روک نہ سکیں، پس یہ کیا روک لیں گے؟

سوال (۲): —— کیا موجودہ کافر اللہ کے ہاں سے کوئی پروانہ لکھوالائے ہیں کہ وہ جو کچھ بھی شرارت کریں اللہ ان کو کوئی سزا نہیں دیں گے؟ —— نہیں! ایسی کوئی فارغ خطی ان کو لکھ کر نہیں دی۔

سوال (۳): —— کیا تمہارا یہ زعم ہے کہ ہمارا جتھا بہت بڑا ہے، عذاب آئے گا تو تم ایک دوسرے کی مدد کرو گے اور عذاب کو روک دو گے، بلکہ عذاب بھیجنے والے سے بدلہ لو گے، اس کے دانت کھٹے کر دو گے۔

اگر ایسا خیال ہے تو اس کی حقیقت چند دنوں کے بعد معلوم ہو جائے گی، جب مسلمانوں سے مقابلہ ہوگا تو قلعی کھل جائے گی، پہلا مقابلہ بدر میں ہوا، اس وقت عذاب کا مزہ چکھا، شکست کھا کر پیٹھ پھیر کر بھاگے، اس دن نبی ﷺ کی زبانِ مبارک پر یہی آیت تھی: ﴿سَيُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَيُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ﴾

﴿اَكُفَّارُكُمۡ خَيۡرٌ مِّنۡ اُولٰٓئِكُمۡ اَمۡ لَكُمۡ بَرَآءَةٌ فِى الزُّبُرِ۝ اَمۡ يَقُوۡلُوۡنَ نَحۡنُ جَمِيۡعٌ مُّنۡتَصِرٌ۝ سَيُهۡزَمُ الۡجَمۡعُ وَيُوَلُّوۡنَ الدُّبُرَ۝﴾

ترجمہ: (۱) کیا تمہارے منکرین (ساز وسامان میں) امم ماضیہ سے بہتر ہیں؟ (۲) یا تمہارے لئے (آسمانی) کتابوں میں کوئی معافی ہے؟ (۳) یا وہ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لینے والا جتھا ہیں؟ —— جواب: —— عنقریب جتھا شکست کھائے گا، اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے!

(۱) مُسۡتَطَر: اسم مفعول: سَطَرَ الكتاب: لکھنا۔

سزا کا اصل وقت قیامت کا دن ہے

دنیا میں سزا ملے نہ ملے کیا فرق پڑتا ہے؟ سزا کا اصل وقت قیامت کا دن ہے، اور قیامت بھاری مصیبت اور کڑوا گھونٹ ہے، ابھی مجرمین غفلت کے نشہ میں چور ہیں، مگر اُس دن دماغ درست ہوجائے گا جب وہ اوندھے منہ دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے، اور کہا جائے گا: لو! اب دوزخ کی آگ کا مزہ چکھو!

﴿بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ أَدْهٰى وَأَمَرُّ۝ إِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ۝ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ۝﴾

ترجمہ: بلکہ قیامت ان کا (اصل) وعدہ کا وقت ہے، اور قیامت بڑی سخت مصیبت اور بہت کڑوی چیز ہے، بے شک مجرمین (کفار آج) بڑی غلطی اور بے عقلی میں ہیں (یاد کرو) جس دن وہ چہروں کے بل دوزخ میں گھسیٹے جائیں گے (اور کہا جائے گا:) دوزخ کی آگ کا مزہ چکھو!

ہر چیز ایک اندازے سے پیدا کی گئی ہے

دنیا کے احوال میں غور کرو، ہر مخلوق ایک اندازے سے پیدا کی گئی ہے، کسی مخلوق کی عمر بہت زیادہ ہے، کسی کی کم، اور کسی کی بہت کم۔ برسات میں کیڑے پیدا ہوتے ہیں، ایک ہفتہ کے بعد مرجاتے ہیں، اور فرشتوں کی، آسمانوں کی، زمین کی اور پہاڑوں کی بڑی لمبی زندگی ہے، جنات کی عمریں ان سے کم ہیں، وہ بھی ایک وقت کے بعد مرجاتے ہیں، اور انسانوں کی عمریں شروع میں لمبی تھیں، پھر گھٹتی چلی گئیں، اسی طرح ہر چیز کی بقاء کے لئے اللہ نے ایک اندازہ مقرر کیا ہے، دنیا کی بقاء کے لئے بھی ایک وقت ٹھہرایا ہے، جب وہ وقت آجائے گا تو آناً فاناً دنیا ختم کردی جائے گی، پلک جھپکتے دنیا نابود ہوجائے گی، اور دوسری دنیا آباد ہوگی۔

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ۝ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ۝﴾

ترجمہ: بے شک ہم نے ہر چیز کو ایک اندازے سے پیدا کیا ہے، اور ہمارا (دنیا کو ختم کرنے کا) معاملہ بس یکبارگی ہوگا، جیسے آنکھ کا جھپکنا!

دنیا کی سزا عبرت کے لئے ہے، اور آخرت کی سزا کے لئے ریکارڈ تیار ہے

دنیا میں کفار کو جو سزا دی جاتی ہے وہ عبرت کے لئے ہوتی ہے، پس ضروری نہیں کہ ہر کافر کو دنیا میں سزا ملے، فرماتے ہیں: مکہ کے کافروں کی قماش (جنس) کے بہت سے کافروں کو ہم پہلے تباہ کرچکے ہیں، پس کیا تم میں کوئی ان کے حال

سے عبرت حاصل کرنے والا ہے؟ اور اصل سزا تو آخرت کی ہے، اور لوگوں کے چھوٹے بڑے تمام اعمال لوح محفوظ میں ریکارڈ ہیں، اور نامۂ اعمال میں بھی درج ہیں، یہ مسل قیامت کے دن مجرموں کے سامنے رکھ دی جائے گی۔

﴿ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۝ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ۝ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ۝ ﴾

ترجمہ: اور ہم نے تمہارے ہم مشربوں کو ہلاک کیا، پس کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے؟ اور لوگوں نے جو کچھ بھی کیا ہے سب کتابوں میں ہے، اور ہر چھوٹی بڑی چیز (نامہ اعمال میں) لکھی ہوئی ہے۔

مجرمین کے بعد متقین کا انجام

قرآن کا طریقہ ہے، ایک کے انجام کے بعد دوسرے کا انجام بیان کرتا ہے، پرہیزگار باغات میں عیش کریں گے، اور نہروں میں مزے لیں گے، اور سچے مرتبہ میں ہونگے ﴿ مَقْعَدِ صِدْقٍ ﴾ میں موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے یعنی یہ مرتبہ جو ان کو ملے گا وہ یقینی ہے، اور ہمیشہ باقی رہنے والا اور لازوال ہے، دنیا کے مرتبوں کی طرح نہیں جو زائل ہوجاتے ہیں، اور ان کو بااختیار بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کا قرب حاصل ہوگا، پس زہے قسمت!

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ۝ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ۝ ﴾

ترجمہ: بےشک پرہیزگار باغوں اور نہروں میں ہونگے، سچے مرتبہ میں قدرت والے بادشاہ کے پاس!

﴿۲۱/ جمادی الاخری ۱۴۳۷ھ = ۳۱/ مارچ ۲۰۱۶ء﴾



أَلَا لَا آلَاءَ إِلَّا آلَاءَ الإِلٰه

سنو! نعمتیں صرف اللہ کی نعمتیں ہیں

سورۃ الرحمان

آلاء: إِلَیٰ اور أَلَیٰ کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: نعمت، یہ لفظ اس سورت میں ۳۱ بار آیا ہے، اس لئے اس کے معنی اچھی طرح ذہن نشین کر لینے چاہئیں، سورت کا نام پہلے لفظ سے الرحمان رکھا ہے، رحمان کے معنی ہیں: نہایت مہربان، اور رحیم کے معنی ہیں: بڑے مہربان، پس رحمان: رحیم سے عام ہے، رحمان: وہ ہستی ہے جس کی مہربانی مؤمن و کافر سب کو عام ہو، اور رحیم: وہ ہستی ہے جو آخرت میں صرف مؤمنین پر مہربانی فرمائے۔

یہ سورت مکی ہے یا مدنی؟ —— اس میں اختلاف ہے، اس کا نزول کا نمبر ۹۷ ہے، پس یہ سورت مدنی ہونی چاہئے، کیونکہ مکی سورتیں کل ۸۵ ہیں، اور یہ سورت نبی ﷺ نے جنات کے سامنے پڑھی ہے، جب لیلۃ الجن میں آپؐ ان کے مجمع میں تشریف لے گئے، پس یہ مکی سورت ہونی چاہئے، مصاحف میں بھی اختلاف ہے، کسی میں مکی لکھا ہے، کسی میں مدنی، راجح مکی ہونا ہے۔

یہ قرآنِ کریم کی اہم سورت ہے: مشکوٰۃ شریف میں (حدیث ۲۱۸۰) بیہقی رحمہ اللہ کی شعب الایمان سے حدیث ہے: لکل شیئ عَرُوس، وَعَرُوْسُ القرآنِ الرحمانُ: ہر چیز کے لیے دلہن ہوتی ہے، اور قرآن کی دلہن سورۃ الرحمان ہے، دلہن: یعنی اہم چیز، برات میں دلہن اہم ہوتی ہے، اسی لیے وہ منہ دکھائی کے پیسے لیتی ہے، اور لوگ ممالک، محلات اور نمائشیں دیکھنے جاتے ہیں تو اہم چیزوں کو دیکھتے ہیں، وہی اس کی دلہنیں ہیں، پس یہ سورت قرآنِ کریم کی اہم سورت ہے، دلہن کا یہی مطلب ہے۔

تردید و تکریر: دونوں لفظوں کے معنی ایک ہیں: بار بار لانا، دوہرانا، مگر اصطلاح میں تھوڑا فرق ہے، کلام کی ایک مقدار کے بعد ایک ہی جملہ مکرر آئے تو اس کو تردید کہتے ہیں، جیسے سورۂ شعراء میں: ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً، وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ﴾ بار بار آیا ہے، اور سورۃ القمر میں: ﴿فَكَیْفَ كَانَ عَذَابِیْ وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ

یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴾ بار بار آیا ہے، اور سورۃ مرسلات میں: ﴿ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ کئی مرتبہ آیا ہے: یہ تردید ہے —— اور ہر جملہ کے بعد ایک ہی جملہ بار بار آئے تو اس کو تکریر کہتے ہیں، اس کی ایک ہی مثال ہے، سورۃ الرحمٰن میں اکتیس مرتبہ: ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ آیا ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ قرآنِ کریم شاعری نہیں، مگر شاعری کی خوبیاں اور حلاوت اپنے جلو میں لئے ہوئے ہے، جیسے شرابِ جنت میں نشہ نہیں، مگر سرور ہے، اسی طرح تردید وتکریر سے طبیعت میں سرور وفرحت پیدا ہوتی ہے، اس لئے قرآن میں اس کا بھی نمونہ ہے، نظموں میں حلاوت ہی کے لیے مطلع بار بار دوہرایا جاتا ہے، اور مہلہل (جاہلی شاعری) نے ایک قصیدہ میں پہلا مصرعہ بار بار دوہرایا ہے (روح) سورۃ الرحمان میں اس کے برعکس دوسرا جملہ بار بار آیا ہے۔

سورت کا موضوع: اس سورت میں پرہیزگار مؤمنین کو آخرت میں ملنے والی نعمتوں کا بیان ہے، گذشتہ سورت میں امم ماضیہ کی ہلاکت اور قیامت کا ذکر تھا، مگر متقیوں کا اخروی انجام صرف دو آیتوں میں بیان کیا تھا، اس لئے ان کا انجام تفصیل سے اس سورت میں بیان کیا ہے۔



(۵۵) سُوْرَۃُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِیَّۃٌ (۹۷) — اٰیاتُھا ۷۸ — رکوعاتھا ۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلرَّحْمٰنُ ۙ﴿۱﴾ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ﴿۲﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ﴿۳﴾ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ ﴿۴﴾ اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۪﴿۵﴾ وَّ النَّجْمُ وَ الشَّجَرُ یَسْجُدٰنِ ﴿۶﴾ وَ السَّمَآءَ رَفَعَہَا وَ وَضَعَ الْمِیْزَانَ ۙ﴿۷﴾ اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ ﴿۸﴾ وَ اَقِیْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تُخْسِرُوا الْمِیْزَانَ ﴿۹﴾ وَ الْاَرْضَ وَضَعَہَا لِلْاَنَامِ ۙ﴿۱۰﴾ فِیْہَا فَاکِہَۃٌ ۪ۙ وَّ النَّخْلُ ذَاتُ الْاَکْمَامِ ﴿۱۱﴾ وَ الْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَ الرَّیْحَانُ ﴿۱۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۱۳﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ کَالْفَخَّارِ ۙ﴿۱۴﴾ وَ خَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ﴿۱۵﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۱۶﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَیْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَیْنِ ﴿۱۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۱۸﴾ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ ﴿۱۹﴾ بَیْنَہُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ ﴿۲۰﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۱﴾ یَخْرُجُ مِنْہُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ ﴿۲۲﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۳﴾ وَ لَہُ الْجَوَارِ الْمُنْشَـٰٔتُ فِی الْبَحْرِ کَالْاَعْلَامِ ﴿۲۴﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۲۵﴾

ع ۱ ۲۵ ۱۱

اَلرَّحْمٰنُ	نہایت مہربان اللہ نے	عَلَّمَہُ	سکھلایا اس نے اس کو	وَّالنَّجْمُ (۳)	اور بیلیں
عَلَّمَ	سکھلایا	الْبَیَانَ (۱)	دل کی بات سمجھانا	وَ الشَّجَرُ	اور درخت
الْقُرْاٰنَ	قرآن	اَلشَّمْسُ	سورج	یَسْجُدٰنِ	دونوں سجدہ کرتے ہیں
خَلَقَ	پیدا کیا اس نے	وَ الْقَمَرُ	اور چاند	وَالسَّمَآءَ	اور آسمانوں کو
الْاِنْسَانَ	انسان کو	بِحُسْبَانٍ (۲)	حساب سے چل رہے ہیں	رَفَعَہَا	بلند کیا اس نے اس کو

(۱) البیان: مصدر، بان بَیانا: کھولنا، واضح کرنا یعنی دل کی بات الفاظ کے ذریعہ سمجھانا، یہ نُطق سے عام ہے، لکھ کر سمجھانا بھی بیان ہے۔ (۲) حُسبان: باب حسب کا مصدر ہے بمعنی حساب (۳) النجم: بلیدار گھاس، اس کے معنی ستارہ کے بھی ہیں۔

لفظ	ترجمہ	لفظ	ترجمہ	لفظ	ترجمہ
وَوَضَعَ	اور رکھ دیا اس نے	وَالْحَبُّ	اور غلہ	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی
الْمِيْزَانَ(۱)	توازن	ذُو الْعَصْفِ	بھوسے والا	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں
أَلَّا(۲)	کہ نہ	وَالرَّيْحَانُ(۵)	اور خوشبودار پھول (روزی)	رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ	دو مشرقوں کے پروردگار
تَطْغَوْا	زیادتی کرو تم	فَبِأَيِّ	پس کونسی	وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ	اور دو مغربوں کے پروردگار
فِي الْمِيْزَانِ	ترازو میں	آلَاءِ(۶)	نعمتوں کو	فَبِأَيِّ	پس کونسی
وَأَقِيْمُوا	اور سیدھا کرو تم	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	آلَاءِ	نعمتوں کو
الْوَزْنَ	تول کو	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی
بِالْقِسْطِ	انصاف کے ساتھ	خَلَقَ	پیدا کیا اللہ نے	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں
وَلَا تُخْسِرُوا	اور نہ گھٹاؤ تم	الْإِنْسَانَ	انسان کو	مَرَجَ	بہایا (چلایا)
الْمِيْزَانَ	ترازو کو	مِنْ صَلْصَالٍ	کھنکھناتی مٹی سے	الْبَحْرَيْنِ	دو دریاؤں کو
وَالْأَرْضَ	اور زمین کو	كَالْفَخَّارِ	جیسے ٹھیکری	يَلْتَقِيٰنِ(۹)	ملتے ہیں دونوں
وَضَعَهَا	رکھ دیا اللہ نے اس کو	وَخَلَقَ	اور پیدا کیا	بَيْنَهُمَا	دونوں کے درمیان
لِلْأَنَامِ(۳)	مخلوقات کے لئے	الْجَانَّ	جانّ کو	بَرْزَخٌ	ایک آڑ ہے
فِيْهَا	اس میں	مِنْ مَّارِجٍ(۷)	ملنے والی	لَّا يَبْغِيٰنِ	نہیں زیادتی کرتے دونوں
فَاكِهَةٌ	میوے ہیں	مِّنْ نَّارٍ(۸)	آگ سے	فَبِأَيِّ	پس کونسی
وَّالنَّخْلُ	اور کھجور کے درخت	فَبِأَيِّ	پس کونسی	آلَاءِ	نعمتوں کو
ذَاتُ الْأَكْمَامِ(۴)	غلاف والے	آلَاءِ	نعمتوں کو	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی

(۱) المیزان: اسم مصدر ہے، اور وزن کے معنی ہیں: تعدیلٌ و استقامة: برابر کرنا اور درست کرنا (ابن فارس) میں نے اس کا ترجمہ توازن کیا ہے (۲) ألاَّ: أن لا (۳) الأنام: زمین کی تمام مخلوقات ما ظهر على الأرض من جميع الخلق (لسان العرب) اور خاص طور پر جن وانس کو بھی أنام کہا جاتا ہے، أو الجنّ والإنس، وبه فُسّر قوله تعالىٰ: ﴿وَالْأَرْضَ وَضَعَهَا لِلْأَنَامِ﴾ وهما الثقلان (تاج العروس) (۴) الأكمام: كِمّ کی جمع: غلاف جو پھل پر لپٹا ہوا ہو (۵) الریحان: کے دو معنی کئے گئے ہیں: (۱) ہر خوشبودار پھول (۲) رزق روزی (۶) آلآء: أَلْيٌ اور إِلْيٌ کی جمع: نعمتیں (۷) مارج: اسم فاعل، مَرَجَ الشيئَ (ن) مَرْجًا: ملانا، ایک کو دوسرے سے جوڑنا، جیسے مرج البحرين: دو سمندروں کو ملایا، اور مِن: ابتدائیہ ہے (۸) من نار: مِن: بیانیہ ہے، یا من نار: بدل ہے، المَرْج: الإجراء (لسان العرب) (۹) یلتقیان: حال یا صفت ہے۔

تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	اٰلَاۗءِ	نعمتوں کو	فِي الْبَحْرِ	سمندر میں
يَخْرُجُ	نکلتے ہیں	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	كَالْاَعْلَامِ [۴]	پہاڑوں جیسی
مِنْهُمَا	دونوں سے	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	فَبِاَيِّ	پس کونسی
اللُّؤْلُؤُ	موتی	وَلَهُ	اور اس کے لئے	اٰلَاۗءِ	نعمتوں کو
وَالْمَرْجَانُ	اور مونگے [۱]	الْجَوَارِ [۲]	کشتیاں ہیں	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی
فَبِاَيِّ	پس کونسی	الْمُنْشَئٰتُ [۳]	اُبھری ہوئی	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

زمین پر دو مکلّف مخلوقات (جنّ وانس) ایک ساتھ بسی ہوئی ہیں
اور دونوں کی روحانی اور مادی ضرورتوں کا اللہ نے انتظام کیا ہے

سورۃ الذاریات کی (آیت ۵۶) ہے:﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾:اور میں نے جنات اور انسانوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔ یہ دونوں مخلوقات زمین میں ایک ساتھ آباد ہیں، اور دونوں مکلّف ہیں، اللہ کی بندگی کے لئے پیدا کی گئی ہیں، دونوں کو احکام کی تعمیل وعدم تعمیل پر جزاوسزا ہوگی۔

ان دونوں مخلوقات میں اللہ تعالیٰ نے لطافت وکثافت کا فرق رکھا ہے، انسان خاکی مخلوق ہے، اور جنات ناری، اور خاک: آگ سے کثیف ہے، اور لطیف کو کثیف نظر آتا ہے، پس جنات کو انسان نظر آتے ہیں، اور کثیف کو لطیف نظر نہیں آتا، اس لئے انسانوں کو جنات نظر نہیں آتے، جیسے ہمیں فرشتے نظر نہیں آتے، کیونکہ وہ جنات سے بھی لطیف ہیں، وہ نوری مخلوق ہیں، اور نور: نار سے بھی لطیف ہے۔

اور دونوں مخلوقات کی مادی (جسمانی) ضرورتیں پوری کرنے کے لئے اللہ نے چاند سورج کا نظام بنایا ہے، آسمان اونچا بنایا، نظام شمسی اس کے نیچے رکھا اور زمین بچھائی اور اس میں ہر طرح کی ضرورتیں پیدا کیں۔

اور روحانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے نبوت کا سلسلہ قائم فرمایا، انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ہدایات نازل کیں، آخر

---

(۱) مونگا: ایک قسم کے سمندری کیڑوں کا گھر، اور مرجان کے معنی: چھوٹے موتی بھی کئے گئے ہیں (۲) الجوار: الجاریۃ کی جمع: کشتی (۳) المنشآت: المنشاۃ کی جمع: اسم مفعول، إنشاء مصدر: سطح سمندر سے اونچی ابھری ہوئی کشتی، وہ کشتیاں جن کے بادبان اونچے ہوں، بادبان: وہ کپڑا جو کشتی کی رفتار تیز کرنے کے لئے یا اس کا رخ موڑنے کے لئے لگاتے ہیں (۴) أعلام: علَم کی جمع: پہاڑ۔

میں قرآنِ کریم اتارا، جو اس کو سیکھنا چاہتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ قرآن کا علم عطا فرماتے ہیں، ساتھ ہی قوتِ بیانیہ بھی دی، تاکہ قرآن سیکھا ہوا دوسروں کی بھی راہ نمائی کرے، اب جو بندے اللہ کی ان نعمتوں کا انکار کرتے ہیں، اور اللہ کی بندگی نہیں کرتے وہ نانہجار (بے راہ) اور نالائق ہیں، یہ آیات پاک کا خلاصہ ہے، آگے قرآن کے بیان کے مطابق تقریر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مکلّف مخلوقات کی روحانی ضرورتوں کا سامان کیا

روحانی ضرورت مادّی ضرورت سے اہم ہے، اس لئے اس کو مقدم کیا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ رحمان (نہایت مہربان) ہیں، دنیا میں سبھی بندوں پر کرم کی بارش فرماتے ہیں، اس لئے ان کی مہربانی کا تقاضا ہوا کہ مکلّف مخلوقات کی روح کی بالیدگی کا سامان کریں، جنات کا وجود انسان سے پہلے ہے، انسانوں کی تخلیق سے پہلے ان میں نبوت کا سلسلہ ہوگا، پھر جب انسان کو پیدا کیا تو نبوت انسانوں میں سمٹ آئی، اب جنات دینی راہ نمائی میں انسانوں کے تابع ہیں، اور ان میں بھی وہ تمام فرقے ہیں جو انسانوں میں ہیں، ان میں مسلمان، ہندو، عیسائی، یہودی وغیرہ سب فرقے ہیں۔

اور پہلا انسان پہلا نبی ہے، پھر یہ سلسلہ چلتا رہا، اللہ کی ہدایات اور کتابیں نازل ہوتی رہیں، تا آنکہ خاتم النّبیین ﷺ پر آخری کتاب نازل ہوئی، اب جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے اور اس کو سیکھنا چاہیں گے، اللہ تعالیٰ ان کو علوم قرآنی سے بہرہ ور فرمائیں گے، اور جو روگردانی کریں گے وہ محروم رہیں گے۔

اللہ کی سنت یہ ہے کہ خلق اللہ کرتے ہیں اور کسب بندے، جب بندہ اپنے جزوی اختیار سے کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کام کو وجود بخشتے ہیں، پس قرآن پر ایمان کی توفیق اور قرآن کا علم اسی کو ملتا ہے جو اس کے لئے جتن کرتا ہے، اس لئے فرمایا کہ نہایت مہربان اللہ نے قرآن سکھایا یعنی دورِ آخر میں قرآن نازل کیا، اور جو اس پر ایمان لایا، اور اس نے سیکھنا چاہا اس کو علوم قرآنی سے بہرہ ور کیا۔

اور انسان اور جنات دونوں حیوان ناطق ہیں، ناطق کے معنی ہیں: الفاظ کی مدد سے اپنی بات دوسرے کو سمجھانا، اور دوسرا جو سمجھائے اس کو سمجھنا، یہ خوبی اللہ نے جنّ وانس دونوں میں رکھی ہے، دیگر مخلوقات أَعْجَم (بے زبان) ہیں، محض بولنا ناطق کے اصطلاحی معنی نہیں، بولتی تو ہر مخلوق ہے، اور انسان کے اس وصف کا نام قوتِ بیانیہ ہے، بیان: قرآنی اصطلاح ہے اور وہ ناطق سے زیادہ واضح ہے، یہ قوت انسان کو اس لئے دی ہے کہ جس نے قرآن سمجھ لیا ہے وہ دوسروں کو سمجھائے اور انسان کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ وہ جنّ وانس دونوں کو سمجھاتا ہے، اور جنات صرف جنات کو سمجھاتے ہیں، علاوہ ازیں جنات نبوت میں انسانوں کے تابع ہیں۔

﴿ اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ۝ ﴾

ترجمہ وتفسیر: نہایت مہربان ہستی نے قرآن سکھایا ـــــ یعنی نازل فرمایا، پھر جس نے سیکھنا چاہا اس کو سکھایا ـــــ اس نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو ما فی الضمیر ادا کرنا سکھایا ـــــ تاکہ قرآن سیکھا ہوا دوسروں کو سکھلائے۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی مادّی ضرورتوں کا بھی انتظام کیا

مکلّف مخلوق دو چیزوں کا مجموعہ ہے: روح اور جسم، دونوں کی ضرورتیں الگ الگ ہیں، اہم روحانی ضرورت ہے، اس کا بیان ہو چکا، اور جسم کی ضرورت بھی کچھ کم اہم نہیں، اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے تین انتظامات کئے ہیں:

۱- چاند، سورج کا نظام بنایا، دونوں حساب سے (Regular) چل رہے ہیں، لاکھوں سال ہو گئے ان کی چال میں فرق نہیں پڑا، شب وروز اور گرمی سردی کا تعلق اسی نظام سے ہے، اور بیلیں اور درخت بھی اس نظام سے وابستہ ہیں، سورج اور چاند ان کی نشو ونما میں اثر انداز ہوتے ہیں، سورج کی گرمی سے ہر چیز پلتی بڑھتی اور پکتی ہے، اور چاند کی روشنی سے پھلوں میں مٹھاس پیدا ہوتی ہے، یہ تو چاند کی سیدھی چال کا ثمرہ ہے، اور الٹی چال سے عبادتوں کے سیزن بدلتے ہیں، رمضان کبھی گرمیوں میں آتا ہے کبھی سردیوں میں۔

۲- اللہ تعالیٰ نے اونچا آسمان بنایا، اتنا اونچا کہ ہم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے، اتنی اونچی چھت کس سہارے پر ٹکی ہوئی ہے؟ ایک توازن (Balance) ہے جو اس کو تھامے ہوئے ہے، سورۃ لقمان (آیت ۱۰) میں ہے: ﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا﴾: اللہ نے آسمانوں کو بلا ستون بنایا، تم ان کو دیکھ رہے ہو، یعنی جو تمہیں نظر آرہا ہے، اس کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ آسمان کے ستون ہیں، مگر وہ نظر نہیں آتے، اسی کا نام توازن ہے، جیسے ستارے اور سیارے باہمی کشش سے اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے ہیں، اسی طرح کا توازن آسمان کو روکے ہوئے ہے۔

اور یہ توازن (دو چیزوں کی برابری) ہر چیز میں ضروری ہے، خاص طور پر معاملات اور لین دین میں عدل وانصاف ضروری ہے، ڈنڈی مارنا جائز نہیں، کیونکہ بندوں کو اللہ کی خوبیاں اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں، جب اللہ نے آسمان متوازن بنایا ہے تو ضروری ہے کہ لوگ معاملات ٹھیک سے کریں، ورنہ معاشی نظام درہم برہم ہو جائے گا۔

۳- جن وانس کے فائدے کے لئے اللہ نے زمین بچھائی، اور اس میں ان کی بے شمار منفعتیں رکھ دیں، مثلاً:

(الف) زمین میں میوے پیدا کئے، میوہ: جس کو لطف کے لئے کھایا جائے (تمبا کو میوہ نہیں) جیسے انگور کھجور وغیرہ۔ کھجور کا جب پھول نکلتا ہے تو دانہ نرم ونازک ہوتا ہے، اور بہت بلندی پر ہوتا ہے اس لئے گرمی سے جھلس سکتا ہے، اس لئے حفاظت کے لئے اس پر غلاف چڑھا دیا، پھر جب دانہ گرمی برداشت کرنے کے قابل ہو جاتا ہے تو گابھا آگے بڑھ جاتا ہے اور پیچھے دانے نمودار ہو جاتے ہیں، جیسے جنین میں روح پڑنے کے بعد اس کو چار ماہ بچہ دانی میں رکھا جاتا ہے، پھر پیدا

(ظاہر) ہوتا ہے، اس سے پہلے پیٹ سے نکل آئے گا تو دنیا کی آب وہوا برداشت نہیں کرسکے گا۔

(ب) اللہ نے زمین میں غلہ پیدا کیا، اس کا دانہ بھی شروع میں نرم ہوتا ہے، اس لئے اس پر بھس لپیٹ دیا، پھر جب اندر غلہ پک جاتا ہے اور دانہ سخت ہوجاتا ہے تو اس کو بھس سے نکال لیا جاتا ہے، اور بھس بھی بیکار نہیں جاتا، جانور کھاتے ہیں اور دودھ دیتے ہیں۔

(ج) ریحان کے دو معنی کئے ہیں: (۱) خوشبودار پھول، پس یہ میوہ کا مقابل ہے، میوے لطف کے لئے کھائے جاتے ہیں اور پھول دلچسپی سے سونگھے جاتے ہیں (۲) روزی، خواہ کوئی ہو، پس یہ غلہ کا مقابل ہے، یعنی غلہ کے علاوہ بھی اللہ نے انسان کی روزی پیدا کی ہے۔

﴿اَلشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَّالنَّجْمُ وَ الشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝ فِيْهَا فَاكِهَةٌ ۝ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَ الرَّيْحَانُ ۝﴾

ترجمہ اور تفسیر: سورج اور چاند حساب سے چلتے ہیں، اور بیلیں اور درخت مطیع ہیں ــــــ یعنی دونوں جس مقصد کے لئے پیدا کئے گئے ہیں: اس کی تکمیل میں لگے ہوئے ہیں ــــــ اور اس نے آسمان کو اونچا کیا، اور توازن قائم کردیا ــــــ یہاں میزان کے معنی: معروف ترازو نہیں، بلکہ بیلنس ہے، المَوْرِد (انگریزی۔ عربی لغت) میں بیلنس کا ترجمہ میزان کیا ہے، اور ابن فارس نے مَقَايِيْسُ اللغة میں مادہ کے معنی تعدیل اور استقامة: برابر کرنا اور صحیح کرنا: کئے ہیں، اور یہ محاورات لکھے ہیں: قَامَ مِيْزَانُ النهار: دن آدھا ہوگیا، هذا يُوْزَنُ ذلك: یہ اس کے برابر ہے، وَزِيْنُ الرأي: معتدل رائے والا، رَاجِحُ الْوَزْنِ: بہترین رائے والا، مضبوط رائے والا، معروف ترازو بھی دو چیزوں کو برابر کرتا ہے اس لئے اس کو میزان کہتے ہیں ــــــ (اور حکم دیا:) کہ تم تولنے میں کمی بیشی مت کرو ــــــ یہ منفی پہلو سے حکم ہے ــــــ اور تم انصاف کے ساتھ ٹھیک تولو ــــــ یہ مثبت پہلو سے حکم ہے ــــــ اور تول کو گھٹاؤ مت! ــــــ یہ تاکید کے لئے تیسری مرتبہ منفی پہلو سے حکم دیا۔

فائدہ: قرآنِ کریم کا اسلوب یہ ہے کہ جب وہ کوئی بات بیان کرتا ہے تو اس کو ضروری حد تک بڑھاتا ہے، یہاں آسمان کے توازن کا ذکر آیا تو معاملات میں توازن کی تاکید کی۔

اور اس نے زمین کو خلقت کے فائدے کے لیے رکھ دیا، جس میں میوے اور غلاف والے کھجور کے درخت اور بھس والا غلہ اور خوشبودار پھول/ رزق ہے ــــــ پس تم (اے جن وانس) اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے! ــــــ یعنی کیا

یہ نعمتیں ایسی ہیں کہ ان کا انکار کیا جائے؟ جواب: پروردگار! ہم آپ کی کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے، ہر حمد وثنا آپ کے لئے ہے! ــــ سوال: جنات کا ذکر اب تک نہیں آیا، پھر ﴿ تُكَذِّبٰنِ ﴾ میں تثنیہ کی ضمیر کیسے لوٹائی؟ جواب: ﴿ اَلْاَنَامِ ﴾ میں ان کا ضمناً ذکر آ گیا ہے، اور آگے صراحۃً آرہا ہے۔

فائدہ: ارشادِ پاک: ﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ؟ ﴾: آگے تیس مرتبہ اور آئے گا، سب جگہ مذکورہ جواب دینا ہے اس کی ہر آیت کے بعد تفسیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ یہ تکریر ہے، اور اس کا مقصد غافل کو بیدار کرنا ہے، جیسے خواجہ مجذوب صاحب رحمہ اللہ کی ایک نظم میں چار مصرعوں کے بعد یہ شعر آتا ہے:

ایک دن مرنا ہے، آخر موت ہے! ❁ کرلے جو کرنا ہے، آخر موت ہے!

اس کا مقصد یہ ہے کہ دل پر چوٹ لگے، اور آدمی غفلت سے ہوش میں آئے، اسی طرح اس ارشاد کو سمجھنا چاہئے۔

جنّ وانس کی تخلیق کا مادہ ذرا مختلف ہے، مگر دونوں زمین میں ایک ساتھ آباد ہیں

خلقت کی مادی ضروریات کے بیان سے فارغ ہوکر اب یہ بات بیان فرماتے ہیں کہ جنّ وانس کا مادۂ تخلیق اگرچہ مختلف ہے، مگر دونوں کا مسکن یہی زمین ہے، دونوں عناصر اربعہ (آگ، پانی، ہوا، مٹی) سے پیدا کئے گئے ہیں، مگر حضرت آدم علیہ السلام ٹھیکری کی طرح بجتی مٹی سے پیدا کئے گئے ہیں، یعنی ان کے آمیزہ (خمیر) میں خاک کا غلبہ ہے، اس لئے انسان خاکی مخلوق کہلاتی ہے، اور جنات کے دادا جانّ کے آمیزہ میں آگ کا غلبہ ہے، اس لئے جنات ناری مخلوق کہلاتی ہے، اور مادہ کے اس اختلاف کی وجہ سے انسان کثیف اور جنات لطیف ہیں۔

اور معجون میں مفردات کا اثر آتا ہے، مٹی پامال رہتی ہے، اس لئے انسان کے مزاج میں تواضع ہے، اور آگ کے مزاج میں استعلاء (اوپر کو اٹھنا) ہے، اس لئے جنات کے مزاج میں سرکشی ہے، تاہم دونوں اللہ کے بندے ہیں، جیسے دو مشرقوں اور دو مغربوں کے رب اللہ تعالیٰ ہیں، گرمیوں میں سورج خط استواء کے قریب چلا جاتا ہے، اور مقابل نقطہ میں غروب ہوتا ہے، اور سردیوں میں جنوب کی طرف نیچے چلا جاتا ہے اور مقابل نقطہ میں ڈوبتا ہے، اس لئے آثار مختلف ہوتے ہیں۔ ایک وقت نہایت گرم اور دوسرا وقت نہایت سرد ہوتا ہے، مگر دونوں کے پروردگار اللہ تعالیٰ ہیں، اسی طرح جنات اور انسانوں کے پروردگار اللہ ہی ہیں، اگرچہ دونوں کے مزاج مختلف ہیں۔

دوسری مثال: دو دریا ہیں، سمندر کا پانی شور (کڑوا) ہوتا ہے، اور اس میں میٹھے پانی کے دریا گرتے ہیں، اور دور تک بہتے چلے جاتے ہیں اور الگ الگ رہتے ہیں، اسی طرح جب سمندر میں جوار بھاٹا ہوتا ہے تو سمندر کا پانی ساتھ لگے دریاؤں پر چڑھ آتا ہے، مگر میٹھے پانی کے ساتھ ملتا نہیں، دونوں پانیوں کے درمیان ایک آڑ ہے جو ملنے نہیں دیتی،

اور وہ ہلکا بھاری ہونے کی آڑ ہے، کڑوا پانی ہلکا ہوتا ہے اور میٹھا پانی بھاری، جیسے پانی میں تیل ڈالیں تو نہیں ملے گا، کیونکہ تیل ہلکا ہوتا ہے۔

اور جب میٹھا دریا سمندر میں گرتا ہے تو تلقیح (قلم کاری) ہوتی ہے، اور اس جگہ موتی مونگے پیدا ہوتے ہیں جو دنیا کی بڑی نعمت ہیں، سمندر کے بیچ میں موتی نہیں پیدا ہوتے، اسی طرح جنات اور انسان زمین میں ایک ساتھ رہتے ہیں، مگر دونوں ملتے نہیں، اور دونوں کے ایک ساتھ ہونے میں فوائد ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں، جیسے انسان کی تخلیق کے وقت فرشتوں نے دبی زبان میں اعتراض کیا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو جواب دیا: ﴿ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴾: میں جو مصلحت جانتا ہوں اس کو تم نہیں جانتے [البقرۃ ۳۰] اسی طرح دونوں مخلوقات کے ساتھ ہونے میں جو مصلحت ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

پھر ایک سوالِ مقدر کا جواب: یہ کہ جنات سرکش مخلوق ہے، وہ زمین میں انسان کو کیسے پنپنے دے گی؟ جواب: اللہ انسانوں کے محافظ ہیں، جنات انسانوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، جیسے سمندر میں پہاڑوں جیسے جہاز کھڑے ہیں اور ڈوبتے نہیں، حالانکہ تولہ بھر وزن پانی پر نہیں رکتا، اور جہاز نہیں ڈوبتے: ﴿ لَهُ ﴾ میں اس کی وجہ ہے کہ یہ جہاز اللہ کی حفاظت میں ہیں، اس لئے پانی ان کو ڈبا نہیں سکتا، اسی طرح انسان اللہ کی حفاظت میں رہیں گے، جنات ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔

آیت کا ماسیق لاجلہ الکلام تو یہی ہے کہ یہ سوالِ مقدر کا جواب ہے، لیکن ساتھ ہی بڑی کشتیاں اللہ کی بڑی نعمت بھی ہیں، قدیم زمانے میں اِن ہی جہازوں کے ذریعے ایک برّ اعظم سے دوسرے براعظم تک پہونچتے تھے۔ اور بڑی تجارتیں اُن کے ذریعے وجود میں آتی تھیں، اِس لیے اِن میں نعمت کا پہلو بھی ہے۔

سوال: جنات تو انسانوں کو لگتے ہیں اور پریشان کرتے ہیں؟

جواب: انسان بھی وظیفے پڑھ کر جنات کو تابع کرتے ہیں، پس حساب برابر ہو گیا، دوسرا جواب: یہ ہے کہ یہ شاذ واقعات ہیں، جیسے انسان کو اللہ نے بہترین سانچے میں ڈھالا ہے، مگر بعض انسان لولے لنگڑے اور اندھے کانے ہوتے ہیں، یہ شاذ واقعات ہیں، ان سے اعتراض نہیں ہو سکتا، یہ صورت مادّہ کی نافرمانی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، ورنہ انسان کو اللہ نے شاندار سانچے میں ڈھالا ہے۔

اب سوچو! جس مالک نے دونوں مخلوقات کو پیدا کیا، ان کی مادی اور روحانی ضرورتوں کا انتظام کیا، پس ان کو جس مقصد کے لئے پیدا کیا ہے اگر وہ اس کی تکمیل نہ کریں تو ان سے زیادہ بے راہ کون ہوگا؟ جو اللہ کی نعمتوں کو کھاتے ہیں اور

ان کو جھٹلاتے ہیں وہ حرام خور نہیں تو اور کیا ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہمیں شکر گذار بندہ بنائیں، اور اپنی فرمان برداری کے کاموں میں لگائیں (آمین)

﴿خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ ۝ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ۝﴾

ترجمہ اور تفسیر: اللہ نے انسان کو ٹھیکری کی طرح بجتی مٹی سے پیدا کیا —— حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے تعلق سے قرآنِ کریم میں مختلف تعبیریں آئی ہیں، کہیں ہے: ﴿مِنْ تُرَابٍ﴾: مٹی سے، کہیں ہے: ﴿مِنْ طِينٍ لَازِبٍ﴾: چپکتے ہوئے گارے سے، کہیں ہے: ﴿مِنْ حَمَإٍ مَسْنُونٍ﴾: سڑے ہوئے بدبودار گارے سے، اور کہیں ہے: ﴿مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ﴾: ٹھیکری کی طرح کھنکھناتی مٹی سے، ان مختلف تعبیرات کا حاصل ایک ہے، حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کیا، اس طرح کہ مٹی میں پانی ملایا تو وہ لازب بنی، اس میں چپک پیدا ہوئی، پھر وہ سیاہ ہوگئی، اور سڑ گئی تو حمأ مسنون بن گئی، پھر خشک ہو کر ٹھیکری کی طرح کھن کھن بجنے لگی، تو صلصال کالفخار ہوگئی، چونکہ آدم علیہ السلام کا مادہ مختلف مراحل سے گذرا ہے اس لئے مختلف تعبیرات آئی ہیں۔

اور جانّ (جنات کے جدامجد) کو ملنے والی آگ سے پیدا کیا —— مارج کے معنی ہیں: ملنے والی، ابھی فعل مَرَجَ آرہا ہے..... ملنے والی: یعنی عناصر ثلاثہ کے ساتھ..... مگر اس کی حقیقت سمجھنا مشکل ہے۔

پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

دو مشرقوں کے پروردگار اور دو مغربوں کے پروردگار —— پروردگار: یعنی خالق و مالک و پالنہار —— اسی طرح انسان اور جنات کے خالق و مالک و پروردگار اللہ تعالیٰ ہیں، اگرچہ دونوں مخلوقات فطرت میں مختلف ہیں۔

پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

اللہ نے دو دریا بہائے جو باہم ملتے ہیں، دونوں کے درمیان ایک آڑ ہے، دونوں ایک دوسرے پر چڑھائی نہیں کرتے —— دونوں کے ملنے سے تلقیح ہوتی ہے، اسی طرح جنات اور انسان اپنے اپنے دائرہ میں رہ کر اپنا کام کرتے ہیں، اور دونوں کے ایک ساتھ ہونے میں فوائد ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔

پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے برآمد ہوتے ہیں —— یہ ملنے کا فائدہ ہے۔

پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

اور اللہ کی ملک ہیں سمندر میں پہاڑوں جیسی ابھری ہوئی کشتیاں —— یہ سوالِ مقدر کا جواب ہے۔

پس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟

جواب: اے ہمارے پروردگار! ہم آپ کی کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے، آپ کے لئے حمد وثنا ہے!

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿٣١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٢﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿٣٣﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٤﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ﴀ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿٣٥﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٦﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿٣٧﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٨﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ﴿٣٩﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٠﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَ الْاَقْدَامِ ﴿٤١﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٢﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿٤٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٤٥﴾

ع ۲ / ۱۲

كُلُّ مَنْ	ہر وہ شخص جو	فَانٍ	ختم ہونے والا ہے	وَجْهُ رَبِّكَ	تیرے رب کا چہرہ
عَلَيْهَا	زمین پر ہے	وَّ يَبْقٰى	اور باقی رہے گا	ذُو الْجَلٰلِ	بزرگی والا

وَالْاِكْرَامِ	اور عظمت والا	الْجِنِّ	جنات کی	تَنْتَصِرٰنِ (۵)	فتح پاسکو گے تم دونوں
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ	پس کونسی نعمتوں کو	وَالْاِنْسِ	اور انسانوں کی	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ	پس کونسی نعمتوں کو
رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	اِنِ اسْتَطَعْتُمْ	اگر تمہارے بس میں ہو	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی
تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	اَنْ تَنْفُذُوْا (۲)	کہ آر پار ہوجاؤ	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں
يَسْئَلُهٗ	مانگتے ہیں اس سے	مِنْ اَقْطَارِ	کناروں سے	فَاِذَا انْشَقَّتِ	پس جب پھٹ جائیگا
مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ	جو آسمانوں میں ہیں	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کے	السَّمَآءُ	آسمان
وَالْاَرْضِ	اور زمین میں ہیں	وَالْاَرْضِ	اور زمین کے	فَكَانَتْ	پس ہوجائے گا وہ
كُلَّ يَوْمٍ هُوَ	ہر دن وہ	فَانْفُذُوْا	تو آر پار ہوجاؤ	وَرْدَةً	سرخ گلابی
فِيْ شَاْنٍ	کسی اہم کام میں ہے	لَا تَنْفُذُوْنَ	نہیں نکل سکتے تم	كَالدِّهَانِ (۶)	جیسے تیل کی تلچھٹ
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ	پس کونسی نعمتوں کو	اِلَّا بِسُلْطٰنٍ	مگر غلبہ کے ذریعہ		(سرخ چمڑا)
رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ	پس کونسی نعمتوں کو	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ	پس کونسی نعمتوں کو
تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی
سَنَفْرُغُ	ہم ابھی فارغ ہوتے ہیں	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں
لَكُمْ	تمہارے لئے	يُرْسَلُ	چھوڑے جائیں گے	فَيَوْمَئِذٍ	پس اس دن
اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ (۱)	اے دولدی پھدی مخلوقو!	عَلَيْكُمَا	تم دونوں پر	لَا يُسْئَلُ	نہیں پوچھا جائے گا
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ	پس کونسی نعمتوں کو	شُوَاظٌ (۳)	شعلے	عَنْ ذَنْۢبِهٖٓ (۷)	اس کے گناہ کے بارے میں
رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	مِّنْ نَّارٍ	آگ کے	اِنْسٌ	کسی انسان سے
تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	وَّنُحَاسٌ (۴)	اور دھواں	وَّلَا جَآنٌّ	اور نہ کسی جن سے
يٰمَعْشَرَ	اے جماعت	فَلَا	پس نہیں	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ	پس کونسی نعمتوں کو

(۱) الثقلان: الثَقَل کا تثنیہ، الثقل: سامان، لدی پھدی: بوجھل، سامان ڈھوئی ہوئی، کوئی نیکی لئے ہوئے کوئی برائی سے گرانبار (۲) نفذ (ن) فیه و منه: آر پار ہونا، چیر کر دوسری طرف نکل جانا۔ (۳) الشُواظ: بغیر دھویں کا شعلہ (۴) النُّحَاس: خالص دھواں جس کے ساتھ چنگاریاں نہ ہوں (تانبا پیتل بھی اس کے معنی ہیں) (۵) انتصر علی خصمه: مقابل پر فتح پانا، بازی جیتنا (۶) الدِّهان کے دو معنی ہیں: سرخ چمڑا اور تیل کی گاد۔ (۷) ذنبه کا مرجع بعد میں ہے تعود علی أحد المذکورین (جمل)

رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	وَالْاَقْدَامِ	اور ٹانگوں سے	يَطُوْفُوْنَ	آتے جاتے رہیں
تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ	پس کونسی نعمتوں کو		گے وہ
يُعْرَفُ	پہچانے جائیں گے	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	بَيْنَهَا	اس کے درمیان
الْمُجْرِمُوْنَ	گنہگار (آخری درجہ کے)	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	وَبَيْنَ حَمِيْمٍ	اور گرم پانی کے درمیان
بِسِيْمٰهُمْ	ان کے چہروں کی علامتوں سے	هٰذِهٖ جَهَنَّمُ	یہ وہ دوزخ ہے	اٰنٍ(۱)	کھولتے ہوئے
فَيُؤْخَذُ	پس پکڑے جائیں	الَّتِيْ يُكَذِّبُ	جس کو جھٹلاتے تھے	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ	پس کونسی نعمتوں کو
	گے وہ	بِهَا	اس کو	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی
بِالنَّوَاصِيْ	پیشانی کے بالوں سے	الْمُجْرِمُوْنَ	بدکردار لوگ	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں

یہ دنیا ختم ہوگی، دوسری دنیا آباد ہوگی، مجرموں کو سزا ملے گی اور کوئی بدکردار بچ نہیں سکے گا

جنات اور انسانوں کی یہ دنیا ختم ہونے والی ہے، رب ذوالجلال والاکرام کی ہستی باقی رہے گی، وہ دوسری دنیا آباد کریں گے، اور یہ ان کا ایک کارنامہ ہے، ان کی تو شان یہ ہے کہ وہ ہر وقت کسی کام میں ہوتے ہیں، آسمانوں اور زمین کی مخلوقات ان سے اپنی حاجات طلب کرتی ہیں، اور وہ سب کی حاجتیں پوری کرتے ہیں، ان کا ارشاد ہے: ہم جلد جزاوسزا کا مرحلہ شروع کرنے والے ہیں، اور مجرم: اللہ کی سزا سے بچ کر نہ آسمانوں کے پار جاسکتے ہیں نہ زمین میں کہیں بھاگ سکتے ہیں، اس کے لئے بڑی قدرت کی ضرورت ہے، وہ ثقلین کو حاصل نہیں، اور اگر وہ آسمانوں سے آرپار نکلنا چاہیں تو کوشش کر دیکھیں، ان پر خالص آگ کے شعلے چھوڑے جائیں گے، یعنی میزائل داغے جائیں گے، جس سے وہ جل کر خاک ہوجائیں گے، اور دھواں چھوڑا جائے گا، جیسے آنسو گیس چھوڑتے ہیں، جس سے ان کا دم گھٹ جائے گا، پھر وہ اس آفت کو ہٹا نہ سکیں گے۔

یہ قیامت کب شروع ہوگی؟ جس دن آسمان پھٹ جائے گا، وہ سرخ چمڑے کی طرح گہرا گلابی ہوجائے گا، نیلگونی رنگ بدل جائے گا، اس دن قیامت شروع ہوگی، اور جن وانس کو سزا دینے کے لئے جرائم کی تحقیق ضروری نہیں ہوگی، کیونکہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہوگا، اور نامۂ اعمال میں ریکارڈ بھی ہوگا، مجرموں کو ان کے چہروں کی علامتوں سے پہچان لیا جائے گا، پھر ان کو بیک بینی ودوگوش جہنم میں ڈال دیا جائے گا، اور کہا جائے گا: یہی وہ دوزخ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے! اب تم ہمیشہ اس میں رہوگے، البتہ جب وہ پیاسے ہونگے تو کھولتے گرم پانی کے چشمہ پر باہر لائے جائیں گے، پھر واپس

(۱) آنٍ: اسم فاعل: کھولتا پانی، أَنى (ض) أَنْيًا السائلُ: سیال چیز کا انتہائی گرم ہونا۔

جہنم میں پہنچا دیئے جائیں گے، اسی طرح تا ابد واٹر ورکس اور دوزخ کے درمیان آتے جاتے رہیں گے۔

﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴾: جو بھی روئے زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے ـــــ یہ گریز کی آیت ہے، گریز: قصیدہ میں تمہید کے بعد اصل مقصد کی طرف متوجہ ہونے کا نام ہے، پہلے رکوع میں اس دنیا کا ذکر تھا، اب بات دوسری دنیا کی طرف مڑ رہی ہے، دوسری دنیا اس وقت شروع ہوگی جب یہ دنیا ختم ہو جائے گی۔ اور ﴿مَنْ عَلَيْهَا﴾ میں جن وانس مراد ہیں، اور سورۃ القصص کی آخری آیت عام ہے: ﴿ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ ﴾: ہر چیز فنا ہونے والی ہے، صرف اللہ کی ہستی باقی رہے گی، اس سورت کا موضوع چونکہ ثقلین: بلدی بھدی دو مخلوقات ہیں، اس لئے تخصیص کی ہے۔

﴿ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ﴾: اور آپ کے بزرگی اور عظمت والے پروردگار کی ذات باقی رہے گی ـــــ یہ آیت گویا سوالِ مقدر کا جواب ہے۔ یعنی جب یہ دنیا ختم ہو جائے گی تو دوسری دنیا کون آباد کرے گا؟ جواب: اللہ ذوالجلال والاکرام موجود رہیں گے، وہ سدا زندہ ہیں، وہ دوسری دنیا آباد کریں گے۔

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾: پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴾: اسی سے حاجتیں طلب کرتے ہیں سب آسمانوں اور زمین والے، وہ ہر وقت کسی اہم کام میں ہوتے ہیں ـــــ اس آیت میں تقدیم وتاخیر ہے، اللہ تعالیٰ ہر وقت کسی اہم کام میں ہوتے ہیں، کیونکہ آسمانوں اور زمین کی خلقت اپنی حاجتیں اللہ تعالیٰ سے مانگتی رہتی ہے، اور اللہ تعالیٰ سب کی حاجتیں پوری کرتے ہیں، یہ اللہ کے کام ہیں، اور اس دنیا کو ختم کرکے دوسری دنیا وجود میں لانا بھی ان کا ایک اہم کام ہے۔

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾: پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴾: ہم ابھی تمہارے لئے فارغ ہوتے ہیں اے دو بوجھل مخلوقو! ـــــ یعنی قیامت بہت جلد قائم ہونے والی ہے، بس تھوڑا سا وقت باقی رہ گیا ہے ـــــ اور اللہ کے یہاں کا تھوڑا سا ہمارے یہاں کا لمبا وقت ہے، وہاں کا ایک دن یہاں کے ہزار سال کے برابر ہے، اس لئے یہ خیال کرنا کہ بس اگلے جمعہ کو صور پھونکا جائے گا: صحیح نہیں، مگر کلُّ ماھو آتٍ فھو قریب کے قاعدہ سے قیامت قریب آ لگی ہے۔

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾: پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴾:

ترجمہ: اے جن وانس کی جماعت! اگر تمہارے بس میں ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے آر پار ہو جاؤ تو ہو جاؤ، قوت کے بغیر باہر نہیں ہو سکتے ــــ یعنی مجرم اللہ کی گرفت سے باہر نہیں ہیں، بھاگ کر کہاں جائیں گے؟ کیا وہ زمین کی پہنائی سے یا آسمانوں کے کناروں سے نکل جائیں گے؟ اس کے لئے قوت وغلبہ چاہئے وہ ان کو کہاں حاصل ہے؟

فائدہ: پہلے جن وانس آسمانوں سے آگے جاتے تھے، دادا دادی کو جنت میں بسایا تھا، جنت سدرۃ المنتہی سے پرے ہے، عیسیٰ علیہ السلام بھی آسمان پر اٹھائے گئے، البتہ ادریس علیہ السلام کا چپکے سے آسمانوں میں پہنچ جانا افسانہ ہے، اور ہمارے نبی ﷺ کا معراج میں آسمانوں میں جانا ثابت ہے، اور ابلیس علیہ اللعنہ نے دادا دادی کو جنت میں جا کر پھسلایا تھا۔ پھر جب دادا دادی اور ابلیس کو نیچے اتارا گیا تو ان کا آسمانوں کے پار جانا موقوف ہو گیا، مگر جنات اب بھی آسمان کے قریب جاتے ہیں، اور انسان چونکہ خاکی مخلوق ہے، اس لئے عام حالات میں وہ زمین سے بہت زیادہ دور نہیں جا سکتے، اس لئے فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکلنے کے لئے غلبہ اور قوت چاہئے، جو جن وانس کو حاصل نہیں۔

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾: پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ یُرْسَلُ عَلَیْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ۬ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۟ۚ ﴾

ترجمہ: تم دونوں پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا، پھر تم دونوں اس کو ہٹا نہ سکو گے ــــ جنات جب آسمان کے قریب جاتے ہیں تو ان پر شہابِ ثاقب (دہکتا شعلہ) پھینکا جاتا ہے، یہی شواظ (آگ کا شعلہ) ہے، اور دھواں چھوڑا جائے گا جیسے آنسو گیس چھوڑا جاتا ہے، اس سے جنات کا دم گھٹ جائے گا۔ غرض: جن وانس بھاگ کر نہ آسمان کے پار جا سکتے ہیں نہ زمین سے نکل سکتے ہیں، پھر وہ عذابِ الٰہی سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾: پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۟ۚ ﴾

ترجمہ: پس جب آسمان پھٹ جائے گا، اور وہ سرخ گلابی رنگ کا ہو جائے گا، جیسے رنگا ہوا سرخ چمڑا ــــ یعنی آسمان کا موجودہ نیلگونی رنگ بدل جائے گا، اور وہ خون کی طرح سرخ ہو جائے گا، اس وقت قیامت قائم ہوگی۔

﴿ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾: پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ فَیَوْمَىِٕذٍ لَّا یُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ۟ۚ ﴾: اس دن کسی جن وانس سے اس کے جرم کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا ــــ اس لئے کہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہوگا، اور جرائم کی مسل بھی موجود ہوگی، نامۂ اعمال میں سب کچھ ریکارڈ ہوگا، پھر پوچھ گچھ کی کیا ضرورت ہے؟

﴿ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ﴾: پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ۝ ﴾

ترجمہ: مجرم لوگ ان کے چہروں کی علامتوں سے پہچان لئے جائیں گے —— کافروں کے چہروں پر بولیٹ (سیاہی) برس رہی ہوگی، اور ان کی آنکھیں نیل گونی ہونگی، اس سے مجرم خود بخود پہچان لئے جائیں گے، جیسے مؤمنین سجدوں اور وضوء کے آثار وانوار سے پہچان لئے جائیں گے —— پس وہ پیشانی کے بالوں اور ٹانگوں سے پکڑے جائیں گے —— مفسرین نے اس کی دو صورتیں لکھی ہیں: (۱) کسی کے بال اور کسی کی ٹانگ پکڑ کر جہنم کی طرف گھسیٹا جائے گا۔ (۲) مجرم کی ہڈیاں پسلیاں توڑ کر پیشانی کو پاؤں سے ملادیں گے، اور زنجیر وغیرہ سے پکڑ کر دوزخ میں ڈالیں گے (فوائد) اور اس کو تمثیل بھی قرار دے سکتے ہیں۔

﴿ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ﴾: پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ ﴾: یہ دوزخ ہے جس کو مجرم لوگ جھٹلایا کرتے تھے —— یعنی دنیا میں اسی دوزخ کا انکار کیا کرتے تھے۔

﴿ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۝ ﴾: وہ لوگ دوزخ اور کھولتے گرم پانی کے درمیان آتے جاتے رہیں گے —— جہنمیوں کا یہ واٹر ورکس جہنم سے باہر ہوگا، مگر جہنم کے ایریا میں ہوگا، جب جہنمی پیاسے ہونگے تو ان جانوروں کو پانی پینے کے لئے ٹنکی پر لایا جائے گا، پھر ان کو جہنم میں پہنچا دیا جائے گا، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

﴿ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ﴾: پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

فائدہ: مجرموں کو سزا دینا بھی وفاداروں کے حق میں انعام ہے، اور اُس سزا کا بیان کرنا بھی، تاکہ لوگ سن کر اس جرم سے باز رہیں، یہ مستقل انعام ہے۔ حضرت شاہ عبد القادر صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”ہر آیت میں نعمت جتائی، کوئی اب نعمت ہے، اور کسی کی خبر دینا نعمت ہے کہ اس سے بچیں“ (فوائد)

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰي فُرُشٍۢ بَطَاۗىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ۭ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا

تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾
وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾
فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي
الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰي رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾ ع

وَلِمَنْ	اور اس کے لئے جو	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	تَجْرِيٰنِ (۳)	بہہ رہے
خَافَ	ڈرا	ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ (۲)	شاخوں والے	فَبِاَيِّ اٰلَآءِ	پس کون کونسی نعمتوں کو
مَقَامَ (۱)	کھڑے ہونے سے	فَبِاَيِّ	پس کونسی	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی
رَبِّهٖ	اپنے رب کے سامنے	اٰلَآءِ	نعمتوں کو	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں
جَنَّتٰنِ	دو باغ ہیں	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	فِيْهِمَا	دونوں باغوں میں
فَبِاَيِّ	پس کونسی	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	مِنْ كُلِّ	ہر قسم سے
اٰلَآءِ	نعمتوں کو	فِيْهِمَا	دونوں باغوں میں	فَاكِهَةٍ	میوے ہیں
رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	عَيْنٰنِ	دو چشمے ہیں	زَوْجٰنِ (۴)	قسم قسم کے

(۱) مَقام: مصدر میمی اور اضافت لامیہ ہے: ﴿يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ (۲) ذواتا: ذوات کا تثنیہ ہے ذات کا نہیں اور أفنان: فَنّ کا تثنیہ ہے: شاخ، فنون: شاخیں (۳) تجریان: عینان کی صفت ہے (۴) زوجان: تثنیہ تکرار کے لیے ہے، جیسے ﴿فَارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ﴾۔

فَبِاَيِّ	پس کونسی	قَبْلَهُمْ	ان سے پہلے	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں
اٰلَآءِ	نعمتوں کو	وَلَا جَآنٌّ	اور نہ کسی جن نے	وَمِنْ دُوْنِهِمَا	اور ان دو باغوں سے ورے
رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	فَبِاَيِّ	پس کونسی	جَنَّتٰنِ	دو باغ ہیں
تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	اٰلَآءِ	نعمتوں کو	فَبِاَيِّ	پس کونسی
مُتَّكِـِٕيْنَ	ٹیک لگانے والے	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	اٰلَآءِ	نعمتوں کو
عَلٰى فُرُشٍ	بچھونوں پر	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی
بَطَآئِنُهَا (۱)	ان کے استر	كَاَنَّهُنَّ	گویا وہ عورتیں	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں
مِنْ اِسْتَبْرَقٍ	دبیز ریشم کے ہیں	الْيَاقُوْتُ	لعل (ہیرے)	مُدْهَآمَّتٰنِ (۵)	دونوں گہرے سبز
وَجَنَا (۲)	اور پکے ہوئے پھل	وَالْمَرْجَانُ	اور مونگے ہیں		(سیاہ) ہیں
الْجَنَّتَيْنِ	دونوں باغوں کے	فَبِاَيِّ	پس کونسی	فَبِاَيِّ	پس کونسی
دَانٍ (۳)	قریب ہونے والے ہیں	اٰلَآءِ	نعمتوں کو	اٰلَآءِ	نعمتوں کو
فَبِاَيِّ	پس کونسی	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی
اٰلَآءِ	نعمتوں کو	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں
رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	هَلْ	نہیں	فِيْهِمَا	دو باغوں میں
تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	جَزَآءُ	بدلہ	عَيْنٰنِ	دو چشمے ہیں
فِيْهِنَّ	ان باغات میں	الْاِحْسَانِ	نیکوکاری کا	نَضَّاخَتٰنِ (۶)	ابل رہے ہیں
قٰصِرٰتُ	روکنے والیاں ہیں	اِلَّا الْاِحْسَانُ	مگر حسن سلوک	فَبِاَيِّ	پس کونسی
الطَّرْفِ	نگاہ کو	فَبِاَيِّ	پس کونسی	اٰلَآءِ	نعمتوں کو
لَمْ يَطْمِثْهُنَّ (۴)	نہیں ہاتھ لگایا ان کو	اٰلَآءِ	نعمتوں کو	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی
اِنْسٌ	کسی انسان نے	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں

(۱) بطائن: بِطَانَة کی جمع: استر: دوہرے کپڑے کی نیچے کی تہ۔ (۲) جنَا: مفرد: پکا عمدہ میوہ، أجنَاء اور أجنِ جمع (۳) دانٍ: اسم فاعل، دُنُوّ سے: قریب ہونا (۴) طَمَثَ (ض) المرأة: ہم بستری کرنا (۵) مُدْهَامَّة: اسم فاعل واسم مفعول ادْهِيمَام: اتنا گہرا سبز کہ سیاہ معلوم ہو (۶) نضَّاخة: اسم مبالغہ: ابلتا ہوا جوش زن جس کا پانی کبھی ختم نہ ہو۔

فِيهِمَا	دونوں باغوں میں	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں
فَاكِهَةٌ	میوے	حُورٌ	گوری عورتیں	مُتَّكِئِينَ	ٹیک لگانے والے
وَّنَخْلٌ	اور کھجوریں	مَّقْصُورٰتٌ(۳)	پردہ نشیں	عَلٰى رَفْرَفٍ(۴)	چاندنی پر
وَّرُمَّانٌ	اور انار ہیں	فِي الْخِيَامِ	خیموں میں	خُضْرٍ(۵)	سبز
فَبِاَيِّ	پس کونسی	فَبِاَيِّ	پس کونسی	وَّعَبْقَرِيٍّ(۶)	اور قیمتی بستر پر
اٰلَاۗءِ	نعمتوں کو	اٰلَاۗءِ	نعمتوں کو	حِسَانٍ	نفیس (خوب صورت)
رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ	پس کونسی نعمتوں کو
تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی
فِيهِنَّ	ان باغات میں	لَمْ يَطْمِثْهُنَّ	ہاتھ نہیں لگایا ان کو	تُكَذِّبٰنِ	جھٹلاؤ گے تم دونوں
خَيْرٰتٌ(۱)	اچھی عورتیں ہیں	اِنْسٌ	کسی انسان نے	تَبٰرَكَ	بڑی برکت والا ہے
حِسَانٌ(۲)	خوبصورت	قَبْلَهُمْ	ان سے پہلے	اسْمُ رَبِّكَ	آپ کے رب کا نام
فَبِاَيِّ	پس کونسی	وَلَا جَاۗنٌّ	اور نہ کسی جنّ نے	ذِي الْجَلٰلِ	بزرگی والا
اٰلَاۗءِ	نعمتوں کو	فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ	پس کونسی نعمتوں کو	وَالْاِكْرَامِ	اور عزت والا
رَبِّكُمَا	اپنے رب کی	رَبِّكُمَا	اپنے رب کی		(احسان والا)

ایماندار جنّ وانس کا اخروی انجام

پہلے تین باتیں ذہن نشیں کرلیں:

۱- یہ دنیا مخلوقات کا آمیزہ (مرکب) ہے، مؤمن وکافر، نیکوکار وبدکار، جنّ وانس سب ایک ساتھ ہیں، ان میں کوئی امتیاز نہیں، مگر آنے والی دنیا میں ان کے درمیان جدائی کردی جائے گی، مؤمنین جنت میں اور کفار جہنم میں ہونگے، اور نیکوکار انسانوں کی جنت الگ ہوگی، اور نیکوکار جنات کی الگ، مگر اس سورت میں دونوں کا بیان ساتھ چل رہا ہے، اس لئے ﴿جَنَّتٰنِ﴾ فرمایا، ایک جنت انسانوں کی ہے، دوسری جنات کی، اور دونوں جنتیں نعمتوں کے اعتبار سے یکساں

(۱) خیرات: خَيْرة کی جمع: نیک سیرت، اچھی عورت (۲) حِسَان: حَسَنَة کی جمع: خوبصورت، حسین وجمیل (۳) مقصورة: بمعنی قاصرات یعنی اسم مفعول بمعنی اسم فاعل: پردہ نشیں۔ (۴) رَفْرَف: قالین؛ چاندنیاں، گدے تکیے (۵) خُضْر: أخضر اور خَضْرَاء کی جمع: سبز، ہرا (۶) عَبْقَرِي: قیمتی، نادر، نفیس، خوبصورت بچھونا، عجیب وغریب آدمی بھی اس کے معنی ہیں یعنی ہیرو۔

ہونگی، کیونکہ دونوں عمل کے اعتبار سے یکساں ہیں، دونوں مکلّف ہیں، اور دونوں کے لئے احکام ایک ہیں —— اسی طرح کافر جن وانس کی دوزخیں بھی الگ الگ ہونگی، تقابل کا یہی تقاضا ہے —— رہے فرشتے تو وہ دونوں جنتوں اور دونوں دوزخوں میں آتے جاتے رہیں گے، ﴿ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴾ اور ﴿ عَلَیْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ﴾ سے یہ بات واضح ہے۔

۲-سورت میں دوجگہ ہم بستری کی نفی کی ہے، انسانوں کی ازواج کے تعلق سے انسانوں کے ہاتھ لگانے کی اور جنات کی ازواج کے تعلق سے جنات کے ہاتھ لگانے کی نفی کی ہے۔

۳-قرآنِ کریم متقی مؤمنین کا اخروی انجام بیان کرتا ہے، دوسرے درجہ کے مؤمنین کا انجام صراحۃً بیان نہیں کرتا، تاکہ ان کی بدکرداری کو شہ نہ ملے، چنانچہ اول درجہ کی جنت کے بیان میں: ﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ ﴾ کی صراحت کی ہے، اور ﴿ وَمِنْ دُوْنِهِمَا ﴾ میں صراحت نہیں کی کہ یہ دو جنتیں کن لوگوں کے لئے ہیں، ظاہر ہے یہ بھی مؤمنین کے لئے ہیں، مگر دوسرے درجہ کے مؤمنین کے لئے۔

اعلیٰ درجہ کی جنت کا حال: اعلیٰ درجہ کی جنت اعلیٰ درجہ کے مسلمانوں کے لئے ہے، اور اعلیٰ درجہ کے مسلمان وہ ہیں جن کو دنیا میں ہر وقت دھڑکا لگا رہتا ہے کہ ان کو ایک دن اللہ کے سامنے حساب کے لئے کھڑا ہونا ہے، اس لئے وہ اللہ کی نافرمانی سے بچتے ہیں، اور تقوی کی راہ اپناتے ہیں۔ آخرت میں دو باغ ہیں: ایک نیک انسانوں کے لئے اور دوسرا نیک جنات کے لئے، اور دونوں کا حال یکساں ہے، دونوں باغ شاخوں دار ہیں، خوب پھلے پھولے ہوئے ہیں، ان میں دو چشمے بہہ رہے ہیں، اس لئے سدا بہار ہیں، ان میں قسم قسم کے میوے ہیں، کسی بات کا ٹوٹا نہیں، جنتیوں کی نشست گاہیں ایسے فرشوں کی ہیں جن کا اُستر دبیز ریشم کا ہے، اَبرے کا حال اللہ بہتر جانیں! دونوں باغوں کے پکّے ہوئے میوے جھکے ہوئے ہیں، تاکہ بے تکلف کھڑے بیٹھے لے سکیں، اور ہر جنتی کی جنت بہت سے باغات پر مشتمل ہوگی، اور ہر باغ میں اس کی فیملی ہوگی، ان کی بیویاں دوشیزہ نیچی نگاہ والیاں ہونگی، ان کو ان کے شوہروں سے پہلے کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہوگا، وہ صاف رنگت کی بیش بہا یاقوت ومرجان کی طرح ہونگی، یہ اعلیٰ درجہ کی جنت اعلیٰ درجہ کے نیکوکاروں کا صلہ ہے، کیونکہ حسن سلوک کا صلہ حسن سلوک ہی ہوتا ہے، ان بندوں نے چونکہ دنیا میں احکام کی پوری پیروی کی، اس لئے صلہ میں اعلیٰ درجہ کی جنت ملی۔

کم درجہ کی جنت کا حال: پہلی دو جنتوں سے کم درجہ کی دو جنتیں اور ہیں، ایک کم درجہ کے انسانوں کے لئے، دوسری کم درجہ کے جنات کے لئے، اور دونوں کا حال یکساں ہے، دونوں گہری سبز سیاہی مائل ہیں، خوب تر وتازہ! ان میں

ابلتے ہوئے دو چشمے ہیں، جن کا سوت کبھی خشک نہیں ہوگا، ان میں ہر طرح کے میوے، کھجوریں اور انار ہیں، ان کی جنت بھی کئی باغات پر مشتمل ہوگی، اور ہر باغ میں اس کی فیملی ہوگی، ان کی بیویاں خوب سیرت خوب صورت ہونگی، گوری رنگت والی خیموں میں پردہ نشیں، جن کو ان کے شوہروں سے پہلے کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہوگا، ان کی نشست گاہوں میں سبز چاندنی بچھی ہوگی، جس پر قیمتی نفیس بستر لگے ہونگے، وہ ان پر ٹیک لگا کر بیٹھیں گے!

یہ جنتیں عظمت و بزرگی والے رب العالمین نے تیار کی ہیں، ان کا نام پاک بڑا برکت والا ہے!

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۙ ﴾

ترجمہ: اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے: اس کے لئے دو باغ ہیں —— یعنی اعلیٰ درجہ کے مؤمنین کے لئے دو باغ ہیں، ایک انسان مؤمن کے لئے، دوسرا جنات مؤمن کے لئے —— پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴾

ترجمہ: دونوں کثیر شاخوں والے ہیں، پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴾

ترجمہ: دونوں (جنتوں) میں دو چشمے ہیں، جو بہہ رہے ہیں، پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ فِیْهِمَا مِنْ کُلِّ فَاکِهَةٍ زَوْجٰنِ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴾

ترجمہ: دونوں (باغوں) میں ہر میوے کی دو دو قسمیں ہیں/قسم قسم کے میوے ہیں —— زوجان (تثنیہ) عدد کے لئے بھی ہو سکتا ہے، اور تکرار اور کثرت کے لئے بھی —— پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ مُتَّکِـِٕیْنَ عَلٰی فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴾

ترجمہ: ٹیک لگانے والے ایسے فرشوں پر جن کا استر دبیز ریشم کا ہے —— ابرے کو اسی پر قیاس کرلو —— اور دونوں باغوں کے پکّے پھل نزدیک ہونے والے ہیں —— یعنی پھل خود بخود جنتی کی حالت کے قریب آجائیں گے، ہر وقت جھکے ہوئے نہیں رہیں گے —— پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ۚ ﴾

ترجمہ: ہاتھ نہیں لگایا ان کو ان سے پہلے کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے —— لَا کے بعد پورا جملہ لوٹایا جاتا ہے، پس یہ دو جملے ہیں، اور دو مخلوق سے متعلق ہیں، انسانوں کی ازواج سے ان سے پہلے کسی انسان نے مقاربت نہیں کی ہوگی

یعنی وہ دوشیزہ (کنواری) ہونگی، یہی حال جنات کی ازواج کا ہوگا ـــــ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ـــــ یعنی انکار کروگے۔

﴿ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝﴾

ترجمہ: گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں ـــــ پہلی تشبیہ بیش قیمت ہونے کے اعتبار سے ہے اور دوسری نظافت اور صفائی کے اعتبار سے ـــــ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ هَلْ جَزَاۗءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝﴾

ترجمہ: نیکوکاری کا بدلہ نیکوکاری ہی ہوتا ہے ـــــ یعنی ان جنتیوں نے دنیا میں انتہائی درجہ کی عبادت کی تھی اس لئے ان کو اعلیٰ درجہ کی جنت عنایت فرمائی ـــــ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝﴾

ترجمہ: اور ان دونوں سے کم درجہ دوسرے دو باغ ہیں ـــــ یہ برائے نام کم درجہ ہیں ـــــ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ مُدْهَاۗمَّتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝﴾

ترجمہ: دونوں باغ گہرے سبز ہیں ـــــ تروتازہ اور ہرے بھرے کھیت اور باغ ایسے ہی ہوتے ہیں ـــــ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝﴾

ترجمہ: دونوں باغوں میں دو چشمے ہیں، دونوں جوش مار رہے ہیں ـــــ دونوں کے سوت (واو مجہول) کبھی خشک نہیں ہونگے ـــــ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝﴾

ترجمہ: دونوں باغوں میں میوے، کھجوریں اور انار ہیں ـــــ عرب میں خاص یہی دو میوے ہوتے ہیں، اس لئے ان کی تخصیص کی ـــــ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝﴾

ترجمہ: ان (باغات) میں خوب سیرت خوبصورت عورتیں ہیں ـــــ ہر جنتی کی جنت بہت سے باغات کا مجموعہ ہوگی، اور ہر باغ میں اس کی فیملی ہوگی، اس لئے هُنَّ: (ضمیر جمع مونث غائب) لائے ہیں ـــــ پس تم دونوں اپنے رب

کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ﴾

ترجمہ: گوری، خیموں میں پردہ نشیں ہیں ــــ عورت کی یہی دو اہم خوبیاں ہیں ــــ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ﴾

ترجمہ: ہاتھ نہیں لگایا ان سے پہلے کسی انسان نے اور نہ کسی جن نے ــــ یعنی کنیا ہونگی ــــ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰي رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ ﴾

ترجمہ: تکیہ لگائے ہوئے ہونگے سبز چاندنیوں اور نہایت خوبصورت بستروں پر ــــ الرَّفْرَف: بچھانے کا فرش، دری، چاندنی، ثَوْبٌ رَفْرَف: باریک کپڑا، رَفْرَفٌ خُضْر: سبز کپڑا یا گدا ــــ العَبْقَرِيّ: عَبْقَر کی طرف نسبت، حیرت انگیز، باکمال و بے مثال آدمی یا بے مثال چیز ــــ پس تم دونوں اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے!

﴿ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ ﴾

ترجمہ: بڑا بابرکت نام ہے آپ کے عظمت واحسان والے پروردگار کا! ــــ اسی کریم وعظیم نے یہ جنتیں مہیا کی ہیں۔

﴿۲۹؍ جمادی الاخری ۱۴۳۷ھ = ۸؍ اپریل ۲۰۱۶ء﴾



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الواقعہ

یہ مکی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۴۶ ہے، یہ مکی دور کے وسط کی سورت ہے، اس کی خاص فضیلت یہ ہے کہ اگر اس کو رات کو پڑھا جائے تو فقر وفاقہ سے حفاظت ہو جاتی ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عیادت کے لئے تشریف لائے، پوچھا: کیا تکلیف ہے؟ جواب دیا: اپنے گناہوں کی تکلیف ہے! پوچھا آپ کیا چاہتے ہیں؟ جواب دیا: اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں! پوچھا: کسی طبیب کو بلاؤں؟ فرمایا طبیب ہی نے بیمار کیا ہے! پوچھا: آپ کے لئے بیت المال سے کوئی عطیہ بھیج دوں؟ فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں، حضرت عثمانؓ نے فرمایا: عطیہ لے لیجئے، وہ آپ کے بعد آپ کی لڑکیوں کے کام آئے گا، جواب دیا: کیا آپ کو میری لڑکیوں کے بارے میں یہ فکر ہے کہ وہ فقر وفاقہ میں مبتلا ہو جائیں گی؟ مگر مجھے یہ فکر اس لئے نہیں کہ میں نے اپنی لڑکیوں کو تاکید کر رکھی ہے کہ وہ ہر رات سورۂ واقعہ پڑھا کریں، کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص ہر رات سورۂ واقعہ پڑھا کرے وہ کبھی فاقہ میں مبتلا نہیں ہوگا (معارف القرآن)

ربط اور سورت کے مضامین: سورۃ الرحمان میں انسانوں اور جنات کی تین قسمیں کی ہیں: اعلیٰ درجہ کی جنت حاصل کرنے والے، کم درجہ کی جنت حاصل کرنے والے اور کفار، اس سورت کے شروع میں بھی انہیں تین کا ذکر ہے، پھر توحید، دلیلِ رسالت اور آخرت کا ذکر ہے، آیت دس تک تمہید ہے، پھر آیت ۲۶ تک سابقین کا ذکر ہے، یہی حضرات اعلیٰ درجہ کی جنت پانے والے ہیں، پھر آیت ۴۰ تک اصحاب الیمین کا ذکر ہے، یہ کم درجہ کی جنت پانے والے ہیں، پھر آیت ۵۶ تک کفار کا ذکر ہے، یہ دوزخ والے ہیں، پھر آیت ۷۴ تک توحید کے دلائل عقلیہ ہیں، پھر آیت ۸۲ تک دلیلِ رسالت کا ذکر ہے، جو توحید کی نقلی دلیل ہے، پھر آخر تک آخرت کا مضمون ہے۔

اصحاب الیمین: اصحاب الیمین (دائیں والوں) کی بہت تفسیریں کی گئی ہیں، مثلاً: (۱) جو لوگ عرشِ عظیم کی داہنی طرف ہونگے (۲) جن کو آدم علیہ السلام کے داہنے پہلو سے نکالا گیا تھا (۳) جن کو اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، یہ آخری تفسیر راجح ہے۔

سوال: ایک مقسم کے اقسام میں تباین ہوتا ہے، جیسے کلمہ کی اقسام ثلاثہ (اسم، فعل اور حرف) میں تباین ہے، جبکہ انسان کی اقسام ثلاثہ (سابقین، اصحاب الیمین اور کفار) میں تباین نہیں، کیونکہ سابقین کو بھی نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، پس وہ بھی اصحاب الیمین ہیں۔

جواب: سابقین میں تجرید کریں گے، تجرید: علم بیان کی ایک صنعت ہے، جس میں زوائد کو حذف کرکے صرف ایک معنی سے غرض رکھتے ہیں، بہ الفاظِ دیگر: کسی چیز کو اس کی صفت سے ذہنی طور پر الگ کرکے اصل پر اعتماد کرنا اور نتیجہ نکالنا، پس سابقین کے اصحاب الیمین ہونے کا پہلو الگ کرلیا جائے گا، تو تباین کی نسبت صحیح ہوجائے گی۔

لطیفہ: دو حقیقی بھائی ایک دوسرے کو ماں کی گالی دے رہے تھے، کسی نے کہا: تم دونوں کی ماں تو ایک ہے! اس نے جواب دیا: جب میں بھائی کو ماں کی گالی دیتا ہوں تو اپنی ماں کی تجرید کرلیتا ہوں! یعنی اس سے قطع نظر کرلیتا ہوں، صرفِ نظر کرلیتا ہوں، اسی طرح جب السابقین کہا تو ان کی اصحابِ الیمین ہونے کی صفت سے صرفِ نظر کرلی۔

ملحوظہ: تجرید کا مقابل تضمین ہے یعنی ایک فعل میں دوسرے فعل کے معنی شامل کرنا، اب دوسرے فعل کا خاص صلہ لانا درست ہوجائے گا۔



آیاتہا ۹۶ — (۵۶) سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ (۴۶) — رکوعاتہا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱﴾ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ﴿۲﴾ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ﴿۳﴾ اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ﴿۴﴾ وَّ بُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ﴿۵﴾ فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْبَثًّا ﴿۶﴾ وَّكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ﴿۷﴾ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَا اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۸﴾ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَا اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿۹﴾ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ﴿۱۰﴾

اِذَا وَقَعَتِ	جب رونما ہوگا	وَّ بُسَّتِ (۳)	اور ریزہ ریزہ کردیئے	فَاَصْحٰبُ	پس دائیں والے
الْوَاقِعَةُ	ہونے والا واقعہ		جائیں گے	الْمَيْمَنَةِ	(اہل سعادت)
لَيْسَ	نہیں ہوگا	الْجِبَالُ	پہاڑ	مَا اَصْحٰبُ (۵)	کیا خوب ہیں
لِوَقْعَتِهَا	اس کے ہونے کو	بَسًّا	توڑ پھوڑ کر	الْمَيْمَنَةِ	دائیں والے!
كَاذِبَةٌ (۱)	کوئی جھٹلانے والا	فَكَانَتْ	پس ہوجائیں گے وہ	وَاَصْحٰبُ	اور بائیں والے
خَافِضَةٌ	پست کرنے والا	هَبَآءً	غبار	الْمَشْئَمَةِ	(اہل شقاوت)
رَّافِعَةٌ	بلند کرنے والا	مُّنْبَثًّا (۴)	اڑتا ہوا	مَا اَصْحٰبُ	کیسے برے ہیں
اِذَا رُجَّتِ (۲)	جب ہلادی جائے گی	وَّكُنْتُمْ	اور ہوجاؤ گے تم	الْمَشْئَمَةِ	بائیں والے!
الْاَرْضُ	زمین	اَزْوَاجًا	قسمیں	وَالسّٰبِقُوْنَ	اور آگے نکلنے والے
رَجًّا	ہلادیا جانا	ثَلٰثَةً	تین	السّٰبِقُوْنَ	تو آگے نکلنے والے ہیں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

قیامت کے دن انسانوں کی تین قسمیں

یہ تمہیدی آیات ہیں۔ جب قیامت کا واقعہ رونما ہوگا تو اس کو جھٹلانے کی کسی میں ہمت نہ ہوگی، آج تو جھٹلانے والے

---

(۱) كاذبة: أي نفس كاذبة (۲) رَجَّ يَرُجُّ رَجًّا: ہلانا، جنبش دینا (۳) بَسَّ (ن) بَسًّا: چکنا چور کرنا، ٹکڑے ٹکڑے کرنا (۴) منبثا: اصل میں منبَث (اسم فاعل یا اسم مفعول) تھا: پراگندہ، اڑتا ہوا، پھیلا ہوا (۵) ما: استفہامیہ ہے۔

ہیں۔ مگر جب وہ واقعہ ہو پڑے گا تو کون جھٹلا سکے گا؟ اس دن مؤمنین سرخ رو ہونگے اور منکرین ذلیل وخوار، یہ واقعہ اس وقت رونما ہوگا جب زمین میں سخت زلزلہ آئے گا، اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر غبار کی طرح اڑتے پھریں گے، اس دن لوگوں کی تین قسمیں ہو جائیں گی، آج تو سب رلے ملے ہیں، اس دن جدا جدا ہو جائیں گے، اس دن مقربین جنت کے نہایت اعلیٰ درجہ پر فائز ہونگے، اور جن کو نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا وہ بھی جنت میں شادکام ہونگے، اور جن کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا ان کی بری گت بنے گی۔

آیاتِ پاک: — جب ہونے والا واقعہ ہو پڑے گا — یعنی قیامت قائم ہو جائے گی — تو اس کے ہونے کو کوئی جھٹلانے والا نہیں ہوگا، وہ واقعہ بعض کو پست اور بعض کو بلند کرے گا — جب زمین میں سخت زلزلہ آئے گا، اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، اور وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے تو تم تین قسمیں ہو جاؤ گے، پس داہنے والے کیا خوب ہیں داہنے والے! اور بائیں والے کیسے برے ہیں بائیں والے! اور جو اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ تو اعلیٰ ہی درجے کے ہیں!

أُولَٰئِكَ الْمُقَرَّبُونَ ﴿١١﴾ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ﴿١٢﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣﴾ وَقَلِيلٌ مِّنَ الْآخِرِينَ ﴿١٤﴾ عَلَىٰ سُرُرٍ مَّوْضُونَةٍ ﴿١٥﴾ مُّتَّكِئِينَ عَلَيْهَا مُتَقَابِلِينَ ﴿١٦﴾ يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ﴿١٧﴾ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ﴿١٨﴾ لَّا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنزِفُونَ ﴿١٩﴾ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٢١﴾ وَحُورٌ عِينٌ ﴿٢٢﴾ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ ﴿٢٣﴾ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٢٤﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْثِيمًا ﴿٢٥﴾ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ﴿٢٦﴾

أُولَٰئِكَ	وہ لوگ	ثُلَّةٌ (۱)	ایک انبوہ	عَلَىٰ سُرُرٍ (۲)	تختوں پر
الْمُقَرَّبُونَ	نزدیک کئے ہوئے ہیں	مِّنَ الْأَوَّلِينَ	پہلوں میں سے	مَّوْضُونَةٍ (۳)	جڑاؤ والے (جواہرات سے آراستہ)
فِي جَنَّاتِ	باغات میں	وَقَلِيلٌ	اور تھوڑے		
النَّعِيمِ	نعمتوں کے	مِّنَ الْآخِرِينَ	پچھلوں میں سے	مُّتَّكِئِينَ	ٹیک لگانے والے

(۱) ثلة: گروہ، لوگوں کی جماعت، جمع ثُلَل (۲) سُرُر: سَرِير کی جمع: بیٹھنے کا تخت، چارپائی۔ (۳) موضونة: اسم مفعول: وَضَنَ يَضِنُ وَضْنًا: السرير: تخت کو جواہرات سے جڑنا۔

عَلَيۡهَا	ان پر	عَنۡهَا	اس (شراب) سے	اللُّؤۡلُؤِ	موتی
مُتَقٰبِلِيۡنَ	آمنے سامنے	وَلَا يُنۡزِفُوۡنَ (۳)	اور نہ بے ہوش ہونگے وہ	الۡمَكۡنُوۡنِ	چھپائے ہوئے
يَطُوۡفُ	گھومیں گے	وَفَاكِهَةٍ	اور میوے کے ساتھ	جَزَآءً	بدلہ
عَلَيۡهِمۡ	ان پر	مِّمَّا	اس میں سے جو	بِمَا	ان کاموں کا جو
وِلۡدَانٌ	لڑکے	يَتَخَيَّرُوۡنَ (۴)	پسند کریں گے وہ	كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ	کیا کرتے تھے وہ
مُّخَلَّدُوۡنَ	ہمیشہ رہنے والے	وَلَحۡمِ	اور گوشت کے ساتھ	لَا يَسۡمَعُوۡنَ	نہیں سنیں گے وہ
بِاَكۡوَابٍ (۱)	گلاسوں کے ساتھ	طَيۡرٍ	پرندے کے	فِيۡهَا	اس میں
وَّاَبَارِيۡقَ	اور جگوں کے ساتھ	مِّمَّا	اس میں سے جو	لَغۡوًا	بکواس
وَكَاۡسٍ	اور پیالے کے ساتھ	يَشۡتَهُوۡنَ	چاہیں گے وہ	وَّلَا تَاۡثِيۡمًا (۵)	اور نہ گناہ میں مبتلا کرنا
مِّنۡ مَّعِيۡنٍ	بہتے چشمے سے	وَحُوۡرٌ	اور گوری عورتیں	اِلَّا قِيۡلًا	مگر کہنا
لَّا يُصَدَّعُوۡنَ (۲)	نہ دردسر میں مبتلا کیے جائیں گے وہ	عِيۡنٌ	بڑی آنکھوں والیاں	سَلٰمًا سَلٰمًا	سلام! سلام!
		كَاَمۡثَالِ	جیسے	❁	❁

سابقین پر آخرت میں انعامات

سابقین (آگے والے) یعنی صفِ اول کے مؤمنین، جو ایمان میں چٹان کی طرح مضبوط ہوتے ہیں، اور کرنے کے کاموں میں مستحبات تک کی پابندی کرتے ہیں، اور بچنے کے کاموں میں خلافِ اولیٰ سے بھی بچتے ہیں، ان کا انجام بیان فرماتے ہیں:

سابقین کی بڑی فضیلت یہ ہے کہ وہ اللہ کے چہیتے بندے ہیں، مقرب ہونے کا یہی مطلب ہے، تفسیروں میں ایک بات ہے کہ اصحاب الیمین عرش کی دائیں طرف ہونگے، اور اصحاب الشمال بائیں طرف، اور سابقین سامنے، یعنی اللہ کے روبرو، یہی تقربِ خاص ہے —— دوسری فضیلت ان کی یہ ہے کہ وہ سابقین میں سے ہیں، یعنی فرسٹ ڈویژن میں

---

(۱) کوب: گلاس، اِبریق: جگ، لوٹا (۲) لایصدعون: مضارع مجہول منفی، جمع مذکر غائب: مصدر تصدیع: دورانِ سر نہیں ہوگا، سر نہیں چکرائے گا (۳) ینزفون: مضارع معروف، مصدر إِنْزَاف: بے ہوش ہونا، اور سورۃ الصافات آیت ۴۷ میں یُنْزَفُوْنَ: بابِ ضرب سے مضارع مجہول ہے، اس کے معنی بھی ہیں: عقل میں فتور آنا۔ (۴) یتخیرون از تَخَیُّر (باب تفعل) پسند کرنا۔ (۵) أَثَمَهُ تَأْثِيْمًا: گناہ گار بنانا، گناہ میں مبتلا کرنا، یہاں مراد بیہودہ بات ہے، کیونکہ وہ عام طور پر گناہ گار بناتی ہے۔

کامیاب ہوئے ہیں ـــــ تیسری فضیلت ان کی یہ ہے کہ جنت میں ان کو ہر طرح کی نعمتیں حاصل ہونگی، النعیم: اسم جنس ہے، تمام نعمتوں کو عام ہے۔

پھر فرمایا: اگلوں میں سابقین کی تعداد بہت ہے، اور پچھلوں میں کم، اس کا ماسیق لاجلہ الکلام اس امت کے مؤمنین (جنّ وانس) ہیں، اور گذشتہ امتوں کا حکم قیاس سے لیا جائے گا، ان میں بھی نبی سے متصل مؤمنین میں سابقین کی تعداد زیادہ ہوگی، اور بعد کے لوگوں میں کم، اور انبیاء اس میں شامل نہیں، ان کا مقام ومرتبہ سابقین سے، بہت بلند ہے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قربِ نبوت کی برکت سے باکمال لوگ زیادہ ہوتے ہیں، پھر جوں جوں زمانہ دراز ہوتا ہے کمال میں کمی آتی ہے، البتہ عام مؤمنین کی تعداد ہمیشہ بہت رہتی ہے۔

جنت میں سابقین کی محفلیں: جنت میں ان کی محفلیں سجیں گی، خوش طبعی کے لئے سب مل کر بیٹھیں گے، جن تختوں/ چارپائیوں پر بیٹھیں گے، وہ سونے کے تاروں سے اور پتّھروں سے آراستہ کئے ہوئے ہونگے، اور سب آمنے سامنے ٹیک لگا کر بیٹھیں گے، کسی کی پشت کسی کے چہرے کی طرف نہیں ہوگی۔

سابقین کے خدام: سابقین کے لئے خدام لڑکے ہونگے، جو جنت کی مخلوق ہونگے، وہ ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، وہ بہتی شراب کے جام، جگ اور پیالے بھر کر لاتے رہیں گے، جنت کی شراب سے نہ دردسر ہوگا نہ عقل میں فتور آئے گا، نیز سابقین کو جو میوے پسند ہونگے: لڑکے وہ بھی لائیں گے، اور جس پرندے کا گوشت ان کو مرغوب ہوگا وہ بھی لائیں گے۔

سابقین کی ازواج: ان کے لئے گوری رنگت کی بڑی آنکھوں والی ازواج ہونگی، گویا وہ لاک (تالے) میں رکھے ہوئے موتی ہیں ـــــ یہ ان کے اعمال کا صلہ ہے، وہ وہاں نہ بک بک سنیں گے نہ بیہودہ بات، بس ہر طرف سے سلام! سلام! کی آواز آئے گی۔

آیاتِ پاک: ـــــ یہ لوگ مقرب (نزدیک کئے ہوئے) ہیں، نعمتوں کے باغوں میں ہونگے، ایک انبوہ اگلوں میں سے اور تھوڑے پچھلوں میں سے، سونے کے تاروں اور پتّھروں سے آراستہ کئے ہوئے تختوں/ چارپائیوں پر آمنے سامنے ٹیک لگا کر بیٹھے ہونگے ـــــ ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے بہتی شراب کے جام، جگ اور پیالے لاتے رہیں گے، نہ اس سے ان کو دردِ سر ہوگا، اور نہ عقل میں فتور آئے گا، اور (لاتے رہیں گے) میوے ان میں سے جن کو وہ پسند کریں گے، اور پرندے کا گوشت ان میں سے جن کو وہ چاہیں گے ـــــ اور گوری بڑی آنکھوں والی عورتیں، جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی ـــــ بدلہ ان کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے ـــــ وہ وہاں نہ بک بک سنیں گے، نہ کوئی بیہودہ بات، البتہ ہر طرف سے سلام کی آواز آئے گی! ـــــ بہتی شراب کے: یعنی جنت میں شراب کے قدرتی چشمے

ہونگے، وہ کسی فیکٹری میں نہیں بنی ہوگی ـــ چھپاکر رکھے ہوئے: یعنی صاف موتی کی طرح جس پر گردوغبار کا ذرا اثر نہ ہو۔

ہر امت کے پہلے طبقہ میں نبی کی صحبت یا قُربِ عہد کی برکت سے اعلیٰ درجہ کے مقربین جس قدر کثرت سے ہوئے ہیں پچھلے طبقوں میں وہ بات نہیں رہی (فوائد)

وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ۬ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ؕ﴿۲۷﴾ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۙ﴿۲۸﴾ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۙ﴿۲۹﴾ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۙ﴿۳۰﴾ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۙ﴿۳۱﴾ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۙ﴿۳۲﴾ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۙ﴿۳۳﴾ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ؕ﴿۳۴﴾ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۙ﴿۳۵﴾ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۙ﴿۳۶﴾ عُرُبًا اَتْرَابًا ۙ﴿۳۷﴾ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ؕ﴿۳۸﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ﴿۳۹﴾ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ؕ﴿۴۰﴾ ع ۲۸/۱۴

وَاَصْحٰبُ	اور دائیں والے	وَّمَآءٍ	اور پانی میں	فَجَعَلْنٰهُنَّ	پس کیا ہم نے ان کو
الْيَمِيْنِ	(اہل سعادت)	مَّسْكُوْبٍ (۲)	بہتے ہوئے	اَبْكَارًا	کنواریاں
مَآ اَصْحٰبُ	کیا کہنے	وَّفَاكِهَةٍ	اور میووں میں	عُرُبًا (۴)	محبوبائیں
الْيَمِيْنِ	دائیں والوں کے!	كَثِيْرَةٍ	بہت زیادہ	اَتْرَابًا (۵)	ہم جولیاں
فِيْ سِدْرٍ	بیری میں	لَّا مَقْطُوْعَةٍ	نہ کاٹے ہوئے	لِّاَصْحٰبِ (۶)	دائیں
مَّخْضُوْدٍ (۱)	کانٹے اتاری ہوئی	وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ	نہ روکے ہوئے	الْيَمِيْنِ	والوں کے لئے
وَّطَلْحٍ	اور کیلوں میں	وَّفُرُشٍ (۳)	اور بستروں میں	ثُلَّةٌ	ایک انبوہ
مَّنْضُوْدٍ	تہ بہ تہ جمائے ہوئے	مَّرْفُوْعَةٍ	بلند کئے ہوئے	مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ	پہلوں سے
وَّظِلٍّ	اور سایے میں	اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ	بیشک ہم نے بنایا ان کو	وَثُلَّةٌ	اور ایک انبوہ
مَّمْدُوْدٍ	لمبے لمبے	اِنْشَآءً	خاص بنانا	مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ	پچھلوں سے

(۱) خَضَدَ (ض) الشَّجَرَ: درخت کے کانٹے اتارنا (۲) سَكَبَ (ن) الماءَ: پانی بہانا (۳) فُرُش: فِراش کی جمع، مراد عورتیں، آگے ضمیر هُنَّ اسی کی طرف راجع ہے۔ (۴) عُرُب: عَرُوْب کی جمع: سہاگ والیاں، پیار دلانے والیاں، محبوبائیں، صفت مشبہ ہے: وہ عورت جو اپنے ناز و انداز سے شوہر کی محبوبہ ہو، اور اپنی فراست سے اس کی مزاج شناس ہو (۵) اَتراب: تِرْب کی جمع: ہم جولی، ہم عمر (۶) لأصحاب: إنشاء سے متعلق۔

اصحاب الیمین پر آخرت میں نوازشات

نوازشات: مہربانیاں۔ اصحاب الیمین: دائیں والے: یعنی جن کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا: یعنی سابقین کو مستثنیٰ کر کے عام مؤمنین، ان کی تعداد امت کے اگلوں میں بھی بہت ہے اور پچھلوں میں بھی، ان کے لئے آخرت میں جو نعمتیں ہونگی ان کا تذکرہ فرماتے ہیں، عرب میں جو نعمتیں عام ہوتی تھیں یا جو وہاں کم یاب تھیں انہی کو ذکر فرمائیں گے، قرآن کا یہی اسلوب ہے، جن نعمتوں سے قرآن کے پہلے مخاطب واقف نہیں ان کا تذکرہ الجھن کا سبب ہوگا، اس لئے ان کا ذکر قرآن نہیں کرتا، فرماتے ہیں:

۱- دائیں والوں کے لئے آخرت میں بیری کے ایسے درخت ہونگے جن کے کانٹے دور کردیئے گئے ہونگے، تاکہ وہ بے آزار پھل توڑ سکیں، میں نے امارات عربیہ میں ایسا بیری کا درخت دیکھا ہے۔

۲- کیلے کے ایسے گچھے ہونگے جن میں کیلے تہ بہ تہ جمے ہوئے ہونگے، کیونکہ کیلا اکیلا نہیں کھایا جاتا۔

۳- عرب میں سایے کی بڑی اہمیت ہے، جنت میں لمبے لمبے سایے ہونگے، کیونکہ وہاں دھوپ کا نام نہیں۔

۴- پانی کی بھی عرب میں بہت کمی ہے، اس لئے جنت میں بہتا ہوا پانی ہوگا۔

۵- اور میووں کی تو کوئی حد نہیں ہوگی، نہ ٹوٹا ہوگا نہ روکے ہوئے ہونگے، جب چاہے گا، جو چاہے گا، بے روک ٹوک لے سکے گا۔

۶- عالی شان بستر ہونگے، جیسے میٹرس ڈبل ڈبل بچھاتے ہیں، اور وہ بیش قیمت بھی ہونگے۔

۷- اصحاب الیمین کی بیویوں کو اللہ تعالیٰ خاص انداز سے بنائیں گے، چنانچہ وہ کنواری، دل لبھانے والیاں اور ہم جولیاں ہونگی۔

فائدہ (۱): یہ بات دنیا کی عورتوں کو بھی حاصل ہوگی، ان کو بھی خاص طور پر بنایا جائے گا، ایک بڑھیا سے نبی ﷺ نے فرمایا: "بوڑھی جنت میں نہیں جائے گی!" وہ پریشان ہوگئی اور رونے لگی، آپؐ نے فرمایا: "بوڑھی جوان ہوکر جائے گی" پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی، معلوم ہوا کہ آیت عام ہے، حوروں کے لئے ہی نہیں۔

اور ترمذی میں حدیث (نمبر ۳۲۲۰) ہے: إِنَّ مِنَ الْمُنْشَآتِ اللَّائِي كُنَّ فِي الدُّنْيَا عَجَائِزَ عُمْشًا رُمْصًا: بیشک خاص طور پر بنائی ہوئی عورتوں میں سے وہ عورتیں بھی ہیں جو دنیا میں بوڑھی، چوندھی، اور گوشۂ چشم پر سفید میل جمی ہوئی ہیں یعنی ان کو حسین شکل وصورت میں جوان رعنا کردیا جائے گا۔

فائدہ (۲): سابقین کی ازواج کا حال دلالۃ النص سے لیا جائے گا، ان کی ازواج کو بھی خاص طور پر بدرجۂ اولیٰ بنایا

جائے گا، جیسے شہداء بنصِ قرآن زندہ ہیں، پس انبیاء بدرجۂ اولیٰ زندہ ہیں، کیونکہ وہ ان سے عالی مرتبہ ہیں۔

فائدہ (۳): ﴿ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ﴾ میں صنعتِ استخدام ہے، بستر بھی مراد ہیں اور بیویاں بھی، عرب بیوی کو فراش کہتے ہیں اور صنعتِ استخدام یہ ہے کہ جب کوئی لفظ بولا جائے تو ایک معنی مراد لئے جائیں، پھر جب اس کی طرف ضمیر لوٹائی جائے تو دوسرے معنی مراد لئے جائیں، جیسے:

إذا نَزَلَ السماءُ بأرضِ قومٍ ۞ رَعَيْنَاهُ، وَإِنْ كانوا غضبانًا

(جب کسی قوم کے علاقہ میں بارش ہوتی ہے ÷ تو ہم گھاس چرا آتے ہیں، چاہے وہ غصہ سے بھن جائیں)

اس میں السماء سے بارش مراد ہے، پھر جب اس کی طرف رعیناہ کی ضمیر لوٹائی تو السماء سے وہ گھاس مراد لی جو بارش سے اگتی ہے ــــ اسی طرح فرش فرمایا تو بستر مراد لیا، پھر جب اس کی طرف انشأناھن کی ضمیر لوٹائی تو بیویاں مراد لیں، اور مرفوعۃ حسی اور معنوی دونوں بلندیوں کو عام ہے۔

آیاتِ پاک: ــــ اور داہنے والے: کیسے اچھے ہیں داہنے والے! بے خار بیریوں میں، اور تہ بہ تہ کیلوں میں اور لمبے لمبے سایے میں، اور بہتے ہوئے پانی میں، اور بہت زیادہ میووں میں، نہ ختم ہونے والے نہ پابندی لگائے ہوئے، اور بلند بستروں میں، بے شک ہم نے ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا، پس ہم نے ان کو کنواریاں، محبوبائیں اور ہم جولیاں بنایا، داہنے والوں کے لئے، ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے (رکوع یہاں لگنا چاہئے، ایک آیت پہلے لگادیا ہے، وہ صحیح نہیں)

دنیا ساری چند دن برتنے کا سامان ہے، اور دنیا کی بہترین برتنے کی چیز نیک بیوی ہے (حدیث)

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۥ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ﴿۴۱﴾ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ﴿۴۲﴾ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ﴿۴۳﴾ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ﴿۴۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ﴿۴۶﴾ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۥ اَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۴۷﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۥ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۵۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿۵۱﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ فَمَالِـُٔوْنَ

مِنۡهَا الۡبُطُوۡنَ ۝ فَشٰرِبُوۡنَ عَلَيۡهِ مِنَ الۡحَمِيۡمِ ۝ فَشٰرِبُوۡنَ شُرۡبَ الۡهِيۡمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمۡ يَوۡمَ الدِّيۡنِ ۝

وَ اَصۡحٰبُ	اور بائیں والے	وَكَانُوۡا يَقُوۡلُوۡنَ	اور کہا کرتے تھے وہ	اَيُّهَا الضَّآلُّوۡنَ	اے بھٹکے ہوؤ
الشِّمَالِ	(اہل شقاوت)	اَئِذَا مِتۡنَا	کیا جب مرجائیں گے ہم	الۡمُكَذِّبُوۡنَ	جھٹلانے والو
مَآ اَصۡحٰبُ	کیسے برے ہیں	وَكُنَّا تُرَابًا	اور ہوجائیں گے ہم مٹی	لَاٰكِلُوۡنَ	ضرور کھانے والے ہو
الشِّمَالِ	بائیں والے!	وَّعِظَامًا	اور ہڈیاں	مِنۡ شَجَرٍ	درخت سے
فِىۡ سَمُوۡمٍ	جھلسنے والی ہوا میں	ءَاِنَّا	کیا بے شک ہم	مِّنۡ زَقُّوۡمٍ (۴)	زقوم کے
وَّحَمِيۡمٍ	اور کھولتے ہوئے پانی میں	لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ	البتہ دوبارہ زندہ کئے	فَمَالِئُوۡنَ	پس بھرنے والے ہو
وَّظِلٍّ	اور سایے میں		جائیں گے	مِنۡهَا	اس سے
مِّنۡ يَّحۡمُوۡمٍ (۱)	سیاہ دھوئیں کے	اَوَ اٰبَآؤُنَا	کیا اور ہمارے باپ دادا	الۡبُطُوۡنَ	پیٹوں کو
لَّا بَارِدٍ	نہ ٹھنڈا	الۡاَوَّلُوۡنَ	اگلے (بھی)	فَشٰرِبُوۡنَ	پس پینے والے ہو
وَّلَا كَرِيۡمٍ	نہ عزت والا	قُلۡ	کہیں	عَلَيۡهِ	اس پر
اِنَّهُمۡ كَانُوۡا	بے شک وہ تھے	اِنَّ الۡاَوَّلِيۡنَ	بے شک اگلے	مِنَ الۡحَمِيۡمِ	کھولتے پانی سے
قَبۡلَ ذٰلِكَ	اس سے پہلے	وَالۡاٰخِرِيۡنَ	اور پچھلے	فَشٰرِبُوۡنَ	پس پینے والے ہو
مُتۡرَفِيۡنَ (۲)	بڑے خوش حال	لَمَجۡمُوۡعُوۡنَ	البتہ اکٹھا کئے جائیں گے	شُرۡبَ	مانند پینے
وَكَانُوۡا يُصِرُّوۡنَ	اور اصرار کیا کرتے تھے	اِلٰى مِيۡقَاتِ	وقت میں	الۡهِيۡمِ (۵)	سخت پیاسے اونٹ کے
عَلَى الۡحِنۡثِ (۳)	گناہ پر	يَوۡمٍ مَّعۡلُوۡمٍ	معین دن کے	هٰذَا نُزُلُهُمۡ	یہ ان کی مہمانی ہے
الۡعَظِيۡمِ	بہت بڑا	ثُمَّ اِنَّكُمۡ	پھر بے شک تم	يَوۡمَ الدِّيۡنِ	جزاء کے دن

(۱) یَحۡمُوم: اسم ہے (فعل مضارع نہیں) اس کا مادہ حَمَمٌ ہے، اس کے مشتقات میں سیاہی یا گرمی یا دونوں باتیں ہوتی ہیں (۲) مُتۡرَف: اسم مفعول، اِتۡراف: عیش پرست، خوش حال مزے کی زندگی کاٹنے والا (۳) حِنۡث: گناہ، جمع اَحۡنَاث، حَنِثَ (س) حِنۡثًا: قسم توڑنا اور گناہ گار ہونا۔ (۴) من زقوم: میں مِنۡ: بیانیہ ہے، زقوم: دوزخ کا ایک درخت ہے، بدبودار نہایت کڑوا، تھوہر بھی ترجمہ کرتے ہیں (۵) ھِیۡم: وہ پیاس جو کسی طرح نہ بجھے، یہ اونٹوں کی ایک بیماری ہے، جیسے استسقاء (جلندر) انسانوں کی بیماری ہے اردو میں اونٹوں کی اس بیماری کے لئے 'تونس' لفظ ہے، شاہ عبدالقادر صاحب نے یہی ترجمہ کیا ہے۔

اصحاب الشمال کی آخرت میں بدحالی

اصحاب الشمال: بائیں والے: یعنی کفار ومشرکین، جن کو قیامت کے دن اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، جب اعمال نامے اڑیں گے تو وہ بایاں ہاتھ پیٹھ پیچھے چھپادیں گے، وہیں ان کو بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال تھمادیا جائے گا: ﴿وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ﴾: رہا وہ شخص جس کو اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دیا گیا۔

یہ لوگ دنیا میں بڑے بھاری گناہ میں یعنی کفر وشرک میں مبتلا تھے، خوش حالی میں مزے کی زندگی کاٹتے تھے، اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کے تصور سے بھی خالی تھے، ان کے لئے آخرت میں جھلسنے والی دوزخ کی ہوا اور پینے کے لئے کھولتا پانی ہوگا، اور دوزخ کی آگ سے کالا دھواں اٹھے گا: اس کے سایے میں رکھے جائیں گے، جو نہ ٹھنڈک پہنچائے گا نہ وہ عزت کا سایہ ہوگا، ذلیل وخوار ہوکر اس کی تپش میں بُھنتے رہیں گے، اور کھانے کے لئے تھوہر تیار ہوگا، وہ اس کو زہر مار کریں گے اور اس سے پیٹ بھریں گے، پھر پینے کے لئے کھولتا پانی دیا جائے گا، جس کو وہ تونسے ہوئے اونٹ کی طرح بے تحاشا پیئیں گے، یہ قیامت میں جھوٹے گمراہوں کی دعوت ہے۔

آیاتِ پاک: —— اور بائیں والے: کیسے برے ہیں بائیں والے! جھلسنے والی ہوا میں، کھولتے ہوئے پانی میں، اور سیاہ دھوئیں کے سایے میں، نہ ٹھنڈا نہ عزت والا! —— بے شک وہ اس سے پہلے (دنیا میں) بڑے خوش عیش تھے، اور وہ بڑے گناہ پر اصرار کیا کرتے تھے، اور وہ کہا کرتے تھے: کیا جب ہم مرجائیں گے، اور ہم مٹی اور ہڈیاں ہوجائیں گے تو کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے؟ اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی! —— کہو: بے شک اگلے اور پچھلے سب جمع کئے جائیں گے ایک معین دن کے وقت میں، پھر تم اے گمراہو جھٹلانے والو! ضرور زقوم کا درخت کھاؤ گے، پھر اس سے پیٹ بھروگے، پھر اس پر کھولتا پانی پیوگے، پھر تونسے ہوئے اونٹ کی طرح پیوگے، یہ جزاء کے دن تمہاری دعوت ہے!

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿۵۸﴾ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۶۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿۶۳﴾ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ بَلْ

نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ﴿٦٨﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ
اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿٦٩﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ اَفَرَءَيْتُمُ
النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ﴿٧١﴾ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ ﴿٧٢﴾ نَحْنُ
جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿٧٣﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٧٤﴾ ع ۳ ۱۵

نَحْنُ	ہم نے	بِمَسْبُوْقِيْنَ (۲)	عاجز ہونے والے	ءَاَنْتُمْ	کیا تم
خَلَقْنٰكُمْ	پیدا کیا تم کو	عَلٰٓى اَنْ (۳)	اس بات سے کہ	تَزْرَعُوْنَهٗ	اُگاتے ہو اس کو
فَلَوْلَا	پس کیوں نہیں	نُّبَدِّلَ	بدل دیں ہم (تم کو)	اَمْ نَحْنُ	یا ہم
تُصَدِّقُوْنَ	مانتے تم؟	اَمْثَالَكُمْ	تمہارے جیسوں سے	الزّٰرِعُوْنَ	اُگانے والے ہیں
اَفَرَءَيْتُمْ	بتاؤ	وَنُنْشِئَكُمْ	اور پیدا کردیں ہم تم کو	لَوْ نَشَآءُ	اگر چاہیں ہم
مَّا تُمْنُوْنَ (۱)	جو قطرہ ٹپکاتے ہو تم	فِيْ مَا	اس حالت میں جس کو	لَجَعَلْنٰهُ	البتہ بنادیں اس کو
ءَاَنْتُمْ	کیا تم	لَا تَعْلَمُوْنَ	تم نہیں جانتے	حُطَامًا	چورا
تَخْلُقُوْنَهٗ	پیدا کرتے ہو اس کو	وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	فَظَلْتُمْ (۴)	پس ہو جاؤ تم
اَمْ نَحْنُ	یا ہم	عَلِمْتُمُ	جانا تم نے	تَفَكَّهُوْنَ	باتیں بناتے
الْخٰلِقُوْنَ	پیدا کرنے والے ہیں	النَّشْاَةَ	پیدائش کو	اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ	(کہ) بے شک ہم
نَحْنُ	ہم نے	الْاُوْلٰى	پہلی بار		تاوان زدہ ہیں
قَدَّرْنَا	اندازہ ٹھہرایا ہے	فَلَوْلَا	پس کیوں نہیں	بَلْ نَحْنُ	بلکہ ہم
بَيْنَكُمُ	تمہارے درمیان	تَذَكَّرُوْنَ	یاد کرتے تم	مَحْرُوْمُوْنَ	بے نصیب ہیں
الْمَوْتَ	موت کا	اَفَرَءَيْتُمْ	بتلاؤ	اَفَرَءَيْتُمُ	بتلاؤ
وَمَا نَحْنُ	اور نہیں ہیں ہم	مَا تَحْرُثُوْنَ	جو بوتے ہو تم	الْمَآءَ	وہ پانی

(۱) اَمْنَى النطفة: نطفہ ڈالنا، قطرۂ منی ڈالنا (۲) مسبوق: اسم مفعول: سابق کی ضد: ہارا ہوا، سَبَقَ عليه: جیتنا، سُبِقَ عليه: ہارنا، علی صلہ آگے آرہا ہے (۳) أن سے پہلے عن یا من پوشیدہ ہے (۴) ظلتم: اصل میں ظَلَلْتُمْ تھا، ایک لام حذف کیا، جیسے تفکهون سے ایک تاء حذف کی۔

الَّذِیْ	جو	فَلَوْلَا	پس کیوں نہیں	الْمُنْشِئُوْنَ	پیدا کرنے والے ہیں
تَشْرَبُوْنَ	تم پیتے ہو	تَشْكُرُوْنَ	شکر بجالاتے تم	نَحْنُ	ہم نے
ءَاَنْتُمْ	کیا تم نے	اَفَرَءَيْتُمُ	بتلاؤ	جَعَلْنٰهَا	بنایا اس کو
اَنْزَلْتُمُوْهُ	اس کو اتارا ہے	النَّارَ	وہ آگ	تَذْكِرَةً	یاد دہانی
مِنَ الْمُزْنِ	بادل سے	الَّتِیْ	جس کو	وَّمَتَاعًا	اور فائدہ اٹھانے کی چیز
اَمْ نَحْنُ	یا ہم	تُوْرُوْنَ	تم سلگاتے ہو	لِّلْمُقْوِيْنَ (۱)	جنگل والوں کے لئے
الْمُنْزِلُوْنَ	اتارنے والے ہیں	ءَاَنْتُمْ	کیا تم نے	فَسَبِّحْ	پس پاکی بول
لَوْ نَشَاءُ	اگر چاہیں ہم	اَنْشَاْتُمْ	پیدا کیا ہے	بِاسْمِ رَبِّكَ	تیرے رب کے نام کی
جَعَلْنٰهُ	بنادیں اس کو	شَجَرَتَهَآ	اس کے درخت کو	الْعَظِيْمِ	بہت بڑے مرتبہ والا
اُجَاجًا	کھارا	اَمْ نَحْنُ	یا ہم	۞	۞

توحید کا بیان

چار کارناموں سے توحید پر استدلال

قدرتِ الٰہی کے چار عظیم کارنامے بیان کرتے ہیں، اور ان سے توحید الوہیت پر استدلال کرتے ہیں، پہلے دو میں سبب کا توسط ہے، اور دوسرے دو میں سبب کا توسط نہیں، اور ہر کارنامے کے ذکر کے بعد متعلقات کا ذکر ہے، یہ قرآنِ کریم کا اسلوب ہے، جب وہ کسی موضوع پر بات کرتا ہے تو متعلقات تک بات دراز کرتا ہے۔

پہلا کارنامہ: —— انسان کو اللہ نے پیدا کیا، مگر اس میں انسان کا توسط ہے، مرد وزن ملتے ہیں، مادّہ بچہ دانی میں پہنچتا ہے پھر تین اندھیریوں میں اس کو اللہ تعالیٰ انسان بناتے ہیں، دوسرا کون ہے جو یہ کارنامہ انجام دے سکے؟ —— پھر بات آگے بڑھائی ہے کہ جب انسان دنیا میں آجاتا ہے تب بھی اللہ کے اختیار میں ہوتا ہے، ہر انسان کی موت کا وقت اللہ نے مقرر کردیا ہے، اس وقت میں اس کو لامحالہ مرنا ہے، کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی دسترس سے باہر نہیں —— بلکہ اللہ تعالیٰ چاہیں تو موجودہ انسانوں کو مسخ کردیں، سور اور بندر بنادیں، اور موجودہ انسانوں کی جگہ دوسرے انسان پیدا کردیں ——

(۱) **المُقْوِی:** اسم فاعل، **إقْوَاءٌ:** مصدر، **قَيٌّ:** مادّہ: ویران زمین جس میں کوئی رہنے والا نہ ہو، **أقْوَتِ الدارُ:** مکان غیر آباد ہوگیا، **مُقْوِیْن:** صحراء نشین، ان کو آگ سے زیادہ فائدہ پہنچتا ہے، رات کو آگ جلاتے ہیں تو درندے بھاگ جاتے ہیں، اور سردی میں لحاف کے بغیر بھی گذارہ ہوجاتا ہے۔

پھر یہ بات اس سوال پر ختم کی ہے کہ جب تم جانتے ہو کہ اللہ ہی نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے تو پھر تم دوسری پیدائش کو کیوں نہیں مانتے؟ جس نے پہلی بار نیست سے ہست کیا ہے: وہ دوسری بار کیوں پیدا نہیں کرسکتا؟

﴿ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: ہم نے تم کو پیدا کیا، پھر تم (اللہ کی یکتائی) کیوں نہیں مانتے؟ —— یہ آیت توحید کے بیان کی تمہید ہے —— بتلاؤ: جو قطرہ تم (بچہ دانی میں) ٹپکاتے ہو: کیا تم اس کو پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں؟ —— اللہ تعالیٰ ہی اس بے قدر مادہ کو اشرف المخلوقات انسان بناتے ہیں، مرد وزن کا عمل تو پورا ہوگیا، ان کو اب کچھ خبر نہیں کہ اندر کیا ہو رہا ہے —— پھر بات آگے بڑھائی ہے —— ہم نے تمہارے لئے موت کا وقت ٹھہرایا ہے —— یعنی انسان دنیا میں آکر اللہ کی دسترس سے نکل نہیں جاتا، اس کو مقررہ وقت پر لامحالہ مرنا ہے —— اور ہم عاجز نہیں کہ ہم (تم کو) تم جیسوں سے بدل دیں —— یعنی موت سے پہلے بھی انسان اللہ کی قدرت سے باہر نہیں، وہ موجودہ انسانوں کی جگہ دوسرے انسان پیدا کرسکتے ہیں —— اور تمہیں ایسی صورت میں کردیں جس کو تم نہیں جانتے —— یعنی بندر سور بنادیں، مگر بات مبہم رکھی ہے لِیَذْهَبَ الذهنُ کلَّ مذهبٍ: تاکہ ہر احتمال کی طرف ذہن جائے یعنی جس بناوٹ میں بھی ہم چاہیں تبدیل کرسکتے ہیں —— اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ تم پہلی پیدائش کو جانتے ہو —— اور مانتے ہو کہ پہلی بار اللہ نے پیدا کیا ہے —— پھر تم کیوں (دوسری پیدائش کو) یاد نہیں کرتے؟ —— جو پہلی بار پیدا کرسکتا ہے وہ دوسری بار کیوں پیدا نہیں کرسکتا؟ اس کو یاد کرو اور اس کے لئے تیاری کرو۔

❁ ❁ ❁

دوسرا کارنامہ: انسان زمین جوتتا ہے، پھر اس میں بیج ڈالتا ہے، یہ سبب کا توسط ہوا، پھر اس بیج کو اللہ تعالیٰ اُگاتے ہیں، دانے کو زمین کی نمی گلاتی ہے، پھر اس میں سے نرم و نازک کونپل نکلتی ہے، اور زمین کا سینہ چیر کر باہر آتی ہے، پھر اس کو پروان چڑھاتے ہیں، انسان کو اس سے غلہ ملتا ہے، یہ کارنامہ کس کا ہے؟ اللہ ہی کا! پھر اس کی الوہیت کیوں نہیں مانتے!

پھر بات آگے بڑھائی ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین سے جو بیج اُگاتے ہیں: وہ پودا کمال کو پہنچنے سے پہلے ہی پیلا پڑسکتا ہے، اور ٹوٹ کر چورا ہوسکتا ہے، پھر تم باتیں چھانٹتے رہ جاؤ کہ ہم پر آفت آن پڑی! بلکہ ہم بے نصیب رہ گئے!

﴿ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا

فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: بتلاؤ! جو بیج تم بوتے ہو: کیا تم اس کو اگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں؟ —— پھر بات آگے بڑھائی ہے: —— اگر ہم چاہیں تو اس (اُگی ہوئی کھیتی) کو چورا کردیں، پھر تم باتیں چھانٹتے رہ جاؤ کہ ہم پر تاوان آپڑا! بلکہ ہم بے نصیب رہ گئے!

تیسرا کارنامہ: انسان جو پانی پیتا ہے، ندی نالے اور کنویں چشمے سے، وہ پانی بادل سے برستا ہے، پھر زمین پر بہتا ہے یا زمین میں اتر جاتا ہے، بادل یہ پانی دریا سے لاتے ہیں، جو نہایت کھارا ہوتا ہے، پینے کے قابل نہیں ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ اس کو میٹھا کرکے برساتے ہیں، اللہ کے علاوہ کون ہے جو بادل سے ایسا شیریں پانی برسائے؟ اگر اللہ چاہیں تو وہ کھارا برسے، پھر لوگ کیا پئیں، ان کی زندگی کا مدار تو پانی پر ہے! پھر اس نعمت کا لوگ شکر کیوں نہیں ادا کرتے؟ اور اس کا شکر یہ ہے کہ اسی کی بندگی کی جائے۔

﴿اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: بتلاؤ: جو پانی تم پیتے ہو، کیا تم اس کو بادل سے برساتے ہو، یا ہم برسانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اس کو کھارا بنادیں، پھر تم کیوں شکر نہیں بجالاتے؟!

چوتھا کارنامہ: اللہ نے دو درخت پیدا کئے، ایک کا نام العَفار ہے، دوسرے کا نام المَرْخ، دونوں کی لکڑیاں ٹکرانے سے آگ جھڑتی ہے، اسی طرح چق ماق کے دو پتھر ٹکرانے سے بھی آگ جھڑتی ہے، اور ہرے بانس بھی رگڑ کھاتے ہیں تو جنگل میں آگ لگ جاتی ہے، اور آگ تو ہر درخت میں ہوتی ہے، لیکن مرخ اور عفار کو ان میں بڑا درجہ حاصل ہے، یہ ہرے درخت سے آگ کون پیدا کرتا ہے؟ یہ اللہ ہی کا کام ہے، پس اس کی یکتائی اور الوہیت کو کیوں نہیں مانتے؟ —— پھر بات بڑھائی ہے کہ دنیا کی یہ آگ آخرت کی آگ (دوزخ) کا نمونہ ہے، اس کو یاد کرو، اور اس سے بچنے کا سامان کرو —— اور یہ آگ صحرانشینوں (مسافروں وغیرہ) کے لئے بڑے فائدے کی چیز ہے، پس اس کا شکر بجالاؤ، اور اس عظیم المرتبت اللہ کی پاکی بیان کرو، صرف اسی کی الوہیت کے گیت گاؤ، کسی اور کو اس کے ساتھ شریک مت ٹھہراؤ!

﴿اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ۝ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا

تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾

ترجمہ: بتلاؤ: جس آگ کو تم سلگاتے ہو: کیا تم نے اس کا درخت اُگایا ہے یا ہم اُگانے والے ہیں؟ ہم نے اس (آگ) کو یاد دہانی اور جنگل والوں کے لئے فائدہ اٹھانے کی چیز بنایا ہے۔

پس پاکی بیان کرو اپنے عظیم پروردگار کے نام کی!

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾

فَلَآ (۱)	پس نہیں!	لَقُرْاٰنٌ	البتہ پڑھنے کی کتاب ہے	الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے
اُقْسِمُ	قسم کھاتا ہوں میں	كَرِيْمٌ	معزز	اَفَبِهٰذَا	کیا پس اس
بِمَوٰقِعِ (۲)	جمع ہونے کی جگہوں کی	فِيْ كِتٰبٍ	ایک نوشتہ میں	الْحَدِيْثِ	بات کو
النُّجُوْمِ	ستاروں کے	مَّكْنُوْنٍ	چھپائے ہوئے	اَنْتُمْ	تم
وَاِنَّهٗ (۳)	اور بے شک وہ (قسم)	لَّا يَمَسُّهٗٓ	نہیں چھوتے اس کو	مُّدْهِنُوْنَ (۵)	سرسری سمجھتے ہو؟
لَقَسَمٌ	یقیناً قسم ہے	اِلَّا	مگر	وَتَجْعَلُوْنَ	اور گردانتے ہو
لَّوْ تَعْلَمُوْنَ (۴)	اگر سمجھ سکو تم	الْمُطَهَّرُوْنَ	نہایت پاک بندے	رِزْقَكُمْ (۶)	اپنا حصہ
عَظِيْمٌ	بہت بڑی	تَنْزِيْلٌ	اتارنا ہے	اَنَّكُمْ	کہ تم
اِنَّهٗ	بے شک وہ (قرآن)	مِّنْ رَّبِّ	پروردگار کی طرف سے	تُكَذِّبُوْنَ	جھٹلاتے ہو!

(۱) لا: سے منکر توحید کے کلام کی نفی کی ہے، تقدیرہ: فلاصحۃَ لما یقوله الکافر (جمل) (۲) مواقع: موقِع کی جمع ہے، اسم ظرف، واقع ہونے کی جگہ یعنی وہ برج جس میں ستارے اکٹھا ہوئے (۳) وانہ: مقسم بہ اور مقسم علیہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے (۴) لو تعلمون: جملہ معترضہ کے درمیان جملہ معترضہ ہے (۵) مُدْهِن: اسم فاعل، إدْهَان: تیل لگانا، نرم کرنا، مادہ دُهْن: تیل، مجازی معنی: بے وقعت سمجھنا (۶) رزقکم: مفعولِ اول ہے، اور رزق کے معنی ہیں: روزی، حصہ، اور أنکم تکذبون: مفعولِ ثانی ہے، اور حدیث میں رزق کی تفسیر ''شکر'' سے آئی ہے (ترمذی ح: ۳۳۱۹)

ربط: توحید کے مضمون کے بعد دلیلِ رسالت یعنی قرآنِ کریم کی عظمتِ شان کا بیان ہے، کیونکہ توحید کا مضمون قرآنِ کریم ہی نے مفصل ومدلل بیان کیا ہے، پس قرآن: توحید کی دلیلِ نقلی ہے —— **اور مواقع النجوم**: ستاروں کے جمع ہونے کی جگہ کی قسم کو سمجھنے کے لئے تھوڑی تمہید ضروری ہے۔

عُلویات کے سِفلیات پر اثرات

امام اکبر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں دوجگہ اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے، اس کی شرح: رحمۃ اللہ الواسعہ (۱:۲۳۰) میں ہے:

سوال: کیا کواکب کی شکلوں (عقرب، جدی، دَلو، حُوت، میزان، ثریا، سُہیل وغیرہ) میں اللہ تعالیٰ نے سفلیات پر اثر انداز ہونے کی صلاحیتیں رکھی ہیں؟ علم نجوم والے اس کے قائل ہیں، شریعت اس سلسلہ میں کیا کہتی ہے؟

جواب: کواکب کی بعض تاثیرات تو بدیہی ہیں، مثلاً سورج کے احوال کے اختلاف سے سردی گرمی کے موسموں کا بدلنا اور دن کا چھوٹا بڑا ہونا اور چاند کی کشش کی وجہ سے سمندر میں جُوار بھاٹا اٹھنا وغیرہ۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ (سنت الٰہی یہ ہے کہ) جب ثریا ستارہ طلوع ہوتا ہے تو کھجوروں کی بیماریاں ختم ہوجاتی ہیں (رواہ احمد کنز العمال حدیث نمبر ۳۵۱۶۱ کشف الخفاء ۱:۱۱۰) اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ثُریا ستارے کے سفلیات پر اثرات پڑتے ہیں۔

رہی یہ بات کہ مالداری اور غریبی، خوش حالی اور خشک سالی اور دیگر انسانی واقعات پر کواکب کی حرکتوں کے اثرات پڑتے ہیں یا نہیں؟ تو یہ بات نہ تو بدیہی ہے، نہ دلیل نقلی سے ثابت ہے اور ہمیں اس میں غور کرنے سے منع بھی کیا گیا ہے حدیث شریف میں ہے کہ ”جس نے علم نجوم کا کوئی حصہ حاصل کیا اس نے اتنا ہی سحر کا حصہ حاصل کیا، اور جس نے زیادہ حاصل کیا اس نے اتنا ہی جادو سیکھا“ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، مشکوۃ باب الکہانہ حدیث ۴۵۹۸) یعنی جس طرح سحر سیکھنا حرام ہے علم نجوم سیکھنا بھی حرام ہے اور جو لوگ بارش ہونے کو نچھتروں کی طرف منسوب کرتے ہیں حدیث متفق علیہ میں ان پر سخت نکیر آئی ہے (مشکوۃ باب الکہانہ حدیث ۴۵۹۶)

سوال: تو کیا ہم یہ بات سمجھنے میں حق بجانب ہیں کہ علویات کے اس قسم کے اثرات سفلیات پر نہیں پڑتے؟ جبھی تو علم نجوم کی تحصیل سے روکا گیا ہے اور مُطِرنا بِنَوْءِ کذا کہنے والوں پر نکیر آئی ہے۔

جواب: نہیں، میں یہ بھی نہیں کہتا کہ شریعت میں کواکب کی اس قسم کی تاثیرات کی صراحۃً نفی آئی ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے ستاروں میں ایسی خصوصیات رکھی ہوں کہ وہ زمینی واقعات کو متاثر کرتے ہوں، اور اس کی شکل یہ ہوتی ہو کہ ستاروں کے اثرات اولاً ان کے ماحول (اردگرد) پر پڑتے ہوں، پھر رفتہ رفتہ ہوا کے توسط سے یہ اثرات سفلیات تک

منتقل ہوتے ہوں اور زمینی واقعات کو متاثر کرتے ہوں، جیسے عطریات اور گندگیاں پہلے اپنے اردگرد کی ہوا کو متاثر کرتی ہیں، پھر وہ اثرات رفتہ رفتہ دور تک پھیل جاتے ہیں۔

سوال: اگر کواکب میں اس قسم کے اثرات ہیں یا ہوسکتے ہیں تو پھر شریعت نے علم نجوم کی تحصیل سے کیوں روکا ہے؟ اس صورت میں تو علم نجوم کی تحصیل جائز ہونی چاہئے تاکہ اس کے ذریعہ جلب منفعت یا دفع مضرت کیا جاسکے، یہ ممانعت تو اس پر صاف دلالت کرتی ہے کہ علویات میں اس قسم کے اثرات نہیں۔

جواب: ممانعت کی وجوہ تو اور بھی ہوسکتی ہیں، مثلاً:

(۱) شریعت نے کہانت (جنات سے خبریں لے کر بتانے) سے سختی سے روکا ہے، مسلم شریف میں حدیث ہے کہ حضرت معاویہ بن الحکم رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ ہم زمانہ جاہلیت میں چند کام کرتے تھے، ہم کاہنوں کے پاس جاتے تھے؟ آپ نے فرمایا: فلا تأتوا الکھان (اب کاہنوں کے پاس مت جایا کرو) (مشکوۃ باب الکہانہ حدیث ۴۵۹۲)

اور جو کاہن کے پاس جاتا ہے اور اس سے غیب کی باتیں پوچھتا ہے، پھر وہ جو بتاتا ہے اس کو مانتا ہے تو آپؐ نے اس شخص سے بے تعلقی کا اعلان فرمایا ہے (احمد، ابوداؤد، ترمذی مشکوۃ باب الکہانہ حدیث ۴۵۹۹)

مگر جب آپ سے کاہنوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؐ نے بتلایا کہ فرشتے بادلوں میں اترتے ہیں اور آسمانوں میں جو معاملہ طے پاتا ہے اس کا چرچا کرتے ہیں، شیاطین وہاں سے کوئی بات چرالاتے ہیں اور جس کاہن کے تابع ہوتے ہیں اس کو وہ ادھوری بات پہنچادیتے ہیں، کاہن اس میں سو جھوٹ ملا کر بات مکمل کرتا ہے اور پیشین گوئی کرتا ہے، جب وہ ایک بات صحیح نکلتی ہے تو لوگ اس کے گرویدہ ہوجاتے ہیں، مگر نہیں سوچتے کہ اس کی بتائی ہوئی ننانوے باتیں تو جھوٹی نکلیں (رواہ البخاری مشکوۃ باب الکہانہ حدیث ۴۵۹۴و۴۶۰۰)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ کاہنوں کی بعض باتیں صحیح ہوتی ہیں، تاہم کہانت سیکھنے سے، اس پر عمل کرنے سے اور اس سے فائدہ اٹھانے سے منع کیا گیا ہے، حدیث میں ہے کہ جو عرّاف کے پاس گیا اور اس سے کوئی بات معلوم کی تو اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہیں کی جائے گی (رواہ مسلم مشکوۃ حدیث ۴۵۹۵) پس ممکن ہے کہ کواکب میں بھی تاثیرات ہوں مگر کسی مصلحت سے شریعت نے علم نجوم پڑھنے سے اور کواکب کی طرف نسبت کرنے سے منع کیا ہو۔

(۲) سورۂ آل عمران آیت ۱۵۶ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ منافقین جیسی باتیں نہ کریں۔ منافقین اپنے بھائی بندوں سے کہتے تھے، جبکہ وہ کسی سرزمین میں سفر کرتے تھے، یا جہاد کے لئے نکلتے تھے: ''اگر وہ ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے'' حالانکہ یہ بات کہنا فی نفسہ ممنوع نہیں، لوگ اس قسم کی بات کہا ہی کرتے ہیں، جب کوئی شخص

خطرہ کے کام میں کودتا ہے تو اس کے متعلقین اس کو سمجھاتے ہیں کہ بھئی! یہ سفر مت کر، یہ خطرے کا کام مت کر، مگر جب وہ نہیں مانتا اور لقمہ اجل بن جاتا ہے تو لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہماری نہیں مانی، اس لئے یہ نوبت آئی۔

غرض اس قسم کی باتیں ممنوع نہیں ہیں، مگر منافقین اس قسم کی باتیں اہل ایمان کو جہاد سے روکنے کے لئے اور ان میں بزدلی پیدا کرنے کے لئے کہا کرتے تھے، اس لئے اہل ایمان کو اس قسم کی باتیں کہنے سے منع کیا گیا۔

(۳) اور متفق علیہ حدیث میں ہے کہ کسی کا بھی عمل اس کو جنت میں نہیں لے جائیگا، جو بھی جنت میں جائے گا، فضل باری سے جائے گا (فتح ۱۰: ۱۲۷ مسلم کتاب صفات المنافقین ۱۷: ۱۶۱) حالانکہ آدمی اعمال صالحہ حصول جنت ہی کے لئے کرتا ہے اور قرآن کریم بھرا پڑا ہے کہ اعمال صالحہ کی جزاء جنت ہے، پس اس حدیث کا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ دخول جنت کا حقیقی سبب فضل الٰہی ہے اور اعمال بس ظاہری سبب ہیں۔

(۴) حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ کے والد نے مہر نبوت دیکھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں حکیم ہوں، آپ کے اس پھوڑے کا علاج کر سکتا ہوں، آپ نے فرمایا: ''تم ہمدرد ہو اور اللہ حکیم ہیں'' (مشکوۃ کتاب القصاص حدیث ۳۴۷۱ مسند احمد ۴: ۱۶۳) حالانکہ دنیا علاج کرنے والے کو حکیم، ڈاکٹر کہا کرتی ہے پس اس حدیث میں جو نفی ہے وہ کسی اور مصلحت سے ہے۔

کواکب کی تاثیر کی دو صورتیں

اور رحمۃ اللہ (۵: ۵۴۳) میں ہے:

اور اس میں کچھ استبعاد نہیں کہ کواکب کی تاثیر دو طریقوں سے ہو:

پہلا طریقہ — کواکب کی تاثیر طبائع (ماہیات) کی تاثیر کی طرح ہو — اللہ تعالیٰ نے ہر نوع کے لئے ایسی طبائع بنائی ہیں جو اس کے ساتھ مختص ہیں۔ مثلاً کوئی چیز حار ہے تو کوئی بارد۔ کسی چیز میں یبوست ہے تو کسی میں رطوبت۔ اور انہی طبائع سے اطباء کام لیتے ہیں، اور علاج تجویز کرتے ہیں۔ پس افلاک و کواکب کے لئے بھی طبیعتیں اور خاصیتیں ہیں۔ جیسے سورج گرم ہے اور چاند مرطوب۔ اس لئے جب کوئی ستارہ اس کی معین جگہ میں آتا ہے تو اس کی قوت و صلاحیت زمین میں ظاہر ہوتی ہے۔

مثال: عورتوں میں نسوانی عادتیں اور زنانے خصائل ہوتے ہیں۔ اور اس کی وجہ زنانی فطرت ہے، جس کا ادراک دشوار ہے۔ اسی طرح مردوں میں بہادری اور بلند آہنگی ہوتی ہے۔ اور اس کی وجہ بھی مردانہ مزاج ہے۔ لہٰذا اس بات کا انکار نہیں کرنا چاہئے کہ زہرہ اور مریخ وغیرہ ستاروں کی صلاحیتیں جب زمین تک پہنچیں تو ان کے مخفی طبائع کے آثار ظاہر ہوں۔

دوسرا طریقہ — کواکب کی تاثیر روحانی اور طبیعی صلاحیتوں کا آمیزہ ہو — جنین (پیٹ کے بچہ) پر ماں اور باپ

دونوں کے اثرات پڑتے ہیں۔ مثلاً: مرد کا مادّہ قوی ہوتا ہے تو بچہ ددھیال کے مشابہ، اور ماں کا مادہ قوی ہوتا ہے تو ننھیال کے مشابہ ہوتا ہے (بخاری حدیث ۳۹۳۸) اور موالید ثلاثہ اور آسمانوں اور زمین میں ایسا ہی تعلق ہے جیسا جنین اور اس کے ماں باپ کے درمیان ہے۔ پس آسمان وزمین کی صلاحیتیں ہی حیوانات اور انسانوں کے وجود کا سبب ہیں۔

حکومتوں اور شریعتوں کی تبدیلی میں قِرَانات کی تاثیر

قِرَانات: قِرَانة کی جمع ہے، علم نجوم کی اصطلاح میں جب دو ستارے ایک برج میں ایک درجہ میں جمع ہوتے ہیں، تو اس اجتماع کو قران، نظر اور زائچہ کہتے ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ سے سوال کیا گیا کہ مواقع النجوم کو خود قرآن نے بہت بڑی قسم کہا ہے: اس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت نے اسرار قرآنی میں اس کا یہ جواب دیا:

''سفلیات را اگر بہر انفعال نہادہ اند، علویات را جلوۂ اِفعال دادہ اند، ہر تغیرے وانقلابے کہ در خاکدانِ زمیں رُومی دہد، منشأ آن در عالم اسباب ہمیں کواکب اند، کہ با طوار مختلفہ می آیند ومی روند،

عمدہ تغیرے ومہین انقلابے کہ پس از ''انقلابِ ظہورِ قِدَم بآئینہ حدوث'' برروئے کار آمد، نزول قرآنی است۔ نظر بریں زائچہ ایں انقلاب از جملہ زائچہا برتر باشد، ونقشہٗ این اجمال کہ از اجتماع جملہ نجوم بہیئت مخصوصہ ظہور فرمودہ، از جملہ نقشہائے کہ در حوادث جلوہ گر یہا دارند احسن واعلیٰ باشد۔ بدیں وجہ نقشہ ہٗ دیگر حوادث کہ مقسم بہ خداوندی گردیدہ اند، بدیں نقشہ نہ رسد، بدیں سبب موصوف بہ قسم عظیم گردیدہ'' (اسرار قرآنی ص ۴ جواب سوال دوم)

ترجمہ: سفلیات کو اگر اثر پذیری کے لئے بنایا ہے تو علویات کو اثر اندازی کا کمال دیا ہے، جو بھی تبدیلی اور انقلاب زمین میں رونما ہوتا ہے اس کا منشأ (پیدا ہونے کی جگہ) عالم اسباب میں ستارے ہیں، جو مختلف انداز سے آتے جاتے ہیں —— بہترین تغیر اور بڑا انقلاب جو رد بعمل آیا ہے —— ذاتِ قدیم کے حدوث کے آئینہ میں ظہور انقلاب کے بعد —— وہ قرآن کا نزول ہے، نظر بریں زائچہ یہ انقلاب دوسرے تمام انقلابوں سے بڑا ہے، اور اس اجمال کا نقشہ (نزولِ قرآن) جو چند ستاروں کے مخصوص ہیئت میں جمع ہونے سے وجود میں آیا ہے: اُن تمام نقشوں سے (سابقہ نبوتوں اور کتابوں کے نزول سے) جو حوادث میں جلوہ گر ہوئے ہیں: عمدہ اور اعلیٰ ہے، اس وجہ سے دیگر واقعات کے نقشے جو مقسم بہ خداوندی ہیں: اس نقشہ تک نہیں پہنچ سکتے: اس وجہ سے اس کو ''بہت بڑی قسم'' کہا ہے۔

وضاحت: دو باتیں: (۱) زمینی واقعات اثر قبول کرتے ہیں، اور کواکب اثر ڈالتے ہیں، عالم اسباب میں نئی باتوں کا منشأ ستارے ہیں، تمامی اہم واقعات جو زمین میں رونما ہوتے ہیں، ان کا منشأ یہی کواکب ہیں (۲) اور اللہ تعالیٰ نے جب

سے یہ عالم حادث بنایا ہے: بہترین تغیر اور عظیم انقلاب جو رونما ہوا ہے وہ قرآن کا نزول ہے، اس سے بڑا کوئی واقعہ رونما نہیں ہوا ــــ نتیجہ: گذشتہ کتابوں کے نزول کے وقت بھی کواکب کا اجتماع ہوتا تھا، مگر نزولِ قرآن کے وقت چند ایسے ستارے کسی برج میں جمع ہوئے جو شروع کائنات سے اُس وقت تک کبھی جمع نہیں ہوئے تھے، یہی زائچہ (ستاروں کا اجتماع) مواقع النجوم ہے، اس کی قسم کھائی ہے یعنی اس کو قرآن کی حقانیت کی دلیل میں پیش کیا ہے، اور کواکب کا یہ اجتماع چونکہ سب سے بڑا اجتماع تھا، اس لئے اس کو ''بڑی قسم'' کہا ہے۔

دلیلِ رسالت (قرآنِ کریم) کی عظمتِ شان کا بیان

سابقہ آیات میں قدرتِ خداوندی کے چار کارناموں سے توحید پر استدلال کیا تھا، وہ توحید کی دلیلِ عقلی تھی، اب دلیلِ نقلی پیش کرتے ہیں، اور وہ قرآنِ کریم ہے، اسی نے توحید کو کھول کر بیان کیا ہے۔

اور بات یہاں سے شروع کی ہے کہ مشرکین جو توحید کا انکار کرتے ہیں: وہ غلط ہے، توحید برحق ہے، اور اس کی دلیل عظیم الشان قرآنِ کریم ہے، اس کے نزول کے وقت چند ایسے ستارے ایک برج میں جمع ہوئے تھے جو ابتدائے آفرینش سے کبھی جمع نہیں ہوئے تھے، نہ آئندہ کبھی جمع ہونگے، اور عالم اسباب میں علویات کی سفلیات پر تاثیر اکابر نے تسلیم کرلی ہے، پس اس عظیم اجتماع کے زمین پر عظیم اثرات مرتب ہوئے، اور جو قرآن لوحِ محفوظ میں تھا اس کو رب العالمین نے انسانوں اور جنات کی ہدایت کے لئے نازل فرمایا، اور لوحِ محفوظ تک فرشتوں کے سوا کسی کی پہنچ نہیں کہ یہ احتمال ہو کہ شیاطین وہاں سے لے آئے ہوں، اور جیسے وہ کاہنوں کو بات پہنچاتے ہیں آپؐ کو قرآن پہنچایا ہو، پس اب تم سوچو! کیا یہ قرآن سرسری بات ہے جو تم اس کی تکذیب کے درپے ہو؟

قرآنِ کریم کو بے وضوء ہاتھ لگانا جائز نہیں

ارشادِ پاک: ﴿ لَا يَمَسُّهٗ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴾: کا ماسیق لاجلہ الکلام (بنیادی مقصد) یہ ہے کہ کتابِ مکنون (لوحِ محفوظ) ایسی جگہ ہے جہاں تک فرشتوں کے علاوہ کسی کی پہنچ نہیں، مگر اس آیت سے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا گیا ہے کہ قرآن کو بے وضوء ہاتھ لگانا جائز نہیں، کیونکہ نص کے الفاظ عام ہیں، لَایَصِلُ کے بجائے لَا یَمَسُّ فرمایا ہے، اور الملائکۃ کے بجائے المطھرون فرمایا ہے، اور تفسیر کا اصول یہ ہے کہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے، اس لئے چاروں ائمہ نے الفاظ کے عموم سے مذکورہ مسئلہ ثابت کیا ہے، تفصیل تحفۃ الالمعی شرح سنن الترمذی جلد اول کے مقدمہ میں ہے۔

﴿ فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۝ وَإِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝ إِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ أَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ أَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝

وَ تَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۝۸۲ ﴾

ترجمہ: — پس نہیں! — یعنی توحید کا انکار درست نہیں! — میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے اجتماع کی — قرآن کائناتی چیزوں کی جو قسم کھاتا ہے وہ درحقیقت مقسم علیہ (مدعیٰ) کے دلائل ہوتے ہیں، مدعیٰ آگے آرہا ہے، درمیان میں جملہ معترضہ ہے — اور بے شک یہ قسم اگر تم بوجھو یقیناً بڑی قسم (دلیل) ہے — کیونکہ کواکب کا ایسا اجتماع کبھی نہیں ہوا — بے شک وہ قرآن معزز پڑھنے کی کتاب ہے — یہ مقسم علیہ (مدعیٰ) ہے — چھپائے ہوئے نوشتہ (لوحِ محفوظ) میں ہے، اس کو نہایت پاک بندوں کے سوا کوئی نہیں چھوتا، اس کو جہانوں کے پالنہار نے اتارا ہے، پس کیا تم اس کلام کو سرسری بات سمجھتے ہو، اور اس کی تکذیب کو اپنی غذا بناتے ہو! — یعنی کیا یہ ایسی دولت ہے جس سے مستفید ہونے میں تم سستی کرو؟ اور اپنا حصہ اتنا ہی سمجھو کہ اس کو جھٹلاتے رہو؟ تمہیں چاہئے کہ اس نعمت کا شکر بجالاؤ، اور اس کے بتلائے ہوئے راستہ کو اپناؤ!

فائدہ: یہ دنیا دار الاسباب ہے، یہاں اسباب و مسببات زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں، مگر جہاں سبب اور مسبب کے درمیان تعلق خفی ہوتا ہے وہاں مسبب کی سبب کی طرف اضافت و نسبت جائز نہیں، ایسی جگہ حکم ہے کہ مسبب کی نسبت مسبب الاسباب کی طرف کی جائے، البتہ باہمی تعلق واضح ہو تو نسبت جائز ہے، جیسے علاج معالجہ سے شفاء ہوتی ہے، اور دونوں میں تعلق واضح ہے، پس کہہ سکتے ہیں کہ فلاں حکیم / ڈاکٹر کا علاج کرایا، اس لئے شفا ہوگئی، اور یہ کہنا کہ فلاں نچھتر لگا یعنی کواکب کا اجتماع ہوا اس لئے بارش ہوئی: یہ کہنا جائز نہیں، کیونکہ کواکب کے اجتماع اور بارش کے درمیان تعلق خفی ہے، ایسی جگہ کہا جائے گا کہ اللہ کے فضل سے بارش ہوئی — البتہ یہ ضابطہ انسانوں کے لئے ہے، جن کا علم محدود ہے، اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہیں وہ نسبت کر سکتے ہیں، جیسا کہ اس آیت میں نزولِ قرآن کی نسبت مواقع النجوم کی طرف کی ہے۔

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝۸۳ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝۸۴ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝۸۵ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝۸۶ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۸۷ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝۸۸ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝۸۹ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝۹۰ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝۹۱ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۝۹۲ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝۹۳ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝۹۴ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝۹۵ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۝۹۶ ع

فَلَوۡلَاۤ (۱)	پس کیوں نہیں	اِنۡ کُنۡتُمۡ	اگر ہو تم	وَ اَمَّاۤ اِنۡ كَانَ	اور یا اگر ہے وہ
اِذَا بَلَغَتِ	جب پہنچ جاتی ہے (روح)	صٰدِقِیۡنَ	سچے	مِنَ الۡمُكَذِّبِیۡنَ	جھٹلانے والوں سے
الۡحُلۡقُوۡمَ	گلے میں	فَاَمَّاۤ اِنۡ كَانَ	پس یا اگر ہے وہ	الضَّآلِّیۡنَ	بھٹکے ہوؤں سے
وَاَنۡتُمۡ حِیۡنَئِذٍ	اور تم اس وقت	مِنَ الۡمُقَرَّبِیۡنَ	مقرب لوگوں میں سے	فَنُزُلٌ	پس مہمانی ہے
تَنۡظُرُوۡنَ	دیکھ رہے ہوتے ہو	فَرَوۡحٌ	پس راحت	مِّنۡ حَمِیۡمٍ	جلتے پانی کی
وَنَحۡنُ	اور ہم	وَّ رَیۡحَانٌ	اور روزی	وَّ تَصۡلِیَةُ (۴)	اور جلنا ہے
اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ	اس سے زیادہ نزدیک ہیں	وَّجَنَّتُ نَعِیۡمٍ	اور نعمت کا باغ ہے	جَحِیۡمٍ	دوزخ میں
مِنۡكُمۡ	تم سے	وَ اَمَّاۤ اِنۡ كَانَ	اور یا اگر ہے وہ	اِنَّ هٰذَا لَهُوَ	بے شک یہ البتہ وہ
وَ لٰكِنۡ	لیکن	مِنۡ اَصۡحٰبِ	دائیں والوں میں سے	حَقُّ الۡیَقِیۡنِ (۵)	لائق یقین ہے
لَّا تُبۡصِرُوۡنَ	تم دیکھتے نہیں	الۡیَمِیۡنِ		فَسَبِّحۡ	پس پاکی بول
فَلَوۡلَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ	پس کیوں نہیں اگر ہو تم	فَسَلٰمٌ لَّكَ	پس سلامتی ہے تیرے لئے	بِاسۡمِ	نام کے
غَیۡرَ مَدِیۡنِیۡنَ (۲)	نہ بدلہ دیئے ہوئے	مِنۡ اَصۡحٰبِ	دائیں والوں سے	رَبِّكَ	تیرے رب کی
تَرۡجِعُوۡنَهَاۤ (۱)	لوٹا لیتے تم اس کو	الۡیَمِیۡنِ (۳)		الۡعَظِیۡمِ	بڑے رتبہ والا

جو بویا ہے وہی کاٹے گا

دلیلِ عقلی ونقلی سے توحید کو ثابت کرنے کے بعد اب یہ مضمون ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے، ایک دن ختم ہو جائے گی، پھر دوسری دنیا آباد ہوگی، اور جزاوسزا کا عمل شروع ہوگا، انسان نے اس دنیا میں جو بویا ہے اس کو کاٹے گا —— مگر مشرکین یہ سمجھتے ہیں کہ انسان خود بخود پیدا ہوگئے ہیں، پیدا ہوتے ہیں اور مرجاتے ہیں، آگے کوئی زندگی ہے نہ جزاوسزا، نہ وہ انسان کو کسی کی قدرت کے ماتحت سمجھتے ہیں، ان سے کہا جارہا ہے کہ اگر ایسا ہے تو تم مرنے والے کو مرنے کیوں دیتے ہو؟ جب یہی دنیا سب کچھ ہے تو اسی میں ہمیشہ رہو، حالانکہ جب جان کنی کا وقت ہوتا ہے، روح مرنے والے کے گلے میں آجاتی ہے، اور تم پاس بیٹھے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے ہوتے ہو، مگر بے بس ہوتے ہو، کچھ کر نہیں سکتے، اور اللہ تعالیٰ اس وقت

(۱) لولا: مکرر ہے، اور وہ ترجعونها پر داخل ہے، ترجمہ اس کے ساتھ ہوگا۔ (۲) مَدِیۡن: اسم مفعول: (۱) بدلہ دیا ہوا (۲) زیرِ حکم، محکوم (۳) مِن: تعلیلیہ ہے، أی من أجل أنه منهم اور ﴿لَكَ﴾ میں التفات ہے، اصل: له تھا۔ (۴) تصلیة: باب تفعیل کا مصدر ہے: جلنا۔ (۵) حق الیقین: موصوف کی صفت کی طرف اضافت ہے۔

مرنے والے سے تم سے زیادہ قریب ہوتے ہیں، یعنی مرنے والا اللہ کے اختیار میں ہوتا ہے، اگر مرنے والا تمہارے اختیار میں ہے، تو اس کو مرنے کیوں دیتے ہو؟ اس کی روح کو پھیر لاؤ!

انسان کو مر کر اللہ کے پاس پہنچنا ہے، پھر اگر وہ مقرب بندوں میں سے ہے تو اس کے وارے نیارے! اس کے لئے راحت، روزی اور نعمت کا باغ ہے، اور اگر وہ دائیں والوں میں سے ہے تو بھی زہے نصیب! کامیاب تو ہے! لیکن اگر وہ تکذیب کرنے والوں گمراہوں میں سے ہے، تو اس کی دعوت جلتے پانی سے ہوگی، اور اس کو جہنم میں جلنا ہوگا، یہ قطعی اور لائق یقین فیصلہ ہے، اس میں ادنی شک کی گنجائش نہیں، اللہ تعالیٰ تینوں فریقوں کو ان کے انجام سے ہم کنار کرنے پر قادر ہیں، پس ان کی پاکی کا گیت گاؤ، وہ عظیم ہستی ہیں!

سبحان اللہ و بحمدہ! سبحان اللہ و بحمدہ! سبحان اللہ و بحمدہ!

آیاتِ پاک: ـــــ پس جس وقت روح حلق میں آپہنچتی ہے، اور تم اس وقت تک رہے ہوتے ہو، اور ہم اس سے تم سے زیادہ نزدیک ہوتے ہیں، لیکن تم دیکھتے نہیں ـــــ کیونکہ وہ علم وقدرت کی نزدیکی ہوتی ہے، جو معنوی نزدیکی ہے ـــــ پس اگر تمہارا حساب کتاب ہونے والا نہیں ـــــ یعنی دوسری زندگی نہیں، جیسا کہ تمہارا خیال ہے ـــــ تو تم اس روح کو پھیر کیوں نہیں لاتے، اگر تم سچے ہو ـــــ کہ دوسری زندگی نہیں۔

پس اگر وہ شخص (مرنے والا) مقربین (سابقین) میں سے ہے تو اس کے لئے راحت اور روزی اور آرام کا باغ ہے! ـــــ اور اگر وہ دائیں والوں میں سے ہے (یعنی عام مؤمنین میں سے ہے) تو تیرے لئے یعنی اس کے لئے سلامتی ہے، دائیں والوں میں ہونے کی وجہ سے ـــــ اور اگر وہ جھٹلانے والوں بھٹکے ہوؤں میں سے ہے تو اس کے لئے جلتے پانی کی دعوت ہے، اور اس کو دوزخ میں جلنا ہے، بے شک یہ تحقیقی پکی بات ہے، پس پاکی بول اپنے بڑے رتبہ والے پروردگار کے نام کی!

﴿۱۱ر رجب ۱۴۳۷ھ - ۲۰۱۶/۴/۱۹ء﴾



آیاتہا ۲۹ ‹۵۷› سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ ‹۹۴› رکوعاتہا ۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۞ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۞ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۞ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۚ وَهُوَ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۞

سَبَّحَ	پاکی بیان کرتی ہیں	وَ الْاَرْضِ	اور زمین میں	وَ هُوَ	اور وہ
لِلّٰهِ	اللہ تعالیٰ کی	يُحْيٖ	جلاتا ہے	بِكُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کو
مَا	جو چیزیں	وَ يُمِيْتُ	اور مارتا ہے	عَلِيْمٌ	خوب جانتا ہے
فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں	وَهُوَ	اور وہ	هُوَ الَّذِيْ	وہی جس نے
وَالْاَرْضِ	اور زمین میں ہیں	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر	خَلَقَ	پیدا کیا
وَهُوَ	اور وہ	قَدِيْرٌ	پوری قدرت والا ہے	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں
الْعَزِيْزُ	زبردست	هُوَ الْاَوَّلُ	وہی سب سے پہلا	وَ الْاَرْضَ	اور زمین کو
الْحَكِيْمُ	حکمت والے ہیں	وَ الْاٰخِرُ	اور سب سے پچھلا	فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ	چھ دنوں میں
لَهٗ مُلْكُ	انہی کا راج ہے	وَ الظَّاهِرُ	اور کھلا	ثُمَّ اسْتَوٰى	پھر قائم ہوا
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	وَ الْبَاطِنُ	اور چھپا ہے	عَلَى الْعَرْشِ	تخت شاہی پر

يَعْلَمُ	جانتا ہے	وَهُوَ مَعَكُمْ	اور وہ تمہارے ساتھ ہے	وَإِلَى اللّٰهِ	اور اللہ کی طرف
مَا يَلِجُ	جو داخل ہوتا ہے	أَيْنَ مَا كُنْتُمْ	جہاں کہیں تم ہو	تُرْجَعُ	لوٹیں گے
فِي الْأَرْضِ	زمین میں	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	الْأُمُورُ	سب کام
وَمَا يَخْرُجُ	اور جو نکلتا ہے	بِمَا	ان کاموں کو جو	يُولِجُ الَّيْلَ	داخل کرتا ہے رات کو
مِنْهَا	زمین سے	تَعْمَلُونَ	تم کرتے ہو	فِي النَّهَارِ	دن میں
وَمَا يَنْزِلُ	اور جو اترتا ہے	بَصِيرٌ	خوب دیکھنے والا ہے	وَيُولِجُ النَّهَارَ	اور داخل کرتا ہے دن کو
مِنَ السَّمَاءِ	آسمان سے	لَهُ مُلْكُ	اسی کا راج ہے	فِي الَّيْلِ	رات میں
وَمَا يَعْرُجُ	اور جو چڑھتا ہے	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	وَهُوَ عَلِيمٌ	اور وہ خوب جانتا ہے
فِيهَا	اس میں	وَالْأَرْضِ	اور زمین میں	بِذَاتِ الصُّدُورِ	سینوں کی باتوں کو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الحدید

یہ مدنی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۹۴ ہے، اس کے بعد نو سورتیں اور مدنی آرہی ہیں، جو یہ ہیں: المجادلہ ۱۰۵، الحشر ۱۰۱، الممتحنۃ ۹۱، الصفّ ۱۰۹، الجمعۃ ۱۱۰، المنافقون ۱۰۴، التغابن ۱۰۸، الطلاق ۹۹ اور التحریم ۱۰۷۔ یہ مختلف زمانوں میں نازل ہوئی ہیں، جیسا کہ ان کے نزول کے نمبروں سے واضح ہے، مگر مصاحف میں لوح محفوظ کی ترتیب سے رکھی گئی ہیں، یہ ترتیب مضامین کے لحاظ سے ہے، اور مدنی سورتوں کا موضوع احکام ہیں، ان سب سورتوں میں احکام کا بیان ہے۔

ان میں سے پانچ سورتیں مُسبّحات کہلاتی ہیں، اور وہ یہ ہیں: الحدید، الحشر، الصفّ، الجمعۃ اور التغابن، ان کے شروع میں سَبَّحَ یا یُسَبِّحُ ہے، اور حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ رات کو سونے سے پہلے یہ سورتیں پڑھا کرتے تھے، اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ان میں ایک آیت ایسی ہے جو ہزار آیتوں سے افضل ہے، ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: وہ آیت یہ ہے: ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝﴾ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اگر کبھی کسی کے دل میں شیطان کوئی وسوسہ ڈالے تو وہ یہ آیت آہستہ سے پڑھ لے (معارف القرآن)

ربط: سورۃ الواقعہ میں مؤمنین کی دو قسمیں: سابقین اور اصحاب الیمین کی ہیں، یہ قسمیں ایمان میں پختگی اور اعمال میں مضبوطی کے اعتبار سے ہیں، چنانچہ اب دس سورتوں میں احکام بیان فرماتے ہیں، ان میں جتنی پختگی اور مضبوطی ہوگی

اسی قدر مؤمنین کے درجات بلند ہونگے، اور ربط خاص یہ ہے کہ گذشتہ سورت توحید کے بیان پر پوری ہوئی ہے، اب یہ سورت اللہ کے شئون وصفات کے بیان سے شروع ہورہی ہے، کیونکہ یہ بھی توحید ہی کا مضمون ہے۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اللہ تعالیٰ کے شئون وصفات

شُئون: شأن کی جمع ہے: یعنی اہم کام، ارشادِ پاک ہے: ﴿ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴾: وہ ہر وقت کسی اہم کام میں ہوتے ہیں۔اور صفت: کسی چیز کی وہ حالت وکیفیت ہے جس پر وہ قائم ہے، جیسے سیاہی سفیدی، اور علم وجہالت وغیرہ وہ علامات ہیں جن سے موصوف پہچانا جاتا ہے۔

اور تسبیح وتقدیس: صفاتِ سلبیہ کا نام ہے، یعنی اللہ تعالیٰ یہ نہیں وہ نہیں، عیوب ونقائص سے مبرّا ہیں، اور تحمید وتمجید: صفاتِ ثبوتیہ کا نام ہے، یعنی اللہ تعالیٰ میں یہ خوبی ہے وہ خوبی ہے۔

اوران آیات میں اللہ تعالیٰ کے تعلق سے تین باتوں کا بیان ہے:

۱– شروع کی تین آیتوں میں تقدیس وتمجید یعنی تسبیح وتحمید ہے، نقائص سے پاکی بیان کرکے اللہ کی چار خوبیاں بیان کی ہیں۔

۲– پھر ایک آیت میں یہ بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے یہ کائنات چھ ادوار میں پیدا کی ہے، اور اس پر کنٹرول بھی انہیں کا ہے، دوسرا کوئی تدبیر عالم میں شریک نہیں، ساتھ ہی مشرکین کے وسوسہ کا جواب بھی دیا ہے۔

۳– پھر آخری دو آیتوں میں یہ بات بیان کی ہے کہ اس کائنات کا مرجع (لوٹنے کی جگہ) اللہ ہی کی ذات ہے، اور اس بات کو شب وروز کے گھٹنے بڑھنے سے سمجھایا ہے۔

تسبیح وتقدیس: آسمانوں اور زمین کی ہر چیز حالاً وقالاً اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے، یعنی یہ ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بے عیب ہیں، ان کی ذات میں کوئی کمی نہیں۔

اور حالاً پاکی بیان کرنا: یہ ہے کہ جب ہم کوئی مصنوع (بنائی ہوئی) چیز دیکھتے ہیں جو شاندار ہوتی ہے، جیسے تاج محل، تو ہمارا ذہن کاریگر کے کمال کی طرف جاتا ہے، کائنات کے ذرے ذرے کا بھی یہی حال ہے، جس چیز کو جیسا ہونا چاہئے تھا ویسا ہی اللہ نے اس کو بنایا ہے، ہر چیز اللہ کی صنّاعی (کاریگری) کے کمال پر دلالت کرتی ہے، یہی تسبیح حالی ہے۔

لطیفہ: ایک عقل کے مارے آم کے درخت کے نیچے لیٹے تھے، اوپر آم لگ رہے تھے، اور ساتھ میں تربوز کا کھیت تھا، اس کی بیلوں میں تربوز لگے ہوئے تھے، وہ عقل کے پُتلے سوچنے لگے کہ خاکم بدہن! اللہ پاک کیسے بے عقل ہیں! اتنے

بڑے درخت کو ذرا ذرا سے پھل دیئے ہیں، اور اس ناتواں بیل کو اتنے بڑے بڑے پھل اٹھوائے ہیں! اچانک ایک آم ٹوٹا اور کھوپڑی پر گرا، ایک دم اٹھ بیٹھے، اور کہنے لگے: نہیں! اللہ پاک عقلمند ہیں، اگر آم: تربوز جتنا بڑا ہوتا تو آج ہمارا کام تمام ہو گیا ہوتا! —— یعنی اللہ کی حکمت و مصلحت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں، بالا جمال ہم جانتے ہیں کہ ہر چیز موزون ہے، یہ تسبیح حالی ہے، اور تسبیح قالی زبان سے اعتراف کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہیں، یہ اُس مخلوق کا کام ہے جس کو اللہ نے بیان سکھلایا ہے۔

تحمید و تمجید: تعریف کرنا اور بزرگی بیان کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی چار صفات بیان کی ہیں:

۱— **العزیز**: زبردست **لا یَغْلِبُه شيئ**: کوئی چیز اللہ کو عاجز نہیں کر سکتی، ہرا نہیں سکتی، پس یہ صفت: قدیر کے ہم معنی ہے۔

۲— **الحکیم**: بڑے حکمت والے یعنی اللہ کا ہر کام فوائد پر مشتمل ہے، اور عقل کے مقتضاء کے مطابق ہے۔

۳— **یحی و یمیت**: جلاتے ہیں اور مارتے ہیں، یعنی اس دنیا میں جو آ رہا ہے اور جا رہا ہے، وہ اللہ کا کارنامہ ہے، پس آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی سلطنت ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہیں، جس چیز کو چاہیں دنیا میں لائیں اور جس چیز کو چاہیں لے جائیں!

۴— اس دنیا کے تعلق سے جو حادث اور فانی ہے اللہ تعالیٰ کی چار صفات ہیں:

(الف) **الأول**: اس دنیا سے پہلے اللہ ہی تھے، یہ دنیا انہی نے پیدا کی ہے۔

(ب) **الآخر**: اس دنیا کے بعد اللہ ہی رہ جائیں گے، یہ دنیا ایک دن ختم ہو جائے گی، رہے گا نام باقی اللہ کا! ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۚ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۚ﴾ اور ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾

(ج) **الظاهر**: کھلے: یعنی عالم کا ذرہ ذرہ ان کے وجود کی شہادت دیتا ہے، ہر ورق دفترے است از معرفتِ کردگار! عرب کا ایک بدّو کہتا ہے: راستے میں مینگنیاں اونٹ کے گذرنے کی دلیل ہیں، پیروں کے نشانات راہ رو کی دلیل ہیں، پس یہ بڑے بڑے ستاروں والا آسمان اور گہری گھاٹیوں والی زمین صانعِ خبیر و بصیر کی دلیل کیوں نہیں!

(د) **الباطن**: چھپے ہوئے، یعنی اس دنیا میں اللہ کو کوئی دیکھ نہیں سکتا، کیونکہ یہاں ایمان بالغیب مطلوب ہے، مگر بایں ہمہ وہ ہر چیز سے واقف ہیں —— اللہ کی یہ چار صفتیں اس دنیا کے اعتبار سے ہیں۔

﴿سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝﴾:

ترجمہ: اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں —— یہاں تک تقدیس کا مضمون ہے، پھر آگے

تحمید ہے، یعنی صفاتِ کمالیہ کا بیان ہے: —— (۱) اور وہ زبردست (۲) بڑی حکمت والے ہیں (۳) ان کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں، پیدا کرتے ہیں اور مارتے ہیں، اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں —— اس میں تقدیم وتاخیر ہے، ان کی سلطنت ہے: بعد میں ہے —— (۴) وہی پہلے ہیں، اور پچھلے ہیں، اور کھلے ہیں، اور چھپے ہیں، اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں!

آسمانوں اور زمین پر مشتمل کائنات اللہ ہی نے پیدا کی ہے

اور اس پر کنٹرول بھی انہی کا ہے، دوسرا کوئی تدبیر عالم میں شریک نہیں

ہماری یہ دنیا جو آسمانوں اور زمین پر مشتمل ہے: اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہے، یہ کائنات چھ ادوار میں بن کر تیار ہوئی ہے، پھر تختِ شاہی پر اللہ تعالیٰ جلوہ افروز ہیں، یعنی یہ عالم انہی کے کنٹرول (استیلاء) میں چل رہا ہے، دوسرا کوئی نظم وانتظام میں شریک نہیں —— اور مشرکوں کا یہ خیال باطل ہے کہ اللہ تعالیٰ تنہا پورے عالم کا انتظام وانصرام کیسے کرسکتے ہیں؟ لامحالہ انھوں نے کائنات کے حصے بنائے ہیں، اور ہر حصہ کا کسی کو ذمہ دار بنایا ہے، پس اگر بارش چاہئے تو بارش کے ذمہ دار کو راضی کرنا پڑے گا: مشرکین کا یہ خیال غلط ہے، اس کی حاجت ناقص العلم کو ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ تو جانتے ہیں ان چیزوں کو جو زمین میں داخل ہوتی ہیں، یا زمین سے نکلتی ہیں، اور جو چیزیں آسمان سے اترتی ہیں یا آسمان میں چڑھتی ہیں، اور وہ علم وقدرت کے اعتبار سے انسانوں کے ساتھ ہیں، جہاں کہیں وہ ہوں، وہ ان کے کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں، پس ایسے کامل العلم وسیع القدرت کے لئے تنہا کائنات کا نظم وانتظام کرنا کیا مشکل ہے!

فائدہ: اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کام لیتے ہیں، اور اسباب بھی کارگر ہیں، مگر وہ خدائی میں شریک نہیں، ان کی حیثیت نوکروں کی ہے، کارخانے میں ملازم ہوتے ہیں، مگر وہ کارخانے میں حصہ دار نہیں ہوتے۔

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاۗءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝﴾

ترجمہ: وہ ایسے ہیں جنھوں نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر وہ تختِ شاہی پر قائم ہوئے، وہ جانتے ہیں جو چیزیں زمین میں داخل ہوتی ہیں —— مثلاً: بارش کا پانی اور بیج زمین کے اندر جاتا ہے —— اور جو چیزیں زمین سے نکلتی ہیں —— مثلاً: کھیتی اور درخت وغیرہ زمین سے نکلتے ہیں —— اور جو چیزیں آسمان سے اترتی

ہیں ـــــ مثلاً: فرشتے، شریعتیں، قضاؤ قدر کے فیصلے اور بارش وغیرہ آسمان کی طرف سے اترتے ہیں ـــــ اور جو چیزیں آسمان میں چڑھتی ہیں ـــــ مثلاً: فرشتے اور بندوں کے اعمال آسمان میں چڑھتے ہیں ـــــ اور وہ تمہارے ساتھ ہیں جہاں کہیں تم ہوؤ ـــــ یہ ساتھ ہونا: علم وقدرت کے اعتبار سے ہے ـــــ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو خوب دیکھ رہے ہیں ـــــ یعنی وہ بندوں کے تمام کھلے چھپے احوال سے واقف ہیں، ان کے لئے کائنات کو سنبھالنا کچھ مشکل نہیں۔

کائنات کا مرجع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے

آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ کی ہے (یہ تمہید لوٹائی ہے) اُس کی قلم رو سے نکل کر کوئی کہیں نہیں جاسکتا، آخرکار سب کو لوٹ کر اللہ کے پاس حاضر ہونا ہے، اللہ تعالیٰ اس دنیا کی جگہ دوسری دنیا لے آئیں گے، اور یہ کام ان کے لئے کچھ مشکل نہیں، تم دیکھتے نہیں: اللہ تعالیٰ رات کا ایک حصہ دن میں داخل کرتے ہیں، پس دن بڑا ہوجاتا ہے، اور دن کا ایک حصہ رات میں داخل کرتے ہیں، پس رات بڑی ہوجاتی ہے، اسی طرح اس پورے عالم کو اللہ تعالیٰ آخرت میں داخل کریں گے، پھر وہ عالم ہمیشہ چلے گا ـــــ وہ ایسا کب کریں گے؟ وہی جانتے ہیں کہ وہ ایسا کب کریں گے! وہ کائنات کے رازوں سے واقف ہیں، وہ سینوں کی باتوں کو بھی جانتے ہیں، جب ان کی مصلحت ہوگی وہ ایسا ضرور کریں گے۔

﴿لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ؕ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝﴾

ترجمہ: ان کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں، اور اللہ کی طرف سب کام لوٹیں گے، وہ رات کو دن میں داخل کرتے ہیں، اور دن کو رات میں داخل کرتے ہیں، اور وہ سینوں کی باتوں کو خوب جانتے ہیں!

فائدہ: قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ جب وہ کسی بات پر دو باتیں متفرع کرنا چاہتا ہے تو دونوں باتیں ساتھ بیان نہیں کرتا، اس سے مضمون میں پیچیدگی پیدا ہوجاتی ہے، بلکہ وہ تمہید لوٹا کر دوسری بات بیان کرتا ہے، پس اس کو تکرار نہیں سمجھنا چاہئے۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ

يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۰ۧ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝۱۱

ع ۱

اٰمِنُوْا	ایمان لاؤ	وَمَا لَكُمْ	اور تمہیں کیا ہوا	عَلٰى عَبْدِهٖٓ	اپنے خاص بندے پر
بِاللّٰهِ	اللہ پر	لَا تُؤْمِنُوْنَ	ایمان نہیں لاتے	اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ	واضح آیتیں
وَرَسُوْلِهٖ	اور اس کے رسول پر	بِاللّٰهِ	اللہ پر	لِّيُخْرِجَكُمْ[2]	تا کہ نکالیں وہ تمہیں
وَاَنْفِقُوْا	اور خرچ کرو	وَالرَّسُوْلُ	اور اس کے رسول	مِّنَ الظُّلُمٰتِ	تاریکیوں سے
مِمَّا	اس میں سے جو	يَدْعُوْكُمْ	تمہیں بلاتے ہیں	اِلَى النُّوْرِ	روشنی کی طرف
جَعَلَكُمْ	بنایا اس نے تم کو	لِتُؤْمِنُوْا	تا کہ ایمان لاؤ تم	وَاِنَّ اللّٰهَ	اور بے شک اللہ
مُّسْتَخْلَفِيْنَ[1]	قائم مقام (نائب)	بِرَبِّكُمْ	اپنے پروردگار پر	بِكُمْ	تم پر
فِيْهِ	اس میں	وَقَدْ اَخَذَ	اور بالتحقیق لیا اس نے	لَرَءُوْفٌ	یقیناً بہت شفیق
فَالَّذِيْنَ	پس جو لوگ	مِيْثَاقَكُمْ	تم سے عہد و پیمان	رَّحِيْمٌ	بڑے مہربان ہیں
اٰمَنُوْا مِنْكُمْ	ایمان لائے تم میں سے	اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	وَمَا لَكُمْ	اور تمہیں کیا ہوا
وَاَنْفَقُوْا	اور خرچ کیا انھوں نے	مُّؤْمِنِيْنَ	یقین کرنے والے	اَلَّا	کہ نہیں
لَهُمْ	ان کے لئے	هُوَ الَّذِيْ	وہی ہیں جو	تُنْفِقُوْا	خرچ کرتے
اَجْرٌ كَبِيْرٌ	بڑا ثواب ہے	يُنَزِّلُ	اتارتے ہیں	فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	راہِ خدا میں

(۱) مُستَخلَف: اسم مفعول، اِستِخلاف: خلیفہ اور نائب بنانا (۲) لِیُخرِجَکُم: کا فاعل اللہ تعالیٰ ہیں، رسول فاعل نہیں اور قرینہ: آیت کا فاصلہ (آخر) ہے۔

وَلِلّٰهِ	اور اللہ کے لئے ہے	اَعْظَمُ	بڑے ہیں	تَعْمَلُوْنَ	تم کرتے ہو
مِيْرَاثُ (۱)	متروکہ	دَرَجَةً	مرتبہ میں	خَبِيْرٌ	پوری خبر رکھتے ہیں
السَّمٰوٰتِ	آسمانوں	مِّنَ الَّذِيْنَ	ان سے جنھوں نے	مَنْ ذَا	کون ہے یہ
وَالْاَرْضِ	اور زمین کا	اَنْفَقُوْا	خرچ کیا	الَّذِيْ	جو
لَا يَسْتَوِيْ	یکساں نہیں	مِنْ بَعْدُ (۲)	اس کے بعد	يُقْرِضُ	قرض دے
مِنْكُمْ	تم میں سے	وَقٰتَلُوْا	اور لڑے وہ	اللّٰهَ	اللہ کو
مَّنْ اَنْفَقَ	جس نے خرچ کیا	وَكُلًّا	اور سب سے	قَرْضًا حَسَنًا	اچھا قرض
مِنْ قَبْلِ	پہلے	وَّعَدَ اللّٰهُ	وعدہ کیا ہے اللہ نے	فَيُضٰعِفَهٗ	پس بڑھائیں وہ اس کو
الْفَتْحِ	فتح کے	الْحُسْنٰى	خوبی کا	لَهٗ	اس کے لئے
وَقٰتَلَ	اور لڑا وہ	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	وَلَهٗٓ	اور اس کے لئے
اُولٰٓئِكَ	یہ لوگ	بِمَا	ان کاموں کو جو	اَجْرٌ كَرِيْمٌ	عزت والا ثواب ہے

آیاتِ پاک تلاوت کرنے سے پہلے چار باتیں سمجھ لیں:

پہلی بات: ـــــ سورۃ التوبہ (آیت ۱۱۱) میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین سے ان کی جانیں اور ان کے اموال جنت کے عوض میں خرید لیے ہیں: ﴿اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾: پس مؤمنین کی جانیں اور اموال ان کے اپنے نہیں رہے، مگر ہیں وہ ان کے پاس، اس اعتبار سے وہ ان چیزوں میں اللہ کے نائب اور خلیفہ ہیں، اور وہ مکلف ہیں حسبِ حکم خرچ کرنے کے، جیسے دکان کا منیجر مالک کا نمائندہ ہوتا ہے، مالک کے حکم کے مطابق خرچ کرتا ہے: ﴿جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ﴾ کا یہی مطلب ہے، یعنی اللہ نے تم کو جس مال میں اپنا نائب بنایا ہے اس کو جہاد میں خرچ کرو۔

دوسری بات: ـــــ سورۃ الاعراف (آیت ۱۷۲) میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ان کی ذریت ان کی پشت سے نکالی، پھر ان کو اپنی پہچان کرائی اور پوچھا: کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا: کیوں نہیں! یعنی آپ ہی ہمارے پروردگار ہیں، یہ عہد وپیان انسانوں کی فطرت میں داخل ہے، چنانچہ آڑے وقت اللہ یاد آتا ہے، پھر انبیاء علیہم السلام کو بھیجا، تاکہ وہ لوگوں کو یہ وچن یاد دلائیں: ﴿وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ﴾ میں

(۱) میراث: باب حسب کا مصدر ہے: کسی کے بعد اس کا چھوڑا ہوا مال۔ (۲) بعدُ: مبنی ہے، اور مضاف الیہ محذوف منوی ہے۔

اسی کاذکر ہے۔

تیسری بات: ـــــ اللہ کے لئے خرچ کرنے کا ثواب موقع محل کے اعتبار سے گھٹتا بڑھتا ہے، بوقتِ حاجت خرچ کرنے کی اہمیت زیادہ ہے، جیسے نونہال (نیاپودا) آب یاری کا محتاج ہے، پھر جب وہ تناور درخت بن جاتا ہے تو آبیاری کی ضرورت نہیں رہتی، اسلام کے پودے کی بھی فتح مکہ سے پہلے آبیاری کی ضرورت تھی، بعد میں اس کی ضرورت نہیں رہی، اس لئے فتح سے پہلے جن حضرات نے جہاد کیا، اور اس کے لئے مال خرچ کیا ان کا اجروثواب بڑھ گیا، اور بعد والے ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکے۔

چوتھی بات: ـــــ جہاد کے لئے خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کو قرضِ حسنہ دینا ہے، قرآنِ کریم میں جگہ جگہ یہ تعبیر آئی ہے، اور عمدہ قرض: وہ ہے جو خوش دلی سے بامید ثواب دیا جائے، اس پر زیادتی کا مطالبہ سود ہے، بس اصل قرض واپس آئے گا، البتہ قرض لینے والا عالی ظرف ہو اور بڑھا کر واپس کرے تو اچھا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فیاض ہیں، وہ قرضِ حسنہ کو غنیمت کی صورت میں بڑھا کر واپس کرتے ہیں، پس جہاد کے لئے خرچ کرنے میں نفع ہی نفع ہے، اور آخرت میں ثواب الگ ہے۔

اللہ اور رسول پر ایمان لاؤ، اور جہاد میں مال خرچ کرو

﴿ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۚ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ ﴾

ترجمہ: اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اس مال میں سے خرچ کرو جس میں اللہ نے تم کو نائب بنایا ہے ـــــ یعنی جو مال تمہارے ہاتھ میں ہے اس کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں، تم صرف امین اور خزانچی ہو، لہٰذا جہاں مالک بتائے دل کھول کر خرچ کرو ـــــ پس جو لوگ تم میں سے ایمان لائے، اور انھوں نے خرچ کیا: ان کے لئے بڑا ثواب ہے!

ـــــ یہ ایمان وانفاق کا فائدہ بتلایا، پروردگار پر ایمان لانا اور اللہ کا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے، مگر قربان جایئے ان کے کرم کے! اس پر ثواب بھی عنایت فرماتے ہیں۔

﴿ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾

اللہ پر ایمان لانے کی ترغیب: ـــــ اور تمہیں کیا ہوا کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے، جبکہ اللہ کے رسول تمہیں دعوت دے رہے ہیں کہ اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ، اور واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے عہد لے چکے ہیں، اگر تم یقین کرو! ـــــ

یعنی اللہ پر ایمان لانے میں کیا چیز مانع ہے، درانحالیکہ اللہ کا رسول تمہیں وہ عہد یاد دلا رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم سے لیا ہے؟ یعنی کوئی مانع نہیں! پھر اس معاملہ میں دیر کیوں؟

﴿ هُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾

رسول پر ایمان لانے کی ترغیب: —— اللہ وہ ہیں جو اپنے خاص بندے پر صاف صاف آیتیں اتار رہے ہیں، تاکہ اللہ تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ تم پر بڑے شفیق بڑے مہربان ہیں! —— یعنی اللہ کے رسول پر ایمان لاؤ گے تبھی اللہ کی ہدایات سے مستفید ہوسکو گے، کیونکہ اللہ کی راہ نمائی رسول کی معرفت آتی ہے، اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تم کو کفر و جہل کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان و علم کے اجالے میں لائیں، کیونکہ وہ بندوں پر بہت ہی شفیق و مہربان ہیں، اس لئے اللہ کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اس پر اللہ جو وحی بھیج رہے ہیں اس کی پیروی کرو، تاکہ دارین میں سرخ رو ہوؤ!

﴿ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ ﴾

جہاد کے لئے خرچ کرنے کی ترغیب: —— اور تمہیں کیا ہوا کہ تم راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے، جبکہ سب آسمان وزمین آخر میں اللہ ہی کے رہ جائیں گے! —— یعنی تمہارے ہاتھ میں جو کچھ ہے چند دن کے لئے ہے، اس دنیا کو ایک دن ختم ہونا ہے، اور آخر میں اللہ ہی ہر چیز کے مالک رہ جائیں گے، پھر خرچ کرنا تمہیں کیوں بھاری معلوم ہو رہا ہے!

﴿ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ ﴾

سنہرا موقعہ ہاتھ سے نہ جائے! —— یکساں نہیں جنھوں نے تم میں سے فتح سے پہلے خرچ کیا اور جہاد کیا: یہ لوگ بڑے درجہ والے ہیں ان لوگوں سے جنھوں نے فتح کے بعد خرچ کیا اور جہاد کیا —— یعنی ابھی سنہرا موقعہ ہے، فتح سے پہلے خرچ کرکے اور جہاد کرکے بڑا درجہ حاصل کرلو —— اور فتح سے یا فتح مکہ مراد ہے یا صلح حدیبیہ، کیونکہ وہ فتح مکہ کی تمہید تھی —— اور اللہ نے سب سے خوبی کا وعدہ کیا ہے —— یعنی اللہ کے راستہ میں کسی بھی وقت خرچ کیا جائے اور لڑا جائے: اچھا ہی اچھا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا بہترین بدلہ دیں گے، وہ کسی کا اجر ضائع نہیں کرتے —— اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے —— کہ کس کا عمل کس درجہ کا ہے؟ وہ اپنے علم کے موافق ہر ایک سے معاملہ کریں گے۔

جہاد میں خرچ کرو غنیمت اور آخرت میں بڑے مرتبے پاؤ گے

﴿ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗۤ اَجْرٌ كَرِیْمٌ ﴾

ترجمہ: کون ہے وہ جو اللہ کو عمدہ قرض دے؟ — یعنی جہاد میں خرچ کرے — پھر اللہ اس کو اس کے لئے دو چند کریں — یعنی غنیمت کی صورت میں کئی گنا بڑھا کر واپس کریں — دورِ اول میں حکومت کے پاس فنڈ نہیں تھا، مسلمان ہی جان ومال سے جہاد کرتے تھے، اس لئے جہاد میں خرچ کرنے کی ترغیب دی — اور اس کے لئے عزت والا بدلہ ہے — اس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

یَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ یَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْیَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۲﴾ یَوْمَ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِیْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَیْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِیْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾ یُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْیَوْمَ لَا یُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْیَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ؕ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ؕ هِیَ مَوْلٰىكُمْ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۵﴾

یَوْمَ	(یاد کرو) جس دن	نُوْرُهُمْ	ان کی روشنی	جَنّٰتٌ	ایسے باغات کی
تَرَى	دیکھیں گے آپ	بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ	ان کے آگے	تَجْرِیْ	بہتی ہیں
الْمُؤْمِنِیْنَ	مؤمن مردوں کو	وَبِاَیْمَانِهِمْ (۱)	اور ان کے دائیں	مِنْ تَحْتِهَا	جن کے نیچے
وَ الْمُؤْمِنٰتِ	اور مؤمن عورتوں کو	بُشْرٰىكُمُ	خوشخبری ہے تمہارے لئے	الْاَنْهٰرُ	نہریں
یَسْعٰى	دوڑ رہی ہوگی	الْیَوْمَ	آج	خٰلِدِیْنَ	وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں

(۱) درمنثور کی ایک روایت میں ہے کہ بائیں طرف بھی نور ہوگا (بیان القرآن)

فِيۡهَا	ان میں	لَهٗ	جس کے لئے	وَغَرَّتۡكُمُ	اور دھوکہ دیا تم کو
ذٰلِكَ هُوَ	یہی وہ	بَابٌ	ایک دروازہ ہے	الۡاَمَانِىُّ	آرزوؤں نے
الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ	بڑی کامیابی ہے	بَاطِنُهٗ	اس کا اندر	حَتّٰى جَآءَ	یہاں تک کہ آیا
يَوۡمَ	(یادکرو) جس دن	فِيۡهِ	اس اندر میں	اَمۡرُ اللّٰهِ	اللہ کا معاملہ
يَقُوۡلُ	کہیں گے	الرَّحۡمَةُ	مہربانی ہے	وَغَرَّكُمۡ	اور بہکایا تم کو
الۡمُنٰفِقُوۡنَ	منافق مرد	وَظَاهِرُهٗ	اور اس کا باہر	بِاللّٰهِ	اللہ کے نام سے
وَالۡمُنٰفِقٰتُ	اور منافق عورتیں	مِنۡ قِبَلِهِ	اس باہر کی جانب	الۡغَرُوۡرُ	بڑے دھوکہ باز نے
لِلَّذِيۡنَ	ان سے جو	الۡعَذَابُ	عذاب ہے	فَالۡيَوۡمَ	پس آج
اٰمَنُوا	ایمان لائے	يُنَادُوۡنَهُمۡ	پکاریں گے وہ ان کو	لَا يُؤۡخَذُ	نہیں لیا جائے گا
انۡظُرُوۡنَا	انتظار کرو ہمارا	اَلَمۡ نَكُنۡ	کیا نہیں تھے ہم	مِنۡكُمۡ	تم سے
نَقۡتَبِسۡ	کچھ لے لیں ہم	مَّعَكُمۡ	تمہارے ساتھ	فِدۡيَةٌ	کوئی بدلہ
مِنۡ نُّوۡرِكُمۡ	تمہارے نور سے	قَالُوۡا	جواب دیا انھوں نے	وَّلَا مِنَ	اور نہ ان لوگوں سے
قِيۡلَ	کہا گیا	بَلٰى	کیوں نہیں	الَّذِيۡنَ	جنھوں نے
ارۡجِعُوۡا	لوٹو تم	وَلٰكِنَّكُمۡ	مگر	كَفَرُوۡا	انکار کیا
وَرَآءَكُمۡ	تمہارے پیچھے	فَتَنۡتُمۡ	آزمائش میں ڈالا تم نے	مَاۡوٰٮكُمُ	تمہارا ٹھکانا
فَالۡتَمِسُوۡا	پس ڈھونڈھو تم	اَنۡفُسَكُمۡ	خودکو	النَّارُ	دوزخ ہے
نُوۡرًا	کوئی روشنی	وَتَرَبَّصۡتُمۡ	اور انتظار کیا تم نے	هِىَ	وہ
فَضُرِبَ	پس ماری گئی		(حوادث کا)	مَوۡلٰٮكُمۡ	تمہارا رفیق ہے
بَيۡنَهُمۡ	ان کے درمیان	وَارۡتَبۡتُمۡ	اور شک کیا تم نے	وَبِئۡسَ	اور بری ہے وہ
بِسُوۡرٍ	ایک دیوار		(دین میں)	الۡمَصِيۡرُ	لوٹنے کی جگہ

قرضِ حسنہ دینے والوں کے لئے آخرت میں نور ہوگا

گذشتہ آیت میں فرمایا تھا کہ جو لوگ اللہ کو قرض حسنہ دیں گے، یعنی جہاد میں خرچ کریں گے: ان کو ایک تو قرض دو چند ہوکر واپس ملے گا، دوسرے: ان کے لئے اجر کریم (عزت کا ثواب) ہوگا، جو آخرت میں ملے گا، اب یہ بیان ہے کہ

ان حضرات کو پل صراط سے گذرتے ہوئے ایک روشنی ملے گی، اور اس سے آگے سدا بہار باغات ہیں، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہی اجر کریم ہے، اور وہ بڑی کامیابی ہے ــــ پھر ان کے بالمقابل منافقوں کا ذکر ہے، ان کو بھی روشنی ملے گی، مگر وہ آگے جا کر بجھ جائے گی، وہ مسلمانوں سے درخواست کریں گے: ہمیں اپنی روشنی سے استفادہ کرنے دو! مسلمان جواب دیں گے: ہمیں جنت میں پہنچنے کی جلدی ہے، تم اُسی ڈپو (DIPOT) پر جاؤ، اور وہاں سے روشنی لے آؤ، وہ واپس جائیں گے، وہاں سے ٹکا سا جواب ملے گا کہ ایک ہی مرتبہ نور ملتا ہے، وہ وہاں سے لوٹیں گے تو دیکھیں گے کہ مسلمان جنت میں پہنچ گئے ہیں، اور جنت اور جہنم کے درمیان ایک دیوار قائم کردی گئی ہے، جس میں ایک دروازہ ہے، اس سے پَرے جنت اور رحمت ہے، اور اس سے وَرے دوزخ اور عذاب ہے، وہ مسلمانوں کو پکاریں گے: کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ پھر تم ہمیں چھوڑ کر آگے کیوں بڑھ گئے؟ مسلمان جواب دیں گے: بظاہر تم ہمارے ساتھ تھے، مگر تم نے خود کو گمراہی میں پھنسائے رکھا تھا، تم مسلمانوں کے حق میں حوادث کا انتظار کرتے تھے، دین اسلام کے بارے میں شک میں مبتلا تھے، اور تمہیں امید تھی کہ اسلام کا غلبہ کبھی نہیں ہوگا، مگر ہو کر رہا! یہ تمہیں شیطانِ لعین نے اللہ کا نام لے کر فریب دیا، پس اب تم سے اور کافروں سے فدیہ نہیں لیا جائے گا، اور نہ تم عذاب سے نکل سکو گے، تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے، یہی رفیقِ حیات ہے، اور وہ برا ٹھکانا ہے۔

فائدہ (۱): پل صراط پر گھٹا ٹوپ اندھیرا ہوگا، مؤمنین اور منافقین جب اس سے گذریں گے تو ان کو ایک روشنی ملے گی، جو دائیں بائیں اور آگے دوڑ رہی ہوگی، کیونکہ مؤمنین برق رفتاری سے پل صراط سے گذریں گے، اس لئے روشنی بھی دوڑ رہی ہوگی، مؤمنین اس کے اجالے میں پل کو پار کرلیں گے، اور منافقین کا دیا بجھ جائے گا، وہ بظاہر مسلمان تھے اس لئے ان کو بھی روشنی ملے گی، اور بباطن دغاباز تھے اس لئے روشنی سلب ہوجائے گی، پھر دوبارہ ان کو روشنی نصیب نہیں ہوگی ــــ یہ روشنی قرض حسنہ دینے والوں کے علاوہ اور لوگوں کو بھی ملے گی، تفصیل تفسیر مظہری اور معارف القرآن میں ہے، مثلاً:

۱- جو لوگ اندھیری راتوں میں مسجدوں میں نماز پڑھنے جاتے ہیں: ان کو بھی یہ روشنی ملے گی۔

۲- جو لوگ پانچوں نمازیں پابندی سے پڑھتے ہیں: ان کے لئے نماز قیامت کے دن نور ہوگی۔

۳- جو لوگ جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھتے ہیں ان کے لئے بھی نور ہوگا۔

۴- جو لوگ اعمالِ اسلام کرتے ہوئے بوڑھے ہوجاتے ہیں، ان کو بھی قیامت کے دن نور ملے گا۔

فائدہ (۲): اُس نور کے سلسلہ میں کفار کا کہیں ذکر نہیں آیا، کیونکہ ان کے حق میں نور کا احتمال ہی نہیں۔

فائدہ (۳): جب منافقین کی روشنی بجھ جائے گی تو مؤمنین کو بھی خطرہ محسوس ہوگا، پس وہ روشنی باقی رہنے کی دعا کریں گے، سورۃ التحریم (آیت ۸) میں ہے: ﴿نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا

نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ﴾: ان کا نور ان کے دائیں اور سامنے دوڑتا ہوگا، اور وہ دعا کریں گے: اے ہمارے رب! ہمارے لئے اس نور کو آخر تک رکھئے، یعنی راہ میں گل نہ ہوجائے اور ہماری مغفرت فرمادیجئے!

﴿ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا، ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ﴾

ترجمہ: (یاد کرو:) جس دن آپ مؤمن مردوں کو اور مؤمن عورتوں کو دیکھیں گے: ان کا نور ان کے آگے اور ان کے دائیں دوڑ رہا ہوگا ـــــ جس درجہ کا کسی کا ایمان وعمل ہوگا اسی درجہ کی روشنی ملے گی ـــــ آج تمہارے لئے خوش خبری ہے ـــــ یہ خوش خبری فرشتے سنائیں گے ـــــ ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ اس میں سدا رہیں گے، یہی بڑی کامیابی ہے ـــــ اور یہی وہ اجر کریم (عزت کا ثواب) ہے۔

﴿ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ، قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۚ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۚ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝ ﴾

ترجمہ: (یاد کرو:) جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان لانے والوں سے کہیں گے: ہمارا انتظار کرو، ہم تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں ـــــ یعنی اپنا دیا جلالیں یا تمہاری روشنی میں چلیں ـــــ ان کو جواب دیا جائے گا: اپنے پیچھے لوٹو، پس روشنی کی درخواست کرو ـــــ التماس (Request) کرکے وہاں سے لے آؤ ـــــ پس ان کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا ـــــ جس سے بات چیت ہوسکے گی ـــــ اس کے اندر کی جانب میں رحمت ہے ـــــ اُدھر جنت ہے ـــــ اور اُس کی باہر کی جانب میں عذاب ہے ـــــ اِدھر دوزخ ہے، منافق اسی میں رہ جائیں گے۔

﴿ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ، قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ ﴾

ترجمہ: وہ (منافق) اُن (مؤمنین) کو پکاریں گے ـــــ یعنی دور سے آواز دیں گے، کیونکہ مؤمنین جنت میں پہنچ چکے ہونگے ـــــ کیا ہم (دنیا میں) تمہارے ساتھ نہیں تھے؟ ـــــ پھر تم ہمیں چھوڑ کر آگے کیوں بڑھ گئے؟ ـــــ وہ (مسلمان) جواب دیں گے: کیوں نہیں ـــــ یعنی تم بظاہر ہمارے ساتھ تھے ـــــ مگر تم نے خود کو گمراہی میں پھنسائے رکھا، اور (حوادث کا) انتظار کرتے رہے، اور (دین میں) شک میں مبتلا رہے، اور تمناؤں نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آگیا ـــــ یعنی اسلام غالب ہوگیا اور تمہاری امیدوں پر پانی پھر گیا! ـــــ اور تمہیں بڑے

دھوکہ بازنے اللہ کا نام لے کر دھوکہ دیا!

﴿ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۭ هِىَ مَوْلٰىكُمْ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾

ترجمہ: (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:) پس آج نہ تو تم سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا، اور نہ کافروں سے ـــــ یعنی اب سزا سے بچنے کی کوئی صورت نہیں ـــــ تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے، وہی تمہاری رفیقہ ہے، اور وہ بڑا ٹھکانا ہے ـــــ یعنی اب کسی دوسری جگہ کی امید مت رکھو!

اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ڰ وَالشُّهَدَاۗءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

اَلَمْ	کیا نہیں	اَنْ تَخْشَعَ (۲)	کہ جھک جائیں	مِنَ الْحَقِّ	سچے دین سے
يَاْنِ (۱)	وقت آیا	قُلُوْبُهُمْ	ان کے دل	وَلَا يَكُوْنُوْا	اور نہ ہوں وہ
لِلَّذِيْنَ	ان کے لئے جو	لِذِكْرِ اللّٰهِ	اللہ کی یاد کے لئے	كَالَّذِيْنَ	ان کی طرح جو
اٰمَنُوْٓا	ایمان لائے	وَمَا نَزَلَ (۳)	اور اس کے لئے جو اترا	اُوْتُوا	دیئے گئے

(۱) لم يَأْنِ: مضارع مجزوم منفی، اصل میں يَأْنِي تھا، أَنَى يَأْنِي أَنْيًا: وقت آجانا، جیسے أَنَى لك أن تفعل: وقت آگیا کہ آپ کریں، ألم يأنِ لك أن تفعل: کیا آپ کے لئے وقت نہیں آیا کہ کریں (۲) خشع (ف) خشوعا: عاجزی دکھانا، جھکنا، گڑگڑانا (۳) وما نزل کا عطف ذکرِ الله پر ہے، اور من الحق: ما موصولہ کا بیان ہے۔

الْكِتٰبَ	آسمانی کتاب	لَكُمُ	تمہارے لئے	بِاللّٰهِ	اللہ پر
مِنْ قَبْلُ	قرآن سے پہلے	الْاٰيٰتِ	باتیں	وَرُسُلِهٖٓ	اور اُس کے رسولوں پر
فَطَالَ	پس لمبی ہوگئی	لَعَلَّكُمْ	تا کہ	اُولٰٓئِكَ هُمُ	یہی لوگ وہ
عَلَيْهِمُ	ان پر	تَعْقِلُوْنَ	سمجھو تم	الصِّدِّيْقُوْنَ	بہت سچا ٹھہرانے والے
الْاَمَدُ	مدت	اِنَّ	بے شک	وَالشُّهَدَآءُ (۲)	اور احوال بتانے والے ہیں
فَقَسَتْ	پس سخت ہوگئے	الْمُصَّدِّقِيْنَ (۱)	خیرات کرنے والے مرد	عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان کے رب کے پاس
قُلُوْبُهُمْ	ان کے دل	وَالْمُصَّدِّقٰتِ	اور خیرات کرنے والی	لَهُمْ	ان کے لئے
وَكَثِيْرٌ	اور بہت سے		عورتیں	اَجْرُهُمْ	ان کا ثواب
مِّنْهُمْ	ان میں سے	وَاَقْرَضُوا	اور قرض دیا انھوں نے	وَنُوْرُهُمْ	اور ان کا نور ہے
فٰسِقُوْنَ	نافرمان ہیں	اللّٰهَ	اللہ کو	وَالَّذِيْنَ	اور جنھوں نے
اِعْلَمُوْٓا	جان لو	قَرْضًا حَسَنًا	اچھا قرض دینا	كَفَرُوْا	نہیں مانا
اَنَّ اللّٰهَ	کہ اللہ تعالیٰ	يُّضٰعَفُ	دوچند کیا جائے گا	وَكَذَّبُوْا	اور جھٹلایا انھوں نے
يُحْيِ	زندہ کرتے ہیں	لَهُمْ	ان کے لئے	بِاٰيٰتِنَآ	ہماری باتوں کو
الْاَرْضَ	زمین کو	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے	اُولٰٓئِكَ	وہ لوگ
بَعْدَ مَوْتِهَا	اس کے مرنے کے بعد	اَجْرٌ كَرِيْمٌ	عزت والا ثواب ہے	اَصْحٰبُ	والے ہیں
قَدْ بَيَّنَّا	تحقیق کھول کر بیان	وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	الْجَحِيْمِ	دوزخ کے
	کی ہیں ہم نے	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	۞	۞

عمل میں کوتاہ مسلمانوں کو جھنجھوڑتے ہیں

اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لانے والوں کا اور جہاد کے لئے دل کھول کر خرچ کرنے والوں کا تذکرہ کرنے کے بعد دغاباز منافقوں کا تذکرہ کیا تھا، اب بے عمل مسلمانوں کا تذکرہ کرتے ہیں، جن کا ایمان تو درست ہے، مگر کمزور ہے اس

(۱) اَلْمُصَّدِّقِین: اسم فاعل، جمع مذکر، اصل میں المُتَصَدِّقِین تھا، تَصَدُّق: خیرات دینا (۲) شہداء: شہید کی جمع، فعیل بمعنی فاعل: آنکھ سے دیکھی ہوئی اور کان سے سنی ہوئی بات بتانا (ہدایت القرآن ۷: ۴۶۰) شہید: کا یہ ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے کیا ہے اور حضرت شیخ الہندؒ نے اس کو برقرار رکھا ہے۔

لئے وہ اعمال میں کوتاہ ہیں، فرماتے ہیں: جب تم ایمان لائے ہو تو دین پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ تمہارے دل اللہ کی یاد کی طرف جھکیں اور تم دین پر مضبوطی سے عمل کرو؟

پھر اس کی وجہ بیان کی ہے کہ عمل میں کوتاہی کیوں ہے؟ اور اس کے لئے یہود کی مثال ماری ہے، ان کو اللہ نے تورات دی، شروع میں تو انھوں نے اس پر مضبوطی سے عمل کیا، مگر جب زمانہ دراز ہو گیا تو ان کے دل سخت ہو گئے، اور وہ عمل میں سست پڑ گئے، بلکہ ان میں سے اکثر بددین ہو گئے —— یہ مثال اس امت کو سنائی، زمانہ گذرنے کے ساتھ امت کے احوال بھی بگڑ گئے، آج امت کی صورتِ حال یہ ہے کہ شاید بیس فیصد مسلمان بھی کامل دین پر عمل نہیں کرتے، اور ایک بڑی تعداد تو بددین مسلمانوں کی ہے، پھر شکوہ یہ ہے کہ اللہ ہماری مدد کیوں نہیں کرتے!

﴿ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: کیا وقت نہیں آیا ایمان لانے والوں کے لئے کہ ان کے دل جھک جائیں اللہ کی یاد کی طرف، اور اس سچے دین کی طرف جو اترا ہے؟ اور وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جو (قرآن سے) پہلے آسمانی کتاب دیئے گئے، پس ان پر مدت گذر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے، اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں!

سخت دل نرم پڑ سکتے ہیں جیسے مردہ زمین زندہ ہو جاتی ہے

جو دل زمانۂ نبوت سے دور ہونے کی وجہ سے سخت ہو گئے: ان کا علاج کیا ہے؟ ان کا علاج اللہ کا ذکر اور ہمت کر کے دین پر عمل کرنا ہے، اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو نرم کر دیں گے، پھر دین پر عمل کرنا ان کے لئے آسان ہو جائے گا، جیسے اللہ تعالیٰ مردہ زمین کو آبِ رحمت سے زندہ کر دیتے ہیں، جہاں کل خاک اُڑ رہی تھی: بارش کا چھینٹا پڑتے ہی وہاں آج سبزہ لہلہا رہا ہے، کاش مردہ دل اس حقیقت کو سمجھ لیں تو وہ کبھی مایوس نہ ہوں، دین پر عمل شروع کریں ان کا ایمان قوی ہو جائے گا۔

﴿ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو مرے پیچھے زندہ کرتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ ہم نے باتیں تمہارے لئے کھول کر بیان کی ہیں، تا کہ تم سمجھو!

اللہ تعالیٰ ہر نیکی کو بڑھاتے ہیں

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و مہربانی سے مؤمنین کی ہر نیکی کو بڑھاتے ہیں، عمل سے ثواب دو چند دیتے ہیں، پھر عمل میں کوتاہ مسلمان ڈھیلے کیوں پڑیں، قدم بڑھائیں اور دامنِ مراد بھریں! —— اور اللہ تعالیٰ جہاد میں جو خرچ کیا جاتا ہے اسی کو نہیں

بڑھاتے، بلکہ ہرعمل کو بڑھاتے ہیں، مسلمان مردوزن جو عام خیراتیں کرتے ہیں ان کو بھی بڑھاتے ہیں —— یہ الگ بات ہے کہ کسی عمل کو کم بڑھاتے ہیں کسی کو زیادہ، عام خیرات دس گنا سے سات سوگنا تک بڑھائی جاتی ہے، اور اللہ کو جو قرضِ حسنہ دیا جاتا ہے اس کو سات سوگنا سے غیر متناہی حدتک بڑھاتے ہیں، ایسا موقع محل کے تقاضے سے ہوتا ہے —— اور آخرت میں عزت والا ثواب سبھی کو ملتا ہے۔

﴿اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَ الْمُصَّدِّقٰتِ وَ اَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَ لَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝﴾

ترجمہ: بلاشبہ خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، اور جنھوں نے اللہ کو قرضِ حسنہ دیا: ان کے لئے (ثواب) دوچند کیا جائے گا، اوران کے لئے عزت والا بدلہ (جنت) ہے!

دینی کمالات کے دومراتب: صدیقیت اور شہادت ہر نیک مسلمان حاصل کرسکتا ہے

دینی کمالات چار ہیں: نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت، سورۃ النساء کی (آیات ۶۹) ہے:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝﴾

ترجمہ: اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانے گا: وہ اُن حضرات کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے: یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صلحاء کے ساتھ ہوگا، اور یہ لوگ بہت اچھے ساتھی ہیں۔

نبوت تو اب اپنی نہایت کو پہنچ گئی، اب کوئی نیا نبی نہیں آسکتا، نہ کوئی اتباع میں کمال پیدا کرکے نبی بن سکتا ہے۔ اور صلاح وتقوی کمالات کا ابتدائی درجہ ہے، اس سے اوپر دو درجے ہیں: صدیقیت اور شہادت، ان مراتب کو ہر نیک مؤمن حاصل کرسکتا ہے۔ اور صدیقیت نام ہے: ایمان میں آخری درجہ کی پختگی کا، جس کا دل حق بات کو اس طرح قبول کرلے جس طرح معدہ مٹھائی کو قبول کرلیتا ہے، یہ مقام ہر مردوزن کو حاصل ہوسکتا ہے، ضرورت ایمان میں پختگی پیدا کرنے کی ہے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس امت کے صدیق اکبر (سب سے بڑے صدیق) تھے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی صدیقہ تھیں، معلوم ہوا کہ ہر کوئی اس مرتبہ تک پہنچ سکتا ہے۔

اور شہید اور شاہد ہم معنی ہیں: فعیل بمعنی فاعل ہے، اور شاہد کے معنی ہیں: احوال بتلانے والا، یہ مرتبہ بھی ہر کوئی حاصل کرسکتا ہے، جو مردوزن خود دین پر عمل کرتے ہیں، اور دوسروں کو دین پر لانے کی فکر کرتے ہیں وہ سب قیامت کے دن گواہ ہونگے کہ کس نے ان کی بات مانی اور کس نے نہیں مانی؟ بایں معنی نبی ﷺ بھی شہید (گواہ) ہونگے۔ سورۃ النساء (آیت ۴۱) میں ہے: ﴿وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴾: اور ہم آپ کو بھی ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے، اور

بایں معنی امت کے دُعات و مبلغین بھی گواہ ہونگے، سورۃ الحج کی آخری آیت میں ہے: ﴿وَ تَكُونُوا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ﴾: اور تم لوگوں کے خلاف گواہ بنوگے، اور بایں معنی امتِ محمدیہ گذشتہ امتوں کے خلاف گواہی دے گی، سورۃ البقرۃ (آیت ۱۴۳) میں اس کا ذکر ہے۔

اور جو بندے اس لائن میں محنت کرتے ہوئے قتل کئے گئے وہ تو اعلیٰ درجہ کے شہید ہیں، حقیقی شہید وہی ہیں، اور اس آیت میں جن شہداء کا ذکر ہے وہ حقیقی شہداء کے ساتھ ملائے ہوئے ہیں، اور حقیقی شہداء کے لئے دنیا میں بھی مخصوص احکام ہیں، ان کو غسل نہیں دیا جاتا، نماز جنازہ پڑھ کر خون کے ساتھ دفن کیا جاتا ہے، اور وہ قیامت کے دن بھی خون آلود اٹھیں گے، رنگ خون کا ہوگا، اور خوشبو مشک کی ہوگی، تاکہ اہل محشر کے سامنے ان کی مظلومیت ظاہر ہو، اور اس آیت میں جن شہداء کا ذکر ہے وہ حکمی شہداء ہیں، اس لئے آیت میں: ﴿عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ بڑھایا ہے، یعنی یہ حضرات آخرت میں شہید ہونگے، دنیا میں ان پر شہادت کے احکام جاری نہیں ہونگے، اور ایسے حکمی شہید بہت ہیں، روایات میں ایسے ساٹھ شہداء کا ذکر آیا ہے (اوجز المسالک شرح موطا امام مالک)

غرض: کمالات کے یہ دونوں درجے ہر نیک مؤمن محنت کر کے حاصل کر سکتا ہے، رہے وہ لوگ جنھوں نے دین اسلام کو قبول نہیں کیا، اور انھوں نے اللہ کی باتوں کو جھٹلایا تو ان کے لئے دوزخ کی بھٹی تیار ہے!

﴿وَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ ۖ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۖ لَهُمْ أَجْرُهُمْ وَنُورُهُمْ ۖ وَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١٩﴾﴾

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے: وہی صدیق اور شہداء ہیں ان کے رب کے پاس، ان کے لئے ان کا ثواب اور ان کا نور ہے —— اور جن لوگوں نے نہیں مانا، اور ہماری باتوں کو جھٹلایا: وہی لوگ دوزخ والے ہیں!

اِعْلَمُوٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ وَّ زِينَةٌ وَّ تَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَ تَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطَامًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۙ وَّ مَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٌ ۭ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿٢٠﴾ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٢١﴾

اِعْلَمُوْٓا	جان لو	فَتَرٰىهُ	پس دیکھتا ہے تو اس کو	عَرْضُهَا	اس کی پہنائی
اَنَّمَا	اس کے سوا نہیں	مُصْفَرًّا	پیلا (زرد)	كَعَرْضِ	جیسے پہنائی
الْحَيٰوةُ	زندگی	ثُمَّ يَكُوْنُ	پھر ہو جاتا ہے وہ	السَّمَآءِ	آسمان
الدُّنْيَا	دنیا کی	حُطَامًا	چورا چورا	وَالْاَرْضِ	اور زمین کی
لَعِبٌ وَّلَهْوٌ (۱)	کھیل اور تماشا ہے	وَفِي الْاٰخِرَةِ	اور آخرت میں	اُعِدَّتْ	تیار کیا گیا ہے
وَّزِيْنَةٌ	اور ٹیپ ٹاپ	عَذَابٌ شَدِيْدٌ	سخت عذاب ہے	لِلَّذِيْنَ	ان کے لئے جو
وَّتَفَاخُرٌۢ	اور بڑائی جتلانا	وَّمَغْفِرَةٌ	اور بخشش ہے	اٰمَنُوْا	ایمان لائے
بَيْنَكُمْ	آپس میں	مِّنَ اللّٰهِ	اللہ کی	بِاللّٰهِ	اللہ پر
وَتَكَاثُرٌ	اور زیادہ طلبی	وَرِضْوَانٌ	اور خوشنودی ہے	وَرُسُلِهٖ	اور اس کے رسولوں پر
فِي الْاَمْوَالِ	دولت میں	وَمَا الْحَيٰوةُ	اور نہیں ہے زندگی	ذٰلِكَ	یہ
وَالْاَوْلَادِ	اور اولاد میں	الدُّنْيَا	دنیا کی	فَضْلُ	مہربانی ہے
كَمَثَلِ	(دنیا کا حال) جیسے حال	اِلَّا مَتَاعُ	مگر برتنے کا سامان	اللّٰهِ	اللہ کی
غَيْثٍ	بارش کا	الْغُرُوْرِ	دھوکے کا	يُؤْتِيْهِ	دیتے ہیں وہ اس کو
اَعْجَبَ	پسند آیا	سَابِقُوْٓا (۴)	ایک دوسرے سے آگے بڑھو	مَنْ يَّشَآءُ	جسے چاہتے ہیں
الْكُفَّارَ (۲)	کسانوں کو	اِلٰى مَغْفِرَةٍ	بخشش کی طرف	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
نَبَاتُهٗ	اس کا سبزہ	مِّنْ رَّبِّكُمْ	اپنے رب کی	ذُو الْفَضْلِ	مہربانی والے ہیں
ثُمَّ يَهِيْجُ (۳)	پھر زور پر آیا	وَجَنَّةٍ	اور باغ کی طرف	الْعَظِيْمِ	بڑی

کمالات حاصل کرنے کی راہ کا روڑا: دنیا کی مشغولیت

گذشتہ آیت میں یہ بیان تھا کہ مؤمنین بڑے سے بڑا دینی کمال حاصل کر سکتے ہیں، صدیق وشہید بن سکتے ہیں، مگر

(۱) لعب اور لہو میں تھوڑا سا فرق ہے: خود کھیلنا لعب ہے اور دوسروں کا کھیل دیکھنا لہو ہے (۲) کُفّار: کافر کی جمع ہے، کَفَرَ الشيئَ: کے دو معنی ہیں: (۱) چھپانا، ڈھانکنا، پس کفار سے کسان مراد ہیں، کیونکہ وہ بیج زمین میں چھپاتے ہیں (۲) انکار کرنا، نہ ماننا، پس کفار کے معنی ہونگے: غیر مسلم۔ (۳) هَاجَ النباتُ يهيج هيجًا: کھیتی کا زور پر آنا، شاہ عبدالقادر صاحبؒ نے یہ ترجمہ کیا ہے (۴) سابق مسابقة: ریس کرنا، ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا۔

اس راہ کا ایک 'روڑا' ہے جو منزل سے ہم کنار نہیں ہونے دیتا، اور وہ ہے: دنیا کی مشغولیت! آدمی دنیا میں منہمک ہو کر کمال سے محروم رہ جاتا ہے، اب ایک آیت میں اس کا بیان ہے۔

دنیا کی زندگی دھوکے کی ٹٹی ہے، کسی بھی وقت وہ زمین بوس ہوسکتی ہے، مگر آدمی اس کی عارضی بہار سے دھوکہ کھا کر آخرت برباد کرلیتا ہے، اور دنیا کی مشغولیات کیا ہیں؟ بچپن میں کھیل کود، پھر جب سیانا ہوتا ہے تو کھیل دیکھتا ہے، بلکہ اب تو جوان بھی کھیلتے ہیں، کھیل ایک مشغلہ اور کاروبار بن گیا ہے، اور جوانی میں بننے سنورنے کا شوق دامن گیر ہو جاتا ہے، بالوں کی تراش خراش اور کپڑوں کی وضع قطع سے فرصت نہیں ملتی، پھر جب کاروبار شروع کرتا ہے تو مسابقت (Competition) میں لگ جاتا ہے، اور بڑھاپے میں مال ودولت اور اولاد کی کثرت پر فخر کرتا ہے۔ غرض: کسی حال میں فرصت نہیں، ایک حالت کے بعد دوسری حالت لگی آتی ہے، پھر کمالات کیسے حاصل کرے؟ اس کے لئے فرصت کے لمحات درکار ہیں، اور اس کی صورت یہی ہے کہ دنیا کی مشغولیت ذرا کم کرے۔

دنیا کی زندگانی کا حال: بارش جیسا ہے، مینہ برستا ہے تو سبزہ اُگ آتا ہے، وہ کسانوں کو/ غیر مسلموں کو بھلا لگتا ہے، پھر وہ زور پر آتا ہے، کھیت لہلہانے لگتا ہے، پھر دیکھتے دیکھتے پیلا پڑ جاتا ہے، اور آخر میں چوراچورا ہو جاتا ہے، یہی حال دنیوی زندگی کا ہے، اللہ اپنی رحمت سے بچہ دیتے ہیں، وہ ماں باپ کو اور ہر کسی کو بھلا لگتا ہے، پھر وہ جوان رعنا ہوتا ہے، پھر آنکھ جھپکتے بوڑھا پا آنا شروع ہو جاتا ہے، اور آخر میں راہئ ملکِ عدم ہو جاتا ہے۔

آگے کیا ہے؟ آگے آخرت میں منکروں کے لئے سخت سزا ہے، اور نیک مؤمنوں کے لئے اللہ کی بخشش اور خوشنودی ہے۔ غرض: دنیا چند روز برتنے کا سامان ہے، بالآخر اسے چھوڑنا ہے، مگر انسان دھوکے میں مبتلا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ دنیا ہمیشہ اس کے ہاتھ میں رہے گی، مگر ایسا نہیں، پس اس فانی دنیا میں بقدر ضرورت لگنا چاہئے، اس کا ہی ہو کر نہیں رہنا چاہئے: جبھی کمالات بدست آسکتے ہیں۔

﴿اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝﴾

ترجمہ: جان لو کہ دنیوی زندگی محض کھیل اور تماشا اور زینت، اور ایک دوسرے پر فخر کرنا، اور اموال واولاد میں ایک دوسرے سے زیادہ بتلانا ہے ـــــ جیسے بارش کا حال کہ اس کا سبزہ کاشتکاروں کو بھلا لگتا ہے، پھر وہ زور پر آتا ہے، پس تم اس کو زرد دیکھتے ہو، پھر وہ چوراچورا ہو جاتا ہے ـــــ اور آخرت میں سخت سزا اور اللہ کی بخشش اور خوشنودی ہے ـــــ اور

دنیوی زندگی بس دھوکہ دینے والا چندروز برتنے کا سامان ہے!

دینی کمالات حاصل کرنے کا ذریعہ: شوقِ وطن

انسان کا وطن جنت ہے، دادا دادی کو زمین میں پیدا کر کے جنت میں بسایا تھا، پھر عارضی طور پر زمین میں اتارا ہے، اُسے لوٹ کر جنت میں پہنچنا ہے، پس اگر وطن کا شوق دامن گیر ہو جائے تو دنیا سے دل ہٹانا آسان ہو جائے، اس لئے ایک آیت میں جنت کا شوق پیدا کیا ہے، ارشاد فرمایا: ایک دوسرے سے آگے بڑھو، اور پروردگار کی بخشش حاصل کرو، اور اس جنت تک پہنچو جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے بقدر ہے، یعنی آسمان اور زمین کو کھول کر پھیلایا جائے تو اس کی لمبائی کے بقدر جنت کی پہنائی (چوڑائی) ہے، اور جنت کی لمبائی کا حال اللہ بہتر جانتے ہیں، لمبائی: چوڑائی سے زیادہ ہوتی ہے۔

اور یہ بھی ایک محسوس مثال کے ذریعہ جنت کی وسعت سمجھائی ہے، حقیقی وسعت کا حال اللہ بہتر جانتے ہیں، کیونکہ جنت کی وسعت سمجھانے کے لئے اس سے بڑی کوئی مخلوق نہیں تھی جیسے سورۃ ہود (آیات ۱۰۷ و ۱۰۸) میں جنت وجہنم کے خلود (ہمیشہ رہنے) کو: ﴿ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ﴾ کے ذریعہ سمجھایا ہے، یعنی جب تک آسمان وزمین قائم ہیں: جنتی جنت میں اور جہنمی جہنم میں رہیں گے یعنی جتنی لمبی ان دونوں مخلوقات کی زندگی ہے: اتنی مدت رہیں گے، حالانکہ آسمان وزمین ایک دن ختم ہونے والے ہیں اور جنت وجہنم ابدی ہیں، پس یہ محسوس مثال کے ذریعہ خلود کو سمجھایا ہے، کیونکہ آسمانوں اور زمین کی عمر سے لمبی عمر والی کوئی مخلوق نہیں تھی ——— اسی طرح اس آیت میں جنت کی وسعت کو محسوس مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے، ان کو حقیقی وسعت تصور نہیں کرنا چاہئے۔

یہ جنت کس کے لئے ہے؟ ——— یہ جنت ان بندوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور یہ ایمان دخولِ جنت کا سبب ظاہری ہے، حقیقی سبب اللہ کا فضل ہے۔ وہ جسے چاہیں جنت میں داخل کریں۔ حدیث میں ہے کہ جو بھی جنت میں جائے گا اللہ کے فضل سے جائے گا، اپنے عمل سے کوئی نہیں جائے گا، پوچھا گیا: یا رسول اللہ! آپؐ بھی! فرمایا: میں بھی! یعنی اپنے عمل سے جنت میں نہیں جاؤں گا، اللہ کی رحمت سے جاؤں گا ——— اور سبب ظاہری سرسری سبب ہوتا ہے اور وہ عمل کے لئے ہوتا ہے، عالم اسباب میں سبب کو اختیار کرنا فرض ہے، مگر مدار حقیقی سبب پر ہوتا ہے اور وہ اعتقاد کے لئے ہوتا ہے، اس کا عقیدہ رکھنا ضروری ہے۔

پھر آخر میں ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو جنت میں کیوں داخل نہیں کریں گے؟ کیا اللہ کے فضل کا کوٹا ختم ہو جائے گا جو بعض محروم رہ جائیں گے؟ ——— جواب: اللہ تعالیٰ تو بڑے فضل والے ہیں، کمی فضل حاصل کرنے والوں میں ہوگی، جو ایمان نہیں لائے وہ اللہ کے فضل سے محروم رہیں گے۔

﴿ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ ﴾

ترجمہ: ایک دوسرے سے آگے بڑھو اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف، اور ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے بقدر ہے —— وہ تیار کی گئی ہے اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے والوں کے لئے، یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہیں عنایت فرمائیں —— اور اللہ بڑے فضل والے ہیں!

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ۝ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

مَآ اَصَابَ	نہیں پہنچتی	يَسِيْرٌ	آسان ہے	فَخُوْرِۨ	شیخی بگھارنے والے کو
مِنْ مُّصِيْبَةٍ	کوئی آفت	لِّكَيْلَا	تاکہ نہ	الَّذِيْنَ (۲)	جو
فِي الْاَرْضِ	زمین میں	تَاْسَوْا	غم گیں ہو تم	يَبْخَلُوْنَ	بخیلی کرتے ہیں
وَلَا	اور نہ	عَلٰي مَا	اس پر جو	وَيَاْمُرُوْنَ	اور حکم دیتے ہیں
فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ	تمہاری جانوں میں	فَاتَكُمْ	تمہارے ہاتھ سے نکل گیا	النَّاسَ	لوگوں کو
اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ	مگر ایک نوشتہ میں ہے	وَلَا تَفْرَحُوْا	اور نہ خوش ہو تم	بِالْبُخْلِ	بخیلی کا
مِّنْ قَبْلِ (۱)	پہلے سے	بِمَآ اٰتٰىكُمْ	اس پر جو دیا تم کو	وَمَنْ يَّتَوَلَّ (۳)	اور جو شخص روگردانی کرے
اَنْ نَّبْرَاَهَا	اس کو پیدا کرنے کے	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	فَاِنَّ اللّٰهَ	پس بے شک اللہ تعالیٰ
اِنَّ ذٰلِكَ	بے شک یہ بات	لَا يُحِبُّ	نہیں پسند کرتے	هُوَ الْغَنِيُّ	ہی بے نیاز
عَلَي اللّٰهِ	اللہ پر	كُلَّ مُخْتَالٍ	ہر اترانے والے	الْحَمِيْدُ	ستودہ صفات ہیں

(۱) قبل: مضاف ہے اور أن مصدریہ ہے، نبرأها: بہ تاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ ہے (۲) الذین: مختال و فخور کی صفت ہے۔ (۳) یتول: مضارع مجزوم، آخر سے یاء حذف ہے تَوَلّی (تفعل): منہ موڑنا، اعراض کرنا، پیٹھ پھیرنا۔

شریعت میں اعذار کا اعتبار ہے

تحصیلِ کمال کے موانع اور تشویق کے بیان کے بعد اب یہ بیان ہے کہ شریعت میں اعذار کا اعتبار ہے، جاننا چاہئے کہ جنت کے بلند درجات نوافل اعمال کے ذریعہ حاصل کئے جاتے ہیں، فرائض وواجبات تو سبھی مسلمان ادا کرتے ہیں، ان سے تو جنت ملتی ہے۔ اور اوراد ونوافل اعمال کے سلسلہ میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بیماری، بڑھاپے یا سفر کی وجہ سے اوراد کی پابندی نہ کر سکے تو بھی ثواب ملتا رہتا ہے، حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتے ہیں: ''میرا بندہ تندرستی میں جو عمل کرتا تھا، اب وہ بیماری کی وجہ سے نہیں کر پا رہا، پس اس کا ثواب مسلسل لکھتے رہو، مثلاً: عذر کی وجہ سے کوئی تہجد نہ پڑھ سکے تو بھی اس کا اصلی ثواب برابر لکھا جاتا ہے، اور انعامی ثواب تو پڑھنے ہی پر ملے گا۔

﴿مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝﴾

ترجمہ: جو بھی مصیبت تمہیں زمین میں پہنچتی ہے ـــــ جہاد یا سفر کی نوبت آتی ہے ـــــ یا تمہاری جانوں میں ـــــ یعنی بیماری یا بڑھاپا آتا ہے ـــــ تو وہ اس کو پیدا کرنے سے پہلے ایک نوشتہ (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے ـــــ پس وہ تو ضرور پہنچے گی، اس لئے اللہ نے ان اعذار میں سہولت رکھی ہے، اگر ان کی وجہ سے نفل عمل نہ کر سکے تو اس کا ثواب ملتا رہتا ہے ـــــ اور یہ بات اللہ پر آسان ہے ـــــ یعنی مقدرات (ہونے والی باتوں) کو طے کرنا، اور ان کو لوح محفوظ میں لکھ لینا اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں۔

مقدرات بندوں کی مصلحت سے ہیں

جو باتیں پیش آتی ہیں، خواہ وہ غم کی ہوں یا خوشی کی، سب مقدر ہیں، اور لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں، اور اس کا فائدہ یہ ہے کہ جب غم کی کوئی بات پیش آئے، مثلاً: کوئی بڑا نقصان ہو جائے تو آدمی غم سے نڈھال نہ ہو جائے، بقدر ضرورت ہی اس کا اثر لے، اسی طرح جب خوشی کی کوئی بات پیش آئے، مثلاً: اللہ کوئی نعمت عطا فرمائیں تو آپے سے باہر نہ ہو جائے، بلکہ اللہ کی نعمت کا شکر بجالائے۔

﴿لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ﴾

ترجمہ: (جو کچھ پیش آنا ہے وہ تو آنا ہے) تاکہ تم غمگین نہ ہو اس پر جو تمہارے ہاتھ سے نکل جائے، اور تم خوش نہ ہو اس پر جو تمہیں عنایت فرمائیں۔

اعمال سے روگردانی کرنے والے اللہ کو پسند نہیں

جب اللہ کا فضل شاملِ حال ہوتا ہے، جوانی، فارغ بالی اور خوش حالی آتی ہے تو اوچھے لوگ اِتراتے ہیں، اور شیخی بگھارتے ہیں، ایسے لوگ اللہ کو پسند نہیں، مثلاً: اللہ نے دولت دی، مگر نہ خود غریبوں پر خرچ کرتا ہے نہ دوسروں کو ترغیب دیتا ہے، بلکہ اپنے طرزِ عمل سے لوگوں کو بخل کی تعلیم دیتا ہے، جبکہ اللہ کا حکم ہے کہ اللہ کی نعمت اللہ کے بندوں پر خرچ کرو، جو لوگ اللہ کے اس حکم سے اعراض کرتے ہیں وہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں، اللہ کا کچھ نہیں بگاڑتے، وہ تو بے نیاز ستودہ صفات ہیں۔

﴿وَ اللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ۝ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَ یَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ۝﴾

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کسی بھی اِترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتے، جو لوگ بخیلی کرتے ہیں، اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے ہیں، اور جو شخص اعراض کرے گا تو اللہ تعالیٰ ہی بے نیاز ستودہ صفات ہیں ـــــ یعنی خوبیوں کے مالک ہیں۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝

ع ۳ ۱۹

لفظ	معنی	لفظ	معنی	لفظ	معنی
لَقَدْ	بخدا! واقعہ یہ ہے	لِیَقُوْمَ	تاکہ کھڑے ہوں	وَّ مَنَافِعُ	اور فوائد ہیں
اَرْسَلْنَا	بھیجے ہم نے	النَّاسُ	لوگ	لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے
رُسُلَنَا	ہمارے رسول	بِالْقِسْطِ	انصاف کے ساتھ	وَ لِیَعْلَمَ	اور تاکہ جانیں
بِالْبَیِّنٰتِ	واضح دلائل کے ساتھ	وَ اَنْزَلْنَا[1]	اور اتارا ہم نے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
وَ اَنْزَلْنَا	اور اتاری ہم نے	الْحَدِیْدَ	لوہا	مَنْ یَّنْصُرُهٗ	کون مدد کرتا ہے ان کی
مَعَهُمُ	ان کے ساتھ	فِیْهِ	اس میں	وَ رُسُلَهٗ	اور ان کے رسولوں کی
الْكِتٰبَ	آسمانی کتاب	بَاْسٌ	سختی ہے	بِالْغَیْبِ[2]	دیکھے بغیر
وَ الْمِیْزَانَ	اور ترازو	شَدِیْدٌ	بہت زیادہ	اِنَّ	بے شک

(۱) أنزلنا: اتارا ہم نے، یعنی پیدا کیا ہم نے، جیسے: ﴿اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمْ لِبَاسًا﴾: ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا [الاعراف ۲۶] (۲) بالغیب: ینصرہ کی ضمیر مفعول کا حال ہے۔

زبردست ہیں	عَزِيْزٌ	زورآور	قَوِيٌّ	اللہ تعالیٰ	اللهَ

شریعت پر عمل کے لئے ترغیب کے ساتھ ترہیب بھی ضروری ہے

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے آغاز ہی سے نبوت کا سلسلہ شروع کیا، پھر نوح علیہ السلام سے رسالت کا سلسلہ شروع فرمایا، یہ انبیاؤرسل دین کے واضح دلائل کے ساتھ مبعوث کئے جاتے تھے، اور ان کے ساتھ آسمانی کتابیں بھی بھیجی جاتی تھیں، یہ سب ترغیب کے لئے تھا، تا کہ لوگ ایمان لائیں اور شریعت پر عمل کریں، اور اللہ نے ترازو بھی اتاری، تا کہ لوگ معاملات میں انصاف کو بروئے کار لائیں، اور ظلم وزیادتی سے بچیں، عبادات تو آسان ہیں، مگر معاملات میں انصاف کی رعایت مشکل ہے، اس لئے کسوٹی بھیجی اور ترازو اتاری یعنی احکامات بھیجے، تا کہ لوگ صحیح معاملات کریں، اور ساتھ ہی لوہا پیدا کیا، جس میں تین منفعتیں ہیں: (۱) اس میں نہایت سختی ہے، اس کے ذریعہ لوگوں پر کنٹرول کیا جاسکتا ہے (۲) لوگ لوہے سے اسباب وآلات بناتے ہیں اور مختلف کام نکالتے ہیں (۳) اس سے جنگی سازوسامان بنتا ہے، جس کے ذریعہ جہاد کیا جاتا ہے۔ جہاد اللہ کی اور اللہ کے رسول کی مدد ہے، شریعت پر عمل کے لئے اسلامی حکومت ضروری ہے، اور وہ جہاد ہی سے قائم ہوسکتی ہے، اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں معاملات کے بیان کے بعد کتاب الجہاد رکھی ہے، تا کہ اسلامی حکومت قائم ہو، وہی معاملات پر کنٹرول کرسکتی ہے، جو لوگ ترغیب سے راہ راست پر نہیں آئیں گے ان پر ترہیب کے ذریعہ قابو پائے گی۔

اور جہاد اس لئے نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے تعاون کے محتاج ہیں، وہ زورآور اور زبردست ہیں، ان کو کمزور مخلوق کی تعاون کی کیا حاجت ہے؟ جہاد اس لئے ہے کہ اللہ کو دیکھے بغیر ان کے دین کی کون مدد کرتا ہے؟ اور اللہ کے رسولوں کا ساتھ کون دیتا ہے؟ جو وفادار ثابت ہونگے ان کو جنت کے اعلیٰ مقامات پر فائز فرمائیں گے۔

آیتِ پاک: بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا، اور ہم نے ان کے ساتھ آسمانی کتابیں اور ترازو اتاری، تا کہ لوگ انصاف کو بروئے کار لائیں —— اور ہم نے لوہا پیدا کیا، اس میں نہایت سختی ہے، اور لوگوں کے لئے منافع ہیں، اور تا کہ اللہ تعالیٰ جانیں کہ اُن کی دیکھے بغیر اور ان کے رسولوں کی کون مدد کرتا ہے؟ بے شک اللہ تعالیٰ زورآور زبردست ہیں!

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ جَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۥ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ

رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَرَهْبَانِيَّةَ ۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۲۷﴾

وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	وَقَفَّيْنَا	اور پیچھے بھیجا ہم نے	اِلَّا ابْتِغَآءَ	مگر چاہنے کے لئے
اَرْسَلْنَا	بھیجا ہم نے	بِعِيْسَى	عیسیٰ کو	رِضْوَانِ	خوشنودی
نُوْحًا	نوح کو	ابْنِ	بیٹے	اللّٰهِ	اللہ کی
وَّاِبْرٰهِيْمَ	اور ابراہیم کو	مَرْيَمَ	مریم کے	فَمَا رَعَوْهَا	پس نہیں لحاظ کیا انھوں
وَجَعَلْنَا	اور گردانا ہم نے	وَاٰتَيْنٰهُ	اور دی ہم نے ان کو		نے اس کا
فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا	دونوں کی نسل میں	الْاِنْجِيْلَ	انجیل	حَقَّ رِعَايَتِهَا	جیسا اس کا لحاظ کرنے
النُّبُوَّةَ	نبوت کو	وَجَعَلْنَا	اور گردانی ہم نے		کا حق تھا
وَالْكِتٰبَ	اور آسمانی کتاب کو	فِيْ قُلُوْبِ	دلوں میں	فَاٰتَيْنَا	پس دیا ہم نے
فَمِنْهُمْ	پس ان میں سے بعض	الَّذِيْنَ	ان کے جنھوں نے	الَّذِيْنَ	ان کو جو
مُّهْتَدٍ	راہ یاب ہیں	اتَّبَعُوْهُ	ان کی پیروی کی	اٰمَنُوْا	ایمان لائے
وَكَثِيْرٌ	اور بہت سے	رَاْفَةً	نرمی	مِنْهُمْ	ان میں سے
مِّنْهُمْ	ان میں سے	وَّرَحْمَةً	اور مہربانی	اَجْرَهُمْ	ان کا ثواب
فٰسِقُوْنَ	نافرمان ہیں	وَرَهْبَانِيَّةَ	اور ترکِ دنیا	وَكَثِيْرٌ	اور بہت سے
ثُمَّ قَفَّيْنَا (۱)	پھر پیچھے بھیجا ہم نے	ابْتَدَعُوْهَا	نیا جاری کیا انھوں نے اس کو	مِّنْهُمْ	ان میں سے
عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ	ان کے نشاناتِ قدم پر	مَا كَتَبْنٰهَا	نہیں لکھا ہم نے اس کو	فٰسِقُوْنَ	نافرمان ہیں
بِرُسُلِنَا	ہمارے رسولوں کو	عَلَيْهِمْ	ان پر	۞	۞

شریعت پر عمل کے تعلق سے بنی اسرائیل کی حالتِ زار

حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں، پھر ان کے متبعین میں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں: ﴿ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ

(۱) قَفَّيْنَا: تقفية (باب تفعیل): پیچھے بھیجنا، مادّہ: قَفَا: گدّی، سر کا پچھلا حصہ، قُفُوّ: پیچھے چلنا۔

لِاِبْرٰهِيْمَ﴾: پھر ان کے صاحب زادے اسحاق علیہ السلام ہوئے، اور ان کے بعد پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں، ان کا لقب اسرائیل تھا، ان کے بارہ بیٹے تھے، ان کی اولاد بنی اسرائیل کہلائی، ان میں نبوت اور آسمانی کتابوں کا سلسلہ جاری رہا، کہتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک لاکھ انبیاء ہوئے ہیں، اور عہد قدیم میں انبیاء کے تقریباً سو صحیفے ہیں، مگر نتیجہ صفر رہا! کچھ ہی لوگ راہ یاب تھے، اور اکثریت ان کی نافرمان تھی۔

پھر آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، ان کو انجیل مرحمت فرمائی، اور ان کے ماننے والوں کا امتیاز یہ ہے کہ ان کے دلوں میں خلق خدا پر شفقت اور مہربانی ہے، چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کا مذہب جو صرف بنی اسرائیل کے لئے تھا: اس کو عیسائیوں نے عام کیا، اور ساری دنیا میں عیسائیت کو پھیلانے کے لئے انتھک محنت کرتے ہیں، تاکہ ان کے خیال میں انسانوں کی نجات ہو، اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انھوں نے رہبانیت شروع کی، جو شرعی حکم نہیں تھا، پھر ترکِ دنیا کے پردہ میں سب کچھ کرتے رہے جو نہیں کرنا چاہئے تھا، شہوتِ بطن وفرج پوری کرتے رہے، نذرانے بٹورتے رہے اور ننوں (راہبہ عورتوں) سے استفادہ کرتے رہے، ان عیسائیوں کا حال بھی ابتر تھا، تھوڑی تعداد مؤمنوں کی تھی، ان کو ان کا اجر وثواب ملا، اور ان کی بڑی تعداد نافرمانوں کی تھی، اور اب تو ان کا اصلی دین ہی باقی نہیں رہا۔

آیتِ کریمہ: اور بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا، اور دونوں کی اولاد میں پیغمبری اور آسمانی کتابوں کا سلسلہ جاری رکھا، پس بعضے ہدایت یافتہ ہوئے، اور بہت سے ان میں سے نافرمان ہوئے۔

پھر ہم نے یکے بعد دیگرے اور رسولوں کو ان کے پیچھے بھیجا، اور ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا، اور ہم نے ان کو انجیل عنایت فرمائی، اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی ان کے دلوں میں شفقت اور مہربانی گردانی، اور ترکِ دنیا کو انھوں نے خود ایجاد کیا، ہم نے اس کو ان پر واجب نہیں کیا تھا، مگر انھوں نے اللہ کی رضا جوئی کے لئے اس کو ایجاد کیا، پس انھوں نے اس کا وہ لحاظ نہیں رکھا جو لحاظ رکھنے کا حق تھا، پس ہم نے ان میں سے ایمان لانے والوں کو ان کا ثواب دیا، اور ان میں سے زیادہ تر نافرمان تھے!

فائدہ: بدعت کہتے ہیں: ایسا کام کرنا جس کی اصل کتاب وسنت اور قرونِ مشہود لہا بالخیر میں نہ ہو، اور اس کو دین اور ثواب کا کام سمجھ کر کیا جائے (فوائد) دین اسلام میں رہبانیت (فطری اعتدال سے متجاوز ترکِ دنیا) نہیں، اس امت کی رہبانیت جہاد فی سبیل اللہ ہے، کیونکہ مجاہد اپنے سب حظوظ وتعلقات سے الگ ہو کر اللہ کے راستہ میں دشمنانِ اسلام سے لوہا لینے کے لئے نکلتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ

وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۲۸ لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۹

ع ۴ ۲۰

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے وہ لوگو جو	لَكُمْ	تمہارے لئے	اَلَّا (۲)	کہ نہیں
اٰمَنُوا	(سابقہ نبیوں پر	نُوْرًا	ایک روشنی	يَقْدِرُوْنَ	قادر ہیں وہ
	ایمان لائے	تَمْشُوْنَ	چلو گے تم	عَلٰى شَيْءٍ	کسی چیز پر
اتَّقُوا	ڈرو	بِهٖ	اس کے ساتھ	مِّنْ فَضْلِ	فضل سے
اللّٰهَ	اللہ سے	وَيَغْفِرْ	اور بخشیں گے	اللّٰهِ	اللہ کے
وَاٰمِنُوْا	اور ایمان لاؤ	لَكُمْ	تمہارے لئے	وَاَنَّ الْفَضْلَ	اور یہ کہ فضل
بِرَسُوْلِهٖ	اللہ کے (آخری)	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	بِيَدِ اللّٰهِ	اللہ کے ہاتھ میں ہے
	رسول پر	غَفُوْرٌ	بڑے بخشنے والے	يُؤْتِيْهِ	دیتے ہیں وہ اس کو
يُؤْتِكُمْ	دیں گے وہ تمہیں	رَّحِيْمٌ	بڑے رحم والے ہیں	مَنْ يَّشَآءُ	جسے چاہتے ہیں
كِفْلَيْنِ	دو حصے	لِّئَلَّا (۱)	تاکہ	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
مِنْ رَّحْمَتِهٖ	اپنی رحمت کے	يَعْلَمَ	جانیں	ذُو الْفَضْلِ	فضل والے ہیں
وَيَجْعَلْ	اور بنائیں گے	اَهْلُ الْكِتٰبِ	اہل کتاب	الْعَظِيْمِ	بڑے

اہل کتاب کو آخری پیغمبر پر ایمان لانے کی دعوت

بنی اسرائیل کا حالِ زار آپ نے پڑھ لیا، اب ان کو نبی ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دیتے ہیں۔ جب کوئی نعمت کسی قوم کو عرصۂ دراز تک حاصل رہتی ہے تو وہ اس کو اپنا ذاتی کمال سمجھ لیتی ہے، بنی اسرائیل میں بھی عرصہ تک نبوت اور کتاب رہی، اس لئے ان کو خیال ہوا کہ یہ دونوں چیزیں ان کے ساتھ خاص ہیں، کسی اور کو نبوت اور کتاب نہیں مل سکتی، حالانکہ اللہ کی نعمتیں قوموں کے ساتھ خاص نہیں ہوتیں: ﴿ تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ﴾: ہم ان ایام کو لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں [آل عمران ۱۴۰] یعنی حکومتوں میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے، چنانچہ جب آخر زمانہ میں

---

(۱) لِئَلَّا: اصل میں لِاَن لا ہے، اور لا آگے مکرر آئے گا، ترجمہ وہاں ہوگا، یہاں زائد ہے (۲) اَلَّا: اصل میں اَن لا ہے۔

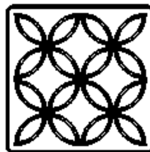
اللہ تعالیٰ نے بنی اسماعیل کو نبوت اور کتاب کے لئے چنا تو بنی اسرائیل جل بُھن گئے، اور آپؐ پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں ہوئے، دوسری آیت میں ان کو یہ بات سمجھائی ہے کہ اللہ کا فضل تمہارے اختیار میں نہیں، اللہ جسے چاہیں اپنے فضل سے نوازیں۔

اور پہلی آیت میں ان کو دعوتِ ایمان دی ہے کہ اے وہ لوگو جو گذشتہ نبیوں پر اور سابقہ کتابوں پر ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو، نبوت اور کتاب کو اپنی جاگیر مت سمجھو، نبی آخر الزماں ﷺ پر اور ان کی کتاب پر ایمان لاؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں دوہرا اجر عنایت فرمائیں گے، اور دوسرے مؤمنین کی طرح ایک نور بھی عطا فرمائیں گے، جو ہر وقت تمہارے ساتھ رہے گا، اور تمہاری گذشتہ خطائیں معاف فرمائیں گے، وہ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

آیاتِ پاک: اے (گذشتہ نبیوں پر) ایمان رکھنے والو! اللہ سے ڈرو، اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی رحمت سے دو حصے دیں گے، اور تمہیں ایسا نور عنایت فرمائیں گے، جسے تم لئے ہوئے چلو گے، اور تمہاری خطاؤں کو بخش دیں گے، اور اللہ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں، تاکہ اہل کتاب جان لیں کہ وہ اللہ کے فضل کے کسی بھی جزء پر دسترس نہیں رکھتے، اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جس کو چاہیں دیں، اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والے ہیں۔

فائدہ: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب ہمیشہ اس امت کے مؤمنین سے ہوتا ہے، مگر اس آیت میں اہل کتاب سے خطاب ہے، وہ بالقوہ یا مجاز ما یؤل کے اعتبار سے مؤمنین ہیں، اور ان کو دوہرا ثواب اس لئے ملتا ہے کہ ان کے لئے نبی ﷺ پر ایمان لانا بھاری ہے، اور ثواب بقدر مشقت ہوتا ہے، اس لئے ان کا اجر دوگنا ہو گیا، تفصیل تحفۃ القاری (۳۸۳:۱) میں ہے۔

﴿۲۳/رجب ۱۴۳۷ھ = یکم مئی ۲۰۱۶ء﴾



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ المجادلہ

مجادلہ: باب مفاعلہ کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: جھگڑا کرنا، بحث مباحثہ کرنا، کٹ حجتی کرنا، گذشتہ سورت کی آخری دو آیتوں میں اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کو آخری پیغمبر ﷺ پر ایمان لانے کی دعوت دی تھی، وہ اس دعوت کو قبول کریں گے یا نہیں؟ ان کو آخری آیت میں یہ بھی سمجھایا تھا کہ نبوت اور کتاب کسی قوم کی میراث نہیں، یہ اللہ کا فضل ہے، وہ کسی کو بھی یہ نعمت دے سکتے ہیں، یہ بات ان کی سمجھ میں آئے گی یا نہیں؟ اس سورت کے شروع میں اشارہ ہے کہ وہ یہ دعوت قبول نہیں کریں گے، کٹ حجتی کریں گے، یہود آج تک یہی کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام آخری رسول ہیں، اور تورات اللہ کی آخری کتاب ہے، اس کے بعد نہ کوئی کتاب ہے نہ رسول، عیسائی بھی ایسی ہی بات کہتے ہیں، ان کا یہ جھگڑا قیامت تک چلے گا، اللہ تعالیٰ ان کی کٹ حجتی دیکھ رہے ہیں، یہ اس سورت کا ماسبق سے ربط ہے، اور عام ربط واضح ہے، یہ سورت مدنی ہے، اور مدنی سورتوں میں احکام ہوتے ہیں۔

اس سورت کے شروع کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت اوس بن الصامت رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا سے ظہار کیا، جاہلیت میں ظہار سے بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی تھی، خولہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئیں اور ماجرا بیان کیا، آپؐ نے پہلے سے جو حکم تھا وہ بتادیا، کیونکہ ابھی تک اسلامی شریعت میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا، خولہ نے آپؐ سے جھگڑا شروع کیا، اور اللہ سے فریاد کی، پس ظہار کا حکم نازل ہوا کہ ظہار سے حرمت مؤبدہ نہیں ہوتی، موقتہ ہوتی ہے، کفارہ دینے پر حرمت ختم ہوجاتی ہے —— غرض: گفتہ آید در حدیثِ دیگراں کے طور پر اشارہ کیا ہے کہ اہل کتاب ایمان کی دعوت قبول نہیں کریں گے، کٹ حجتی کریں گے۔



آیاتھا ۲۲ — (۵۸) سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۵) — رکوعاتھا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۱ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗـِٔيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۲ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۳ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴

قَدْ سَمِعَ	تحقیق سنی	تَحَاوُرَكُمَا[1]	تم دونوں کی بات چیت	مَا هُنَّ	نہیں ہیں وہ
اللّٰهُ	اللہ نے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	اُمَّهٰتِهِمْ	ان کی مائیں
قَوْلَ الَّتِيْ	بات اس کی جو	سَمِيْعٌ	خوب سننے والے	اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ	نہیں ان کی مائیں
تُجَادِلُكَ	جھگڑتی ہے آپ سے	بَصِيْرٌ	دیکھنے والے ہیں	اِلَّا الّٰۗـِٔيْ[3]	مگر جنھوں نے
فِيْ زَوْجِهَا	اپنے شوہر کے معاملہ میں	اَلَّذِيْنَ	جو لوگ	وَلَدْنَهُمْ	جنا ان کو
وَتَشْتَكِيْٓ	اور فریاد کرتی ہے	يُظٰهِرُوْنَ[2]	ماں کی پیٹھ جیسا کہتے ہیں	وَاِنَّهُمْ	اور بے شک وہ
اِلَى اللّٰهِ	اللہ کے سامنے	مِنْكُمْ	تم میں سے	لَيَقُوْلُوْنَ	یقیناً کہتے ہیں
وَاللّٰهُ يَسْمَعُ	اور اللہ تعالیٰ سن رہے ہیں	مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ	اپنی بیویوں کو	مُنْكَرًا	اور بری (ناجائز)

(۱) تَحَاوُر: مصدر باب تفاعل: باہم بات چیت کرنا۔ (۲) ظَاهَرَ مظاهرة و ظِهَارًا: بیوی سے کہنا: تو مجھ پر اسی طرح حرام ہے جس طرح میری ماں کی پیٹھ: انتِ عليَّ كظَهرِ أمي (۳) اللائي: اسم موصول بمعنی اللّواتي۔

مِّنَ الْقَوْلِ	بات	اَنْ يَّتَمَآسَّا (۲)	ایک دوسرے کو ہاتھ	اَنْ يَّتَمَآسَّا	ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے کے
وَزُوْرًا	اور جھوٹی بات		لگانے کے	فَمَنْ	پس جو شخص
وَاِنَّ اللّٰهَ	اور بے شک اللہ	ذٰلِكُمْ (۳)	یہ (حکم)	لَّمْ يَسْتَطِعْ	طاقت نہ رکھے
لَعَفُوٌّ	یقیناً معاف کرنے والے	تُوْعَظُوْنَ	نصیحت کئے جاتے ہو تم	فَاِطْعَامُ	تو کھلانا ہے
غَفُوْرٌ	بڑے بخشنے والے ہیں	بِهٖ	اس کے ذریعہ	سِتِّيْنَ	ساٹھ
وَالَّذِيْنَ	اور جو لوگ	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	مِسْكِيْنًا	غریبوں کو
يُظٰهِرُوْنَ	ماں کی پیٹھ جیسا کہہ	بِمَا	ان کاموں سے جو	ذٰلِكَ	یہ (حکم)
	بیٹھتے ہیں	تَعْمَلُوْنَ	تم کرتے ہو	لِتُؤْمِنُوْا	تاکہ ایمان لاؤ تم
مِّنْ نِّسَآئِهِمْ	اپنی بیویوں کو	خَبِيْرٌ	پورے باخبر ہیں	بِاللّٰهِ	اللہ پر
ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ	پھر وہ لوٹتے ہیں	فَمَنْ	پس جو شخص	وَرَسُوْلِهٖ	اور اس کے رسول پر
لِمَا قَالُوْا (۱)	اس بات کے لئے جو	لَّمْ يَجِدْ	نہ پائے (غلام)	وَتِلْكَ	اور یہ (حکم)
	کہی ہے انھوں نے	فَصِيَامُ	تو روزے ہیں	حُدُوْدُ	محفوظ علاقہ ہے
فَتَحْرِيْرُ	پس آزاد کرنا ہے	شَهْرَيْنِ	دو ماہ کے	اللّٰهِ	اللہ کا
رَقَبَةٍ	گردن کا	مُتَتَابِعَيْنِ	لگاتار	وَلِلْكٰفِرِيْنَ	اور نہ ماننے والوں کیلئے
مِّنْ قَبْلِ	پہلے	مِنْ قَبْلِ	پہلے	عَذَابٌ اَلِيْمٌ	دردناک سزا ہے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

ظہار اور اس کا کفارہ

ظِہار: ظَہر سے ماخوذ ہے، جس کے معنی: پشت کے ہیں، اور اصطلاحی معنی ہیں: بیوی کے پورے وجود کو یا اس کے نصف، چوتھائی وغیرہ کو یا ایسے عضو کو بول کر جس سے پورا وجود مراد لیا جاتا ہو، جیسے سر، چہرہ، گردن، شرمگاہ وغیرہ: اپنے نسبی یا سسرالی یا رضاعی محرم کے ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کا دیکھنا جائز نہیں، ظہار: سخت گناہ ہے، وہ خلافِ واقعہ اور بے ہودہ

(۱) لما قالوا: ما مصدریہ، اور لام بمعنی فی یا عن أی عن قولھم یعنی أنتِ علیّ کظھر أمي: کہہ کر بیوی کو حرام کیا، اب اس کو حلال کرنا چاہتا ہے (۲) قبل: مضاف، أن: مصدریہ، یتماسا: بہ تاویل مصدر ہو کر مضاف الیہ (۳) ذلکم: مبتدا، توعظون: خبر، توعظون: أی تُزْجَرُوْن۔

بات ہے، اس لئے اس کی سزا مقرر کی ہے، جس کا نام کفارہ ہے، جب تک کفارہ ادا نہ کیا جائے بیوی سے صحبت جائز نہیں، کفارہ تین چیزیں ترتیب وار ہیں: (۱) غلام آزاد کرنا، مگر اب غلام نہیں رہے (۲) دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا (۳) اور بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے اس کی استطاعت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا، تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے۔

شانِ نزول: اَوس بن الصامتؓ نے جو بہت بوڑھے تھے اپنی بیوی خولہؓ سے کہہ دیا: أنتِ عليَّ كظهر أمي: تو میرے لئے میری ماں کی پشت کی طرح (حرام) ہے، زمانۂ جاہلیت میں یہ لفظ ابدی حرمت کے لئے بولا جاتا تھا، خولہؓ خدمتِ نبوی میں اس کا حکم معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوئیں، آپؐ نے فرمایا: ”میری رائے میں تو تم اپنے شوہر پر حرام ہوگئیں“ یہ سن کر وہ واویلا کرنے لگیں کہ میری جوانی اس شوہر کی خدمت میں ختم ہوگئی، اب میں کہاں جاؤں؟ میرے بچوں کا کیا ہوگا؟ پھر انھوں نے اللہ سے فریاد کی کہ میرے لئے کوئی سہولت نازل فرما، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

آیاتِ پاک: —— واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپؐ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑ رہی ہے، اور اللہ سے فریاد کر رہی ہے، اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی بات چیت سن رہے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے والے سب کچھ دیکھنے والے ہیں —— یہ ظہار کے بیان کی تمہید ہے، اور اس میں اشارہ ہے کہ اہل کتاب دعوتِ ایمان قبول نہیں کریں گے، کٹ حجتی کریں گے۔

جو لوگ تم میں سے اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں —— اس کا حکم اگلی آیت میں ہے —— وہ ان کی مائیں نہیں —— پس جاہلیت میں جو ظہار کو حرمتِ مؤبدہ سمجھا جاتا تھا وہ غلط تھا —— ان کی مائیں تو بس وہی ہیں جنھوں نے ان کو جنا ہے —— دوسری کسی بھی عورت کو ماں کہنے سے وہ ماں نہیں بن جاتی —— اور بلاشبہ وہ لوگ ایک نامعقول اور جھوٹی بات کہتے ہیں —— جس کا خمیازہ ان کو بھگتنا پڑے گا —— اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے بخش دینے والے ہیں —— یعنی کفارہ ادا کرنے سے گناہ معاف ہو جائے گا۔

اور جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنا چاہتے ہیں تو گردن (غلام یا باندی) آزاد کرنا ہے، اس سے پہلے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں —— دواعیٔ صحبت: شہوت سے چومنا، چھونا اور شرمگاہ کو دیکھنا بھی حرام ہے، البتہ بغیر شہوت کے دیکھنا، بات چیت کرنا اور ہاتھ لگانا حرام نہیں —— اس حکم کے ذریعہ تمہیں نصیحت کی جاتی ہے —— یعنی کفارہ کی مشروعیت تمہاری تنبیہ و نصیحت کے لئے ہے کہ پھر ایسی غلطی نہ کرو —— اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی پوری خبر ہے —— اس لئے تمہارے احوال کے مناسب احکام بھیجتا ہے، پھر دیکھے گا کہ تم کس حد تک اُن پر عمل کرتے ہو۔

پس جو (بردہ) نہ پائے تو لگاتار دو ماہ کے روزے ہیں، اس سے پہلے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں —— اگر کفارہ ادا کرنے سے پہلے صحبت کرلی تو بڑا گناہ کیا، توبہ کرے، اور آئندہ کفارہ ادا کرنے سے پہلے یہ حرکت نہ کرے —— اور روزوں کے درمیان اُس عورت سے صحبت کرلی تو استیناف (ازسرِ نو روزے شروع) کرے، سب روزے پھر سے رکھے —— پس جو (اس کی بھی) طاقت نہیں رکھتا تو ساٹھ غریبوں کو کھانا کھلانا ہے —— اور یہ کام بھی ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے ہونا چاہئے، لیکن اگر بیچ میں صحبت کرلی تو گناہ تو ہوا، مگر کفارہ دہرانا نہیں پڑے گا، کیونکہ ﴿مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا﴾ کی قید منصوص نہیں —— یہ حکم اس لئے ہے کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ —— یعنی جاہلیت کی باتیں چھوڑو، اللہ ورسول کے احکام پر چلو، جو مؤمن کامل کی شان ہے (فوائد) —— اور یہ اللہ کی حدود (Boundaries) ہیں —— اس کے اندر گھسنے کی کوشش مت کرو —— اور نہ ماننے والوں کے لئے دردناک سزا ہے —— ریز روایریے میں جو گھستا ہے وہ سزا پاتا ہے۔

فائدہ: اگر تشبیہ نہیں دی، بلکہ کہا: تو میری ماں کے برابر ہے، یا کہا: تو ماں کی طرح ہے، تو تین صورتیں ہیں: (۱) اگر تعظیم مقصود ہے یا یہ مراد ہے کہ تو بڑھیا ناکارہ ہوگئی ہے تو کچھ نہیں ہوا (۲) اور طلاق دینا اور چھوڑنا مقصود ہے تو ایک طلاق بائنہ پڑگئی (۳) اور صحبت کو حرام کرنا مقصود ہے تو ظہار ہوگیا، کفارہ دے اگر رکھنا چاہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ قَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ؕ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۚ۝ یَوْمَ یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَ نَسُوْهُ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۝

ع

اِنَّ الَّذِیْنَ	بے شک جو لوگ	كَمَا كُبِتَ	جس طرح ذلیل کئے گئے	بَیِّنٰتٍ	صاف صاف
یُحَآدُّوْنَ (۱)	مخالفت کرتے ہیں	الَّذِیْنَ	جو	وَلِلْكٰفِرِیْنَ	اور منکروں کے لئے
اللّٰهَ	اللہ کی	مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے گذرے	عَذَابٌ مُّهِیْنٌ	رسوا کن سزا ہے
وَرَسُوْلَهٗ	اور اس کے رسول کی	وَ قَدْ اَنْزَلْنَاۤ	اور تحقیق اتارے ہم نے	یَوْمَ (۳)	جس دن
كُبِتُوْا (۲)	ذلیل کئے جائیں گے	اٰیٰتٍ	احکام	یَبْعَثُهُمُ	اٹھائیں گے ان کو

(۱) حَادَّ مُحَادَّةً وَمُحَادَدَةً: مخالفت کرنا (۲) كُبِتوا: ماضی مجہول، كَبَتَ (ض) كَبْتًا: ذلیل وخوار کرنا (۳) یوم: مهین کا ظرف ہے (جمل)

اللّٰہُ جَمِیۡعًا	اللہ سبھی کو	عَمِلُوۡا	کئے انھوں نے	وَاللّٰہُ	اور اللہ تعالیٰ
فَیُنَبِّئُہُمۡ	پس آگاہ کریں گے ان کو	اَحۡصٰىہُ (۱) اللّٰہُ	گن رکھا ہے اس کو اللہ نے	عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ	ہر چیز پر
بِمَا	ان کاموں سے جو	وَنَسُوۡہُ	اور بھول گئے ہیں وہ اس کو	شَہِیۡدٌ	گواہیں ہیں

حدود اللہ کی پاسداری

یہ آیتیں حکم ظہار کا تتمہ ہیں، ظہار کے بعد کفارہ ادا کرنے سے پہلے بیوی سے صحبت اور دواعی صحبت حرام ہیں، اور تمام حرام امور حدود اللہ ہیں، حدیث میں ہے کہ جس طرح حکومتیں سرکاری جانوروں کے لئے چراگاہ مخصوص کرتی ہیں، جن میں پبلک کو جانور چرانے کی اجازت نہیں ہوتی، اسی طرح اللہ نے جو کام حرام کئے ہیں، وہ اللہ کا محفوظ ایریا ہیں، مؤمنین کو اس کی حدود میں داخل ہونے کی اجازت نہیں (تحفۃ القاری ۱: ۲۹۶)

آیاتِ پاک: —— جو لوگ اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں —— یعنی ان کے احکام کی تعمیل نہیں کرتے —— وہ یقیناً ذلیل وخوار ہونگے —— دنیا میں بھی —— جیسے ان سے پہلے گذرے ہوئے —— یعنی یہود ونصاریٰ اپنے اپنے زمانہ میں —— ذلیل وخوار ہوئے —— آج مسلمانوں کی زبوں حالی کا ایک سبب احکام الٰہی سے روگردانی ہے —— اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے صاف صاف احکام نازل کئے ہیں —— پھر ان کا احترام کیوں نہیں کیا جاتا؟ اور ان کو مسلمانوں کی حکومتوں میں کیوں رائج نہیں کیا جاتا؟ —— اور نہ ماننے والوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے —— کب؟ —— جس دن اللہ تعالیٰ سب کو زندہ کریں گے —— ماننے والوں کو بھی اور نہ ماننے والوں کو بھی —— پھر ان کو ان کا کیا ہوا جتلائیں گے، اللہ نے اس کو محفوظ کر رکھا ہے، گو وہ اس کو بھول گئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کے گواہ (حال بتلانے والے) ہیں۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ؕ مَا یَکُوۡنُ مِنۡ نَّجۡوٰی ثَلٰثَۃٍ اِلَّا ہُوَ رَابِعُہُمۡ وَلَا خَمۡسَۃٍ اِلَّا ہُوَ سَادِسُہُمۡ وَلَاۤ اَدۡنٰی مِنۡ ذٰلِکَ وَلَاۤ اَکۡثَرَ اِلَّا ہُوَ مَعَہُمۡ اَیۡنَ مَا کَانُوۡا ۚ ثُمَّ یُنَبِّئُہُمۡ بِمَا عَمِلُوۡا یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ۞

اَلَمۡ تَرَ	کیا نہیں دیکھا تو نے	اَنَّ اللّٰہَ	کہ اللہ تعالیٰ	یَعۡلَمُ	جانتے ہیں

(۱) أحصٰی: اس نے گن لیا، مصدر إحصاء۔

مَا فِي السَّمٰوٰتِ	جو آسمانوں میں ہے	وَلَا خَمْسَةٍ	اور نہ پانچ کی	اَيْنَ مَا كَانُوْا	جہاں کہیں ہوں وہ
وَمَا فِي الْاَرْضِ	اور جو زمین میں ہے	اِلَّا هُوَ	مگر وہ	ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ	پھر بتلائیں گے ان کو
مَا يَكُوْنُ	نہیں ہوتی	سَادِسُهُمْ	اس کے چھٹے ہیں	بِمَا عَمِلُوْا	جو کچھ کیا انھوں نے
مِنْ نَّجْوٰى	کوئی سرگوشی	وَلَا اَدْنٰى	اور نہ کم	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	قیامت کے دن
ثَلٰثَةٍ	تین کی	مِنْ ذٰلِكَ	اس سے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ
اِلَّا هُوَ	مگر وہ	وَلَا اَكْثَرَ	اور نہ زیادہ	بِكُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کو
رَابِعُهُمْ	ان کے چوتھے ہیں	اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ	مگر وہ ان کے ساتھ ہیں	عَلِيْمٌ	خوب جاننے والے ہیں

ہر چیز اللہ کے سامنے ہے، وہ ہر سرگوشی سے واقف ہیں

حضرت خولہؓ نے نبی ﷺ سے رازدارانہ گفتگو کی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس تھی، جب خولہ اپنے شوہر کی شکایت بیان کررہی تھی، پھر بھی میں بعض باتیں نہ سن سکی، اور اللہ نے سن لی ـــــ اسی طرح گذشتہ آیت کے آخر میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کے گواہ ہیں، شہید اور شاھد: ایک ہیں، دونوں کے معنی ہیں: احوال بتلانے والے، گواہ قاضی کو احوال بتلاتا ہے، اللہ تعالیٰ گواہ بایں معنی ہیں کہ ہر چیز ان کے سامنے ہے، اور وہ ہر مشورہ میں شریک ہیں، وہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کے اعمال جتلادیں گے۔

آیتِ کریمہ: ـــــ کیا آپ نے دیکھا نہیں ـــــ یعنی غور نہیں کیا ـــــ کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے، اور جو کچھ زمین میں ہے ـــــ یعنی کائنات کا کوئی ذرہ ان کے علم سے باہر نہیں ـــــ کوئی تین آدمیوں کی سرگوشی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھے وہ نہ ہوں، اور نہ پانچ کی جس میں چھٹے وہ نہ ہوں، اور نہ اس سے کم اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتے ہیں، خواہ وہ کہیں بھی ہوں ـــــ مشورہ دو کا بھی ہوسکتا ہے، مگر اختلاف کی صورت میں ترجیح دشوار ہوگی، اور طاق عدد کی رعایت اولیٰ ہے، اور ایک کے بعد پہلا طاق عدد تین ہے، پھر پانچ، اس لئے ان کو لیا، پھر تعمیم کردی ـــــ پھر وہ قیامت کے دن ان کو ان کے کئے ہوئے کام جتلائیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ کو ہر بات کی خوب خبر ہے!

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَاِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ وَيَقُوْلُوْنَ

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝

اَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا تو نے	وَمَعْصِيَتِ	اور نافرمانی کی	فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ	اپنے دلوں میں
اِلَى الَّذِيْنَ	ان کی طرف جو	الرَّسُوْلِ	رسول کی	لَوْلَا	کیوں نہیں
نُهُوْا	روکے گئے	وَاِذَا	اور جب	يُعَذِّبُنَا	سزا دیتے ہمیں
عَنِ النَّجْوٰى	سرگوشی سے	جَآءُوْكَ	آتے ہیں وہ آپ کے پاس	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ	پھر لوٹتے ہیں وہ	حَيَّوْكَ (1)	زندہ رہنے کی دعا دیتے	بِمَا	ان لفظوں کی وجہ سے جو
لِمَا	اس بات کے لئے جو		ہیں وہ آپ کو	نَقُوْلُ	بولتے ہیں ہم
نُهُوْا عَنْهُ	روکے گئے وہ اس سے	بِمَا لَمْ	ان الفاظ سے کہ نہیں	حَسْبُهُمْ	کافی ہے ان کے لئے
وَيَتَنٰجَوْنَ	اور کانا پھوسی کرتے	يُحَيِّكَ (2)	زندہ رہنے کی دعا دی	جَهَنَّمُ	دوزخ
	ہیں وہ		آپ کو	يَصْلَوْنَهَا	داخل ہونگے وہ اس میں
بِالْاِثْمِ	گناہ کی	بِهِ اللّٰهُ	ان لفظوں سے اللہ نے	فَبِئْسَ	اور بری ہے (وہ)
وَالْعُدْوَانِ	اور زیادتی کی	وَيَقُوْلُوْنَ	اور کہتے ہیں وہ	الْمَصِيْرُ	لوٹنے کی جگہ

منافقین کو یقین ہی نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ ہر سرگوشی سنتے ہیں

روایات میں دو واقعے آئے ہیں:

۱- مسلمانوں اور یہود میں صلح تھی، مگر ان کا دل حسد سے بھرا ہوا تھا، اس لئے جب وہ کسی مسلمان کو دیکھتے تو اس کو پریشان خیالی میں مبتلا کرنے کے لئے آپس میں سرگوشی کرتے، مسلمان سمجھتا کہ میرے خلاف کوئی سازش کر رہے ہیں، نبی ﷺ نے ان کو اس سے منع کیا مگر وہ باز نہ آئے۔

۲- یہود جب خدمتِ نبوی میں آتے تو از راہِ خباثت السلام علیکم کے بجائے السَّام علیکم کہتے، سام کے معنی موت کے ہیں یعنی تم مرو، آپ جواب دیتے: علیك: تم مرو!

مدینہ کے منافقین زیادہ تر یہودی تھے، جب گذشتہ آیت نازل ہوئی کہ ہر سرگوشی میں اللہ تعالیٰ موجود ہوتے ہیں، تو انہیں اس کا یقین ہی نہیں آیا، اور منع کرنے کے باوجود سرگوشیاں کرتے رہے، ان کی سرگوشیاں گناہ کی باتیں، ظلم

(۱) حَيَّوْا: ماضی، جمع مذکر غائب: زندگی کی دعا دیتے ہیں، اور پارہ ۸ رکوع ۵ میں حَيُّوْا ہے، وہ فعل امر صیغہ جمع مذکر حاضر ہے۔
(۲) يُحَيِّ: اصل میں يُحَيِّيْ تھا، مضارع، واحد مذکر غائب، كَ: ضمیر مفعول، حَيِيَ بلفیف مقرون ہے، حَيَّاهُ اللّٰهُ: اللہ زندہ رکھے۔

وزیادتی کے پلان اور رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی باتیں ہوتی تھیں، اور وہ کہتے تھے کہ ہم السام علیکم کہتے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ہر بات جانتے ہیں تو ہمیں اس کی فوراً سزا کیوں نہیں دیتے، اس کا جواب دیتے ہیں کہ چھوٹے گناہوں کی سزا دنیا میں دیتے ہیں، تمہارا گناہ سنگین ہے، اس کی سزا آخرت میں ملے گی، تمہیں دوزخ میں جانا ہوگا، اور وہ برا ٹھکانا ہے!

آیتِ کریمہ: —— کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کو جو سرگوشی سے روکے گئے، پھر وہ لوٹتے ہیں اس بات کی طرف جس سے وہ روکے گئے ہیں، اور وہ سرگوشیاں کرتے ہیں گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی —— اور جب وہ لوگ آپؐ کے پاس آتے ہیں تو ایسے لفظ سے آپؐ کو سلام کرتے ہیں، جس سے اللہ نے آپؐ کو سلام نہیں کیا —— اور وہ اپنے دلوں میں کہتے ہیں: کیوں اللہ تعالیٰ ہمیں سزا نہیں دیتے اس لفظ کی وجہ سے جو ہم بولتے ہیں؟ —— ان کے لئے جہنم کافی ہے، وہ لوگ اس میں داخل ہونگے، پس وہ برا ٹھکانا ہے!

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩﴾ إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٠﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ	اے وہ لوگو جو	بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ	نیکی اور پرہیزگاری کی	وَلَيْسَ	اور نہیں ہے وہ
آمَنُوا	ایمان لائے	وَاتَّقُوا اللَّهَ	اور ڈرو اللہ سے	بِضَارِّهِمْ	نقصان پہنچانے والا
إِذَا تَنَاجَيْتُمْ	جب تم سرگوشی کرو	الَّذِي إِلَيْهِ	جس کی طرف		ان کو
فَلَا تَتَنَاجَوْا	تو سرگوشی مت کرو	تُحْشَرُونَ	تم جمع کئے جاؤگے	شَيْئًا	ذرا بھی
بِالْإِثْمِ	گناہ	إِنَّمَا	اس کے سوا نہیں کہ	إِلَّا بِإِذْنِ	مگر اجازت سے
وَالْعُدْوَانِ	اور زیادتی	النَّجْوَىٰ	سرگوشی	اللَّهِ	اللہ کے
وَمَعْصِيَتِ	اور نافرمانی	مِنَ الشَّيْطَانِ	شیطان سے ہے	وَعَلَى اللَّهِ	اور اللہ ہی پر
الرَّسُولِ	رسول کی	لِيَحْزُنَ	تاکہ وہ دل گیر کرے	فَلْيَتَوَكَّلِ	پس چاہئے کہ بھروسہ کریں
وَتَنَاجَوْا	اور سرگوشی کرو	الَّذِينَ آمَنُوا	ایمان لانے والوں کو	الْمُؤْمِنُونَ	ایمان والے

مسلمانوں کی سرگوشی کا موضوع: برّ وتقوی

منافقین کی سرگوشی کا موضوع: گناہ، زیادتی اور رسول کی نافرمانی تھا، اب مسلمانوں کی سرگوشی کا موضوع متعین فرماتے ہیں، ان کی خفیہ میٹنگوں کا موضوع برّ وتقوی ہونا چاہئے۔ برّ کے معنی ہیں: نیکی کا کام، سورۃ البقرۃ (آیت ۱۷۷) میں نیکی کے کاموں کا بیان ہے: ﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ﴾ الآیۃ: اللہ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، تمام آسمانوں کتابوں پر اور تمام پیغمبروں پر ایمان لانا، یتیموں پر، محتاجوں پر، مسافروں پر، سوال کرنے والوں پر اور گردن چھڑانے میں مال خرچ کرنا، نماز کی پابندی کرنا، زکات ادا کرنا، عہد وپیان کی پاسداری کرنا اور تنگ دستی، بیماری اور جہاد میں برداشت کرنا، یہ سب نیکی کے کام ہیں۔ اور سورۃ النساء (آیت ۱۱۴) میں ہے: ﴿ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ ﴾ الآیۃ: ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں ہوتی، ہاں جو لوگ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں کے بگڑے معاملات کو سنوارنے کی میٹنگیں کرتے ہیں: وہ ٹھیک ہیں، یہی نیک کام ہیں —— اور تقوی کے معنی ہیں: پرہیزگاری، یعنی برے کاموں کے انسداد کی کوشش کرنا، یہ دو باتیں مسلمانوں کی سرگوشیوں کا موضوع ہونی چاہئیں۔

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم سرگوشی کرو تو گناہ، اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی مت کرو، اور نیکی اور پرہیزگاری کی سرگوشی کرو، اور اس اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے!

شیطان: مسلمانوں کو دل گیر کرنا چاہتا ہے، مگر وہ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا

منافقوں کی سرگوشیوں کا موضوع: گناہ، زیادتی اور رسول کی نافرمانی: اس لئے تھا کہ شیطان نے ان کو یہی پٹی پڑھائی تھی، شیطان چاہتا ہے کہ مسلمانوں کو رنجیدہ کرے، مگر وہ اللہ کی مرضی کے بغیر کسی کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا، پس مسلمانوں کو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے، منافقین جو چاہیں میٹنگیں بھریں: ہوگا وہی جو منظورِ خدا ہے۔

﴿ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: سرگوشی شیطان ہی کی طرف سے ہے، تاکہ وہ مسلمانوں کو رنج میں ڈالے، اور وہ اذنِ خداوندی کے بغیر کسی کو

ضرر نہیں پہنچا سکتا، اور مسلمانوں کو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

مجلس میں تین شخص ہوں تو دو کانا پھوسی نہ کریں، تیسرا غم گین ہوگا (حدیث)

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَاِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۭ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾

ع ۲

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے وہ لوگو جو	وَاِذَا قِيْلَ	اور جب کہا جائے	وَاللّٰهُ	اور اللہ
اٰمَنُوْٓا	ایمان لائے	انْشُزُوْا (۲)	تم اٹھ کھڑے ہو	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	ان کاموں سے جو تم کرتے ہو
اِذَا قِيْلَ	جب کہا جائے	فَانْشُزُوْا	تو اٹھ کھڑے ہو جایا کرو	خَبِيْرٌ	خوب واقف ہیں
لَكُمْ	تم سے	يَرْفَعِ اللّٰهُ (۳)	بلند کرتے ہیں اللہ	يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے وہ لوگو جو
تَفَسَّحُوْا (۱)	کشادگی پیدا کرو	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	ان کے جو ایمان لائے	اٰمَنُوْٓا	ایمان لائے
فِي الْمَجٰلِسِ	محفلوں میں	مِنْكُمْ	تم میں سے	اِذَا نَاجَيْتُمُ	جب سرگوشی کرو تم
فَافْسَحُوْا	تو کشادگی پیدا کرو	وَالَّذِيْنَ	اور ان کے جو	الرَّسُوْلَ	اللہ کے رسول سے
يَفْسَحِ	کشادگی پیدا کریں گے	اُوْتُوا الْعِلْمَ	دیئے گئے علم	فَقَدِّمُوْا	تو آگے کرو
اللّٰهُ لَكُمْ	اللہ تعالیٰ تمہارے لئے	دَرَجٰتٍ (۴)	مراتب	بَيْنَ يَدَيْ (۵)	سامنے

(۱) فَسَحَ (ف) فَسْحًا له في المجلس: کسی کو جگہ دینا، مجلس میں دوسرے کے لئے کشادگی کرنا (۲) نَشَزَ (ن،ض) نَشْزًا عن مكانه: کسی جگہ سے اٹھ کھڑا ہونا (۳) يَرْفَعِ: جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے، ملانے کے لئے کسرہ دیا ہے، اسی طرح يفسح الله کا معاملہ ہے (۴) درجات: يرفع کا مفعول ثانی ہے (۵) بين يدی: محاورہ ہے، یدی کا ترجمہ نہیں کرتے۔

نَجْوٰىكُمْ	اپنی سرگوشی کے	ءَ اَشْفَقْتُمْ	کیا ڈر گئے تم	فَاَقِيْمُوا	پس اہتمام کرو
صَدَقَةً	خیرات کو	اَنْ تُقَدِّمُوْا (۱)	آگے کرنے سے	الصَّلٰوةَ	نماز کا
ذٰلِكَ	یہ	بَيْنَ يَدَىْ	سامنے	وَاٰتُوا	اور دو
خَيْرٌ لَّكُمْ	بہتر ہے تمہارے لئے	نَجْوٰىكُمْ	اپنی سرگوشی کے	الزَّكٰوةَ	زکات
وَاَطْهَرُ	اور پاکیزہ	صَدَقٰتٍ	خیراتوں کو	وَاَطِيْعُوا	اور کہا مانو
فَاِنْ لَّمْ	پس اگر نہ	فَاِذْ لَمْ	پس جب نہیں	اللّٰهَ	اللہ کا
تَجِدُوْا	پاؤ تم	تَفْعَلُوْا	کیا تم نے	وَرَسُوْلَهٗ	اور اس کے رسول کا
فَاِنَّ اللّٰهَ	پس بے شک اللہ تعالیٰ	وَتَابَ	اور توجہ فرمائی	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
غَفُوْرٌ	بڑے بخشنے والے	اللّٰهُ	اللہ نے	خَبِيْرٌ	خوب جانتے ہیں
رَّحِيْمٌ	بڑے رحم والے ہیں	عَلَيْكُمْ	تم پر	بِمَا تَعْمَلُوْنَ	ان کاموں کو جو تم کرتے ہو

مشورہ میں کوئی بزرگ یا عالم دیر سے پہنچیں تو صدر ان کو بٹھانے کا اہتمام کرے

بزرگ: کے لغوی معنی ہیں: بوڑھا، بڑی عمر کا، اور اصطلاحی معنی ہیں: نیک بندہ، ایمان میں پختہ، اور عالم: وہ ہے جسے اللہ نے دین کا علم دیا ہے، جب کسی معاملہ میں مشورہ کے لئے مجلس طلب کی جائے تو بڑوں کو جلدی پہنچنا چاہئے، تاکہ ان کو مناسب مقام ملے، لیکن اگر کسی وجہ سے دیر ہو جائے تو صدر مجلس کو چاہئے کہ ان کو مناسب جگہ بٹھائے، اور اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک: مجلس حلقہ کشادہ کرے۔ دوم: کسی کو اس کی جگہ سے اٹھایا جائے۔

عرب دائرہ بنا کر بیٹھتے ہیں، اس کو کشادہ کرنے کی صورت یہ ہے کہ سب تھوڑا تھوڑا پیچھے ہٹیں، آنے والے کے لئے جگہ نکل آئے گی، ہم لوگ مل کر بیٹھتے ہیں، پس لوگ سمٹ جائیں تو پیچھے جگہ نکل آئے گی، مگر اس سے مسئلہ حل نہیں ہوگا، کیونکہ آنے والے کو آگے بٹھانا ہے، اس لئے کسی کو اس کی جگہ سے اٹھانا ہوگا، یہ بات پہلی بات سے بھاری ہے، اس لئے پہلی صورت میں صرف خوش خبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کشادگی کریں گے، جنت میں وسیع جگہ عنایت فرمائیں گے، اور دوسری صورت کو مدلل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان اور اہل علم کا درجہ بلند کیا ہے، پس تمہیں اس کی پاسداری کرنی چاہئے، اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی خبر ہے کہ کون خوشی سے اٹھتا ہے اور کون ناخوشی سے؟ جو خوشی سے اٹھے گا وہ ثواب پائے گا، اور جو ناخوشی سے اٹھے گا وہ محروم رہے گا۔

---

(۱) أن: مصدریہ ہے یا اس سے پہلے مِن محذوف ہے۔

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَ اِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۝﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ مجالس میں کشادگی پیدا کرو تو جگہ کھول دیا کرو، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (جنت میں) کشادگی پیدا کریں گے، اور جب کہا جائے کہ اپنی جگہ سے اٹھ جاؤ تو اٹھ جایا کرو، اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں کے اور اہل علم کے درجات بلند کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی پوری خبر ہے۔

فائدہ: آیت سے معلوم ہوا کہ ایمان میں پختگی کا مقام: علم میں کمال سے بڑھا ہوا ہے، اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح میں پہلے کتاب الایمان لائے ہیں، پھر کتاب العلم، اور اگر دونوں باتیں جمع ہوں تو سونے پہ سہاگا!

جو لوگ سرگوشی کے نام پر وقت ضائع کریں ان کے لئے قانون

نبی ﷺ کی مجلس میں ہر شخص آپؐ کا قرب چاہتا تھا، اس لئے منافقین بے فائدہ آپؐ کے کان میں باتیں کرتے تھے تاکہ لوگوں میں اپنی بڑائی جتلائیں، اس لئے حکم آیا کہ جو شخص نبی ﷺ سے سرگوشی کرنا چاہے وہ پہلے کچھ خیرات دے کر آیا کرے، اس میں کئی فائدے تھے: غریبوں کا تعاون، خیرات دینے والے کے نفس کا تزکیہ، مخلص اور منافق کے درمیان امتیاز اور سرگوشی کرنے والوں کی تقلیل، ہاں جس کے پاس خیرات کرنے کے لئے کچھ نہ ہو وہ اس قانون سے مستثنیٰ تھا۔ جب یہ حکم آیا تو منافقین نے مارے بخل کے یہ حرکت چھوڑ دی، اور مسلمان بھی سمجھ گئے کہ زیادہ سرگوشیاں اللہ کو پسند نہیں

﴿ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم اللہ کے رسول سے سرگوشی کرنا چاہو تو اپنی سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات دیا کرو، یہ تمہارے لئے بہتر اور پاکیزہ ہے، پس اگر مقدرت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

سرگوشی سے پہلے خیرات کا وجوب ختم، مقصود اطاعت کا پتہ چلانا تھا

گذشتہ آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خیرات کا حکم وجوبی تھا، البتہ ناداری کی صورت مستثنیٰ تھی، اب اس آیت کے ذریعہ اس کا وجوب ختم کرتے ہیں، کیونکہ جس مصلحت سے وہ حکم تھا وہ مصلحت حاصل ہوگئی، مقصود اطاعت کا پتہ چلانا تھا اور سرگوشی کا سدّ باب کرنا تھا، جو حاصل ہوگیا، لوگ احتیاط کرنے لگے، اور قُرب کے لئے نماز، زکات اور اطاعت کو ضروری قرار دیا۔

﴿ ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ۚ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ ﴾

ترجمہ: کیا تم لوگ اپنی سرگوشی سے پہلے خیراتیں دینے سے ڈر گئے؟ —— کہ یہ تو بہت بھاری حکم ہے! —— سو جب تم نے اس پر عمل نہیں کیا —— صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عمل کیا، انھوں نے ایک دینار خیرات کرکے تنہائی میں بات کرنے کا وقت لیا —— اور اللہ نے تمہارے حال پر توجہ فرمائی، پس نماز کا اہتمام کرو، اور زکات دیا کرو، اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنا مانا کرو، اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵﴾ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْــــًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰي شَيْءٍ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰـىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

اَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا تونے	مَا هُمْ مِّنْكُمْ	نہیں ہیں وہ تم میں سے	اَعَدَّ اللّٰهُ	تیار کیا ہے اللہ نے
اِلَى الَّذِيْنَ	ان لوگوں کو جو	وَلَا مِنْهُمْ	اور نہیں وہ ان میں سے	لَهُمْ	ان کے لئے
تَوَلَّوْا (۱)	دوستی کرتے ہیں	وَيَحْلِفُوْنَ	اور قسمیں کھاتے ہیں وہ	عَذَابًا شَدِيْدًا	سخت عذاب
قَوْمًا	ایسے لوگوں سے	عَلَى الْكَذِبِ	جھوٹی	اِنَّهُمْ سَاۗءَ (۲)	بیشک انھوں نے برا کیا
غَضِبَ	(کہ) غضبناک ہوئے ہیں	وَهُمْ	درانحالیکہ وہ	مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	جو کیا کرتے تھے وہ
اللّٰهُ عَلَيْهِمْ	اللہ تعالیٰ ان پر	يَعْلَمُوْنَ	جانتے ہیں	اِتَّخَذُوْٓا	بنایا انھوں نے

(۱) تَوَلَّوا: ماضی، صیغہ جمع مذکر غائب، تَوَلّی کا تعدیہ جب بلا واسطہ ہوتا ہے تو اس کے معنی دوستی کرنے کے ہوتے ہیں (۲) اِنھم ساء: جملہ مابعد کی طرف مضاف ہے۔

اَيْمَانَهُمْ	اپنی قسموں کو	اَصْحٰبُ النَّارِ	دوزخ والے ہیں	اَلَآ اِنَّهُمْ	سنو! بے شک وہ
جُنَّةً	ڈھال	هُمْ فِيْهَا	وہ اس میں	هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (۳)	ہی جھوٹے ہیں
فَصَدُّوْا	پس روکا انھوں نے	خٰلِدُوْنَ	ہمیشہ رہنے والے ہیں	اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ	غلبہ پالیا ہے ان پر
عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	اللہ کے راستہ سے	يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ (۲)	جس دن اٹھائیں گے ان کو	الشَّيْطٰنُ	شیطان نے
فَلَهُمْ عَذَابٌ	پس ان کے لئے سزا ہے	اللّٰهُ جَمِيْعًا	اللہ تعالیٰ سبھی کو	فَاَنْسٰهُمْ	پس بھلا دی ہے ان کو
مُّهِيْنٌ	رسوا کن	فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ	پس قسمیں کھائیں گے	ذِكْرَ اللّٰهِ	اللہ کی یاد
لَنْ تُغْنِيَ	ہرگز کام نہیں آئے گی		وہ اس کے سامنے	اُولٰٓئِكَ حِزْبُ	وہ گروہ ہے
عَنْهُمْ	ان کے	كَمَا	جس طرح	الشَّيْطٰنِ	شیطان کا
اَمْوَالُهُمْ	ان کی دولت	يَحْلِفُوْنَ	قسمیں کھاتے ہیں وہ	اَلَآ اِنَّ	سنو! بے شک
وَلَآ اَوْلَادُهُمْ	اور نہ ان کی اولاد	لَكُمْ	تمہارے سامنے	حِزْبَ الشَّيْطٰنِ	گروہ شیطان کا
مِّنَ اللّٰهِ (۱) شَيْـًٔا	اللہ کے بدل کچھ بھی	وَيَحْسَبُوْنَ	اور گمان کرتے ہیں وہ	هُمُ الْخٰسِرُوْنَ	ہی گھاٹے میں رہنے
اُولٰٓئِكَ	وہ لوگ	اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ	کہ وہ کسی چیز پر ہیں		والا ہے

منافقین کے احوال

ظہار کے حکم کے بعد سے منافقین کے ساتھ گفتگو چل رہی ہے، وہ گفتگو ان آیات پر پوری ہو رہی ہے، ان آیات میں منافقین کے تعلق سے چار باتیں بیان کی ہیں:

پہلی بات: —— **منافقین نہ مسلمانوں میں ہیں نہ یہود میں** —— منافقین: مسلمانوں میں شامل نہیں، کیونکہ وہ دل سے کافر ہیں، اور وہ یہود سے ساز باز رکھتے ہیں جو مغضوب علیہم ہیں، مگر پوری طرح وہ ان کے ساتھ بھی نہیں، کیونکہ زبان سے خود کو مسلمان کہتے ہیں، پس وہ دھوبی کے کتے ہیں، نہ گھر کے نہ گھاٹ کے، نہ اِدھر کے نہ اُدھر کے!

اور مسلمانوں کے سامنے جو وہ قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں تو وہ جانتے ہیں کہ وہ جھوٹی قسمیں ہیں، ان کی یہ دوغلی پالیسی ہے، جو بہت بری ہے، ان کے لئے سخت عذاب تیار ہے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ

---

(۱) مِن: برائے بدل ہے، جیسے: ﴿ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ﴾ (۲) یوم: خالدون کا ظرف ہے (۳) اِسْتِحْواذ: قابو میں کر کے ہانکنا۔

يَعْلَمُوْنَ ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا نہیں جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوئے ہیں، نہ وہ تم میں سے ہیں اور نہ اُن میں سے ہیں، اور جانتے بوجھتے وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے سخت سزا تیار کی ہے، بے شک وہ برے برے کام کیا کرتے تھے ـــــ یعنی ان کی دوغلی پالیسی ان کی بہت بری حرکت تھی۔

دوسری بات: ـــــ منافقین کی قسمیں ان کی سپر ہیں ـــــ منافقین: جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کے ہاتھوں سے اپنی جان و مال کو بچاتے ہیں، اور اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے دوستی کے پیرائے میں دوسروں کو اللہ کی راہ پر آنے سے روکتے ہیں، سو یاد رہے کہ یہ لوگ اس طرح کچھ عزت نہیں پاسکتے، سخت ذلت کے عذاب میں گرفتار ہونگے، اور جب سزا کا وقت آئے گا اللہ کے ہاتھ سے کوئی بچا نہیں سکے گا، نہ مال کام آئے گا نہ اولاد، جن کی حفاظت کے لئے جھوٹی قسمیں کھاتے پھرتے ہیں (فوائد)

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـــًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۭ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنایا ہے، پس وہ روکتے ہیں اللہ کے راستہ سے، پس ان کے لئے رسوا کن عذاب ہے، ہرگز کام نہیں آئے گی ان کے: ان کی دولت اور نہ ان کی اولاد اللہ کے بدل کچھ بھی! یہ لوگ دوزخی ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ـــــ من اللہ میں مجاز بالحذف بھی ہوسکتا ہے، أی: من عذاب اللہ، اب مِن کو برائے بدل لینے کی ضرورت نہیں۔

تیسری بات: ـــــ منافقین اللہ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں کھائیں گے ـــــ یہاں کی عادت پڑی ہوئی وہاں بھی نہیں جائے گی، جس طرح تمہارے سامنے جھوٹ بول کر بچ جاتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ ہم بڑے ہوشیار ہیں، دیکھو مسلمانوں کا کیسا الو بنایا، ہم بڑی اچھی چال رہے ہیں، اسی طرح اللہ کے سامنے بھی جھوٹی قسمیں کھائیں گے کہ پروردگار! ہم ایسے نہ تھے، مخلص مسلمان تھے، اور وہ خیال کریں گے کہ انھوں نے کچھ بات بنالی، اب شاید ان کی رہائی ہوجائے، مگر ھیھات: دور ہے! جھوٹوں کو ان کے گھر تک پہنچایا جائے گا۔

﴿ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰي شَيْءٍ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: جس دن اللہ تعالیٰ ان کو سب کو دوبارہ پیدا کریں گے، پس وہ ان کے سامنے قسمیں کھائیں گے، جس طرح وہ تمہارے سامنے قسمیں کھاتے ہیں، اور وہ خیال کریں گے کہ انھوں نے کچھ بات بنالی! سنو! بے شک وہی جھوٹے ہیں!

——— یعنی ان کے جھوٹ میں کوئی شبہ نہیں۔

چوتھی بات: ——— شیطان نے منافقوں پر پورا قابو پالیا ہے، اس نے اللہ کی یاد بھی بھلادی ہے، انھیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ اللہ بھی بالاتر کوئی ہستی ہیں، یہی لوگ شیطان کا لشکر ہیں، اور شیطان کے لشکر کا انجام ناکامی ہے، نہ دنیا میں ان کے منصوبے آخری کامیابی کا منہ دیکھیں گے، نہ آخرت میں وہ عذاب شدید سے بچ سکیں گے۔

﴿ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: ان پر شیطان نے غلبہ پالیا ہے، پس اس نے ان کو خدا کی یاد بھلادی ہے، یہی لوگ شیطان کا لشکر ہیں، سنو! شیطان کا لشکر گھاٹے میں رہنے والا ہے!

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَاۗدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰۗىِٕكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ۝ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَاۗدُّوْنَ مَنْ حَاۗدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ اَوْ اَبْنَاۗءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝

ع ۳

اِنَّ الَّذِيْنَ	بے شک جو لوگ	قَوِيٌّ	زور آور	اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	اللہ اور اس کے رسول کی
يُحَاۗدُّوْنَ (۱)	مخالفت کرتے ہیں	عَزِيْزٌ	زبردست ہیں	وَلَوْ كَانُوْٓا	اگرچہ ہوں وہ
اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ	اللہ اور اس کے رسول کی	لَا تَجِدُ	نہیں پائے گا تو	اٰبَاۗءَهُمْ	ان کے باپ
اُولٰۗىِٕكَ	وہ لوگ	قَوْمًا	ان لوگوں کو	اَوْ اَبْنَاۗءَهُمْ	یا ان کے بیٹے
فِي الْاَذَلِّيْنَ	نہایت ذلیل خوار ہیں	يُّؤْمِنُوْنَ	جو ایمان رکھتے ہیں	اَوْ اِخْوَانَهُمْ	یا ان کے بھائی
كَتَبَ اللّٰهُ	لکھ دیا ہے اللہ نے	بِاللّٰهِ	اللہ پر	اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ	یا ان کا کنبہ
لَاَغْلِبَنَّ	ضرور غالب رہونگا	وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ	اور پچھلے دن پر	اُولٰۗىِٕكَ	یہ لوگ
اَنَا وَرُسُلِيْ	میں اور میرے رسول	يُوَاۗدُّوْنَ (۲)	دوستی کریں وہ	كَتَبَ	لکھ دیا (جمادیا)
اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	مَنْ حَاۗدَّ	اس سے جو مخالفت کرے	فِيْ قُلُوْبِهِمْ	ان کے دلوں میں

(۱) حَادَّهُ مُحَادَّةً: مخالفت کرنا (۲) وَادَّهُ مُوَادَّةً وَوِدَادًا: کسی کے ساتھ دوستی کرنا

اَلْاِیْمَانَ	ایمان	مِنْ تَحْتِهَا	ان کے نیچے سے	وَرَضُوْا عَنْهُ	اور خوش ہوئے وہ اللہ سے						
وَاَیَّدَهُمْ	اور قوی کیا ان کو	الْاَنْهٰرُ	نہریں	اُولٰٓئِكَ	یہ لوگ						
بِرُوْحٍ مِّنْهُ (۱)	اپنے فضل (نور) سے	خٰلِدِیْنَ	ہمیشہ رہنے والے	حِزْبُ اللّٰهِ	اللہ کا لشکر ہیں						
وَیُدْخِلُهُمْ	اور داخل کریں گے ان کو	فِیْهَا	ان میں	اَلَآ اِنَّ	سنو! بے شک						
جَنّٰتٍ	باغات میں	رَضِیَ اللّٰهُ	خوش ہوئے اللہ	حِزْبَ اللّٰهِ	اللہ کا لشکر						
تَجْرِیْ	بہتی ہیں	عَنْهُمْ	ان سے	هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ	ہی کامیاب ہونے والا ہے						

صحابہ رضی اللہ عنہم کے احوال

حزب اللہ (اللہ کا لشکر) کامیاب ہونے والا ہے

گذشتہ آیات کے آخر میں فرمایا ہے کہ شیطان کا لشکر (منافقین وکفار) گھاٹے میں رہنے والا ہے، اب اس کے بالمقابل فرماتے ہیں کہ اللہ کا لشکر کامیاب ہونے والا ہے، پہلے ایک قاعدہ کلیہ بیان فرماتے ہیں:

قاعدہ کلیہ: جو لوگ اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سخت ذلیل لوگ ہیں۔

اس قاعدہ کی رُو سے ازل سے یہ بات طے ہے کہ اللہ اور ان کے پیغامبر ہی غالب رہیں گے، جب کسی پیغمبر کا اور اس کے ساتھیوں کا دشمنوں سے مقابلہ ہوگا تو اتار چڑھاؤ تو ہوگا، ورنہ غیب سے پردہ ہٹ جائے، ہمیشہ اللہ کا لشکر ہی غالب رہے تو حق واضح ہو جائے، پھر امتحان کیا رہا؟ اس لئے نشیب وفراز تو آئیں گے۔ مگر آخر میں اللہ کا لشکر سرخ رُو ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ زور آور زبردست ہیں، ان کی نصرت جند اللہ کے ساتھ ہوگی۔

جند اللہ کی کامیابی کے لئے شرط: مگر اللہ کے لشکر کی کامیابی کے لئے ایک شرط ہے، اور وہ مخالفوں سے بے تعلق ہے، جو لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتے ہیں وہ مخالفین اسلام سے دوستی کا تعلق رکھ ہی نہیں سکتے، چاہے وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی اور کنبہ کے لوگ ہوں، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مؤمنین کے دلوں میں ایمان پہاڑ کی طرح جما ہوا ہوتا ہے، اس کا تقاضا ہے کہ اللہ کے دشمنوں سے کچھ تعلق نہ رہے، مزید اللہ تعالیٰ اپنے لشکر کو خاص فیض (نور) سے قوی بھی کرتے ہیں، اس لئے کامیابی ان کے قدم چومتی ہے۔

جند اللہ کا آخرت میں صلہ: آخرت میں اللہ کے لشکر کو ایسے باغات ملیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اس

(۱) روح کے معنی: نور، مدد اور فضل کے ہیں، حیات سے مراد: دینی حیات ہے، اور منہ: میں من اضافت کا ہے۔

لئے وہ سدا بہار ہونگے، اور مؤمنین ان میں ہمیشہ رہیں گے، اس کا لطف ہی اور ہے، عارضی اقامت گاہ خواہ کتنی ہی اچھی ہو بے لطف ہوتی ہے، ذہن میں یہ رہتا ہے کہ ایک دن اس کو چھوڑنا ہے ـــــ اور باغات سے بڑی نعمت رضوانٌ من اللہ ہے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہونگے، اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہونگے ـــــ یہی لوگ اللہ کا لشکر ہیں، اور یہی لوگ دارین میں کامیاب ہونے والے ہیں۔

آیاتِ پاک: بے شک جو لوگ اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں ـــــ خواہ وہ کفار ہوں یا منافق ـــــ وہ لوگ سخت ذلیل لوگوں میں سے ہیں ـــــ یہ قاعدہ کلیہ ہے ـــــ اللہ تعالیٰ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ ضرور میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ زور آور زبردست ہیں ـــــ یہ قاعدہ کلیہ پر تفریع ہے۔

آپؐ نہیں دیکھیں گے ان لوگوں کو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ دوستی کرتے ہوں اُن لوگوں سے جو اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، اگرچہ وہ ان کے باپ، بیٹے، بھائی اور کنبہ کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں ـــــ جنگِ بدر میں حضرت ابوعبیدۃ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو قتل کیا، جنگِ احد میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کے مقابلہ میں نکلنے کو تیار ہوگئے، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عبید بن عمیر کو قتل کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص بن ہشام کو قتل کیا، اور حضرات علی، حمزہ اور عبیدۃ بن الحارث رضی اللہ عنہم نے اپنے کنبہ والوں کو قتل کیا۔

ان کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے، اور ان کو اپنے خاص فیض سے قوی کیا ہے ـــــ اور وہ ان کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ـــــ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوئے، اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہوئے ـــــ یہ لوگ اللہ کا لشکر ہیں، سنتا ہے! بے شک اللہ کا لشکر ہی کامیاب ہونے والا ہے!

۲۹ رشعبان ۱۴۳۷ھ = ۷ رمئی ۲۰۱۶ء



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الحشر

ربط: گذشتہ سورت کے آخر میں حزب الشیطان اور حزب اللہ کا تذکرہ آیا ہے، حزب الشیطان ہمیشہ گھاٹے میں رہتا ہے، اور حزب اللہ فائز المرام۔ حزب الشیطان کا مصداق منافقین تھے، یہود مدینہ کے ساتھ وہ ساز باز رکھتے تھے، اور حزب اللہ کا مصداقِ اولیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تھے، اس سورت کے شروع میں اول کی ناکامی اور ثانی کی کامیابی کی منظر کشی کی گئی ہے، بنونضیر کے مقابلہ میں اللہ کا لشکر کیسے کامیاب رہا؟ اس کو دیکھیں:

نبی ﷺ نے ہجرت کے فوراً بعد یہود کے ساتھ معاہدہ کیا تھا، مدینہ میں مسلمانوں کے ساتھ مشرکین اور یہود بھی آباد تھے، مشرکین سے زیادہ خطرہ نہیں تھا، کیونکہ مسلمان انہیں قبائل سے تعلق رکھتے تھے، مگر یہود مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے، اس لئے ان کے شر کا اندیشہ تھا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ کیا، جس سے ان کے شر سے حفاظت ہوگئی۔

بنونضیر: مدینہ سے مشرقی جانب میں چند میل کے فاصلہ پر آباد تھے، یہ لوگ بڑے جتھے والے اور سرمایہ دار تھے، ان کو اپنے مضبوط قلعوں پر ناز تھا، کعب بن اشرف ان کا شریر سردار تھا، بدر کی جنگ کے بعد وہ چالیس سواروں کے ساتھ مکہ گیا، اور کعبہ کے سامنے مسلمانوں کے خلاف قریش سے عہد و پیمان باندھا، اس کو محمد بن مسلمہؓ نے نمٹا دیا، مگر بنونضیر کی طرف سے بدعہدی کا سلسلہ جاری رہا، تا آنکہ انھوں نے نبی ﷺ کے قتل کا پلان بنایا، آپ ایک معاملہ میں چندہ کے لئے ان کے محلّہ میں تشریف لے گئے، انھوں نے ایک دیوار کے پاس آپؐ کو بٹھایا، اور اوپر سے بھاری پتھر گرانا چاہا، مگر وحی سے آپ کو اطلاع ہوگئی اور آپؐ وہاں سے اٹھ کر مدینہ لوٹ آئے، اور مسلمانوں کو ان پر لشکر کشی کا حکم دیا، مسلمانوں نے نہایت سرعت و مستعدی کے ساتھ ان کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا، وہ مرعوب اور خوفزدہ ہوگئے، اس لئے عام لڑائی کی نوبت نہیں آئی، انھوں نے گھبرا کر صلح چاہی، آخر یہ قرار پایا کہ وہ مدینہ خالی کردیں، ان کی جانوں سے تعرض نہیں کیا جائے گا، اور جو مال و اسباب لے جاسکتے ہیں لے جائیں، ہتھیاروں کے علاوہ، اور مکانات اور باغات پر مسلمان قابض ہوگئے، یوں اللہ کا لشکر فائز المرام رہا اور شیطان کا لشکر نامراد ہوا۔ سورت کے شروع میں اسی واقعہ کا تذکرہ ہے، پھر مالِ فَیٔ کے احکام ہیں، پھر منافقین کی خبر لی ہے اور آخر میں مؤمنین سے خطاب ہے اور بالکل آخر میں قرآن کی اہمیت کا بیان ہے۔

آیاتھا ۲۴ (۵۹) سُورَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۱) رکوعاتھا ۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ۭؔ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۤ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۤ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝۲ وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝۳ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۴ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَاۗىِٕمَةً عَلٰٓي اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۵

سَبَّحَ	پاکی بیان کرتی ہیں	اَخْرَجَ	نکالا	اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ	کہ انکو بچانے والے ہیں
لِلّٰهِ	اللہ کے لئے	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (۱)	ان کو جنھوں نے انکار کیا	حُصُوْنُهُمْ	ان کے قلعے
مَا	جو چیزیں	مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ	کتاب والوں میں سے	مِّنَ اللّٰهِ	اللہ (کے عذاب) سے
فِي السَّمٰوٰتِ	آسمانوں میں ہیں	مِنْ دِيَارِهِمْ	ان کے گھروں سے	فَاَتٰىهُمُ	پس پہنچے ان کے پاس
وَمَا	اور جو چیزیں	لِاَوَّلِ	پہلی مرتبہ کی	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
فِي الْاَرْضِ	زمین میں ہیں	الْحَشْرِ (۲)	لشکر کشی میں	مِنْ حَيْثُ	جہاں سے
وَهُوَ الْعَزِيْزُ	اور وہ زبردست	مَا ظَنَنْتُمْ	نہیں گمان کیا تم نے	لَمْ يَحْتَسِبُوْا	گمان نہیں کرتے تھے وہ
الْحَكِيْمُ	بڑی حکمت والے ہیں	اَنْ يَّخْرُجُوْا	کہ نکلیں گے وہ	وَقَذَفَ	اور ڈالا
هُوَ الَّذِيْٓ	وہی ہیں جنھوں نے	وَظَنُّوْٓا	اور گمان کیا انھوں نے	فِيْ قُلُوْبِهِمُ	ان کے دلوں میں

(۱) اسلام: توحید و رسالت محمدی کے اقرار کا نام ہے، جو لوگ رسالتِ محمدی کے منکر ہیں وہ کافر ہیں، چاہے توحید کے قائل ہوں اور گذشتہ نبیوں اور کتابوں کو مانتے ہوں (۲) حشر: کے معنی ہیں: اجتماع، ہجوم، یہاں قیامت والا حشر مراد نہیں۔

الرُّعْبَ	رعب (دھاک)	لَعَذَّبَهُمْ	ضرور سزا دیتے ان کو	فَإِنَّ اللّٰهَ	پس بے شک اللہ
يُخْرِبُوْنَ	اجاڑ رہے ہیں وہ	فِي الدُّنْيَا	دنیا میں	شَدِيْدُ	سخت
بُيُوْتَهُمْ	اپنے گھروں کو	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے	الْعِقَابِ	سزا دینے والے ہیں
بِأَيْدِيْهِمْ	اپنے ہاتھوں سے	فِي الْاٰخِرَةِ	آخرت میں	مَا قَطَعْتُمْ	جو کاٹے تم نے
وَأَيْدِي	اور ہاتھوں سے	عَذَابُ النَّارِ	دوزخ کا عذاب ہے	مِّنْ لِّيْنَةٍ (۱)	کھجور کے درخت
الْمُؤْمِنِيْنَ	مسلمانوں کے	ذٰلِكَ	یہ بات	أَوْ تَرَكْتُمُوْهَا	یا چھوڑ دیا تم نے ان کو
فَاعْتَبِرُوْا	پس سبق لو	بِأَنَّهُمْ	بایں وجہ ہے کہ انھوں نے	قَآئِمَةً	کھڑا ہوا
يٰٓأُولِي الْأَبْصَارِ	اے آنکھوں والو	شَآقُّوا	مخالفت کی	عَلٰٓى أُصُوْلِهَا	ان کی جڑوں پر
وَلَوْلَآ أَنْ	اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ	اللّٰهَ	اللہ کی	فَبِإِذْنِ اللّٰهِ	پس اللہ کے حکم سے ہے
كَتَبَ اللّٰهُ	لکھ دی ہے اللہ نے	وَرَسُوْلَهُ	اور اس کے رسول کی	وَلِيُخْزِيَ	اور تاکہ رسوا کریں وہ
عَلَيْهِمُ	ان پر	وَمَنْ يُّشَآقِّ	اور جو مخالفت کرتا ہے	الْفٰسِقِيْنَ	نافرمانوں کو
الْجَلَآءَ	جلاوطنی	اللّٰهَ	اللہ کی	۞	۞

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، جو بے حد مہربان نہایت رحم والے ہیں

تقدیس وتمجید: سورت کریمہ اللہ کی پاکی اور بزرگی کے بیان سے شروع ہوئی ہے، ارشاد پاک ہے: —— اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں —— یہاں تک تقدیس ہے —— اور وہ زبردست بڑی حکمت والے ہیں! —— یہ تمجید ہے، اور دونوں باتوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے، جس میں کوئی عیب اور کمی نہیں وہ بزرگ (خوبیوں والا) ہے، اور ہر باکمال نقائص سے پاک ہوتا ہے، ورنہ ہر خوبی اس میں کہاں ہوئی؟ —— کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کے بے عیب ہونے پر دلالت کرتا ہے، یہ تقدیس ہے، اور وہ زبردست بڑی حکمت والے ہیں: یہ بزرگی کا بیان ہے۔

غزوۂ بنونضیر میں حزب اللہ کی کامیابی

مدینہ میں یہود کے تین چار قبیلے آباد تھے، ان میں زبردست اور زور آور بنونضیر تھے، ان کا سردار کعب بن اشرف تھا، یہ عرب قبیلہ طے کا تھا، مگر اس کی ماں بنونضیر کی تھی، اور اس کا محل بھی ان کے قلعہ کے قریب تھا، یہ بڑا شاطر شخص تھا، اس نے

(۱) لِيْنَة: عجوہ کے علاوہ کھجور کا ہر درخت، جمع لِيْن۔

جنگِ بدر کے بعد قریش کو اپنے سرداروں کا بدلہ لینے پر ابھارا، اس کو تو محمد بن مسلمہؓ نے نمٹا دیا، مگر بنونضیر کی شرارت پھر بھی جاری رہی، پھر یہ واقعہ پیش آیا کہ قریش نے یہود کو لکھا کہ تم جائدادوں اور قلعوں والے ہو، محمد (ﷺ) سے لڑو، ورنہ ہم تمہارے ساتھ یہ کریں گے وہ کریں گے، اور تمہاری عورتوں کے پازیب بھی اتار لیں گے۔ اس خط کے ملنے پر بنونضیر نے عہد شکنی کا اور نبی ﷺ سے فریب کا ارادہ کیا، انھوں نے نبی ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپؐ تین آدمی اپنے ساتھ لے کر آئیں، ہمارے تین عالم آپؐ سے بحث کریں گے اگر ہمارے آدمی مطمئن ہو گئے تو ہم اسلام قبول کر لیں گے اور انھوں نے اپنے تینوں عالموں سے کہہ دیا کہ اپنے ساتھ خنجر چھپا کر رکھنا اور موقع ملتے ہی آپؐ کو قتل کر دینا۔

بنونضیر میں ایک انصاری خاتون تھی اس کا بھائی مسلمان تھا اس نے اس سازش کی اطلاع اپنے بھائی کو دی، بھائی نے آ کر آپ ﷺ کو خبر دی، چنانچہ نبی ﷺ نے مذاکرہ کا ارادہ ترک فرمادیا۔

پھر یہ واقعہ پیش آیا کہ بنوکلاب کے دو شخصوں کو عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ نے غلطی سے قتل کر دیا، اس لئے ان کی دیت ادا کرنی ضروری تھی، اور معاہدہ کی رو سے اس میں اعانت کرنا یہود پر بھی واجب تھا، چنانچہ آپؐ چند صحابہ کے ساتھ بنونضیر کی بستی میں گئے ان لوگوں نے آپؐ کو اور صحابہ کو ایک دیوار کے پاس بٹھایا اور کہا: ہم مشورہ کر کے آپؐ کی ضرورت پوری کرتے ہیں، پھر وہ تنہائی میں جمع ہوئے اور باہم مشورہ کیا کہ آپؐ کو قتل کر دیا جائے تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری! انھوں نے عمرو بن جحّاش کو تیار کیا کہ وہ چکی کا پاٹ لے کر چھت پر چڑھے اور آپؐ کے سر پر گرا دے، سلام بن مشکم نے منع بھی کیا کہ ایسا مت کرو، تمہارے ارادوں کی ان کو خبر ہو جائے گی، پھر ہمارے اور ان کے درمیان عہد و پیمان بھی ہے اور یہ حرکت اس کی خلاف ورزی ہے، مگر انھوں نے ایک نہیں سنی، سب اپنے منصوبہ کو روبہ عمل لانے پر مصر رہے۔

ادھر وحی کے ذریعہ آپؐ کو یہود کے ارادہ کی خبر دیدی گئی، آپؐ تیزی سے اٹھ کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے، ساتھی تھوڑی دیر انتظار کر کے مایوس ہو کر مدینہ لوٹ آئے آپؐ نے ان کو بتلایا کہ یہود کا یہ ارادہ تھا اس واقعہ کے بعد آپؐ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس بھیجا اور نوٹس دیا کہ تم لوگ مدینہ سے نکل جاؤ، اب تم یہاں میرے ساتھ نہیں رہ سکتے، تمہیں دس دن کی مہلت دی جاتی ہے، اس نوٹس کے بعد بنونضیر نے جلاوطنی کی تیاری شروع کر دی، مگر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے کہلا بھیجا کہ اپنی جگہ برقرار رہو، ڈٹ جاؤ اور گھر بار نہ چھوڑو، میرے پاس دو ہزار مردانِ جنگی ہیں، جو تمہاری حفاظت میں جان دیدیں گے اور اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کسی سے ہرگز سمجھوتہ نہیں کریں گے، اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور بنوقریظہ اور بنوغطفان جو تمہارے حلیف ہیں، وہ بھی تمہاری مدد کریں گے۔

رئیس المنافقین کا یہ پیغام سن کر بنونضیر کی خود اعتمادی لوٹ آئی، انھوں نے طے کرلیا کہ جلاوطن نہیں ہونا، ان کے سردار حیی بن اخطب کو توقع تھی کہ رئیس المنافقین نے جو کچھ کہا ہے وہ پورا کرے گا، چنانچہ اس نے جوابی پیغام بھیجا کہ ہم اپنے دیار سے نہیں نکلتے، آپ کو جو کرنا ہو کرلو، جب رسول اللہ ﷺ کو حیی بن اخطب کا جوابی پیغام ملا تو آپؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ بنونضیر پر فوج کشی کرو، چنانچہ لشکر نے بنونضیر کے علاقہ میں پہنچ کران کا محاصرہ کرلیا، وہ قلعوں اور گڑھیوں میں پناہ گزیں ہوگئے اور فصیل سے تیر وپتھر برسانے لگے، عبداللہ بن ابی نے خیانت کی اوران کے حلیف غطفان بھی مدد کو نہیں آئے اور بنوقریظہ بھی الگ تھلگ رہے۔

یہ محاصرہ کچھ زیادہ طویل نہیں ہوا، صرف چھ دن یا بقول بعض پندرہ دن جاری رہا، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا، ان کے حوصلے ٹوٹ گئے اور وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوگئے، اور انھوں نے کہلوایا کہ ہم مدینہ سے نکلنے کے لئے تیار ہیں، آپؐ نے ان کی جلاوطنی کی پیشکش منظور کرلی اور اجازت دی کہ ہتھیار کے علاوہ جو ساز وسامان لے جاسکتے ہیں وہ لے کر بال بچوں سمیت کہیں چلے جائیں، ان میں سے اکثر نے اوران کے لیڈروں نے خیبر کا رخ کیا، حیی بن اخطب اور سلام بن ابی الحُقیق بھی خیبر چلے گئے اور ایک جماعت ملک شام روانہ ہوئی، صرف دو شخص: یامین بن عمرو اور ابوسعید بن وہب مسلمان ہوئے، نبی ﷺ نے شرط کے مطابق بنونضیر کے ہتھیار، زمین، گھر اور باغات اپنے قبضہ میں لے لئے، اس طرح یہود کا یہ دوسرا قبیلہ بھی جلاوطن کیا گیا۔

آیاتِ پاک: ـــــ انھوں نے ہی ـــــ یعنی جن کا ذکر پہلی آیت میں آیا ہے کہ وہ بے عیب، زبردست بڑی حکمت والے ہیں انھوں نے ہی ـــــ نکال باہر کیا اہل کتاب کفار کو ـــــ اگرچہ وہ توحید کو، موسیٰ علیہ السلام کو اور تورات کو مانتے تھے، مگر نبی ﷺ کو نہیں مانتے تھے، اس لئے وہ کافر تھے ـــــ ان کے گھروں سے لشکر کشی کرتے ہی ـــــ یعنی وہ ایک ہی ہلّہ میں گھبرا گئے، اور پہلی ہی مڈبھیڑ پر مکان اور قلعے چھوڑ کر بھاگنے کو تیار ہو بیٹھے، کچھ بھی ثابت قدمی نہ دکھلائی (فوائد) ـــــ تمہارا گمان نہیں تھا کہ وہ نکلیں گے ـــــ ان کے حلیف عبداللہ بن ابی نے مدد کا یقین دلایا تھا، اور وہ خود بھی زبردست تھے ـــــ اور خود ان کا گمان تھا کہ ان کے قلعے ان کو بچالیں گے ـــــ یعنی ان کو اپنے قلعوں پر ناز تھا ـــــ پس اللہ تعالیٰ ان کے پاس پہنچے جہاں سے ان کو گمان نہیں تھا ـــــ یعنی اللہ کا لشکر پہنچا ـــــ اوران کے دلوں میں (اللہ نے) رعب ڈال دیا ـــــ بے سروسامان مسلمانوں کی دھاک بٹھادی، ایک تو پہلے ہی اپنے سردار کعب بن اشرف کے ناگہانی قتل سے مرعوب اور خوب زدہ تھے، اب مسلمانوں کے اچانک حملے نے رہے سہے حواس بھی کھودیئے ـــــ وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اجاڑ رہے ہیں ـــــ یعنی حرص وہوس اور غیظ وغضب کے

جوش میں مکانوں کی کڑیاں، تختے اور کواڑ اکھاڑنے لگے، تاکہ جو بھی چیز ساتھ لے جاسکتے ہیں: لے جائیں، اور مسلمانوں نے بھی اس کام میں ان کا ہاتھ بٹایا ـــــ پس اے آنکھوں والو سبق لو! ـــــ یعنی اہل بصیرت کے لئے اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے، اور یہ قاعدہ کلیہ ہے، اس سے قیاس کی حجیت پر استدلال کیا گیا ہے، اعتبار کے معنی ہیں: موازنہ کرنا یعنی جو بھی اللہ ورسول کی مخالفت کرے گا اس کا انجام یہی ہوگا، پس علتِ حکم جہاں بھی پائی جائے گی حکم متعدی ہوگا۔

حکمتِ الٰہی سے دنیا میں قتل کے بجائے جلاوطنی

ان غداروں کی واقعی سزا تو قتل تھی، جیسے ان کے برادر بنوقریظہ قتل کئے گئے، مگر ازل سے ان کی قسمت میں جلاوطنی لکھ دی تھی، اس لئے سستے چھوٹ گئے، لیکن یہ تخفیف صرف دنیوی عذاب میں ہے، آخرت کی ابدی سزا کسی طرح ان سے ٹل نہیں سکتی۔

﴿ وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاۗءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ۭ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاۗقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاۗقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ﴾

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے جلاوطنی نہ لکھی ہوتی تو ان کو دنیا میں (قتل کی) سزا دیتے، اور ان کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے ـــــ یہ بات (دوزخ کی سزا) بایں وجہ ہے کہ انھوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں ـــــ یہاں دوبارہ رسول کا ذکر نہیں کیا، اس لئے کہ اللہ کی مخالفت میں رسول کی مخالفت شامل ہے۔

جنگی مصلحت سے اہل حرب کے اموال جلانا افساد فی الارض نہیں

جب بنونضیر کے قلعہ کا محاصرہ کیا گیا تو وہ قلعہ بند ہوگئے، باہر نکل کر دوبدو جنگ نہیں لڑتے تھے، اور ان کے قلعہ کو ان کے بُویرہ نامی نخلستان نے گھیر رکھا تھا، اس وجہ سے جنگ کے لئے میدان بھی نہیں تھا، چنانچہ نبی ﷺ نے حکم دیا کہ قلعہ کے اردگرد جو کھجور کے درخت ہیں، ان کو کاٹو اور ان میں آگ لگاؤ، تاکہ وہ اپنے باغات کو بچانے کے لئے نکلیں، اور فیصلہ کن جنگ ہو، اور لڑائی کے لئے میدان بھی ہاتھ آئے، مگر وہ پھر بھی نہیں نکلے، اور درختوں کے کاٹنے اور جلانے پر اعتراض کرنے لگے کہ یہ افساد فی الارض ہے، مسلمان اس کی مخالفت کرتے ہیں، اور اس پر عمل پیرا بھی ہیں، اس معاملہ میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَاۗىِٕمَةً عَلٰٓي اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: جو کھجور کے درخت تم نے کاٹے، یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، یہ دونوں باتیں باذنِ الٰہی ہوئیں ——— یعنی اللہ کو یہ کاٹنا اور جلانا پسند آیا، اور درختوں کو باقی رہنے دینا بھی پسند آیا، کیونکہ جنگی مصلحت سے اہل حرب کے اموال کا احراق افساد فی الارض نہیں ——— اور تا کہ اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو ذلیل کریں ——— یہ احراق کی دوسری مصلحت ہے، وہ قلعہ کے اندر سے دیکھیں گے کہ مسلمان ان کی چیزوں میں کیسے تصرفات کررہے ہیں! اور وہ ان کو روک نہیں سکیں گے، یہ ان کے لئے ذلت کی بات ہوگی۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

وَمَآ اَفَآءَ (۱)	اور جو لوٹایا	عَلَيْهِ	اس پر	رُسُلَهٗ	اپنے رسولوں کو
اللّٰهُ	اللہ نے	مِنْ خَيْلٍ	کوئی گھوڑا	عَلٰى مَنْ	جس پر
عَلٰى رَسُوْلِهٖ	اپنے رسول پر	وَّلَا رِكَابٍ	اور نہ کوئی اونٹ	يَّشَآءُ	چاہتے ہیں
مِنْهُمْ	اُن سے	وَّلٰكِنَّ	بلکہ	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
فَمَآ	پس نہیں	اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر
اَوْجَفْتُمْ (۲)	دوڑایا تم نے	يُسَلِّطُ	قبضہ دیتے ہیں	قَدِيْرٌ	پوری قدرت رکھنے والے ہیں

مالِ فَیٔ کونسا مال ہے؟

کافروں سے بغیر جنگ کے مصالحت یا خود سپردگی کے طور پر جو مال حاصل ہو: وہ مالِ فَیٔ ہے، اسی طرح اگر قدرے جنگ ہونے کے بعد دشمن مرعوب ہو کر صلح کی طرف مائل ہو، اور مسلمان قبول کرلیں تو جو مال حاصل ہوگا وہ بھی مالِ فَیٔ ہے، بنونضیر کا علاقہ: مکانات، کھیت اور باغات اسی طرح حاصل ہوئے تھے، اور اموالِ فَیٔ حکومت کے کنٹرول میں ہوتے ہیں، اور ان کے مصارف اگلی آیات میں بیان ہوئے ہیں۔

آیتِ پاک: ——— اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو اُن (بنونضیر) سے دلوایا، سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے نہ اونٹ، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو جس پر چاہیں قبضہ دلوادیتے ہیں ——— یہ مالِ فَیٔ کی تعریف ہے ——— اور اللہ تعالیٰ

(۱) أفَاءَ عليه المال: فَیٔ کے طور پر کوئی مال دینا (باب افعال) فَاءَ (ض) فَيْئًا: لوٹنا، الفَيْئ: زوال کے بعد مشرق کی طرف لوٹنے والا سایہ۔ (۲) أوْجَفَ دابتَه: چوپائے کو تیز دوڑانا، وَجَفَ (ض) وَجْفًا: تھرتھرانا، کپکپانا۔

کو ہر چیز پر پوری قدرت حاصل ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ۚ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ڵ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ۚ وَالَّذِيْنَ جَاۗءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ۧ

مَآ اَفَآءَ	جو لوٹایا	وَالْمَسٰكِيْنِ	اور محتاجوں کے لئے	فَخُذُوْهُ	پس لو اس کو
اللّٰهُ	اللہ نے	وَابْنِ السَّبِيْلِ	اور مسافر کے لئے ہیں	وَمَا نَهٰىكُمْ	اور جو روکا تم کو
عَلٰى رَسُوْلِهٖ	اپنے رسول پر	كَیْ لَا يَكُوْنَ	تاکہ نہ ہوجائے وہ مال	عَنْهُ	اس سے
مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى	بستیوں والوں سے	دُوْلَةًۢ (1)	گردش کرنے والا	فَانْتَهُوْا	پس رک جاؤ تم
فَلِلّٰهِ	پس اللہ کے لئے	بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ	مالداروں کے درمیان	وَاتَّقُوا اللّٰهَ	اور ڈرو اللہ سے
وَلِلرَّسُوْلِ	اور رسول کے لئے	مِنْكُمْ	تم میں سے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
وَلِذِی الْقُرْبٰى	اور رشتہ داروں کے لئے	وَمَآ اٰتٰىكُمُ	اور جو دیا تم کو	شَدِيْدُ الْعِقَابِ	سخت سزا دینے والے ہیں
وَالْيَتٰمٰى	اور یتیموں کے لئے	الرَّسُوْلُ	اللہ کے رسول نے	لِلْفُقَرَآءِ	غریبوں کے لئے ہے

(۱) الدُّوْلَة: ادل بدل ہونے والی چیز، کبھی کسی کے پاس اور کبھی کسی کے پاس، آنے جانے والی چیز، جیسے مال اور اقتدار، دست گرداں چیز۔

الْمُهٰجِرِيْنَ	وطن چھوڑنے والے	مِنْ قَبْلِهِمْ	اُن (مہاجرین) سے پہلے	وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ	اور (ان کیلئے ہے) جو آئے
الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا	جو نکالے گئے	يُحِبُّوْنَ	محبت کرتے ہیں وہ	مِنْۢ بَعْدِهِمْ	ان کے بعد
مِنْ دِيَارِهِمْ	ان کے گھروں سے	مَنْ هَاجَرَ	ان سے جو وطن چھوڑ کر آئے	يَقُوْلُوْنَ	کہتے ہیں
وَ اَمْوَالِهِمْ	اور ان کے مالوں سے	اِلَيْهِمْ	ان کے پاس	رَبَّنَا	اے ہمارے ربّ!
يَبْتَغُوْنَ	چاہتے ہیں وہ	وَلَا يَجِدُوْنَ	اور نہیں پاتے وہ	اغْفِرْ لَنَا	بخش دے ہمیں
فَضْلًا	مہربانی	فِيْ صُدُوْرِهِمْ	اپنے سینوں میں	وَ لِاِخْوَانِنَا	اور ہمارے بھائیوں کو
مِّنَ اللّٰهِ	اللہ کی	حَاجَةً	کوئی تنگی	الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا	جنھوں نے سبقت کی ہم سے
وَ رِضْوَانًا	اور خوشنودی	مِّمَّآ اُوْتُوْا	اس سے جو دیئے گئے وہ	بِالْاِيْمَانِ	ایمان میں
وَّ يَنْصُرُوْنَ	اور مدد کرتے ہیں وہ	وَ يُؤْثِرُوْنَ	اور ترجیح دیتے ہیں وہ	وَلَا تَجْعَلْ	اور نہ بنائیں آپ
اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ	اللہ کی اور اس کے رسول کی	عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ	اپنی ذاتوں پر	فِيْ قُلُوْبِنَا	ہمارے دلوں میں
اُولٰٓئِكَ هُمُ	یہی لوگ	وَلَوْ كَانَ بِهِمْ	اگرچہ ہو ان کا	غِلًّا (۳)	بیر (دشمنی)
الصّٰدِقُوْنَ	(ایمان میں) سچے ہیں	خَصَاصَةٌ (۲)	فاقہ	لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	ایمان والوں کی
وَ الَّذِيْنَ	اور (ان کیلئے ہے) جنھوں نے	وَمَنْ يُّوْقَ	اور جو بچایا گیا	رَبَّنَآ	اے ہمارے ربّ!
تَبَوَّؤُ (۱)	ٹھکانا بنایا	شُحَّ نَفْسِهٖ	اپنے جی کے بخل سے	اِنَّكَ	بے شک آپ
الدَّارَ	اُس گھر میں	فَاُولٰٓئِكَ هُمُ	پس وہی	رَءُوْفٌ	بے حد شفقت کرنے والے
وَ الْاِيْمَانَ	اور ایمان میں	الْمُفْلِحُوْنَ	کامیاب ہونے والے ہیں	رَّحِيْمٌ	بڑے رحم والے ہیں

(۱) تبوَّأ المکان تبوُّءً ا: جگہ بنانا، مقیم ہونا (۲) خَصاصة: محتاجی، تنگ دستی، مفلوک الحالی (۳) الغِلّ: دل میں چھپا ہوا بغض وکینہ، دل کا میل کھوٹ۔

چاروں آیتوں کی ترکیب: ذی القربی تک حرفِ جر کے اعادہ کے ساتھ عطف ہے، کیونکہ تینوں مصارف کی استقلالی حیثیت ہے، اللہ تعالیٰ تو مالکِ کل ہیں، ان کا تذکرہ باقی مصارف کی دلداری کے لئے ہے، تاکہ باقی مصارف مالِ فئی کو بھیک کا لقمہ نہ سمجھیں، وہ حلال وطیب اور باعزت ملنے والا مال ہے —— اور رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ قاسم (بانٹنے والا) ہونے کی حیثیت سے بھی ہے —— پھر ذوی القربیٰ سے عہد نبوی میں مصارف کا بیان شروع ہوا ہے، اس لئے آگے تین مصارف کا ذوی القربیٰ پر حرفِ جر لوٹائے بغیر عطف کیا، کیونکہ چاروں کی حیثیت یکساں ہے —— اور للفقراء: لذوی القربی سے بدل ہے، پس یہ بھی مصرف ہے —— اور آگے تین الذین ہیں پچھلے دو کا پہلے الذین پر عطف ہے، یعنی انصار اور بعد کے مسلمان بھی مصارف ہیں۔

مالِ فَیٔ کے مصارف

ان چار آیتوں میں فَیٔ کے مصارف کا بیان ہے، اور یہ اہم آیتیں ہیں، ان میں چند ضمنی باتیں بھی ہیں، اس لئے پہلے چند باتیں عرض ہیں:

۱—فَیٔ: وہ مال ہے جو دشمن سے لڑے بغیر حاصل ہوا ہو، اور جو مال جنگ کر کے حاصل کیا جائے وہ غنیمت ہے، اس کا پانچواں حصہ مالِ فَیٔ کے حکم میں ہے، باقی چار اخماس مجاہدین کا حق ہیں۔

۲—فَیٔ اور خُمس کے مصارف ایک ہیں، دسویں پارے کی پہلی آیت میں خمس کے مصارف کا بیان ہے، اور یہاں فَیٔ کے مصارف کا بیان ہے۔

۳—فَیٔ کے اموال حکومت چلانے کے لئے نہیں، فَیٔ کے مصارف قرآن نے متعین کر دیئے ہیں، انہیں مصارف میں خرچ کرنا ضروری ہے۔

۴—فَیٔ کے یہ مصارف متعین نہیں، امیر المؤمنین اپنی صوابدید سے اور جگہوں میں بھی خرچ کر سکتا ہے، نبی ﷺ نے حنین کے خمس میں سے مؤلفۃ القلوب کو بھی دیا ہے، جو قبائل کے بڑے لوگ اور مالدار تھے۔

۵—اموالِ فَیٔ اور غنیمت کا خمس حکومت کی تحویل میں رہے گا، امیر المؤمنین ان کا مالک نہیں، وہ صرف قاسم ہے۔

۶—ان آیات میں فَیٔ کے نو مصارف بیان کئے ہیں:

(الف) یہ مال اللہ کے لئے ہے، اللہ کا ذکر باقی مصارف کی دلداری کے لئے ہے، اللہ تعالیٰ تو کائنات کے مالک ہیں۔

(ب) یہ مال اللہ کے رسول کے لئے ہے، آپؐ اس میں سے اپنی ازواج کو سال بھر کا خرچ دیتے تھے، آپؐ قاسم بھی تھے، یہ اموال آپؐ کی تحویل میں تھے، آپؐ ان کے مالک نہیں تھے۔

(ج) یہ مال نبی ﷺ کے رشتہ داروں کے لئے ہے، آپؐ اس میں سے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو دیتے تھے۔

(د) یہ مال یتیموں کے لئے ہے، اسلامی حکومت رفاہی حکومت ہے، ناداروں کی کفالت اس کی ذمہ داری ہے۔

(ھ) یہ مال مساکین کے لئے ہے، اسلامی حکومت میں کوئی بھوکا نہیں سوئے گا، پیٹ بھر کھانا مہیا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔

(و) یہ مال مسافر کے لئے ہے، کبھی مسافر سفر میں کنگال ہو جاتا ہے، اس کا تعاون اس مال سے کیا جائے گا۔

(ز) یہ مال غریب مہاجرین کے لئے ہے، نبی ﷺ نے بنو نضیر کی زمین اور باغات مہاجرین میں تقسیم کئے تھے۔

(ح) یہ مال غریب انصار کے لئے ہے، نبی ﷺ نے دو تین انصار کو بھی بنو نضیر کی جائداد میں سے دیا تھا۔

(ط) یہ مال بعد میں آنے والے مسلمانوں کے لئے ہے۔ بعد میں آنے والے: یعنی بعد میں ہجرت کر کے آنے والے یا آئندہ مسلمان ہونے والے یا آئندہ نسلوں کے لئے، سب کا اس مال میں حق ہے۔

۷- مصارف میں اللہ کا تذکرہ تو تبرک کا تھا، اور اللہ کے رسول اب رہے نہیں، اور آپؐ کے رشتہ داروں کا حصہ نصرت کی وجہ سے تھا یا حاجت کی وجہ سے؟ اس میں اختلاف ہے، احناف کے نزدیک ان کا حصہ نصرت کی وجہ سے تھا، اس لئے اب یہ مصرف ختم ہوا، اور جو غریب ہیں وہ مساکین کے مصرف میں آجائیں گے، اور مہاجرین وانصار بھی اب نہیں رہے، ہاں بعد میں آنے والے مسلمان آتے رہیں گے، پس اب چار مصارف باقی رہ گئے: یتامی، مساکین، مسافر اور بعد میں آنے والے مسلمان، اور یہ بات پہلے بیان کی ہے کہ مصارف میں حصر نہیں، دیگر مصارف میں بھی امیر المؤمنین اپنی صوابدید سے خرچ کر سکتا ہے، البتہ یہ اموال حکومت چلانے کے لئے نہیں۔

۸- پہلی آیت میں بیانِ مصارف کے علاوہ ایک سوال کا جواب بھی ہے، سوال یہ ہے کہ اموالِ فئ وخمس غانمین ہی کے لئے کیوں نہیں؟ دیگر مصارف میں خرچ کرنا کیوں ضروری ہے؟ جواب یہ ہے کہ اگر یہ اموال بھی غانمین ہی کو دیئے جائیں گے تو دولت کا اکتناز لازم آئے گا، اور سرمایہ داری وجود میں آئے گی، جو ملک کی مصلحت کے خلاف ہوگی۔

نیز حجیتِ حدیث کی طرف بھی اشارہ ہے، یعنی رسول اللہ ﷺ کے اوامر کا امتثال اور نواہی سے اجتناب ضروری ہے، تفصیل آگے آئے گی۔ اور دوسری آیت میں مہاجرین کے فضائل بھی ہیں، اور تیسری آیت میں انصار کی خصوصیات کا بیان ہے، اور آخری آیت میں اخلاف کی اسلاف کے ساتھ عقیدت کا بیان ہے —— یہ آیات کا خلاصہ ہے، تفصیل آیات کے ذیل میں ہے۔

﴿ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ ﴾

ترجمہ: جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو دلوایا بستیوں والوں سے —— حضرت ابن عباسؓ سے بستیوں کے نام مروی ہیں: قریظہ اور نضیر: مدینہ میں، فدک: خیبر میں، عرینہ کی بستیاں اور ینبع یعنی بنو نضیر کی بستیاں ہی مراد نہیں، حکم عام ہے، خواہ کوئی بستی فئ میں حاصل ہو —— سو اللہ کے لئے ہے، اور اللہ کے رسول کے لئے، اور رسول کے رشتہ داروں کے لئے، اور یتیموں کے لئے، اور غریبوں کے لئے، اور مسافر کے لئے، تا کہ نہ ہو وہ (مال) دست گرداں تمہارے مالداروں کے درمیان —— یعنی اگر غنیمت کا خمس اور اموالِ فئ بھی مجاہدین ہی کو دیئے جائیں گے تو دولت چند ہاتھوں میں سمٹ

جائے گی، ملک کی زمینوں کے مالک چند افراد بن جائیں گے، اور سرمایہ داری وجود میں آئے گی، جو ملک کے لئے مہلک ہوگی ——— اور اسی لئے اللہ نے سود کو حرام کیا ہے، اور بیع کو جائز رکھا ہے، رِبا: زر سے زر پیدا کرنے کا نام ہے، اور بیع: عمل کے واسطہ سے نفع کمانے کا نام ہے، اگر زر سے براہ راست زر پیدا کرنے کی حوصلہ افزائی کی جائے گی تو ملک کی دولت مہاجنوں کے ہاتھ میں سمٹ جائے گی، اور بیع کا واسطہ لائیں گے، مثلاً کوئی بڑا کارخانہ قائم کرکے مصنوعات تیار کریں گے تو لوگوں کو روزگار ملے گا، اور دولت تنخواہوں کی صورت میں پھیلے گی، اور کارخانہ والے کو بھی نفع ہوگا ——— اور اسی وجہ سے مالداروں کے مال میں زکات اور صدقۂ فطر لازم کیا ہے، تاکہ ان کے اموال کا ایک حصہ غریبوں تک پہنچے۔

اور جو کچھ اللہ کے رسول تم کو دیں اس کو لو، اور جس چیز سے روک دیں پس رک جاؤ ——— اس آیت میں دو باتیں ہیں:

اول: ماسیق لاجلہ الکلام ہے کہ مذکورہ مصارف مالِ فَیٔ کے مصارف ہیں، مستحق نہیں، پس اللہ کے رسول جس کو دیں وہ لیلے، اور جس کو نہ دیں وہ مانگے نہیں، کیونکہ آپ جس کو دینا مناسب سمجھیں گے دیں گے، اور جس کو چھوڑنا مناسب سمجھیں گے چھوڑیں گے۔

حدیث: جنگ حنین کے بعد جب آنحضور ﷺ نے جعرانہ میں مالِ غنیمت تقسیم فرمایا تو آپؐ نے نئے مسلمانوں کو جن کے دلوں میں ابھی اسلام راسخ نہیں ہوا تھا تالیف قلب کے لئے مال عطا فرمایا۔ اس موقع کا قصہ ہے، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ ایک جماعت کو بلا کر مال دیا۔ اس وقت حضرت سعدؓ آپؐ کے پاس تھے، آپؐ نے ایک شخص (جُعیل بن سراقہؓ) کو چھوڑ دیا انہیں کچھ نہ دیا۔ حالانکہ ان کی دینی حالت ان کے نزدیک ان لوگوں سے زیادہ اچھی تھی جن کو آپؐ دے رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپؐ جُعیل کو کیوں نہیں دیتے؟ قسم بخدا! میرا گمان یہ ہے کہ وہ مؤمن ہیں! آپؐ نے فرمایا: ''یا مسلمان ہیں'' میں تھوڑی دیر خاموش رہا پھر جُعیل کے بارے میں میں جو جانتا تھا وہ مجھ پر غالب آیا۔ چنانچہ میں نے دوبارہ عرض کیا: آپؐ فلاں کو کیوں نہیں دیتے؟ قسم بخدا! میرا گمان یہ ہے کہ وہ مؤمن ہیں، آپؐ نے پھر فرمایا: ''یا مسلمان ہیں'' پھر میں تھوڑی دیر خاموش رہا، پھر جُعیل کے بارے میں میرا علم مجھ پر غالب آیا، چنانچہ میں نے وہی بات پھر عرض کی، اور رسول اللہ ﷺ نے بھی وہی جواب دیا، پھر فرمایا: ''میں ایک شخص کو دیتا ہوں جبکہ دوسرا شخص مجھے اس کی بہ نسبت زیادہ پسند ہوتا ہے، اس اندیشہ سے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں اوندھے منہ نہ ڈال دیں'' ——— یعنی جو پکا مسلمان ہوتا ہے، اور جس کے دل میں اسلام راسخ ہوتا ہے، جس کے دین و ایمان کے سلسلہ میں مجھے کوئی اندیشہ نہیں ہوتا اس کو نہیں دیتا اور اس کو اس کے ایمان کے حوالے کرتا ہوں، اور جو نیا مسلمان ہوا ہے اور ابھی اس کے دل میں اسلام کا پودا جما نہیں، اس کو دیتا ہوں تاکہ وہ ایمان پر جم

جائے، ایسا نہ ہو کہ وہ الٹے پاؤں پھر جائے اور اپنی عاقبت خراب کرلے۔

دوم: اس میں حجیتِ حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ جو احکامات نبی ﷺ دیں ان کا امتثال ضروری ہے، مأمورات پر عمل اور منہیات سے بچنا ضروری ہے، کیونکہ آیت میں فانتھوا ہے فلا تطلبو انہیں ہے، اور تفسیر کا قاعدہ ہے کہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہے، موردِ کی خصوصیت کا اعتبار نہیں، اور یہ استدلال سبھی حضرات نے کیا ہے، اور آیت کا آخر اس کا قرینہ ہے، فرمایا: —— اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں —— یعنی نبی ﷺ کے احکام کی خلاف ورزی کروگے تو سخت سزا پاؤگے۔

﴿ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ﴾

ترجمہ: اور وطن چھوڑنے والے حاجت مندوں کے لئے ہے، جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے نکالے گئے، وہ اللہ کی مہربانی اور خوشنودی چاہتے ہیں، اور اللہ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ایمان میں سچے ہیں —— یعنی یوں تو اس مال سے عام مسلمانوں کی ضروریات وحوائج متعلق ہیں، لیکن خصوصی طور پر اُن ایثار پیشہ جاں نثاروں اور سچے مسلمانوں کا حق مقدم ہے، جنھوں نے محض اللہ کی خوشنودی اور رسول کی محبت واطاعت میں اپنے گھربار اور مال ودولت سب کو خیرباد کہا، اور بالکل خالی ہاتھ ہوکر وطن سے نکل آئے، تاکہ اللہ ورسول کے کاموں میں آزادانہ مدد کرسکیں (فوائد)

﴿ وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں کے لئے ہے جو: (۱) قرار پکڑے ہوئے ہیں مدینہ میں اور ایمان میں مہاجرین سے پہلے (۲) محبت کرتے ہیں اس سے جو ہجرت کرکے ان کے پاس آتا ہے (۳) اور وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہیں پاتے اس سے جو مہاجرین دیئے جاتے ہیں (۴) اور وہ اپنے سے مقدم رکھتے ہیں، اگرچہ ان کا فاقہ ہو، اور جو شخص طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا گیا: وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں —— یعنی وہ اموال خصوصی طور پر انصار کے لئے بھی ہیں، جن میں چار خوبیاں ہیں:

۱– انصار: مہاجرین کی آمد سے پہلے مدینہ میں سکونت پذیر تھے، اور ایمان وعرفان کی راہوں پر بہت مضبوطی کے

ساتھ مستقیم ہو چکے تھے (فوائد)

۲-لوگ باہر سے آکر بستی میں بسنے والوں کو پسند نہیں کرتے ،مگر انصار: مہاجرین سے محبت کرتے ہیں، وہ ان کو خوش آمدید کہتے ہیں، کہتے ہیں: آئندگانِ رحمت، باشندگانِ زحمت! اور ہر طرح ان کی خدمت کرتے ہیں، حتی کہ اپنے اموال وغیرہ میں مہاجرین کو برابر کا شریک بنانے کے لئے تیار ہیں۔

۳-مہاجرین کو اموالِ فَیْ وغیرہ میں سے نبی ﷺ عنایت فرماتے ہیں، تو انصار تنگ دل نہیں ہوتے ، بلکہ خوش ہوتے ہیں، بنونضیر کے اموال میں سے عام طور پر مہاجرین کو دیا گیا، پس انصار ذرا تنگ دل نہیں ہوئے ، بہت خوش ہوئے۔

۴-انصار: مہاجرین کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں، خود فاقہ سے رہتے ہیں، اور مہمان کو کھلاتے ہیں، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ایک مہمان کو گھر لے گئے، بیوی سے پوچھا: گھر میں کیا کھانا ہے؟ بیوی نے بتایا: صرف بچوں کا کھانا ہے، ہمارے لئے بھی کچھ نہیں، انھوں نے اہلیہ سے کہا: بچوں کو پھسلا کر سلا دو، پھر مہمان کے سامنے کھانا رکھ کر بتّی کو ٹھیک کرنے کے بہانے گل کر دو، اس طرح مہمان کو پیٹ بھر کر کھلایا، اور میاں بیوی اور بچے فاقہ سے رہے، اور یہ کوئی ایک واقعہ نہیں، صحابہ کی سوانح ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے، قرطبی میں اور وہاں سے معارف القرآن میں بہت سے واقعات نقل کئے ہیں۔

پھر آیت کے آخر میں اس چوتھی خصوصیت کے تعلق سے ایک قیمتی بات بیان فرمائی ہے کہ جو خود غرضی سے محفوظ رہا وہ کامیاب رہا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ بخل (روکنا) انسان کی فطرت ہے، اس کے خمیر میں مٹی بھی ہے، جس کا خاصہ امساک ہے، کتنے خزانے زمین میں دفن ہیں، مگر وہ نکالتی نہیں، پس بخیلی تو رہے گی، آدمی بچوں کی خاطر بچا کر رکھتا ہے، مگر طبیعت کی بخیلی بہت بری چیز ہے، ایسا شخص خود غرض کہلاتا ہے، اور چاہو تو مکھی چوس کہہ لو، جو اس سے بچ گیا اس کے وارے نیارے! اور اُس سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ طبیعت پر دباؤ ڈال کر خرچ کرے۔ نفس بخل سے پاک ہوگا، زکات اسی رذیلہ کے علاج کے لئے فرض کی گئی ہے۔

﴿ وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾

ترجمہ: اور ان کے لئے ہے جو ان کے بعد آئے ـــــ یعنی ان مہاجرین وانصار کے بعد عالم وجود میں آئے، یا اُن کے بعد حلقہ اسلام میں آئے، یا مہاجرین سابقین کے بعد ہجرت کر کے مدینہ آئے، والظاهر هو الأول (فوائد) ـــــ

وہ دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے، اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور

ہمارے دلوں میں اہل ایمان کے لئے کوئی کینہ نہ ہونے دے، اے ہمارے رب! بے شک آپ بڑے شفقت فرمانے والے بڑے مہربان ہیں ـــــ یعنی اموالِ فئ آئندہ نسلوں کے لئے بھی ہیں، اسی آیت کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عراق کی زمین مجاہدین میں تقسیم نہیں کی تھی، بلکہ اس پر بیگھہ لگایا تھا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب عراق فتح ہوا تو فوج نے مطالبہ کیا کہ عراق کی ساری زمین ہمیں بانٹ کر دیدی جائے، کیونکہ نبی ﷺ نے خیبر کی زمین مجاہدین کو بانٹ کر دیدی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سلسلہ میں مشورہ کیا اور استخارہ بھی کیا، آخر میں آپ کو شرح صدر ہوا، اور فرمایا: مجھے یہ آیت یاد آئی، اگر میں زمین مجاہدین کو بانٹ دوں تو آنے والی نسلوں کے لئے کیا رہے گا؟ اور خیبر اور عراق میں فرق یہ ہے کہ خیبر میں یہودیوں کو مالکانہ حیثیت سے برقرار نہیں رکھا گیا تھا، بلکہ مزارع کی حیثیت سے باقی رکھا تھا، اس لئے خیبر کی ساری زمین غنیمت تھی، اور عراق میں اصل باشندوں کو مالکانہ حیثیت سے برقرار رکھا تھا، اس لئے میدانِ کارزار (قادسیہ وغیرہ) میں جو کچھ ہاتھ آیا وہ غنیمت تھا، اور وہ فوج کو بانٹ دیا، اور ملک کی زمین کو فئ قرار دیا، جس میں آنے والی نسلوں کا بھی حصہ ہے، اس پر بیگھہ لگایا تاکہ حکومت کی آمدنی ہو، اور آنے والی نسلیں بھی اس سے استفادہ کریں۔

آنے والی نسلوں کی گذرے ہوئے لوگوں سے عقیدت

اس آیت میں آنے والی نسلوں کی گذرے ہوئے لوگوں کے حق میں دو دعائیں ہیں: ایک: اخلاف: اسلاف کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں، دوم: یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے سینوں کو اسلاف کی عداوت سے پاک رکھیں، اہل حق ہمیشہ اسلاف کے حق میں باادب ہوتے ہیں، اور گمراہ فرقوں میں قلّتِ تعبّد اور قلّتِ تأدّب ہوتا ہے، ان کو اللہ کی عبادت سے موت آتی ہے، اور وہ اسلاف کے حق میں دریدہ دہن ہوتے ہیں، رمضان آیا کہ غیر مقلدین آٹھ رکعت تراویح کا فتنہ کھڑا کرتے ہیں، تاکہ بیس رکعتیں نہ پڑھنی پڑیں، یہ قلتِ تعبد ہے، اور اللہ ورسول کے علاوہ کسی کی ذہنی غلامی جائز نہیں، ہر کسی پر بے محابا تنقید کی جاسکتی ہے، اور کرتے ہیں، یہ قلت تأدّب ہے۔ یہ لوگ اس آیت میں غور کریں، اخلاف کا اسلاف کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہئے۔

> گمراہ لوگوں کی علامت: قلّتِ تعبّد اور قلّتِ تأدّب ہے، عبادت سے ان کو موت آتی ہے، اور اسلاف کے حق میں دریدہ دہن ہوتے ہیں، ان کی تعظیم وتوقیر ان کو ایک آنکھ نہیں بھاتی

اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ نَافَقُوۡا يَقُوۡلُوۡنَ لِاِخۡوَانِهِمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَئِنۡ اُخۡرِجۡتُمۡ لَنَخۡرُجَنَّ مَعَكُمۡ وَلَا نُطِيۡعُ فِيۡكُمۡ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنۡ قُوۡتِلۡتُمۡ لَنَنۡصُرَنَّكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ يَشۡهَدُ اِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ ﴿۱۱﴾ لَئِنۡ اُخۡرِجُوۡا لَا يَخۡرُجُوۡنَ مَعَهُمۡ ۚ وَلَئِنۡ قُوۡتِلُوۡا لَا يَنۡصُرُوۡنَهُمۡ ۚ وَلَئِنۡ نَّصَرُوۡهُمۡ لَيُوَلُّنَّ الۡاَدۡبَارَ ثُمَّ لَا يُنۡصَرُوۡنَ ﴿۱۲﴾ لَاَنۡتُمۡ اَشَدُّ رَهۡبَةً فِىۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَوۡمٌ لَّا يَفۡقَهُوۡنَ ﴿۱۳﴾

اَلَمۡ تَرَ	کیا نہیں دیکھا آپ نے	وَّاِنۡ قُوۡتِلۡتُمۡ	اور اگر جنگ کیے گئے تم	نَّصَرُوۡهُمۡ	مدد کی انھوں نے ان کی
اِلَى الَّذِيۡنَ	ان لوگوں کو جنھوں نے	لَنَنۡصُرَنَّكُمۡ	(تو) ضرور مدد کریں	لَيُوَلُّنَّ	(تو) ضرور پھیریں گے وہ
نَافَقُوۡا	منافقت کی		گے ہم تمہاری	الۡاَدۡبَارَ	پیٹھوں کو
يَقُوۡلُوۡنَ	کہتے ہیں	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	ثُمَّ لَا يُنۡصَرُوۡنَ	پھر وہ مدد نہیں کیے
لِاِخۡوَانِهِمُ	اپنے برادروں سے	يَشۡهَدُ	گواہی دیتے ہیں		جائیں گے
الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا	جنھوں نے انکار کیا	اِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ	کہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں	لَاَنۡتُمۡ	البتہ تم
مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ	اہل کتاب سے	لَئِنۡ اُخۡرِجُوۡا	بخدا اگر نکالے گئے وہ	اَشَدُّ رَهۡبَةً	زیادہ سخت ہو ڈر کے
لَئِنۡ اُخۡرِجۡتُمۡ	بخدا اگر نکالے گئے تم	لَا يَخۡرُجُوۡنَ	(تو) نہیں نکلیں گے وہ		اعتبار سے
لَنَخۡرُجَنَّ	(تو) ضرور نکلیں گے ہم	مَعَهُمۡ	ان کے ساتھ	فِىۡ صُدُوۡرِهِمۡ	ان کے سینوں میں
مَعَكُمۡ	تمہارے ساتھ	وَلَئِنۡ قُوۡتِلُوۡا	اور بخدا اگر جنگ کیے گئے وہ	مِّنَ اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ سے
وَلَا نُطِيۡعُ	اور نہیں کہا مانیں گے	لَا يَنۡصُرُوۡنَهُمۡ	(تو) نہیں مدد کریں	ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ	یہ بات بایں وجہ ہے کہ وہ
فِيۡكُمۡ	تمہارے معاملہ میں		گے وہ ان کی	قَوۡمٌ	ایسے لوگ ہیں
اَحَدًا اَبَدًا	کسی کا کبھی بھی	وَلَئِنۡ	اور بخدا اگر	لَّا يَفۡقَهُوۡنَ	جو سمجھتے نہیں

منافقین نے بنونضیر سے مدد کا وعدہ کیا تھا مگر وفا نہیں کیا

جب بنونضیر نے نبی ﷺ کے سر پر بھاری پتھر ڈال کر قتل کا پلان بنایا، اور وحی سے آپؐ کو اطلاع ہوگئی، تو آپؐ تیزی سے اٹھ کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے، اور صحابہ کو بتلایا کہ یہود کا یہ ارادہ تھا، پھر آپؐ نے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ

کوان کے پاس بھیجا اور نوٹس دیا کہ تم لوگ مدینہ سے نکل جاؤ، اب تم یہاں میرے ساتھ نہیں رہ سکتے، تمہیں دس دن کی مہلت دی جاتی ہے، اس نوٹس کے بعد بنونضیر نے جلاوطنی کی تیاری شروع کردی، مگر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے کہلا بھیجا کہ اپنی جگہ برقرار رہو، ڈٹ جاؤ اور گھربار نہ چھوڑو، میرے پاس دو ہزار مردانِ جنگی ہیں، جو تمہاری حفاظت میں جان دیدیں گے اور اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکل جائیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کسی سے ہرگز کوئی سمجھوتہ نہیں کریں گے، اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور بنوقریظہ اور بنوغطفان جو تمہارے حلیف ہیں، وہ بھی تمہاری مدد کریں گے۔ مگر وقت پر منافقین نے دغا دیا، وعدہ وفا نہیں کیا، اور بنونضیر کو جلاوطن ہونا پڑا۔

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَىِٕنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَىِٕنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَىِٕنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَىِٕنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۣ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا نہیں جنھوں نے نفاق کی راہ اختیار کی: وہ اپنے کفار اہل کتاب برادروں سے کہتے ہیں: بخدا! اگر تم نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ نکل جائیں گے ـــــ یعنی تم خود کو اکیلا مت سمجھو، ہم ہر طرح تمہارے ساتھ ہیں ـــــ اور ہم تمہارے معاملہ میں کسی کی کچھ نہیں مانیں گے ـــــ یعنی یہ ہمارا بالکل اٹل اور قطعی فیصلہ ہے ـــــ اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے ـــــ ہمارا جنگی بیڑا تیار کھڑا ہے ـــــ اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ وہ (منافقین) بالکل جھوٹے ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ شاہد (احوال بتلانے والے) ہیں، وہ آئندہ کے احوال بتلاتے ہیں: ـــــ بخدا! اگر وہ نکالے گئے تو منافقین ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے، اور بخدا! اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے، اور بخدا! اگر وہ ان کی مدد کریں گے تو وہ (منافقین) پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، پھر وہ مدد نہیں کئے جائیں گے ـــــ یعنی پھر مسلمان ان کو نہیں بخشیں گے ـــــ بے شک تم لوگوں کا ڈر ان (منافقین) کے دلوں میں اللہ کے ڈر سے بھی زیادہ ہے ـــــ اللہ سے ڈرتے تو نفاق کیوں اختیار کرتے؟ ـــــ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں ـــــ اللہ کی عظمت کو سمجھتے تو مخلص مسلمان ہوتے، ہاں مسلمانوں کی شجاعت سے ڈرتے ہیں اس لئے دوغلی پالیسی اختیار کئے ہوئے ہیں!

لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَاۗءِ جُدُرٍ ۭ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ۭ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ۝ كَمَثَلِ

الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ قَرِیۡبًا ذَاقُوۡا وَبَالَ اَمۡرِہِمۡ ۚ وَلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۵﴾

لَا یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ	نہیں لڑیں گے وہ تم سے	تَحۡسَبُہُمۡ	گمان کرتے ہیں آپ انکو	الَّذِیۡنَ	ان کا جو
جَمِیۡعًا (۱)	دوبدو (اکٹھے)	جَمِیۡعًا (۳)	اکٹھا	مِنۡ قَبۡلِہِمۡ	ان سے پہلے ہوئے
اِلَّا فِیۡ قُرًی	مگر بستیوں میں	وَّ قُلُوۡبُہُمۡ	جبکہ ان کے دل	قَرِیۡبًا	نزدیک ہی
مُّحَصَّنَۃٍ (۲)	قلعہ بند	شَتّٰی	جدا جدا ہیں	ذَاقُوۡا	چکھا انھوں نے
اَوۡ مِنۡ وَّرَآءِ	یا پیچھے سے	ذٰلِکَ	یہ بات	وَبَالَ	وبال
جُدُرٍ	دیواروں کے	بِاَنَّہُمۡ	بایں وجہ ہے کہ وہ	اَمۡرِہِمۡ	ان کی حرکت کا
بَاۡسُہُمۡ	ان کی جنگ	قَوۡمٌ	ایسے لوگ ہیں	وَلَہُمۡ	اور ان کے لئے
بَیۡنَہُمۡ	آپس میں	لَّا یَعۡقِلُوۡنَ	جو عقل نہیں رکھتے	عَذَابٌ	سزا ہے
شَدِیۡدٌ	سخت ہے	کَمَثَلِ	(ان کا حال) جیسا حال	اَلِیۡمٌ	دردناک

بنونضیر کے احوال

اب بنونضیر کے تعلق سے چار باتیں بیان فرماتے ہیں:

۱- بنونضیر: مسلمانوں سے دوبدو نہیں لڑیں گے، قلعہ بند بستیوں سے یا دیواروں کی اوٹ سے لڑیں گے، کیونکہ وہ مسلمانوں سے خوف زدہ ہیں، اس لئے کھلے میدان میں آمنے سامنے جنگ نہیں کریں گے۔

۲- ان کی آپسی لڑائی بڑی تیز ہوتی ہے، مسلمانوں کے مقابلہ میں بھیگی بلّی بن جاتے ہیں۔

۳- وہ بظاہر متفق ومتحد ہیں، مگر ان کے دل اندر سے پھٹے ہوئے ہیں، اگر ان میں عقل ہوتی تو یہ صورت نہ ہوتی، عقلمند جانتے ہیں کہ حقیقی یگانگت باطن کا اتحاد ہے۔

۴- ان کا حال وہی ہوگا جو ان سے پہلے بنوقینقاع کا ہوچکا ہے، ہجرت کے بعد نبی ﷺ نے مدینہ کے یہود اور مشرکین کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا، پھر جب مسلمان بدر کی طرف نکلے تو ایک مسلمان عورت بنوقینقاع کے محلّہ میں دودھ بیچنے گئی، یہودیوں نے شرارت کی اور اسے سربازار ننگا کردیا، عورت چلائی ایک مسلمان موقع پر پہنچ گیا، اس نے طیش میں آکر فسادی یہودی کو قتل کردیا، اس پر یہودی جمع ہوگئے اور اس مسلمان کو مار ڈالا اور اس طرح بلوہ ہوگیا، نبی

(۱) جمیعا: فاعل اور مفعول: دونوں سے حال ہے۔ (۲) مُحَصَّنَة: اسم مفعول: حَصَّنَ الشیئَ: محفوظ کرنا، مادّہ حِصْن: قلعہ۔
(۳) جمیعا: صرف مفعول سے حال ہے۔

ﷺ جب بدر سے لوٹے تو یہودیوں کو واقعہ کی تحقیق کے لئے بلایا، انھوں نے معاہدہ کا کاغذ واپس کر دیا اور جنگ پر آمادہ ہو گئے، ان کی یہ حرکت بغاوت کے مترادف تھی، اس لئے ان کو سزا دی گئی کہ وہ مدینہ چھوڑ دیں، اور خیبر جا بسیں، اس طرح سب سے پہلے بنوقینقاع کو مدینہ سے جلاوطن کیا۔

آیاتِ پاک: ـــــ وہ لوگ (بنونضیر) اکٹھے تم سے نہیں لڑیں گے، مگر قلعہ بند بستیوں سے یا دیواروں کی اوٹ سے، ان کی آپس کی جنگ بڑی سخت ہوتی ہے ـــــ دوبدو لڑتے ہیں، کیونکہ وہ ایک دوسرے سے خائف نہیں، اور مسلمانوں سے خائف ہیں ـــــ آپ ان کو متفق خیال کرتے ہیں، حالانکہ ان کے دل جدا جدا ہیں، یہ بات اس وجہ سے ہے کہ وہ بے عقل لوگ ہیں۔

(ان کا حال) ان لوگوں کے حال جیسا ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوئے ہیں، جنھوں نے اپنی حرکت کا وبال چکھا، اور (آخرت میں) ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْۗءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ اَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝

كَمَثَلِ	(منافقوں کا حال)	قَالَ	کہا اس نے	عَاقِبَتَهُمَا	دونوں کا انجام
	جیسے حال	اِنِّيْ بَرِيْۗءٌ	بیشک میں بے تعلق ہوں	اَنَّهُمَا	کہ دونوں
الشَّيْطٰنِ	شیطان کا	مِّنْكَ	تجھ سے	فِي النَّارِ	دوزخ میں ہونگے
اِذْ قَالَ	جب کہا اس نے	اِنِّيْٓ اَخَافُ	بیشک میں ڈرتا ہوں	خَالِدَيْنِ فِيْهَا	ہمیشہ رہنے والے اس میں
لِلْاِنْسَانِ	انسان سے	اللّٰهَ	اللہ	وَذٰلِكَ	اور یہ
اكْفُرْ	انکار کر	رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ	رب العالمین سے	جَزٰۗؤُا	بدلہ ہے
فَلَمَّا كَفَرَ	پس جب انکار کیا اس نے	فَكَانَ	پس ہوگا	الظّٰلِمِيْنَ	ظالموں کا

منافقین نے ہمت دلا کر بنونضیر کو سولی پر چڑھایا پھر پیچھے ہٹ گئے، جیسے شیطان انسان سے کفر کرا کر پیچھے ہٹ جاتا ہے

منافقوں نے جھوٹے وعدے کر کے بنونضیر کو جنگ کے لئے آمادہ کیا، پھر وہ پیچھے ہٹ گئے، گھروں میں بیٹھ رہے،

پس ان کا حال شیطان کے حال جیسا ہے، شیطان اول انسان کو کفر و معصیت پر ابھارتا ہے، پھر جب انسان اس کے دام میں پھنس جاتا ہے تو صاف کہہ دیتا ہے: میرا تیرا کچھ تعلق نہیں، مجھے اللہ کا ڈر لگتا ہے (وہ یہ بات بھی مکاری سے کہتا ہے) پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دونوں دوزخ میں جاتے ہیں، ایک گمراہ کرنے کی وجہ سے، دوسرا گمراہ ہونے کی وجہ سے —— یہی مثال منافقوں کی بھی ہے، وہ بنو نضیر کو اپنی حمایت و رفاقت کا یقین دلا کر بھرّے پر چڑھاتے رہے، آخر جب وہ مصیبت میں پھنس گئے، آپ الگ ہو بیٹھے، لیکن کیا وہ اس طرح عذاب سے بچ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! دونوں کا ٹھکانا دوزخ ہے

(فوائد) بھرّے پر چڑھانا: جھانسے میں لانا، تعریف کر کے کسی بات پر آمادہ کرنا (فیروز)

آیاتِ پاک: (منافقوں کی مثال) شیطان کی سی مثال ہے: اول تو وہ انسان سے کہتا ہے: کفر اختیار کر، پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو صاف کہہ دیتا ہے: میرا تجھ سے کچھ تعلق نہیں، میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں! —— پس دونوں کا اخروی انجام یہ ہوگا کہ دونوں دوزخ میں جائیں گے، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور ظالموں کی یہی سزا ہے!

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا ٱتَّقُوا ٱللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَٱتَّقُوا ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾ وَلَا تَكُونُوا كَٱلَّذِينَ نَسُوا ٱللَّهَ فَأَنسَىٰهُمْ أَنفُسَهُمْ ۚ أُولَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْفَٰسِقُونَ ﴿١٩﴾ لَا يَسْتَوِىٓ أَصْحَٰبُ ٱلنَّارِ وَأَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ ۚ أَصْحَٰبُ ٱلْجَنَّةِ هُمُ ٱلْفَآئِزُونَ ﴿٢٠﴾ لَوْ أَنزَلْنَا هَٰذَا ٱلْقُرْءَانَ عَلَىٰ جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهُۥ خَٰشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ ٱللَّهِ ۚ وَتِلْكَ ٱلْأَمْثَٰلُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ	اے لوگو جو	مَّا	اس کو جو	خَبِيرٌۢ	باخبر ہیں
ءَامَنُوا	ایمان لائے	قَدَّمَتْ	آگے بھیجا اس نفس نے	بِمَا	ان کاموں سے جو
ٱتَّقُوا ٱللَّهَ	ڈرو اللہ سے	لِغَدٍ	آئندہ کل کے لئے	تَعْمَلُونَ	تم کرتے ہو
وَلْتَنظُرْ	اور چاہئے کہ دیکھے	وَٱتَّقُوا ٱللَّهَ	اور ڈرو اللہ سے	وَلَا تَكُونُوا	اور مت ہوؤ
نَفْسٌ (۱)	نفس (شخص)	إِنَّ ٱللَّهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	كَٱلَّذِينَ	ان لوگوں کی طرح جو

(۱) نفس: مؤنث سماعی ہے۔

نَسُوا اللّٰهَ	بھول گئے اللہ کو	وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ	اور باغ والے	مُتَصَدِّعًا	پھٹنے والا
فَاَنْسٰهُمْ (۱)	پس بھلادی اللہ نے ان کو	اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ	باغ والے	مِّنْ خَشْيَةِ	ڈر سے
اَنْفُسَهُمْ	ان کی جانیں	هُمُ الْفَآىِٕزُوْنَ	ہی کامیاب ہیں	اللّٰهِ	اللہ کے
اُولٰۗىِٕكَ	یہ لوگ	لَوْ اَنْزَلْنَا	اگر اتارتے ہم	وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ	اور عجیب مضامین
هُمُ	ہی	هٰذَا الْقُرْاٰنَ	اس قرآن کو	نَضْرِبُهَا	مارتے ہیں ان کو
الْفٰسِقُوْنَ	نافرمان ہیں	عَلٰي جَبَلٍ	کسی پہاڑ پر	لِلنَّاسِ	لوگوں کے لئے
لَا يَسْتَوِيْٓ	برابر نہیں	لَّرَاَيْتَهٗ	(تو) ضرور دیکھتا تو اس کو	لَعَلَّهُمْ	تاکہ وہ
اَصْحٰبُ النَّارِ	آگ والے	خَاشِعًا	دبنے والا	يَتَفَكَّرُوْنَ	سوچیں

حزب اللہ (مؤمنین) سے خطاب

حزب الشیطان (یہود اور منافقین) کے دنیوی اور اخروی احوال بیان کرنے کے بعد، اب حزب اللہ (مؤمنین) کا ذکر کرتے ہے، ان کے اخروی احوال بیان فرماتے ہیں، دنیوی کامیابی کا ذکر ساتھ ساتھ ہے، اور ان آیتوں میں چار باتیں بیان کی ہیں:

پہلی بات: — **نیکیوں میں بڑھو اور برائیاں گھٹاؤ** — ہر مؤمن کو ہر دن اپنا حساب آڈٹ (AUDIT) کرنا چاہئے، جانچے کہ آئندہ کل کے لئے کیا بر اعمل آگے بھیجا ہے، اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ گناہ کم ہوتے جائیں گے اور نیک کاموں میں اضافہ ہوگا، جیسے تاجر روزانہ شام کو دن بھر کے کاروبار کو سوچتا ہے، تاکہ اگلے دن زیادہ کمائے اور گھاٹے سے بچے — اور پہلے ﴿ اتَّقُوا اللّٰهَ ﴾: اللہ سے ڈرو کا مطلب یہ ہے کہ برائیاں چھوڑو، اور یہ آدھا مضمون ہے، دوسرا آدھا مضمون فہم سامع پر اعتماد کر کے چھوڑ دیا ہے، اور وہ ہے: أطيعوا الله: اللہ کی اطاعت کرو، یعنی نیکیوں میں آگے بڑھو — اور آئندہ کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے: یعنی کیا گناہ کئے ہیں، گناہوں کو یاد رکھنا ضروری ہے، تاکہ ان سے بچے اور جو ہوگئے ہیں ان سے توبہ کرے، نیکیوں کو یاد رکھنا ضروری نہیں، نیکی کر دریا میں ڈال! — اور آئندہ کل سے مراد قیامت کا دن ہے، اس کو آئندہ کل اس لئے کہا کہ اس کا آنا یقینی ہے، جیسے آئندہ کل کا آنا یقینی ہے، اور قربِ قیامت کی طرف بھی اشارہ ہے، آئندہ کل کی طرح قیامت قریب ہے — اور دوسرے ﴿ اتَّقُوا اللّٰهَ ﴾ کا تعلق حساب جانچنے سے ہے، حساب جانچنے میں آدمی نفس کو دھوکہ دیتا ہے، برائیاں کرتا رہتا ہے اور خود کو پرہیزگار سمجھتا ہے، اس لئے فرمایا کہ اعمال کی

(۱) أنفسهم: ان کی جانیں: یعنی اپنی بھلائی کا خیال نہ رہا۔

پڑتال میں اللہ سے ڈرو، اللہ کو تمہارے سب اعمال کی خبر ہے، تم اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

دوسری بات: — اللہ کو بھولو گے تو اپنا نقصان کرو گے — جو لوگ اللہ کو بھول جاتے ہیں وہ گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور طاعات میں کوتاہی کرنے لگتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی ذوات کا خیال بھلا دیتے ہیں، ان کو اپنے نفع نقصان کی بھی خبر نہیں رہتی، یہی لوگ بدکار ہیں، ان کو دوزخ میں جانا پڑے گا، کھرے مؤمن کو ایسا نہیں ہونا چاہئے، اللہ کو یاد رکھے، اور آخرت کی تیاری میں لگے، اپنا نقصان نہ کرے۔

تیسری بات: — اہل جنت اور اہل نار میں موازنہ — آگ والے اور باغ والے برابر نہیں ہوسکتے، اس حقیقت کو سمجھو، کامیاب باغ والے ہیں، اور گھاٹے میں آگ والے رہیں گے، پس کامیابی کے راستہ پر پڑو اور خسارے کے راستہ سے بچو۔

چوتھی بات: قرآنِ کریم جنت کا راستہ دکھاتا ہے، اس کا اثر قبول کرو — بے حس مت بنو، افسوس ہے کہ آدمی کے دل پر قرآن کا اثر نہیں ہوتا، جبکہ قرآنِ کریم ایسا پُر تاثیر ہے کہ وہ پہاڑ جیسی سخت مخلوق پر اتارا جاتا تو وہ بھی متکلم کی عظمت کے سامنے دب جاتا، مارے خوف کے پھٹ جاتا، مگر انسان ہے کہ اس سے کوئی سبق نہیں لیتا۔

آیاتِ پاک: — اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو — گناہ چھوڑو اور طاعات میں بڑھو — اور چاہئے کہ ہر شخص جانچ لے کہ اس نے آئندہ کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے — یعنی گناہوں کو یاد کرے اور ان سے توبہ کرے — اور اللہ سے ڈرو، بے شک اللہ کو تمہارے کاموں کی سب خبر ہے — یعنی اعمال کی جانچ صحیح کرو، نفس کو دھوکہ مت دو۔

اور تم لوگ ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جو اللہ کو بھول گئے — کافر اور بدکار مراد ہیں — پس اللہ نے ان کو ان کی جانیں بھلا دیں — یعنی ان کو اپنے نفع نقصان کا بھی خیال نہ رہا — یہی لوگ نافرمان ہیں! — گناہوں کا ارتکاب یہی لوگ کرتے ہیں — آگ والے اور باغ والے برابر نہیں ہوسکتے، باغ والے ہی کامیاب ہیں!

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے — اور اس کو عقل وفہم دیتے — تو تو اس کو دیکھتا سہما ہوا پھٹا ہوا اللہ کے ڈر سے — یعنی قرآن اتنا قوی التاثیر ہے، مگر کافر کا سخت دل اس کا کوئی اثر قبول نہیں کرتا — اور یہ عجیب مضامین ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں — اور ہدایت کا راستہ اختیار کریں — یہ کلام کی عظمت کا ذکر ہے، آگے متکلم کی عظمت ورفعت کا بیان ہے، کہتے ہیں: بادشاہوں کا کلام: کلام کا بادشاہ ہوتا ہے!

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿٢٢﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ

الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ع

هُوَ	وہ (متکلم)	لَآ اِلٰهَ	کوئی معبود نہیں	هُوَ اللّٰهُ	وہ (متکلم) اللہ ہیں
اللّٰهُ	اللہ ہیں	اِلَّا هُوَ	مگر وہی	الْخَالِقُ	(مثال سے) پیدا کرنے والا
الَّذِيْ	جو	اَلْمَلِكُ	بادشاہ	الْبَارِئُ (۳)	(بے مثال) پیدا کرنے والا
لَآ اِلٰهَ	کوئی معبود نہیں	الْقُدُّوْسُ	تمام عیوب سے پاک	الْمُصَوِّرُ	صورتیں بنانے والا
اِلَّا هُوَ	مگر وہی	السَّلٰمُ	ہر نقصان سے محفوظ	لَهُ الْاَسْمَاۗءُ	ان کے لئے نام ہیں
عٰلِمُ	جاننے والے	الْمُؤْمِنُ	عذاب سے پناہ دینے والا	الْحُسْنٰى (۴)	اچھے اچھے
الْغَيْبِ	بن دیکھی چیزوں کے	الْمُهَيْمِنُ (۲)	نگہبان (قابض)	يُسَبِّحُ	پاکی بولتی ہیں
وَالشَّهَادَةِ (۱)	اور دیکھی ہوئی چیزوں کے	الْعَزِيْزُ	زبردست	لَهٗ	ان کی
هُوَ الرَّحْمٰنُ	وہ نہایت مہربان	الْجَبَّارُ	بگڑی بنانے والا	مَا فِي السَّمٰوٰتِ	جو آسمانوں میں ہیں
الرَّحِيْمُ	بڑے رحم والے ہیں	الْمُتَكَبِّرُ	بڑی عظمت والا	وَالْاَرْضِ	اور زمین میں ہیں
هُوَ	وہ (قرآن نازل کرنے والے)	سُبْحٰنَ اللّٰهِ	پاک ہیں اللہ	وَهُوَ	اور وہ
اللّٰهُ	اللہ ہیں	عَمَّا يُشْرِكُوْنَ	ان سے (جن کو) شریک	الْعَزِيْزُ	زبردست
الَّذِيْ	جو		ٹھہراتے ہیں لوگ	الْحَكِيْمُ	بڑی حکمت والے ہیں

قرآنِ کریم عظیم الشان اللہ کا کلام ہے اس لئے وہ باعظمت پُر تاثیر ہے

گذشتہ آیت میں تھا کہ قرآنِ کریم پُر تاثیر کلام ہے، اب اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اور اللہ تعالیٰ محمود الصفات جلیل الشان ہیں، اور متکلم کا اثر کلام میں آتا ہے: كلامُ المُلوكِ ملوكُ الكلام: بادشاہوں کا کلام: کلام کا بادشاہ ہوتا ہے یعنی اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے، پس مَلِكُ الأملاك: شاہوں کے شاہ کا کلام سب سے بہتر ہونا ہی چاہئے۔

(۱) الغیب: چھپی، الشهادة: کھلی: یہ انسانوں کے تعلق سے ہے، اللہ کے لئے کوئی چیز چھپی نہیں (۲) هَيْمَنَ: حفاظت کرنا، قابض و متصرف ہونا (۳) خَلَقَ اور بَرَأَ کے معنی قریب ہیں، فرق کی طرف ترجمہ میں اشارہ کیا ہے (۴) اسمائے حسنیٰ کی تفصیل ہدایت القرآن، سورۃ الاعراف (آیت ۱۸۰) کی تفسیر میں ہے۔

صرف قرآن اللہ کا کلام ہے: یہ بات جان لیں کہ سو سے زیادہ اللہ کی کتابیں نازل ہوئی ہیں، مگر وہ سب اللہ کی کتابیں تھیں، کلام نہیں تھیں، کلام یا تو فرشتہ کا تھا یا پیغمبر کا، جیسا کہ حدیثوں کا حال ہے، وہ رسول اللہ ﷺ کا کلام ہیں، اللہ کا کلام صرف قرآنِ کریم ہے، جس میں جبرئیل علیہ السلام کا کوئی دخل ہے نہ نبی ﷺ کا، اسی لئے اس میں تحریف ممکن نہیں: ﴿وَاتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ﴾: اور آپؐ پڑھا کریں اپنے رب کی اس کتاب کو جو آپؐ کے پاس وحی کے ذریعہ بھیجی جارہی ہے، اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا [الکہف ۲۷] اور گذشتہ کتابوں میں تحریف ممکن ہوئی، اس لئے کہ وہ اللہ کا کلام نہیں تھیں، جیسے حدیثوں میں موضوع حدیثیں لوگوں نے داخل کردیں، مگر قرآن کا زبر زیر اِدھر اُدھر نہیں ہوا (اور یہ بات حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ نے براہین قاسمیہ میں بیان کی ہے، جس کا پرانا نام ''جواب ترکی بہ ترکی'' ہے، اور میں نے ان کی عبارت تحفۃ القاری جلد نہم کے شروع میں نقل کی ہے، حضرت کی بات بہت مدلل ہے، اس کی مراجعت کریں)

ان آیات کی فضیلت: اِن تین آیات کی فضیلت میں ترمذی شریف میں حدیث ہے:

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے تین مرتبہ کہا جب اس نے صبح کی: أعوذ باللّٰہِ السَّمِيعِ العَلِيْمِ، مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ: پھر اس نے سورۃ الحشر کی آخری تین آیتیں پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتوں کو لگاتے ہیں جو اس پر درود بھیجتے ہیں، یعنی اس کے لئے دعائے رحمت کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ شام کرتا ہے، اور اگر وہ اس دن میں مرگیا تو شہید ہونے کی حالت میں مرتا ہے، اور جو شخص ان کو پڑھتا ہے جب وہ شام کرتا ہے تو وہ بھی اسی مرتبہ میں ہوتا ہے:

آیاتِ پاک کا خلاصہ: ان آیات میں معبودیت کو اللہ کی ذات میں منحصر کرکے اللہ تعالیٰ کے پندرہ اسمائے حسنی بیان کئے ہیں، پھر فرمایا ہے کہ اللہ کے اور بھی (بے شمار) اچھے اچھے نام ہیں، اللہ کے وہ پندرہ نام یہ ہیں:

اللّٰہ: تو اسم علَم (خاص نام) ہے، جو واجب الوجود کی ذات کے ساتھ خاص ہے، کسی اور پر اس کا اطلاق نہیں ہوسکتا، اس وجہ سے یہ نام سب سے افضل واعلیٰ ہے، اور بعض کے نزدیک یہ اسم اعظم ہے۔

۱—عَالِمُ الغیب والشھادۃ: چھپے کھلے کو جاننے والا: بندوں کے لئے جو چیزیں بن دیکھی ہیں ان کو بھی اللہ جانتے ہیں۔

۲و۳—الرحمان الرحیم: نہایت مہربان، بڑے رحم والے: دونوں رحمت سے بنے ہیں، رحمت کے معنی ہیں: مصیبت زدہ کو دیکھ کر دل کا نرم ہونا، اور اس پر انعام واحسان فرمانا، اور اللہ کے ناموں میں مبادی کا اعتبار نہیں، غایات کا

اعتبار ہے، پس دونوں مبارک نام: انعام واحسان فرمانے کے اعتبار سے ہیں —— اور مبانی کی کثرت معانی کی کثرت پر دلالت کرتی ہے، رحمان: میں پانچ حروف ہیں اور رحیم میں چار، اس لئے الرحمٰن میں معنی زائد ہیں، اور دنیا اور آخرت دونوں کی رحمت کو شامل ہے، یا کہیں کہ مؤمن وکافر: دونوں پر مہربانی کو شامل ہے، اور صرف اللہ کے ساتھ مخصوص ہے، اور الرحیم آخرت کے اعتبار سے ہے، آخرت میں رحمت مؤمنوں کے لئے خاص ہوگی۔

۴-المَلِك: بادشاہ (حقیقی) دونوں جہاں جس کے قبضۂ قدرت میں ہیں، جو بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔

۵-القُدُّوس: صیغۂ مبالغہ: بہت پاک، تمام عیوب سے منزّہ، قَدُسَ (ک) قُدْسا: پاک ہونا، بےعیب ہونا۔

۶-السَّلام: مصدر ہے، مبالغۃً ذات باری کو متصف کیا گیا ہے، جیسے زید عدل: زید انصاف ہے، سَلِمَ منه (س) سَلَامًا: عیب وغیرہ سے پاک صاف ہونا، صحیح سالم، تمام نقصان سے محفوظ۔

۷-المُؤْمِن: اسم فاعل: امن دینے والا، یہ معنی جب ہیں جب مأخذ أمان ہو اور مأخذ إیمان ہو تو معنی ہونگے: مُصَدِّق: یعنی ایمانداروں کے ایمان کو بارآور کرنے والا۔

۸-المُهَيْمِن: اسم فاعل: نگہبانی کرنے والا، حفاظت کرنے والا، هَيْمَنَ هَيْمَنَةً: نگہبانی کرنا، بایں معنی قرآنِ کریم بھی سابقہ کتابوں کا مُهَيْمِن ہے۔

۹-العزیز: زبردست، غالب، قوی، قاہر، اصل میں عزیز اس کو کہتے ہیں جس کی بارگاہ میں آسانی سے پہنچنا ممکن نہ ہو، عَزَّ (ض) عِزًّا: طاقت ور ہونا، صاحبِ عزت ہونا۔

۱۰-الجَبَّار: صیغۂ مبالغہ: اس کے دو معنی ہیں: (۱) خرابی کو دور کرنے والا، بگڑی بنانے والا، جَبَرَهُ (ن) جَبْرًا: درست کرنا، اسی سے جبیرۃ ہے: شکستہ ہڈی پر باندھی جانے والی لکڑی یا پٹی (۲) بڑے دباؤ والا، جَبَرَ (ن) فلانا علی الأمر: کسی کو کسی کام پر مجبور کرنا۔

۱۱-المتکبر: اسم فاعل: بڑی عظمت وبزرگی والا، تکَبَّرَ تکَبُّرًا: بڑا بننا۔

۱۲-الخالق: اسم فاعل: پیدا کرنے والا، اور جب البارئ کے ساتھ ہو تو مادہ سے یا مثال سے پیدا کرنے والا۔

۱۳-البارئ: اسم فاعل: پیدا کرنے والا، اور جب الخالق کے ساتھ ہو تو بغیر مادہ کے یا بغیر مثال کے پیدا کرنے والا، بَرَأَ اللہ (ف) بَرْءً: پیدا کرنا۔

۱۴-المُصَوِّر: اسم فاعل: صورت بنانے والا، اجناس کی انواع کی، اصناف کی اور افراد کی الگ الگ صورتیں

بنانے والا۔

۱۵-الحکیم حکمت والا، دانشمند، حکمت: دانائی: یعنی ہر کام کسی مصلحت سے کرنے والا۔

آیاتِ پاک: — وہ اللہ ہیں — قرآنِ کریم انہیں کا کلام ہے — ان کے سوا کوئی معبود نہیں — وہی برحق معبود ہیں، ان کے سوا سب ہیچ ہیں — (۱) وہ چھپی کھلی چیزوں کے جاننے والے (۲) نہایت مہربان (۳) بڑے رحم والے ہیں۔

وہ اللہ ہیں — قرآن انہیں کا کلام ہے — ان کے سوا کوئی (برحق) معبود نہیں — یہ تکرار نہیں، بلکہ قرآن کا اسلوب ہے وہ تمہید لوٹا کر دوسری بات کہتا ہے — (۴) بادشاہ (۵) پاکیزہ (۶) سالم (۷) امن دینے والا (۸) نگہبان (۹) زبردست (۱۰) شکستگی ٹھیک کرنے والا (۱۱) بڑی عظمت والا ہے، اللہ تعالیٰ لوگوں کے شرک سے پاک ہیں، وہ اللہ — جن کا کلام قرآنِ کریم ہے، یہاں تمہید نہیں لوٹائی، کیونکہ سابقہ کلام دو ہی مرتبہ لوٹانے کی نظیر ہے، البتہ لاحقہ کلام ۳۱ مرتبہ سورۃ الرحمان میں لوٹایا ہے — (۱۲) خالق (۱۳) موجد (۱۴) صورت بنانے والا — ان کے لئے اچھے اچھے (غیر متناہی) نام ہیں، ان کی پاکی بیان کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور وہ زبردست (۱۵) حکمت والے ہیں۔

۵ شعبان ۱۴۳۷ھ = ۱۳ مئی بروز جمعہ ۲۰۱۶ء



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الممتحِنۃ

ممتحنہ: حا پر زبر یا زیر: اول: اسم مفعول واحد مؤنث، اور ثانی: اسم فاعل، واحد مؤنث، اشہر اول اور ثانی جائز۔
اسم مفعول کے معنی ہیں: آزمائی ہوئی عورت، جانچی ہوئی عورت، امتحان کی ہوئی عورت، جو عورت مسلمان ہوکر ہجرت کرکے مدینہ آئی اور اس کا امتحان کیا گیا کہ واقعی وہ مسلمان ہوکر آئی ہے یا کسی اور غرض سے ہجرت کرکے آئی ہے، اس صورت میں ممتحنہ: مہاجرہ کی صفت ہوگی ـــــ اور آیت دس میں ﴿ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ﴾ آئے گا، یعنی ہجرت کرکے آنے والی عورتوں کو جانچو، امتحان لو، پھر آیت بارہ میں بیعت کی دفعات ہیں، جن کے ذریعہ امتحان کیا جاتا تھا، جو ان باتوں کا اقرار کرتی وہ مسلمان قرار پاتی، اس صورت میں ممتحنہ: سورت کی صفت ہوگی، یعنی امتحان لینے والی سورت، جس میں مذکور دفعات کے ذریعہ امتحان کیا جائے۔

ربط: گذشتہ سورت میں حزب الشیطان (یہود ومنافقین) کی ناکامی اور حزب اللہ (مؤمنین) کی کامیابی دکھائی تھی، اب اس سورت میں حزب اللہ کی کامیابی کے لئے منفی پہلو سے ایک شرط عائد کرتے ہیں کہ اللہ کا لشکر اس وقت کامیاب ہوگا جب وہ دشمن سے دوستانہ تعلق نہ رکھے، ورنہ رنگ میں بھنگ پڑسکتا ہے ـــــ پھر آئندہ سورت (سورۃ الصف) میں مثبت پہلو سے شرط عائد کریں گے کہ اللہ کا لشکر اس وقت کامیاب ہوگا جب وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد ہوکر لڑے تو کامیابی قدم چومے گی، اور قرآن کا اسلوب ہے کہ جب وہ کوئی بات لیتا ہے تو اس کو ممکن حد تک بڑھاتا ہے، پس سورت کا موضوع تو منفی شرط کا بیان ہے، اور اسی سے سورت کا آغاز ہوا ہے، پھر آگے متعلقات کا بیان ہے۔

کفار کے ساتھ معاملات کے احکام:

کفار کے ساتھ تین قسم کے معاملات ہوتے ہیں:

۱– موالات: یعنی دوستی، یہ کسی حال میں جائز نہیں، کہتے ہیں: المرء علی دین خلیلہ: آدمی دوست کا مذہب قبول کرلیتا ہے، اور جنگی حالات میں تو دشمن سے دوستی خطرناک ہے۔

۲– مدارات: یعنی رکھ رکھاؤ، ظاہری خوش خلقی، یہ تین حالتوں میں جائز ہے: ایک: دفع ضرر کے لئے، دوم: کافر کی

دینی مصلحت کے لئے یعنی توقع ہدایت کے لئے، سوم: اکرام ضیف کے طور پر، اور اپنی مصلحت ومنفعت مال وجان کے لئے درست نہیں۔

۳-مواسات: غم خواری، احسان ونفع رسانی اہل حرب کے ساتھ ناجائز ہے، اور غیر اہل حرب کے ساتھ جائز ہے۔

مکہ مکرمہ فتح کرنا کیوں ضروری تھا؟

مکہ مکرمہ میں کعبہ شریف تھا، وہ توحید کا مرکز تھا، اور وہاں کافروں کی حکومت تھی، اور دنیا میں کافروں کی حکومت ہوسکتی ہے، جیسے اسلامی ملک میں غیر مسلم شہری ہوسکتے ہیں، مگر مکہ مکرمہ کو فتح کرنا ضروری تھا، عربوں کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں کہ مکہ پر کون قابض ہے؟ وہی برحق ہے، اسی کا دین سچا ہے، اس لئے حق کا بول بالا کرنے کے لئے اس پر قبضہ ضروری تھا—— مگر اس پر قبضہ آسان نہیں تھا، کفار ایڑی چوٹی کا زور لگائیں گے اور مکہ کو ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے، وہ احزاب کو اکٹھا کرلیں گے اور خون کا آخری قطرہ بھی بہادیں گے —— اس لئے جب مکہ والوں نے صلح حدیبیہ کو توڑ دیا، اور فتح مکہ کا وقت آگیا تو نبی ﷺ نے دو باتوں کا اہتمام کیا: ایک: دس ہزار قدسیوں کا لشکر جرار لے کر آپؐ بڑھے، معمولی لشکر کے ساتھ روانہ نہیں ہوئے، کیونکہ جنگ کا پورا خطرہ تھا۔ دوم: خبروں کو اندھا کرنے کا اہتمام کیا، اور اس کے لئے خاص دعا کی، تاکہ اچانک مکہ والوں کے سر پر پہنچ جائیں، ان کو کانوں کان خبر نہ ہو اور مکہ کو جالیں، تاکہ حرم کی حرمت کم سے کم پامال ہو، ورنہ مکہ میں کشتوں کے پشتے لگ جاتے، اور خواب شاید شرمندۂ تعبیر نہ ہوتا۔

اللہ نے خبر کو لیک ہونے سے بچالیا:

نبی ﷺ نے خواص کو اپنا ارادہ بتلایا تھا، اور خبروں کو روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کی تھی، تاہم حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کے نام خط لکھا کہ آپؐ مکہ کی تیاری کررہے ہیں، اور ایک عورت کے ہاتھ یہ خط روانہ کیا، اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بذریعہ وحی اس کی اطلاع دی، آپؐ نے چند صحابہ کو روانہ کیا کہ روضۂ خاخ میں تمہیں ایک اونٹ سوار عورت ملے گی، اس کے پاس مشرکین مکہ کے نام حاطب کا خط ہے وہ لے آؤ، وہ خط لایا گیا، مگر حضرت حاطبؓ کو کوئی سزا نہیں دی گئی، کیونکہ وہ بدنیتی سے نہیں لکھا گیا تھا، غلط فہمی سے لکھا گیا تھا، اور وہ بدری صحابی تھے، اس لئے ان سے درگذر کیا گیا، سورت کے شروع میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔



(۶۰) سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ (۹۱)
اٰيَاتُهَا ۱۳ — رُكُوْعَاتُهَا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ۝۱ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝۲ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚۛ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚۛ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۳

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے لوگو جو	مِّنَ الْحَقِّ	سچے دین سے	فِيْ سَبِيْلِيْ	میرے راستہ میں
اٰمَنُوْا	ایمان لائے	يُخْرِجُوْنَ	نکالتے ہیں وہ	وَابْتِغَآءَ	اور ڈھونڈھنے کے لئے
لَا تَتَّخِذُوْا	مت بناؤ تم	الرَّسُوْلَ	اللہ کے رسول کو	مَرْضَاتِيْ	میری خوشنودی
عَدُوِّيْ	میرے دشمن کو	وَاِيَّاكُمْ	اور تم کو	تُسِرُّوْنَ	چھپا کر بھیجتے ہو تم
وَعَدُوَّكُمْ	اور تمہارے دشمن کو	اَنْ	ان وجہ سے کہ	اِلَيْهِمْ	ان کی طرف
اَوْلِيَآءَ	دوست	تُؤْمِنُوْا	ایمان لائے تم	بِالْمَوَدَّةِ	محبت
تُلْقُوْنَ	ڈالتے ہو تم	بِاللّٰهِ	اللہ پر	وَاَنَا اَعْلَمُ	اور میں خوب جانتا ہوں
اِلَيْهِمْ	ان کی طرف	رَبِّكُمْ	جو تمہارے پروردگار ہیں	بِمَآ اَخْفَيْتُمْ	جس کو تم چھپاتے ہو
بِالْمَوَدَّةِ	محبت	اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	وَمَآ اَعْلَنْتُمْ	اور جس کو تم ظاہر کرتے ہو
وَقَدْ كَفَرُوْا	اور تحقیق انکار کیا انھوں نے	خَرَجْتُمْ	نکلے	وَمَنْ يَّفْعَلْهُ	اور جو کرے گا اس کام کو
بِمَا جَآءَكُمْ	اس کا جو تمہارے پاس آیا	جِهَادًا	لڑنے کے لئے	مِنْكُمْ	تم میں سے

فَقَدْ ضَلَّ	پس بالیقین گمراہ ہوگیا وہ	وَ اَلْسِنَتَهُمْ	اور اپنی زبانیں	يَفْصِلُ	جدائی کریں گے (فیصلہ
سَوَآءَ السَّبِيْلِ	سیدھے راستہ سے	بِالسُّوْٓءِ	برائی کے ساتھ		کریں گے) وہ
اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ (۱)	اگر پالیں وہ تم کو	وَ وَدُّوْا	اور تمنا کریں گے	بَيْنَكُمْ	تمہارے درمیان
يَكُوْنُوْا لَكُمْ	ہونگے تمہارے لئے	لَوْ تَكْفُرُوْنَ	کاش کافر ہوجاؤ تم	وَ اللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
اَعْدَآءً	دشمن	لَنْ تَنْفَعَكُمْ	ہرگز کام نہیں آئیں گے	بِمَا	ان کاموں کو جو تم
وَّ يَبْسُطُوْٓا	اور پھیلائیں گے	اَرْحَامُكُمْ	تمہارے رشتہ دار	تَعْمَلُوْنَ	کرتے ہو
اِلَيْكُمْ	تمہاری طرف	وَلَآ اَوْلَادُكُمْ	اور نہ تمہاری اولاد	بَصِيْرٌ	خوب دیکھنے والے ہیں
اَيْدِيَهُمْ	اپنے ہاتھ	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ	قیامت کے دن	۞	۞

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بے حد مہربان نہایت رحم والے ہیں

شانِ نزول: جب نبی ﷺ نے فتح مکہ کے لئے چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے جو بدری صحابی ہیں، اور یمن کے رہنے والے تھے، اور مکہ میں آبسے تھے، اور ان کے بھائی، والدہ، اولاد، اہل وعیال اور اموال اب تک مکہ میں تھے: انھوں نے اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا کہ رسول اللہ ﷺ تم پر چڑھائی کرنے والے ہیں، اور یہ خط ایک عورت کو دیا جو مکہ جارہی تھی، آپؐ کو وحی سے اس کی اطلاع ہوگئی، آپؐ نے حضرت علی اور چند صحابہ کو بھیجا کہ فلاں جگہ ایک عورت ملے گی، اس سے خط لے آؤ، وہ عورت ملی، اس کو دھمکایا تو اس نے چوٹی سے نکال کر خط دیا، جب خط آیا تو آپؐ نے حاطبؓ سے پوچھا: یہ کیا حرکت ہے؟ انھوں نے جواب دیا: میں مرتد نہیں ہوا، نہ مخالفتِ اسلام کے سبب یہ خط لکھا ہے، بلکہ اس لئے لکھا ہے کہ میرے اہل وعیال اور اموال مکہ میں ہیں، میں نے سوچا کہ اسلام کا تو اس سے کوئی ضرر نہ ہوگا، وہ تو غالب ہوکر رہے گا، اور میرا مکہ والوں پر ایک احسان ہوجائے گا، وہ اس کے بدل میرے اہل وعیال اور اموال کی حفاظت کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جو حضور کے زمانہ میں جلاّد (سزا دینے والے) تھے قتل کی اجازت چاہی، آپؐ نے فرمایا: یہ بدری ہیں، اور اللہ نے اہل بدر کے گناہ معاف فرمادیئے ہیں، اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ ﴾: اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ —— کفار سے موالات کا حکم ابھی سورت کی تمہید میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ مطلقاً (کسی بھی صورت میں) جائز نہیں، اور مسلمانوں میں جو گمراہ فرقے ہیں ان کے ساتھ موالات کا بھی یہی حکم ہے، جو فرقے دائرہ

(۱) ثَقِفَ (س) ثَقَفًا الشیئ: کوشش کے بعد پالینا، قابو پانا۔ ثَقِفَ العلم: ماہر ہونا، مُثَقَّف: مہذب، تعلیم یافتہ۔

اسلام سے خارج ہیں وہ تو کفار کے حکم میں ہیں، اور جو دائرہ اسلام میں ہیں مگر گمراہ ہیں: ان سے بھی دور کی صاحب سلامت اچھی! ان سے بھی دینی ضرر کا اندیشہ ہے۔

﴿ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ﴾: تم ان کی طرف دوستی (نامہ) ڈالتے ہو، حالانکہ وہ اس برحق دین کے منکر ہیں جو تمہارے پاس آیا ہے ـــــ اس لئے وہ اللہ کے دشمن ہوئے اور تمہارے بھی دشمن ہوئے، اور دشمن سے دوستانہ مراسم ایمان والوں کو زیب نہیں دیتے۔

﴿ یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِیَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ﴾: وہ اللہ کے رسول کو اور تم کو شہر بدر کر چکے ہیں، اس وجہ سے کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لائے ہو ـــــ یعنی اس سے بڑی دشمنی اور ظلم کیا ہوگا؟ پھر بھی تم ایسوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہو!

﴿ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِیْ ﴾: اگر تم اپنے گھروں سے نکلے ہو میرے راستہ میں لڑنے کے لئے، اور میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ـــــ یعنی مکہ والے تو تمہارے دشمن ہیں، انہی کے ساتھ تمہاری لڑائی ہے، پھر انہی دشمنوں کے ساتھ دوستی گانٹھنے کا کیا مطلب؟ کیا ان کو راضی کر کے اللہ کو ناراض کرنا چاہتے ہو؟

﴿ تُسِرُّوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَاۤ اَخْفَیْتُمْ وَمَاۤ اَعْلَنْتُمْ ﴾: تم چپکے سے ان کی طرف دوستی (نامہ) بھیجتے ہو، حالانکہ میں خوب جانتا ہوں ان باتوں کو جو تم چھپا کر کرتے ہو، اور ان باتوں کو جو تم علانیہ کرتے ہو ـــــ یعنی اللہ سے کیا بات چھپی ہے؟ دیکھو تم نے خفیہ نامہ روانہ کیا، مگر اللہ نے اپنے رسول کو مطلع کر دیا، پس یہ تم نے حماقت کی یا نہیں؟

﴿ وَمَنْ یَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ۝ ﴾: اور جو شخص تم میں سے یہ حرکت کرے گا وہ یقیناً راہ راست سے بھٹک گیا ـــــ یہ حرکت: یعنی دشمن سے ساز باز...... سیدھے راستہ: یعنی جنت کے راستہ سے...... بھٹک گیا: یعنی اب جائے گا سیدھا جہنم میں!

﴿ اِنْ یَّثْقَفُوْكُمْ یَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّیَبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: اگر ان (کفار) کو تم پر دسترس حاصل ہو جائے تو وہ تمہارے دشمن ہونگے، اور تمہاری طرف بدنیتی سے دست درازی اور زبان درازی کریں گے، اور تمنا کریں گے کہ تم کافر ہو جاؤ ـــــ یعنی ان کافروں سے بحالتِ موجودہ کسی بھلائی کی امید مت رکھو، خواہ تم کتنی ہی رواداری اور دوستی کا اظہار کرو گے وہ کبھی مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے، باوجود انتہائی رواداری کے اگر تم پر ان کا قابو ہو جائے تو کسی قسم کی برائی اور دشمنی سے درگذر نہ کریں، زبان سے ہاتھ سے ہر طرح ایذا پہنچائیں، اور یہ چاہیں کہ جیسے خود صداقت کے منکر ہیں کسی طرح تم کو بھی منکر بنا ڈالیں، کیا ایسے شریر اور بد باطن اس

لائق ہیں کہ ان کو دوستانہ پیغام بھیجا جائے؟ (فوائد)

﴿لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾: ترجمہ: ہرگز تمہارے کام نہیں آئیں گے تمہارے رشتہ دار اور نہ تمہاری اولاد قیامت کے دن، جدائی کردیں گے اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان، اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب جانتے ہیں ـــــ یعنی حاطبؓ نے وہ خط اپنے اہل وعیال کی خاطر لکھا تھا، اس پر تنبیہ فرمائی کہ اولاد اور رشتہ دار قیامت کے دن کچھ کام نہ آئیں گے، کیونکہ وہ کافر ہیں، اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان کے درمیان جدائی کردیں گے، ان کو جہنم رسید کریں گے اور تمہیں جنت نشیں! پھر ایسے ناہنجاروں (نالائقوں) کے لئے اپنی آخرت کیوں برباد کرتے ہو ـــــ دوسرا ترجمہ: اللہ فیصلہ فرمائیں گے، تمہارے لئے جنت کا اور ان کے لئے جہنم کا، پھر تم ان کی خاطر اپنی آخرت کیوں تباہ کررہے ہو۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝ ع

قَدْ كَانَتْ	بالتحقیق تھا	فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ	ابراہیم میں	لِقَوْمِهِمْ	اپنی برادری سے
لَكُمْ	تمہارے لئے	وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ	اور ان میں جو ان کے ساتھ ہیں	اِنَّا بُرَءٰٓؤُا (۲)	بے شک ہم بیزار ہیں
اُسْوَةٌ (۱)	نمونہ			مِنْكُمْ	تم سے
حَسَنَةٌ	اچھا	اِذْ قَالُوْا	جب کہا انھوں نے	وَمِمَّا	اور ان سے جن کو

(۱) أسوۃ: نمونۂ عمل، چال، ڈھنگ، نمونہ اچھا بھی ہوتا ہے اور برا بھی، منفعت رساں بھی، اور مضرت رساں بھی (راغب)
(۲) بُرَآء: بَرِیّ کی جمع، جیسے ظَرِیف کی جمع ظُرَفَاء: بیزار، بے تعلق۔

تَعْبُدُوْنَ	تم پوجتے ہو	لَكَ	تیرے لئے	وَاغْفِرْ لَنَا	اور بخش دیں آپ ہمیں
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ سے ورے	وَمَآ اَمْلِكُ	اور نہیں مالک ہوں میں	رَبَّنَا	اے ہمارے ربّ!
كَفَرْنَا بِكُمْ(۱)	اظہارِ بےتعلقی کرتے	لَكَ	تیرے لئے	اِنَّكَ اَنْتَ	بے شک آپ ہی
	ہیں ہم تم سے	مِنَ اللّٰهِ	اللہ سے	الْعَزِيْزُ	زبردست
وَبَدَا	اور ظاہر ہوئی	مِنْ شَيْءٍ	کسی چیز کا	الْحَكِيْمُ	حکمت والے ہیں
بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ	ہمارے اور تمہارے درمیان	رَبَّنَا	اے ہمارے ربّ!	لَقَدْ كَانَ	بخدا! تحقیق تھا
الْعَدَاوَةُ	دشمنی	عَلَيْكَ	آپ پر	لَكُمْ فِيْهِمْ	تمہارے لئے ان میں
وَالْبَغْضَآءُ	اور بیر (شدید دشمنی)	تَوَكَّلْنَا	بھروسہ کیا ہم نے	اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	اچھا نمونہ
اَبَدًا	ہمیشہ کے لئے	وَاِلَيْكَ	اور آپ کی طرف	لِمَنْ كَانَ	اس کے لئے جو ہے
حَتّٰى تُؤْمِنُوْا	یہاں تک کہ ایمان لاؤ تم	اَنَبْنَا	متوجہ ہوئے ہم	يَرْجُوا اللّٰهَ	امید رکھتا اللہ کی
بِاللّٰهِ	اللہ پر	وَاِلَيْكَ	اور آپ کی طرف	وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ	اور آخری دن کی
وَحْدَهٗ	اکیلے	الْمَصِيْرُ	لوٹنا ہے	وَمَنْ	اور جو
اِلَّا قَوْلَ	مگر بات	رَبَّنَا	اے ہمارے رب!	يَّتَوَلَّ(۲)	منہ پھیرے گا
اِبْرٰهِيْمَ	ابراہیم کی	لَا تَجْعَلْنَا	نہ بنائیں آپ ہمیں	فَاِنَّ اللّٰهَ	پس بے شک اللہ تعالیٰ
لِاَبِيْهِ	اپنے باپ سے	فِتْنَةً	آزمائش	هُوَ الْغَنِيُّ	ہی بے نیاز
لَاَسْتَغْفِرَنَّ	ضرور معافی مانگوں گا میں	لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا	کافروں کے لئے	الْحَمِيْدُ	ستودہ صفات ہیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی، پھر اپنی قوم کی طرف منہ نہیں کیا، تم بھی وہی کرو

اب نصیحت کرتے ہیں کہ تمہارے لئے بہترین نمونہ ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھی ہیں، تم ملتِ ابراہیمی پر رہو، تمہارے لئے ان سے بہتر کوئی اسوہ نہیں ہوسکتا، ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے اپنی قوم سے علاحدگی اختیار کرلی تھی، اور بیزاری ظاہر کردی تھی، صاف کہہ دیا تھا کہ تم اللہ کے منکر ہو، اس لئے جب تک شرک چھوڑ کر ایک اللہ کی بندگی نہیں کروگے ہمارا تمہارا کچھ تعلق نہیں، ہم تم سے اظہارِ بےتعلقی کرتے ہیں، اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے

(۱) كَفَرَ بِهٖ: بےتعلقی کا اظہار کرنا (۲) يتول: مضارع مجزوم جب تَوَلّٰی: عن کے ساتھ متعدی ہو، خواہ عن مذکور ہو یا پوشیدہ تو منہ پھیرنے اور نزدیکی چھوڑنے کے معنی ہوتے ہیں، یہاں عن: محذوف ہے۔

لئے عداوت کھلی ہے، ہاں تم شرک چھوڑ کر ایک اللہ کے بندے بن جاؤ تو پھر ہم اور تم ایک ہیں۔

﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ٘ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ ﴾:

ترجمہ: واقعہ یہ ہے کہ تمہارے لئے ابراہیمؑ میں اور ان لوگوں میں جو ان کے ساتھ تھے ایک عمدہ نمونہ ہے، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو: بیزار ہیں، ہم تم سے بے تعلق ہیں، اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا، جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ۔

ابراہیم علیہ السلام نے باپ سے جو استغفار کا وعدہ کیا تھا وہ قطع تعلق کے منافی نہیں

جب ابراہیم علیہ السلام نے ہجرت کی تو باپ سے یہ کہہ کر چلے تھے کہ میں آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا، مگر استغفار کو قبول کروانا میرے اختیار میں نہیں یعنی تو کفر پر مرا تو میں تجھے بخشوا نہیں سکتا: یہ وعدہ قطع تعلق کے منافی نہیں، اس استغفار کا حاصل طلبِ ہدایت ہے، اور کافر کی حیات میں ایسی دعا ہر شخص کر سکتا ہے، شاید کسی کو غلط فہمی ہو اس لئے یہ استثناء فرمایا، پھر جب ان کا باپ کفر پر مرا تو آپؑ اس سے بے تعلق ہو گئے [التوبہ ۱۱۴]

﴿ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَاۤ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ﴾

ترجمہ: لیکن ابراہیمؑ کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار ضرور کروں گا، اور تمہارے لئے مجھ کو خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں (تھانویؒ)

فائدہ: مستثنیٰ بظاہر دو چیزیں ہیں: (۱) میں ضرور استغفار کروں گا (۲) مجھے کوئی اختیار نہیں ــــــ لیکن مجموعہ کا استثناء پہلے جزء کے اعتبار سے ہے، اور دوسرا جزء تبعاً آ گیا ہے (بیان القرآن)

ابراہیم علیہ السلام اور مؤمنین کی دو دعائیں، انبیاء کی دعاؤں میں بھی تعلیم ہوتی ہے

ابراہیم علیہ السلام نے اور ان کے ساتھیوں نے دو دعائیں کیں، ان میں بھی اس امت کے مؤمنین کے لئے سبق ہے، ان کو بھی یہ دعائیں کرنی چاہئیں:

پہلی دعا: الٰہی! ہم سب کو چھوڑ کر تجھ پر بھروسہ کرتے ہیں، اور ہم قوم سے ٹوٹ کر تیری طرف رجوع ہوتے ہیں، اور ہم خوب جانتے ہیں کہ سب کو پھر کر آپ ہی کے پاس آنا ہے۔

دوسری دعا: الٰہی! ہمیں کافروں کا تختۂ مشق مت بنا، وہ ہم پر ظلم وستم کے پہاڑ نہ توڑیں، اور الٰہی! ہماری کوتاہیوں کو معاف فرما، ہماری تقصیرات سے درگذر فرما! آپ زبردست حکمت والے ہیں، آپ کے دستِ قدرت میں سب کچھ ہے، ہمیں دشمنوں کے مقابلہ میں مغلوب ومقہور نہ ہونے دے!

﴿ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ ۝ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ ﴾

ترجمہ: (۱) اے ہمارے پروردگار! ہم آپ پر بھروسہ کرتے ہیں، اور آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے (۲) اے ہمارے پروردگار! ہمیں کافروں کا تختۂ مشق مت بنا، اور ہمارے گناہ بخش دے، اے ہمارے پروردگار! بے شک آپ ہی زبردست حکمت والے ہیں۔

ترغیب کے ساتھ ترہیب بھی

گذشتہ نصیحت: جس میں ترغیب تھی: اس کے ساتھ ترہیب (دھمکی) کو ملا کر بحث ختم کرتے ہیں۔

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ ۚ وَمَن يَتَوَلَّ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۝ ﴾

ترجمہ: بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ان لوگوں میں — ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں میں — تمہارے لئے عمدہ نمونہ ہے ایسے شخص کے لئے جو اللہ کی اور آخری دن کی امید رکھتا ہے — یہ ترغیب ہے — اور جو روگردانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ بے نیاز سزاوارِ حمد ہیں — یہ ترہیب ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا طرز اپناؤ، اگر اس کے خلاف چلوگے اور دشمنوں سے دوستانہ گانٹھو گے تو خود نقصان اٹھاؤ گے، اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑو گے، وہ بے نیاز اور تمام خوبیوں کے مالک ہیں۔

عَسَى اللَّهُ أَن يَجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِينَ عَادَيْتُم مِّنْهُم مَّوَدَّةً ۚ وَاللَّهُ قَدِيرٌ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ وَظَاهَرُوا عَلَىٰ إِخْرَاجِكُمْ أَن تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۝

عَسَى اللّٰهُ[1]	ہوسکتا ہے اللہ	عَنِ الَّذِيْنَ	ان لوگوں سے جو	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
اَنْ يَّجْعَلَ	کہ کردیں	لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ	نہیں لڑتے تم سے	عَنِ الَّذِيْنَ	ان لوگوں سے جو
بَيْنَكُمْ[2]	تمہارے درمیان	فِي الدِّيْنِ	دین میں	قٰتَلُوْكُمْ	لڑے تم سے
وَبَيْنَ الَّذِيْنَ	اور ان کے درمیان	وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ	اور نہیں نکالا تم کو	فِي الدِّيْنِ	دین میں
عَادَيْتُمْ	دشمنی ہے تمہاری	مِّنْ دِيَارِكُمْ	تمہارے گھروں سے	وَاَخْرَجُوْكُمْ	اور نکالا تم کو
مِّنْهُمْ[3]	ان سے	اَنْ تَبَرُّوْهُمْ[4]	کہ حسن سلوک کرو تم	مِّنْ دِيَارِكُمْ	تمہارے گھروں سے
مَّوَدَّةً	محبت		ان سے	وَظٰهَرُوْا[5]	اور ایک دوسرے کی
وَاللّٰهُ	اور اللہ	وَتُقْسِطُوْٓا	اور انصاف کا معاملہ کرو		مدد کی
قَدِيْرٌ	قدرت والے ہیں	اِلَيْهِمْ	ان کے ساتھ	عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ	تمہارے نکالنے میں
وَاللّٰهُ	اور اللہ	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	اَنْ تَوَلَّوْهُمْ[6]	کہ دوستی کرو تم ان سے
غَفُوْرٌ	بڑے بخشنے والے	يُحِبُّ	پسند کرتے ہیں	وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ	اور جو دوستی کرے گا
رَّحِيْمٌ	بڑے مہربان ہیں	الْمُقْسِطِيْنَ	انصاف کرنے والوں کو		ان سے
لَا يَنْهٰىكُمُ	نہیں روکتے تم کو	اِنَّمَا	اس کے سوا نہیں	فَاُولٰٓئِكَ هُمُ	پس وہی لوگ
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	يَنْهٰىكُمُ	روکتے ہیں تم کو	الظّٰلِمُوْنَ	گنہگار ہیں

مکہ والوں سے ترکِ موالات چند دن کے لئے ہے

مکہ والوں سے ترکِ موالات کا حکم مہاجرین پر بھاری تھا، اس لئے اب امید کی کرن دکھاتے ہیں کہ اللہ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ تمہارے بدترین دشمن مسلمان ہوجائیں، اور تمہارے اور ان کے درمیان دوستانہ تعلقات قائم ہوجائیں، چنانچہ فتح مکہ کے بعد ایسا ہی ہوا، مکہ کے سب لوگ مسلمان ہوگئے، اور ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ایک دوسرے پر جان چھڑکنے لگے، مگر فی الحال ترک موالات پر مضبوطی سے عمل ضروری ہے، اور کسی سے کوئی غلطی ہوگئی تو وہ اللہ سے معافی مانگے، اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے مہربان ہیں۔

(۱) عسی: فعل مقارب: امید ورجاء کے لئے ہے، اللہ: اس کا اسم ہے، اور جملہ أن يجعل خبر ہے (۲) بينكم: ظرف مستقر ہوکر جعل کا مفعول ثانی اور مودة: مفعولِ اول ہے (۳) منهم: ظرف مستقر ہوکر حال ہے (۴) جملہ أن تبروهم: بدل ہے جملہ لم يقاتلوكم سے (۵) ظاهر مظاهرة: ایک دوسرے کی مدد کرنا (۶) أن تولوهم: الذين سے بدل ہے۔

﴿ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ، وَ اللّٰهُ قَدِيْرٌ ، وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری دشمنی ہے: دوستی کردیں گے، اور اللہ کو بڑی قدرت ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے، بڑے رحم والے ہیں۔

جو کافر مسلمانوں کے ساتھ برسرِ پیکار نہیں ان کے ساتھ رواداری جائز ہے

مکہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو مسلمان نہیں ہوئے تھے، مگر مسلمانوں سے ان کو ضد اور پُرخاش بھی نہیں تھی، نہ دین کے معاملہ میں مسلمانوں سے لڑے، نہ ان کو ستانے اور شہر بدر کرنے میں ظالموں کے مددگار بنے، اس قسم کے کافروں کے ساتھ نرمی، رواداری اور انصاف کا برتاؤ جائز ہے، اسلام کی تعلیم یہ نہیں کہ سب کافروں کو ایک لاٹھی سے ہانکا جائے، ایسا کرنا حکمت وانصاف کے خلاف ہوگا، ضروری ہے کہ معاند ومسالم میں فرق کیا جائے، ہاں ظالموں سے جو دوستانہ برتاؤ کرے وہ قابل مؤاخذہ ہے، ایسا شخص سخت گنہ گار ہے۔

﴿ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ، اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ، وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں سے نہیں روکتے جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا کہ ان کے ساتھ حسنِ سلوک اور انصاف کرو، بےشک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں ـــــ اللہ تعالیٰ تمہیں انہیں لوگوں سے روکتے ہیں جو تم سے دین کے بارے میں لڑے ہیں، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے کہ ان سے دوستی کرو، اور جو ایسوں سے دوستی کرے گا وہی گنہگار ہے!

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ، اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ، لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ، وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ، وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ، وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ، ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ، يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِنْ فَاتَكُمْ

شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَاۤ اَنْفَقُوْا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے وہ لوگو جو	وَاٰتُوْهُمْ	اور دو تم ان کو	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
اٰمَنُوْۤا	ایمان لائے	مَّاۤ اَنْفَقُوْا	جو خرچ کیا انھوں نے	عَلِيْمٌ	خوب جاننے والے
اِذَا جَآءَكُمُ	جب آئیں تمہارے پاس	وَلَا جُنَاحَ	اور نہیں کچھ گناہ	حَكِيْمٌ	حکمت والے ہیں
الْمُؤْمِنٰتُ	مسلمان عورتیں	عَلَيْكُمْ	تم پر	وَاِنْ فَاتَكُمْ	اور اگر تمہارے ہاتھ
مُهٰجِرٰتٍ	وطن چھوڑ کر	اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ	کہ نکاح کرو ان سے		سے نکل جائیں
فَامْتَحِنُوْهُنَّ	پس جانچ لو ان کو	اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ	جب دو تم ان کو	شَيْءٌ	کچھ
اَللّٰهُ اَعْلَمُ	اللہ خوب جانتے ہیں	اُجُوْرَهُنَّ	ان کی اجرت	مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ	تمہاری بیویوں میں سے
بِاِيْمَانِهِنَّ	ان کے ایمان کو	وَلَا تُمْسِكُوْا	اور نہ تھامے رہو تم	اِلَى الْكُفَّارِ	کافروں کی طرف
فَاِنْ	پس اگر	بِعِصَمِ (۱)	عصمتیں	فَعَاقَبْتُمْ (۳)	پس نمبر آئے تمہارا
عَلِمْتُمُوْهُنَّ	جانو تم ان کو	الْكَوَافِرِ (۲)	کافر عورتوں کی	فَاٰتُوا الَّذِيْنَ	تو دو ان کو جو
مُؤْمِنٰتٍ	ایماندار	وَسْـَٔلُوْا	اور مانگ لو تم	ذَهَبَتْ	جاتی رہیں
فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ	پس نہ لوٹاؤ ان کو	مَاۤ اَنْفَقْتُمْ	جو خرچ کیا تم نے	اَزْوَاجُهُمْ	ان کی بیویاں
اِلَى الْكُفَّارِ	کافروں کی طرف	وَلْيَسْـَٔلُوْا	اور چاہئے کہ مانگیں وہ	مِّثْلَ	جتنا
لَا هُنَّ	نہ وہ عورتیں	مَاۤ اَنْفَقُوْا	جو خرچ کیا انھوں نے	مَاۤ اَنْفَقُوْا	انھوں نے خرچ کیا ہے
حِلٌّ لَّهُمْ	حلال ہیں ان کے لئے	ذٰلِكُمْ	یہ	وَاتَّقُوا اللّٰهَ	اور ڈرو اللہ سے
وَلَا هُمْ	اور نہ وہ کافر	حُكْمُ اللّٰهِ	اللہ کا فیصلہ ہے	الَّذِيْۤ اَنْتُمْ	تم
يَحِلُّوْنَ	حلال ہیں	يَحْكُمُ	فیصلہ کرتے ہیں وہ	بِهٖ	جس کا
لَهُنَّ	ان عورتوں کے لئے	بَيْنَكُمْ	تمہارے درمیان	مُؤْمِنُوْنَ	یقین کرنے والے ہو

(۱) عِصَم: عِصْمَة کی جمع: ناموس، اصل معنی رسّی اور مجازی معنی عقدِ نکاح (۲) الکوافر: الکافرۃ کی جمع (۳) عاقب معاقبۃ: سزا دینا، نوبت آنا، غنیمت پانا۔

ترکِ موالات اس حد تک ضروری تھا کہ جن مسلمانوں کے نکاح میں کافر عورتیں تھیں ان کو حکم دیا گیا کہ وہ ان کو چھوڑ دیں

یہ عنوان آیت کا ماقبل سے ربط ہے، اور وہ آیت میں ضمنی مضمون ہے، مگر ماقبل سے مربوط ہے۔ دشمنوں سے ترکِ موالات اس حد تک ضروری تھا کہ جن صحابہ کے نکاح میں کافر عورتیں تھیں ان کو حکم دیا کہ وہ ان کو چھوڑ دیں، گھر میں کافر عورت ہوگی تو کوئی راز: راز نہیں رہے گا، اور راز افشاء ہوجائے گا تو کامیابی کیسے ملے گی، جیسے آج کل عرب اسلامی حکومتوں کے امراء کے گھروں میں عیسائی یا یہودی لڑکی بیٹھی ہوئی ہے، اور لڑ بھی انھیں سے رہے ہیں، اس لئے ان کا ہر راز فاش ہوجاتا ہے، اور محنت پر پانی پھر جاتا ہے، وہ کہتے ہیں: اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ بے شک جائز ہے، مگر ہر جائز کام کرنے کا نہیں ہوتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے طلاق خواہ مخواہ نہیں دلوائی تھی، اور حضرت صلاح الدین ایوبیؒ کی کامیابی کا راز یہی تو تھا کہ انھوں نے کسی عیسائی لڑکی کو حرم میں گھسنے نہیں دیا، اور امراء پر بھی سختی کی، اس لئے فتح نے ان کے قدم چومے!

صلح حدیبیہ کا اطلاق عورتوں پر نہیں ہوا

صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ تھی کہ جو شخص مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ جائے گا: اس کو واپس کیا جائے گا، چنانچہ کئی حضرات حدیبیہ اور مدینہ سے واپس کئے گئے، پھر وہیں حدیبیہ میں چند خواتین آئیں، ان کے متعلقین ان کو لینے کے لئے آئے تو یہ آیت نازل ہوئی، اور مشرکین سے کہہ دیا گیا کہ عورتوں پر صلح کا اطلاق نہیں ہوتا، انھوں نے مان لیا، البتہ حکم دیا کہ ان عورتوں کو جانچا جائے، واقعی وہ مسلمان ہوکر آئی ہیں؟ اس کے لئے آئندہ آیت نازل ہوئی جو عورت بیعت کی ان دفعات کا اقرار کرتی اس کو مسلمان سمجھا جاتا، اور اس کا مہر کفار کو واپس کیا جاتا۔

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْآ إِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ﴾: اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کرکے آئیں تو ان کا امتحان لو ﴿اَللّٰهُ أَعْلَمُ بِإِيْمَانِهِنَّ﴾: اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتے ہیں ـــــ یعنی امتحان سے حقیقی حالت تو معلوم نہیں ہوتی، وہ تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتے ہیں، بندوں کو تو حکم یہ ہے کہ ظاہر پر حکم دائر کریں: ﴿فَإِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ﴾: پس اگر تم ان کو مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف مت لوٹاؤ ـــــ کیونکہ صلح کا اطلاق عورتوں پر نہیں ہوتا، نیز: ﴿لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ﴾: وہ مسلمان عورتیں اُن کفار کے لئے حلال نہیں، اور نہ وہ کفار ان مسلمان عورتوں کے لئے حلال ہیں ـــــ پس وہ عورتیں

ان کافروں کے گھر حرام میں پڑیں گی ﴿وَاٰتُوۡهُمۡ مَّاۤ اَنۡفَقُوۡا﴾: اور ان کو دیدو جو انھوں نے خرچ کیا ہے ـــــ یعنی ان کا مہر ان کے شوہروں کو پھیر دو: ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ اَنۡ تَنۡكِحُوۡهُنَّ اِذَاۤ اٰتَيۡتُمُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ﴾: اور تم پر کچھ گناہ نہیں کہ ان عورتوں سے نکاح کرو، جب تم ان کو ان کے مہر دو ـــــ یعنی نکاح کرنے والا مسلمان ایک تو کافر شوہر کا مہر لوٹائے، دوسرا: عورت کو نیا مہر دے کر نکاح میں لائے: ﴿وَلَا تُمۡسِكُوۡا بِعِصَمِ الۡكَوَافِرِ وَسۡـَٔلُوۡا مَاۤ اَنۡفَقۡتُمۡ وَلۡيَسۡـَٔلُوۡا مَاۤ اَنۡفَقُوۡا﴾: اور تم کافر عورتوں کے تعلقات باقی مت رکھو ـــــ یعنی تمہاری جو عورتیں کافر ہیں ان کو طلاق دیدو ـــــ اور مانگ لو جو تم نے خرچ کیا ہے ـــــ یعنی جو مہر دیا ہے وہ نکاح کرنے والے کافر سے لے لو ـــــ اور چاہئے کہ وہ کافر بھی مانگ لیں جو کچھ انھوں نے خرچ کیا ہے ـــــ یہی انصاف اور برابری ہے، جب یہ حکم اترا تو مسلمان تیار ہوئے دینے کو بھی اور لینے کو بھی، مگر کفار لینے کو تو تیار ہو گئے دینا قبول نہ کیا: ﴿ذٰلِكُمۡ حُكۡمُ اللّٰهِ ؕ يَحۡكُمُ بَيۡنَكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ۝﴾: یہ اللہ کا فیصلہ ہے، وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتے ہیں ـــــ یعنی اُن عورتوں کو واپس نہیں کیا جائے گا، ہاں ان کا مہر لوٹایا جائے گا، اور تمہاری کافر عورتوں کو بھی چھوڑ دیا جائے گا، یہ سب اللہ کے فیصلے ہیں ـــــ اور اللہ خوب جاننے والے حکمت والے ہیں۔

﴿وَاِنۡ فَاتَكُمۡ شَىۡءٌ مِّنۡ اَزۡوَاجِكُمۡ اِلَى الۡكُفَّارِ فَعَاقَبۡتُمۡ فَاٰتُوا الَّذِيۡنَ ذَهَبَتۡ اَزۡوَاجُهُمۡ مِّثۡلَ مَاۤ اَنۡفَقُوۡا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىۡۤ اَنۡتُمۡ بِهٖ مُؤۡمِنُوۡنَ ۝﴾

ترجمہ: اور اگر تمہاری کوئی بیوی تمہارے ہاتھ سے نکل کر کافروں کے پاس پہنچ جائے ـــــ اور وہ اس کا مہر واپس نہ کرے ـــــ پھر تمہاری باری آئے ـــــ یعنی کسی مسلمان عورت کا مہر واپس کرنے کا موقع آئے یا غنیمت حاصل ہو ـــــ تو جن کی بیویاں ہاتھ سے نکل گئی ہیں: جتنا انھوں نے خرچ کیا ہے اس کے برابر تم ان کو دیدو ـــــ اور باقی بچے وہ کافر شوہر کو دیدو، مثلاً ہزار دینا ہے اور پانچ سو لینا ہے، تو وہ پانچ سو مسلمان کو دیدو، اور باقی پانچ سو کافر شوہر کو دیدو ـــــ اور اللہ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو ـــــ اللہ اکبر! کس قدر عدل وانصاف ہے، لیکن اس پر کاربند وہی ہوگا جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہے، اور اس پر ٹھیک ٹھیک ایمان رکھتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِذَا جَآءَكَ الۡمُؤۡمِنٰتُ يُبَايِعۡنَكَ عَلٰٓى اَنۡ لَّا يُشۡرِكۡنَ بِاللّٰهِ شَيۡـًٔا وَّلَا يَسۡرِقۡنَ وَلَا يَزۡنِيۡنَ وَلَا يَقۡتُلۡنَ اَوۡلَادَهُنَّ وَلَا يَاۡتِيۡنَ بِبُهۡتَانٍ يَّفۡتَرِيۡنَهٗ بَيۡنَ اَيۡدِيۡهِنَّ وَاَرۡجُلِهِنَّ وَلَا يَعۡصِيۡنَكَ فِىۡ مَعۡرُوۡفٍ فَبَايِعۡهُنَّ وَاسۡتَغۡفِرۡ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ

اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲﴾ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ قَدْ یَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَۃِ کَمَا یَئِسَ الْکُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾

ع ۲

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ	اے پیغمبر	بِبُھْتَانٍ	بہتان (افترا)	یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ	اے لوگو جو
اِذَا جَآءَکَ	جب آئیں آپ کے پاس	یَّفْتَرِیْنَہٗ	جس کو وہ گھڑ رہی ہوں	اٰمَنُوْا	ایمان لائے
الْمُؤْمِنٰتُ	مسلمان عورتیں	بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ	اپنے ہاتھوں کے سامنے	لَا تَتَوَلَّوْا	نہ دوستی کرو
یُبَایِعْنَکَ	بیعت کررہی ہیں آپ سے	وَاَرْجُلِھِنَّ	اور اپنے پیروں کے سامنے	قَوْمًا	ان لوگوں سے
عَلٰٓی اَنْ	اس بات پر کہ	وَلَا یَعْصِیْنَکَ	اور نافرمانی نہیں کریں	غَضِبَ اللّٰہُ	غضبناک ہیں اللہ
لَّا یُشْرِکْنَ	نہیں شریک کریں گی وہ		گی آپ کی	عَلَیْھِمْ	ان پر
بِاللّٰہِ	اللہ کے ساتھ	فِیْ مَعْرُوْفٍ	جائز کام میں	قَدْ یَئِسُوْا	تحقیق آس توڑے
شَیْئًا	کسی چیز کو	فَبَایِعْھُنَّ	پس ان کو بیعت کرلیں		ہوئے ہیں
وَّلَا یَسْرِقْنَ	اور چوری نہیں کریں گی	وَاسْتَغْفِرْ	اور مغفرت طلب کریں	مِنَ الْاٰخِرَۃِ	آخرت سے
وَلَا یَزْنِیْنَ	اور بدکاری نہیں کریں گی	لَھُنَّ اللّٰہَ	ان کے لئے اللہ سے	کَمَا یَئِسَ	جیسا آس توڑے ہوئے ہیں
وَلَا یَقْتُلْنَ	اور قتل نہیں کریں گی	اِنَّ اللّٰہَ	بے شک اللہ تعالیٰ	الْکُفَّارُ	کفار
اَوْلَادَھُنَّ	اپنی اولاد کو	غَفُوْرٌ	بڑے گناہ بخشنے والے	مِنْ اَصْحٰبِ	قبر والوں سے
وَلَا یَاْتِیْنَ	اور نہیں لائیں گی وہ	رَّحِیْمٌ	بڑے مہربان ہیں	الْقُبُوْرِ	

مسلمان عورتوں کو جو ہجرت کرکے آئیں: جانچنے کا طریقہ

ربط: پہلے فرمایا تھا کہ مسلمان عورتوں کی جو ہجرت کرکے آئیں جانچ کی جائے، اس آیت میں جانچ کا طریقہ بیان کیا ہے، آیت میں چھ باتیں ہیں، جو عورت ان باتوں کا اقرار کرے اسے مسلمان سمجھا جائے۔

آیتِ بیعت: یہ آیت: آیتِ بیعت کہلاتی ہے، صحابہ نے نبی ﷺ سے مختلف بیعتیں کی ہیں، اس آیت میں جس بیعت کا ذکر ہے وہ "بیعتِ سلوک" ہے، بیعتِ سلوک: گناہوں سے بچنے اور نوافل اعمال کرکے جنت کے بلند درجات حاصل کرنے کے لئے ہے، نجات اخروی کے لئے یہ بیعت ضروری نہیں، ضروری ہوتی تو تمام صحابہ وصحابیات یہ بیعت کرتے، آخرت میں نجات کے لئے ایمانِ صحیح اور اعمالِ صالحہ کافی ہیں، اور جاہلوں کا جو خیال ہے کہ پیر کے بغیر نجات نہیں

ہوسکتی: یہ بات صحیح نہیں۔

بیعتِ سلوک کے تعلق سے مختلف نظریے:

جاننا چاہئے کہ بیعتِ سلوک کے تعلق سے دنیا میں تین نظریے پائے جاتے ہیں:

پہلا نظریہ: غیر مقلدین، سلفیوں، نجدیوں اور مودودیوں کا ہے، ان کے نزدیک بیعتِ سلوک بے اصل ہے، اس کا کوئی ثبوت نہیں، بلکہ مودودی صاحب نے تو اس کو چنیا بیگم کہا ہے، چنیا بیگم افیم کو کہتے ہیں۔

دوسرا نظریہ: بریلویوں کا ہے، وہ کہتے ہیں: آخرت میں نجات کے لئے بیعت ضروری ہے، اور جس کا کوئی پیر نہیں: اس کا پیر شیطان ہے، بلکہ ان کے جاہل تو کہتے ہیں: گونگے پیر (قرآنِ کریم) سے نجات نہیں ہوگی، بولتا پیر (زندہ پیر) چاہئے۔

تیسرا نظریہ: علمائے دیوبند کا ہے، وہ کہتے ہیں: بیعتِ سلوک کا قرآن وحدیث سے ثبوت ہے، مگر نجات اخروی کے لئے بیعت ضروری نہیں۔ نجات کا مدار ایمانِ صحیح اور اعمالِ صالحہ پر ہے۔ البتہ بیعتِ سلوک کے دو بڑے فائدے ہیں:

ایک: بیعت نوافل اعمال میں زیادتی اور اس کے ذریعہ جنت میں بلند درجات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ آدمی خود بھی نوافل اعمال کرسکتا ہے مگر تجربہ یہ ہے کہ وہ کامیاب نہیں ہوتا اگر خود کو کسی کے سپرد کردے تو یہ مقصد آسانی سے حاصل ہوسکتا ہے۔

دوسرا: بیعت کے ذریعہ باطن کی صفائی کی جاسکتی ہے، جس طرح ہمارا ظاہر میلا ہوتا ہے اور اس کو صاف کرنا پڑتا ہے، اسی طرح باطن بھی میلا ہوتا ہے اور اس کی صفائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ باطن کا میل اخلاق رزیلہ ہیں جس کی صفائی آنحضور ﷺ کا فرضِ منصبی تھا، سورۃ البقرۃ (آیت ۱۲۹) میں آنحضور ﷺ کے چار فرائض بیان کئے گئے ہیں، ان میں سے ایک: ﴿يُزَكِّيهِمْ﴾: ہے یعنی مسلمانوں کے باطن کو صاف کرنا اور ان کو اخلاق حسنہ سے آراستہ کرنا، اور آپ کا ارشاد ہے: بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ: میری بعثت اخلاق حسنہ کی تعلیم کے لئے ہوئی ہے، یہ مقصد بھی بیعت ہی کے ذریعہ سے حاصل ہوسکتا ہے۔

بیعتِ سلوک کی دفعات:

بیعتِ سلوک مردوں اور عورتوں کے لئے یکساں ہیں، اور اس کی دفعات میں کمی بیشی ہوسکتی ہے، مثلاً ایک شخص غیبت کرتا ہے، جب اس کو بیعت کریں گے تو کہلوائیں گے کہ میں غیبت نہیں کرونگا، یا کسی جگہ اغلام کی وبا عام ہے، وہاں لوگوں

سے یہ گناہ نہ کرنے کا بھی عہد لیں گے، یا کسی جگہ میت کا ماتم کیا جاتا ہے تو نوحہ نہ کرنے کا عہد بھی عورتوں سے لیں گے، یا کوئی شخص نماز میں سستی کرتا ہے تو جماعت کے ساتھ پابندی سے نماز پڑھنے کا عہد لیں گے —— اس آیت میں بیعتِ سلوک کی چھ دفعات ہیں:

۱- اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ شرک دو ہیں: شرک جلی اور شرک خفی، شرک جلی: شرکِ اکبر ہے، یہ مشرکین کا شرک ہے، اور شرکِ خفی کی بہت سی شکلیں ہیں، مثلاً: قبر کا طواف کرنا، قبروں کو سجدہ کرنا، ان کو چومنا، صاحبِ قبر کی منت ماننا وغیرہ سب شرک کی باتیں ہیں، اور ریاکاری سے بھی عمل خراب ہو جاتا ہے، پس ہر طرح کے شرک سے بچنا ضروری ہے، شرکِ جلی سے بھی اور شرکِ خفی سے بھی۔

۲- چوری نہ کرنا، یہ بیماری مردوں میں بھی ہوتی ہے اور عورتوں میں زیادہ ہوتی ہے۔

۳- زنا سے بچنا، عربوں میں زنا کوئی برائی نہیں تھی، جیسے یورپ اور امریکہ میں یہ کوئی گناہ نہیں، مرد و زن باہمی رضامندی سے جو چاہیں کریں، اس لئے بیعت میں اس گناہ سے بچنے کا بھی عہد لیا جائے گا۔

۴- اولاد کو قتل نہ کرنا، قتلِ اولاد کا بھی عربوں میں عام رواج تھا، لڑکوں کو رزق کے ڈر سے قتل کرتے تھے، اور لڑکیوں کو عار کے خوف سے، لڑکی ہوگی تو کسی کو داماد بنانا پڑے گا۔

٦- افتراء کرنا، کسی کا بچہ کسی کی طرف منسوب کرنا، مثلاً: عورت نے زنا کیا، اس سے حمل ٹھہر گیا، تو وہ بچہ شوہر کا کہلائے گا، حالانکہ وہ اس کا نہیں۔

٦- کسی بھی نیک کام میں نافرمانی نہ کرنا، معروف: وہ کام ہے جو شرعاً جائز ہے، اور جو جائز نہیں وہ منکر ہے۔

آیتِ کریمہ: اے نبی! جب مسلمان عورتیں آپؐ کے پاس ان باتوں پر بیعت کرنے کے لئے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گی، اور چوری نہیں کریں گی، اور بدکاری (زنا) نہیں کریں گی، اور اپنے بچوں کو قتل نہیں کریں گی، اور بہتان کی اولاد نہیں لائیں گی جس کو انھوں نے اپنے ہاتھوں پیروں کے سامنے گھڑ لیا ہو، اور مشروع باتوں میں آپؐ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کریں گی: تو آپؐ ان کو بیعت کر لیں، اور ان کے لئے اللہ سے گناہوں کی بخشش چاہیں بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

فائدہ: قتلِ اولاد کے بہت سے درجات ہیں، پیدا ہونے کے بعد بچہ کو مار ڈالنا، روح پڑنے کے بعد حمل گرا دینا، روح پڑنے سے پہلے حمل گرا دینا، اور مانع حمل صورتیں اختیار کرنا، مسلم شریف میں عزل کو چپکے سے بچہ کو زندہ در گور کرنا کہا ہے، جب قتل کے درجات مختلف ہیں تو احکام بھی مختلف ہونگے، تفصیل تحفۃ الالمعی (۳:۵٦۹-۵۷۱) میں ہے۔

یہود سے بھی موالات کی ممانعت

یہود مغضوب علیہم قوم ہے، سورۃ الفاتحہ: ﴿ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ ﴾ کی تفسیر میں حدیث میں یہود کی مثال دی ہے، اور سورۃ المائدۃ (آیت ۶۰) میں ان کے حق میں: ﴿ غَضِبَ عَلَيْهِ ﴾ آیا ہے، اس لئے اب آخری حکم دیتے ہیں کہ یہود سے بھی دوستی مت کرو، وہ ایسی قوم ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہیں، اور وہ آخرت سے مایوس ہیں، جیسے کفار مُردوں کی حیاتِ نو سے مایوس ہیں، دونوں میں نقطۂ اشتراک 'مایوسی' ہے، اگرچہ مایوسی مختلف ہے، ایک کی عملی ہے دوسرے کی اعتقادی، مگر نتائج دونوں کے ایک ہیں، اور وہ بددینی کی زندگی ہے۔ آج نام نہاد مسلمان بھی بے دھڑک برائیاں کرتے ہیں، کیونکہ وہ بھی آخرت سے مایوس ہیں۔

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ ﴿١٣﴾ ﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! ان لوگوں سے دوستی مت کرو جن پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہیں ــــ یعنی یہود سے ــــ جو آخرت سے مایوس ہو چکے ہیں، جیسے کفار قبر والوں سے مایوس ہو چکے ہیں ــــ یعنی ان کو امید نہیں کہ قبر سے کوئی اٹھے گا۔

﴿۸/شعبان ۱۴۳۷ھ = ۱۶/مئی ۲۰۱۶ء﴾



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الصّف

ربط: گذشتہ سورت کے شروع میں بیان کیا ہے کہ حزب اللہ (اللہ کے لشکر) کی کامیابی کے لئے منفی پہلو سے شرط یہ ہے کہ کوئی بھی مسلمان دشمن سے ساز باز نہ کرے، جاسوسی نہ کرے، راز افشاء نہ کرے ورنہ کامیابی مشکل ہوگی، اب بتلاتے ہیں کہ مثبت پہلو سے شرط یہ ہے کہ اسلامی لشکر سیسہ پلائی ہوئی عمارت کی طرح یک جہت ہوکر اور ڈٹ کر لڑے، تا کہ کوئی رخنہ نہ پڑے، کیونکہ اگر فوجیوں کے قدم اکھڑ گئے تو کامیابی قدم پیچھے ہٹالے گی، اس پوری سورت میں اسی کا ذکر ہے۔

سورت کے مضامین: سورت تقدیس وتمجید کے بیان سے شروع ہوئی ہے، پھر یہ تنبیہ ہے کہ مسلمان کو گفتار کا غازی نہیں ہونا چاہئے، کردار کا غازی بنے، یہ تنبیہ شانِ نزول کے اعتبار سے ہے، پھر بتلایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے، اور اسلام عالم گیر مذہب ہے، اس لئے اس کے دشمن بہت ہیں، اس لئے اسلامی جہاد ہمیشہ جاری رہے گا، پھر عموم بعثت کا بیان ہے کہ خاتم النّبیین ﷺ کی نبوت عالم گیر ہے، آپؐ سے پہلے خاص قوم اور خاص علاقہ کے لئے انبیاء مبعوث کئے جاتے تھے، موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی نبوتیں بھی خاص تھیں، وہ صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، دونوں نے بنی اسرائیل کو مخاطب بنایا ہے کہ ہم تمہاری طرف مبعوث کئے گئے ہیں، پھر عمومی بعثت کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے، مگر جب عام بعثت کا دور شروع ہوا، اور خاتم النّبیین ﷺ واضح دلائل (قرآن) کے ساتھ مبعوث ہوئے تو اہل کتاب نے اس کو جادو کہہ دیا، ایمان نہیں لائے، مگر اسلام کا چراغ پھونکوں سے بجھایا نہیں جاسکتا، اس کی روشنی پھیل کر رہی، اس نے تمام ملتوں کو چت کردیا، پھر آخری رکوع میں جہاد کی ترغیب ہے، عربوں کا ذریعۂ معاش کھیتی باڑی اور گلہ بانی نہیں تھا، وہ تجارت پیشہ تھے، اس لئے ان کو بہترین تجارت بتائی، اور وہ جان ومال سے جہاد کرنا ہے، اور فتحِ قریب کی خوش خبری سنائی، پھر آخر میں عیسائیوں کی مثال دی کہ وہ بھی شروع میں تھوڑے تھے، صرف بارہ حواری تھے، اور یہود ان کے دشمن تھے، مگر جب انھوں نے جہاد شروع کیا تو اللہ نے ان کی مدد کی، اور وہ اپنے دشمنوں پر غالب آگئے، یہ مثال اس امت کو سنائی ہے کہ وہ اپنی قلت کا رونا نہ روئیں، کمر ہمت باندھیں، ہمتِ مرداں مددِ خدا!

سورت کا شانِ نزول: حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: صحابہ کی ایک جماعت نے آپس میں مذاکرہ کیا کہ اگر ہمیں معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ تو ہم اس پر عمل کریں (اور ایک روایت میں ہے کہ بعض نے کہا: اگر ہمیں معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل کونسا ہے؟ تو ہم جان ومال کی بازی لگادیں! اور مسند احمد (۴۵۲:۵) میں یہ بھی ہے کہ ان حضرات نے چاہا کہ کوئی صاحب جا کر نبی ﷺ سے یہ بات دریافت کریں، مگر کسی کی ہمت نہ ہوئی) پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصّف نازل فرمائی (اور آپؐ نے سب کو نام بنام بلایا، اور ان کو یہ سورت پڑھ کر سنائی، جو اسی وقت نازل ہوئی تھی) (ترمذی حدیث ۳۳۰۹ تفسیر سورۃ الصّف)

آیاتہا ۱۴ ﴿۶۱﴾ سُورَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ ﴿۱۰۹﴾ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝

سَبَّحَ لِلّٰهِ	اللہ کی پاکی بولتا ہے	لِمَ تَقُوْلُوْنَ	کیوں کہتے ہو	يُحِبُّ	پسند کرتے ہیں
مَا فِي السَّمٰوٰتِ	جو کچھ آسمانوں میں ہے	مَا لَا تَفْعَلُوْنَ	جو کرتے نہیں	الَّذِيْنَ	ان کو جو
وَمَا فِي الْاَرْضِ	اور جو کچھ زمین میں ہے	كَبُرَ مَقْتًا	بڑی بیزاری کی بات ہے	يُقَاتِلُوْنَ	لڑتے ہیں
وَهُوَ الْعَزِيْزُ	اور وہ زبردست	عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ کے نزدیک	فِيْ سَبِيْلِهٖ	اس کی راہ میں
الْحَكِيْمُ	حکمت والے ہیں	اَنْ تَقُوْلُوْا	کہ کہو	صَفًّا	قطار باندھ کر
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے لوگو جو	مَا لَا تَفْعَلُوْنَ	جو کرو نہیں	كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ	گویا وہ عمارت ہیں
اٰمَنُوْا	ایمان لائے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	مَّرْصُوْصٌ	سیسہ پلائی ہوئی

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے

سورت کا آغاز تسبیح وتحمید سے ہوا ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے کہ وہ بے عیب ہیں، اُن میں کوئی کمی نہیں، یہ تسبیح ہے، اور وہ زبردست حکمت والے ہیں، یہ تحمید ہے یعنی تمام کمالات ان کی ذات میں مجتمع ہیں۔

پھر اُن حضرات سے خطاب ہے جن کا ذکر شانِ نزول کی روایت میں آیا ہے، جنھوں نے مسجدِ نبوی میں بیٹھ کر عہد کیا تھا کہ اگر انہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کو سب سے زیادہ کونسا عمل پسند ہے تو وہ اس کے لئے جان کی بازی لگا دیں گے، ان کو تنبیہ کی ہے کہ یہ بات صرف زبانی جمع خرچ کی حد تک نہیں رہنی چاہئے، آدمی کو ایسی بات نہیں کہنی چاہئے جسے کرے نہیں، آدمی کو چاہئے کہ کردار کا غازی بنے، گفتار کا نہیں، اللہ تعالیٰ کو یہ بات بہت ہی ناپسند ہے کہ آدمی ایک بات کہے اور

اس کو کرے نہیں۔

اس تنبیہ کے بعد بتلایا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتے ہیں جو اس کے راستہ میں اس طرح صف بستہ لڑتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں، جس میں کوئی رخنہ نہیں پڑسکتا، قرآنِ کریم اور احادیثِ شریفہ میں اس کے علاوہ بھی جہاد کے بے شمار فضائل آئے ہیں، اتنے کہ خواتینِ اسلام کی رال ٹپک گئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد کے بہت فضائل ہیں: پس کیا ہم جہاد نہ کریں؟ آپؐ نے فرمایا: لا، لٰکنَّ أفضلَ الجهاد حَجٌّ مَبرُورٌ: نہیں، تمہارا بہترین جہاد مقبول حج ہے (بخاری حدیث ۱۵۲۰) جہاد بھاری کام ہے، عورتوں کا دل گردہ نہیں کہ وہ یہ کام کرسکیں۔ اس لئے ان کو اس فریضہ سے مستثنیٰ رکھا گیا، اور ان کے لئے متبادل (حج مقبول) تجویز کیا۔

آیاتِ پاک: — اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں، اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں؟ اللہ کے نزدیک بڑی بیزاری کی بات ہے کہ آدمی وہ بات کہے جو کرے نہیں، بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتے ہیں جو اس کے راستہ میں قطار باندھ کر لڑتے ہیں گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہیں!

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۚ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ ع ۹

وَاِذْ قَالَ	اور جب کہا	مُوْسٰى	موسیٰ نے	لِقَوْمِهٖ	اپنی قوم سے

يٰقَوْمِ	اے میری قوم!	مِنَ التَّوْرٰىةِ	یعنی تورات کی	الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ	ناانصاف لوگوں کو
لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ	کیوں ستاتے ہو مجھ کو	وَمُبَشِّرًاۢ	اور خوشخبری دینے والا	يُرِيْدُوْنَ	چاہتے ہیں وہ (اہل کتاب)
وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ	جبکہ تم جانتے ہو	بِرَسُوْلٍ (۱)	ایک عظیم رسول کی	لِيُطْفِــُٔوْا	کہ بجھادیں
اَنِّيْ رَسُوْلُ	کہ میں رسول ہوں	يَّاْتِيْ	(جو) آئیں گے	نُوْرَ اللّٰهِ	اللہ کی روشنی کو
اللّٰهِ اِلَيْكُمْ	اللہ کا تمہاری طرف	مِنْۢ بَعْدِي	میرے بعد	بِاَفْوَاهِهِمْ	اپنے مونہوں سے
فَلَمَّا زَاغُوْٓا	پس جب ٹیڑھے ہوئے وہ	اسْمُهٗٓ	ان کا نام	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
اَزَاغَ اللّٰهُ	(تو) ٹیڑھا کردیا اللہ نے	اَحْمَدُ (۲)	احمد ہے	مُتِمُّ	پورا کرنے والے ہیں
قُلُوْبَهُمْ	ان کے دلوں کو	فَلَمَّا	پس جب	نُوْرِهٖ	اپنی روشنی کو
وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	جَآءَهُمْ	آئے وہ ان کے پاس	وَلَوْ كَرِهَ	اگرچہ ناپسند کریں
لَا يَهْدِي	نہیں راہ دیتے	بِالْبَيِّنٰتِ	واضح دلائل کے ساتھ	الْكٰفِرُوْنَ	منکرین
الْقَوْمَ	لوگوں کو	قَالُوْا	(تو) کہا انھوں نے	هُوَ الَّذِيْٓ	وہی جنھوں نے
الْفٰسِقِيْنَ	نافرمان	هٰذَا سِحْرٌ	یہ جادو ہے	اَرْسَلَ	بھیجا
وَاِذْ قَالَ	اور جب کہا	مُّبِيْنٌ	کھلا	رَسُوْلَهٗ	اپنے رسول کو
عِيْسَى	عیسیٰ	وَمَنْ اَظْلَمُ	اور کون بڑا ظالم ہے	بِالْهُدٰى	ہدایت کے ساتھ
ابْنُ	بیٹے	مِمَّنِ افْتَرٰى	اس سے جس نے گھڑا	وَدِيْنِ	اور دین کے ساتھ
مَرْيَمَ	مریم نے	عَلَى اللّٰهِ	اللہ پر	الْحَقِّ	سچے
يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ	اے بنی اسرائیل	الْكَذِبَ	جھوٹ	لِيُظْهِرَهٗ	تاکہ اوپر کرے وہ اس کو
اِنِّيْ رَسُوْلُ	بیشک میں رسول ہوں	وَهُوَ يُدْعٰٓى	درانحالیکہ وہ بلایا جاتا ہے	عَلَى الدِّيْنِ	ادیان پر
اللّٰهِ اِلَيْكُمْ	اللہ کا تمہاری طرف	اِلَى الْاِسْلَامِ	اسلام کی طرف	كُلِّهٖ	سارے
مُّصَدِّقًا	تصدیق کرنے والا	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	وَلَوْ كَرِهَ	اگرچہ ناپسند کریں
لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ	اس کی جو میرے سامنے ہے	لَا يَهْدِي	راہ نہیں دیتے	الْمُشْرِكُوْنَ	مشرکین

(۱) رسول کی تنوین تعظیم کے لئے ہے، یعنی عظیم المرتبت رسول (۲) احمد: اکبر کے وزن پر اسم تفضیل ہے: اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا، مضارع واحد متکلم نہیں۔

عمومِ بعثت اور یہود ونصاریٰ کا موقف

اسلام ہی آفاقی اور ابدی مذہب ہے، موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی نبوتیں بنی اسرائیل کے لئے خاص تھیں

نبی ﷺ سے پہلے نبوتیں اور رسالتیں خاص ہوتی تھیں، انبیاء ورسل خاص اقوام اور خاص علاقوں کی طرف مبعوث کئے جاتے تھے، پھر دورِ آخر میں خاتم النّبیین ﷺ مبعوث ہوئے، آپؐ کی نبوت آفاقی تھی، تمام سلسلوں کو آپؐ کی ذات میں سمیٹ لیا گیا، یہاں تک کہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی رسالتیں بھی خاص بنی اسرائیل کے لئے تھیں، دونوں پیغمبروں نے بنی اسرائیل سے خطاب کیا ہے کہ ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ساتھ ہی بنی اسرائیل کو ایک عظیم المرتبت رسول کی خوش خبری بھی سنائی ہے، مگر جب وہ عظیم الشان رسول مبعوث ہوئے اور واضح دلائل (قرآن) کے ساتھ آئے تو یہود ونصاریٰ نے اس کو جادو قرار دیا، اور ایمان نہیں لائے، بلکہ افتراء کیا کہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کی نبوتیں ابدی تھیں، حالانکہ وہ جھوٹ تھا، ابدی مذہب تو اسلام ہی ہے، اسی کی ان کو دعوت دی جارہی ہے، مگر اللہ تعالیٰ ناانصافوں کو قبولِ حق کی راہ نہیں دیتے، اب اہل کتاب اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں، لیکن جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے! اللہ کا نور چار دانگ عالم میں پھیل کر رہے گا، بلکہ ان کے گھروں میں بھی گھسے گا، چاہے ان کو کتنا ہی ناگوار ہو، اور مشرکین بھی دین اسلام کی برتری نہیں چاہتے، مگر اسلام تمام ادیان کو چت کر کے رہے گا، اور ان کی ناک خاک آلود ہوگی۔ یہی دو (کفار ومشرکین) اسلام کے دشمن ہیں، اس کے خلاف ریشہ دوانیاں کرتے رہتے ہیں، اس لئے ان سے نمٹنے کے لئے مجاہدین ہر وقت تیار رہیں۔

موسیٰ علیہ السلام کو اپنوں نے ستایا:

یہ تو آیات کا خلاصہ تھا، اب آیات میں جو ضمنی مضامین ہیں ان کو بیان کرتا ہوں، یوں تو سبھی انبیاء ورسل کو سخت حالات سے گذرنا پڑا ہے، مگر وہ تکالیف مخالفین کی طرف سے تھیں، اس لئے ان کا شکوہ بیکار تھا، اور موسیٰ علیہ السلام کو اپنوں کی طرف سے اذیتیں پہنچی تھیں، اس لئے آپ نے قوم سے شکوہ کیا: (۱) جب فرعون نے دوسری مرتبہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو قوم نے اس کا ردّہ موسیٰ علیہ السلام کے سر رکھا: ﴿قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا﴾: قوم کے لوگ کہنے لگے کہ ہم تو ہمیشہ مصیبت میں رہے، آپ کے آنے سے پہلے بھی اور آپ کے آنے کے بعد بھی [الاعراف ۱۲۹] (۲) میدانِ تیہ میں پہنچے تو بچھڑا بنا کر پوجنے لگے، اور کہنے لگے: یہی موسیٰ کا معبود ہے، وہ اس کو بھول کر طور پر معبود کی تلاش میں گئے ہیں [طٰہٰ ۸۸] (۳) آپ پر شرمناک بیماری کا الزام لگایا، جس سے اللہ نے آپ کو

بری کیا[الاحزاب ۶۹] (۴) حکم آیا کہ عمالقہ سے جہاد کرو، اور بیت المقدس میں جا بسو، پس قوم نے کہہ دیا: آپ اور آپ کے خدا جائیں، اور لڑیں، ہم تو یہاں ہی مریں گے [المائدۃ ۲۴] یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام کو دعا کرنی پڑی: ﴿رَبِّ اِنِّیۡ لَاۤ اَمۡلِکُ اِلَّا نَفۡسِیۡ وَاَخِیۡ فَافۡرُقۡ بَیۡنَنَا وَبَیۡنَ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴾: اے میرے پروردگار! میں اپنا اور اپنے بھائی کا مالک ہوں، پس آپ ہمارے اور نافرمان قوم کے درمیان جدائی کردیجئے [المائدۃ ۲۵] (۵) جعرانہ میں نبی ﷺ نے حنین کی غنیمت تقسیم کی تو ذوالخویصرۃ نے کہا: انصاف سے تقسیم نہیں ہوئی، ابن مسعودؓ نے یہ بات آپؐ کو پہنچائی، آپؐ نے فرمایا: رَحِمَ اللّٰہ موسیٰ! قد أُوْذِیَ بِأَکْثَرَ من ھٰذا فَصَبَرَ: موسیٰ علیہ السلام پر اللہ کی رحمت! وہ اس سے زیادہ ستائے گئے، پس انھوں نے صبر کیا (بخاری حدیث ۳۱۵۰) اسی کا موسیٰ علیہ السلام نے شکوہ کیا ہے کہ تم دل میں یقین رکھتے ہو کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں، پھر تم رنج دہ حرکتیں کرکے مجھے کیوں ستاتے ہو!

برائیاں کرتے کرتے دل سخت ہو جاتا ہے:

حدیث میں ہے کہ جب آدمی کوئی گناہ کرتا ہے تو دل میں سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے، پھر توبہ کرتا ہے تو مٹ جاتا ہے، ورنہ بڑھتے بڑھتے سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے، بنی اسرائیل بھی ہر بات میں رسول سے ضد کرتے رہے، اور برابر ٹیڑھی چال چلتے رہے، پس اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کردیا، اب ان کے دلوں میں سیدھی سچی بات قبول کرنے کی صلاحیت ہی باقی نہیں رہی، ایسے ضدی نافرمانوں کے بارے میں اللہ کی سنت یہ ہے کہ ان کو راہِ ہدایت نہیں ملتی، چنانچہ یہود کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں، اور تورات آخری کتاب ہے، پھر کہتے ہیں کہ یہودیت نسلی مذہب ہے، اسرائیل کی اولاد ہی یہودی ہو سکتی ہے، پس کیا ساری دنیا قیامت تک جہالت کی تاریکی میں رہے گی، دینِ حق کی روشنی سے اللہ تعالیٰ لوگوں کی دستگیری نہیں فرمائیں گے؟ کیسی الٹی سمجھ ہے! مگر عقل پر پتھر پڑ جائیں تو کوئی کیا کرے!

عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت: موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا تتمہ تھی:

موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل میں بہت انبیاء ہوئے، ایک نبی کی وفات ہوتی تو دوسرے کو نبوت مل جاتی، یہ سب انبیاء شریعت موسوی کی تعلیم وتبلیغ کرتے تھے، تا آنکہ انبیائے بنی اسرائیل کے خاتم حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، مگر آپ کی شریعت بھی: موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا تتمہ تھی، اور آپ کی کتاب انجیل تورات کا ضمیمہ تھی، اس لئے فرمایا کہ میں تورات کے منجانب اللہ ہونے کی تصدیق کرنے والا ہوں۔

عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو عظیم الشان رسول کی خوش خبری سنائی:

چونکہ عیسیٰ علیہ السلام اور خاتم النّبیین ﷺ کے درمیان کوئی نبی نہیں، اس لئے عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو نبی

ﷺ کی آمد آمد کی خوش خبری سنائی، تا کہ جب وہ مبعوث ہوں تو بنی اسرائیل ان کی پیروی کریں، آپ نے أحمد نام سے بشارت سنائی، یہ صفاتی نام ہے، اور أکبر کے وزن پر اسم تفضیل ہے، یعنی اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا، تمام انبیاء نے مجموعی طور پر اللہ کی وہ تعریف نہیں کی جو آپؐ نے اکیلے کی ہے، آپؐ کے اذکار وادعیہ کے ملاحظہ سے یہ بات واضح ہے، انجیل میں یونانی لفظ پیر اکلی ٹس (Peroclitus) تھا، اس کی عربی فار قلیط ہے، یہ عربی کے أحمد کے ہم معنی ہے، عیسائی پادریوں نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے، اور ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں نراشیش اور کلکی اوتار کے الفاظ سے پیشین گوئی ہے، نراشیش: محمد کے ہم معنی ہیں: یعنی ستودہ، تعریف کیا ہوا، اور کلکی اوتار: خاتم النبیین کے ہم معنی ہے۔

مگر افسوس: جب وہ عظیم الشان رسول واضح دلائل کے ساتھ مبعوث کئے گئے تو اہل کتاب نے ان دلائل کو کھلا جادو کہا، جادو بہت زود اثر ہوتا ہے، قرآنِ کریم بھی قوی التاثیر ہے، پھر بھی وہ ایمان نہیں لائے، بلکہ جھوٹی بات یہ گھڑی کہ ان کا دین ابدی ہے، اور ان کے رسول اور اس کی کتاب آخری کتاب ہے، اور یہود نے کہا: نصرانیت بے بنیاد ہے، یہی بات عیسائی بھی کہتے ہیں [البقرۃ ۱۱۳] حالانکہ دونوں تورات پڑھتے ہیں، اور دونوں کتابیں بائبل میں ساتھ چھپتی ہیں، پس دونوں میں سے ایک کی بات یقیناً جھوٹی ہے، بلکہ دونوں ہی غلط کہتے ہیں، مگر دونوں اسلام کے خلاف برسرِ پیکار ہیں، اسلام کو جڑ سے اکھاڑنا چاہتے ہیں، اس لئے مجاہدین ایک محاذ سے نمٹتے نہیں کہ دوسرا محاذ کھل جاتا ہے، مگر اسلام کی روشنی پھیلتی جارہی ہے، وہ جتنا تپے گا اتنا ہی بڑھے گا، اور اس نے تمام ادیان کو چت کر رکھا ہے، ان کی پیٹھ پر سوار ہے، کوئی اس سے لوہا نہیں لے سکتا، یہ مجاہدین کی محنت کا ثمرہ ہے، اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ!

﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۭ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: —— اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم! تم مجھے کیوں ایذاء پہنچاتے ہو، جبکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں؟ —— معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت خاص بنی اسرائیل کے لئے تھی —— پس جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا —— پس اب سیدھی سچی بات بھی ان کے گلے نہیں اترتی —— اور اللہ تعالیٰ حد اطاعت سے نکل جانے والوں کو راہ نہیں دیا کرتے —— ایصال الی المطلوب کی نفی ہے۔

﴿ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۭ فَلَمَّا جَاۗءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ ﴾

ترجمہ: اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰؑ نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں ——

معلوم ہوا عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت بھی بنی اسرائیل کے لئے خاص تھی ــــ تصدیق کرنے والا ہوں اس تورات کی جو مجھ سے پہلے نازل کی گئی ہے ــــ کیونکہ آپ کی شریعت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا تتمہ اور انجیل: تورات کا ضمیمہ تھی ــــ اور خوش خبری سنانے والا ہوں اس عظیم رسول کی جو میرے بعد آئیں گے ــــ یعنی میرے بعد اب ان کے علاوہ کوئی رسول نہیں آئے گا ــــ جن کا (وصفی) نام احمد (بہت زیادہ اللہ کی تعریف کرنے والا) ہے ــــ اسم علم (ذاتی نام) میں اشتباہ ہوسکتا ہے، کئی آدمی بچوں کا وہ نام رکھ لیں تو کیسے پہچانیں گے؟ اور وصفی نام میں اشتباہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ خوبی تو کسی ایک شخص میں پائی جائے گی ــــ پس جب وہ (عظیم المرتبت رسول) ان کے پاس واضح دلائل کے ساتھ پہنچے ــــ واضح دلائل سے مراد قرآنِ کریم ہے ــــ تو انھوں نے کہا کہ یہ کھلا جادو ہے ــــ مشرکین مکہ بھی قرآن کو جادو قرار دیتے تھے، کیونکہ قرآن جادو کی طرح زوداثر ہے۔

﴿ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: اور اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ گھڑتا ہے ــــ کہتا ہے کہ اس کا مذہب ابدی ہے، اور اس کی کتاب آخری ہے ــــ درانحالیکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جارہا ہے ــــ جو آفاقی اور ابدی مذہب ہے ــــ اور اللہ تعالیٰ ناانصافوں کو راہ نہیں دیا کرتے ــــ جو انصاف سے کام لیتا ہے اسی کو ہدایت ملتی ہے۔

﴿ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِــُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: وہ (اہل کتاب) چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنی پھونکوں سے بجھادیں، جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرکے رہیں گے، خواہ کافر کتنے ہی ناخوش ہوں ــــ اس آیت کا تعلق اہل کتاب سے ہے، وہ کافر ہیں کیونکہ وہ توحید کو تو مانتے ہیں، مگر رسالتِ محمدی کو نہیں مانتے۔

اللہ وہ ہیں جنھوں نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ وہ اس کو غالب کردے سارے ادیان پر ــــ غالب کردے: یعنی چڑھ کر اوپر بیٹھ جائے، چت کردے، اس میں اشارہ ہے کہ مذاہب باطلہ ختم نہیں ہونگے، اسلام کے سامنے دب جائیں گے ــــ خواہ مشرکین کتنے ہی ناخوش ہوں ــــ اس کا تعلق مشرکین کے ساتھ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰي تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ

لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿١١﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١٢﴾ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٣﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے لوگو جو	وَ اَنْفُسِكُمْ	اور اپنی جانوں سے	فِيْ جَنّٰتِ	باغات میں
اٰمَنُوْا	ایمان لائے	ذٰلِكُمْ	یہ	عَدْنٍ	ہمیشہ رہنے کے
هَلْ اَدُلُّكُمْ	کیا بتلاؤں میں تمہیں	خَيْرٌ لَّكُمْ	بہتر ہے تمہارے لئے	ذٰلِكَ	یہ
عَلٰى تِجَارَةٍ	ایسی سوداگری	اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	الْفَوْزُ	کامیابی ہے
تُنْجِيْكُمْ	جو بچائے تمہیں	تَعْلَمُوْنَ	جانتے	الْعَظِيْمُ	بڑی
مِّنْ عَذَابٍ	عذاب سے	يَغْفِرْ لَكُمْ	بخشیں گے تمہارے لئے	وَاُخْرٰى	اور ایک اور نعمت
اَلِيْمٍ	دردناک	ذُنُوْبَكُمْ	تمہارے گناہوں کو	تُحِبُّوْنَهَا	جس کو تم پسند کرتے ہو
تُؤْمِنُوْنَ	ایمان لاؤ تم	وَ يُدْخِلْكُمْ	اور داخل کریں گے تم کو	نَصْرٌ	(یعنی) مدد
بِاللّٰهِ	اللہ پر	جَنّٰتٍ	ایسے باغات میں	مِّنَ اللّٰهِ	اللہ کی طرف سے
وَ رَسُوْلِهٖ	اور اس کے رسول پر	تَجْرِيْ	بہتی ہیں	وَ فَتْحٌ	اور فتح (کامیابی)
وَ تُجَاهِدُوْنَ	اور لڑو تم	مِنْ تَحْتِهَا	ان کے نیچے	قَرِيْبٌ	نزدیکی
فِيْ سَبِيْلِ	راستے میں	الْاَنْهٰرُ	نہریں	وَ بَشِّرِ	اور خوش خبری دیں
اللّٰهِ	اللہ کے	وَ مَسٰكِنَ	اور گھروں میں	الْمُؤْمِنِيْنَ	مؤمنین کو
بِاَمْوَالِكُمْ	اپنے مالوں سے	طَيِّبَةً	ستھرے	❁	❁

جہاد کی ترغیب اور فتح کی بشارت

اسلام غالب آئے گا، مگر اس کے لئے محنت درکار ہے، اور فتح قریب ہے، اس کے بعد اسلام کا بول بالا ہوگا ——

حجاز میں غلہ وغیرہ پیدا نہیں ہوتا، عربوں کا ذریعۂ معاش تجارت تھا، وہ سال میں دو سفر کرتے تھے، جاڑوں میں یمن جاتے تھے کہ وہ گرم تھا، اور گرمیوں میں شام جاتے تھے جو سرد اور شاداب ملک تھا، ان سے فرمارہے ہیں کہ کیا میں تم کو ایسی تجارت بتلاؤں جو دنیا کی تجارت سے بہتر ہے؟ یہ تجارت تمہیں آخرت کے عذاب سے نجات دے گی۔

وہ تجارت یہ ہے: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرو، یہ دنیا کی تجارت سے بہتر ہے، اللہ تمہارے گناہ بخش دیں گے، اور باغات اور ہمیشہ رہنے کے ستھرے مکانات عنایت فرمائیں گے، اور ہاں ایک اور نعمت جو تمہیں بہت پسند ہے عنایت فرمائیں گے یعنی اللہ کی مدد آئے گی، مکہ مکرمہ فتح ہوجائے گا، اور اسلام کا بول بالا ہوگا۔

آیاتِ پاک: —— اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت بتلاؤں جو تم کو دردناک عذاب سے بچالے؟ —— اس میں دنیوی نفع کی نفی نہیں غنیمت بھی ملے گی —— وہ تجارت یہ ہے: —— تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ —— اس کے بغیر جہاد لاحاصل ہے —— اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ذریعہ جہاد کرو —— دورِاول میں حکومت کے پاس فنڈ نہیں تھا، اس لئے جہاد میں خود ہی خرچ کرنا پڑتا تھا —— یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں کچھ سمجھ ہو —— تو یہ بات بوجھو! —— اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخشیں گے، اور تم کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اور عمدہ مکانات میں ہمیشہ رہنے کے باغات میں —— داخل کریں گے —— یہ بڑی کامیابی ہے!

اور ایک دوسری نعمت: جس کو تم پسند کرتے ہو: یعنی اللہ کی مدد اور جلد ملنے والی فتح —— مراد فتح مکہ ہے، مگر بات اشارے کنایے میں کہی ہے —— اور آپ مؤمنین کو بشارت سنادیں —— بشارت سنانا ایک مستقل نعمت ہے۔

فائدہ: مہاجرین مکہ مکرمہ سے نکالے گئے تھے، اس لئے ان کی بڑی خواہش تھی کہ مکہ فتح ہوجائے، چنانچہ اس کی خوش خبری سنائی، مگر بات اشارے کنایے میں کہی، ابھی کھولنے کا وقت نہیں آیا، اور لفظ چونکہ عام ہیں اس لئے مطلق کامیابی بھی مراد لے سکتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ ۖ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ ۖ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ ۖ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ ﴿١٤﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ	اے لوگو جو	اللَّهِ	اللہ کے	مَرْيَمَ	مریم نے
آمَنُوا	ایمان لائے	كَمَا قَالَ	جیسا کہا	لِلْحَوَارِيِّينَ	حواریوں سے
كُونُوا أَنصَارَ	ہوجاؤ مددگار	عِيسَى ابْنُ	عیسیٰ بیٹے	مَنْ أَنصَارِي	کون میرا مددگار ہے

اِلَى اللّٰهِ	اللہ کے لئے	طَآئِفَةٌ	ایک جماعت	فَاَيَّدْنَا	پس قوی کیا ہم نے
قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ	یاروں نے کہا	مِّنْ بَنِيْٓ	اولاد سے	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	ان کو جو ایمان لائے
نَحْنُ اَنْصَارُ	ہم مددگار ہیں	اِسْرَآءِيْلَ	یعقوب کے	عَلٰى عَدُوِّهِمْ	ان کے دشمنوں پر
اللّٰهِ	اللہ کے	وَكَفَرَتْ	اور انکار کیا	فَاَصْبَحُوْا	پس ہوگئے وہ
فَاٰمَنَتْ	پس ایمان لائی	طَّآئِفَةٌ	ایک جماعت نے	ظٰهِرِيْنَ	غالب

ہمتِ مرداں مددِ خدا

مدنی دور کی ابتداء تھی، مجاہدین کی تعداد 'نہ' کے برابر تھی، اس لئے دُہائی دی، مدد طلب کی کہ اے مؤمنو! اللہ کے دین کی مدد کے لئے تیار ہو جاؤ عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کئے گئے تھے، مگر شروع میں ان کی دعوت قبول نہیں کی گئی، بنی اسرائیل سخت مخالف ہوگئے، قتل کے درپے ہوگئے، اللہ نے ان کو تو رسوائی سے بچالیا، اپنی طرف اٹھالیا، مگر ان کے بعد ان کا دین غالب ہو کر رہا، یارانِ مسیح (حواری) تھوڑے تھے، وہ حسب ونسب کے اعتبار سے بھی کچھ معزز نہیں سمجھے جاتے تھے، مسیح علیہ السلام نے ان کو پکارا، انھوں نے لبیک کہا، رفع عیسیٰؑ کے بعد انھوں نے بڑی قربانیاں دے کر بنی اسرائیل پر محنت کی اور ان میں دعوت پھیلی، ایک جماعت تیار ہوئی، پھر کش مکش شروع ہوئی، اور جہاد کی نوبت آئی، پس اللہ نے اہل حق کی مدد کی تو ان کا ہاتھ اوپر ہوگیا، اسی طرح آج مجاہدین بھی اگرچہ تھوڑے ہیں، مگر ہمتِ مرداں مددِ خدا، انھیں اور راہِ خدا میں تن توڑ کر کوشش کریں، اللہ ان کی مدد کریں گے، ان کی کوشش بارآور ہوگی، مکہ مکرمہ فتح ہو جائے گا اور اسلام کا بول بالا ہوگا، دنیا ایک ہو جائے گی اور عالم میں دین کا ڈنکا بجے گا، جیسا کہ اگلی سورت میں آرہا ہے۔

آیتِ پاک: اے ایمان والو! تم اللہ کے دین کے مددگار بن جاؤ، جیسے عیسیٰ بن مریم نے حواریوں سے مدد طلب کی کہ اللہ کے دین کے لئے کون میری مدد کو تیار ہے؟ حواریوں نے جواب دیا: ہم مدد کو تیار ہیں! پھر بنی اسرائیل کے کچھ لوگ ایمان لائے، اور کچھ لوگ منکر رہے، پس ہم نے ایمان لانے والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں تائید کی، سو وہ غالب ہوگئے!

﴿۱۰/ شعبان ۱۴۳۷ھ = ۱۸/ مئی ۲۰۱۶ء﴾



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الجمعہ

ربط: پیچھے سے جہاد کا بیان چل رہا ہے، اگر جہاد اپنی شرائط کے ساتھ چلتا رہے تو دنیا ایک ہوجائے گی، عرب وعجم متحد ہوجائیں گے، اسلام کی روشنی چار دانگ عالم پھیل جائے گی، اور سب خاتم النّبیین ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہوجائیں گے، یہ جہاد کا بہت بڑا فائدہ ہے۔

سورت کے مضامین: تسبیح وتمجید کے بعد سورت میں تین مضمون ہیں:

۱- عموم بعثت کا بیان ہے، اللہ نے خاتم النّبیین ﷺ کو عرب وعجم (ساری دنیا) کی طرف مبعوث فرمایا ہے، مگر کام کی ذمہ داری تقسیم کی ہے، امیوں میں کام کی ذمہ داری آپ کی ہے، اور آخرین (عجمیوں) میں کام کی ذمہ داری صحابہ کی ہے، اور معلّم کی استعداد کا متعلّم پر اثر پڑتا ہے، اس لئے عرب تو سارے اسلام قبول کرلیں گے، مگر سب عجمیوں کے حصہ میں یہ دولت نہیں آئے گی، اور اللہ کے فضل میں کوئی کمی نہیں، بلکہ فضل حاصل کرنے والوں کی کوتاہی ہے۔

۲- اس امت میں بھی آگے چل کر عملی کوتاہی رونما ہوگی، اس کے لئے یہود کی مثال دی ہے، ان کا حال چار پائے برو کتابے چند جیسا تھا، اس امت کا بھی آگے چل کر ایسا ہی حال ہوجائے گا، اور یہ امت بھی یہود کی طرح خوش فہمی میں مبتلا ہوگی، مگر موت کی تمنا نہیں کرے گی، مگر موت بہر حال آنی ہے۔

۳- پھر آخری رکوع میں عموم بعثت کے مضمون کو ایک مثال سے سمجھایا ہے، پہلے جمعہ کی نماز آبادی میں ایک جگہ ہوتی تھی، باقی نمازیں ہر مسجد میں ہوتی تھیں، اسی طرح دنیا میں نبوت ورسالت کے مختلف سلسلے چل رہے تھے، مگر دورِ آخر میں ان کو آخری رسول کی ذات میں سمیٹ لیا، اب عرب وعجم کی تفریق مٹ جائے گی اور سب انسان ایک امت بن جائیں گے، اسی لئے سورت کا نام الجمعہ رکھا گیا ہے۔



آیاتہا ۱۱ (۶۲) سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ مَدَنِيَّةٌ (۱۱۰) رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝۱ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۲ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۳ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۴

يُسَبِّحُ	پاکی بیان کرتے ہیں	مِنْهُمْ	انہی میں سے	مِنْهُمْ	انہی (کی جنس) میں سے
لِلّٰهِ	اللہ کی	يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ	جو ان کے سامنے پڑھتا ہے	لَمَّا (۳)	اب تک نہیں
مَا فِي السَّمٰوٰتِ	جو آسمانوں میں ہیں	اٰيٰتِهٖ	اللہ کی آیتیں	يَلْحَقُوْا بِهِمْ	ملے وہ ان کے ساتھ
وَمَا فِي الْاَرْضِ	اور جو زمین میں ہیں	وَيُزَكِّيْهِمْ	اور سنوارتا ہے ان کو	وَهُوَ الْعَزِيْزُ	اور وہ زبردست
الْمَلِكِ (۱)	(جو) بادشاہ	وَيُعَلِّمُهُمُ	اور سکھلاتا ہے ان کو	الْحَكِيْمُ	حکمت والے ہیں
الْقُدُّوْسِ	پاک ذات	الْكِتٰبَ	اللہ کی کتاب	ذٰلِكَ	یہ
الْعَزِيْزِ	زبردست	وَالْحِكْمَةَ	اور دانشمندی کی باتیں	فَضْلُ اللّٰهِ	اللہ کی مہربانی ہے
الْحَكِيْمِ	حکمت والے ہیں	وَاِنْ كَانُوْا	اگرچہ وہ تھے	يُؤْتِيْهِ	دیتے ہیں وہ اس کو
هُوَ الَّذِيْ	وہی جنھوں نے	مِنْ قَبْلُ	قبل ازیں	مَنْ يَّشَآءُ	جسے چاہتے ہیں
بَعَثَ	بھیجا	لَفِيْ ضَلٰلٍ	گمراہی میں	وَاللّٰهُ	اور اللہ
فِي الْاُمِّيّٖنَ	ناخواندہ لوگوں میں	مُّبِيْنٍ	صریح	ذُو الْفَضْلِ	بڑی مہربانی والے ہیں
رَسُوْلًا	عظیم رسول کو	وَّاٰخَرِيْنَ (۲)	اور دوسروں میں (بھیجا)	الْعَظِيْمِ	

(۱) الملِك: اللہ کی صفت ہے (۲) آخرین کا الأميين پر عطف ہے (۳) لَمَّا: لَمْ کی طرح مضارع کو ماضی منفی بناتا ہے، مگر اس کی نفی متوقع الوجود ہوتی ہے۔

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

نبی ﷺ کی بعثت عرب وعجم سب کے لئے ہے، مگر کام کی ذمہ داری منقسم ہے

بعثتِ نبوی کے وقت عرب وعجم میں منافرت آخری حد تک پہنچی ہوئی تھی، تنابز (برے ناموں سے پکارنا) اس درجہ تک پہنچا ہوا تھا کہ عرب: دوسرے لوگوں کو عجمی (بے زبان جانور) کہتے تھے، اور خود کو عرب (فصیح وبلیغ) قرار دیتے تھے، اور غیر عرب: عربوں کو امّی (اَن پڑھ) کہتے تھے، اس لئے دونوں ایک ہو جائیں اور ایک دوسرے کی خوبیوں کی قدر کرنے لگیں: بظاہر ناممکن نظر آتا تھا، مگر ایسا ہونا ضروری تھا، زمانہ کا دور آخر آ گیا تھا، نبوت کے مختلف سلسلوں کو ایک ذات میں جمع کرنا ضروری تھا، اور قادر مطلق اللہ کے لئے ایسا کرنا کچھ مشکل نہ تھا، وہ بے عیب ہیں، کائنات کا ذرہ ذرہ ان کی پاکی بیان کرتا ہے، زبانِ حال سے بھی اور زبانِ قال سے بھی، وہ تمام خوبیوں کے مالک ہیں، وہ شہنشاہِ مطلق ہیں، وہ برتر وبالا ہستی ہیں، وہ زبردست اور حکمت والے ہیں، ان کی حکمت کا جو تقاضا ہوتا ہے اس کو کرنے سے ان کو کوئی روک نہیں سکتا، انھوں نے دورِ آخر میں امیوں میں سے ایک عظیم رسول چنا اور اس کے ذمہ چار کام رکھے: (۱) لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنانا۔ (۲) لوگوں کو سنوارنا (اخلاقِ رذیلہ سے پاک کرنا) (۳) لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینا۔ (۴) لوگوں کو دانشمندی کی باتیں سکھانا (یہی حکمت کی باتیں حدیثیں کہلاتی ہیں) اور عربوں میں کام کی ذمہ داری آپ کو سونپی، چنانچہ جب عربوں میں کام پورا ہونے آیا تو سورۃ النصر کے ذریعہ آپ کو اطلاع دی کہ آپ کا دنیا کا کام پورا ہو گیا، اب آپ ہمارے یہاں آنے کی تیاری کریں۔

اور امیوں کے علاوہ کی طرف بھی آپ کی بعثت ہے، ان کو آخرین سے ذکر کیا، اور واو کے ذریعہ عطف کیا، واو کے ذریعہ عطف کرنے کی صورت میں من وجہٍ اتحاد ہوتا ہے اور من وجہٍ مغائرت، اور آخرین (دوسرے لوگوں) کہا، أعجمین نہیں کہا، یہ جذبات کی انتہائی درجہ رعایت ہے، رہے امّی تو وہ اپنے امّی ہونے پر فخر کرتے تھے، خود نبی ﷺ نے فرمایا ہے: نحنُ أمة أمية: ہم ناخواندہ امت ہیں، اس لئے ان کو أمیین کہا، یہ دوسرے لوگ بھی آپ کی امت ہیں، یہ اتحاد کا پہلو ہے، اور ان میں کام کرنے کی ذمہ داری صحابہ کی ہے، یہ مغائرت کا پہلو ہے، اور ﴿مِنْهُمْ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ غیر عرب بھی انسان ہیں، کیونکہ سب ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، مگر جدا جدا ہو گئے ہیں، اب وقت آ گیا ہے کہ باہم مل جائیں، اور ایک نبی کی امت بن جائیں، اور ﴿لَمَّا﴾ سے نفی کرتے ہیں تو وہ مستقبل میں متوقع الوجود ہوتی ہے، یعنی اب تک نہیں ملے، آگے ملیں گے، اور ان کو زبردست اللہ ملائیں گے، وہ حکیم ہیں، ان کی حکمت کا تقاضا ہے کہ باہم مل جائیں۔

مگر اسلام کی دولت سب عربوں کو تو ملے گی، سب عجمیوں کو نہیں ملے گی، اللہ تعالیٰ جسے چاہیں گے عنایت فرمائیں گے، اور یہ معلّم کی استعداد کا فرق ہوگا، عربوں پر محنت نبی ﷺ نے کی ہے، اس لئے سب عرب مسلمان ہوگئے، مگر آخرین سب مسلمان نہیں ہوئے، کیونکہ ان پر صحابہ نے محنت کی ہے —— اس کی وجہ یہ نہیں کہ اللہ کے فضل میں ٹوٹا پڑ گیا، اللہ کا فضل تو عظیم ہے، ان کی رحمت بے پایاں ہے، کمی لینے والوں میں ہے:

یہ بزمِ مئے ہے یاں کوتاہ دستی میں ہے محرومی ❁ جو بڑھ کر اٹھالے جام مینا اسی کا ہے

آخری نبی امیوں (عربوں) میں کیوں مبعوث کئے گئے؟

اوپر آیاتِ پاک کا مسلسل مطلب تھا، اب چند متفرق باتیں عرض کرتا ہوں:

آخری نبی عربوں میں کیوں مبعوث کئے گئے، آخرین سے کیوں نہیں اٹھائے گئے؟ اس میں کیا حکمت ہے؟ اس میں بہت حکمتیں ہیں، میں چند ذکر کرتا ہوں، آپ غور کریں اور بھی حکمتیں سمجھ میں آئیں گی۔

۱- عرب صریح گمراہی میں تھے، ان کی اصلاح عرب رسول ہی کر سکتا تھا، باریک گمراہی آسانی سے سمجھائی جاسکتی ہے، مگر کھلی گمراہی آسانی سے نہیں سمجھائی جاسکتی۔

۲- عربوں میں قوتِ عمل زیادہ تھی، حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام کی گاڑی کا پیٹرول عرب ہیں، ہم تو بغیر تیل کی گاڑی دھکا دے کر چلا رہے ہیں، اور ساری دنیا میں آخری رسول کام نہیں کر سکتے تھے، کام کو تقسیم کرنا ضروری تھا، عربوں میں یہ صلاحیت تھی کہ وہ دنیا کی اصلاح کا بیڑا اٹھائیں۔

۳- جزیرۃ العرب معلوم دنیا کے سینٹر میں تھا، وہاں سے مغرب میں افریقہ کے آخر تک، مشرق میں ایشیا کے آخر تک، اور شمال میں روم کے آخر تک بیک وقت پہنچ سکتے تھے، جنوب میں سمندر تھا، اور امریکہ ابھی دریافت نہیں ہوا تھا، پس ساری دنیا میں کام کی یہاں سے آسانی تھی۔

۴- عربی افضل زبان ہے، اللہ کی آخری کتاب کو اسی زبان میں اتارنا تھا، اور اس کے لئے عربی رسول ہی موزون تھا۔

نبی ﷺ کے چار کام:

۱- اللہ کی کتاب لوگوں کے سامنے پڑھنا تاکہ وہ اس کو یاد کریں، عربوں میں یاد کرنے کا طریقہ تلقین ہے، قاری پڑھتا ہے، سامع دوہراتا ہے، اس طرح اسے یاد ہو جاتا ہے، رہا ناظرہ اور تجوید سکھانا تو اہل لسان اس سے مستغنی ہیں۔

۲- باطن کو سنوارنا: تزکیہ: اخلاقِ رذیلہ کو اخلاقِ عالیہ سے بدلنا آسان کام نہیں، اور جس طرح آدمی کا ظاہر اچھا برا ہوتا ہے، اور بری حالت کو سنوار بھی سکتے ہیں، اسی طرح باطن کو سمجھنا چاہئے، حدیث میں ہے: **بُعثتُ لأتمم مکارم**

الأخلاق: میری بعثت کی ایک غرض اخلاقِ عالیہ کی تعلیم دینا بھی ہے۔

۳-قرآنِ کریم کو سکھلانا: یعنی اس کے حقائق واضح کرنا، اہل لسان کلام کا سرسری مطلب تو کلام ہی سے سمجھ جاتے ہیں، مگر حقائق نہیں سمجھ سکتے، مثلاً: قرآن میں نماز کی بار بار تاکید آئی ہے، اور نماز کے ارکان بھی متفرق جگہ بیان ہوئے ہیں، مگر سب کو جوڑ کر نماز کی ہیئت کذائی بنانا ہر شخص کا کام نہیں، یہ کام آپؐ نے کیا، اور فرمایا: صَلُّوْا كما رأيتموني أصلي: میں نے جس طرح نماز پڑھائی اس طرح پڑھو، یہ قرآن سکھانا ہے۔

۴-حکمت سکھلانا: یعنی دقائق واضح کرنا، کلام کی تہہ تک ہر کوئی نہیں پہنچ سکتا، مجتہد ہی پہنچ سکتا ہے، بلکہ بعض دقائق پیغمبر ہی واضح کرسکتا ہے، مثلاً: قرآن میں رضاعت کے تعلق سے دو رشتوں کی حرمت کا بیان ہے، نبی ﷺ نے بتلایا کہ یہ بطور مثال ہے، ورنہ رضاعت سے وہ ساتوں رشتے حرام ہوتے ہیں جو ناتے (نسب) سے حرام ہوتے ہیں، یہ ایسی بات ہے جس کو مجتہدین بھی نہیں پاسکتے، اور ایسی باتیں حدیثوں میں بے شمار ہیں، سعدی شیرازی فرماتے ہیں:

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست ❁ کتب خانۂ چند ملت بشست

(ایک یتیم بچہ جس نے کسی سے پڑھنا نہیں سیکھا ÷ اتنے علوم بیان کئے کہ دنیا کی لائبریریاں پیچھے رہ گئیں)

لَمْ اور لَمَّا میں تین فرق:

لَمْ اور لَمَّا: مضارع پر داخل ہوتے ہیں، اور اس کو ماضی منفی بناتے ہیں، مگر دونوں میں تین فرق ہیں: (۱) لم ماضی مطلق میں فعل کی نفی کرتا ہے اور لما ماضی قریب میں، جیسے لم یأتِ زید: زید نہیں آیا، اور لما یأت زید: زید اب تک نہیں آیا۔ (۲) لم میں نفی زمانہ حال تک ممتد نہیں ہوتی، اور لما میں نفی ممتد ہوتی ہے، اوپر کی مثال سے یہ بات واضح ہے۔ (۳) لم سے جو نفی کی جاتی ہے وہ آئندہ متوقع الوجود ہے یا نہیں؟ لم کی اس پر کوئی دلالت نہیں ہوتی، اور لما سے جو نفی کی جاتی ہے اس کی آئندہ امید ہوتی ہے، جیسے زید اب تک نہیں آیا یعنی ہم ابھی اس کے آنے کی امید رکھتے ہیں —— اور آیت میں: ﴿لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ﴾ ہے یعنی اب تک عجم عربوں کے ساتھ نہیں ملے مگر آئندہ ملنے کی امید ہے، کون ملائے گا؟ اللہ تعالیٰ ملائیں گے جو زبردست حکمت والے ہیں

عربوں سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا:

امام اعظم رحمہ اللہ نے آیات سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ عربوں سے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا، کیونکہ امیین کی طرف کوئی استثناء نہیں، عجم سے جزیہ قبول کیا جائے گا، کیونکہ ان کی طرف ﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ﴾ بمنزلہ استثناء ہے۔

آخرین کا مصداق بطور مثال:

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نبی ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ پر سورۃ الجمعہ نازل ہوئی، اس میں ہے: ﴿ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ﴾ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! یہ آخرین کون ہیں؟ آپؐ نے جواب نہیں دیا، انھوں نے تین مرتبہ پوچھا، وہاں حضرت سلمان فارسیؓ موجود تھے، آپؐ نے اپنا ہاتھ سلمانؓ پر رکھا، اور فرمایا: ''اگر ایمان ثریا (ستارہ) پر ہوتا تو بھی اس کو کچھ لوگ ان میں سے حاصل کرتے!'' (معلوم ہوا کہ آخرین سے عجم مراد ہیں)

﴿ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ ﴾

ترجمہ: اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں ــــــ یعنی ساری کائنات تسبیح خواں ہے، یہاں تک تقدیس ہے ــــــ جو بادشاہ، پاک ذات، زبردست، حکمت والے ہیں ــــــ یہ تمجید ہے، اللہ کی خوبیاں اور کمالات کا بیان ہے۔

﴿ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾

ترجمہ: وہی ہیں ــــــ جن کا پہلی آیت میں ذکر آیا ــــــ جنھوں نے امیوں (ناخواندہ عربوں) میں انہی میں سے ایک بڑے رسول کو اٹھایا، جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، اور ان کو سنوارتا ہے، اور ان کو اللہ کی کتاب اور دانشمندی کی باتیں (حدیثیں) سکھاتا ہے، اگرچہ وہ لوگ قبل ازیں کھلی گمراہی میں تھے ــــــ اس میں اشارہ ہے کہ ان کی اصلاح دشوار تھی، آپؐ ہی کے ذریعہ ان کی اصلاح ہوسکتی تھی۔

﴿ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ﴾

ترجمہ: اور (بھیجا) دوسروں میں (بھی) انہی میں سے ــــــ اس کا عطف الأمیین پر ہے، دوسرے بھی آپؐ کی امت ہیں مگر بالواسطہ، جیسے قیامت تک کے لوگ آپؐ کی بالواسطہ امت ہیں، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اس کو 'دوہری بعثت' سے تعبیر کیا ہے، یعنی آپؐ کی بلاواسطہ بعثت عربوں کی طرف ہے، پھر ان کے واسطہ سے ساری دنیا کی طرف ہے، اور نبیوں میں سب سے اونچا مقام اس نبی کا ہے جس کی بعثت دوہری ہے (یہ مضمون رحمۃ اللہ الواسعہ ۲: ۵۰ میں مفصل ہے)...... اور ﴿ مِنْهُمْ ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ آخرین بھی انسان ہی ہیں ــــــ جو ابتک ان (عربوں) کے ساتھ نہیں ملے ــــــ مگر آگے ملیں گے ــــــ اور اللہ زبردست حکمت والے ہیں ــــــ وہ ملا کر سب کو

ایک امت بنادیں گے۔

﴿ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝﴾

ترجمہ: یہ (اسلام) اللہ کی مہربانی ہے، دیتے ہیں اس کو جسے چاہتے ہیں —— یہ بمنزلۂ استثناء ہے —— اور اللہ بڑے فضل والے ہیں —— یہ سوال مقدر کا جواب ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاۗءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ۧ

مَثَلُ	حالت	بِئْسَ مَثَلُ	بری مثال ہے	هَادُوْٓا (۲)	یہودی ہوئے
الَّذِيْنَ	ان لوگوں کی جو	الْقَوْمِ الَّذِيْنَ	ان لوگوں کی	اِنْ زَعَمْتُمْ	اگر گمان کرتے ہو تم
حُمِّلُوا	اٹھوائے گئے	كَذَّبُوْا	جنھوں نے جھٹلایا	اَنَّكُمْ	کہ تم
التَّوْرٰىةَ	تورات	بِاٰيٰتِ اللّٰهِ	اللہ کی آیتوں کو	اَوْلِيَاۗءُ لِلّٰهِ	اللہ کے دوست ہو
ثُمَّ لَمْ	پھر نہیں	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	مِنْ دُوْنِ النَّاسِ	لوگوں کے سوائے
يَحْمِلُوْهَا	اٹھایا انھوں نے اس کو	لَا يَهْدِي	راہ نہیں دیتے	فَتَمَنَّوُا	تو آرزو کرو
كَمَثَلِ الْحِمَارِ	جیسے گدھے کی حالت	الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ	ظالم لوگوں کو	الْمَوْتَ	موت کی
يَحْمِلُ	اٹھائے ہوئے ہو	قُلْ	کہیں	اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم
اَسْفَارًا (۱)	کتابیں	يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے لوگو جو	صٰدِقِيْنَ	سچے

(۱) اسفار: سِفر کی جمع: وہ کتاب جو حقائق کو واضح کرتی ہو، دینی کتاب (۲) هَادَ (ن) هَوْدًا: تائب ہو کر حق کی طرف لوٹنا، هَادَ فلان: یہودی ہونا، یہودی مذہب کا متبع ہونا، بچھڑے کی پوجا سے توبہ کی اس لئے یہودی کہلائے۔

وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗ	اور نہیں آرزو کریں گے	عَلِيْمٌ	جانتے ہیں	ثُمَّ تُرَدُّوْنَ	پھر لوٹائے جاؤ گے تم
	وہ اس کی	بِالظّٰلِمِيْنَ	ظالموں کو	اِلٰى عٰلِمِ	جاننے والے کی طرف
اَبَدًا	کبھی بھی	قُلْ	کہیں	الْغَيْبِ	چھپی
بِمَا قَدَّمَتْ	ان کاموں کی وجہ سے	اِنَّ الْمَوْتَ	بے شک موت	وَالشَّهَادَةِ	اور کھلی چیزوں کو
	جو آگے بھیجے ہیں	الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ	جو بھاگتے ہو تم	فَيُنَبِّئُكُمْ	پھر آگاہ کریں گے وہ تم کو
اَيْدِيْهِمْ	ان کے ہاتھوں نے	مِنْهُ	اس سے	بِمَا كُنْتُمْ	ان کاموں سے جو تھے تم
وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ	ملاقات کرنے والی ہے تم سے	تَعْمَلُوْنَ	کرتے

قرآنِ کریم کا ایک اسلوب

اس امت کا پہلا قافلہ (صحابہ) دودھ کا دُھلا ہوا طبقہ تھا، ان میں ایک کنکر نہیں تھا، نبی 'معصوم' ہوتا ہے، کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے مبعوث ہوتا ہے، اور صحابہ آپؐ کے واسطہ سے آخرین کی طرف مبعوث تھے، اس لئے وہ 'محفوظ' تھے، مگر یہ صورتِ حال ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں تھی، آگے چل کر زبوں حالی رونما ہونے والی تھی، اس لئے اس بدلی ہوئی حالت کو بھی بیان کرنا ضروری تھا، مگر اگر گفتگو 'ہوائی' ہوتی تو اس کا سمجھنا مشکل ہوتا، اور مثال دے کر مضمون بیان کیا جاتا تو اس کا سمجھنا آسان ہوتا، گفتہ آید در حدیثِ دیگراں: کامیاب طریقہ ہے۔

مثال کس کی بیان کی جائے؟ قرآن کے بعد عظیم الشان کتاب تورات ہے، اور نبی ﷺ کے بعد بڑے رسول موسیٰ علیہ السلام ہیں، اور ان کی امت مدینہ میں آباد تھی، اور ان کے احوال سے عرب واقف تھے، اس لئے بہترین مثال یہود کی ہوسکتی تھی، چنانچہ قرآنِ کریم: آگے چل کر اس امت کی زبوں حالی یہود کی زبوں حالی سے سمجھاتا ہے، سورۃ الحدید (آیت ۱۶) میں مسلمانوں کو تنبیہ کی ہے کہ وہ ان لوگوں کی طرح نہ ہوجائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی، پھر زمانہ دراز ہوگیا تو ان کے دل سخت ہوگئے، اور بہت سے ان میں سے بدکار ہوگئے، یہی حال آگے چل کر اس امت کا ہونا تھا، اس کو گدھے کی مثال سے سمجھایا ہے۔

آگے چل کر امتِ مسلمہ کی زبوں حالی یہود کی مثال سے واضح کی ہے

قرآنِ کریم کے بعد عظیم المرتبت کتاب تورات ہے، یہ کتاب بنی اسرائیل کو دی گئی، اور اس پر عمل کا ان کو مکلف بنایا، مگر عرصہ گذرنے کے بعد ان کا حال برا ہوگیا، وہ بے عملی بلکہ بد عملی میں مبتلا ہوگئے، اور وہ نام کے یہودی رہ گئے، ان کا حال اس گدھے جیسا ہے جس پر دینی کتابیں لدی ہوئی ہوں، اس کو ان کتابوں سے کیا نفع! یہ بری مثال ہے ان لوگوں کی

جنھوں نے اللہ کے احکام کو پس پشت ڈال دیا، مسلمانوں کو اس بری مثال کا مصداق نہیں بننا چاہئے، مگر ہائے افسوس! آگے چل کر مسلمان بھی یہود کے نقشِ قدم پر چل پڑے، پھر قاعدہ سنایا کہ اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہ راست نہیں دیتے، ہدایت زبردستی کسی کے سر نہیں منڈھتے! انصاف سے کام لینے والا ہدایت پاتا ہے اور اپنے پاؤں پر تیشہ زنی کرنے والا ہدایت سے محروم رہتا ہے۔

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: ان لوگوں کی حالت جن کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا، پھر انھوں نے اس پر عمل نہیں کیا، اس گدھے جیسی ہے، جس پر دینی کتابیں لدی ہوں، یہ بری مثال ہے ان لوگوں کی جنھوں نے اللہ کی آیتوں (احکامات) کو جھٹلایا، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو راہِ ہدایت نہیں دیتے۔

یہود کا دعوی ہے کہ ہم ہی اللہ کے دوست اور چہیتے ہیں

ان سے کہو: اگر تم اس دعوے میں سچے ہو تو 'وصلِ حبیب' کی تمنا کرو، اور اس کا پُل 'موت' ہے، جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے، مگر سن لو! وہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے، ان سے بڑھ کر موت سے ڈرنے والا کوئی نہیں، موت کا نام سن کر ان کو پسینہ آنے لگتا ہے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ انھوں نے زندگی بھر کیا کرتوت کیے ہیں، دنیا چھوٹتے ہی ان کی سزائیں پکڑے جائیں گے، مگر موت سے کسی کو مفر نہیں، وہ تو اچانک آپکڑے گی، پھر غیب وشہادت کا جاننے والا ان کا سب کچا چٹھا ان کے سامنے رکھ دے گا۔

آج جاہل مسلمان بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم محبوب کی امت ہیں، اور اللہ غفور رحیم ہیں، اور عمل کے نام صفر ہیں، اگر محبوب کی امت ہیں تو محبوب جیسا عمل کرو:

تَعصِیْ الإلٰه وَأنت تُظهر حُبَّه ❁ إن المُحِبَّ لمن یحب مُطیع

(اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور اللہ کی محبت کا دعوی بھی کرتا ہے: محبت کرنے والا تو محبوب کے اشاروں پر چلتا ہے)

اور اللہ بے شک غفور رحیم ہیں، مگر ان کی پکڑ بھی تو سخت ہے، اس کو کیوں بھول جاتے ہو، سورۃ الحجر کی (آیات ۴۹و۵۰) ہیں: ﴿ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّىْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝ ﴾: میرے بندوں کو بتادو کہ میں بڑا مغفرت والا رحمت والا ہوں اور یہ کہ میری سزا دردناک سزا ہے۔ اصل یہ ہے کہ انسان کو مشقت اٹھائے بغیر جنت چاہئے، حالانکہ وہ مکارہ (ناگواریوں) سے گھیری گئی ہے۔

﴿ قُلۡ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ هَادُوۡۤا اِنۡ زَعَمۡتُمۡ اَنَّكُمۡ اَوۡلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ۝ وَلَا یَتَمَنَّوۡنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ ۝ قُلۡ اِنَّ الۡمَوۡتَ الَّذِیۡ تَفِرُّوۡنَ مِنۡهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیۡكُمۡ ثُمَّ تُرَدُّوۡنَ اِلٰی عٰلِمِ الۡغَیۡبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝ ﴾

ترجمہ: آپ کہیں: اے یہودیو! اگر تمہارا خیال ہے کہ تم ہی بلا شرکت غیرے اللہ کے دوست ہو تو موت کی آرزو کرو، اگر تم (دعوے میں) سچے ہو ـــــ اور وہ کبھی بھی موت کی تمنا نہیں کریں گے، ان اعمال کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ظالموں کے احوال سے بخوبی واقف ہیں ـــــ کہ انھوں نے کیا کرتوت کیے ہیں ـــــ آپ کہیں: بے شک وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ یقیناً تم کو آ پکڑے گی، پھر تم پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے، پس وہ تمہیں تمہارے سب کام جتلا دیں گے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَةِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِكۡرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الۡبَیۡعَ ؕ ذٰلِكُمۡ خَیۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ۝ فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوةُ فَانۡتَشِرُوۡا فِی الۡاَرۡضِ وَابۡتَغُوۡا مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ كَثِیۡرًا لَّعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ۝ وَاِذَا رَاَوۡا تِجَارَةً اَوۡ لَهۡوَا انۡفَضُّوۡۤا اِلَیۡهَا وَتَرَكُوۡكَ قَآئِمًا ؕ قُلۡ مَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَیۡرٌ مِّنَ اللَّهۡوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللّٰهُ خَیۡرُ الرّٰزِقِیۡنَ ۝

ع ۲ / ۱۲

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ	اے لوگو جو	وَذَرُوا	اور چھوڑ دو	فَانۡتَشِرُوۡا	تو پھیل جاؤ
اٰمَنُوۡۤا	ایمان لائے ہو	الۡبَیۡعَ	خرید و فروخت	فِی الۡاَرۡضِ	زمین میں
اِذَا نُوۡدِیَ	جب پکارا جائے	ذٰلِكُمۡ	یہ	وَابۡتَغُوۡا	اور تلاش کرو
لِلصَّلٰوةِ	نماز کے لئے	خَیۡرٌ لَّكُمۡ	بہتر ہے تمہارے لئے	مِنۡ فَضۡلِ اللّٰهِ	اللہ کی روزی سے
مِنۡ یَّوۡمِ	دن میں	اِنۡ كُنۡتُمۡ	اگر ہو تم	وَاذۡكُرُوا اللّٰهَ	اور اللہ کو یاد کرو
الۡجُمُعَةِ	جمعہ کے	تَعۡلَمُوۡنَ	جانتے	كَثِیۡرًا	بہت
فَاسۡعَوۡا	پس چل پڑو	فَاِذَا قُضِیَتِ	پس جب تمام ہو چکے	لَّعَلَّكُمۡ	تاکہ تم
اِلٰی ذِكۡرِ اللّٰهِ	اللہ کی یاد کی طرف	الصَّلٰوةُ	نماز	تُفۡلِحُوۡنَ	کامیاب ہوؤ

وَ اِذَا رَاَوْا	اور جب دیکھتے ہیں وہ	وَ تَرَكُوْكَ	اور چھوڑ جاتے ہیں	خَيْرٌ	بہتر ہے
تِجَارَةً	سوداگری		آپ کو	مِّنَ اللَّهْوِ	کھیل تماشے سے
اَوْ لَهْوَا	یا کھیل تماشا	قَآىِٕمًا	کھڑا ہوا (خطبہ دیتا ہوا)	وَ مِنَ التِّجَارَةِ	اور سوداگری سے
انْفَضُّوْٓا	بکھر جاتے ہیں وہ	قُلْ	کہو	وَ اللّٰهُ خَيْرُ	اور اللہ بہترین
اِلَيْهَا	اس (تجارت) کی طرف	مَا عِنْدَ اللّٰهِ	جو اللہ کے پاس ہے	الرّٰزِقِيْنَ	روزی دینے والے ہیں

نبوت کے سلسلوں کو ایک شخصیت میں جمع کرنے کی مثال

ربط: سورت کا موضوع عموم بعثت ہے، یعنی اب ساری دنیا کے لئے ایک رسول ہیں، الگ الگ نبوتیں خاتم النّبیین ﷺ میں جمع کردی ہیں، جیسے آبادی کی ہر مسجد میں پنج وقتہ نمازیں ہوتی ہیں، مگر جمعہ کے دن سب مسجدوں کے نمازی ایک جگہ جمع ہوجاتے ہیں، اور جمعہ کی نماز ایک ساتھ پڑھتے ہیں، اسی طرح مختلف نبوتوں کو ایک ذات میں جمع کردیا ہے۔

احکامِ جمعہ

ان آیات میں جمعہ کے تعلق سے دو حکم ہیں، پہلا وجوبی ہے دوسرا استحبابی:

وجوبی حکم: جب جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے اذان دی جائے تو تمام مشاغل چھوڑ کر نماز اور خطبہ سننے کے لئے چل دینا واجب ہے، سستی کرنے والا گنہ گار ہوگا، البتہ جمعہ کی تیاری میں مشغول ہونا جائز ہے۔

استحبابی حکم: نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد جہاں چاہے جاسکتا ہے، کاروبار بھی کرسکتا ہے، مگر ساتھ ہی اللہ کا ذکر بھی چلتا رہے، کامیابی کی کنجی یہی ہے۔

فائدہ: اذان سے اذانِ اول مراد ہے، اسی کے ذریعہ لوگوں کو نماز کے لئے بلایا جاتا ہے، دوسری اذان تو حاضرین کو خطیب کی آمد کی اطلاع دینے کے لئے ہے، رہی یہ بات کہ نزولِ آیت کے وقت پہلی اذان نہیں تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ تفسیر کا قاعدہ ہے: **العبرةُ لعموم اللفظ، لا لخصوص الموردِ**: اعتبار الفاظ کے عموم کا ہے، خاص شانِ نزول کا اعتبار نہیں: ﴿ اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ ﴾ عام ہے، پہلی یا دوسری اذان کی کوئی قید نہیں، پس جس اذان سے نماز کے لئے بلایا جائے وہ آیت کا مصداق ہے۔

سوال: اذان جمعہ کے بعد کاروبار اور دیگر مشاغل ترک کرکے مسجد جانا فرض ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿ فَاسْعَوْا

اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ﴾ مگر عام طور پر پہلی اذان کے بعد لوگ مشاغل ترک نہیں کرتے اور گناہ گار ہوتے ہیں۔ پس کیوں نہ دوسری اذان کو آیت کا مصداق قرار دیا جائے تا کہ لوگ گناہ گار نہ ہوں؟

جواب: یہ خرابی مسلمانوں کے اپنے عمل کی بناء پر پیدا ہوئی ہے۔ اور اس کا علاج بھی مسلمانوں کے پاس ہے، ہمارے دیار میں جو آدھا گھنٹہ پہلے اذان دی جاتی ہے وہ غلط طریقہ ہے، دس منٹ پہلے پہلی اذان دینی چاہئے تا کہ لوگ فوراً مشاغل ترک کر کے مسجد کی طرف چل پڑیں۔ غرض ہمارے پاس اس کا کوئی علاج نہیں، لوگ خود ہی اس کا علاج کر سکتے ہیں۔

آخری آیت کا واقعہ: پہلے عیدین کی طرح جمعہ کی نماز پہلے ہوتی تھی اور خطبہ بعد میں، مراسیل ابی داؤد میں روایت ہے کہ مدینہ میں ایک تجارتی قافلہ آیا، مدینہ میں غلہ کی کمی تھی، لادی نے ڈھول بجایا، لوگ نماز پڑھ چکے تھے، خطبہ سن رہے تھے، پس یہ خیال کر کے کہ نماز تو ہو چکی ہے اور بیان ہر جمعہ کو ہوتا ہے: اٹھ کر خریداری کے لئے چل دیئے، صرف بارہ آدمی رہ گئے، اس پر آخری آیت میں تنبیہ ہے کہ یہ ٹھیک نہیں کیا، نماز کی طرح خطبہ سننا بھی واجب ہے، عیدین میں خطبہ اگرچہ بعد میں ہوتا ہے، مگر اس کا سننا بھی واجب ہے۔

پھر ترتیب بدل دی، جمعہ کا خطبہ پہلے کر دیا، کیونکہ جمعہ ہر ساتویں دن آتا ہے، اور مشاغل کے درمیان نماز ادا کرنی ہوتی ہے، اس لئے نماز میں آنے میں کسی سے تاخیر ہو سکتی ہے، اب جب خطبہ پہلے دیا جائے گا تو کوئی تاخیر کرے گا تو خطبہ کا کوئی حصہ چھوٹے گا، نماز نہیں چھوٹے گی، اور عیدین کو اصل پر برقرار رکھا، کیونکہ مقصود عبادت ہے، بیان ضمنی مقصد ہے، اور عید سال میں ایک دو مرتبہ آتی ہے، اور لوگ اس دن فارغ ہوتے ہیں، اس لئے نماز چھٹنے کا احتمال نادر ہے۔

آیاتِ کریمہ: —— اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کے لئے پکارا جائے تو تم فوراً اللہ کی یاد کی طرف چل پڑو، اور خرید و فروخت چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تمہیں کچھ سمجھ ہو! —— پہلے آبادی میں جمعہ کی نماز ایک جگہ ہوتی تھی، پھر جب آبادیاں بڑھ گئیں تو ضرورۃً متعدد جگہ جمعہ کی نماز ہونے لگی............ اور آیت عام مخصوص منہ البعض ہے، عورتیں، بچے، بیمار اور مسافر وغیرہ مستثنیٰ ہیں............ اسی طرح صحتِ جمعہ کے لئے خاص قسم کا تمدن ضروری ہے، حنفیہ کے نزدیک شہر، قصبہ اور بڑے گاؤں میں جمعہ درست ہے، چھوٹے گاؤں میں جمعہ درست نہیں، آیتِ کریمہ میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ لوگوں کی معیشت کا مدار جہاں خرید و فروخت پر ہو وہیں جمعہ ہوگا، اور جس بستی کی معیشت کا مدار کھیتی باڑی پر ہو وہاں جمعہ درست نہیں............ یہ پہلا حکم وجوبی ہے۔

دوسرا حکم: پھر جب جمعہ کی نماز پوری ہو جائے تو تم زمین میں پھیل جاؤ —— اس میں بھی اشارہ ہے کہ آبادی بڑی

ہے ــــ اور اللہ کی روزی میں سے تلاش کرو ــــ یعنی کاروبار شروع کردو ــــ اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہوؤ ــــ کاروبار میں احکام شرع کا خیال رکھنا بھی اللہ کا ذکر ہے۔

آخری آیت: ــــ اور جب لوگ کوئی تجارت یا کھیل تماشا دیکھتے ہیں تو وہ اس کی طرف بکھر جاتے ہیں ــــ ﴿اِلَیْهَا﴾ واحد مؤنث کی ضمیر ﴿تِجَارَۃً﴾ کی طرف لوٹتی ہے، اور ﴿لَھْوَ﴾ کو چھوڑ دیا، لهما: تثنیہ کی ضمیر لاکر لہو کی طرف بھی ضمیر نہیں لوٹائی، کیونکہ میلوں میں جانے والے زیادہ تر خریداری کے لئے جاتے ہیں، تماش بین تھوڑے ہوتے ہیں، اس لئے ان کا اعتبار نہیں کیا ــــ اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں ــــ اس میں اشارہ ہے کہ جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں سنت کھڑے ہوکر دینا ہے، دوسرے بیانات منبر پر بیٹھ کر دے سکتے ہیں ــــ کہیں: جو اللہ کے پاس ہے ــــ یعنی واجب خطبہ سننے کا ثواب ــــ وہ کھیل تماشے اور تجارت سے بہتر ہے ــــ رہا قحط کی وجہ سے روزی کا کھٹکا تو سن لو: ــــ اور اللہ تعالیٰ سب سے اچھے روزی پہنچانے والے ہیں ــــ لہو: ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو اللہ کی یاد سے غافل کرے، پس مارکیٹ کی رونق بھی لہو ہے۔

﴿۱۲ر شعبان ۱۴۳۷ھ = ۲۰ر مئی ۲۰۱۶ء﴾



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ المنافقون

سورۃ المجادلہ سے سلسلۂ بیان چل رہا ہے، سورۃ المجادلہ میں حزب اللہ اور حزب الشیطان کا تذکرہ آیا ہے، پھر سورۃ الحشر میں اول کی کامیابی اور ثانی کی ناکامی دکھائی ہے، پھر سورۂ ممتحنہ میں حزب اللہ کی کامیابی کے لئے ایک منفی شرط عائد کی ہے کہ کوئی مسلمان دشمن سے دوستانہ تعلق نہ رکھے۔

پھر سورۃ الصّف میں مثبت شرط لگائی ہے کہ مجاہدین سیسہ پلائی ہوئی عمارت کی طرح متحد ہوکر لڑیں، پھر سورۃ الجمعہ میں عموم بعثت کا بیان ہے کہ اگر جہاد شرائط کے ساتھ چلتا رہا تو اسلام کی روشنی پوری دنیا میں پھیل کر رہے گی، اور عرب وعجم خاتم النّبیین ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہوجائیں گے۔

شیطان کا لشکر مشرکین تھے، ان کا یہود کے ساتھ دوستانہ تھا، اور اللہ کا لشکر مسلمان تھے، ان کے ساتھ منافقین رلے ملے تھے، اب اس سورت میں یہ بیان ہے کہ مسلمانوں کے اصل دشمن منافقین ہیں، اِن آستین کے سانپوں سے چوکنا رہنا چاہئے، آیت ۴ میں ہے: ﴿ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ﴾: وہی دشمن ہیں ان سے محتاط رہو ——— اور حصر ادّعائی ہے، جیسے لاربوا إلا فی النسیئۃ ادھار ہی میں سود ہے، حالانکہ ربوی چیزیں ہم جنس بیچی جائیں، اور ان میں تفاضل (کمی بیشی) ہوتو وہ بھی سود ہے، اور مذکورہ حدیث میں حصر ادّعائی ہے، لوگ ادھار کو سود ہی نہیں سمجھتے، اس لئے زور دینے کے لئے کہا کہ ادھار ہی سود ہے، اسی طرح منافقین چونکہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں، اس لئے ان کو دشمن نہیں سمجھا جاتا، پس فرمایا کہ وہی دشمن ہیں، ان سے محتاط رہو۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ نفاق کی دو قسمیں ہیں: اعتقادی اور عملی، پہلے رکوع میں نفاق اعتقادی کا بیان ہے، اور دوسرے رکوع میں نفاق عملی کا، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ کی دوسری قسم کے شروع میں اس کو مفصل بیان کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

''ایمان کی دو قسمیں ہیں: ظاہری انقیاد، اس کا مقابل کفر ہے، اور یقینِ کامل، اس کے مقابل کی تین صورتیں ہیں، اور ان کے تین نام ہیں:

۱- اگر تصدیق قلبی بالکل ہی فوت ہو، اور ظاہری انقیاد واطاعت صرف تلوار کے خوف سے ہو تو وہ اصلی اور اعتقادی نفاق ہے۔

۲-اور اگر دل میں تصدیق تو موجود ہو، مگر عمل بالجوارح فوت ہو، یعنی فرائض کا تارک اور کبائر کا مرتکب ہو تو وہ فاسق ہے۔
۳-اور اگر دل میں تصدیق ہو، مگر یقین کی دولت سے محروم ہو تو وہ نفاقِ عملی ہے۔
اور نفاقِ عملی تین طرح سے پیدا ہوتا ہے:
۱-آدمی پر نفس کا یا دنیا یا جہالت کا پردہ پڑ جائے، اور وہ مال، خاندان اور اولاد کی محبت میں بری طرح پھنس جائے، اس لئے جزا و سزا کو مستبعد سمجھنے لگے، اور گناہوں پر بے باک ہو جائے، دوسرے رکوع میں انہی لوگوں کا ذکر ہے۔
۲-اسلام میں سختیاں دیکھے، یعنی مسلمان ہونے کے بعد آلام ومصائب سے دوچار ہو، یا آبائی مسلمان ہو، اور اس کو یہ صورت پیش آئے، پس وہ اسلام کو ناپسند کرنے لگے۔
۳-بعض خاص کافروں سے اس کو محبت ہو، جو اس کو اللہ کا بول بالا کرنے سے روک دیں، اسی لئے کفار سے مودت یعنی قلبی تعلق حرام ہے۔

سورۃ المنافقون کا شانِ نزول: ۵ ہجری یا ۶ ہجری میں غزوۂ بنی المصطلق پیش آیا، اسی کا نام غزوۂ مریسیع بھی ہے (مریسیع: اس قوم کے چشمے یا کنویں کا نام ہے) اس جنگ میں کامیابی کے بعد ایک واقعہ پیش آیا۔ ایک مہاجری اور ایک انصاری میں جھگڑا ہو گیا، مہاجری نے مہاجرین کو مدد کے لئے پکارا، اور انصاری نے انصار کو، اور قریب تھا کہ مسلمانوں میں ایک فتنہ کھڑا ہو جائے، اس جھگڑے میں انصاری کو چوٹ لگی، نبی ﷺ موقع پر پہنچے، اور فرمایا: ''یہ جاہلیت کا نعرہ کیسا ہے؟ اسے چھوڑو، یہ بدبودار نعرہ ہے!'' اس طرح معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

مگر اس واقعہ سے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے فائدہ اٹھایا، اس نے اپنے لوگوں سے کہا: تم نے ان مہاجرین کو سر پے چڑھا لیا ہے، تم نے ان کو اپنے اموال اور جائدادیں تقسیم کر کے دیں، اب یہ تمہاری روٹیوں پر پلے ہوئے تمہیں آنکھیں دکھا رہے ہیں، اگر اب بھی تم نے ان کے تعاون سے ہاتھ نہ کھینچا تو یہ لوگ تمہارا جینا حرام کر دیں گے، تمہیں چاہئے کہ جب تم مدینہ پہنچو تو عزت والا ذلیل کو وہاں سے باہر کرے۔

یہ گفتگو حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سنی، وہ اس وقت نوجوان تھے، انھوں نے یہ بات اپنے چچا کو بتلائی، چچا نے وہ بات رسول اللہ ﷺ کو بتائی، آپؐ نے حضرت زید کو بلا کر تحقیق کی، اور پوچھا: ''لڑکے تم جھوٹ تو نہیں بولتے؟'' حضرت زید نے قسم کھا کر کہا کہ انھوں نے وہ بات اپنے کانوں سے سنی ہے، آپؐ نے پھر پوچھا: ''تمہیں کچھ شبہ تو نہیں ہو گیا؟'' حضرت زید نے پھر وہی جواب دیا، تب آپؐ نے عبداللہ کو بلا کر پوچھا، وہ قسم کھا گیا کہ اس نے یہ بات نہیں کہی، اور زید جھوٹا ہے، چنانچہ تھوڑی دیر کے لئے آپؐ کو اس کا اعتبار آ گیا، اور حضرت زید سے بدظنی ہو گئی، پھر جب سورۃ المنافقین نازل ہوئی تو ڈھول کا پول کھل گیا، اور قرآن نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی تصدیق کر دی۔

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ (۶۳) (۱۰۴)

اٰیاتہا ۱۱ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ ﴿۱﴾ اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۳﴾ وَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَ اِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۴﴾

اِذَا جَآءَكَ	جب آئیں گے آپ	اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ	بے شک منافقین	فَطُبِعَ	پس مہر لگ گئی
	کے پاس	لَكٰذِبُوْنَ	یقیناً جھوٹے ہیں	عَلٰى قُلُوْبِهِمْ	ان کے دلوں پر
الْمُنٰفِقُوْنَ	منافقین	اِتَّخَذُوْۤا	بنایا انھوں نے	فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ	پس وہ سمجھتے نہیں
قَالُوْا	(تو) کہیں گے	اَيْمَانَهُمْ	اپنی قسموں کو	وَ اِذَا رَاَيْتَهُمْ	اور جب آپ انکو دیکھیں
نَشْهَدُ	ہم گواہی دیتے ہیں	جُنَّةً	ڈھال	تُعْجِبُكَ	پسند آئیں آپ کو
اِنَّكَ	بے شک آپ	فَصَدُّوْا	پس روکا انھوں نے	اَجْسَامُهُمْ	ان کے جسم
لَرَسُوْلُ اللّٰهِ	البتہ اللہ کے رسول ہیں	عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	اللہ کے راستہ سے	وَ اِنْ يَّقُوْلُوْا	اور اگر کہیں وہ
وَ اللّٰهُ	اور اللہ تعالی	اِنَّهُمْ سَآءَ مَا	بے شک برا ہے جو	تَسْمَعْ	سنیں آپ
يَعْلَمُ	جانتے ہیں	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	کیا کرتے تھے وہ	لِقَوْلِهِمْ	ان کی بات
اِنَّكَ	بے شک آپ	ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ	یہ بات بایں وجہ ہے کہ وہ	كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ	گویا وہ لکڑی ہیں
لَرَسُوْلُهٗ	اس کے رسول ہیں	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	مُّسَنَّدَةٌ	سہارے سے رکھی ہوئی
وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ	اور اللہ گواہی دیتے ہیں	ثُمَّ كَفَرُوْا	پھر انھوں نے انکار کیا	يَحْسَبُوْنَ	گمان کرتے ہیں

عَلَيْهِمْ	اپنے اوپر	فَاحْذَرْهُمْ	پس بچیں آپ ان سے	اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ	کہاں بھٹکے جارہے ہیں
كُلَّ صَيْحَةٍ	ہر چیخ کو	هُمُ الْعَدُوُّ	وہی دشمن ہیں	قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ	ناس کریں ان کا اللہ

اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ منافقین دعوئے ایمان میں جھوٹے ہیں

منافقین دل میں نبی ﷺ کے رسول ہونے کا اعتقاد نہیں رکھتے تھے، مگر جھوٹ بولتے تھے کہ ان کو دل سے اعتقاد ہے، وہ اپنی اغراض کے لئے زبان سے باتیں بناتے تھے، اور جھوٹ بولنا تو ان کا شعار تھا، بات بات میں دروغ بیانی سے کام لیتے تھے، شانِ نزول کے واقعہ میں انھوں نے جھوٹ بولا ہے، اور اللہ نے آسمان سے ان کی تکذیب کی ہے۔

﴿ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ﴾

ترجمہ: جب منافقین آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ منافقین (گواہی میں) جھوٹے ہیں۔

منافقین نے قسموں کو ڈھال بنایا ہے

منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر مسلمانوں کو یقین دلاتے تھے کہ وہ مسلمان ہیں، تاکہ وہ مجاہدین اسلام کے ہاتھوں سے اپنی جان و مال محفوظ رکھیں، اور در پردہ وہ اسلام کی جڑیں کھودتے تھے، اسلام اور مسلمانوں کی عیب جوئی کر کے دوسروں کو بھی اسلام سے روکتے تھے، پس ان کی جھوٹی قسموں کا ضرر ان تک محدود نہیں رہتا تھا، بلکہ دوسروں تک متعدی ہوجاتا تھا، پس اس سے بڑھ کر اور برا کام کیا ہوگا؟

﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے، پھر وہ دوسروں کو بھی اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، بے شک برے ہیں وہ کام جو وہ کیا کرتے ہیں۔

منافقوں کے دلوں پر مہر لگ گئی ہے، اس لئے وہ حق بات سمجھتے نہیں!

منافقین زبان سے تو ایمان لائے، مگر دل منکر رہے، اور انھوں نے کافروں جیسے کام کئے، تو ان کے دلوں پر مہر لگ گئی، اب ان میں قبولِ حق کی صلاحیت مطلق نہیں رہی، اس لئے اب اُن سے بات سمجھنے کی امید رکھنا فضول ہے۔

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: وہ بات یعنی منافقین کے اعمال بہت برے ہیں اس سبب سے کہ وہ لوگ (بہ ظاہر) ایمان لائے، پھر (درپردہ) کفر کیا تو ان کے دلوں پر مہر کردی گئی، پس وہ (حق بات) نہیں سمجھتے!

منافقین میں چھ باتیں: اچھی، بری اور بہت بری

منافقین میں چھ باتیں ہیں: دو کھلی ہیں جو اچھی ہیں، دو چھپی ہیں جو بری ہیں، اور دو اخفی ہیں، جو بہت بری ہیں: کھلی دو باتیں یہ ہیں: (۱) ان کے جسم بڑے خوبصورت ہیں، ان کو دیکھ کر جی خوش ہوتا ہے (۲) ان کی باتیں لچھے دار ہوتی ہیں، ایسی کہ آدمی سنتا ہی رہے۔ اور دو چھپی باتیں یہ ہیں: (۱) وہ دیوار سے لگا کر کھڑی کی ہوئی لکڑی کی طرح ہیں، ان کو مسلمانوں کا سہارا چاہئے، اسی لئے وہ بظاہر مسلمان ہوئے ہیں (۲) وہ بزدل اور ڈرپوک ہیں، کہیں ذرا شور وغل ہوتا ہے تو ان کا دل دہل جاتا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ آئی ہم پر آفت! اور دو اخفی باتیں یہ ہیں: (۱) مسلمانوں کے حقیقی دشمن یہی لوگ ہیں، ان کی چالوں سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہئے (۲) وہ راہِ حق کو چھوڑ کر بھٹک رہے ہیں، اللہ ان کا ناس مارے!

﴿ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۭ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۭ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۭ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ۭ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۡ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: (۱) اور جب آپ دیکھیں تو ان کے اجسام آپ کو پسند آئیں (۲) اور اگر وہ بات کہیں تو آپ ان کی بات سننے لگیں (۳) گویا وہ سہارے سے لگا کر کھڑی کی ہوئی لکڑیاں ہیں (۴) ہر غل پکار کو اپنے اوپر پڑنے والی بلا سمجھتے ہیں (۵) وہی دشمن ہیں، پس آپ ان سے ہوشیار رہیں (۶) اللہ ان کو غارت کرے! وہ کہاں پھرے جارہے ہیں؟

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝ سَوَاۗءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۭ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰي مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ۭ وَلِلّٰهِ خَزَاۗىِٕنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝ يَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

ع ۱۳

وَاِذَا قِيْلَ	اور جب کہا گیا	اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ	یا معافی نہ چاہیں	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں
لَهُمْ	ان سے	لَهُمْ	ان کے لئے	وَالْاَرْضِ	اور زمین کے
تَعَالَوْا	آ ؤ	لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ	ہرگز معاف نہیں کریں	وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ	لیکن منافقین
يَسْتَغْفِرْ	گناہ معاف کرائیں	لَهُمْ	گے اللہ ان کو	لَا يَفْقَهُوْنَ	سمجھتے نہیں
لَكُمْ	تمہارے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ	يَقُوْلُوْنَ	کہتے ہیں
رَسُوْلُ اللّٰهِ	اللہ کے رسول	لَا يَهْدِي	راہ نہیں دیتے	لَئِنْ رَّجَعْنَآ	بخدا! اگر لوٹے ہم
لَوَّوْا (۱)	مٹکائے انھوں نے	الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ	نافرمان لوگوں کو	اِلَى الْمَدِيْنَةِ	مدینہ کی طرف
رُءُوْسَهُمْ	اپنے سر	هُمُ الَّذِيْنَ	وہی ہیں جو	لَيُخْرِجَنَّ	ضرور نکال باہر کرے گا
وَرَاَيْتَهُمْ	اور دیکھتا ہے تو ان کو	يَقُوْلُوْنَ	کہتے ہیں	الْاَعَزُّ مِنْهَا (۴)	زیادہ معزز اس سے
يَصُدُّوْنَ (۲)	رکتے ہیں وہ	لَا تُنْفِقُوْا	مت خرچ کرو	الْاَذَلَّ	زیادہ ذلیل کو
وَهُمْ	درانحالیکہ وہ	عَلٰى مَنْ عِنْدَ	ان پر جو پاس ہیں	وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ	اور اللہ کیلئے عزت ہے
مُّسْتَكْبِرُوْنَ	گھمنڈ کرنے والے ہیں	رَسُوْلِ اللّٰهِ	اللہ کے رسول کے	وَلِرَسُوْلِهٖ	اور اس کے رسول کے لئے
سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ	یکساں ہے ان پر	حَتّٰى يَنْفَضُّوْا (۳)	تاکہ بکھر جائیں وہ	وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ	اور مسلمانوں کے لئے
اَسْتَغْفَرْتَ	خواہ آپ معافی چاہیں	وَلِلّٰهِ	اور اللہ کے لئے ہیں	وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ	لیکن منافقین
لَهُمْ	ان کے لئے	خَزَآئِنُ	خزانے	لَا يَعْلَمُوْنَ	جانتے نہیں

جب منافقین کا پردہ فاش ہوجاتا ہے تب بھی وہ گناہ معاف کرانے نہیں آتے

جب کسی معاملہ میں صاف طور پر منافقین کی شرارت کھل جاتی ہے، اور ان سے کہا جاتا ہے کہ خدمتِ نبوی میں حاضر ہوکر اپنا گناہ معاف کرالو تو ان کا غرور اس کی اجازت نہیں دیتا، وہ گردن ہلا کر سر مٹکا کر رہ جاتے ہیں، اور سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۝ ﴾

ترجمہ: اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ، اللہ کے رسول تمہارے گناہ معاف کرادیں تو وہ سر مٹکا کر رہ جاتے ہیں، اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ بے رخی اختیار کرتے ہیں، درانحالیکہ وہ تکبر کرنے والے ہیں۔

(۱) لَوَّوْا: ماضی معروف، جمع مذکر، تَلْوِيَة مصدر، لَيّ: مادہ: سر کو مٹکانا، گھمانا، ہلانا (۲) صَدَّ (ن): اعراض کرنا، باز رہنا، رکنا، عن: صلہ آئے تو روکنا، باز رکھنا۔ (۳) انفِضَاض: منتشر ہونا (۴) منها: ای من المدینة۔

منافقین کے لئے خواہ معافی چاہیں یا نہ چاہیں، اللہ تعالیٰ ان کو معاف نہیں کریں گے

آیت ۶ میں نبی ﷺ کو اختیار دیا ہے کہ خواہ آپ منافقین کے لئے استغفار کریں یا نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کو نہیں بخشیں گے، اس میں اشارہ تھا کہ ان کے لئے استغفار نہیں کرنا چاہئے، مگر آپؐ نے اختیار سے فائدہ اٹھا کر رئیس المنافقین کا جنازہ پڑھایا، پھر سورۃ التوبہ کی (آیت ۸۴) نازل ہوئی، اور ممانعت کو قطعی شکل دیدی۔

﴿ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۶ ﴾

ترجمہ: یکساں ہے ان کے حق میں: خواہ آپ ان کے لئے استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں: اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز نہیں بخشیں گے، بے شک اللہ تعالیٰ حد اطاعت سے نکل جانے والوں کو راہ ہدایت نہیں دیتے۔

انصار کا مہاجرین پر خرچ کرنا منافقین کو کھلتا تھا

آیت سات کا ترجمہ: وہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں: ان لوگوں پر خرچ مت کرو جو اللہ کے رسول کے پاس ہیں، تا کہ وہ متفرق ہو جائیں، اور آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ کے لئے ہیں لیکن منافقین سمجھتے نہیں —— وہ سمجھتے ہیں کہ وہ خرچ نہیں کریں گے تو مہاجرین بھوکوں مریں گے نہیں وہ رزق کے دوسرے دروازے کھول دیں گے۔

عزت (غلبہ) اللہ کے لئے، اس کے رسول کے لئے، اور مؤمنین کے لئے ہے، کفار و منافقین کا اس میں کوئی حصہ نہیں

شانِ نزول کی حدیث ایک مرتبہ اور پڑھ لیں: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم ایک غزوہ (غزوۂ مریسیع) میں نبی ﷺ کے ساتھ تھے اور لوٹے آپؐ کے ساتھ بہت سے مہاجرین یعنی لشکر میں مہاجرین کی تعداد زیادہ تھی، اور مہاجرین میں ایک تفریح باز آدمی تھا، اس نے ایک انصاری کی سرین پر ہاتھ یا لات ماری، پس انصاری بہت زیادہ غصہ ہوا، یہاں تک کہ اس نے (اپنے قبیلہ کو) مدد کے لئے پکارا: او انصار! مدد کو دوڑو! اور مہاجری نے پکارا! او مہاجرو! مدد کو دوڑو! پس نبی ﷺ (خیمہ سے) باہر نکلے اور پوچھا: یہ جاہلیت کا نعرہ کیسا ہے؟ پھر پوچھا: کیا قصہ ہے؟ پس آپؐ کو مہاجری کے انصار کی سرین پر ہاتھ یا لات مارنے کی بات بتائی گئی، پس نبی ﷺ نے فرمایا: اس نعرہ کو چھوڑو، یہ گندہ نعرہ ہے، اور عبداللہ بن ابی ابن سلول نے کہا: کیا انھوں نے ہمارے مقابلہ پر مدد کے لئے پکارا؟ اگر ہم مدینہ لوٹے تو نہایت عزت والا ضرور نہایت ذلیل کو مدینہ سے نکال دے گا، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا ہم اس خبیث کو یعنی عبداللہ کو قتل نہ کر دیں اے اللہ کے نبی! آپؐ نے فرمایا: نہیں، لوگ باتیں کریں گے کہ محمدؐ اپنے ساتھیوں کو قتل کرتے ہیں یعنی رہتی دنیا تک لوگ پروپیگنڈہ کریں

گے کہ محمدؐ نے تو اپنے ساتھیوں کو بھی نہیں چھوڑا، ان کو بھی قتل کیا، پس ایسے غلط پروپیگنڈہ کا موقع لوگوں کو نہیں دینا چاہئے۔

منافقین یہ نہیں جانتے کہ عزت والا اور زور والا کون ہے، اصلی عزت تو اللہ کے لئے ہے، پھر ان کی عنایت سے رسول اور مؤمنین کے لئے، کفار ومنافقین کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

﴿يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ۭ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۸﴾

ترجمہ: وہ کہتے ہیں: بخدا! اگر لوٹ کر ہم مدینہ پہنچے تو ضرور نکال باہر کرے گا نہایت عزت دار بڑے ذلیل کو ——

جواب: اور عزت اللہ کے لئے ہے اور اس کے رسول کے لئے اور مؤمنین کے لئے ہے، مگر منافقین جانتے نہیں —— وہ آج خود کو عزت والا اور زور والا تصور کرتے ہیں، مگر کل جو ان کی درگت بنے گی اس کی ان کو خبر نہیں!

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۹ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَاۗءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۱

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے لوگو جو	فَاُولٰۗىِٕكَ	پس وہ لوگ	اَنْ يَّاْتِيَ	کہ آئے
اٰمَنُوْا	ایمان لائے	هُمُ الْخٰسِرُوْنَ	ہی گھاٹے میں رہنے	اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ	تم میں سے کسی کو موت
لَا تُلْهِكُمْ (1)	نہ غافل کریں تم کو		والے ہیں	فَيَقُوْلَ	پس کہے وہ
اَمْوَالُكُمْ	تمہارے اموال	وَاَنْفِقُوْا	اور خرچ کرو	رَبِّ	اے میرے ربّ
وَلَآ اَوْلَادُكُمْ	اور تمہاری اولاد	مِنْ مَّا	اس میں سے جو	لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ	کیوں نہیں مؤخر کیا
عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ	اللہ کی یاد سے	رَزَقْنٰكُمْ	بطور روزی دیا ہم نے		آپ نے مجھ کو
وَمَنْ يَّفْعَلْ	اور جو شخص کرے گا		تم کو	اِلٰٓى اَجَلٍ	ایک مدت تک
ذٰلِكَ	یہ کام	مِّنْ قَبْلِ	پہلے اس سے	قَرِيْبٍ	تھوڑی

(۱) اَلْهٰى يُلْهِي اِلْهَاءً: غافل کرنا، لَاتُلْهِ: فعل نہی ہے۔

فَاَصَّدَّقَ[1]	پس خیرات کرتا میں	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	وَ اللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
وَ اَكُنْ	اور ہوتا میں	نَفْسًا	کسی شخص کو	خَبِيْرٌ	خوب جانتے ہیں
مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ	نیکوں میں سے	اِذَا جَآءَ	جب آجاتا ہے	بِمَا	ان کاموں کو جو
وَلَنْ يُّؤَخِّرَ	اور ہرگز مؤخر نہیں کرتے	اَجَلُهَا	اس کی موت کا وقت	تَعْمَلُوْنَ	تم کرتے ہو

نفاقِ عملی کا بیان

عمل میں کوتاہ مسلمان قیامت کے دن آرزو کریں گے: کاش انہیں تھوڑی مہلت مل جاتی!

پہلے رکوع میں نفاقِ اعتقادی کا بیان تھا، اخروی احکام میں اس منافق اور کافر مجاہر میں کچھ فرق نہیں، بلکہ یہ منافق: کافر سے بدتر ہے، وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوگا ـــــ اب آخر میں ضمناً نفاقِ عملی کا بیان ہے، یہ نفاق: ایمان کے ساتھ جمع ہوتا ہے، مگر یہ منافق ایمان میں یقین کی دولت سے محروم ہوتا ہے، اس لئے عمل میں کوتاہ ہوتا ہے۔

ابھی سورت کی تمہید میں شاہ صاحبؒ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ یہ نفاق تین طرح پیدا ہوتا ہے، اس کی ایک صورت یہ ہے کہ آدمی پر نفس یا دنیا یا جہالت کا پردہ پڑ جائے، اور وہ مال، اولاد اور خاندان کی محبت میں بری طرح پھنس جائے، اس لئے جزاوسزا کو مستبعد سمجھنے لگے، اور گناہوں پر بے باک ہوجائے، اور یہ باتیں اس طرح اس کے دل میں سرایت کرجائیں کہ اسے احساس تک نہ ہو، اگرچہ عقل و برہان سے اُن باتوں کو مانتا ہو جن کا ماننا ایمان کے لئے ضروری ہے۔

یہ عملی منافق قیامت کے دن اور موت کے وقت آرزو کرے گا کہ کاش اُسے تھوڑی مہلت مل جاتی یا وہ دنیا کی طرف تھوڑی مدت کے لئے لوٹایا جاتا تو خوب خیر خیرات کرکے نیک صالح بن کر آتا، مگر اب کیا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت! جب موت کی گھڑی سرپے آکھڑی ہوتی ہے تو لحہ بھر کی مہلت نہیں ملتی، اور وہ جو کچھ کما کر لایا ہے اس سے اللہ تعالیٰ پورے باخبر ہیں، اب اس کا حساب چکائیں گے۔

آیاتِ پاک: ـــــ اے ایمان والو! تمہیں غافل نہ کریں تمہارے اموال اور نہ تمہاری اولاد اللہ کے ذکر سے ـــــ اللہ کے ذکر سے ساری شریعت مراد ہے ـــــ اور جو ایسا کرے گا ـــــ یعنی دنیا کے دھندوں میں پڑ کر آخرت کو بھول جائے گا ـــــ پس وہی لوگ گھاٹے میں پڑنے والے ہیں۔

اور کچھ خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تم کو دیا ہے ـــــ یہ منافقوں کے قول: ﴿لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ﴾ کا مقابل ہے ـــــ اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آئے، پس وہ کہے: اے میرے ربّ! کیوں

(۱) أَصَّدَّقَ: تصدق سے مضارع صیغہ واحد متکلم ہے: صدقہ دینا، خیرات کرنا، باب تفعل کی تا کا صاد میں ادغام ہوا ہے۔

مہلت نہ دی آپ نے مجھ کو تھوڑی سی کہ میں خیرات کرتا، اور نیک بندوں میں شامل ہوجاتا؟

جواب: ـــــ اور اللہ تعالیٰ ہرگز مہلت نہیں دیتے کسی شخص کو جب اس کی موت کا وقت آجاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے کاموں کی سب خبر ہے!

آیات کی یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کی ہے، ترمذی شریف میں حدیث (نمبر ۳۳۱۹) ہے:

حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جس کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ اس کو بیت اللہ تک حج کے لئے پہنچا سکتا ہے، یا اس کے پاس اتنا مال ہے کہ اس میں زکوٰۃ واجب ہے، پس اس نے حج نہ کیا اور زکوٰۃ ادا نہ کی تو وہ موت کے وقت دنیا میں واپس لوٹنے کی درخواست کرے گا (تا کہ اپنی کوتاہی کی تلافی کرے)......پس ایک شخص نے کہا: ابن عباس! اللہ سے ڈرو! واپس لوٹنے کی درخواست کفار ہی کریں گے۔ حضرت ابن عباسؓ نے کہا: میں ابھی آپ کے سامنے اس سلسلہ میں قرآن پڑھونگا کہ یہ بات کافروں کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ وہ مؤمن جس نے اعمال میں کوتاہی کی ہے وہ بھی درخواست کرے گا، پھر آپؓ نے سورۃ المنافقین کی (آیات ۹-۱۱) پڑھیں۔

تشریح: سورۃ المومنون کی (آیات ۹۹و۱۰۰) ہیں: ﴿ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَآىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ۝ ﴾: یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے سر پر موت آکھڑی ہوتی ہے تو وہ کہتا ہے: اے میرے رب! آپ مجھے دنیا میں واپس بھیج دیں، تا کہ جس (مال) کو میں چھوڑ آیا ہوں اس میں نیک کام کروں، ہرگز نہیں! یہ اس کی ایک بات ہے جس کو وہ کہہ رہا ہے یعنی وہ بات پوری ہونے والی نہیں اور ان کے آگے ایک آڑ (قبر کی زندگی) ہے قیامت کے دن تک......

اس آیت سے اعتراض کرنے والے کو دھوکہ ہوا ہے، اس آیت میں کافر کا ذکر ہے، مگر اس میں حصر نہیں کہ وہی واپس لوٹنے کی درخواست کرے گا، اور سورۃ المنافقین کی آیات میں صراحت ہے کہ مسلمان بھی اگر اس نے اعمال میں کوتاہی کی ہے: واپس لوٹنے کی درخواست کرے گا۔

ملحوظہ: احادیث میں جو تین چار باتوں کو منافق کی علامتیں کہا ہے: وہ بطور مثال ہے، ان احادیث میں کلمہ حصر نہیں ہے (بخاری حدیث ۳۳و۳۴) پس ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر سے اس کا تعارض نہیں۔

ایک نکتہ: سورۃ المنافقون کا نمبر شمار ۶۳ ہے، اور نبی ﷺ کی وفات ۶۳ سال کی عمر میں ہوئی ہے، اور اس سورت کی آخری آیت ہے کہ جب موت کا وقت آتا ہے تو لمحہ بھر کی مہلت نہیں ملتی، یہ بات محبوب رب العالمین کے لئے بھی ہے، اور آگے سورۃ التغابن (خسارے کی سورت) آرہی ہے، اس سے بعض علماء نے عمر مبارک اور وفات کا عظیم خسارہ ہونا مستنبط کیا ہے (جمل)

﴿ ۱۳ رشعبان ۱۴۳۷ھ = ۲۱ رمئی ۲۰۱۶ء ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ التغابن

التغابن: بابِ تفاعل کا مصدر ہے، اس باب میں مشارکت (حصہ داری) ہوتی ہے، تَغَابَنَ الْقَوْمُ کے معنی ہیں: ایک دوسرے کو دھوکہ دینا، نقصان پہنچانا، اور یوم التغابن کے معنی ہیں: ہار جیت کا دن، سود وزیاں کا دن، یعنی قیامت کا دن، اس دن دوزخی ہاریں گے اور جنتی جیتیں گے، جنت میں دوزخیوں کا جو ٹھکانہ ہے وہ جنتیوں کے ہاتھ آئے گا، اور دوزخ میں جنتیوں کا جو ٹھکانہ ہے وہ دوزخیوں کے پلّے پڑے گا۔

دوسری وجہ: قیامت کے دن کو یوم التغابن اس لئے کہا گیا ہے کہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ سے جو عہد و پیمان کیا ہے، پھر اس کی خلاف ورزی کی ہے، اور وہ اپنی دانست میں دھوکہ دیتے رہے ہیں: اُس دن ان کا یہ فعل کھل کر سامنے آجائے گا، القاموس الوحید میں یہ معنی لکھے ہیں، اور امام راغب رحمہ اللہ نے بھی 'مفردات' میں اسی کو پھیلا کر لکھا ہے، میں نے یہ معنی اختیار کئے ہیں، اس صورت میں سورت التغابن کا سورۃ المنافقون سے ربط زیادہ واضح ہوتا ہے، اس صورت میں التغابن میں مجاز بالحذف ہوگا یعنی مضاف محذوف ہوگا، أی ظھور التغابن: فریب کھلنے کا دن، قیامت کے دن اعتقادی منافقین کا فریب کھل جائے گا۔

ربط: سورۃ المنافقین کے پہلے رکوع میں اعتقادی منافقین کا تذکرہ ہے، یہ نفاق کفر بواح (واضح) سے بدتر ہے، ان منافقین کا ٹھکانہ اَسفل السافلین (جہنم کا سب سے نچلا حصہ) ہے، اور دوسرے رکوع میں عملی منافقین یعنی عمل میں کوتاہ مؤمنین کا ذکر ہے، یہ نفاق: ایمان کے ساتھ جمع ہوتا ہے، اور یہ کوتاہ عمل مسلمان ان شاء اللہ مغفور ہوں گے۔ اس سورت میں بھی نفاق کی ان دونوں قسموں کا تذکرہ ہے، پس یہ سورت ماقبل سے مربوط ہے۔

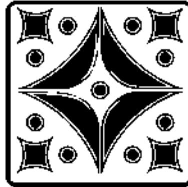
سورت کے مضامین: سورت ایک تمہید سے شروع ہوئی ہے، پہلے تسبیح وتحمید ہے، پھر یہ بیان ہے کہ انسانوں کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں، پس سب کو ان کی عبادت اور اطاعت کرنی چاہئے، مگر صورتِ حال یہ ہے کہ بعض اللہ کو مانتے ہیں، اور بعض انکار کرتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے کائنات انسان کے لئے پیدا کی ہے اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے، مگر کفار ومنافقین مقصدِ تخلیق کو پورا نہیں کرتے، جبکہ انسان اشرف مخلوق ہے، اس لئے اس کی ذمہ داری سوا ہے، اس کے بعد گذشتہ منکرین کا دنیوی انجام موجودین کی عبرت کے لئے بیان کیا ہے، اور بتایا ہے کہ ان کا یہ انجام دو وجہ سے ہوا: ایک: انھوں نے رسولوں کی تکذیب کی، انسان کا رسول ہونا ان کے گلے نہیں اترا۔ دوم: انھوں نے موت کے بعد کی

زندگی کوتسلیم نہیں کیا، جبکہ وہ برحق زندگی ہے۔

پھر اعتقادی منافقین سے خطاب ہے کہ رسول بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اللہ پر، اس کے رسول پر اور قرآنِ کریم پر ایمان لائیں، اور آخرت کے لئے تیاری کریں، ورنہ قیامت کا دن آرہا ہے، اس دن منافقین کا فریب کھل جائے گا، اس کے بعد قیامت میں مؤمنین و کفار کا انجام بیان کیا ہے۔

اس کے بعد ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے کہ مصائب تو مؤمنین پر بھی آتے ہیں، تو کیا وہ بھی عذاب ہیں؟ جواب: نہیں، جو بھی مصیبت آتی ہے، وہ باذنِ الٰہی آتی ہے، اور مؤمن پر جب کوئی آفت آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو تسلیم ورضا کی راہ سُجھاتے ہیں، پس اس کو اس حال میں بھی اطاعت شعار رہنا چاہئے اور اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے۔

پھر عملی منافقین یعنی اعمال میں کوتاہی کرنے والے مسلمانوں سے خطاب ہے، اور کوتاہی کا سبب ازواج واولاد کی پاس داری کو قرار دیا ہے، اور بتایا ہے کہ وہ دوست نما دشمن ہیں، ان سے محتاط رہنا چاہئے، ساتھ ہی بتایا ہے کہ دولت اور اولاد آزمائش ہیں، اس لئے انسان کو اس امتحان میں کامیاب اترنا چاہئے، پھر عام انفاق اور خاص انفاق (جہاد کے لئے خرچ کرنے) کا حکم ہے، اس پر سورت تمام ہوئی ہے۔



آیاتہا ۱۸ ﴿۶۴﴾ سُوْرَۃُ التَّغَابُنِ مَدَنِیَّۃٌ ﴿۱۰۸﴾ رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ ۡ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱﴾ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ فَمِنْکُمْ کَافِرٌ وَّمِنْکُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۲﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ ۚ وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ ﴿۳﴾ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَیَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴﴾

یُسَبِّحُ	پاکی بیان کرتے ہیں	کَافِرٌ	انکار کرنے والا ہے	صُوَرَکُمْ	تمہاری صورتیں
لِلّٰہِ	اللہ تعالیٰ کی	وَّمِنْکُمْ	اور کوئی تم میں سے	وَاِلَیْہِ	اور اس کی طرف
مَا فِی السَّمٰوٰتِ	جو آسمانوں میں ہیں	مُّؤْمِنٌ	ایماندار ہے	الْمَصِیْرُ	لوٹنا ہے
وَمَا فِی الْاَرْضِ	اور جو زمین میں ہیں	وَاللّٰہُ	اور اللہ تعالیٰ	یَعْلَمُ	جانتے ہیں وہ
لَہُ الْمُلْکُ	اسی کے لئے حکومت ہے	بِمَا	ان کاموں کو جو	مَا فِی السَّمٰوٰتِ	جو آسمانوں میں ہے
وَلَہُ الْحَمْدُ	اور اسی کیلئے ہر تعریف ہے	تَعْمَلُوْنَ	تم کرتے ہو	وَالْاَرْضِ	اور زمین میں ہے
وَھُوَ	اور وہ	بَصِیْرٌ	خوب دیکھنے والے ہیں	وَیَعْلَمُ	اور جانتے ہیں وہ
عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ	ہر چیز پر	خَلَقَ	پیدا کیا	مَا تُسِرُّوْنَ	جو چھپاتے ہو تم
قَدِیْرٌ	پوری قدرت رکھنے	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں کو	وَمَا تُعْلِنُوْنَ	اور جو ظاہر کرتے ہو تم
	والے ہیں	وَالْاَرْضَ	اور زمین کو	وَاللّٰہُ	اور اللہ تعالیٰ
ھُوَ الَّذِیْ	وہی ہیں جنھوں نے	بِالْحَقِّ	بامقصد	عَلِیْمٌ	خوب جاننے والے ہیں
خَلَقَکُمْ	تم کو پیدا کیا	وَصَوَّرَکُمْ	اور ناک نقشہ بنایا تمہارا	بِذَاتِ	راز
فَمِنْکُمْ	پھر کوئی تم میں سے	فَاَحْسَنَ	پس اچھی بنائیں	الصُّدُوْرِ	سینوں کے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

تقدیس وتمجید

تقدیس: پاکی بیان کرنا، تمجید: بزرگی بیان کرنا —— اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں وہ چیزیں جو آسمانوں میں ہیں، اور وہ چیزیں جو زمین میں ہیں —— یعنی علویات اور سفلیات سب بدلالت حال ظاہر کرتے ہیں کہ خالقِ کائنات ہر عیب اور ہر کمی سے پاک ہے، انھوں نے ہر چیز کو خوب بنایا ہے —— انہی کے لئے راج ہے —— وہی کائنات کے تاجدار ہیں —— اور انہی کے لئے تمام تعریفیں ہیں —— یعنی راج ہی نہیں ہر خوبی اور کمال انہی کے لئے ہے، اور سب سے بڑی خوبی معبود ہونا ہے جو ان کے لئے خاص ہے، اور دوسروں کو جو بھی خوبی ملی ہے وہ انہی کی دَین ہے، اس لئے اگر کسی کی تعریف کی جائے تو وہ درحقیقت اللہ کی تعریف ہے —— اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں —— پس ان کے لئے کائنات کا سنبھالنا کچھ مشکل نہیں۔

خالق سے برگشتہ لوگوں کے احوال سے اللہ تعالیٰ واقف ہیں

وہی ہیں جنھوں نے تم کو پیدا کیا، پس تم میں سے بعض منکر اور تم میں سے بعض مؤمن ہیں —— یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ سب انسان اپنے پیدا کرنے والے کی وحدانیت والوہیت کے قائل ہوتے، سب اس کی اطاعت وعبادت کرتے، مگر ہوا یہ کہ کچھ لوگ برگشتہ ہوگئے اور کچھ ایماندار رہے —— اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو خوب دیکھ رہے ہیں —— وہ ہر ایک کو قرار واقعی بدلہ دیں گے۔

کائنات اشرف المخلوقات انسان کے لئے پیدا کی ہے، اور اس کو اطاعت وبندگی کے لئے

آسمانوں اور زمین کا یہ نظام اللہ تعالیٰ نے خاص مقصد سے پیدا کیا ہے، اور وہ مقصد ہے انسان کی خدمت اور چارہ سازی۔ اور انسان کو مخلوقات میں سب سے اشرف بنایا ہے، سب سے انسانوں کی خلقت اچھی ہے، دیکھنے میں بھی خوبصورت اور ملکات وقُویٰ میں بھی ممتاز، اور اس کو اپنی اطاعت وبندگی کے لئے پیدا کیا ہے، اور اس کو جزوی (ایک حد تک) اختیار دیا ہے، کلّی اختیار نہیں دیا، ورنہ وہ قادرِ مطلق ہو کر خود خدا بن جاتا، پس انسان اللہ کے بخشے ہوئے اختیار سے خیر وشر کا کسب کرتا ہے یعنی ابتدائی اسباب اختیار کرتا ہے، پس اللہ تعالیٰ اس فعل کا خلق کرتے ہیں۔ غرض انسان اللہ کے اختیار سے باہر نہیں، اور اس کو لوٹ کر اللہ کے پاس جانا ہے، وہاں وہ جزا وسزا پائے گا، مکافاتِ عمل کے لئے کلی اختیار ضروری نہیں، جزوی اختیار کافی ہے، اور دیگر مخلوقات کو انسان سے بہت کم اختیار دیا ہے،

اس لئے ان کے لئے جزاوسزانہیں۔

﴿خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۳﴾

ترجمہ: اس نے آسمانوں اور زمین کو خاص مقصد سے پیدا کیا ہے —— حقّ کے معنی ہیں: الأمر الثابت: پکّی بات یعنی خاص غرض —— اور اس نے تمہارا ناک نقشہ بنایا ہے، پس اس نے تمہاری بہترین صورت بنائی، اور اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

اللہ تعالیٰ انسانوں کے سربستہ رازوں سے واقف ہیں، اس لئے جزاوسزا آسان ہے

وہ جانتے ہیں ان چیزوں کو جو آسمانوں اور زمین میں ہیں، اور وہ جانتے ہیں ان باتوں کو جو تم چھپاتے ہو اور جو تم ظاہر کرتے ہو، اور اللہ تعالیٰ دلوں کے رازوں کو بھی خوب جانتے ہیں —— یعنی سب کو اللہ کی طرف لوٹنا ہے، وہاں لوگ مکافاتِ عمل سے دوچار ہونگے، اور یہ بات اللہ کے لئے آسان ہے، کیونکہ وہ کائنات کے اسرار سے واقف ہیں، اور انسان جو کچھ چھپ کر کرتا ہے یا علانیہ کرتا ہے اس سے بھی واقف ہیں، بلکہ وہ دل کے بھیدوں سے بھی واقف ہیں، اس لئے اللہ کے لئے انسان کو ان کے اعمال کا بدلہ دینا مشکل نہیں۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۫ فَكَفَرُوْا وَ تَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۶ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷

اَلَمْ يَاْتِكُمْ	کیا نہیں پہنچی تمہیں	فَذَاقُوْا	پس چکھا انھوں نے	ذٰلِكَ	یہ بات
نَبَؤُا	خبر	وَبَالَ	وبال	بِاَنَّهٗ	اس لئے کہ شان یہ ہے کہ
الَّذِيْنَ	ان لوگوں کی جنھوں نے	اَمْرِهِمْ	اپنے کام کا	كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ	آتے تھے ان کے پاس
كَفَرُوْا	انکار کیا	وَلَهُمْ	اور ان کے لئے	رُسُلُهُمْ	ان کے رسول
مِنْ قَبْلُ	پہلے سے	عَذَابٌ اَلِيْمٌ	دردناک عذاب ہے	بِالْبَيِّنٰتِ	واضح نشانیوں کے ساتھ

فَقَالُوْٓا	پس انھوں نے کہا	غَنِیٌّ	بڑے بے نیاز	وَ رَبِّیْ	میرے ربّ کی قسم!
اَبَشَرٌ	کیا کوئی انسان	حَمِیْدٌ	تعریفوں والے ہیں	لَتُبْعَثُنَّ	ضرور اٹھائے جاؤ گے تم
یَّهْدُوْنَنَا	ہمیں راہ سجھائے گا؟	زَعَمَ	گمان کیا	ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ	پھر ضرور جتلائے جاؤ گے تم
فَكَفَرُوْا	پس نہیں مانا انھوں نے	الَّذِیْنَ	ان لوگوں نے		
وَ تَوَلَّوْا	اور منہ پھیرا انھوں نے	كَفَرُوْٓا	جنھوں نے کفر کیا	بِمَا عَمِلْتُمْ	وہ کام جو تم کیا کرتے تھے
وَّ اسْتَغْنَى	اور بے نیاز ہوگئے	اَنْ لَّنْ	کہ ہرگز نہیں	وَ ذٰلِكَ	اور یہ بات
اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	یُّبْعَثُوْا	اٹھائے جائیں گے وہ	عَلَى اللّٰهِ	اللہ تعالیٰ پر
وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	قُلْ بَلٰى	کہو: کیوں نہیں!	یَسِیْرٌ	آسان ہے

پہلے بہت قومیں ہلاک کی گئیں، اور آخرت کا عذاب الگ رہا

اب اہل مکہ سے خطاب ہے کہ تم سے پہلے بہت سی قومیں عاد وثمود وغیرہ تکذیب رسل اور کفر وانکار کی پاداش میں ہلاک کی گئی ہیں، پس تم کس شمار میں ہو! اور آخرت میں وہ دردناک عذاب سے دوچار ہونگی، پس ان سے سبق لو! ارشاد فرماتے ہیں: —— کیا تمھیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنھوں نے (تم سے) پہلے انکار کیا، پس انھوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا —— یعنی دنیا میں عذاب سے ہلاک ہوئے —— اور (آخرت میں) ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وہ لوگ دنیا میں عذاب سے ہلاک کیوں کئے گئے؟ جواب: رسولوں کی تکذیب کی وجہ سے، ان کی سمجھ میں انسان کا رسول ہونا نہیں آیا، اس لئے انھوں نے رسولوں کی بات ماننے سے انکار کردیا، اور ہلاکت سے دوچار ہوئے، مکہ والے بھی انہیں کی روش چل رہے ہیں، پس وہ بھی اپنا انجام سوچ لیں، ارشاد فرماتے ہیں: —— یہ (دنیوی سزا) بایں سبب ہے کہ ان کے پاس ان کے پیامبر واضح نشانات کے ساتھ پہنچے، پس انھوں نے کہا: کیا انسان ہمیں راہ دکھائے گا! پس انھوں نے انکار کیا، اور انھوں نے منہ موڑا، اور اللہ تعالیٰ بے نیاز ہوگئے —— یعنی اللہ نے ان کی کچھ پرواہ نہ کی، سب کو ہلاک کردیا —— اور اللہ تعالیٰ بڑے بے نیاز ستودہ صفات ہیں —— یعنی کوئی رہے یا نہ رہے اللہ کا کیا نقصان ہے؟ اور فاسد عضو کو کاٹ دینا حکیم کا کمال ہے، ظلم نہیں!

اور منکرین: آخرت کے عذاب سے بےفکر اس لئے تھے کہ وہ موت کے بعد زندگی کے قائل نہیں تھے، جبکہ وہ برحق زندگی ہے، ارشاد فرماتے ہیں: —— منکرین نے گمان کیا کہ وہ ہرگز دوبارہ زندہ نہیں کئے جائیں گے، آپ کہیں: کیوں نہیں! میرے پروردگار کی قسم! تم ضرور زندہ کئے جاؤ گے، پھر تم ضرور جتلائے جاؤ گے وہ کام جو تم نے کئے ہیں، اور یہ بات

اللہ پر بہت آسان ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۸﴾ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۰﴾

ع ۲ ۱۵

فَاٰمِنُوْا	پس ایمان لاؤ	التَّغَابُنِ	فریب ظاہر ہونے کا	فِيْهَآ	ان میں
بِاللّٰهِ	اللہ پر	وَمَنْ	اور جو شخص	اَبَدًا	ہمیشہ
وَرَسُوْلِهٖ	اور اس کے رسول پر	يُّؤْمِنْ	یقین رکھتا ہے	ذٰلِكَ	یہ
وَالنُّوْرِ	اور اس روشنی پر	بِاللّٰهِ	اللہ پر	الْفَوْزُ	کامیابی ہے
الَّذِيْٓ	جو	وَيَعْمَلْ	اور کرتا ہے	الْعَظِيْمُ	بڑی
اَنْزَلْنَا	اتاری ہم نے	صَالِحًا	نیک کام	وَالَّذِيْنَ	اور جنھوں نے
وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	يُّكَفِّرْ	مٹائیں گے وہ	كَفَرُوْا	انکار کیا
بِمَا تَعْمَلُوْنَ	ان کاموں کی جو تم کرتے ہو	عَنْهُ	اس سے	وَكَذَّبُوْا	اور جھٹلایا
خَبِيْرٌ	پوری خبر رکھنے والے ہیں	سَيِّاٰتِهٖ	اس کی برائیاں	بِاٰيٰتِنَآ	ہماری باتوں کو
يَوْمَ	(یاد کرو) جس دن	وَيُدْخِلْهُ	اور داخل کریں گے وہ اس کو	اُولٰٓئِكَ	وہ لوگ
يَجْمَعُكُمْ	اکٹھا کریں گے وہ تم کو	جَنّٰتٍ	باغات میں	اَصْحٰبُ النَّارِ	آگ والے ہیں
لِيَوْمِ	دن میں	تَجْرِيْ	بہتی ہیں	خٰلِدِيْنَ	ہمیشہ رہنے والے
الْجَمْعِ	جمع ہونے کے	مِنْ تَحْتِهَا	ان کے نیچے سے	فِيْهَا	اس میں
ذٰلِكَ	وہ	الْاَنْهٰرُ	نہریں	وَبِئْسَ	اور بری ہے
يَوْمُ	دن ہے	خٰلِدِيْنَ	رہنے والے وہ	الْمَصِيْرُ	لوٹنے کی جگہ

اعتقادی منافقین سے خطاب اور مؤمنین ومنکرین کا انجام

پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس روشنی پر جو ہم نے اتاری ـــــ یعنی قرآنِ کریم پر، اسی سے ہدایت کا راستہ واضح ہوتا ہے ـــــ اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں ـــــ کہ کون دل سے ایمان لایا ہے اور کس نے صرف زبانی جمع خرچ کیا ہے ـــــ (یاد کرو) جس دن وہ تم کو جمع کریں گے جمع ہونے کے دن میں ـــــ جس دن سب اولین وآخرین اکٹھا کئے جائیں گے ـــــ وہ دن فریب (ظاہر ہونے) کا دن ہوگا ـــــ اس دن منافقین کا فریب کھل کر سامنے آجائے گا، اور ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں گے۔

اور جو شخص ایمان لایا اللہ پر اور اس نے نیک عمل کیا: اللہ تعالیٰ اس سے اس کی برائیاں مٹائیں گے، اور وہ اس کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ـــــ اس لئے وہ سدا بہار ہونگے ـــــ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، یہ بڑی کامیابی ہے ـــــ اور جن لوگوں نے نہیں مانا اور ہماری باتوں کو جھٹلایا وہ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور وہ برا ٹھکانہ ہے!

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ⑪ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰي رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑫ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑬

مَآ اَصَابَ	نہیں پہنچتی	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	عَلٰي رَسُوْلِنَا	ہمارے رسول کے ذمہ
مِنْ مُّصِيْبَةٍ	کوئی مصیبت	بِكُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کو	الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ	کھول کر پہنچانا ہے
اِلَّا بِاِذْنِ	مگر اجازت سے	عَلِيْمٌ	خوب جاننے والے ہیں	اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
اللّٰهِ	اللہ کے	وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ	کہا مانو اللہ کا	لَآ اِلٰهَ	کوئی معبود نہیں
وَمَنْ يُّؤْمِنْ	اور جو یقین رکھتا ہے	وَاَطِيْعُوا	اور کہا مانو	اِلَّا هُوَ	مگر وہی
بِاللّٰهِ	اللہ پر	الرَّسُوْلَ	اللہ کے رسول کا	وَعَلَي اللّٰهِ	اور اللہ تعالیٰ پر
يَهْدِ	راہ دکھاتے ہیں وہ	فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ	پس اگر تم منہ موڑو گے	فَلْيَتَوَكَّلِ	پس چاہئے کہ بھروسہ کریں
قَلْبَهٗ	اس کے دل کو	فَاِنَّمَا	تو اس کے سوا نہیں کہ	الْمُؤْمِنُوْنَ	مؤمنین

کوئی مصیبت اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں پہنچتی، پس مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ!

یہ آیاتِ پاک ایک سوال کا جواب ہیں کہ مصائب تو مؤمن پر بھی آتے ہیں تو کیا وہ بھی عذاب ہوتے ہیں؟ جواب وہ عذاب نہیں ہوتے، پہلے ایک قاعدہ سمجھ لیں: کوئی بھی مصیبت اذنِ الٰہی کے بغیر نہیں آتی، ایک پتہ بھی بدوں حکم خداوندی کے نہیں پھڑکتا، مگر جب مؤمن پر کوئی مصیبت آتی ہے تو توفیقِ خداوندی اس کے شاملِ حال ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو تسلیم ورضا کی راہ سجھاتے ہیں، پس وہ رضا بہ قضا رہتا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ وہ بندہ ہے کہ جب کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو خوش رہتا ہے، اور جان لیتا ہے کہ مصیبت اللہ کی طرف سے ہے (بخاری سورۃ التغابن کی تفسیر) ــــ پس مؤمن کو ہر حال میں اللہ ورسول کا حکم ماننا چاہئے، اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو اللہ ورسول کا کیا بگڑے گا، اسی کا دل پراگندہ ہوگا، رسول تو سب نیک وبد کھول کر سمجھا چکا۔ ارشاد فرماتے ہیں: ــــ کوئی مصیبت بغیر اذنِ خداوندی کے نہیں پہنچتی، اور جو شخص اللہ پر یقین رکھتا ہے: اللہ تعالیٰ اس کے دل کو راہ سجھاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والے ہیں ــــ وہ جانتے ہیں کہ کون صبر واستقامت اور تسلیم ورضا کی راہ پر چلا، اس کو سکونِ قلبی کی دولت عطا فرماتے ہیں، اور کون ہائے ہائے کرتا رہا، اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں ــــ اور دل کی تخصیص اس لئے کی کہ دل ہی سمجھتا ہے، کان تو سنی ان سنی کر دیتا ہے، جیسے: ﴿نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ﴾: اس (قرآن) کو امانت دار فرشتے نے آپ کے دل پر اتارا ــــ اور حکم مانو اللہ کا، اور حکم مانو رسول کا، پس اگر روگردانی کی تم نے تو ہمارے رسول کے ذمہ صاف صاف پہنچا دینا ہی ہے ــــ یعنی ہر حال میں احکام الٰہی کو پیش نظر رکھو، اگر ایسا نہیں کرو گے تو تمہارا ہی نقصان ہوگا، اللہ ورسول کا کچھ نہیں بگڑے گا ــــ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اللہ تعالیٰ ہی پر پس چاہئے کہ بھروسہ کریں مؤمنین! ــــ یعنی معبود اور مستعان تنہا اسی کی ذات ہے، نہ کسی اور کی بندگی، نہ کوئی دوسرا بھروسہ کے لائق (فوائد)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ

حَلِیْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۸﴾

ع ۲ ۸ ۱۶

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ	اے لوگو جو	وَ اللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ	ہی کامیاب ہیں
اٰمَنُوْۤا	ایمان لائے	عِنْدَهٗۤ	ان کے پاس	اِنْ تُقْرِضُوا	اگر قرض دو تم
اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ	بیشک تمہاری کچھ بیویاں	اَجْرٌ عَظِیْمٌ	بڑا ثواب ہے	اللّٰهَ	اللہ کو
وَ اَوْلَادِكُمْ	اور تمہاری کچھ اولاد	فَاتَّقُوا	پس ڈرو	قَرْضًا حَسَنًا	اچھا قرضہ
عَدُوًّا لَّكُمْ	تمہاری دشمن ہے	اللّٰهَ	اللہ سے	یُّضٰعِفْهُ	(تو) دوچند کریں گے
فَاحْذَرُوْهُمْ	پس محتاط رہو اُن سے	مَا اسْتَطَعْتُمْ	جہاں تک تم سے ہوسکے		وہ اس کو
وَاِنْ تَعْفُوْا	اور اگر معاف کرو		(امکان بھر)	لَكُمْ	تمہارے لئے
وَتَصْفَحُوْا	اور درگذر کرو	وَ اسْمَعُوْا	اور سنو	وَ یَغْفِرْ لَكُمْ	اور بخشیں گے وہ تمہارے گناہ
وَ تَغْفِرُوْا	اور بخشو	وَ اَطِیْعُوْا	اور کہا مانو	وَ اللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
فَاِنَّ اللّٰهَ	تو بے شک اللہ تعالیٰ	وَ اَنْفِقُوْا	اور خرچ کرو	شَكُوْرٌ	بڑے قدردان
غَفُوْرٌ	بڑے بخشنے والے	خَیْرًا	بھلے کو	حَلِیْمٌ	بڑے بردبار ہیں
رَّحِیْمٌ	بڑے رحم والے ہیں	لِّاَنْفُسِكُمْ	اپنی ذاتوں کے	عٰلِمُ	جاننے والے ہیں
اِنَّمَاۤ	اس کے سوانہیں کہ	وَمَنْ یُّوْقَ	اور جو بچایا گیا	الْغَیْبِ	چھپی
اَمْوَالُكُمْ	تمہارے اموال	شُحَّ	حرص سے	وَ الشَّهَادَةِ	اور کھلی چیزوں کو
وَ اَوْلَادُكُمْ	اور تمہاری اولاد	نَفْسِهٖ	اپنے جی کے	الْعَزِیْزُ	زبردست
فِتْنَةٌ	آزمائش ہے	فَاُولٰٓئِكَ	پس وہ	الْحَكِیْمُ	بڑے حکمت والے ہیں

اعمال میں کوتاہی کا ایک خاص سبب: نانہجار بیوی/شوہر اور نالائق اولاد کی موافقت

ان آیات میں اعمال میں کوتاہی کرنے والے مسلمانوں (عملی منافقوں) کا تذکرہ ہے، ایمان کے باوجود اعمال میں کوتاہی کے بہت سے اسباب ہیں، مثلاً: (۱) دین سے ناواقفیت (جہالت) (۲) برے ماحول کے اثرات (۳) اچھی تربیت کا فقدان (۴) غیر ضروری علوم (ایجوکیشن) وغیرہ۔ اور ایک خاص سبب جس کا یہاں تذکرہ ہے: وہ یہ ہے کہ بدچلن بیوی اور بداطوار شوہر کے جذبات کی ناجائز پاسداری، اور اولاد کی حد سے بڑھی ہوئی ناز برداری دینی اعمال میں کوتاہی کا

سبب بنتی ہے۔ مثلاً: فیشن پسند بیوی اصرار کرتی ہے کہ گھر میں ٹی وی لاؤ، اور شوہر اس کی خاطر سانپوں کی یہ پٹاری گھر میں لے آتا ہے، اور گھر تباہ ہوجاتا ہے، یا جذبات سے مغلوب شوہر اصرار کرتا ہے، اور بیوی جس زمانہ میں نماز نہیں پڑھتی، شب باشی میں اس کی موافقت کرتی ہے، اور دونوں گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں، اسی طرح اولاد کے لئے آدمی حلال وحرام کا خیال کئے بغیر مال حاصل کرتا ہے، اور جس گھر میں حرام یا مشتبہ مال آجاتا ہے وہ گھر دینی اعتبار سے برباد ہوجاتا ہے، ایسی ہی بیوی/شوہر اور اولاد آدمی کے دشمن ہیں، ان سے محتاط رہنے کا حکم ہے، تاکہ وہ دین کی بربادی کا سبب نہ بنیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ﴾

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے! بے شک تمہاری کچھ بیویاں اور تمہاری کچھ اولاد تمہاری دشمن ہے، پس تم ان سے محتاط رہو۔

دین کی دشمن بیوی/شوہر اور اولاد کی نرمی سے اصلاح

کجی (ٹیڑھا پن) پہلے نرمی سے دور کرنی چاہئے، بداطوار بیوی/شوہر اور نالائق اولاد کی اصلاح کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ نرمی کی جائے: (۱) ان کو معاف کیا جائے یعنی ان کی غلطی نظر انداز کی جائے (۲) ان سے درگذر کیا جائے یعنی ایکشن نہ لیا جائے، تادیب نہ کی جائے، مارا نہ جائے (۳) اور بخش دیا جائے یعنی ان سے راضی ہوجائے، اللہ تعالیٰ بھی جب بندے کا گناہ بخش دیتے ہیں تو اس سے راضی ہوجاتے ہیں، پس یہ ترقی من الادنی الی الاعلیٰ ہے۔ جب انسان اپنی بری زندگی کا ورق پلٹ دیتا ہے، اور اچھی زندگی اختیار کرلیتا ہے تو وہ اس کی فعلی توبہ ہوجاتی ہے، اور گناہ سے توبہ کرنے والے مانند گناہ نہ کرنے والے کے ہوجاتا ہے۔ **التائب من الذنب کمن لاذنب لہ** (مشکات حدیث ۲۳۶۳) ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَإِنْ تَعْفُوا وَتَصْفَحُوا وَتَغْفِرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾

ترجمہ: اور اگر تم معاف کرو، اور درگذر کرو، اور بخش دو تو بے شک اللہ تعالیٰ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

مال اور اولاد آزمائش ہیں، اس امتحان میں پورا اترنا چاہئے

اموال: یعنی دولت اور اولاد فتنہ ہیں، فتنہ دودھاری تلوار کو کہتے ہیں، ایسی تلوار اگر احتیاط سے چلائی جائے تو دشمن کا سر پھوٹے گا، اور بے احتیاطی کی جائے تو پہلے اپنا ہی سر پھوڑے گا، اب بیوی کو نہیں لیا کہ اس سے گلوخلاصی کا راستہ ہے، مگر اموال واولاد کا کیا کیا جائے؟ وہ فتنہ ہیں، اللہ ان کے ذریعہ بندے کا امتحان کرتے ہیں، لہٰذا مال جائز طریقہ پر کمایا جائے، اس میں بھی ثواب ہے، اور اچھی جگہوں پر خرچ کیا جائے اس کا بھی اجر عظیم ملے گا، اسی طرح اولاد کی شروع ہی سے اچھی

تربیت کی جائے، دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کیا جائے، ان کے عمل سے بھی موت کے بعد اجر آتا رہے گا، ورنہ بری اولاد دنیا میں بھی وبال ہے اور آخرت میں بھی ان کی جواب دہی کرنی پڑے گی۔

﴿ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝۱۵ ﴾

ترجمہ: تمہاری دولت اور تمہاری اولاد آزمائش ہے، اور اللہ کے پاس اجر عظیم ہے —— جائز طریقوں سے اموال کمانے میں اور اچھی راہوں میں خرچ کرنے میں اور اولاد کی دینی تربیت کرنے میں بڑا ثواب ہے۔

ماموراتمیں امکان بھر عمل مطلوب ہوتا ہے، اور منہیات میں کلی اجتناب ضروری ہے

پہلے ایک ضابطہ سمجھ لیں: مامورات (کرنے کے کاموں) میں حسبِ استطاعت (امکان بھر) عمل مطلوب ہوتا ہے، اور منہیات (ناجائز کاموں) میں کلی اجتناب (بچنا) ضروری ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مامورات کے مختلف درجات ہیں، فرض، واجب، سنتِ مؤکدہ، عام سنت، اور مستحبات ومندوبات، اول دو پر تو عمل ضروری ہے، مگر وہ بہت تھوڑے احکام ہیں، اور سنتِ مؤکدہ کو بھی مستقل چھوڑنے والا گنہگار ہوتا ہے، باقی احکام پر عمل ضروری نہیں، وہ مستحبات ہیں، امکان بھر ان میں عمل مطلوب ہے اور ایسے احکام بہت ہیں، اسی لئے مامورات کی جانب میں ''امکان بھر'' کی قید لگاتے ہیں۔

اور منہیات (ناجائز کاموں) میں کلی اجتناب (پوری طرح بچنا) ضروری ہے، کیونکہ ان کے دو ہی درجات ہیں، حرام اور مکروہ تحریمی، اور دونوں سے بچنا ضروری ہے، مکروہ تحریمی بھی حرام ہی ہوتا ہے، مگر اس کا ثبوت ظنّی ہوتا ہے، زنا کے تعلق سے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى ﴾: زنا کے پاس بھی مت پھٹکو (بنی اسرائیل ۳۲) یعنی زنا کے مقدمات سے بھی بچو، اور حائضہ بیوی کے تعلق سے فرمایا ہے: ﴿ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ﴾: ان کے نزدیک مت جایا کرو، جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں (البقرۃ ۲۲۲) یعنی ایک ساتھ مت لیٹو، ورنہ گناہ میں مبتلا ہوگے، اور ابن ماجہ کے شروع ہی میں حدیث ہے: إذا أمرتكم بشيئ فخذوا منه ما استطعتم، وإذا نهيتكم عن شيئ فانتهوا: جب میں تمہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دوں تو امکان بھر اس پر عمل کرو، اور جب میں تمہیں کسی بات سے روکوں تو اس سے (کلی طور پر) رک جاؤ (حدیث ۲) اور جب نبی ﷺ خواتین سے بیعت لیتے تھے، اور جائز کاموں میں نافرمانی نہ کرنے کا عہد لیتے تھے تو فیما استطعتن و أطقتن بڑھواتے تھے کہ ہم حتی الامکان جائز کاموں پر عمل کریں گی، نافرمانی نہیں کریں گی (درمنثور سورۂ ممتحنہ) ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مامورات میں امکان بھر عمل مطلوب ہوتا ہے، اور منہیات میں کلی اجتناب ضروری ہے۔

تقوی کے مفہوم میں مامورات ومنہیات دونوں شامل ہیں، اور حسب موقع معنی مراد لئے جاتے ہیں

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ ﴿ اتَّقُوا اللّٰهَ ﴾: اللہ سے ڈرو! کے مفہوم میں مامورات ومنہیات دونوں شامل ہیں،

ماموارت کی خلاف ورزی نہیں کرنی چاہئے، اور منہیات کا ارتکاب نہیں کرنا چاہئے، دونوں سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں ـــــ اور اللہ سے ڈرنا: سانپ، شیر اور دشمن سے ڈرنے کی طرح نہیں، یہ ڈرنا بربنائے خوف ہوتا ہے، اللہ سے ڈرنا بربنائے محبت ہے، جیسے سعادت مند بیٹا، علم کا خواہش مند شاگرد اور اللہ کے وصل کا طالب مرید: باپ، استاذ اور پیر سے ڈرتے ہیں، یہ ڈرنا بربنائے محبت ہے، وہ پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں کہ کوئی ایسی حرکت نہ ہوجائے جس سے باپ، استاذ اور پیر ناراض ہوجائیں، ورنہ وہ نیک بختی، علم کی دولت اور وصلِ خداوندی سے محروم رہیں گے۔

اور مؤمنین کو اللہ تعالیٰ سے بے حد محبت ہوتی ہے: اس کی دلیل یہ ارشادِ پاک ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾: اور جو لوگ مؤمن ہیں ان کو اللہ کے ساتھ بے حد محبت ہوتی ہے، اس لئے وہ اللہ کے احکام کی خلاف ورزی کرکے اللہ کی ناراضگی سے بچتے ہیں، یہی اللہ سے ڈرنا ہے۔

اور آیتِ پاک: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾: میں تقویٰ سے منہیات مراد ہیں، ان میں کلی اجتناب ضروری ہے، اس لئے فرمایا: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا ڈرنے کا حق ہے، اور قرینہ آیت کا آخر ہے کہ تمہاری موت مکمل اطاعت کی حالت میں آنی چاہئے، اور زیرِ تفسیر آیت میں ﴿اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ کے ساتھ ﴿مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ کی قید اس لئے لگائی کہ یہاں ماموارت مراد ہیں، ان میں امکان بھر عمل مطلوب ہوتا ہے۔

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا﴾

ترجمہ: پس ڈرو اللہ سے جہاں تک تم سے ہوسکے، اور بات سنو اور حکم مانو ـــــ یعنی تمام ماموارت پر عمل کی کوشش کرو۔

عام خرچ کرنے میں بھی مؤمن کی بہتری ہے

اموال اور اولاد آزمائش ہیں، مال غریبوں پر اور وجوہ خیر میں خرچ کیا جائے تو وہ بہتر ہے، اور اولاد کا معاملہ مؤخر کیا ہے، اس کا ذکر سورۃ التحریم میں آئے گا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ، گھر والوں میں اولاد بھی شامل ہے، اور جائز ذرائع سے مال کمانے کا حکم قرآن میں دوسری جگہ (سورۃ النساء آیت ۲۹) اور حدیثوں میں ہے۔ اور عام انفاق کی بہتری کی دلیل یہ حدیث ہے: بندہ کہتا ہے: یہ مال میرا ہے، وہ مال میرا ہے! حالانکہ اس کے اموال تین ہیں: (۱) کھاپی لیا اور ختم کردیا (۲) پہن لیا اور پرانا کردیا (۳) خیرات کردیا اور آخرت کی بینک میں جمع کردیا ـــــ ان کے سوا جو کچھ ہے وہ دوسروں کے لئے چھوڑ جانا ہے۔

(رواہ مسلم مشکات حدیث ۵۱۶۹)

﴿وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ﴾

ترجمہ: اور خرچ کرو، تمہارے لئے بہتر ہوگا۔

بخل فطری صفت ہے، مگر اس میں افراط وتفریط بری چیز ہے

بخل کی حقیقت ہے روکنا، مگر اس کا استعمال کنجوسی کے لئے عام ہوگیا ہے، بخل کی وجہ سے انسان اندوختہ کرتا ہے، اور انسان میں یہ صفت مٹی سے آئی ہے، دوسرے جانور جمع نہیں کرتے، صبح چلتے ہیں اور شام پیٹ بھر کر لوٹتے ہیں، اور انسان حاجت کے وقت کے لئے جمع رکھتا ہے، مگر اچھی صفت میں بھی افراط وتفریط بری چیز ہے، سورہ بنی اسرائیل (آیت ۲۹) میں ہے ﴿ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ ﴾: تو اپنا ہاتھ نہ تو گردن سے باندھ لے اور نہ بالکل ہی کھول دے، پھر بخل میں افراط کا نام شُحّ ہے، یعنی خود غرضی، اپنا مفاد پیش نظر رکھنا، غریب کے لئے جیب سے کچھ نہ نکلے، یہ بری صفت ہے، کامیابی میانہ روی میں ہے۔

﴿ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾

ترجمہ: اور جو شخص اس کے جی کی لالچ سے محفوظ رکھا گیا، تو وہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔

جہاد کے کاز کے لئے خرچ کرنے کا صلہ دنیا میں ملتا ہے

دوسرا حکم: خاص انفاق کا ہے، یعنی جہاد کے مقصد کے لئے خرچ کرنا، دورِ اول میں حکومت کے پاس فنڈ نہیں تھا، صحابہ جان ومال سے جہاد کرتے تھے، یہ مال کس کو دیا؟ امیر کو یا حکومت کو؟ نہیں، اللہ کو قرض دیا، اور قرض بہر حال واپس آتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس قرض کو غنیمت کی صورت میں دوچند کر کے واپس کرتے ہیں، اور آخرت میں بخشش نفع میں رہی! مگر شرط یہ ہے کہ قرض: حسنہ (خوبی والا قرض) ہو، یعنی امیر یا حکومت پر احسان نہ رکھے کہ وہ دل آزاری کا سبب ہوگی۔

﴿ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ﴾

ترجمہ: اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو قرض دوگے اچھی طرح قرض دینا تو وہ اس کو تمہارے لئے دوچند کریں گے، اور تمہارے گناہ بخشیں گے، اور اللہ بڑے قدر دان ہیں ـــــ اس لئے قرضہ بڑھا کر لوٹاتے ہیں ـــــ اور وہ بڑے بردبار ہیں ـــــ اس لئے آخرت میں بخشش فرماتے ہیں ـــــ وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جاننے والے ہیں ـــــ پس جس کا انفاق جس درجہ کا ہوگا اس کے بقدر صلہ دیں گے ـــــ زبردست بڑی حکمت والے ہیں ـــــ یعنی وہ خود جہاد کے لئے سامان فراہم کر سکتے ہیں، وہ زبردست ہیں، مگر مسلمانوں سے خرچ کراتے ہیں اس میں حکمت ہے، اور وہ مؤمنین کا نفع ہے۔

﴿۱۵ر شوال ۱۴۳۷ھ = ۲۰ر جولائی ۲۰۱۶ء، سورۃ المنافقون کے بعد سفر امریکہ کی وجہ سے وقفہ رہا، دوبارہ کام ۱۰ر شوال سے شروع کیا﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الطلاق

ربط: گذشتہ سورت کے آخر میں عمل میں کوتاہی کرنے والے مسلمانوں (عملی منافقین) کا ذکر تھا، اور کوتاہی کا سبب ازواج واولاد کو قرار دیا تھا، وہ اعمال میں کوتاہی کا باعث بنتے ہیں، پھر یہ بیان تھا کہ نرمی سے ان کی اصلاح کی جائے، ان کو معاف کیا جائے، درگذر کیا جائے اور بخش دیا جائے، سورۃ النساء (آیات ٣٤و٣٥) میں بھی بیوی کی اصلاح کے چار طریقے بیان کئے ہیں: (١) اس کو سمجھایا جائے، فہماش کی جائے (٢) اس کا بستر میں بائیکاٹ کیا جائے، ساتھ نہ لٹایا جائے (٣) تادیب کی جائے، سزادی جائے (٤) کمیشن مقرر کیا جائے، ایک آدمی شوہر کی طرف سے اور ایک عورت کی طرف سے، دونوں اصلاحِ حال کی کوشش کریں، مگر کبھی صورتِ حال سنگین ہوجاتی ہے، معاملہ کسی طرح قابو میں نہیں آتا تو آخری علاج جدائی ہے، اب اس سورت میں طلاق اور اس کے متعلقات عدت ورضاعت وغیرہ کا بیان ہے، اور یہی سورت کا موضوع ہے۔

سورت کے مضامین: پہلے رکوع میں طلاق، عدت اور رضاعت کا بیان ہے، اور دوسرے رکوع میں ان معاشرتی احکام پر عمل کی تاکید ہے، اگر مسلمان ان احکام کی خلاف ورزی کریں گے تو دنیا میں سخت سزا پائیں گے، اور آخرت میں گھاٹے میں رہیں گے، اور اگر اطاعت کریں گے تو دنیا میں بھی سرخ رُو ہونگے، اور آخرت میں جنت کے سدابہار باغات کے وارث ہوں گے —— پھر آخری آیت میں یہ مضمون ہے کہ کائنات بہت وسیع ہے، آسمان سات ہیں، اور زمینیں بھی اسی قدر ہیں، اور سب میں احکام نازل ہوتے ہیں، اور سب مخلوقات ان کی تعمیل کرتی ہے، اس زمین میں بھی اللہ نے احکام بھیجے ہیں، لوگوں کو ان کی تعمیل کرنی چاہئے، ورنہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں، اور وہ ہر چیز کو اپنے احاطۂ علمی میں لئے ہوئے ہیں۔

عدتیں دو ہیں: عدت التطلیق اور عدت الطلاق: عدت التطلیق یعنی طلاق دینے کا مقررہ وقت، اور عدت الطلاق کا دوسرا نام عدت النساء بھی ہے، عدت التطلیق کا تعلق مرد سے ہے اور عدت الطلاق کا تعلق عورت سے، ﴿وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ (سورۃ البقرہ آیت ٢٢٨) میں عدت الطلاق کا ذکر ہے، اور یہاں ﴿لِعِدَّتِهِنَّ﴾ میں عدت التطلیق کا ذکر ہے۔

اور امام اعظم اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک قروء سے مراد حیض ہیں، اور امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک طہر مراد ہیں، اور تمام ائمہ متفق ہیں کہ طلاق طہر میں دی جائے، حیض میں طلاق دینا گناہ ہے، پھر قائلین طہر کے نزدیک عورت عدت طہر سے گذارے گی، اور جس طہر میں طلاق دی ہے وہ طہر عدت میں شمار ہوگا، چاہے طہر کے بالکل آخر میں طلاق دی ہو، اور قائلین حیض کے نزدیک عدت حیض سے گزارے گی، اور ثمرۂ اختلاف اس طرح ظاہر ہوگا کہ قائلین طہر کے نزدیک تیسرا حیض عدت میں داخل نہیں ہوگا، اور قائلین حیض کے نزدیک داخل ہوگا۔

قرآنِ کریم مسئلہ کی احسن اور حسن صورتیں بیان کرتا ہے، اور انہی کو پیش نظر رکھتا ہے

قرآنِ کریم کا یہ خاص اسلوب ہے کہ وہ مسئلہ کی احسن اور حسن صورتوں ہی کو بیان کرتا ہے، اور انہی کو پیش نظر رکھتا ہے، قبیح (بدعی) صورتوں کو بیان نہیں کرتا، نہ ان کو پیش نظر رکھتا ہے، تاکہ ان کو اعتباریت حاصل نہ ہو، مثلاً: طلاق دینے کے تین طریقے ہیں: احسن، حسن اور بدعی:

احسن طریقہ: یہ ہے کہ ایسے طہر میں جس میں صحبت نہ کی ہو ایک صریح طلاق دے، پھر مزید طلاق نہ دے، عدت گذرنے دے، اس صورت میں عدت میں رجوع کا حق حاصل رہے گا، اور عدت کے بعد بھی تدارک ممکن ہوگا، اس لئے یہ افضل طریقہ ہے۔

اور طلاقِ حسن: یہ ہے کہ جس طہر میں صحبت نہ کی ہو اس میں ایک صریح طلاق دے، پھر دوسرے طہر میں دوسری صریح طلاق دے، پھر عدت گذرنے دے، تیسری طلاق نہ دے، اس صورت میں بھی عدت کے ختم تک غور وفکر اور رجوع کا موقع رہے گا، اور عدت کے بعد بھی تدارک ممکن ہوگا، اس لئے یہ اچھا طریقہ ہے، اور چونکہ دوسری طلاق بے ضرورت دی ہے اس لئے اس کا نمبر دوسرا ہے۔

طلاق بدعی: مذکورہ دونوں طریقوں کے علاوہ طلاق دینے کی ہر صورت بدعی (بری) ہے، مثلاً: ایسے طہر میں طلاق دینا جس میں صحبت کی ہے یا حیض کی حالت میں طلاق دینا یا ایک ساتھ ایک سے زیادہ طلاقیں دینا بُرا ہے۔ کیونکہ جب طہر میں صحبت کی پھر طلاق دی تو احتمال ہے کہ حمل ٹھہر گیا ہو، پس عورت حیض آنے تک شش وپنج میں مبتلا رہے گی کہ اسے عدت حیض سے گذارنی ہے یا وضع حمل سے؟ عورت کو اس الجھن سے بچانے کے لئے ایسے طہر میں طلاق دینے کا حکم ہے جس میں صحبت نہ کی ہو، اور یہ قید حدیث نے بڑھائی ہے —— اور حیض میں طلاق دینا اس لئے ممنوع ہے کہ وہ شوہر کی فطری نفرت کا زمانہ ہے، اور طہر میں فطری میلان ہوتا ہے، پس اس وقت بیوی سے فائدہ نہ اٹھانا، بلکہ طلاق دینا واقعی ضرورت کی علامت ہے۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر حیض میں طلاق دی جائے گی تو عورت کی عدت لمبی ہو جائے گی کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ کے نزدیک عدت طہر سے گذرتی ہے اور جس طہر میں طلاق دی گئی ہے وہ طہر عدت میں شمار کیا جاتا ہے، پس یہ حیض جس میں طلاق دی گئی ہے خواہ مخواہ گذارنا پڑے گا۔ اور امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک حیض سے عدت گذرتی ہے مگر یہ حیض جس میں طلاق دی گئی ہے شمار نہیں کیا جاتا اس لئے عدت لمبی ہو جائے گی۔

اور ایک طہر میں تین طلاقیں دینا، یا ایک مجلس میں یا ایک لفظ میں تین طلاقیں دینا بھی طلاق بدعی ہے، چونکہ اس صورت میں معاملہ تنگ ہو جاتا ہے اور عدت کے اندر اور عدت کے بعد تدارک کی کوئی راہ باقی نہیں رہتی اور کبھی کف افسوس ملنے کی نوبت آتی ہے اس لئے اس طرح سے طلاق دینا ناپسندیدہ ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک من حیث الوقت طلاق بدعی ہوتی ہے، من حیث العدد نہیں ہوتی، ان کے نزدیک ایک سے زیادہ طلاقیں ایک ساتھ دینا جائز ہے، اس میں کوئی قباحت نہیں۔

سورۃ البقرۃ (آیت ۲۲۹) میں ارشادِ پاک ہے: ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ﴾: طلاق دو بار ہے، مرتان کے ایک معنی ہیں: مَرةً بعد مرةٍ: یعنی دو طہروں میں دو طلاقیں دے اور بس کرے، یہی طلاق کا حسن طریقہ ہے، اور اسی سے احسن طریقہ کی افضلیت بھی سمجھ میں آجاتی ہے۔

سوال: ارشادِ پاک: ﴿ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ ﴾: (آیت ۲۳۰) میں تیسری طلاق کا بھی ذکر ہے، جبکہ تیسری طلاق دینا اچھا نہیں، پھر یہ کہنا کیسے درست ہوگا کہ قرآن نامناسب صورت ذکر نہیں کرتا!

جواب: اس آیت میں تیسری طلاق کی قباحت کا بیان ہے کہ اگر تیسری طلاق دے گا تو حلالہ کی ضرورت پیش آئے گی، جو شوہر کی غیرت کے خلاف ہوگا۔

طلاق اور اس کے متعلقات کے بیان میں تقوی کا بار بار تذکرہ

احکام کی پابندی قانون اور دباؤ سے نہیں کرائی جاسکتی، حکومتیں قانون بناتی ہیں اور لوگ چور دروازے کھول لیتے ہیں، احکام پر عمل اسی وقت ممکن ہے جب دل میں اللہ کا ڈر ہو، اور آخرت میں مؤاخذہ کا یقین ہو، اس لئے احکام کی آیات میں تقوی کا ذکر ضرور آتا ہے، پھر جن احکام کی تعمیل نفس پر شاق ہوتی ہے، جیسے طلاق اور اس کے متعلقات ان میں بار بار تقوی کا تذکرہ کیا جاتا ہے، چنانچہ پہلے رکوع میں پانچ بار تقوی کا ذکر کیا ہے، اور ہر بار تقوی کا نیا فائدہ بھی بیان کیا ہے۔



ایاتها ۱۲ (۶۵) سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ (۹۹) رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ①

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ	اے پیغمبر	لَا تُخْرِجُوْهُنَّ	مت نکالوان کو	وَمَنْ يَّتَعَدَّ	اور جو شخص بڑھے گا
اِذَا طَلَّقْتُمُ	جب تم طلاق دو	مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ	ان کے گھروں سے	حُدُوْدَ	حدوں سے
النِّسَآءَ	عورتوں کو	وَلَا يَخْرُجْنَ	اور نہ نکلیں وہ	اللّٰهِ	اللہ کی
فَطَلِّقُوْهُنَّ	توان کو طلاق دو	اِلَّاۤ اَنْ	مگر یہ کہ	فَقَدْ ظَلَمَ	تو یقیناً ظلم کیا اس نے
لِعِدَّتِهِنَّ (۱)	ان کی عدت کے شروع میں	يَّاْتِيْنَ	ارتکاب کریں وہ	نَفْسَهٗ	اپنی ذات پر
وَاَحْصُوا	اور شمار کرو	بِفَاحِشَةٍ	بے حیائی کا	لَا تَدْرِيْ (۲)	نہیں جانتی وہ
الْعِدَّةَ	عدت کو	مُّبَيِّنَةٍ	صریح	لَعَلَّ اللّٰهَ	شاید اللہ تعالیٰ
وَاتَّقُوا	اور ڈرو	وَتِلْكَ	اور یہ	يُحْدِثُ	نئی پیدا کریں
اللّٰهَ	اللہ سے	حُدُوْدُ	مقرر کی ہوئی حدیں ہیں	بَعْدَ ذٰلِكَ	اس کے بعد
رَبَّكُمْ	جو تمہارے پروردگار ہیں	اللّٰهِ	اللہ کی	اَمْرًا	کوئی صورت

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

طلاق طہر میں دی جائے اور عدت یاد رکھی جائے

ارشاد پاک ہے: —— اے پیغمبر! جب آپ لوگ اپنی بیویوں کو طلاق دیں تو ان کو ان کی عدت کے شروع میں طلاق

(۱) لِعِدَّتِهِن: میں لام وقتیہ ہے، أي في قُبُلِ عِدَّتِهِنَّ: عدت کے شروع میں یعنی طہر میں تا کہ عدت حیض سے شروع ہو
(۲) لاتدری: واحد مؤنث غائب کا صیغہ ہے اور ھی کا مرجع مطلقہ ہے۔

دیں ـــــ یہ حکم امت کو دیا ہے، اور خطاب پیغمبر علیہ السلام سے کیا ہے، ایسا دو وجہ سے کیا ہے:

پہلی وجہ: قدیم دستور یہ تھا کہ بادشاہ قوموں کو حکم دیا کرتے تھے سرداروں کو مخاطب کرکے، یہی طریقہ یہاں اپنایا ہے۔

دوسری وجہ: طلاق جائز کاموں میں بھی اللہ کو نہایت ناپسند ہے، مگر بوقتِ ضرورت ناپسند نہیں، حتی کہ پیغمبر ﷺ بھی بوقتِ ضرورت طلاق دے سکتے ہیں، پس آپؐ کا تذکرہ امت کے قلوب کی تطییب کے لئے ہے، جیسے غنیمت وفیٔ کے مصارف میں اللہ پاک کا تذکرہ باقی مصارف کے قلوب کی تطییب کے لئے ہے۔

طلاق دینے کا حکم: جیسے نکاح کرنا کبھی واجب ہوتا ہے، کبھی سنتِ مؤکدہ اور کبھی مکروہ تحریمی: بے تابی کی حالت میں (عند التَّوَقَان) نکاح کرنا واجب ہے، اعتدال کی حالت میں سنتِ مؤکدہ، اور بیوی پر ظلم کے اندیشہ کے وقت مکروہ تحریمی (درمختار) اسی طرح طلاق دینا کبھی واجب ہوتا ہے، کبھی مستحب، کبھی مباح، اور کبھی مکروہ تحریمی: جب شقاق (کشاکش) اس حد تک بڑھ جائے کہ حکمین (ثالثوں) سے بھی مسئلہ حل نہ ہو تو طلاق دینا واجب ہے، اور عورت بدکار ہو تو طلاق دینا مستحب ہے، اور بوقتِ حاجت مباح ہے، اور بلا وجہ (محض چکھنے کے لئے) طلاق دینا مکروہ تحریمی ہے۔

آگے ارشادِ پاک ہے: ـــــ اور عدت کو یاد رکھو، اور اس اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا پروردگار ہے ـــــ عدت تو سبھی مطلقات اور متوفی عنہا زوجہا پر واجب ہے، اور وہ وقت کے ساتھ خود بخود گذر جاتی ہے، مگر اس کی خاص اہمیت ان عورتوں کے لئے ہے جن کو عدت کے بعد نکاح کرنا ہے، ان عورتوں کی چونکہ نکاح کے ساتھ دلچسپی ہوتی ہے، اس لئے عدت کے شمار میں گپلا کرسکتی ہیں، اس لئے مردوں کو حکم دیا کہ تم عدت کو یاد رکھو، تاکہ کوئی بے عنوانی نہ ہونے پائے۔

اور طلاق رجعی میں شوہر رجوع کرسکتا ہے، پس وہ بھی دَغل فصل (فریب) کرسکتا ہے اس لئے حکم دیا کہ اللہ سے ڈرتے رہو، ورنہ پکڑے جاؤ گے۔

عورت عدت میں اسی گھر میں رہے جس میں شوہر کے ساتھ رہتی تھی

آگے ارشاد فرماتے ہیں: ـــــ ان (مطلقہ) عورتوں کو ان کے (رہنے کے) گھروں سے مت نکالو، اور وہ خود بھی نہ نکلیں، ہاں مگر وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں (تو اور بات ہے) اور یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں، اور جو شخص اللہ کی مقرر کی ہوئی حدوں سے تجاوز کرے گا اس نے بالیقین اپنا ہی نقصان کیا، اسے (مطلقہ) کو کیا خبر شاید اللہ تعالیٰ اُس (طلاق) کے بعد کوئی نئی بات پیدا کردیں۔

تفسیر: ان آیات میں پیش نظر یہ ہے کہ شوہر نے ایک یا دو رجعی طلاقیں دی ہیں، پس عورت عدت میں شوہر کے ساتھ اسی گھر میں رہے جس میں طلاق سے پہلے رہتی تھی، کسی پردہ وغیرہ کی بھی ضرورت نہیں، کیونکہ رجعی طلاق میں عورت

نکاح میں رہتی ہے، ہاں اگر بائنہ یا مغلظہ طلاق دی ہے تو پردہ یا علاحدہ کمرہ ضروری ہے، اور اس کا انتظام نہ ہو تو شوہر نکلے، عورت بہر حال اسی گھر میں عدت گذارے، شوہر اس کو وہاں سے نکال نہیں سکتا، ناجائز ہے۔ اور وہ خود بھی نکل کر میکے وغیرہ نہ چلی جائے، ایسا کرنا صریح بے حیائی کا کام ہے، اور یہ احکام اللہ کی مقرر کی ہوئی باؤنڈری ہیں، ان سے نکلنے کی اجازت نہیں، اگر عورت ایسی حرکت کرے گی تو وہ اپنا نقصان کرے گی اسے کیا معلوم! شاید اللہ تعالیٰ کوئی نئی بات پیدا کردیں یعنی مصالحت ہو جائے اور شوہر رجوع کرلے، اور کہیں اور چلی گئی تو یہ راہ مسدود ہو جائے گی۔

فائدہ (۱): حدیں (دائرے) دو ہیں: چھوٹا اور بڑا: پہلا دینداری کا دائرہ ہے اور دوسرا دین کا، جو پہلے دائرے سے نکل جاتا ہے وہ فاسق کہلاتا ہے، وہ دیندار نہیں رہتا، اور جو دوسرے دائرے سے نکل جاتا ہے وہ مسلمان ہی نہیں رہتا، یہاں پہلا دائرہ مراد ہے، پس مطلقہ کا شوہر کے گھر سے نکل کر میکہ وغیرہ جا کر عدت گذارنا کبیرہ گناہ ہے، ایسی عورت فاسقہ اور ناشزہ (نافرمان) ہے، اور وہ عدت کے نفقہ کی بھی مستحق نہیں۔

فائدہ (۲): عورت کی خوبی گھر میں رہنے میں ہے، اس کا بے ضرورت گھر سے نکلنا برا ہے، اور مطلقہ کا نکلنا تو کھلی بے حیائی ہے، اللہ کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہے، فاحشة مبينة سے یہی خروج مراد ہے۔

فائدہ (۳): آیت کے آخر میں شوہر کے گھر میں عدت گذارنے کی حکمت کا بیان ہے کہ رجوع کی صورت نکل سکتی ہے، وہ شوہر کو راضی کرلے، اور شوہر اس کو رکھ لے، اور چلی گئی تو اصلاح کی کوئی صورت ممکن نہ ہوگی۔

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۚ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۚ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝

فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ	پس جب پہنچیں وہ اپنی مقررہ مدت کو	فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ (۱)	تو روکو ان کو اچھے انداز سے	اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ	یا جدا کرو ان کو اچھے انداز سے

(۱) معروف: ہر وہ قول یا فعل جس کی خوبی عقلاً یا شرعاً ثابت ہو، یعنی اچھا کام، اچھی بات، اس کی ضد منکر ہے۔

وَ اَشۡهِدُوۡا	اور گواہ بناؤ	بِاللّٰهِ	اللہ پر	عَلَى اللّٰهِ	اللہ پر
ذَوَىۡ عَدۡلٍ(۱)	دو معتبر آدمیوں کو	وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ	اور پچھلے دن پر	فَهُوَ	تو وہ اس کے لئے
مِّنۡكُمۡ	تم میں سے	وَمَنۡ يَّتَّقِ	اور جو کوئی ڈرتا ہے	حَسۡبُهٗ	کافی ہیں
وَ اَقِيۡمُوا	اور ٹھیک ٹھیک دو	اللّٰهَ	اللہ سے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
الشَّهَادَةَ	گواہی	يَجۡعَلۡ لَّهٗ	کردیتے ہیں اس کیلئے	بَالِغُ	پہنچنے والے ہیں
لِلّٰهِ	اللہ کے لئے	مَخۡرَجًا	کوئی نکلنے کی راہ	اَمۡرِهٖ	اپنے معاملہ کو
ذٰلِكُمۡ(۲)	یہ بات	وَّيَرۡزُقۡهُ	اور روزی دیتے ہیں اس کو	قَدۡ جَعَلَ	تحقیق ٹھہرایا ہے
يُوۡعَظُ	نصیحت کی جاتی ہے	مِنۡ حَيۡثُ	جہاں سے	اللّٰهُ	اللہ نے
بِهٖ	اس کے ذریعہ	لَا يَحۡتَسِبُ	خیال نہیں ہوتا	لِكُلِّ شَيۡءٍ	ہر چیز کے لئے
مَنۡ كَانَ يُؤۡمِنُ	اس کو جو ایمان لایا	وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ	اور جو بھروسہ کرتا ہے	قَدۡرًا	ایک اندازہ

جب عدت پوری ہونے کو آئے تو شوہر کو دو اختیار ہیں

ایک یا دو طلاقِ رجعی میں جب عدت ختم ہونے کو آئے تو شوہر کو دو اختیار ہیں: (۱) یا عدت ختم ہونے سے پہلے عورت کو دستور کے موافق رجعت کر کے اپنے نکاح میں رکھ لے (۲) یا عدت پوری ہونے پر معقول طریقہ سے اس کو جدا کر دے یعنی رکھنا ہو تب اور الگ کرنا ہو تب آدمیت اور شرافت کا برتاؤ کرے، تطویلِ عدت کے لئے رجعت نہ کرے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

—— پس جب وہ عورتیں اپنی مقررہ مدت کو پہنچیں تو تم ان کو بھلے طریقہ پر نکاح میں رکھو یا ان کو بھلے طریقہ پر جدا کرو۔

مراجعت یا مفارقت پر گواہ بنانا مستحب ہے، اور گواہ گواہی بغیر رو رعایت کے دیں

نکاح میں تو گواہ بنانا ضروری ہے، مگر مراجعت یا مفارقت میں گواہ بنانا ضروری نہیں، مستحب ہے، بنالے تو بہتر ہے تاکہ لوگوں میں متہم نہ ہو، ارشاد فرماتے ہیں: —— اور اپنوں میں سے (مسلمانوں میں سے) دو معتبر آدمیوں (یا ایک آدمی اور دو عورتوں) کو گواہ بنالو، اور وہ اللہ کے لئے (بغیر رو رعایت کے) ٹھیک ٹھیک گواہی دیں۔

مذکورہ احکام بندوں کی خیر خواہی کے لئے ہیں

شروع سورت سے اب تک جو احکام بیان ہوئے ہیں وہ بندوں کے لئے نصیحت (خیر خواہی) ہیں، مگر ان پر عمل وہی

(۱) ذَوَیْ: اصل میں ذَوَیْنِ تھا، اضافت کی وجہ سے نون گر گیا ہے (۲) ذلکم کا مشار الیہ مذکورہ تمام احکام ہیں۔

شخص کرتا ہے جواللہ اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے، دوسرے تو سنی اَن سنی کردیتے ہیں، اور اپنا ہی نقصان کرتے ہیں جیسے قرآنِ کریم: ﴿هُدًى لِّلنَّاسِ﴾ ہے، سبھی لوگوں کی راہ نمائی کے لئے اترا ہے[البقرۃ آیت ۱۸۵] مگر اس سے فائدہ متقی ہی اٹھاتے ہیں، اس لئے فرمایا: ﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ﴾[البقرۃ آیت ۲]

یہی معاملہ مذکورہ احکام کا ہے، جاہل مسلمان جب غصہ چڑھتا ہے تو فوراً فیر کردیتے ہیں، چاہے حیض کی حالت ہو، اور دھڑا دھڑ تین فیر کرتے ہیں، پھر سر پکڑ کر بیٹھ جاتے ہیں یا عورت یا شوہر نکاح اور رجعت میں بے عنوانی کرتے ہیں، یا شوہر مطلقہ کو گھر سے چلتا کرتا ہے یا عورت خود صریح بے حیائی کا ارتکاب کرتی ہے اور میکہ چلی جاتی ہے، اس طرح نادان مسلمان اللہ کی حدود کو پار کر جاتے ہیں اور اپنا ہی نقصان کر بیٹھتے ہیں۔

﴿ذٰلِكُمْ يُوعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾

ترجمہ: ان احکام سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر یقین رکھتا ہے۔

مشکلات میں بھی اللہ کے احکام پر عمل کرے، اللہ تعالیٰ گلوخلاصی کی راہ نکالیں گے

عام بات: احکام الٰہی کی تعمیل بہر حال کرنی چاہئے، خواہ کتنی ہی مشکلات اور شدائد کا سامنا کرنا پڑے، اللہ تعالیٰ مشکلات سے نکلنے کا دیر سویر راستہ بناتے ہیں، مثلاً: معیشت کی تنگی ہو تو گھبرائے نہیں، ہمتِ مرداں مددِ خدا!

خاص مراد: مطلقہ کو شوہر کے گھر میں عدت گذارنے میں کبھی پریشانی پیش آتی ہے، گھر کے افراد کی نظریں پھری ہوئی ہوتی ہیں یا شوہر سے جھگڑا ہوا ہے اور وہ شوہر کو ایک آنکھ نہیں بھاتی، ایسی صورت میں مطلقہ تین ماہ اس گھر میں کیسے رہے؟ فرماتے ہیں: گھبرائے نہیں، اللہ کے حکم پر عمل کرے، اس میں اس کی مصلحت ہے، اور عدت کے دن کتنے ہیں؟ بہت جلد اللہ تعالیٰ اس گھر سے نکلنے کی راہ بنائیں گے، عدت پوری ہوتے ہی چلی جانا، ابھی صبر و سکون سے یہیں رہ!

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝﴾

ترجمہ: اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نکلنے کی راہ بناتے ہیں۔

عدت کے بعد عورت کا کیا ہوگا؟ مطلقہ اس الجھن میں نہ پڑے، اللہ تعالیٰ اس کا انتظام کریں گے

عام بات: تقوی کامیابی کی کلید ہے، اس سے مشکلیں آسانی ہوتی ہیں، بے قیاس وگمان روزی ملتی ہے، اور سکون واطمینان کی دولت الگ نصیب ہوتی ہے، لہٰذا بندہ اللہ پر بھروسہ رکھے، اسباب پر تکیہ نہ کرے، اللہ کی قدرت اسباب کی پابند نہیں، ان کو جو کام کرنا ہے وہ پورا ہوکر رہتا ہے، سب اسباب اسی کی مشیت کے تابع ہیں، البتہ ہر چیز کا اس کے یہاں ایک اندازہ

ہے، اسی کے موافق وہ ظہور پذیر ہوتی ہے، اس لئے اگر کسی چیز کے حاصل ہونے میں دیر لگے تو متوکل کو گھبرانا نہیں چاہئے۔

خاص مراد: معتدہ اس الجھن میں مبتلا رہتی ہے کہ عدت کے بعد اس کا کیا ہوگا؟ میکہ میں عدت گذارتی تو رشتہ دار اس کی فکر کرتے، یہاں شوہر کے گھر میں کس کو اس کی پڑی ہے؟ فرماتے ہیں: معتدہ اس الجھن میں مبتلا نہ ہو، عدت کے بعد اللہ تعالیٰ اس کا انتظام کردیں گے، ایسی جگہ سے اس کی روزی روٹی (نکاح) کا انتظام ہوجائے گا کہ اس کو اس کا سان گمان بھی نہیں ہوگا، میکہ والے اپنی جگہ اس کے بارے میں سوچیں گے، اور نکاح کے خواہش مند بھی نظریں دوڑائیں گے، اس طرح عدت کے بعد اس کا حل نکل آئے گا، شوہر کے گھر سے نکل کر میکہ میں عدت گذارنے پر یہ بات موقوف نہیں، اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے کافی ہوجاتے ہیں، اور اللہ کا فیصلہ بہر حال پورا ہوکر رہتا ہے، خواہ کچھ دیر لگے، کیونکہ اللہ نے ہر کام کا ایک اندازہ ٹھہرا رکھا ہے، ہر کام اس کے وقت پر ہوتا ہے، **كل أمر مرهون بوقته:** ہر کام اس کے وقت پر ہوتا ہے۔

﴿ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۚ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴿٣﴾ ﴾

ترجمہ: اور اس کو روزی پہنچاتے ہیں ایسی جگہ سے جس کا خیال بھی نہیں ہوتا، اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لئے کافی ہوجاتے ہیں، بے شک اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا کرکے رہتے ہیں، البتہ اللہ نے ہر کام کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

وَالّٰٓـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ۚ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ﴿٤﴾ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ﴿٥﴾

وَالّٰٓـِٔيْ	اور جو عورتیں	اِنِ ارْتَبْتُمْ	اگر تمہیں شک ہو	لَمْ يَحِضْنَ	حیض نہیں آیا
يَىِٕسْنَ	ناامید ہوگئیں	فَعِدَّتُهُنَّ	تو ان کی عدت	وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ	اور حمل والیاں
مِنَ الْمَحِيْضِ	حیض سے	ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ	تین ماہ ہے	اَجَلُهُنَّ	ان کا مقررہ وقت
مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ	تمہاری عورتوں میں سے	وَّالّٰٓـِٔيْ	اور جن عورتوں کو	اَنْ يَّضَعْنَ	یہ ہے کہ رکھ دیں وہ

حَمْلَهُنَّ	اپنے حمل کو	يُسْرًا	آسانی	اللهَ	اللہ سے
وَمَنْ يَّتَّقِ	اور جو ڈرے	ذٰلِكَ	یہ	يُكَفِّرْ عَنْهُ	مٹائیں گے اس سے
اللهَ	اللہ سے	اَمْرُ اللهِ	اللہ کا حکم ہے	سَيِّاٰتِهٖ	اس کی برائیاں
يَجْعَلْ	بنائیں گے وہ	اَنْزَلَهٗ	اتارا ہے اس کو	وَيُعْظِمْ	اور بڑا کریں گے
لَّهٗ	اس کے لئے	اِلَيْكُمْ	تمہاری طرف	لَهٗ	اس کے لئے
مِنْ اَمْرِهٖ	اس کے معاملہ میں	وَمَنْ يَّتَّقِ	اور جو ڈرے	اَجْرًا	ثواب

آیسہ اور نابالغہ مطلقہ کی عدت تین ماہ ہے

سورۃ البقرۃ (آیت ۲۲۹) میں مطلقہ کی عدت تین حیض آئی ہے، سوال ہوا کہ اگر کبر سنی کی وجہ سے حیض بند ہوگیا ہو یا لڑکی نابالغ ہو، ابھی حیض نہیں آیا، ان کو اگر طلاق ہوجائے تو عدت کیا ہوگی؟ اس آیت میں بتایا کہ ان کی عدت تین ماہ ہے۔

ترجمہ: اور تمہاری جو عورتیں حیض سے ناامید ہوچکی ہیں، اگر تمہیں ان کا حکم معلوم نہ ہو، تو ان کی عدت تین ماہ ہے، اور جن کو ابھی حیض نہیں آیا —— ان کی بھی یہی عدت ہے۔

حاملہ کی عدت وضع حمل ہے، اور حمل کی مدت لمبی ہوجائے تو گھبرائے نہیں

حاملہ عورت کی عدت وضع حمل ہے، خواہ ایک منٹ کے بعد ولادت ہوجائے خواہ لمبا زمانہ گذر جائے، اور اس میں مطلقہ اور متوفی عنہا زوجہا کا حکم یکساں ہے، اور حمل خواہ کامل پیدا ہو یا ناقص، بشرطیکہ کوئی عضو بن گیا ہو، گو ایک انگلی ہی سہی، اور حمل کی مدت لمبی ہوجائے تو حاملہ گھبرائے نہیں، اگر وہ اللہ سے ڈرے گی اور حمل ضائع نہیں کرے گی تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے آسانی کریں گے۔

﴿ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ اللهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝ ﴾

ترجمہ: اور حاملہ عورتوں کی عدت یہ ہے کہ وہ اپنا حمل جن دیں، اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا تو اللہ اس کے لئے اس کے کام میں آسانی کریں گے۔

تقوی (اللہ سے ڈرنے) کے دو اخروی فائدے

تقوی کا مضمون بار بار مختلف پیرایوں میں دوہرایا گیا ہے تاکہ رنگ چڑھے اور احکام پر عمل کرنا آسان ہو، اب اتقا کے

دواخروی فائدے بیان کرتے ہیں: ایک: اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں دوم: آخرت میں اجر عظیم ملتا ہے۔اس لئے احکام الٰہی کی تعمیل میں پس وپیش نہیں کرنی چاہئے۔

﴿ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ۝﴾

ترجمہ: یہ (مذکورہ احکام) اللہ کا حکم ہے جس کو اس نے تمہاری طرف اتارا ہے، اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا —— اور اس کے احکام کی خلاف ورزی نہیں کرے گا —— اللہ اس سے اس کی برائیاں مٹائیں گے، اور اس کو بڑا اجر عطا فرمائیں گے۔

اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۭ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۝ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝ ع

اَسْكِنُوْهُنَّ	رکھوان کو	اُولَاتِ حَمْلٍ	حمل والیاں	اُجُوْرَهُنَّ	ان کی اجرت
مِنْ حَيْثُ	جہاں	فَاَنْفِقُوْا	تو خرچ کرو	وَاْتَمِرُوْا (۳)	اور مشورہ کرو
سَكَنْتُمْ	تم رہتے ہو	عَلَيْهِنَّ	ان پر	بَيْنَكُمْ	باہم
مِّنْ وُّجْدِكُمْ (۱)	اپنی آسودگی سے	حَتّٰى يَضَعْنَ	تا آنکہ جن دیں وہ	بِمَعْرُوْفٍ	اچھے انداز سے
وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ (۲)	اور ضرر مت پہنچاؤان کو	حَمْلَهُنَّ	اپنا حمل	وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ (۴)	اور اگر اختلاف کرو تم
لِتُضَيِّقُوْا	تا کہ تنگی کرو	فَاِنْ اَرْضَعْنَ	پھر اگر دودھ پلائیں وہ	فَسَتُرْضِعُ	تو دودھ پلائے گی
عَلَيْهِنَّ	ان پر	لَكُمْ	تمہارے لئے	لَهٗٓ	اس کو
وَاِنْ كُنَّ	اور اگر ہوں وہ	فَاٰتُوْهُنَّ	تو دوان کو	اُخْرٰى	کوئی دوسری عورت

(۱) وُجد: آسودگی، مالی وسعت (۲) ضارّہ مضارّۃ: نقصان پہنچانا (۳) ائتمر بمعنی تآمر ہے، باہم مشورہ کرنا (۴) تعاسر الرجلان: اختلاف کرنا۔

لِيُنْفِقْ	چاہئے کہ خرچ کرے	فَلْيُنْفِقْ	تو چاہئے کہ خرچ کرے وہ	نَفْسًا	کسی کو
ذُوْ سَعَةٍ	گنجائش والا	مِمَّا	اس میں سے جو	اِلَّا مَا	مگر اس کا جو
مِّنْ سَعَتِهٖ	اپنی گنجائش سے	اٰتٰىهُ	دیا ہے اس کو	اٰتٰىهَا	دیا ہے اس کو
وَمَنْ قُدِرَ	اور جو شخص تنگ کی گئی	اللّٰهُ	اللہ نے	سَيَجْعَلُ اللّٰهُ	عنقریب بنائیں گے وہ
عَلَيْهِ	اس پر	لَا يُكَلِّفُ	نہیں حکم دیتے	بَعْدَ عُسْرٍ	تنگی کے بعد
رِزْقُهٗ	اس کی روزی	اللّٰهُ	اللہ	يُسْرًا	آسانی

معتدہ رجعیہ کا سکنی اور حاملہ کا نفقہ

تمام ائمہ متفق ہیں کہ مطلقہ رجعیہ کو نفقہ بھی ملے گا اور سکنی بھی، کیونکہ وہ ابھی نکاح میں ہے، اسی طرح حاملہ کو بھی دونوں چیزیں ملیں گی، خواہ اس کو رجعی طلاق دی ہو یا بائنہ یا مغلظہ، اور مبتوتہ حائلہ کے بارے میں اختلاف ہے، حنفیہ کے نزدیک اسے بھی دونوں چیزیں ملیں گی، اور امام احمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کو دونوں چیزیں نہیں ملیں گی، اور امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ کے نزدیک صرف سکنی ملے گا نفقہ نہیں ملے گا۔ اور مبتوتہ کے معنی ہیں: کاٹی ہوئی یعنی وہ عورت جس کو ایک یا دو بائنہ طلاقیں دی ہوں، اور جس عورت کو تین طلاقیں دی گئی ہیں وہ تو مبتوتہ ہے ہی، اور حائلہ کے معنی ہیں: غیر حاملہ۔

آیتِ پاک: تم ان (مطلقہ رجعیہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کی جگہ دو ـــــ وہ عدت میں شوہر کے ساتھ بغیر پردہ کے رہے، کیونکہ وہ ابھی نکاح میں ہے ـــــ اور ان کو تکلیف مت پہنچاؤ، تاکہ ان کو تنگ کرو ـــــ یعنی ستاؤ نہیں کہ وہ تنگ آکر نکلنے پر مجبور ہوجائیں ـــــ اور اگر وہ حاملہ ہوں تو (سکنی کے ساتھ) ان پر خرچ (بھی) کرو، یہاں تک کہ وہ اپنا حمل جن دیں ـــــ حمل کی مدت کبھی طویل ہوجاتی ہے، اس لئے خصوصیت سے بتلایا کہ پوری مدت میں خرچ کرتے رہو، خواہ مدت کتنی ہی طویل ہو، وضع حمل تک اس کو نفقہ دینا ہوگا۔

اجرتِ رضاعت: منکوحہ پر اپنے بچہ کو دودھ پلانا واجب ہے، البتہ اگر بچہ کا باپ مالدار ہو اور وہ کوئی اور انا تلاش کرسکے تو ماں کا دودھ نہ پلانے میں بھی کوئی گناہ نہیں (بہشتی زیور) اور مطلقہ پر شوہر کے بچے کو دودھ پلانا واجب نہیں، خواہ بچہ طلاق سے پہلے کا ہو یا اسی کو جننے سے عدت پوری ہوئی ہو۔

پھر اگر وضع حمل کے بعد ماں بچہ کو مفت دودھ نہ پلائے تو جو اجرت کسی اور انا کو دیتے ہیں اس کو دی جائے، اور معقول طریقہ سے باہم مشورہ کرکے اجرت طے کی جائے، فریقین خواہ مخواہ کج روی اختیار نہ کریں، نہ عورت دودھ پلانے سے انکار کرے نہ زیادہ اجرت مانگے، ورنہ کوئی اور عورت دودھ پلانے والی مل جائے گی، نہ شوہر ماں کو چھوڑ کر دوسری کا دودھ

پلوائے، کیونکہ اس کو بھی تو اجرت دینی پڑے گی، پھر ماں ہی کو کیوں نہ دے۔

بچہ کا خرچ: وضع حمل کے بعد بچہ کی پرورش کا خرچ باپ کے ذمہ ہے، وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق اور کم حیثیت والے کو اپنی حیثیت کے مناسب خرچ کرنا چاہئے، اگر کسی شخص کو زیادہ فراخی نصیب نہ ہو، محض نپی تلی روزی اللہ نے دی ہو، وہ اس میں سے اپنی گنجائش کے موافق خرچ کرے، اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، جب تنگی کی حالت میں اس کے حکم کے موافق خرچ کرو گے: وہ تنگی اور سختی کو فراخی اور آسانی سے بدل دے گا (فوائد)

﴿ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗٓ اُخْرٰى ۝ ﴾

ترجمہ: پھر اگر وہ تمہاری خاطر دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو، اور اجرت کے معاملہ میں باہم مناسب طور پر مشورہ کرلو، اور اگر تم باہم کشمکش کرو گے تو اس کو کوئی دوسری عورت دودھ پلائے گی۔

﴿ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝ ﴾

ترجمہ: چاہئے کہ وسعت والا اپنی وسعت کے موافق خرچ کرے، اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا چاہئے کہ وہ اس میں سے خرچ کرے جو اس کو اللہ نے دیا ہے، اللہ تعالیٰ کسی کو حکم نہیں دیتے مگر اسی کا جو اس کو دیا ہے، جلد ہی اللہ تعالیٰ تنگی کے بعد آسانی کردیں گے۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۽ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ڟ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ

رِزْقًا ۝ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ۝۱۲

وَكَاَيِّنْ	کتنی ہی	عَذَابًا شَدِيْدًا	سخت عذاب	اِلَى النُّوْرِ	روشنی کی طرف
مِّنْ قَرْيَةٍ	بستیاں	فَاتَّقُوا اللّٰهَ	پس ڈرو اللہ سے	وَمَنْ يُّؤْمِنْ	اور جو یقین رکھتا ہے
عَتَتْ	نافرمانی کی انھوں نے	يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ	اے عقل مندو	بِاللّٰهِ	اللہ پر
عَنْ اَمْرِ	حکم کی	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (۱)	جو ایمان لائے ہو	وَيَعْمَلْ	اور کرتا ہے
رَبِّهَا	اپنے رب کی	قَدْ اَنْزَلَ	تحقیق اتاری ہے	صَالِحًا	نیک کام
وَرُسُلِهٖ	اور اس کے رسولوں کی	اللّٰهُ	اللہ نے	يُّدْخِلْهُ	داخل کریں گے اس کو
فَحَاسَبْنٰهَا	پس دارو گیر کی ہم نے ان کی	اِلَيْكُمْ	تمہاری طرف	جَنّٰتٍ	باغات میں
حِسَابًا شَدِيْدًا	سخت دارو گیر کرنا	ذِكْرًا	خاص نصیحت	تَجْرِيْ	بہتی ہیں
وَّعَذَّبْنٰهَا	اور سزا دی ہم نے ان کو	رَّسُوْلًا (۲)	(بھیجا) عظیم رسول	مِنْ تَحْتِهَا	ان کے نیچے سے
عَذَابًا نُّكْرًا	سخت سزا دینا	يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ	پڑھتا ہے تمہارے سامنے	الْاَنْهٰرُ	نہریں
فَذَاقَتْ	پس چکھا انھوں نے	اٰيٰتِ اللّٰهِ	اللہ کی آیتیں	خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ	رہنے والے ان میں
وَبَالَ اَمْرِهَا	اپنے معاملہ کا وبال	مُبَيِّنٰتٍ	واضح	اَبَدًا	سدا
وَكَانَ عَاقِبَةُ	اور تھا آخری انجام	لِّيُخْرِجَ	تاکہ نکالیں وہ	قَدْ اَحْسَنَ	تحقیق بہترین بنائی
اَمْرِهَا	ان کے معاملہ کا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	ان کو جو ایمان لائے	اللّٰهُ	اللہ نے
خُسْرًا	گھاٹا	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	لَهٗ	اس کے لئے
اَعَدَّ اللّٰهُ	تیار کیا ہے اللہ نے	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام	رِزْقًا	روزی
لَهُمْ	ان کے لئے	مِنَ الظُّلُمٰتِ	تاریکیوں سے	اَللّٰهُ	اللہ تعالیٰ

(۱) الذین آمنوا: منصوب ہے، اور منادی أولی الألباب کی صفت یا عطف بیان ہے یا أعنی مقدر ہے (۲) رسولاً سے پہلے أرسلنا محذوف ہے اور قرینہ أنزلنا ہے، اور غایت اتحاد کی وجہ سے حرف عطف نہیں لایا گیا اور ذکراً سے بدل بھی ہوسکتا ہے۔

اَلَّذِیْ	جنھوں نے	یَتَنَزَّلُ	اترتا ہے	قَدِیْرٌ	پوری قدرت رکھنے
خَلَقَ	پیدا کئے	الْاَمْرُ	حکم		والے ہیں
سَبْعَ	سات	بَیْنَهُنَّ	ان کے درمیان	وَّ اَنَّ اللّٰهَ	اور یہ کہ اللہ نے
سَمٰوٰتٍ	آسمان	لِتَعْلَمُوْٓا	تا کہ جانو تم	قَدْ اَحَاطَ	تحقیق گھیر رکھا ہے
وَّمِنَ الْاَرْضِ	اور زمین سے	اَنَّ اللّٰهَ	کہ اللہ	بِكُلِّ شَیْءٍ	ہر چیز کو
مِثْلَهُنَّ	ان کے مانند	عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ	ہر چیز پر	عِلْمًا	علم کے اعتبار سے

احکام الٰہی کی نافرمانی کا وبال اور اطاعت کا صلہ

احکام الٰہی کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے کتنی ہی بستیاں تباہ کی جاچکی ہیں، دنیا میں ان کی سخت پڑتال کی گئی، اور آخرت میں ان کو سخت سزا ملے گی، وہ گھاٹے میں رہیں گے اور ان کے لئے سخت عذاب تیار ہے، ان عبرتناک واقعات سے عقل مند اہل ایمان سبق لیں، کہیں حکم عدولی کی سزا میں پکڑے نہ جائیں اور ان کی آخرت برباد نہ ہو۔

اللہ نے نصیحت نامہ (قرآنِ کریم) اتارا ہے، ساتھ ہی عظیم رسول بھیجا ہے، جو قرآن کی صاف صاف آیتیں پڑھ کر سناتا ہے، تا کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں میں ایمان کی صلاحیت ہے: کفر وجہل کی اندھیروں سے نکال کر ایمان وعمل صالح کی شاہ راہ پر ڈالیں، پھر جو ایمان لے آئیں اور نیک کام کریں ان کو جنت کے سدا بہار باغات میں داخل کریں، جہاں وہ ہمیشہ رہیں، اور جنت سے بہتر مقام کیا ہوسکتا ہے؟

پھر آخری آیت ہے، کائنات بہت وسیع ہے، آسمان سات ہیں اور زمینیں بھی اتنی ہی ہیں، اور سب میں احکامات بھیجے جاتے ہیں، انسانوں کی زمین میں بھی یہ تشریعی احکام بھیجے جارہے ہیں، ان کی تعمیل کرو، ورنہ یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں، اور ہر چیز کو اپنے احاطۂ علمی میں لئے ہوئے ہیں، ان سے کیسے بچ سکو گے؟ ہر نافرمانی کی سزا پاؤ گے!

آیاتِ پاک: —— اور کتنی ہی بستیاں ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کے اور اس کے رسولوں کے حکم سے سرتابی کی پس ہم نے ان کی سخت پڑتال کی اور ہم نے ان کو سخت سزا دی، پس انھوں نے اپنے معاملہ (نافرمانی) کا وبال چکھا، اور ان کا آخری انجام گھاٹا ہے، اللہ نے ان کے لئے سخت سزا تیار کی ہے، پس اللہ سے ڈرو اے عقل مندو جو ایمان لائے ہو، یقیناً اللہ نے تمہاری طرف نصیحت اتاری ہے، عظیم رسول (بھیجا ہے) جو تمہارے سامنے اللہ کی واضح آیتیں پڑھتا ہے، تا کہ اللہ تعالیٰ نکالیں ان کو جو (بالقوۃ) ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے: تاریکیوں سے روشنی کی طرف، اور جو شخص

(بالفعل) اللہ پر ایمان لایا، اور اس نے نیک کام کئے: اللہ تعالیٰ اس کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، یقیناً اللہ نے ان کے لئے بہترین روزی کا انتظام کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ وہ ہیں جنھوں نے سات آسمان پیدا کئے، اور زمین سے ان کے مانند، ان کے درمیان احکامات اترتے ہیں، تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں اور یہ بات کہ اللہ نے ہر چیز کو اپنے احاطۂ علمی میں لے رکھا ہے —— کوئی چیز ان کے علم سے باہر نہیں۔

تفسیر: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ایک اثر (قول) ہے، حدیث نہیں کہ سب زمینوں میں مکلف مخلوقات ہیں، اور اس زمین کے آدم کی طرح آدم، نوح، ابراہیم اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ یہ روایت معلوم نہیں کیسی ہے؟ بعض نے اس کو موضوع (گھڑی ہوئی) کہا ہے (بیان القرآن، روح المعانی) اور اکثر حضرات نے اس کا اعتبار کیا ہے، اور حضرت نانوتوی قدس سرہ نے "فتوی تحذیر الناس من انکار اثر ابن عباس" میں اس کی شرح کی ہے، یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ﴿يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ﴾ کی دلالت: تشریعی احکامات پر صریح نہیں، تکوینی احکامات کو بھی یہ ارشاد شامل ہے، اور زمینوں کی ہیئتِ کذائی کیا ہے؟ یہ بات قرآن وحدیث میں مصرح نہیں، پس اس میں سر کھپانا بے فائدہ ہے، مقصود آیت صرف یہ ہے کہ اللہ کی وسیع کائنات میں احکامات بھیجے جاتے ہیں، اور تمام مخلوقات ان کی تابعداری کرتی ہیں، حسب دستور اس زمین میں بھی یہ معاشرتی احکام بھیجے جارہے ہیں، ان کی اطاعت کرو، ورنہ منہ کی کھاؤ گے!



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ التحریم

تحریم: کے معنی ہیں: حرام کرنا، ناجائز بنانا، چونکہ پہلی آیت میں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو حرام کرنے پر خفگی کا اظہار ہے، اس لئے سورت کا نام التحریم رکھا ہے، اور سورت کا موضوع اصلاح وتربیت ہے، گذشتہ سورت میں طلاق، اور اس کے متعلقات کا بیان تھا، طلاق کی نوبت اس وقت آتی ہے جب پانی سر سے اوپر ہوجائے، اگر شروع ہی سے اصلاح کی جائے تو طلاق کی نوبت نہیں آئے گی، یہ سورت کا ماسبق سے ربط ہے۔

سورت کے مضامین: سورت کی پہلی آیت میں یہ بات بیان کی ہے کہ بیوی کی دلداری ایک حد تک ہی مناسب ہے ہر معاملہ میں بیوی کی خوشنودی کی خواہش: کردنی ناکردنی کراتی ہے، آدمی حلال کو حرام کر بیٹھتا ہے، پھر دوسری آیت میں یہ بیان ہے کہ ایسا ہوجائے تو قسم کا کفارہ دے، اس کے حرام کرنے سے وہ چیز حرام نہیں ہوگی۔

اس کے بعد کی دو آیتوں میں یہ بیان ہے کہ عورت کو شوہر کا راز فاش نہیں کرنا چاہئے، یہ بات غضب ڈھاسکتی ہے، پھر پانچویں آیت میں یہ مضمون ہے کہ بیویوں میں کیا صفات مطلوب ہیں۔ پھر خود کو اور فیملی کو دوزخ سے بچانے کا حکم ہے، یہ بات اصلاح اور دینی تربیت کے ذریعہ ممکن ہے، ورنہ قیامت کے دن کوئی معذرت نہیں چلے گی، مگر یہ بات راست نہیں کہی، بلکہ گفتہ آید در حدیثِ دیگراں کے طور پر کہی ہے کہ قیامت کے دن کفار سے کہا جائے گا: ﴿لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ﴾: آج بہانے مت بناؤ، یہ بات گنہگار مؤمنین کو بھی ذہن میں رکھنی چاہئے، ان کا بھی کوئی بہانہ نہیں چلے گا، البتہ آج دنیا میں اصلاح کا موقعہ ہے، سچی توبہ کریں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو رسوا نہیں کریں گے، بلکہ پل صراط پر روشنی عطا فرمائیں گے، جو جنت تک ان کا ساتھ دے گی۔

پھر آیت ۹ میں نبی ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ کفار ومنافقین سے ٹکرلیں، ان کے ساتھ سختی برتیں، یہاں منافقین عام ہے، اعتقادی اور عملی دونوں کو شامل ہے، عمل میں کوتاہی کرنے والا نفس، بیوی اور بچے سب اس میں داخل ہیں، نفس بے راہ ہوجائے تو اس کو لگام دے، فیملی پر لاٹھی کا ہوا لٹکائے رکھے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے تاکید فرمائی ہے: لَا تَرْفَعْ عصاكَ عنهم أدباً وأَخِفْهُم في الله: تربیت کے لئے لاٹھی ان سے اٹھامت دو، یعنی وہ بے خوف نہ ہوجائیں، اور اللہ کے دین کے معاملہ میں ان کو ڈراتے رہو، فہمائش کرتے رہو، تاکہ وہ دین دار بنیں۔

پھر آخر میں چار عورتوں کی مثالیں ہیں، دو کی کافروں کے لئے اور دو کی مؤمنین کے لئے، پہلی دو نے اپنی اصلاح نہیں کی تو وہ تباہ ہوئیں، اور دوسری دو نے اپنی اصلاح کی تو وہ کامیاب ہوئیں۔

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ (۶۶) (۱۰۷)

آیاتہا ۱۲ — رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝۲ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝۳ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝۴ عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝۵

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ	اے پیامبر	وَ اللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	وَ اللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
لِمَ تُحَرِّمُ	کیوں حرام کرتے ہیں آپ	غَفُوْرٌ	بڑے بخشنے والے	مَوْلٰىكُمْ	تمہارے کارساز ہیں
مَا اَحَلَّ	اس کو جس کو حلال کیا	رَحِيْمٌ	بڑے رحم والے ہیں	وَهُوَ الْعَلِيْمُ	اور وہ خوب جاننے والے
اللّٰهُ	اللہ نے	قَدْ فَرَضَ	تحقیق مقرر کیا ہے	الْحَكِيْمُ	بڑی حکمت والے ہیں
لَكَ	آپؐ کے لئے	اللّٰهُ	اللہ نے	وَاِذْ	اور (یاد کرو) جب
تَبْتَغِيْ	چاہتے ہیں آپؐ	لَكُمْ	آپؐ کے لئے	اَسَرَّ	چپکے سے کہی
مَرْضَاتَ	خوشنودی	تَحِلَّةَ (۱)	کفارہ دے کر درست کرنا	النَّبِيُّ	پیامبر نے
اَزْوَاجِكَ	اپنی بیویوں کی	اَيْمَانِكُمْ	اپنی قسموں کا	اِلٰى بَعْضِ	اپنی کسی

(۱) تَحِلَّةَ: مصدر باب حَلَّلَ، تَحْلِيْلًا اور تَحِلًّا بھی مصادر ہیں، حَلَّلَ اليمينَ: قسم کو کفارہ دے کر درست کرنا۔

أَزْوَاجِهٖ	بیوی سے	نَبَّأَنِيَ	بتلائی مجھے	بَعْدَ ذٰلِكَ	اس کے بعد
حَدِيْثًا	کوئی بات	الْعَلِيْمُ	خوب جاننے والے	ظَهِيْرٌ	مددگار ہیں
فَلَمَّا نَبَّأَتْ	پس جب خبر کردی اس نے	الْخَبِيْرُ	بڑے باخبر نے	عَسٰى رَبُّهٗٓ	ہوسکتا ہے ان کا رب
بِهٖ	اس کی	إِنْ تَتُوْبَآ	اگر توبہ کرو تم دونوں	إِنْ طَلَّقَكُنَّ	اگر طلاق دیدیں وہ تم کو
وَ أَظْهَرَهُ	اور ظاہر کردیا اس کو	إِلَى اللّٰهِ	اللہ کے سامنے	أَنْ يُّبْدِلَهٗٓ	تو بدلہ میں دیدے وہ
اللّٰهُ عَلَيْهِ	اللہ نے اس پر	فَقَدْ	پس بالیقین		ان کو
عَرَّفَ	جتلایا اس نے	صَغَتْ (۱)	جھک گئے ہیں	أَزْوَاجًا	بیویاں
بَعْضَهٗ	اس کا کچھ	قُلُوْبُكُمَا	تم دونوں کے دل	خَيْرًا مِّنْكُنَّ	بہتر تم سے
وَ أَعْرَضَ	اور ٹلایا	وَإِنْ تَظٰهَرَا (۲)	اور اگر جوش وجذبات کا	مُسْلِمٰتٍ	سرافگندہ
عَنْۢ بَعْضٍ	کچھ		اظہار کروگی تم دونوں	مُؤْمِنٰتٍ	ایمان دار
فَلَمَّا نَبَّأَهَا	پس جب خبر دی نبی	عَلَيْهِ	اس کے خلاف	قٰنِتٰتٍ	اطاعت شعار
	نے اس کو	فَإِنَّ اللّٰهَ	پس بے شک اللہ تعالیٰ	تٰٓئِبٰتٍ	توبہ کرنے والیاں
بِهٖ	اس کی	هُوَ مَوْلٰهُ	اس کے رفیق ہیں	عٰبِدٰتٍ	عبادت گذار
قَالَتْ	پوچھا اس نے	وَ جِبْرِيْلُ	اور جبرئیل	سٰٓئِحٰتٍ (۳)	(اللہ کی راہ میں) سفر
مَنْ أَنْۢبَأَكَ	کس نے بتلائی آپ کو	وَصَالِحُ	اور نیک		کرنے والیاں
هٰذَا	یہ بات	الْمُؤْمِنِيْنَ	مسلمان	ثَيِّبٰتٍ	بیوائیں
قَالَ	جواب دیا اس نے	وَالْمَلٰٓئِكَةُ	اور فرشتے	وَّ أَبْكَارًا	اور کنواریاں

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

بیوی کی دلداری ایک حدتک ہونی چاہئے

گھر کے بگاڑ کا ایک سبب بیوی کی حد سے زیادہ خاطر داری ہے، اس کی ہر روا ناروا بات نہیں ماننی چاہئے، ورنہ گھر تباہ

(۱) صَغَا يَصْغُوْ صَغْوًا (ن) جھکنا (۲) تظاہروا: اظہار ناراضگی کے لئے لوگوں کا اکٹھا ہونا، مظاہرہ کرنا (۳) سائحات: سائحة کی جمع، سَاحَ الماءُ کے معنی ہیں: پانی کا سطح زمین پر بہنا اور ساح فی الأرض کے معنی ہیں: زمین میں پانی کی طرح بہہ پڑنا چل کھڑا ہونا، عورتوں کے لئے بھی حج کے لئے سفر کرنا فرض ہے۔

ہوگا، بیوی بے شک محبت کرنے کی چیز ہے، اس سے محبت نہیں کرے گا تو کس سے کرے گا، مگر اس کی محبت میں پاگل نہیں ہوجانا چاہئے، جو شخص بیوی کی حد سے زیادہ رضامندی چاہتا ہے وہ کبھی اس کی محبت میں نامناسب کام کر بیٹھتا ہے، اس کی ایک مثال پہلی آیت کے شانِ نزول کے واقعہ میں ہے۔

شانِ نزول کا واقعہ: حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا: نبی ﷺ کی سُرّیہ تھیں، اسکندریہ کے بادشاہ نے ان کا ہدیہ بھیجا تھا، ان کو قبا میں رکھا گیا تھا اور گاہ بہ گاہ آپؐ ان کے پاس تشریف لے جاتے تھے، ایک مرتبہ وہ آپؐ سے ملنے آئیں، آپؐ اس وقت حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے، اور وہ اپنے ابا کے گھر گئی ہوئی تھیں، اس لئے گھر خالی تھا، نبی ﷺ نے حضرت ماریہؓ سے اس گھر میں مقاربت فرمائی، جب یہ بات حضرت حفصہؓ کے علم میں آئی تو ان کو سخت غیرت آئی، اور انھوں نے کہا: آپؐ اس کو میرے گھر میں لائے، کسی اور بیوی کے گھر میں نہیں لے گئے، معلوم ہوا کہ میری حیثیت آپ کی نظر میں چار پیسے کی بھی نہیں **أتُدْخِلُها في بيتي، ما صنعتَ هذا من بين نسائك إلا من هَوَاني عليك!** نبی ﷺ نے فرمایا: تم یہ بات عائشہ سے ذکر مت کرنا، وہ مجھ پر حرام ہے میں اس سے صحبت نہیں کروں گا: **لاتذكري هذا لعائشة، فهي علي حرام إن قَرُبْتُها**، حضرت حفصہؓ نے کہا: وہ آپ پر حرام کیسے ہوگی وہ تو آپ کی باندی ہے؟ آپ نے ان کو خوش کرنے کے لئے قسم کھائی کہ آپ اس سے صحبت نہیں کریں گے، اس پر پہلی آیت نازل ہوئی، اس میں خفگی کا اظہار ہے کہ آپؐ نے اپنی بیوی کی خوشی کے لئے ایک حلال چیز کو حرام کیوں کیا! خیر اللہ نے آپؐ کو معاف کیا۔

ملحوظہ: یہ روایت دارقطنی میں ہے اور یہی آیت کی اچھی تفسیر ہے، قرطبی رحمہ اللہ یہ حدیث لکھ کر فرماتے ہیں: **وأما من رَوى أنه حَرَّم ماريةَ القبطيةَ فهو أمثلُ في السند وأقربُ إلى المعنى، ولكنه لم يُدَوَّنْ في الصحيح، وروى مرسلاً**: [الجامع لأحكام القرآن]

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱ ﴾

ترجمہ: اے نبی! آپ کیوں حرام کرتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے؟ آپ اپنی بیویوں کی خوشنودی چاہتے ہیں! اور اللہ بڑے بخشنے والے بڑے مہربان ہیں۔

تحلیل و تحریم سے قسم ہوجاتی ہے

حلال چیز کو حرام کرنے سے وہ حرام نہیں ہوتی، وہ حلال ہی رہتی ہے، اسی طرح حرام چیز کو حلال کرنے سے وہ حلال نہیں ہوجاتی، بدستور حرام رہتی ہے، مگر اس نامناسب اقدام کی سزا ہے، جیسے ظہار میں بیوی کو ماں کی پیٹھ کی طرح حرام کیا

جاتا ہے، مگر وہ حرام نہیں ہوتی، بیوی ہی رہتی ہے، مگر اس اوپری بات کی سزا ہے، اور وہ کفارہ ادا کرنا ہے، کفارہ ادا کرنے کے بعد ہی مقاربت کرسکتا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے اوپر کسی حلال چیز کو حرام کرلے یا حرام کو حلال کرلے تو قسم ہوجائے گی، جیسے ٹماٹر کو حرام کیا یا شراب کو حلال کیا، پھر پہلی صورت میں اس حلال چیز کو استعمال کرے گا تو کفارہ دینا ہوگا، نبی ﷺ نے حضرت ماریہؓ سے مقاربت فرمائی اور قسم کا کفارہ ادا فرمایا، اور دوسری صورت میں فوراً کفارہ دینا ہوگا، کیونکہ اس چیز کو استعمال کر ہی نہیں سکتے۔

﴿ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝ ﴾

ترجمہ: بالتحقیق اللہ نے تمہارے لئے (کفارہ دے کر) اپنی قسموں کو درست کرنے کا طریقہ مقرر کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ تمہارے کارساز ہیں —— تحلیل وتحریم کو یمین میں پلٹ دینا اور کفارہ ادا کر کے محذور سے نکل آنا کارسازی ہے —— اور وہ خوب جاننے والے بڑی حکمت والے ہیں!

شوہر کا راز فاش کرنا غضب ڈھا سکتا ہے

شوہر کو بیوی کی خَلقی اور خُلقی حالت اجنبی کے سامنے بیان نہیں کرنی چاہئے، ورنہ رقابت پیدا ہوسکتی ہے۔ اور بیوی بھی شوہر کی خَلقی اور خُلقی حالت کسی عورت سے بیان نہ کرے، ورنہ وہ اس کو دھکا دے گی یا شریک کار ہوجائے گی —— اور بیوی شوہر کی رازدار ہوتی ہے، اس کو چاہئے کہ شوہر کا راز فاش نہ کرے، خاص طور پر جب کسی کی متعدد بیویاں ہوں، اور راز ازواج سے متعلق ہو تو اس کا فاش کرنا غضب ڈھا سکتا ہے، اس کی ایک مثال آئندہ دو آیتوں کے شانِ نزول کا واقعہ میں ہے، اس میں اگر بات حضرت زینب رضی اللہ عنہا تک پہنچ جاتی تو محاذ آرائی شروع ہوجاتی، پھر بات کہاں تک بڑھتی اس کا اندازہ کون کرسکتا ہے!

شانِ نزول کا واقعہ: نبی ﷺ کا معمول تھا کہ آپ عصر کے بعد سب ازواج کے پاس مزاج پرسی اور ضروریات معلوم کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تھے، اس موقعہ پر ہر بیوی کی خواہش ہوتی تھی کہ آپؐ اس کے پاس زیادہ سے زیادہ رکیں، اور نبی ﷺ کو شہد پسند تھا، چنانچہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے جو آپؐ کی پھوپی زاد بہن بھی تھیں: شہد منگوالیا، جب آپؐ ان کے پاس پہنچتے تو وہ پوچھتیں: کیا آپ شہد نوش فرمائیں گے؟ آپ خواہش کا اظہار فرماتے تو وہ شربت بناتیں اور باتیں کرتیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ان سے حسن میں مقابلہ تھا، جب انھوں نے دیکھا کہ آپؐ زینبؓ کے یہاں زیادہ ٹھہرتے ہیں تو وہ ٹوہ میں لگ گئیں، جب پتہ چلا کہ انھوں نے شہد منگوا رکھا ہے اور وہ شربت کے بہانے روکتی ہیں تو انھوں نے حضرات حفصہ وسودہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ مل کر ایک اسکیم بنائی کہ جب

نبی ﷺ شہد نوش فرما کر جس کے پاس بھی آئیں تو وہ کہے: یارسول اللہ! آپؐ نے مغافیر کھایا ہے؟ (یہ ایک بدبودار گوند ہے) آپ کہیں گے: نہیں! میں نے شہد پیا ہے تو وہ کہے: شاید شہد کی مکھی نے مغافیر کے پھول کا رس چوسا ہوگا، اور نبی ﷺ کو یہ بات نہایت ناپسند تھی کہ ازواج آپ کے منہ سے بدبو محسوس کریں، اسی لئے گھر میں آتے ہی مسواک کرنے کا معمول تھا، چنانچہ جب نبی ﷺ حضرت سودہؓ کے پاس پہنچے تو انھوں نے یہ بات کہی آپ نے وہی جواب دیا تو انھوں نے وہی وجہ بتائی، پھر آپؐ حضرت حفصہؓ کے پاس پہنچے تو انھوں نے بھی یہی بات کہی، آپؐ نے ان کو بھی یہی جواب دیا، پھر جب آپؐ حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچے تو انھوں نے بھی یہی بات کہی، آپؐ نے ان سے فرمایا: اب میں وہ شہد نہیں پیونگا، مگر تم کسی سے ذکر نہ کرنا، خیال تھا کہ اگر یہ بات زینبؓ کو پہنچے گی تو ان کا دل ٹوٹے گا، دوسرے دن آپؐ حضرت زینبؓ کے پاس پہنچے تو انھوں نے شہد کی پیش کش کی، آپؐ نے فرمایا: مجھے شہد نہیں پینا، اور آپؐ تھوڑی دیر رک کر آگے بڑھ گئے، حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں کہ پلان کامیاب ہوگیا، اور انھوں نے یہ بات حفصہؓ کو بتادی، کیونکہ وہ بھی شریک کار تھیں (اس واقعہ میں شہد کو حرام کرنے کا ذکر کسی روایت میں نہیں آیا)

اُدھر زینبؓ بھی ٹوہ میں لگ گئیں کہ اب آپ شہد کیوں نوش نہیں فرماتے، اور ازواج میں ان کی بھی ہم نوا تھیں، پس اندیشہ لاحق ہوا کہ بات بڑھ جائے، چنانچہ وحی نازل ہوئی، اور آپؐ کو صورتِ حال سے واقف کیا گیا، آپؐ نے عائشہؓ سے فرمایا: تم نے راز فاش کردیا، مگر یہ نہیں بتایا کہ کس کو بتایا؟ مگر ان کا ماتھا ٹھنکا، انھوں نے خیال کیا کہ حفصہؓ نے بتایا ہوگا، کیونکہ انھوں نے صرف حفصہؓ کو بتایا تھا، انھوں نے پوچھا: آپؐ کو یہ بات کس نے بتلائی؟ اگر حفصہ نے بتلائی ہے تو وہ ان کے سر ہو جائیں گی، آپؐ نے جواب دیا: مجھے علیم وخبیر اللہ نے یہ بات بتلائی ہے۔

﴿ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ۭ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ ﴾

ترجمہ: اور (یاد کرو) جب نبی نے چپکے سے اپنی ایک بیوی سے —— عائشہؓ سے —— کوئی بات کہی: پھر جب بتلادی اس بیوی نے وہ بات —— حفصہؓ کو —— اور اللہ نے اس کو آپؐ پر ظاہر کردیا تو آپؐ نے اس میں سے کچھ بات بتلائی —— یعنی اتنا بتلایا کہ تم نے راز فاش کردیا —— اور کچھ بات ٹلائی —— یعنی یہ نہیں بتلایا کہ تم نے کس کو بتلایا —— پھر جب آپؐ نے بیوی کو وہ بات بتلائی تو اس نے پوچھا: آپؐ کو یہ بات کس نے بتلائی؟ —— آپؐ نے فرمایا: مجھے علیم وخبیر اللہ نے بتلائی —— یعنی حفصہؓ نے مجھے نہیں بتلایا۔

﴿ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ

وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝﴾

ترجمہ: اگر تم دونوں اللہ کے سامنے توبہ کرو تو تمہارے دل ـــــ نبی کی مخالفت کی طرف ـــــ مائل ہوئے ہیں، اور اگر تم دونوں نبی کے خلاف مظاہرہ کرو تو بے شک اللہ تعالیٰ ہی ان کے کارساز ہیں، اور جبرئیل اور نیک مؤمنین اور فرشتے بعد ازاں ـــــ اللہ کی کارسازی کے بعد ـــــ مددگار ہیں۔

سوال: اللہ کی کارسازی کے بعد اتنے بڑے لاؤلشکر کی کیا ضرورت تھی؟

جواب: کارساز تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں، مگر مظاہرہ کے جواب میں مظاہرہ چاہئے، دونوں ازواج اپنی پارٹی کی ازواج کے ساتھ مل کر جوش وخروش کے ساتھ سامنے آئیں گی تو مظاہرہ کے جواب میں بھی مظاہرہ چاہئے، مثلاً: بدر میں کفار نے مظاہرہ کیا، وہ ایک ہزار کا لشکر لے کر چڑھ آئے، اور مسلمان تین سو تیرہ تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کی کمک اتاری، جس سے مسلمانوں کی نفری بڑھ گئی، فرشتے لڑے نہیں تھے، لڑنا مسلمانوں کا کام تھا، مگر ان کو دیکھ کر کافروں کے چھکے چھوٹ گئے۔

ازواج میں مطلوبہ اوصاف

﴿عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗٓ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝﴾

ترجمہ: ہوسکتا ہے ان کے پروردگار ـــــ اگر وہ تمہیں طلاق دیدیں ـــــ ان کو بدل کر دیں تم سے بہتر بیویاں: فرماں بردار، ایمان دار، اطاعت شعار، توبہ کرنے والیاں، عبادت گذار، روزہ رکھنے والیاں، غیر کنواریاں اور کنواریاں۔

تفسیر: اسکیم بنانے والی ازواج کو سنایا کہ تم یہ وسوسہ دل میں نہ لانا کہ آخر مردوں کو بھی تو بیویوں کی ضرورت ہوتی ہے؟ اور ہم سے بہتر عورتیں کہاں ہیں؟ پس لامحالہ ہماری سب باتیں سہی جائیں گی! یہ سوچ کر تم مظاہرہ شروع کردو ایسا ہرگز نہ کرنا، یاد رکھو! نبی ﷺ اگر تم کو چھوڑ دیں اور اللہ چاہیں تو تم سے بہتر بیویاں اپنے نبی کے لئے مہیا کردیں، جن میں سات خوبیاں ہوں۔

اسلام: اعمالِ ظاہری پر عمل کا نام ہے اور ایمان: صحیح عقائد کا، اہل السنہ والجماعہ کے عقائد ہی صحیح عقائد ہیں، اور اسلام کا درجہ ایمان کے بعد ہے، مگر عمل کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے مسلمات کو مقدم لائے ہیں، جیسے میراث میں وصیت کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے تین مرتبہ اس کو دَین (قرض) پر مقدم کیا ہے۔

اور قانتات سے مراد: شوہر کی اطاعت کرنے والیاں ہیں، سورۃ النساء (آیت ۳۴) میں بھی یہ خوبی آئی ہے، اور اللہ کی اطاعت کا ذکر مسلمات میں آگیا۔ اور سائحات کے اصل معنی تو اللہ کی راہ میں سفر کرنے والیاں ہیں، عورتوں پر بھی سفر

کرنا مردوں کی طرح لازم ہے، وہ حج کے لئے، علم حاصل کرنے کے لئے سفر کرسکتی ہیں، اور روزہ اس کا متبادل ہے، تفصیل کے لئے سورۃ التوبہ (آیت ۱۱۲) کی تفسیر دیکھیں۔ اور کنواری اور بیوہ نکاح کے تعلق سے یکساں ہیں، ہر ایک میں فوائد ہیں جو دوسری میں نہیں، پس ثیبات و أبکاراً ایک صفت ہیں، خواہ بیوہ ہو خواہ کنواری اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَّصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يُكَفِّرَ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ ۖ نُورُهُمْ يَسْعَىٰ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَتْمِمْ لَنَا نُورَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٨﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٩﴾

ع ۱۹

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ	اے لوگو جو	وَقُودُهَا (۲)	جس کی چھپٹیاں	شِدَادٌ (۴)	مضبوط
آمَنُوا	ایمان لائے	النَّاسُ	لوگ	لَّا يَعْصُونَ	نہیں نافرمانی کرتے
قُوا (۱)	بچاؤ	وَالْحِجَارَةُ	اور پتھر ہیں	اللَّهَ	اللہ کی
أَنفُسَكُمْ	اپنے آپ کو	عَلَيْهَا	ان پر (مقرر ہیں)	مَا	ان کاموں میں جن کا
وَأَهْلِيكُمْ	اور اپنے گھر والوں کو	مَلَائِكَةٌ	فرشتے	أَمَرَهُمْ	ان کو حکم دیا ہے
نَارًا	ایسی آگ سے	غِلَاظٌ (۳)	تندخو	وَيَفْعَلُونَ	اور کرتے ہیں

(۱) قُوا: امر، جمع حاضر، وَقَى يَقِي وَقْيًا ووِقَايَة: بچانا، حفاظت کرنا (۲) وَقُود: ایندھن، چھپٹی: لکڑی کی چھیلن (۳) غلاظ: غلیظ کی جمع: سخت دل، بے رحم (۴) شداد: شدید کی جمع: زبردست، مضبوط۔

مَا يُؤْمَرُوْنَ	جو حکم دیئے جاتے ہیں وہ	سَيِّاٰتِكُمْ	تمہاری برائیاں	رَبَّنَا	اے ہمارے رب
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے لوگو جو	وَيُدْخِلَكُمْ	اور داخل کرے تم کو	اَتْمِمْ لَنَا	پورا کیجئے ہمارے لئے
كَفَرُوْا	منکر ہوئے	جَنّٰتٍ	باغات میں	نُوْرَنَا	ہماری روشنی کو
لَا تَعْتَذِرُوا	مت بہانہ بناؤ	تَجْرِيْ	بہتی ہیں	وَاغْفِرْ لَنَا	اور بخش دیجئے ہمیں
اَلْيَوْمَ	آج کے دن	مِنْ تَحْتِهَا	ان کے نیچے سے	اِنَّكَ	بے شک آپ
اِنَّمَا	اس کے سوا نہیں کہ	الْاَنْهٰرُ	نہریں	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر
تُجْزَوْنَ	بدلہ دیئے جاتے ہو تم	يَوْمَ	جس دن	قَدِيْرٌ	پوری قدرت رکھنے
مَا كُنْتُمْ	ان کاموں کا جو تھے تم	لَا يُخْزِي	نہیں رسوا کریں گے		والے ہیں
تَعْمَلُوْنَ	کرتے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ	يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ	اے پیامبر
يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ	اے لوگو جو	النَّبِيَّ	نبیؐ کو	جَاهِدِ	ٹکر لیجئے
اٰمَنُوْا	ایمان لائے	وَالَّذِيْنَ	اور ان کو جو	الْكُفَّارَ	منکرین
تُوْبُوْا	توبہ کرو	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	وَالْمُنٰفِقِيْنَ	اور منافقین سے
اِلَى اللّٰهِ	اللہ کے سامنے	مَعَهٗ	اس کے ساتھ	وَاغْلُظْ	اور سختی کیجئے
تَوْبَةً	توبہ	نُوْرُهُمْ	ان کی روشنی	عَلَيْهِمْ	ان پر
نَّصُوْحًا[1]	خالص	يَسْعٰى	دوڑتی ہوگی	وَمَاْوٰىهُمْ	اور ان کا ٹھکانہ
عَسٰى رَبُّكُمْ	ہوسکتا ہے تمہارا ربّ	بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ	ان کے سامنے	جَهَنَّمُ	دوزخ ہے
اَنْ يُّكَفِّرَ	کہ مٹادے وہ	وَبِاَيْمَانِهِمْ	اور ان کے دائیں	وَبِئْسَ	اور بری ہے وہ
عَنْكُمْ	تم سے	يَقُوْلُوْنَ	دعا کرتے ہونگے وہ	الْمَصِيْرُ	لوٹنے کی جگہ

خود کو اور گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ

سورت کا موضوع اصلاح وتربیت ہے، تمام مسلمانوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دین کی راہ پر ڈالو، اور جہنم کی آگ سے بچاؤ، سمجھا کر، ڈرا کر، پیار سے، مار سے، جس طرح بھی ہوسکے ان کو سچا مسلمان بنانے کی فکر کرو، انسان اپنی ذات کے علاوہ زیر نگرانی افراد کا بھی ذمہ دار ہے، حدیث میں ہے: کلکم راع و کلکم مسئولٌ عن رَعِيَّتِهٖ

(۱) النَّصُوْح: بالکل خالص، بے غل وغش۔

تم میں سے ہر شخص چرواہا (نگہبان) ہے، اور تم میں سے ہر ایک سے اس کے ریوڑ کے بارے میں باز پرس ہوگی (کہ ایک بکری گم کیوں ہوئی؟ یا بکریاں بھوکی کیوں رہیں؟ وغیرہ) —— اور حدیث میں ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز سکھلاؤ، اور جب دس سال کا ہو جائے تو اس کو (نماز نہ پڑھنے پر) مارو اور ان کو علاحدہ سلاؤ —— آج کل مدارس میں بچے ایک ساتھ سوتے ہیں، ان میں تکیہ کے علاوہ کوئی فصل نہیں ہوتا، یہ خرابی کا باعث ہے، اربابِ مدارس اس کا نظم سوچیں۔

اگر مسلمان نے اپنی اور اپنے گھر والوں کی اسلامی تربیت نہ کی، اور وہ بدعملی میں مبتلا ہو گئے تو گنہگار مؤمنین کو بھی جہنم میں جانا پڑسکتا ہے، اس کی آگ بہت تیز ہے، کفار و اصنام سے اس کو دہکایا جائے گا، اور اس پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو سخت دل طاقتور ہیں، وہ کسی کے ساتھ رو رعایت نہیں کریں گے، وہ نہ رحم کھا کر کسی کو چھوڑیں گے، نہ کوئی طاقتور ان کی گرفت سے بچ سکے گا، کیونکہ فرشتے اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے، ان کو جو حکم دیا جاتا ہے وہ بجالاتے ہیں۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے! خود کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ، جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں، اس پر تند خو مضبوط فرشتے مقرر ہیں، وہ اللہ کی اس بات میں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے نافرمانی نہیں کرتے، اور جو بھی ان کو حکم دیا جاتا ہے بجالاتے ہیں۔

قیامت کے دن کوئی بہانہ بازی نہیں چلے گی، اس میں گنہگار مسلمانوں کے لئے اشارہ ہے

قیامت کے دن جب جہنم کا عذاب سامنے ہوگا: اس وقت منکروں سے کہا جائے گا کہ حیلے بہانے مت بناؤ، آج کوئی بہانہ چلنے والا نہیں، بلکہ تم جو کچھ کرتے تھے اس کی پوری پوری سزا بھگتنے کا دن ہے، ہماری طرف سے کوئی ظلم زیادتی نہیں، تمہارے ہی اعمال ہیں جو عذاب کی صورت میں نظر آرہے ہیں (فوائد) یہی جواب نافرمان مسلمانوں کو بھی مل سکتا ہے، اسی مناسبت سے یہ آیت یہاں آئی ہے، پس آج موقع ہے، مسلمان سنبھل جائیں۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو جنھوں نے انکار کیا! آج بہانے مت بناؤ، تمہیں انہی کاموں کی سزا دی جارہی ہے جو تم کیا کرتے تھے۔

ابھی زندگی سنوارنے کا موقعہ ہے، اس سے فائدہ اٹھالو

ابھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا، گنہگار بندہ اگر صاف دل سے توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ ہر گناہ بخش دیں گے، اور آخرت میں

سدا بہار باغات میں داخل کریں گے، اور نبی ہی کو نہیں، اس کے ساتھیوں کو بھی ذلیل نہیں کریں گے، اور پل صراط پر ایسی روشنی ملے گی جو جنت تک ساتھ رہے گی — اور سچی پکی توبہ یہ ہے کہ پھر اس گناہ کا خیال دل میں نہ آئے، ورنہ زبانی جمع خرچ ہوگا۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۸ ﴾

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے! تم اللہ کے سامنے سچی پکی توبہ کرو، ہوسکتا ہے تمہارا پروردگار تمہاری برائیاں مٹادے — ہوسکتا ہے: شاہی محاورہ ہے یعنی پکا وعدہ ہے — اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جس دن اللہ تعالیٰ نبیؐ کو اور ان کے ساتھ والوں کو رسوا نہیں کریں گے — یعنی محروم نہیں رکھیں گے، بلکہ اپنے فضل وکرم سے مالا مال کردیں گے — ان کی روشنی ان کے ساتھ ان کے سامنے اور ان کے دائیں دوڑ رہی ہوگی — یہ ایمان کی روشنی ہوگی، اور چونکہ مؤمنین پل صراط پر تیزی سے گذر رہے ہونگے، اس لئے روشنی بھی ان کے ساتھ دوڑ رہی ہوگی — اور سورۃ حدید (آیت ۱۳) میں ہے کہ منافقین کی روشنی پل صراط پر بجھ جائے گی، وہ گھُپ اندھیرے میں رہ جائیں گے، اس وقت — وہ دعا کرتے ہونگے: اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے ہماری روشنی آخر تک باقی رکھئے، اور ہمارے گناہ بخش دیجئے، بے شک آپ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

اصلاح وتربیت سختی چاہتی ہے

تربیت واصلاح سختی چاہتی ہے، بہت نرمی سے معاملہ بگڑتا ہے، اس لئے جب بچہ کی عمر دس سال کی ہوجائے، اور وہ نماز میں کوتاہی کرے تو تادیب کا حکم ہے، اور نافرمان عورتوں کی تادیب کا حکم بھی سورۃ النساء میں آیا ہے، جہاد بھی اسی مقصد سے ہے، نبی ﷺ کو حکم دیتے ہیں کہ وہ کفار اور اعتقادی منافقوں سے ٹکرلیں، ان سے سیف وسناں سے جہاد کریں حکومت کی گرفت بھی عمل میں کوتاہی کرنے والے مسلمانوں پر مضبوط ہونی چاہئے، نبی ﷺ نے جماعت میں شریک نہ ہونے والوں کو جلا دینے کا ارادہ فرمایا تھا، پھر کسی مصلحت سے اس پر عمل نہیں کیا، یہ حکم اس جگہ اسی مناسبت سے آیا ہے، ساتھ ہی کفار ومنافقین کا اخروی انجام بھی بیان کیا ہے، یہ قرآن کریم کا اسلوب ہے، وہ مؤمنین کے اچھے انجام کے بعد کفار کا بُرا انجام بھی بیان کرتا ہے۔

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ

الْمَصِيْرُ ﴿۹﴾

ترجمہ: اے پیامبر! آپ کفار ومنافقین سے ٹکر لیجئے، اوران پر سختی کیجئے، اوران کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اوروہ بُری لوٹنے کی جگہ ہے!

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾ ع

ضَرَبَ اللّٰهُ(۱)	ماری اللہ نے	فَخَانَتٰهُمَا	پس بے ایمانی کی	مَعَ الدّٰخِلِيْنَ	داخل ہونے والوں
مَثَلًا	ایک مثال		انھوں نے دونوں سے		کے ساتھ
لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا	منکرین کے لئے	فَلَمْ يُغْنِيَا	پس نہیں کام آئے وہ دونوں	وَضَرَبَ اللّٰهُ	اور ماری اللہ نے
امْرَاَتَ نُوْحٍ	نوح کی بیوی کی	عَنْهُمَا	ان دونوں کے لئے	مَثَلًا	ایک مثال
وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ	اورلوط کی بیوی کی	مِنَ اللّٰهِ	اللہ کے (عذاب) سے	لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا	مؤمنین کے لئے
كَانَتَا تَحْتَ	دونوں تھیں نیچے	شَيْـًٔا	کچھ بھی	امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ	فرعون کی بیوی کی
عَبْدَيْنِ	دو بندوں کے	وَّقِيْلَ	اور کہا گیا	اِذْ قَالَتْ	جب دعا کی اس نے
مِنْ عِبَادِنَا	ہمارے بندوں میں سے	ادْخُلَا	جا گھسو	رَبِّ ابْنِ لِيْ (۲)	اے رب بنا میرے لئے
صَالِحَيْنِ	نیک صالح	النَّارَ	دوزخ میں	عِنْدَكَ	اپنے پاس

(۱) ترکیب: ضرب اللّٰہ: فعل فاعل، ضرب: جعل کے معنی کو متضمن ہے، اس لئے وہ متعدی بدو مفعول ہے، مثلاً: مفعول ثانی مقدم، للذین کفروا: ظرف مستقر مثلاً کی صفت، امرأۃ نوح اور امرأۃ لوط: معطوف معطوف علیہ مل کر مفعول اول مؤخر۔
(۲) ابنِ: امر حاضر معروف، بَنٰی یَبْنِی بِنَاءً: بنانا۔

بَيْتًا	ایک گھر	الظّٰلِمِيْنَ (۲)	ظلم پیشہ	مِنْ رُّوْحِنَا	ہماری روح سے
فِي الْجَنَّةِ	جنت میں	وَمَرْيَمَ ابْنَتَ	اور مریم بیٹی	وَصَدَّقَتْ	اور تصدیق کی اس نے
وَنَجِّنِيْ	اور بچا مجھے	عِمْرٰنَ	عمران کی	بِكَلِمٰتِ	باتوں کی
مِنْ فِرْعَوْنَ	فرعون سے	الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ	جس نے پاک رکھا	رَبِّهَا	اپنے رب کی
وَعَمَلِهٖ (۱)	اور اس کے کام سے	فَرْجَهَا (۳)	اپنے گریبان کو	وَكُتُبِهٖ	اور اس کی کتابوں کی
وَنَجِّنِيْ	اور بچا مجھے	فَنَفَخْنَا	پس پھونکا ہم نے	وَكَانَتْ	اور تھی وہ
مِنَ الْقَوْمِ	لوگوں سے	فِيْهِ	اس میں	مِنَ الْقٰنِتِيْنَ	تابعداروں میں سے

اصلاح اور عدم اصلاح کے عواقب

دو عورتوں نے اپنی اصلاح نہیں کی، وہ تباہ ہوئیں، اور دو نے اصلاح کی وہ اعلیٰ درجہ میں کامیاب ہوئیں

حکم آیا تھا کہ اپنی اصلاح کرو، اور دوزخ سے بچو، یہ حکم مردوں کی طرح عورتوں کے لئے بھی ہے، وہ بھی مکلف ہیں، ان پر بھی اپنی اصلاح واجب ہے، اب چار عورتوں کی مثالیں بیان فرماتے ہیں، دو نے اپنی اصلاح نہیں کی، وہ نفاقِ اعتقادی میں مبتلا تھیں، اپنے بہترین شوہروں سے اپنا کفر چھپائے رکھا، ان کی بے ایمانی کا پتہ اس وقت چلا جب کشتی میں سوار ہونے کا اور ساتھ چلنے کا وقت آیا، نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام وَالِعة لکھتے ہیں، وہ آپ کے ایک بیٹے کی طرح درپردہ کافرہ تھی، کشتی میں سوار نہیں ہوئی، دنیا میں بھی عذاب میں مبتلا ہوئی، اور آخرت میں جہنم رسید ہوئی۔ اور لوط علیہ السلام کی بیوی کا نام وَاهلَة لکھتے ہیں، وہ ساتھ نہیں چلی، عذاب سے ہلاک ہوئی اور جہنم میں پہنچ گئی، دونوں کے شوہر نامدار: پیغمبر تھے، مگر ان کا تعلق دونوں کو عذاب سے نہیں بچا سکا، پس ضرورت ہے کہ ہر شخص اپنی اصلاح کرے، وہی کام آئے گا۔

تیسری خاتون: فرعون کی بیوی آسیا رضی اللہ عنہا ہیں، وہ موسیٰ علیہ السلام کی صحابیہ تھیں، وہ آلِ فرعون کی طرح موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئی تھیں، آلِ فرعون پر تو فرعون کا بس نہیں چلا، مگر اہلیہ کو چومیخا کر کے تڑپا تڑپا کر شہید کر دیا، اور وہ کامیاب ہو گئیں، کافر کی بیوی ہونے سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا، کیونکہ انھوں نے اپنی اصلاح کر لی تھی۔

چوتھی خاتون: حضرت مریمؑ ہیں، آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحابیہ تھیں، آپ کنواری مگر عفیفہ تھیں، انھوں نے

(۱) عمل سے فرعون کی تعذیب مراد ہے (۲) ظالم لوگ: یعنی فرعون کے ہم نوا (۳) فرج: دو چیزوں کے درمیان کشادگی، فاصلہ، پھٹن، یہاں مراد چاک گریبان ہے، أحصنت فرجها: اس نے اپنے گریبان کو پاک رکھا یعنی کسی کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچنے دیا، پس یہ کنایہ ہے عفت و عصمت سے، جیسے اردو محاورہ میں پاک دامن اور عربی محاورہ میں نَقِيُّ الجيب اور طاهر الذيل: صاف گریباں، پاک دامن یعنی عفیف النفس یہ بلیغ کنایہ ہیں۔

بھی اپنی اصلاح کی تو وہ بھی اعلیٰ درجہ میں کامیاب ہوئیں، نبی ﷺ نے ان کے باکمال ہونے کی شہادت دی ہے۔

خلاصہ: دوعورتوں کو اصلاح کے مواقع حاصل تھے، ان کے شوہر پیغمبر تھے، وہ ایمان لاتیں اور نیک عمل کرتیں تو کامیاب ہوتیں، مگر ہائے رے شوئ قسمت! —— اور حضرت آسیہؓ فرعون کے شکنجہ میں تھیں، انھوں نے مصائب سہے، مگر ایمان کی باگ ہاتھ سے نہیں چھوڑی تو وہ کامیاب ہوئیں، جنت کا محل ان کو دنیا میں دکھایا گیا —— اور حضرت مریمؑ آزاد تھیں، ان کی شادی نہیں ہوئی تھی، وہ ہر طرح سے پاک دامن رہیں، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود کا سبب بنیں، وہ اللہ کی چھوٹی بڑی کتابوں پر ایمان لائیں، اور ان کے احکام پر عمل کیا تو کامیاب ہوئیں، پہلی دوعورتوں کی مثال کافروں کی عبرت کے لئے ہے اور آخری دوعورتوں کی مثال مسلمانوں کے فائدے کے لئے!

آیاتِ پاک کا ترجمہ: اللہ تعالیٰ کافروں (کی عبرت) کے لئے نوح ولوط (علیہما السلام) کی بیویوں کی مثالیں بیان فرماتے ہیں، دونوں ہمارے بندوں میں سے دونیک بندوں کے نکاح میں تھیں، پس انھوں نے دونوں سے بے ایمانی کی (دل میں کفر چھپایا اور بظاہر مسلمان بنی رہیں) پس وہ دونوں ان کو اللہ (کے عذاب) سے ذرا بچا نہیں سکے، اور حکم ہوا کہ دونوں دوزخ میں جاؤ، جانے والوں کے ساتھ!

اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں (کے فائدے) کے لئے فرعون کی بیوی کی مثال بیان کی، (یاد کرو) جب اس نے دعا کی اے میرے ربّ! میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک گھر (ٹھکانہ) بنا، اور مجھے فرعون سے اور اس کے کام (سزا سے) نجات عطا فرما، اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات عطا فرما! —— یہ دعا انھوں نے اس وقت کی تھی جب فرعون نے چومیخا کر کے ان کو قتل کیا تھا۔

اور عمران کی بیٹی مریم کی (مثال بیان کی) جس نے اپنا گریبان پاک رکھا، پس ہم نے اس (چاک گریبان) میں اپنی روح میں سے پھونکا —— اضافت تشریف کے لئے ہے، انسانوں کی سبھی ارواح معزز ہیں، ان میں سے ایک عیسیٰ علیہ السلام کی روح بھی ہے، سورۃ الحجر (آیت ۲۹) میں آدم علیہ السلام کے تعلق سے آیا ہے: ﴿وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ﴾: اور میں اس میں اپنی روح میں سے پھونکوں یعنی محترم روح ڈالوں —— اور ﴿فَنَفَخْنَا﴾ میں اسناد مجازی ہے، بظاہر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پھونک ماری تھی، مگر حقیقت میں اللہ نے روح پھونکی تھی، جیسے: ﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾: اور جب آپؐ نے مٹھی مٹی پھینکی تو آپؐ نے نہیں پھینکی، حقیقت میں اللہ نے پھینکی [انفال ۱۷]

اور اس نے اپنے رب کی باتوں کی اور ان کی کتابوں کی تصدیق کی —— یعنی ایمان لائیں، کلمات اور کُتُب ایک ہیں، عطف تفسیری ہے —— اور وہ عبادت کرنے والوں میں سے تھیں —— یعنی اللہ کے احکام پر عمل پیرا تھیں، اس لئے باکمال ہوئیں اور اونچا مرتبہ پایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الملک

ربط: گذشتہ سورت کا موضوع اصلاح وتربیت تھا، اصلاح: عقائد حقہ اور اعمالِ صالحہ سے ہوتی ہے، اوران میں بھی اہم عقائد ہیں، اور بنیادی عقیدے تین ہیں: توحید، رسالت اور آخرت، سورۃ الملک میں توحیداوراس کے متعلقات کا بیان ہے، پھر سورۃ نون والقلم میں رسالت اوراس کے متعلقات کا بیان آئے گا، پھر کئی سورتوں میں آخرت کا بیان ہے، یہ دور تک سورتوں میں ارتباط کا بیان ہے۔

فضیلت: جن سورتوں اور آیتوں میں توحیداور صفاتِ باری کا بیان ہوتا ہے ان کی اہمیت بڑھ جاتی ہے، چنانچہ اس سورت کے بھی فضائل وارد ہوئے ہیں، ترمذی شریف کی حدیث (۲۸۹۹) میں اس سورت کو وَاقِية (قبر کے عذاب سے بچانے والی) اور مُنجية (آخرت کے عذاب سے بچانے والی) قرار دیا ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کتاب اللہ میں ایک ایسی سورت ہے جس کی تیس آیتیں ہیں، یعنی زیادہ بڑی نہیں، وہ قیامت کے دن ایک شخص کی سفارش کرے گی، یہاں تک کہ اس کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کرے گی، اور وہ سورۂ تبارک ہے۔

سورت کے مضامین: پہلی آیت میں یہ مضمون ہے کہ کائنات (آسمان وزمین) پرراج اللہ کا ہے، اوروہ عالی شان ہیں، اس لئے وہی برحق معبود ہیں، دوسرا کوئی ان کا شریک نہیں، اور تنہا کائنات کا سنبھالنا ان کے لئے کچھ مشکل نہیں، وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں، وہ اسباب اور فرشتوں سے کام ضرور لیتے ہیں، مگران کی حیثیت نوکروں کی ہے، وہ بُوس (مالک) کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کرسکتے۔

پھر دوسری آیت میں یہ مضمون ہے کہ اللہ نے مرنا اور جینا یعنی اس دنیا کی زندگی انسان کی آزمائش کے لئے بنائی ہے کہ کون ان میں سے سب سے اچھا عمل کرتا ہے، اوراس کی راحت کے لئے مضبوط اور خوشنما آسمان بنایا ہے، پھر پہلے رکوع میں آسمان کے تعلق سے مضامین ہیں، اور دوسرے رکوع میں زمین کا ذکر ہے، زمین میں اللہ نے انسان کی تمام ضروریات کا انتظام کیا ہے، زمین کو اللہ نے انسان کے لئے رام کیا ہے، وہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرسکتا ہے، پھر دلائلِ قدرت کا بیان ہے، اور دلائلِ امتنان سے توحید پر استدلال کرکے ایمان کی دعوت دی ہے۔

آیاتہا ۳۰ (۶۷) سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ (۷۷) رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ۙ﴿۲﴾

تَبٰرَكَ [۱]	بڑی عالی شان ہے	قَدِيْرٌ	پوری قدرت رکھنے	لِيَبْلُوَكُمْ	تاکہ آزمائے وہ تم کو
الَّذِيْ	وہ ذات		والے ہیں	اَيُّكُمْ [۳]	کہ تم میں سے کون
بِيَدِهِ	جس کے قبضہ میں	الَّذِيْ	جس نے	اَحْسَنُ	اچھا ہے
الْمُلْكُ	سلطنت ہے	خَلَقَ	پیدا کیا	عَمَلًا	عمل کے اعتبار سے
وَهُوَ	اور وہ	الْمَوْتَ [۲]	مرنا	وَهُوَ الْعَزِيْزُ	اور وہ زبردست
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز پر	وَ الْحَيٰوةَ	اور جینا	الْغَفُوْرُ	بڑا بخشنے والا ہے

توحید کا بیان

توحید: کے معنی ہیں: وحدانیت، یکتائی یعنی معبود صرف اللہ تعالیٰ ہیں، دوسرا کوئی معبود نہیں، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ عالی شان ہیں، دوسرا کوئی ان کے برابر نہیں، پھر کوئی دوسرا معبود کیسے ہوسکتا ہے؟ اور اللہ کے عالی شان ہونے کی دلیل یہ ہے کہ کائنات (آسمان وزمین) کی حکومت انہی کی ہے، سب کچھ ان کے قبضۂ قدرت میں ہے، اور اگر کوئی خیال کرے کہ اتنی بڑی کائنات وہ تنہا کیسے سنبھال سکتے ہیں؟ تو آخر آیت میں اس کا جواب ہے کہ وہ غیر معمولی قدرت رکھتے ہیں، تنہا ان کے لئے کائنات کا سنبھالنا کچھ مشکل نہیں۔

فائدہ: ید (ہاتھ) اللہ کی صفت ہے، اور صفاتِ متشابہات میں سے ہے، جس کے حق ہونے پر ایمان لانا واجب ہے، اور اس کی کیفیت وحقیقت کو اللہ کے حوالے کرنا ضروری ہے، صفاتِ متشابہات کے بارے میں سلف کا مذہب

---

(۱) تبارك پر سورۃ الفرقان کی پہلی آیت کا حاشیہ دیکھیں (ہدایت القرآن ۶: ۱۱۴) (۲) موت کی حیات پر تقدیم اس کا یقین بٹھانے کے لئے ہے، اور موت: عدم محض کا نام نہیں، بلکہ روح کا بدن سے تعلق منقطع کرکے اس کو عالم برزخ میں منتقل کرنے کا نام ہے، جو ایک وجودی چیز ہے۔ (۳) ایکم: جملہ اسمیہ، لیبلو کم کا مفعول ثانی ہے۔

تنزیہ مع التفویض ہے یعنی یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اللہ کا ہاتھ ہے، مگر مخلوق کے ہاتھ کے مانند نہیں، پھر کیسا ہے؟ اس کو اللہ کے علم کے حوالے کرنا ضروری ہے۔

﴿ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ۙ۝۱ ﴾

ترجمہ: بڑی عالی شان ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں (کائنات کی) سلطنت ہے، اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کی دنیوی زندگی اپنی بندگی کے لئے بنائی ہے

سورۃ الذاریات میں ہے: ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾: میں نے جنات اور انسانوں کو اپنی بندگی ہی کے لئے پیدا کیا ہے، بندگی کا مفہوم عام ہے، اللہ کے تمام احکام کی اطاعت کا نام بندگی ہے، صرف نماز روزہ ہی کا نام بندگی نہیں ـــــ اور اس بندگی کا فائدہ بندوں کی طرف لوٹتا ہے، جو اطاعت کریں گے وہ بڑا رتبہ پائیں گے، اور جو نافرمانی کریں گے وہ سخت عذاب میں مبتلا ہونگے ـــــ دنیا کی یہ مختصر زندگی اسی مقصد سے بنائی ہے، پھر جزاوسزا کے لئے ابدی زندگی ہے ـــــ اور فرماں برداروں میں بھی اعلیٰ درجہ کے لوگوں کو چھانٹنے کے لئے یہ عالم پیدا کیا ہے، مرنے جینے سے مراد دنیوی لائف ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں نیا نہیں پیدا ہوتا، اس دنیا میں صرف انسان کا جسم نیا بنتا ہے کیونکہ یہ عالم اجساد ہے اور اس کی روح اس سے بہت پہلے پیدا کی جاچکی ہے اور تمام روحیں عالم ارواح میں موجود ہیں، وہاں سے وہ روح شکم مادر میں بننے والے جسد خاکی میں منتقل کی جاتی ہے۔ سورۃ الاعراف کی آیت ۱۷۲ ہے۔

﴿ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۙ۝۱۷۲ ﴾

ترجمہ: اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا: کیوں نہیں! ہم سب گواہ بنتے ہیں، تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے۔

یہ عہد الست اور عالم ذرّ کا واقعہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد ان کی پشت سے ان کی صلبی اولاد پیدا کی گئی جیسا کہ حدیث میں تفصیل ہے، پھر اولاد کی پشت در پشت سے ان کی اولاد نکالی گئی اور اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اپنے سامنے پھیلا دیا یعنی ان پر اپنی تجلی فرمائی، اپنا جلوہ دکھایا، اس طرح دیدار کرا کر اپنی معرفت اور پہچان کرائی، پھر ان

سے پوچھا: ''کیا میں تمہارا رب نہیں؟'' سب نے کہا! کیوں نہیں! ہم سب گواہی دیتے ہیں یعنی اقرار کرتے ہیں۔ یہ مضمون مسند احمد ج۱ص ۲۷۲ اور مستدرک حاکم ج۲ص ۵۴۴ کی روایت میں ہے جس کی سند صحیح ہے۔

پھر وہ روحیں اصلاب میں واپس نہیں کی گئیں بلکہ عالم ارواح میں ان کو خاص ترتیب سے رکھ دیا گیا، بخاری شریف میں روایت ہے الأرواحُ جنودٌ مُجَنَّدَة: عالم ارواح میں روحیں خاص ترتیب سے جیسے کہ فوج کی پلٹنیں ہوتی ہیں رکھی ہوئی ہیں پھر شکم مادر میں تیار ہونے والے جسم میں وہیں سے روح لاکر فرشتہ پھونکتا ہے۔

یہ جسم کی حیات ہے، پھر ایک مدت کے بعد روح جسم میں سے پرواز کر جاتی ہے، اور عالم برزخ میں پہنچ جاتی ہے، یہ جسم کی موت ہے، روح جو اصل انسان ہے وہ بحالہ باقی رہتی ہے، اور حیات مقدم ہے اور موت بعد میں، مگر آیت میں موت کو اس کا یقین بٹھانے کے لئے مقدم کیا ہے، کیونکہ انسان کو اپنے وجود کا تو حق الیقین حاصل ہے، اور موت کا بھی یقین ہے، اس لئے کہ وہ رات دن لوگوں کو مرتا دیکھتا ہے، تاہم وہ موت سے غفلت میں ہے، اس لئے اس کو پہلے لائے ہیں۔

﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝﴾

ترجمہ: (عالی شان اللہ وہ ہے:) جس نے مرنا اور جینا پیدا کیا —— یعنی دنیا کی یہ زندگی بنائی —— تاکہ وہ تمہیں آزمائے —— بندگی کا حکم دے کر —— کہ کون تم میں سے سب سے زیادہ اچھا عمل کرنے والا ہے، اور وہ زبردست ہے —— جو چاہے کرے، اس کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے؟ —— بڑا بخشنے والا ہے —— یہ بندگی میں کوتاہی کرنے والوں کی ڈھارس بندھائی ہے۔

ملحوظہ: ایسی ہی آیت سورۃ الکہف میں بھی آئی ہے، وہاں کی تفسیر بھی دیکھ لیں (ہدایت القرآن ۵:۱۵۱)

فائدہ: دنیا کی یہ زندگی یہ دیکھنے کے لئے نہیں ہے کہ کون برے کام کرتا ہے، یا کون بُرے سے بُرے کام کرتا ہے؟ اگرچہ یہ بات بھی ضمناً سامنے آہی جائے گی، مثلاً تعلیم گاہ اس لئے قائم کی جاتی ہے کہ دیکھا جائے کہ کون اعلیٰ نمبرات حاصل کرتا ہے، اور کس کو طلائی یا نُقرئی تمغہ ملتا ہے۔ اگرچہ امتحان کے نتیجہ میں بعض بدشوق طلبہ فیل بھی ہوجاتے ہیں اور وہ سرزنش کے مستحق بھی ہوتے ہیں، مگر تعلیم گاہ کے قیام کی غرض وہ طلبہ نہیں ہوتے۔ اسی طرح یہ عالم رنگ و بو بہتر سے بہتر کام کرنے والوں کو چھانٹنے کے لئے ہے تاکہ ان کو جنت کے بلند سے بلند درجے عطا فرمائے جائیں —— یہ حضرات سابقین اولین ہیں اور نسبۃ کچھ کم نمبر حاصل کرنے والے اصحاب الیمین ہیں، جو جنت کے فروتر درجات حاصل کریں گے اور بُرے کام کرنے والے بھی چھٹ جائیں گے جو جہنم رسید ہوں گے، بلکہ بد سے بدتر اعمال کرنے والے بھی ہونگے،

جن کو جہنم میں سخت سے سخت سزا دی جائے گی، مگر مقصد حیات صرف قسم اول کو چھانٹنا ہے، تا کہ ان کا پوری طرح اعزاز کیا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بہتر سے بہتر اعمال کی توفیق عطا فرمائیں اور جنت کے بلند سے بلند درجات سے سرفراز فرمائیں (آمین)

خلاصہ: عالم ارواح میں روح کی صرف حیات تھی، موت نہیں تھی، اور اصل انسان روح کا نام ہے، اور باڈی روح کی چلت پھرت اور عمل کے لئے ایک کار ہے، اور آخرت میں بھی حیات ہی ہوگی، مرنا نہیں ہوگا، اور بدن کا جینا اور مرنا اسی دنیا میں ہے، اور یہ زندگی مختصر برائے عمل ہے۔

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ﴿۳﴾ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ ﴿۵﴾ وَلِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۶﴾ اِذَآ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ تَفُوْرُ ﴿۷﴾ تَكَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ ؕ كُلَّمَآ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ ﴿۸﴾ قَالُوْا بَلٰی قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ ۙ۬ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ ۚۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ ﴿۹﴾ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْۤ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ﴿۱۰﴾ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ﴿۱۱﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ ﴿۱۲﴾ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۳﴾ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ﴿۱۴﴾

الَّذِیْ خَلَقَ	جس نے پیدا کئے	مَا تَرٰی	نہیں دیکھتا تو	مِنْ تَفٰوُتٍ	کوئی خلل
سَبْعَ سَمٰوٰتٍ	سات آسمان	فِیْ خَلْقِ	بناوٹ میں	فَارْجِعِ	پس لوٹا تو
طِبَاقًا	تہ بہ تہ	الرَّحْمٰنِ	مہربان اللہ کے	الْبَصَرَ	نگاہ

هَلْ تَرٰى	کیا دیکھتا ہے تو	وَلِلَّذِيْنَ	اور ان کے لئے جنھوں	اَلَمْ يَاْتِكُمْ	کیا نہیں آیا تمہارے پاس
مِنْ فُطُوْرٍ	کوئی شگاف؟	كَفَرُوْا	نے انکار کیا	نَذِيْرٌ	کوئی ڈرانے والا
ثُمَّ ارْجِعِ	پھر لوٹا	بِرَبِّهِمْ	اپنے رب کا	قَالُوْا	جواب دیں گے وہ
الْبَصَرَ	نگاہ	عَذَابُ جَهَنَّمَ	دوزخ کی سزا ہے	بَلٰى	کیوں نہیں
كَرَّتَيْنِ(۱)	بار بار	وَبِئْسَ	اور بُری ہے وہ	قَدْ جَآءَنَا	بالیقین آیا ہمارے پاس
يَنْقَلِبْ	پلٹ آئے گی	الْمَصِيْرُ	لوٹنے کی جگہ	نَذِيْرٌ	ڈرانے والا
اِلَيْكَ الْبَصَرُ	تیری طرف نگاہ	اِذَآ اُلْقُوْا	جب ڈالے جائیں گے وہ	فَكَذَّبْنَا	پس جھٹلایا ہم نے
خَاسِئًا(۲)	ذلیل ہوکر	فِيْهَا	اس میں	وَقُلْنَا	اور کہا ہم نے
وَّهُوَ	درانحالیکہ وہ	سَمِعُوْا لَهَا	سنیں گے وہ اس کیلئے	مَا نَزَّلَ	نہیں اتاری
حَسِيْرٌ(۳)	درماندہ ہوگی!	شَهِيْقًا(۵)	دھاڑنا (زور کی آواز)	اللّٰهُ	اللہ نے
وَلَقَدْ	اور البتہ واقعہ یہ ہے	وَّهِيَ	درانحالیکہ وہ	مِنْ شَيْءٍ	کوئی چیز
زَيَّنَّا	مزین کیا ہم نے	تَفُوْرُ(۶)	جوش مار رہی ہوگی	اِنْ اَنْتُمْ	نہیں ہو تم
السَّمَآءَ الدُّنْيَا	قریبی آسمان کو	تَكَادُ	قریب ہوگی	اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ	مگر گمراہی میں
بِمَصَابِيْحَ	چراغوں سے	تَمَيَّزُ	(کہ) پھٹ پڑے	كَبِيْرٍ	بڑی
وَجَعَلْنٰهَا	اور بنایا ہم نے ان کو	مِنَ الْغَيْظِ	غصہ سے	وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے
رُجُوْمًا(۴)	پھینک مارنا (میزائل)	كُلَّمَآ اُلْقِيَ	جب جب ڈالا جائے گا	لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ	اگر سنا ہوتا ہم نے
لِّلشَّيٰطِيْنِ	شیاطین کے لئے	فِيْهَا	اس میں	اَوْ نَعْقِلُ	یا سمجھا ہوتا
وَاَعْتَدْنَا	اور تیار کیا ہے ہم نے	فَوْجٌ	کوئی گروہ	مَا كُنَّا	نہ ہوتے ہم
لَهُمْ	ان کے لئے	سَاَلَهُمْ	پوچھیں گے ان سے	فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ	دوزخ والوں میں
عَذَابَ السَّعِيْرِ	دوزخ کا عذاب	خَزَنَتُهَآ	جہنم کے ذمہ دار فرشتے		

(۱) کرتین: تثنیہ تکرار کے لئے ہے (۲) خَسَأ الکلبَ: کتے کو دھتکارنا، دور کرنا، ذلیل کرنا (۳) حسیر: صفت مشبہ، حَسَرَ البعیرُ: تھکنا، تھکانا (۴) رجوما: مصدر ما یُرجم بہ کے معنی میں ہے، اس لئے اسم جامد ہوگیا ہے اور رَجمًا کی جمع ہے (۵) شہیقا: گدھے کے رینکنے کی آخری آواز (۶) فَارَ القِدر: ہانڈی کا جوش مارنا۔

فَاعْتَرَفُوْا	پس اقرار کرلیا انھوں نے	بِالْغَيْبِ	دیکھے بغیر	بِذَاتِ	بھیدوں کو
بِذَنْۢبِهِمْ	اپنے گناہ کا	لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ	ان کے لئے بخشش ہے	الصُّدُوْرِ	سینوں کے
فَسُحْقًا (۱)	پس دوری ہو	وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ	اور بڑا صلہ ہے	اَلَا يَعْلَمُ	کیا نہیں جانے گا
لِّاَصْحٰبِ	دوزخ والوں کے لئے	وَاَسِرُّوْا	اور چپکے سے کہو تم	مَنْ خَلَقَ	جس نے پیدا کیا
السَّعِيْرِ		قَوْلَكُمْ	اپنی بات	وَهُوَ	درانحالیکہ وہ
اِنَّ الَّذِيْنَ	بے شک جو لوگ	اَوِاجْهَرُوْا	یا زور سے کہو	اللَّطِيْفُ	باریک بیں
يَخْشَوْنَ	ڈرتے ہیں	بِهٖ	اس کو	الْخَبِيْرُ	باخبر ہے
رَبَّهُمْ	اپنے رب سے	اِنَّهٗ عَلِيْمٌ	بیشک وہ جانتے ہیں	۞	۞

بندوں کی چارہ سازی کے لئے اللہ نے مضبوط بارونق آسمان بنایا

اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہیں، انھوں نے مکلّف مخلوقات (جنّ وانس) کو اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا ہے، پس ضروری ہے کہ وہ ان کی یاری کریں، ان کی ضروریات کا انتظام کریں، چنانچہ اللہ نے زمین پر تہ بہ تہ مضبوط سات آسمان بنائے، اور اس چھت کو جگمگاتے ستاروں سے مزین کیا، اور آسمان کی چھت اتنی اونچی بنائی کہ اس کی اونچائی کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا، تاہم وہ زمین کے کناروں سے ملتا نظر آتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک قبہ (خیمہ) ہے جو زمین پر تان دیا ہے، انسان اسی قدرتی گھر میں آرام سے زندگی بسر کررہا ہے، اور یہ خیمہ اتنا مضبوط بنایا ہے کہ مدتِ مدید گذرنے کے بعد بھی نہ اس میں کوئی شگاف پڑا نہ اس کا رنگ پھیکا پڑا، انسان اس کو بار بار دیکھے اور غور کرے اسے اللہ کی کاریگری میں کوئی خلل نظر نہیں آئے گا، پھر چھت میں فانوس لٹکادیئے، رات کے سنّاٹے میں ان کو دیکھ کر جی خوش ہوتا ہے، یہ بندوں کی چارہ سازی ہے۔

﴿الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا، مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ، فَارْجِعِ الْبَصَرَ، هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۝﴾

ترجمہ: جس نے اوپر تلے سات آسمان پیدا کئے، آپ اللہ کی کاریگری میں کوئی خلل نہیں دیکھیں گے، آپ نگاہ پھیریں، کیا آپ کو کوئی شگاف نظر آتا ہے؟ پھر بار بار دیکھیں: نگاہ ذلیل اور درماندہ ہوکر آپ کی طرف لوٹ آئے گی! — مگر آسمان میں کوئی کمی نظر نہیں آئے گی۔

(۱) سُحْقًا: فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے، تقدیر عبارت: أسحقهُم اللهُ ہے، سُحْقًا: دور کرنا۔

فائدہ: طباقًا: مصدر: سبع کی صفت ہے، اور ذَاتُ طِبَاقٍ کے معنی میں ہے، اور اللہ نے سات آسمان تہ بہ تہ کیسے بنائے ہیں؟ اس کی حقیقت وکیفیت نہیں جانی جاسکتی، البتہ مقصد واضح ہے، جیسے مکان پر بالائی منزل بناتے ہیں تاکہ تپش نیچے نہ آئے، اسی طرح سات آسمان بنائے تاکہ عالم بالا کے زیادہ اثرات زمین پر نہ آئیں، اور اگر سات آسمان پیاز کے چھلکوں کی طرح ہیں تو ان کا مقصد آسمان کی مضبوطی ہے۔ واللہ اعلم

ستاروں کے دو مقصد: آسمان کی زینت اور شیاطین کی مار

اللہ کے کاموں کی حکمتوں کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا، ہر کام میں متعدد حکمتیں ہوتی ہیں، ناک: ہونٹ کے قریب کیوں رکھی ہے؟ سوچو! اس میں حکمتیں ہیں، اسی طرح تارے بھی مختلف مقاصد سے بنائے ہیں، یہاں دو مقصد ذکر فرمائے ہیں:

اول: ستارے آسمانِ دنیا کے لئے زینت ہیں، ان چراغوں سے آسمان کتنا خوبصورت معلوم ہوتا ہے، اور اسی مقصد سے لوگ چھت میں جھاڑ فانوس لٹکاتے ہیں۔

دوم: شیاطین: فرشتوں کی باتیں سننے کے لئے آسمان کے قریب جاتے ہیں، پس ستارے میزائل بن کر ان پر گرتے ہیں، وہ مر جاتے ہیں یا خبطی ہو جاتے ہیں، اور کبھی کوئی بات نیچے ڈال دیتے ہیں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے انسان، جنات اور فرشتے سب جنت تک جاسکتے تھے، دادا دادی کو زمین میں پیدا کرکے جنت میں بسایا تھا، اور ابلیس نے جنت میں پہنچ کر ان کو ورغلایا تھا، پھر دونوں کو آسمان سے نیچے اتارا، اب انسان آسمان کے قریب نہیں جاسکتا، اور جنات: انسان کی بہ نسبت لطیف ہیں، وہ فضا میں آسمان کے قریب جاسکتے ہیں، اور وہاں فرشتوں میں زمینی معاملات کے سلسلہ میں جو گفتگو ہوتی ہے اس کو سننے کی کوشش کرتے ہیں، ان کو تاروں سے مارا جاتا ہے، سورۃ الصافات (آیات ۷و۸) میں بھی اس کا تذکرہ ہے (ہدایت القرآن ۷: ۵۵) اور یہ شیاطین کے لئے دنیوی عذاب ہے، اور آخرت میں ان کے لئے دوزخ کا عذاب تیار ہے۔

﴿ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ۝ ﴾

ترجمہ: اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے قریبی آسمان کو چراغوں سے مزین کیا، اور ہم نے ان (ستاروں) کو شیطانوں (کافر سرکش جنات) کے مارنے کا ذریعہ (میزائل) بنایا، اور ہم نے ان کے لئے دوزخ کا عذاب تیار کیا ہے۔

کافر انسانوں کے لئے بھی دوزخ تیار ہے

شیاطین ہی کے لئے نہیں کافر انسانوں کے لئے بھی آخرت میں دوزخ کی سزا تیار ہے، اور دنیا میں بھی ہلاکت سے

محفوظ نہیں، زمین دھنس سکتی ہے،سنگ بار ہوا چل سکتی ہے،اور فضا میں اڑتے ہوئے بھی گر سکتے ہیں،جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

﴿ وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ﴾

ترجمہ:اوران لوگوں کے لئے جنھوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا دوزخ کا عذاب ہے،اور وہ بری لوٹنے کی جگہ ہے!

جب کفار دوزخ میں ڈالے جائیں گےتو دوزخ دانت پیسے گی!

جب کفار کا کوئی گروہ دوزخ میں ڈالا جائے گا تو وہ ان پر سخت غضبناک ہوگی، کفار اس کی ڈانٹ ڈپٹ اور چنگھاڑ سنیں گے،اور وہ ایسا جوش مارے گی جیسے غصہ سے پھٹ پڑے گی،اور جہنم کے ذمہ دار فرشتے بھی ان کی خبر لیں گے،وہ پوچھیں گے: کم بختو!تمہارے پاس پیغمبر نہیں آئے جو تم یہاں آدھمکے؟ وہ جواب دیں گے: آئے،مگر ہم نے ان کی اور ان کی وحی کی تکذیب کی،اس لئے آج یہ برا دن دیکھنا پڑا!کاش ہم ان کی بات سنتے اور سمجھتے تو آج ہم کو یہ بُرا دن نہ دیکھنا پڑتا!

﴿ إِذَآ أُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۝ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ أُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيْرٌ ۝ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۬ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ أَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ ﴾

ترجمہ:جب وہ لوگ دوزخ میں ڈالے جائیں گےتو وہ اس کی زور کی آواز سنیں گے،اور وہ جوش مار رہی ہوگی،قریب ہوگی کہ غصہ سے پھٹ پڑے،جب بھی اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا تو اس کے محافظ فرشتے ان سے پوچھیں گے: کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا؟ وہ جواب دیں گے: کیوں نہیں!واقعی ہمارے پاس ڈرانے والا آیا،مگر ہم نے اس کو جھٹلایا اور ہم نے کہا: اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا،تم بڑی غلطی میں ہو،اور انھوں نے کہا: کاش ہم سنتے یا سمجھتے تو دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے!

دل کی بات زبان پر آگئی

دیکھو!منکرین نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا،میدانِ قیامت میں تو انھوں نے شرک وکفر کا انکار کیا تھا،کہا تھا:
﴿ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴾:ہمارے پروردگار اللہ کی قسم!ہم مشرک نہیں تھے[الانعام ۲۳] مگر فرشتوں کے سامنے دل کی بات زبان پر آگئی!

﴿ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّأَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝ ﴾

ترجمہ: پس انھوں نے اپنے جرم کا اعتراف کرلیا، سولعنت ہو دوزخ والوں پر!

مؤمنین کا نیک انجام: قرآنِ کریم کا اسلوب ہے کہ وہ کفار کے انجام کے بعد مؤمنین کا انجام بیان کرتا ہے، قاعدہ ہے: تُعْرَفُ الْأَشْيَاءُ بِأَضْدَادِهَا: میٹھے سے کڑوا اور کڑوے سے میٹھا پہچانا جاتا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: جو لوگ پروردگار کو دیکھے بغیر، رسولوں کے بتلانے سے ایمان لاتے ہیں، اللہ سے ڈرتے ہیں اور احکام الٰہی کی پیروی کرتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور اجرِ عظیم ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝﴾

ترجمہ: بے شک جو لوگ اپنے پروردگار سے بن دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لئے بخشش اور بڑا بدلہ ہے۔

اللہ تعالیٰ دلوں کے بھیدوں سے بھی واقف ہیں

آخر میں ایک خلجان کا جواب ہے، کفار خیال کرسکتے ہیں کہ ہم دوزخ کے ذمہ دار فرشتوں کو جو جواب دیں گے اس کی اللہ کو کیا خبر؟ پس وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ آہستہ کہی ہوئی باتوں کو بھی جانتے ہیں اور زور سے کہی ہوئی باتوں کو بھی جانتے ہیں، انھوں نے فرشتوں سے چپکے سے جو کہا ہے وہ بھی اللہ کے علم میں ہے اور قیامت کے میدان میں جو برملا کہا ہے وہ بھی اللہ کے علم میں ہے، اللہ تعالیٰ دلوں کے رازوں سے بھی واقف ہیں، بھلا جس نے ان کو پیدا کیا وہ مخلوق کے احوال سے بے خبر ہوگا، جبکہ وہ باریک بیں باخبر بھی ہیں؟

ایک واقعہ: ہجرت سے پہلے چند کفار ایک جگہ جمع ہوئے، ایک نے نبی ﷺ کی بدگوئی کی، دوسرا بولا: آہستہ بول محمد کا خدا سن لے گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ خدا تو دل کی باتوں کو بھی جانتا ہے، کیا خالق اپنی مخلوق کے احوال سے بے خبر ہوگا؟

﴿وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِاجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝﴾

ترجمہ: اور تم خواہ چپکے سے بات کہو یا اس کو زور سے کہو، وہ یقیناً دلوں کے بھیدوں سے واقف ہیں، کیا وہ نہیں جانے گا جس نے پیدا کیا ہے، اور وہ باریک بیں باخبر ہیں؟

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ۝ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاۗءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَاۗءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۭ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ۝

وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۘؔ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾

هُوَ الَّذِيْ	وہی ہے جس نے	بِكُمُ الْاَرْضَ	تمہارے ساتھ زمین کو	فَكَيْفَ كَانَ	پس کیسا تھا
جَعَلَ لَكُمُ	بنایا تمہارے لئے	فَاِذَا هِيَ	پس اچانک وہ	نَكِيْرِ	میرا انکار کرنا
الْاَرْضَ	زمین کو	تَمُوْرُ	لرزنے لگے	اَوَلَمْ يَرَوْا	کیا اور نہیں دیکھتے وہ
ذَلُوْلًا	رام (پست)	ءَاَمِنْتُمْ	کیا نڈر ہوگئے تم	اِلَى الطَّيْرِ	پرندوں کو
فَامْشُوْا	پس چلو تم	مَّنْ فِي السَّمَآءِ	اس سے جو آسمان میں ہے	فَوْقَهُمْ	اپنے اوپر
فِيْ مَنَاكِبِهَا	اس کے کندھوں میں	اَنْ يُّرْسِلَ	کہ چھوڑ دے وہ	صٰٓفّٰتٍ	پر کھولے ہوئے
وَكُلُوْا	اور کھاؤ تم	عَلَيْكُمْ	تم پر	وَّيَقْبِضْنَ	اور پر جھپکتے ہیں وہ
مِنْ رِّزْقِهٖ	اس کی روزی سے	حَاصِبًا	پتھر برسانے والی ہوا	مَا يُمْسِكُهُنَّ	نہیں تھامے ہوئے ہے
وَاِلَيْهِ	اور اسی کی طرف	فَسَتَعْلَمُوْنَ	پس عنقریب جان لوگے تم		ان کو
النُّشُوْرُ	اٹھنا ہے	كَيْفَ نَذِيْرِ	کیسا ہے میرا ڈرانا	اِلَّا الرَّحْمٰنُ	مگر مہربان اللہ
ءَاَمِنْتُمْ	کیا نڈر ہوگئے تم	وَلَقَدْ كَذَّبَ	اور تحقیق جھٹلایا	اِنَّهٗ	بے شک وہ
مَّنْ فِي السَّمَآءِ	اس سے جو آسمان میں ہے	الَّذِيْنَ	ان لوگوں نے جو	بِكُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کو
اَنْ يَّخْسِفَ	کہ دھنسادے وہ	مِنْ قَبْلِهِمْ	ان سے پہلے ہوئے	بَصِيْرٌ	خوب دیکھنے والا ہے

اللہ تعالیٰ نے بندوں کی چارہ سازی کے لئے زمین کو رام کیا، اور اس میں ان کی معیشت کا انتظام کیا

اللہ تعالیٰ نے بندوں کی مصلحت کے لئے اوپر سات مضبوط اور خوبصورت آسمان بنائے، اور دوسرا انتظام یہ کیا کہ یہ چوڑی چکلی زمین بنائی، اور اس کو انسان کے لئے مسخر کیا، تاکہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے، کودے پھاندے، بوئے جوتے، اس کی راہوں میں چلے پھرے، اور پیروں سے اس کو پامال کرے، اور اس میں روزی کے اسباب پھیلا دیئے، تاکہ اللہ کا رزق تلاش کرے، مگر یاد رکھے کہ: کہیں بھی نکل جائے مرے گا ضرور، پھر قیامت کے دن زندہ ہوکر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہونا ہے۔

﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ﴿۱۵﴾﴾

ترجمہ: وہی اللہ ہیں جنھوں نے تمہارے لئے زمین کو رام کیا، پس تم اس کے کندھوں (راہوں) میں چلو پھرو، اور اللہ کی روزی میں سے کھاؤ، اور اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہوکر جانا ہے!

انسان زمین میں کہیں بھی جائے اللہ کی پکڑ سے باہر نہیں

انسان زمین میں آزاد ہے، جہاں چاہے جائے اور رہے، مگر یاد رکھے کہ وہ اللہ کی پکڑ سے باہر نہیں، اللہ تعالیٰ اس کو زمین میں دھنسا سکتے ہیں، زمین تھر تھر کانپنے لگے اور وہ زمین میں اترتا چلا جائے: ایسا ممکن ہے، یا اس پر سنگریزے اڑانے والی آندھی چھوڑ دے، جو اس کا بھرتا بنا دے، کیا اس نے گذشتہ قوموں کے واقعات نہیں سنے! قارون زمین میں دھنسایا گیا، اور عاد پر سنگ بار ہوا چھوڑی گئی جس سے وہ مر کھپ گئے، اور اگر فضا میں پرواز کرے تو وہاں سے بھی گر سکتا ہے، کیا لوگ دیکھتے نہیں! پرندے فضا میں اڑتے ہیں، ان کو کون روکتا ہے؟ رحمان روکتے ہیں، فضا ثقل کو نہیں روک سکتی، اور زمین کی کشش بھی ثقیل چیز کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے، مگر پرندے نہیں گرتے، اور کوئی خیال کرے کہ پرندے پَر پھیلا کر اڑتے ہیں، ان کے پَر ان کو روکتے ہیں، تو پرندے پَر جھپکتے بھی ہیں اس وقت ان کو کون روکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی روکتے ہیں، اسی طرح ہوائی جہازوں کو بھی اللہ تھامتے ہیں، کیونکہ جب ان میں کوئی ٹیکنیکل خرابی پیدا ہوتی ہے تو وہ زمین پر گر جاتے ہیں، معلوم ہوا کہ فضا میں بھی انسان اللہ کی گرفت سے باہر نہیں، اللہ تعالیٰ اس کے سب احوال سے واقف ہیں۔

﴿ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ۝ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۖ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ۝ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ۝ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۘ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ۝﴾

ترجمہ: کیا تم لوگ اس ہستی سے نڈر ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے، پس اچانک وہ تھر تھر کانپنے لگے؟ —— یا تم لوگ اس ذات سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر سنگ بار ہوا چھوڑ دے، پس عنقریب تم جان لوگے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟ —— اور البتہ واقعہ یہ ہے کہ ان (مکہ والوں) سے پہلے والوں نے جھٹلایا، پس کیسا رہا میرا انکار! —— کیا انھوں نے نہیں دیکھا اپنے اوپر پرندوں کو، پَر پھیلائے ہوئے اور وہ پَر سمیٹتے بھی ہیں، ان کو مہربان اللہ ہی تھامتے ہیں، بے شک وہ ہر چیز کو خوب دیکھ رہے ہیں!

فائدہ: ﴿مَّنْ فِي السَّمَآءِ﴾: جو آسمان میں ہے، یہ صفت متشابہ ہے، اور صفاتِ متشابہات کے بارے میں سلف کا مذہب تنزیہ مع التفویض ہے، جیسا کہ ابھی گذرا، پس اللہ کا آسمان سے تعلق تو ماننا ہوگا، مگر وہ اللہ کی جہت اور مکان نہیں،

کیونکہ آسمان مخلوق ہے، اور مخلوق: خالق کا مکان اور جہت نہیں ہوسکتی، پس یہ ارشاد: ﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴾: کے قبیل سے ہوگا۔

اور اگر تاویل کی راہ اختیار کی جائے تو صفتِ عُلو (بلندی) مراد ہوگی، اللہ تعالیٰ کی صفت عَلِيٌّ ہے، ہندوستان کے لوگ بھی دعا میں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں اور امریکہ کے مسلمان بھی، یہی عُلو ہے، وہ کسی جہت میں نہیں، ورنہ کوئی ایک زمین کی طرف ہاتھ لٹکا کر دعا کرتا، یہ راہ بھی جائز ہے، اور یہ تنزیہ مع التاویل ہے۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ۭ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ۞ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ۞ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۞

اَمَّنْ هٰذَا (۱)	کیا یہ	اَمَّنْ هٰذَا (۱)	کیا کون یہ ہے	يَّمْشِيْ	چلے گا
الَّذِيْ هُوَ	جو وہ	الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ	جو روزی دے گا تمہیں	مُكِبًّا	اوندھا
جُنْدٌ لَّكُمْ	تمہارا لشکر ہے	اِنْ اَمْسَكَ	اگر روک لیں وہ	عَلٰى وَجْهِهٖٓ	اپنے چہرے کے بل
يَنْصُرُكُمْ	(کیا) مدد کریگا تمہاری	رِزْقَهٗ	اپنی روزی	اَهْدٰٓى	زیادہ راہ یاب ہے
مِّنْ دُوْنِ	سوائے	بَلْ لَّجُّوْا	بلکہ گھسے ہیں وہ	اَمَّنْ يَّمْشِيْ	یا جو شخص چلے گا
الرَّحْمٰنِ	مہربان اللہ کے	فِيْ عُتُوٍّ	سرکشی میں	سَوِيًّا	سیدھا
اِنِ الْكٰفِرُوْنَ	نہیں ہیں کفار	وَّنُفُوْرٍ	اور نفرت میں	عَلٰى صِرَاطٍ	راستے پر
اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ	مگر دھوکے میں	اَفَمَنْ	کیا پس جو شخص	مُّسْتَقِيْمٍ	سیدھے

شرک کا بطلان

اب دو آیتوں میں شرک کی سخافت (کمزوری) کا بیان ہے، عبادت کسی نفع کی امید پر کی جاتی ہے، مشرکین بتائیں:

(۱) دونوں جگہ اَمَّنْ دو لفظ ہیں، اَم: استفہامیہ اور من بھی استفہامیہ، میم کا میم میں ادغام ہے، اور دونوں ساتھ ہیں، مگر ایک دوسرے پر داخل نہیں، حرف پر حرف داخل نہیں ہوتا، اَم کا مدخول ھذا ہے اور من کا مدخول ینصر کم اور یرزقکم ہیں، اس لئے اس کا ترجمہ وہاں کیا ہے۔

۱-کیاان کے معبودوں کی بھیڑ (لشکر) — اللہ کو چھوڑ کر — ان کی کچھ مدد کرتی ہے؟ نہیں کرتی، مگر مشرکین فریب خوردہ ہیں، وہ اپنے معبودوں سے آس لگائے بیٹھے ہیں!

۲-بتاؤ! اگر اللہ تعالیٰ تمہاری روزی روٹی روک دیں تو کیا تمہارے معبودوں کا یہ لشکر تمہیں روزی پہنچاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں! وہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں، تاہم مشرکین اللہ سے سرکشی اور نفرت میں پیر پسارے ہوئے ہیں! غرض: جب معبودانِ باطل سے کسی نفع کی امید نہیں، تو وہ ان کی سمادھی پر آسن جمائے کیوں بیٹھے ہیں؟

﴿ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ۚ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ﴾

ترجمہ: کیا یہ جو کہ وہ تمہارا لشکر (بھیڑ) ہے: کون تمہاری مدد کرتا ہے اللہ کے سوا؟ نہیں ہیں کافر مگر دھوکہ میں! — کیا یہ جو (بھیڑ ہے) کون روزی پہنچائے گا تمہیں اگر اللہ اپنی روزی روک دیں؟ بلکہ وہ سرکشی اور نفرت میں گھسے ہوئے ہیں!

مشرک اور موحد کی چال میں فرق

دنیا میں بھی اور محشر میں بھی مشرک اور موحد کی چال مختلف ہے، مشرک ناہموار راستہ پر اوندھا چلتا ہے، اس کے منزل مقصود تک پہنچنے کی کیا توقع ہوسکتی ہے؟ اور موحد سیدھے راستہ پر آدمیوں کی طرح سیدھا چلتا ہے، وہ ضرور منزل مقصود تک پہنچے گا — اور میدانِ محشر میں بھی کفار اوندھے منہ چہرے کے بل چلیں گے اور موحدین سیدھے چلیں گے، نبی ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اوندھے منہ چہرے کے بل کیسے چلے گا؟ آپ نے فرمایا: جو اللہ پیروں سے چلانے پر قادر ہے وہ چہرے کے بل بھی چلاسکتا ہے یعنی اس پر اجمالی ایمان رکھنا چاہئے۔

﴿ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤى اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴾

ترجمہ: کیا پس جو شخص اپنے چہرے کے بل اوندھا چلے گا / چلتا ہے: وہ زیادہ راہ یاب ہے یا جو سیدھے راستہ پر سیدھا چلتا ہے؟

قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَ اِنَّمَاۤ

اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٦﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٨﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٩﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاۗؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاۗءٍ مَّعِيْنٍ ﴿٣٠﴾ ع

قُلْ هُوَ	کہو: وہی ہے	وَيَقُوْلُوْنَ	اور کہتے ہیں وہ	سِيْٓـَٔتْ	بگڑ جائیں گے
الَّذِيْٓ	جس نے	مَتٰى هٰذَا	کب ہوگا یہ	وُجُوْهُ	چہرے
اَنْشَاَكُمْ	تم کو پیدا کیا	الْوَعْدُ	وعدہ	الَّذِيْنَ	ان کے جنھوں نے
وَجَعَلَ لَكُمُ	اور تمہارے لئے بنائی	اِنْ كُنْتُمْ	اگر ہو تم	كَفَرُوْا	انکار کیا
السَّمْعَ	سماعت	صٰدِقِيْنَ	سچے	وَقِيْلَ	اور کہا جائے گا
وَالْاَبْصَارَ	اور آنکھیں	قُلْ	کہو	هٰذَا الَّذِيْ	یہ ہے وہ جو
وَالْاَفْـِٕدَةَ	اور دل	اِنَّمَا	اس کے سوا نہیں کہ	كُنْتُمْ بِهٖ	تھے تم اس کو
قَلِيْلًا مَّا	بہت ہی کم	الْعِلْمُ (۱)	(قیامت کا) علم	تَدَّعُوْنَ	مانگتے
تَشْكُرُوْنَ	شکر بجالاتے ہو تم	عِنْدَ اللّٰهِ	اللہ کے پاس ہے	قُلْ	کہو
قُلْ هُوَ	کہو: وہی ہے	وَاِنَّمَآ	اور اس کے سوا نہیں کہ	اَرَءَيْتُمْ (۳)	بتلاؤ
الَّذِيْ	جس نے	اَنَا نَذِيْرٌ	میں ڈرانے والا ہوں	اِنْ اَهْلَكَنِيَ	اگر ہلاک کریں مجھے
ذَرَاَكُمْ	پھیلایا تم کو	مُّبِيْنٌ	صاف صاف	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
فِي الْاَرْضِ	زمین میں	فَلَمَّا	پس جب	وَمَنْ مَّعِيَ	اور ان کو جو میرے
وَاِلَيْهِ	اور اسی کی طرف	رَاَوْهُ	دیکھیں گے وہ اس کو		ساتھ ہیں
تُحْشَرُوْنَ	جمع کئے جاؤ گے تم	زُلْفَةً (۲)	قریب	اَوْ رَحِمَنَا	یا مہربانی فرمائیں ہم پر

(۱) العلم: الف لام عہدی ہے (۲) زلفة: مصدر: اسم فاعل کے معنی میں ہے (۳) أرأيتم: مماشات مع الخصم ہے یعنی تھوڑی دور پٹا کر مخالف کو ساتھ لے چلنا، پھر جب موقع آئے جوت بجانا۔

فَمَنْ يُّجِيْرُ	پس کون پناہ دے گا	وَعَلَيْهِ	اور انہی پر	اَرَءَيْتُمْ	بتلاؤ
الْكٰفِرِيْنَ	منکروں کو	تَوَكَّلْنَا	بھروسہ کیا ہم نے	اِنْ اَصْبَحَ	اگر صبح کو ہو جائے
مِنْ عَذَابٍ	سزا سے	فَسَتَعْلَمُوْنَ	پس عنقریب جان لوگے تم	مَآؤُكُمْ	تمہارا پانی
اَلِيْمٍ	دردناک	مَنْ هُوَ	کون ہے وہ	غَوْرًا	زمین میں اترا ہوا
قُلْ	کہو	فِيْ ضَلٰلٍ	گمراہی میں	فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ	تو کون لائے گا
هُوَ الرَّحْمٰنُ	وہ مہربان اللہ ہیں	مُّبِيْنٍ	کھلی	بِمَآءٍ	تمہارے پاس
اٰمَنَّا بِهٖ	ایمان لائے ہم ان پر	قُلْ	کہو	مَّعِيْنٍ	چشمہ دار پانی

تین احسانات سے توحید پر استدلال اور ایمان کی ترغیب

اور درمیان میں قیامت کے بارے میں جلدی مچانے کا جواب

شرک کے بطلان کے بعد اب آخر میں تین احسانات سے توحید پر استدلال کر کے مشرکین کو ایمان کی دعوت دیتے ہیں:

۱- اللہ نے انسان کو پیدا کیا، اس کو سماعت، بصارت اور سمجھنے والا دل عطا فرمایا، علم کے ذرائع حواس خمسہ ہیں (سننا، دیکھنا، سونگھنا، چکھنا اور ٹٹولنا) مگر اہم آنکھ اور کان ہیں، زیادہ تر علوم انہی دو سے حاصل ہوتے ہیں، اس لئے انہی کا تذکرہ کیا ہے، اور دل ادراک کرتا ہے، ان قویٰ سے کام لے کر انسان آسمان زمین کے قُلابے (کڑیاں) ملاتا ہے، اور ستاروں پر کمندیں پھینکتا ہے۔ اسی سے انسان کو اشرف المخلوقات کا اعزاز حاصل ہوا ہے، مگر کفار و مشرکین اس احسان کی ذرا قدر نہیں کرتے، یہ محسن کا انکار ہے۔

۲- اللہ تعالیٰ نے زمین میں انسانوں کو پھیلایا، زمین کا چپہ چپہ انسانوں کے وجود سے بھر گیا، آباد غیر آباد ہر جگہ انسان ملیں گے، بلکہ اب تو انسان سمندر کی تہ میں بھی آبادیاں بسانے کی سوچ رہا ہے، بلکہ زمین سے اٹھ کر ستاروں اور سیاروں پر جھنڈے گاڑنے جا رہا ہے، یہ کتنا بڑا احسان ہے! مگر انسان نے اس کی کیا قدر کی؟ یہ قدر کی کہ اس نے اپنے خالق و مالک کا انکار کر دیا یا اس کو چھوڑ کر اینٹ پتھر کو پوجنے لگا، مگر یاد رکھے! وہ جہاں تک بھی پھیلے گا: مرے گا ضرور! پھر قیامت کو دوبارہ زندہ ہو کر خدا کے حضور میں پہنچے گا، اور وہاں اس کا نامۂ اعمال کھلے گا، لہٰذا اس کی فکر ضرور کرے!

ضمنی مضمون: جب بات یہاں تک پہنچی کہ: ﴿ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴾ تو منکرین قیامت بے تاب ہو کر بول

پڑے: ﴿ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ ﴾: لوگ کب اکٹھے کئے جائیں گے؟ قیامت کب آئے گی؟ اگر تم سچے ہو تو جلدی لے آؤ!
ان کو رسول اللہ ﷺ کی زبان سے جواب دیا ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کا علم اللہ ہی کو ہے، اور میرا کام تو بس کھول کر بتا دینا ہے، تا کہ کوئی دھوکہ میں نہ رہے، البتہ تم جان لو کہ جب قیامت برپا ہوگی تو تمہاری شامت آئے گی، تمہارے چہرے بگڑ جائیں گے، اور تم سے کہا جائے گا: یہ ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے!

پھر اس دن میرا اور میرے ساتھیوں کا کیا ہوگا؟ اس کو چھوڑو، اگر اس دن اللہ ہمیں سزا دیں یا ہم پر مہربانی فرمائیں تو ہمیں سب منظور ہے (یہ مماشات مع الخصم ہے) تم اپنی سوچو! تمہیں اس دن اللہ کے دردناک عذاب سے کون بچائے گا؟ تمہارے لئے عذاب طے ہے! اور ہمیں تو رحمان (مہربان اللہ) بچائے گا، کیونکہ ہم اس پر ایمان لائے ہیں، اور ہمارا بھروسہ انہی پر ہے، اس لئے وہی ہمارے کارساز ہونگے، مگر اس دن تمہارا کیا بنے گا؟ اس دن تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ آج دنیا میں گمراہی میں کون تھا: ہم یا تم؟ مگر اس دن معلوم ہونے سے کیا فائدہ ہوگا؟ فائدہ تو جب ہے کہ آج جان لو، اور اللہ پر اور اللہ کے رسول پر ایمان لاؤ (ضمنی مضمون پورا ہوا)

۳- پانی حیوانات کی بنیادی ضرورت ہے، ہر جاندار کی نشو ونما پانی سے ہوتی ہے: ﴿ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ﴾: چنانچہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی تین چوتھائی پر سمندر پیدا کئے، وہاں سے پانی اٹھا کر ہر جگہ برساتے ہیں پھر اس کو زمین میں اسٹور کرتے ہیں، اور زیر زمین اس کے سوت چلتے ہیں، اور جگہ جگہ آبشاروں اور چشموں کی شکل میں پانی نمودار ہوتا ہے اور لوگ اور جاندار اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں، پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھی تالاب، آبشاریں اور چشمے ہیں، سوچو! اگر یہ سوت نیچے چلے جائیں تو چشمے کون بہا سکتا ہے۔ مگر انسان اس احسان کی کیا قدر کرتا ہے، محسن کا انکار کرتا ہے یا غیر سے کو لگاتا ہے۔

فائدہ: پہلے آبشاریں ٹپکتی تھیں اور چشمے پھوٹتے تھے، اور بے مشقت پانی ملتا تھا، پھر لوگوں نے کنویں بنانے شروع کئے تو سوت نیچے چلا گیا، پھر بجلی دریافت ہوئی اور ٹیوب ویل بننے لگے تو سوت اور نیچے چلا گیا اور کنویں خشک ہو گئے، مگر ٹیوب ویل بھی گرمیوں میں خشک ہو جاتے ہیں یا بجلی بھاگ جاتی ہے تو انسانوں اور جانوروں کے پینے کے پانی کے لالے پڑ جاتے ہیں، پس لوگو! اس نعمت کی قدر کرو!

﴿ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: (پہلا احسان:) کہو: اس نے تم کو پیدا کیا، اور تمہارے لئے سماعت، بصارت اور دل بنائے، بہت ہی کم شکر

بجالاتے ہوتم! —— (دوسرا احسان:) کہو: اسی نے تم کو زمین میں پھیلایا، اور اسی کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے!

﴿ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۠ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾

ترجمہ: (ضمنی مضمون:) اور وہ کہتے ہیں: کب پورا ہوگا یہ وعدہ اگر تم سچے ہو؟ جواب دو: اس کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، اور میں صاف صاف ڈرانے والا ہی ہوں —— پس جب دیکھیں گے وہ اس (قیامت کے دن) کو نزدیک تو بگڑ جائیں گے منکروں کے چہرے، اور کہا جائے گا: یہی ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے —— پوچھو! بتلاؤ: اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کریں یا ہم پر مہربانی فرمائیں —— یعنی ہمیں دونوں باتیں منظور ہیں: یہ مماشات مع الخصم ہے —— پس کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا —— یعنی تم اپنی سوچو! —— آپ کہیں: (یہ مماشات مع الخصم کے بعد تھپٹر ہے:) وہی مہربان اللہ ہیں، ہم ان پر ایمان لائے ہیں، اور ہم نے ان پر بھروسہ کیا ہے —— اس لئے قیامت کے دن وہ ہماری کارسازی فرمائیں گے —— پس جلد تم جان لوگے اس شخص کو جو (آج دنیا میں) صریح گمراہی میں ہے —— مگر اس دن جاننے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

﴿ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝ ﴾

ترجمہ: (تیسرا احسان:) پوچھو: بتلاؤ: اگر تمہارا پانی صبح کو زمین میں اتر جائے تو کون پانی کا چشمہ بہائے گا؟ —— کوئی نہیں بہا سکتا!

﴿جمعہ ۸/ ذی قعدۃ ۱۴۳۷ھ = ۱۲/ اگست ۲۰۱۶ء﴾



آیاتہا ۵۲ | سُوۡرَةُ الۡقَلَمِ مَكِّيَّةٌ (۶۸) (۲) | رکوعاتہا ۲

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

نٓ وَالۡقَلَمِ وَمَا يَسۡطُرُوۡنَۙ ۝۱ مَاۤ اَنۡتَ بِنِعۡمَةِ رَبِّكَ بِمَجۡنُوۡنٍ‌ ۝۲ وَاِنَّ لَكَ لَاَجۡرًا غَيۡرَ مَمۡنُوۡنٍ‌ ۝۳ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ ۝۴ فَسَتُبۡصِرُ وَيُبۡصِرُوۡنَۙ ۝۵ بِاَيِّٮكُمُ الۡمَفۡتُوۡنُ ۝۶ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ۖ وَهُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ ۝۷

نٓ	نون	وَاِنَّ لَكَ	اور بیشک آپ کے لئے	بِاَيِّٮكُمُ	کہ کون تم میں سے
وَالۡقَلَمِ	قلم کی قسم	لَاَجۡرًا	البتہ بدلہ ہے	الۡمَفۡتُوۡنُ (۲)	فتنہ میں مبتلا ہے
وَمَا	اور جس کو	غَيۡرَ مَمۡنُوۡنٍ	بے انتہا	اِنَّ رَبَّكَ	بے شک آپ کا رب
يَسۡطُرُوۡنَ (۱)	لوگ لکھتے ہیں	وَاِنَّكَ	اور بے شک آپ	هُوَ اَعۡلَمُ	وہ خوب جانتا ہے
مَاۤ اَنۡتَ	نہیں آپ	لَعَلٰى خُلُقٍ	البتہ اخلاق پر ہیں	بِمَنۡ ضَلَّ	اس کو جو بہکا
بِنِعۡمَةِ	فضل سے	عَظِيۡمٍ	بڑے	عَنۡ سَبِيۡلِهٖ	اس کے راستہ سے
رَبِّكَ	اپنے رب کے	فَسَتُبۡصِرُ	پس عنقریب دیکھیں گے آپ	وَهُوَ اَعۡلَمُ	اور وہ خوب جانتا ہے
بِمَجۡنُوۡنٍ	دیوانے	وَيُبۡصِرُوۡنَ	اور دیکھیں گے وہ	بِالۡمُهۡتَدِيۡنَ	راہ پانے والوں کو

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

سورۃ القلم

اس سورت کا موضوع رسالت ہے، سورۃ الملک کا موضوع توحید تھا، یہ سورت ابتدائی دور کی ہے، اس وقت مخالفت زوروں پر تھی، جب نبی ﷺ نے دعوت کا آغاز کیا تو مشرکین نے آپ پر دیوانہ کی پھبتی کسی، کیونکہ آپ نے قوم کے عقائد کے خلاف دعوی کیا تھا کہ مورتیاں معبود نہیں ہوسکتیں، عبادت کے قابل اللہ کے سوا کوئی نہیں، بت بے علم وشعور ہیں اور کسی نفع وضرر کے مالک نہیں، یہ باتیں مشرکین کے گلے نہیں اتریں، وہ اس دعوت کو پاگل پن اور آپ کو دیوانہ کہنے لگے،

(۱) ما: موصولہ کی طرف عائد محذوف ہے أی یسطرونہ (۲) المفتون: اسم مفعول: فتنہ میں مبتلا کیا ہوا اور فَتَنَ الشیئُ فلاناً کے معنی ہیں: دیوانہ بنانا، پس مفتون کا ترجمہ مجنوں بھی کرتے ہیں۔

سورت کے شروع میں چار طرح سے اس کی تردید کی ہے۔

مسئلہ: قسم صرف اللہ کی اور اللہ کی صفات کی جائز ہے، غیر اللہ کی قسم جائز نہیں، حدیث میں اس کو شرک کہا ہے، یعنی کبیرہ گناہ قرار دیا ہے، اب سوال یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ کائناتی چیزوں کی قسمیں کیوں کھائی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قسم کا روپ (صورت) ہے، حقیقت نہیں، قسم: بات کی تاکید کے لئے کھائی جاتی ہے، اور یہ قسمیں شہادت ہیں، ان کے بعد دعوی یا تو صراحۃً مذکور ہوتا ہے یا محذوف ہوتا ہے، اور آگے کی عبارت اس کا قرینہ ہوتی ہے، معارف القرآن شفیعی میں ہے: ''علماء نے فرمایا ہے کہ قرآنِ کریم میں حق تعالیٰ جس چیز کی قسم کھاتے ہیں وہ مضمون قسم پر ایک شہادت ہوتی ہے'' (۸: ۵۳۱) یہ بات یاد رکھیں، آخری پاروں میں ایسی قسمیں بہت ہیں۔

قلم سے کونسا قلم مراد ہے؟ اس سورت کے شروع میں جو قلم کی قسم کھائی ہے: اس سے کونسا قلم مراد ہے؟ تین رائیں ہیں:

۱- تقدیر لکھنے والا قلم مراد ہے، عبد الواحد جوضعیف راوی ہے کہتا ہے: میں مکہ پہنچا، میری ملاقات حضرت عطاء رحمہ اللہ سے ہوئی، میں نے کہا: اے ابومحمد! کچھ لوگ ہمارے یہاں (بصرہ میں) تقدیر میں گفتگو کرتے ہیں، یعنی تقدیر کا انکار کرتے ہیں، پس حضرت عطاء نے ولید سے، اور انھوں نے اپنے ابا حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا، اور اس سے کہا: لکھ! پس وہ چلی اس چیز کے ساتھ جو ابد تک ہونے والی ہے یعنی سب کچھ قلم تقدیر نے لکھ دیا (یہ حدیث ترمذی شریف ابواب القدر کے آخر (تحفہ ۵: ۵۱۶) میں مفصل ہے) —— اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی تفسیر مروی ہے (درمنثور)

۲- فرشتوں کے قلم مراد ہیں جو انسانوں کے اعمال لکھتے ہیں، یا ملأ اعلی کے قلم مراد ہیں، جو معاملات الٰہی لکھتے ہیں۔

۳- انسانوں کے عام قلم مراد ہیں جو علوم وتاریخ انسانی کے واقعات لکھتے ہیں، اور جس کا ذکر ﴿عَلَّمَ بِالْقَلَمِ﴾ میں آیا ہے، یا انسانوں کے خاص قلم مراد ہیں جو ''سیرتِ نبوی'' رقم کرتے ہیں —— یہ آخری احتمال سب سے احسن ہے، آیتوں کے ساتھ زیادہ فٹ یہی احتمال ہے۔

چار طرح سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیوانہ ہونے کی تردید

ا- سب سے پہلے سیرتِ نبوی لکھنے والے قلم کی شہادت پیش کی ہے، اپنوں نے اور پرایوں نے، نظم ونثر میں اتنا کچھ لکھا ہے اور لکھیں گے کہ ایک کتب خانہ تیار ہوگیا ہے، کیا کسی دیوانے کے اتنے سوانح (حالات) لکھے گئے ہیں؟ ابھی ماضی قریب میں ایک عیسائی نے تاریخ انسانیت کے: ''سو بڑے آدمی'' (The 100) نامی کتاب لکھی، اس میں اول نمبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا، جب وہ کتاب چھپی تو عیسائی دنیا میں کھلبلی مچ گئی، دوسرے اڈیشن میں اس نے جواب دیا کہ میں نے

معیار یہ بنایا ہے کہ کس نے لوگوں کو کتنا متاثر کیا ہے؟ اور واقعہ یہ ہے کہ محمدؐ نے جتنا لوگوں کو متاثر کیا ہے اتنا کسی اور نے نہیں کیا، اس لئے میں نے ان کو ان کا صحیح مقام دیا ہے —— دیوانہ تو بڑبڑاتا ہے، عقل وفہم کا پتلا ہی لوگوں پر اثر ڈالتا ہے:

آفاقہا گردیدہ ام، مہرِ بتاں ورزیدہ ام ❀ بسیار خوباں دیدہ ام، لیکن تو چیزے دیگری!

(دنیا گھوم چکا ہوں، محبوبوں کی محبت دیکھ چکا ہوں ❀ بہت خوبیوں والے دیکھے ہیں، مگر آپؐ کوئی اور ہی چیز ہیں!)

۲- دوسری آیت میں: ﴿ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ ﴾ بڑھا کر ایک اور دلیل دی ہے، جس شخص پر اللہ کی نعمت ورحمت ہو وہ مجنون کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کو مجنون کہنے والا خود مجنون ہوتا ہے۔

۳- آپ ﷺ کا لایا ہوا دین دنیا کے آخر دن تک باقی رہے گا، ارشاد پاک ہے: ﴿ وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ﴾: اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کرلیا یعنی قیامت تک تمہارا یہی دین رہے گا، اس کو منسوخ کرکے دوسرا دین تجویز نہیں کیا جائے گا (تھانویؒ) اور ارشاد پاک ہے: ﴿ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ﴾: اور ہم نے آپؐ کے فائدے کے لئے آپؐ کا آوازہ بلند کیا، پس جب تک آپؐ کا لایا ہوا دین باقی رہے گا آپؐ کا ثواب جاری رہے گا: الدالُّ علی الخیر کفاعله، اور واقعہ یہ ہے:

اِک نامِ مصطفیٰ ہے جو بڑھ کر گھٹا نہیں ❀ ورنہ پنہاں ہر عروج میں زوال ہے

۴- اور نبی ﷺ بلند اخلاق اور اعلیٰ خوبیوں کے مالک تھے، ایسی بلندی پر تھے کہ کوئی کوہ پیما اس چوٹی کو سر نہیں کرسکا:

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری ❀ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(یوسفؑ کی خوبصورتی، عیسیٰؑ کی پھونک، موسیٰؑ کے ہاتھ کی روشنی آپؐ رکھتے ہیں
جو خوبیاں متفرق طور پر لوگ رکھتے ہیں وہ آپؐ تنہا رکھتے ہیں)

بتاؤ! تاریخ انسانیت میں کوئی ایسی خوبیوں والا پاگل گذرا ہے؟ سوعنقریب دنیا دیکھ لے گی کہ دیوانہ کون ہے: آپؐ یا آپؐ کو دیوانہ کہنے والے؟ اور بے راہ کون ہے اور سیدھی راہ پر کون ہے؟ یہ بھی سامنے آجائے گا۔

آیاتِ کریمہ: —— ن —— یہ عربی حروفِ ہجاء کا پچیسواں حرف ہے، اس کی مراد اللہ ہی بہتر جانتے ہیں، قرآنِ کریم میں جو حروفِ مقطعات ہیں وہ آخری درجہ کے متشابہات ہیں، ان کے معانی سمجھنے کی سعی لاحاصل ہے —— قلم کی اور ان تحریروں کی قسم جن کو لوگ لکھیں گے —— یہ جنون کی نفی کی ایڈوانس دلیل ہے —— آپؐ اپنے پروردگار کے فضل سے دیوانے نہیں —— فرزانے (ہوشیار) ہیں، یہ نفی مع الدلیل ہے، جس پر اللہ کی نعمت ورحمت ہو وہ دیوانہ کیسے ہوسکتا ہے؟ —— اور بے شک آپؐ کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے —— اس میں اشارہ ہے کہ آپؐ کا لایا ہوا دین آخر تک رہے گا، اور کیا کسی پاگل کی تحریک دو دن بھی چلی ہے؟ یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ آپؐ مجنون نہیں —— اور بے شک آپؐ

اخلاق کے اعلیٰ رتبہ میں ہیں ــــ اور کیا پاگل میں اخلاق ہوتے ہیں؟ ــــ پس عنقریب آپؐ بھی دیکھ لیں گے اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے دیوانہ کون ہے؟ ــــ بے شک آپؐ کا پروردگار اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے ــــ اور اللہ کے سچے اور عظیم رسول کو دیوانہ بتلا رہا ہے ــــ اور وہ خوب جانتا ہے اس کو جو اس کی راہ پر چلنے والا ہے ــــ یعنی آپ ﷺ کی دعوت کے نتائج جب سامنے آئیں گے تو سب کو نظر آجائے گا کہ شیطان نے کس کی راہ ماری اور کون کامیابی کی منزل پر پہنچا۔

فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۢ بِنَمِيْمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ عُتُلٍّۢ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝

فَلَا تُطِعِ	پس نہ کہا مانیں آپؐ	هَمَّازٍ	بہت طعنے دینے والے کا	بَعْدَ ذٰلِكَ	اس کے بعد
الْمُكَذِّبِيْنَ	جھٹلانے والوں کا	مَّشَّآءٍۢ	بہت چلنے والے کا	زَنِيْمٍ	بدنام کا
وَدُّوْا	چاہتے ہیں وہ	بِنَمِيْمٍ	چغلی کے ساتھ	اَنْ كَانَ	اس وجہ سے کہ وہ
لَوْ تُدْهِنُ(۱)	اگر ڈھیلے پڑیں آپؐ	مَّنَّاعٍ	بہت روکنے والے کا	ذَا مَالٍ	مال والا
فَيُدْهِنُوْنَ	تو ڈھیلے پڑیں وہ	لِّلْخَيْرِ	بھلے کاموں سے	وَّبَنِيْنَ	اور بیٹوں والا ہے
وَلَا تُطِعْ	اور نہ کہا مانیں آپؐ	مُعْتَدٍ	حد سے بڑھنے والے کا	اِذَا تُتْلٰى	جب پڑھی جاتی ہیں
كُلَّ حَلَّافٍ(۲)	بہت قسمیں کھانے والے کا	اَثِيْمٍ	بڑے گنہگار کا	عَلَيْهِ	اس کے سامنے
مَّهِيْنٍ	بے قدر کا	عُتُلٍّ	اجڈ کا	اٰيٰتُنَا	ہماری آیتیں

(۱) أدْهَنَ في الأمر: ڈھیلا پڑنا، نرمی برتنا (۲) حَلَّاف: صیغۂ مبالغہ ...... مهين: صفتِ مشبہ، مَهُنَ (ک) حقیر ہونا ...... هَمَّاز: صیغۂ مبالغہ، هَمَزَه (ض، ن) هَمْزًا: عیب لگانا، طعنہ دینا ...... مشاء: صیغۂ مبالغہ: بہت چلنے والا ...... مَشٰى بالنميمة: چغلی لگانا ...... مَنَّاع: اسم مبالغہ، بہت روکنے والا ...... معتد: اسم فاعل، اعتدى عن الحق: حق سے ہٹنا ...... أثيم: فعیل: برائے مبالغہ: بڑا گنہگار، أَثِمَ (س) إِثْمًا: گناہ کرنا ...... عُتُلّ: صیغہ صفت: سخت بدمزاج، اجڈ، عَتَلَهٗ (ض) سختی سے گھسیٹنا ...... زنیم: صفتِ مشبہ: بدنام، حرامی، زَنَمَ الشاةَ: بکری کے کان کا ایک حصہ کاٹ کر لٹکا ہوا چھوڑ دینا۔

فَالَ	(تو) کہتا ہے وہ:	الْاَوَّلِیْنَ	اگلوں کی	عَلَی الْخُرْطُوْمِ(۳)	سونڈ پر!
اَسَاطِیْرُ(۱)	جھوٹی داستانیں ہیں	سَنَسِمُهٗ(۲)	ابھی داغ دیں گے ہم اسکی	۞	۞

مشرکین نبی ﷺ کو دیوانہ کیوں کہتے تھے؟

مشرکین نبی ﷺ کو جو کائنات میں سب سے زیادہ فرزانے تھے دیوانہ اس لئے کہتے تھے کہ وہ اپنے ریوڑ (عوام) کو آپؐ سے دور رکھنا چاہتے تھے، لوگ آپؐ سے قریب ہونگے تو متاثر ہونگے اور ایمان لائیں گے، جیسے بدعتی: جب اہل حق ان کی مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے جاتے ہیں وہ مسجد کو دھوتے ہیں، اور کتا گھس جائے تو نہیں دھوتے، درحقیقت وہ چاہتے ہیں کہ ان کے عوام اہل حق سے قریب نہ ہوں، اس لئے دلوں میں اہل حق کی نفرت بٹھانے کے لئے وہ مسجد دھوتے ہیں، اسی طرح مشرکین نبی ﷺ کو پاگل کہہ کر بدنام کرتے تھے، تاکہ ان کے عوام آپؐ سے قریب نہ ہوں۔

البتہ اگر اہل حق ڈھیلے پڑجائیں اور بدعتیوں کی ہاں میں ہاں ملائیں تو وہ ان کو گلے لگائیں گے، اس لئے فرماتے ہیں: آپؐ ان کی بات کا اثر قبول نہ کریں، اپنی بات پر مضبوط رہیں۔

﴿فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝﴾

ترجمہ: پس آپؐ ان تکذیب کرنے والوں کی نہ سنیں —— ان کی بکواس سے دل گیر نہ ہوں —— وہ تو چاہتے ہیں کہ آپؐ ڈھیلے پڑیں —— یعنی مورتیوں کی نسبت اپنا رویہ بدل دیں —— تو وہ بھی ڈھیلے پڑیں —— یعنی پھر آپؐ ان کو بھانے لگیں گے، آپ عقلمند ہوجائیں گے، اور وہ آپؐ کے قریب آئیں گے، مگر ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟

نبی ﷺ کو دیوانہ کون کہتا ہے؟

چھلنی کہتی ہے جس میں ستّر سوراخ ہوتے ہیں!

مکہ میں ایک شخص تھا، مالدار اور جتھے والا، ولید بن مغیرہ اس کا نام لکھتے ہیں، وہ بدنام زمانہ اور عیوب کی پوٹ تھا، لوگوں میں اس کی چار پیسے کی وقعت نہیں تھی، مال اور اولاد کے ذریعہ رعب جماتا تھا، سورۃ المدثر آیت گیارہ اور اس کے بعد کی آیات میں بھی اس کا ذکر ہے، وہ نبی ﷺ کے بارے میں کہتا پھرتا تھا کہ یہ شخص پاگل ہے، اس سے بچو! جبکہ وہ خود برائیوں کا پلندہ تھا، قرآن نے اس کے نو عیوب ذکر کئے ہیں: ۱- وہ بات بات میں قسم کھاتا تھا، ایسا شخص جھوٹا ہوتا ہے ۲- لوگوں میں اس کی کچھ وقعت نہیں تھی ۳- عزت داروں کو طعنے دیتا تھا ۴- لگائی بجھائی اس کا مشغلہ تھا ۵- بھلے کاموں

---

(۱) اُسطورۃ کی جمع: مذہبی جھوٹی داستان (۲) نَسِمُ: ہم نشان لگائیں گے، مضارع، جمع متکلم وَسَمَه (ض) وَسْمًا و سِمَةً: داغ لگانا (۳) خرطوم: جمع خَرَاطِیم: درندہ کی ناک، اور زیادہ تر اس کا اطلاق ہاتھی اور خنزیر کی ناک پر ہوتا ہے۔

سے لوگوں کو روکتا تھا ۶- شرارتوں میں حد سے بڑھا ہوا تھا ۷- گناہوں کا ارتکاب کرتا تھا ۸- اجڈ اور سخت مزاج تھا ۹- اور بدنام (حرامی) بھی تھا، وہی آپؐ کو بدنام کرتا تھا۔

وہ یہ حرکت کیوں کرتا تھا؟ اس وجہ سے کہ وہ مال دار اور اولاد والا تھا، کہتے ہیں: اس کے دس لڑکے تھے، اور سب مجلس مشاورت کے ممبر تھے، ان کے ذریعہ لوگوں پر دھونس بٹھاتا تھا، جب نبی ﷺ اس کو قرآن سناتے تو وہ اس کو اگلوں سے منقول مذہبی جھوٹی داستانیں قرار دیتا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''ہم عنقریب اس کی سونڈ (ناک) پر داغ لگائیں گے'' جس سے وہ اور بدنام ہوگا، جزاءُ سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِثْلُھَا!

﴿وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ۝ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۝ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۝ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ۝ أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ۝ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ ۝﴾

ترجمہ: اور آپؐ اس شخص کی بات نہ مانیں جو: (۱) بہت زیادہ قسمیں کھانے والا (۲) بے وقعت (۳) طعنہ دینے والا (۴) چغلیاں کھانے والا (۵) نیک کاموں سے روکنے والا (۶) سرکشی میں حد سے گذرنے والا (۷) گناہوں کا ارتکاب کرنے والا (۸) اجڈ (سخت مزاج) ہے (۹) اور ان (عیوب) کے علاوہ وہ بدنام (حرامی) بھی ہے، بایں سبب (وہ یہ حرکت کرتا ہے) کہ وہ مال والا اور اولاد والا ہے، جب ہماری آیتیں اس کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہے: اگلوں سے منقول بے سند باتیں ہیں! ہم عنقریب (دنیا میں یا آخرت میں) اس کی سونڈ پر داغ لگائیں گے!

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ۝ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ۝ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ۝ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ۝ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ۝ أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِن كُنتُمْ صَارِمِينَ ۝ فَانطَلَقُوا وَهُمْ يَتَخَافَتُونَ ۝ أَن لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُم مِّسْكِينٌ ۝ وَغَدَوْا عَلَىٰ حَرْدٍ قَادِرِينَ ۝ فَلَمَّا رَأَوْهَا قَالُوا إِنَّا لَضَالُّونَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ۝ قَالَ أَوْسَطُهُمْ أَلَمْ أَقُل لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُونَ ۝ قَالُوا سُبْحَانَ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۝ فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَلَاوَمُونَ ۝ قَالُوا يَا وَيْلَنَا إِنَّا كُنَّا طَاغِينَ ۝ عَسَىٰ رَبُّنَا أَن يُبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَا إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا رَاغِبُونَ ۝ كَذَٰلِكَ الْعَذَابُ ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ

ع ۲۲

اَکۡبَرُ ۘ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۳﴾

اِنَّا بَلَوۡنٰهُمۡ	بیشک ہم نے ان کو آزمایا	مُصۡبِحِیۡنَ	صبح کے وقت	اِنَّا لَضَآلُّوۡنَ	بیشک ہم راستہ بھول گئے
کَمَا بَلَوۡنَآ	جس طرح ہم نے آزمایا	اَنِ اغۡدُوۡا	کہ سویرے چلو تم	بَلۡ نَحۡنُ	بلکہ ہم
اَصۡحٰبَ الۡجَنَّةِ	باغ والوں کو	عَلٰی حَرۡثِکُمۡ	اپنے کھیت پر	مَحۡرُوۡمُوۡنَ	محروم ہیں
اِذۡ اَقۡسَمُوۡا	جب قسمیں کھائیں انھوں نے	اِنۡ کُنۡتُمۡ	اگر ہو تم	قَالَ	کہا
لَیَصۡرِمُنَّهَا (۱)	کہ ضرور پھل توڑیں	صٰرِمِیۡنَ	پھل توڑنے والے	اَوۡسَطُهُمۡ (۵)	ان کے بہتر نے
	گے وہ اس کا	فَانۡطَلَقُوۡا	پس چلے وہ	اَلَمۡ اَقُلۡ	کیا نہیں کہا تھا میں نے
مُصۡبِحِیۡنَ (۲)	صبح کے وقت	وَهُمۡ	درانحالیکہ وہ	لَّکُمۡ	تم سے
وَلَا یَسۡتَثۡنُوۡنَ	اور ان شاء اللہ نہیں کہا	یَتَخَافَتُوۡنَ	چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے	لَوۡلَا تُسَبِّحُوۡنَ	کیوں نہیں پاکی بیان
	انھوں نے	اَنۡ لَّا	کہ نہ		کرتے تم
فَطَافَ عَلَیۡهَا	پس اس پر گھما	یَدۡخُلَنَّهَا	داخل ہو باغ میں	قَالُوۡا	کہا انھوں نے
طَآئِفٌ	ایک گھومنے والا	الۡیَوۡمَ	آج	سُبۡحٰنَ	پاک ہیں
مِّنۡ رَّبِّکَ	تیرے رب کی طرف سے	عَلَیۡکُمۡ	تمہارے پاس	رَبِّنَآ	ہمارے پروردگار!
وَهُمۡ	درانحالیکہ وہ	مِّسۡکِیۡنٌ	کوئی غریب	اِنَّا کُنَّا	بے شک تھے ہم
نَآئِمُوۡنَ	سوئے ہوئے تھے	وَّغَدَوۡا	اور سویرے چلے وہ	ظٰلِمِیۡنَ	قصوروار
فَاَصۡبَحَتۡ	پس صبح میں ہو کر رہ گیا وہ	عَلٰی حَرۡدٍ (۴)	روکنے (نہ دینے پر)	فَاَقۡبَلَ	پس متوجہ ہوا
کَالصَّرِیۡمِ (۳)	پھل توڑے ہوئے	قٰدِرِیۡنَ	قادر ہو کر	بَعۡضُهُمۡ	ان کا بعض
	درخت کی طرح	فَلَمَّا رَاَوۡهَا	پس جب دیکھا انھوں	عَلٰی بَعۡضٍ	بعض کی طرف
فَتَنَادَوۡا	پس ایک دوسرے کو		نے اس کو	یَتَلَاوَمُوۡنَ	ملامت کر رہے ہیں وہ
	پکارا انھوں نے	قَالُوۡٓا	کہا انھوں نے		ایک دوسرے کو

(۱) لیصرِمُن: مضارع، لام تاکید بانون تاکید ثقیلہ، صیغہ جمع مذکر غائب، صَرَمَ النخلَ: پھل توڑنا (۲) مصبحین: فاعل سے حال ہے (۳) صریم: فعیل بمعنی اسم مفعول: کاٹا ہوا (۴) علی حرد: قادرین سے متعلق ہے، اور حرد کے معنی ہیں: روکنا، نہ دینا (تھانویؒ) (۵) اوسط: درمیانی یعنی افضل۔

قَالُوْا	کہا انھوں نے	خَيْرًا مِّنْهَآ	اس باغ سے بہتر	وَلَعَذَابُ	اور البتہ سزا
يٰوَيْلَنَآ	ہائے کم بختی ہماری!	اِنَّآ	بے شک ہم	الْاٰخِرَةِ	آخرت کی
اِنَّا كُنَّا	بے شک تھے ہم	اِلٰى رَبِّنَا	اپنے رب کی طرف	اَكْبَرُ	(اس سے) بڑی ہے
طٰغِيْنَ	حد سے بڑھنے والے	رٰغِبُوْنَ	رغبت کرنے والے ہیں	لَوْ كَانُوْا	کاش ہوتے وہ
عَسٰى رَبُّنَآ	ہوسکتا ہے ہمارا پروردگار	كَذٰلِكَ	یوں	يَعْلَمُوْنَ	جانتے
اَنْ يُّبْدِلَنَا	کہ بدل دے ہمیں	الْعَذَابُ	آفت آتی ہے	۞	۞

اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کو خوش حالی سے آزمایا

سنتِ الٰہی یہ ہے کہ جب کسی قوم میں کوئی نبی مبعوث کیا جاتا ہے، اور قوم مخالفت پر کمربستہ ہوجاتی ہے تو پہلے ان کو تنگ حالی سے آزمایا جاتا ہے، پھر اگر وہ سیدھے نہیں ہوتے تو تنگ حالی کو خوش حالی سے بدل دیا جاتا ہے، اس پر بھی شکر گذار نہیں ہوتے تو عذابِ الٰہی آتا ہے، سورۃ الاعراف کی (آیات ۹۴و۹۵) ہیں:

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ۝ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۝ ﴾

ترجمہ: اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر وہاں کے رہنے والوں کو ہم نے محتاجی اور بیماری میں نہ پکڑا ہو، تاکہ وہ ڈھیلے پڑجائیں○ پھر ہم نے اس بدحالی کی جگہ خوش حالی بدل دی، یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی ہوئی، اور وہ (خوش فہمی سے) کہنے لگے کہ ہمارے آباؤ اجداد کو بھی تنگی اور راحت پیش آئی تھی، پس ہم نے ان کو دفعۃً پکڑ لیا، اور ان کو خبر بھی نہ تھی! (تھانویؒ)

مگر مکہ کے مشرکین کے ساتھ —— جب انھوں نے نبی ﷺ کی دعوت کی مخالفت کی —— برعکس معاملہ فرمایا، پہلے ان کو خوش حالی سے آزمایا، جب وہ ایمان نہیں لائے اور مخالفت تیز کردی تو نبی ﷺ نے ان کے لئے بددعا کی: اللّٰھم! سِنِيْنَ كَسِنِيْنِ يُوْسُفَ: الٰہی! ان پر یوسف علیہ السلام کے زمانے جیسا سات سالہ قحط مسلط فرما! چنانچہ ہجرت کے بعد سخت قحط پڑا، مردار، چمڑے اور ہڈیاں کھانے کی نوبت آئی، فضا میں دھواں نظر آنے لگا، ابوسفیان مدینہ آیا، اور ناتے کا واسطہ دے کر دعا کی درخواست کی، آپؐ نے دعا فرمائی اور لوگ نہال ہوگئے، اس سورت میں جو ابتدائی دور کی ہے یہ مضمون ایک مثال کے ذریعہ سمجھایا ہے: گفتہ آید در حدیثِ دیگراں! اور آخر میں اشارہ کیا ہے کہ اگر مشرکین سنبھل جائیں اور ایمان لے

آئیں تو ان کی خوش حالی باقی رہے گی، جیسے باغ والے اللہ کی طرف رجوع ہوئے تو اللہ نے ان کو بہتر باغ اور کھیت عنایت فرمائے، ورنہ ان پر اچانک آفت آئے گی۔

باغ والوں کا واقعہ: یمن میں ایک نیک آدمی تھا، اللہ نے اس کو بڑا باغ اور اس میں کھیتی کی زمین دی تھی، اس کا معمول تھا کہ جب باغ اترتا اور کھیت کٹتا تو وہ غریبوں اور مسکینوں کو نوازتا، اس کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے وارث ہوئے، ان کی نیت بگڑی، انھوں نے سوچا: غریب غرباء کیوں لے جائیں، ہمیں سب کیوں نہ رکھ لیں! چنانچہ جب باغ اور کھیت کے کٹنے کا وقت آیا اور مساکین امید باندھے بیٹھے تھے کہ انھوں نے رات میں مشاورت کی کہ صبح جلدی چلو، اور غریبوں کو بھنک نہ پڑے اس طرح باغ اور کھیت کاٹ لاؤ، اور ایسا پکا پلان بنایا کہ ان شاء اللہ کہنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی، پھر صبح سویرے ایک دوسرے کو اٹھایا، اور سب چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے تاکہ مساکین جاگ نہ جائیں کہ آج کسی غریب کو موقع ہی نہ دو کہ آدھمکے!

اُدھر رات میں باغ اور کھیت پر کوئی آفت آئی، بگولا آیا اس نے سب کچھ خاکستر کر دیا، جب وہ لوگ موقع پر پہنچے تو وہاں سنسان میدان پایا، پہلے تو انھوں نے سمجھا: ہم راستہ بھول کر غلط جگہ آ گئے، پھر گرد و نواح میں غور کیا تو کہنے لگے: ہماری قسمت پھوٹی! سب کچھ برباد ہو گیا! اس موقع پر جو نسبۃً اچھا بھائی تھا: اس نے کہا: میں نے رات میں مشورے کے وقت کہا نہ تھا کہ ایسا مت سوچو! غریبوں کا حق مارنا اچھا نہیں! اور اب اللہ کی پاکی کیوں بیان نہیں کرتے کہ یہ اللہ نے ظلم نہیں کیا، ہمارے لچھّن (کرتوت) کی سزا ہے۔ پھر سب بھائی ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے، اور سب نے اپنے جرم کا اعتراف کیا، تو اللہ نے ان کو اس سے بہتر باغ اور کھیت دیا۔

اور اس میں مشرکین کے لئے اشارہ ہے کہ تم بھی اگر اپنی خوش حالی پر شکر بجالاؤ گے تو تمہاری خوب چاندی ہوگی، ورنہ اچانک آفت آئے گی اور تم کفِ افسوس ملتے رہ جاؤ گے، اور آخرت کا عذاب جو تمہارے سروں پر منڈلا رہا ہے وہ تو اس سے کہیں زیادہ بڑا ہے، کاش تم سمجھو!

آیاتِ پاک: —— ہم نے ان (مکہ والوں) کی آزمائش کی —— اور ان کو خوش حال اور نہال کیا —— جیسے باغ والوں کی آزمائش کی، جب ان لوگوں نے باہم قسمیں کھائیں —— یعنی پکا پلان بنایا —— کہ وہ ضرور باغ کا پھل صبح چل کر توڑ لیں گے! اور انھوں نے ان شاء اللہ نہیں کہا —— کیونکہ ان کو اپنے پلان کی کامیابی کا یقین تھا، اس لئے انھوں نے ان شاء اللہ کہنے کی ضرورت نہیں سمجھی!

ایک واقعہ: ایک شخص جیب میں دس ہزار روپے ڈال کر پینٹھ میں گھوڑا خریدنے چلا، راستہ میں ایک دوست ملا، پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ کہا: پینٹھ میں گھوڑا خریدنے جا رہا ہوں، دوست نے کہا: ان شاء اللہ کہہ لو، کہنے لگا: جیب میں پیسے ہیں،

بازار میں گھوڑا ہے، ان شاء اللہ کی کیا ضرورت ہے!

خیر! پینٹھ میں پہنچا، بھیڑ میں جیب کٹ گئی، گھوڑے کا سودا کیا، جیب میں ہاتھ ڈالا تو آر پار! مجبوراً سودا ختم کر کے گھر لوٹا، راستہ میں اور دوست ملا، پوچھا: کہاں سے آرہے ہو؟ کہنے لگا: ان شاء اللہ گھر سے چلا تھا، ان شاء اللہ دس ہزار روپے جیب میں ڈالے تھے، ان شاء اللہ پینٹھ میں پہنچ کر گھوڑے کا سودا کیا، ان شاء اللہ پیسوں کے لئے جیب میں ہاتھ ڈالا ان شاء اللہ جیب کٹ چکی تھی، اس لئے ان شاء اللہ اب گھر جارہا ہوں! اب ان شاء اللہ کی قدر معلوم ہوئی۔

پس اس باغ پر ایک پھرنے والا پھر گیا آپ کے پروردگار کی طرف سے —— رات کو بگولا اٹھا، آگ لگی یا اور کوئی آفت آئی، اور سب کھیت اور باغ صاف ہو گیا —— اور وہ سور ہے تھے، پس صبح کو وہ باغ ایسا ہو گیا جیسے کٹا ہوا کھیت، پس وہ صبح کے وقت ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو: اگر تمھیں پھل توڑنا ہے —— پس وہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے ہوئے چلے کہ آج تم تک کوئی محتاج نہ آنے پائے! اور خود کو نہ دینے پر قادر سمجھ کر چلے! پھر جب اس باغ کو دیکھا تو کہنے لگے: واقعی ہم راستہ بھول گئے، بلکہ ہماری قسمت پھوٹی!

ان میں جو اچھا آدمی تھا اس نے کہا: کیا میں نے تم سے کہا نہ تھا! —— کہ ایسی بات مت سوچو؟ اب —— تم اللہ کی پاکی کیوں بیان نہیں کرتے! —— کہ یہ اللہ نے ظلم نہیں کیا بلکہ ہماری حرکت کی سزا ہے —— سب نے کہا: ہمارا پروردگار پاک ہے، بے شک ہم قصوروار ہیں —— یہ سب نے توبہ کی —— پھر ایک دوسرے کو الزام دینے لگے —— ناکامی کے وقت ایک دوسرے کو الزام دینے کا معمول ہے —— انھوں نے کہا: بے شک ہم حد سے نکلنے والے تھے —— یعنی سب نے اپنے قصور کا اعتراف کیا —— ہو سکتا ہے ہمارا پروردگار ہمیں اس کے بدلے میں اس سے اچھا باغ دیدے، بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف رجوع ہوتے ہیں —— یہ ان بھائیوں نے اللہ تعالیٰ سے امید باندھی، اور یہی ان کی دعا تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی امید پوری کی، اور ان کو بہتر باغ دیا۔

مشرکین سے خطاب: —— (دنیا میں) عذاب اسی طرح آتا ہے، اور آخرت کا عذاب (اس سے) بڑا ہے، کیا خوب ہوتا جو وہ لوگ سمجھتے! —— اور متقیوں کا انجام آگے آرہا ہے۔

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّٰتِ ٱلنَّعِيمِ ﴿٣٤﴾ أَفَنَجْعَلُ ٱلْمُسْلِمِينَ كَٱلْمُجْرِمِينَ ﴿٣٥﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ لَكُمْ كِتَٰبٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ ﴿٣٧﴾ إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَكُمْ أَيْمَٰنٌ عَلَيْنَا بَٰلِغَةٌ إِلَىٰ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ ۙ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ ﴿٣٩﴾

سَلْهُمْ أَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۚ﴿۴۰﴾ أَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَأْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ إِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۴۱﴾

إِنَّ	بے شک	فِيْهِ	جس میں	لَمَا	البتہ وہ ہے جو
لِلْمُتَّقِيْنَ	پرہیزگاروں کے لئے	تَدْرُسُوْنَ	تم پڑھتے ہو	تَحْكُمُوْنَ	تم فیصلہ کرتے ہو
عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان کے رب کے پاس	إِنَّ لَكُمْ	(کہ) بیشک تمہارے لئے	سَلْهُمْ	پوچھو ان سے
جَنّٰتِ	باغات ہیں	فِيْهِ	اس (کتاب) میں	أَيُّهُمْ	ان میں سے کون
النَّعِيْمِ	نعمتوں کے	لَمَا	البتہ وہ ہے جو	بِذٰلِكَ	اس کا
أَفَنَجْعَلُ	کیا پس گردانیں گے ہم	تَخَيَّرُوْنَ	پسند کرتے ہو تم	زَعِيْمٌ	ذمہ دار ہے
الْمُسْلِمِيْنَ	فرماں برداروں کو	أَمْ لَكُمْ	یا تمہارے لئے	أَمْ لَهُمْ	یا ان کے لئے
كَالْمُجْرِمِيْنَ	گنہگاروں کی طرح	أَيْمَانٌ	کوئی عہد و پیمان ہے	شُرَكَآءُ	ساجھی ہیں
مَا لَكُمْ	تمہیں کیا ہوا	عَلَيْنَا	ہمارے ذمے	فَلْيَأْتُوْا	پس چاہئے کہ لائیں وہ
كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ	کیسے فیصلے کرتے ہو	بَالِغَةٌ	پہنچنے والا	بِشُرَكَآئِهِمْ	اپنے ساجھیوں کو
أَمْ لَكُمْ	یا تمہارے لئے	إِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ	قیامت کے دن تک	إِنْ كَانُوْا	اگر ہوں وہ
كِتٰبٌ	کوئی کتاب ہے	إِنَّ لَكُمْ	(کہ) بیشک تمہارے لئے	صٰدِقِيْنَ	سچے

متقیوں کا انجام اور مشرکوں کی خام خیالی

قرآنِ کریم کفار و مشرکین کا انجام بیان کرنے کے بعد متقیوں کا انجام بیان کرتا ہے، اور یاد ہوگا کہ یہ سورت ابتدائی دور کی ہے، اس وقت کفارِ مکہ کو خوش حالی سے آزمایا جارہا تھا، فرماتے ہیں: تم دنیا کے باغ و بہار پر کیا ریجھ رہے ہو: آخرت میں کفر وشرک سے بچنے والوں کے لئے باغات ہونگے جو تمہاری موجودہ حالت سے کہیں بہتر ہونگے، جن میں ہر قسم کی نعمتیں ہونگی۔

﴿إِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾﴾

ترجمہ: بے شک پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے پاس — یعنی آخرت میں — نعمتوں کے باغات ہیں!

مشرکین کی خام خیالی: مشرکوں کے دماغ میں یہ بھوسا بھرا ہوا تھا کہ اگر قیامت کے دن مسلمانوں پر عنایت ہوگی تو ہم پر ان سے بہتر اور بڑھ کر ہوگی، اور جس طرح دنیا میں ہم کو اللہ نے عیش و رفاہیت میں رکھا ہے: وہاں بھی یہی معاملہ

رہے گا، اس کو فرماتے ہیں کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ وفادار غلام اور مجرم باغی کبھی برابر ہوسکتے ہیں؟ ایسا ہو تو خالی مونگ پھلی اور گری والی مونگ پھلی برابر ہوگئیں! اس کو عقلِ سلیم اور فطرت صحیحہ رد کرتی ہے ــــ پھر کیا کوئی نقلی دلیل تمہارے خیال کی تائید میں ہے؟ کیا کسی آسمانی کتاب میں تم یہ بات پڑھتے ہو کہ جو تم اپنے لئے پسند کرو گے وہی تمہیں ملے گا؟ اور تمہاری خواہشات پوری کی جائیں گی ــــ اور اللہ نے اس دنیا میں تو سب کو روزی پہنچانے کا وعدہ کیا ہے: پس کیا آخرت میں بھی اس کا وعدہ ہے؟ جو ایسا دعوی کرتا ہے وہ اس کو ثابت کرے ــــ اور اگر مشرکین اس خیال میں ہیں کہ ان کے دیوتا ان کا کلیان (صاحبِ اقبال) کریں گے تو بلا لائیں ان کو اور اپنی من مانی کاروائی کرادیں، لیکن یاد رکھیں! وہ عابدوں سے بھی زیادہ عاجز اور بے بس ہیں، وہ ان کی کیا مدد کریں گے، خود اپنی مدد نہیں کر سکتے۔

آیاتِ پاک: ــــ پس کیا ہم فرماں برداروں کو (آخرت میں) نافرمانوں کے برابر کردیں گے؟ تمہیں کیا ہوا: تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ کیا تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس میں تم پڑھتے ہو کہ بالیقین تمہارے لئے اس (کتاب) میں وہ چیز (لکھی) ہے جس کو تم پسند کرتے ہو؟ یا تمہارے لئے ہمارے ذمہ کچھ قسمیں چڑھی ہوئی ہیں، جو قیامت کے دن تک پہنچنے والی ہیں کہ تمہیں (آخرت میں) وہ چیز ملے گی جس کا تم فیصلہ کر رہے ہو، ان سے پوچھو: ان میں سے کون اس کا ذمہ دار ہے؟ کیا ان کے کچھ ساجھی ہیں؟ پس پیش کریں وہ اپنے ساجھیوں کو اگر وہ سچے ہیں۔

تفسیر: قسمیں چڑھی ہوئی ہیں: یعنی تم نے اللہ پر واجب کر رکھا ہے، اس دنیا میں تو اللہ نے خود اپنے ذمہ رزق رسانی واجب کی ہے: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ﴾ رہا آخرت کا معاملہ تو وہاں کفار سے اللہ نے کوئی وعدہ نہیں کیا کہ ان کو آخرت میں بھی نعمتیں دیں گے، قیامت کے دن تک پہنچنے والی: کا یہی مطلب ہے۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾

يَوْمَ	جس دن	فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ	پس وہ طاقت نہیں رکھیں گے	وَقَدْ كَانُوْا	اور تحقیق تھے وہ
يُكْشَفُ	کھولی جائے گی	خَاشِعَةً	جھکی ہوئی ہونگی	يُدْعَوْنَ	بلائے جاتے تھے
عَنْ سَاقٍ	پنڈلی	اَبْصَارُهُمْ	ان کی نگاہیں	اِلَى السُّجُوْدِ	سجدوں کی طرف
وَّيُدْعَوْنَ	اور وہ بلائے جائیں گے	تَرْهَقُهُمْ	چھائی ہوئی ہوگی ان پر	وَهُمْ	درانحالیکہ وہ
اِلَى السُّجُوْدِ	سجدہ کرنے کی طرف	ذِلَّةٌ	رسوائی	سٰلِمُوْنَ	صحیح سلامت تھے

میدانِ قیامت میں حق تعالیٰ ساق کی تجلی ظاہر فرمائیں گے

حق تعالیٰ میدانِ قیامت میں اپنی ساق (پنڈلی) کھولیں گے یعنی معمولی تجلی فرمائیں گے اور اہل محشر کو سجدہ کرنے کی دعوت دیں گے اس وقت تمام مؤمنین ومؤمنات سجدہ میں گر پڑیں گے، مگر اعتقادی منافقین اور کفار کی کمر نہیں مڑے گی، ان کی کمر تختہ سی ہو کر رہ جائے گی، محشر میں ایسا اس لئے کیا جائے گا کہ مؤمن و کافر اور مخلص ومنافق صاف طور پر کھل جائیں، اور ہر ایک کی اندرونی حالت حسّی طور پر مشاہد ہو جائے۔

اس دن منافقین وکفار کی ندامت وشرمندگی دیکھی نہیں جائے گی، ان کے چہروں پر بولیٹ (سیاہی) برس رہی ہوگی، کیونکہ دنیا میں ان کو سجدہ کا حکم دیا گیا تھا جبکہ وہ صحیح سالم تھے، اپنے اختیار سے سجدہ کر سکتے تھے، مگر کبھی اخلاص سے سجدہ نہیں کیا، اس کا اثر یہ ہوا کہ استعداد ہی ختم ہوگئی، اب وہ چاہتے ہوئے بھی سجدہ نہیں کر سکے۔

آیاتِ پاک: —— جس دن پنڈلی کھولی جائے گی، اور وہ (کفار) سجدہ کرنے کے لئے بلائے جائیں گے: پس وہ سجدہ نہ کر سکیں گے، ان کی نظریں جھکی ہوئی ہونگی، ان پر رسوائی چھائی ہوئی ہوگی، وہ لوگ سجدے کرنے کے لئے (دنیا میں) بلائے جاتے تھے درانحالیکہ وہ صحیح سالم تھے۔

فائدہ: ساق (پنڈلی) یَد (ہاتھ) اور وجه (چہرہ) کی طرح صفتِ متشابہ ہے، اور صفاتِ متشابہات کے بارے میں سلف کا مذہب تنزیہ مع التفویض ہے، پس اس کو ماننا اور اس کی کیفیت کو اللہ کے حوالے کرنا ضروری ہے، اور اس کی تاویل 'معمولی تجلی' ہے، اور اس کی شرح بخاری شریف کی حدیث میں ہے:

حدیث: نبی ﷺ نے فرمایا: "ہمارے پروردگار اپنی پنڈلی کھولیں گے، پس سجدہ کرے گا اس کو ہر مؤمن مرد وزن، اور باقی رہ جائے گا وہ شخص جو دنیا میں دکھانے اور سنانے کے لئے سجدہ کرتا تھا، یعنی منافق، وہ سجدہ کرنا چاہے گا، پس ہو جائے گی اس کی پیٹھ ایک تختہ!

تشریح: پنڈلی اللہ کی صفت ہے ہاتھ اور چہرے کی طرح، اس کی حقیقت اللہ ہی جانتے ہیں، اور سمجھانا یہ ہے کہ اس خاص تجلی کے ظہور کے وقت سب سجدہ میں گر پڑیں گے، مگر کافروں اور منافقوں کی کمر اکڑ کر رہ جائے گی، وہ دن پیس تختہ کے مانند ہو جائے گی، اس وقت مؤمن وکافر، اور مؤمن ومنافق کا فرق کھل جائے گا۔

فَذَرْنِیْ وَمَنْ یُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَ اُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ كَیْدِیْ مَتِیْنٌ ﴿۴۵﴾

فَذَرْنِیْ	پس چھوڑ دیجئے مجھے	سَنَسْتَدْرِجُهُمْ	بتدریج پکڑ رہے ہیں	وَ اُمْلِیْ	اور ڈھیل دے رہا ہوں میں
وَ مَنْ	اور اس کو جو		ہم ان کو	لَهُمْ	ان کو
یُّكَذِّبُ	جھٹلاتا ہے	مِّنْ حَیْثُ	ایسی جگہ سے	اِنَّ كَیْدِیْ	بے شک میری تدبیر
بِهٰذَا الْحَدِیْثِ	اس بات (قرآن) کو	لَا یَعْلَمُوْنَ	(کہ) نہیں جانتے وہ	مَتِیْنٌ	بڑی مضبوط ہے

اللہ کی لاٹھی میں آواز نہیں

مکہ کے مشرکین کو عذاب ہونا تو یقینی ہے، مگر جو تھوڑی دیر ہو رہی ہے وہ آپؐ کے لئے باعثِ تشویش نہ ہو، اللہ تعالیٰ گناہ کی سزا اس طرح دیتے ہیں کہ مجرم کو گمان بھی نہیں ہوتا، آپؐ ان کا معاملہ میرے حوالے کریں، میں خود ان سے نمٹ لونگا، میں ان کو اس طرح آہستہ آہستہ دوزخ کی طرف لے جاؤں گا کہ ان کو پتہ بھی نہیں چلے گا، رسّی ڈھیلی چھوڑتا رہونگا، وہ اپنی حالت پر مگن ہونگے کہ میرا عذاب ان کو آ پکڑے گا، میری تدبیر ایسی پکی ہے کہ کوئی اس کا توڑ نہیں کر سکتا، یہ ایک پیشین گوئی ہے جو اسلام کی ابتدا میں کی گئی، اس کا ظہور ہجرت کے بعد بدر وغیرہ میں ہوا۔

آیاتِ پاک: پس چھوڑ دیجئے مجھے اور ان لوگوں کو جو اس کلام کو جھٹلاتے ہیں، ہم ان کو آہستہ آہستہ لے جا رہے ہیں اس طرح کہ ان کو خبر بھی نہیں، اور میں ان کو ڈھیل دے رہا ہوں، بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ اِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿۴۸﴾ لَوْلَاۤ اَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿۴۹﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۵۱﴾ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۲﴾

ع ۲

اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ	کیا مانگتے ہیں آپ ان سے	مُّثْقَلُوْنَ	دبے ہوئے ہیں	یَكْتُبُوْنَ	(اس کو) لکھتے ہیں
اَجْرًا	کوئی معاوضہ	اَمْ عِنْدَهُمُ	یا ان کے پاس	فَاصْبِرْ	پس انتظار کریں آپؐ
فَهُمْ	پس وہ	الْغَیْبُ	غیب (کی خبر) ہے	لِحُكْمِ	حکم کا
مِّنْ مَّغْرَمٍ	تاوان سے	فَهُمْ	پس وہ	رَبِّكَ	اپنے رب کے

وَلَا تَكُنْ	اور نہ ہوں آپؐ	وَ هُوَ	درانحالیکہ وہ	بِاَبْصَارِهِمْ	اپنی نظروں کے ذریعہ
كَصَاحِبِ الْحُوْتِ	مچھلی والے کی طرح	مَذْمُوْمٌ	الزام خوردہ ہوتا	لَمَّا	جب
اِذْ نَادٰى	جب پکارا اس نے	فَاجْتَبٰهُ	پس چن لیا اس کو	سَمِعُوا	سنی انھوں نے
وَهُوَ مَكْظُوْمٌ	درانحالیکہ وہ دم گھٹا ہوا تھا	رَبُّهٗ	اس کے رب نے	الذِّكْرَ	نصیحت
لَوْلَآ اَنْ	اگر نہ ہوتی یہ بات کہ	فَجَعَلَهٗ	پس گردانا اس کو	وَ يَقُوْلُوْنَ	اور کہتے ہیں وہ
تَدٰرَكَهٗ	سنبھال لیا اس کو	مِنَ الصّٰلِحِيْنَ	نیک لوگوں میں سے	اِنَّهٗ	بے شک وہ
نِعْمَةٌ	مہربانی نے	وَاِنْ يَّكَادُ	اور بے شک قریب ہیں	لَمَجْنُوْنٌ	یقیناً پاگل ہے
مِّنْ رَّبِّهٖ	اس کے رب کی	الَّذِيْنَ	جنھوں نے	وَمَا هُوَ	حالانکہ نہیں ہے وہ
لَنُبِذَ	(تو) البتہ ڈالا جاتا	كَفَرُوْا	انکار کیا	اِلَّا ذِكْرٌ	مگر نصیحت
بِالْعَرَآءِ	چٹیل میدان میں	لَيُزْلِقُوْنَكَ	کہ پھسلادیں آپ کو	لِّلْعٰلَمِيْنَ	سارے جہانوں کیلئے

رسول کی بات نہ ماننے کی وجہ

افسوس! مشرکین تباہی کی طرف جارہے ہیں مگر آپؐ کی بات نہیں مانتے، آخر نہ ماننے کی وجہ کیا ہے؟ (۱) کیا آپؐ ان سے کچھ معاوضہ طلب کرتے ہیں جو ان کو بھاری پڑ رہا ہے؟ (۲) یا ان کے پاس وحی آتی ہے: جس کو وہ قرآن کی طرح لکھ لیتے ہیں؟ اس لئے آپؐ کی اتباع کی ضرورت نہیں سمجھتے! آخر کوئی وجہ تو ہونی چاہئے! —— جب ان پر کچھ بار بھی نہیں ڈالا جاتا اور وحی سے استغناء بھی نہیں تو بات نہ ماننے کا سبب بجز عناد اور ہٹ دھرمی کے اور کیا ہوسکتا ہے؟

﴿ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: کیا آپؐ ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ اس تاوان (بوجھ) سے دبے جارہے ہیں؟ یا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے، پس وہ اس کو لکھ لیتے ہیں۔

ابھی وطن چھوڑنے کا وقت نہیں آیا، آپؐ یونس علیہ السلام کی طرح جلدی نہ کریں

مشرکین نے نبی ﷺ کے لئے مکہ میں جینا حرام کردیا تھا، ہر طرف سے پاگل! پاگل! کی آوازیں آتی تھیں، ایسی صورت میں آدمی سوچتا ہے کہ کہیں اور نکل جاؤں، ملکِ خدا تنگ نیست پائے گدا لنگ نیست! اس لئے ارشاد فرماتے ہیں: ابھی وطن چھوڑنے کا وقت نہیں آیا، آپؐ حضرت یونس علیہ السلام کی طرح جلدی نہ کریں، جب وقت آئے گا حکم الٰہی آئے گا، اس وقت قدم نکالیں۔

حضرت یونسؑ نینوی والوں کی ہدایت کے لئے مبعوث کئے گئے تھے، یہ شہر دریائے فرات کے کنارے پر تھا، آپؑ نے عرصہ تک ان پر محنت کی مگر نتیجہ صفر رہا، بالآخر آپؑ نے عذاب کی اطلاع دی، پھر چوک یہ ہوئی کہ ہجرت کی اجازت کے بغیر چل دیئے، یہ خیال کر کے کہ جب عذاب آنا ہے تو میرا یہاں کیا کام! حالانکہ وہاں ان کی ضرورت تھی، قوم توبہ کرنے والی تھی، اور عذاب ٹل جانے والا تھا، اس لئے کشتی میں ان کو ابتلا پیش آیا، اس لئے فرمایا کہ آپؐ ان کی طرح جلدی نہ کریں، اور یونس علیہ السلام کا تذکرہ سورۃ یونس (آیت ۹۸) سورۃ الانبیاء (آیات ۸۷و۸۸) اور سورۃ الصافات (آیات ۱۳۹–۱۴۸) میں آچکا ہے۔

﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوتِ ۘ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ۝ لَوْلَا أَنْ تَدَارَكَهُ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ لَنُبِذَ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ مَذْمُومٌ ۝ فَاجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝﴾

ترجمہ: پس آپؐ اپنے رب کے حکم کا انتظار کریں اور مچھلی والے (پیغمبر) کی طرح نہ ہوں، جب اس نے دعا کی درانحالیکہ اس کا دم گھٹا ہوا تھا ــــ یعنی مچھلی کے پیٹ میں دعا کی ــــ اگر احسانِ الٰہی اس کی دستگیری نہ کرتا تو وہ بدحالی کی حالت میں کھلے میدان میں ڈالا جاتا، پس اس کو اس کے رب نے برگزیدہ کیا، اور اس کو نیک لوگوں میں شامل کیا ــــ اور حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ نبی ﷺ یونس بن متّی سے بہتر ہیں!

مشرکین آپؐ کو گھبرا کر مقام صبر سے ڈگمگانا چاہتے ہیں، آپؐ اپنی جگہ جمے رہیں

أَزْلَقَ فلانا ببصرہ (باب افعال) کے معنی ہیں: کسی کو انتہائی غضبناک نگاہ سے دیکھنا کہ وہ لڑکھڑا جائے یا لڑکھڑانے کے قریب ہوجائے، مجرد زَلَقَ ببصرہ کے بھی یہی معنی ہیں، کفار مکہ آپؐ کو غضبناک اور ترچھی نگاہوں سے دیکھتے تھے، تاکہ آپؐ کو اپنے مقام سے لغزش دیدیں اور جب وہ اللہ کا کلام سنتے تھے تو کہتے تھے: یہ دیوانے کی بڑ ہے! اسے مت سنو! فرماتے ہیں: یہ کلام تو تمام جہاں والوں کے لئے نصیحت اور ان کی صلاح وفلاح کا ضامن ہے، ایسا کلام کہیں کوئی پاگل کہہ سکتا ہے؟ شروع سورت میں کفار کے اسی طعن کا مدلل جواب دیا ہے، ختم سورت پر اسی کا ایک دوسرے انداز سے جواب دیا ہے۔

﴿وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ ۝ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ ۝﴾

ترجمہ: بے شک (شان یہ ہے کہ) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منکرین جب قرآن سنتے ہیں تو آپؐ کو غضبناک نظروں سے دیکھ کر اپنے مقام سے پھسلا دیں گے، اور کہتے ہیں: بالیقین وہ پاگل ہے! حالانکہ یہ قرآن جہانوں کے لئے نصیحت ہے!

کسی انسان کو نظر لگ جائے تو وَإِنْ يَكَادُ سے آخر تک پڑھ کر دم کریں اثر زائل ہوجائے گا (حسن بصریؒ)

﴿جمعہ ۱۵/ ذی قعدہ ۱۴۳۷ = ۱۹/ اگست ۲۰۱۶ء﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الحاقۃ

اس سورت کا اور آئندہ سورت کا موضوع آخرت (قیامت) ہے، بالترتیب مضامین چل رہے ہیں، سورۃ الملک میں توحید کا اور القلم میں رسالت کا بیان تھا، یہ تینوں مضامین مالوف سے بعید ہیں، اس لئے مکی دور کی پچاسی سورتوں میں یہی مضامین بار بار مختلف پیرایوں میں بیان کئے گئے ہیں، اور کلام الٰہی کا اعجاز یہ ہے کہ تکرار کہیں محسوس نہیں ہوتی، اس سورت میں قیامت کے تحققِ وقوع کا بیان ہے، یعنی قیامت کا آنا ایک پکی بات ہے، اس میں ذرا شک کی گنجائش نہیں، اور آئندہ سورت میں منکرین قیامت کی تعذیب کی تفصیل ہے، اور اس سورت میں چار مضامین ہیں:

۱- قیامت کی خبر ایک پکی بات ہے، اور اس کو اس طرح مدلل کیا ہے کہ جن قوموں نے اس کا انکار کیا وہ ہلاک کی گئیں، اقوامِ خمسہ (قوم نوح، عاد، ثمود، فرعون اور قوم لوط) کا ذکر کیا ہے، انھوں نے پیغمبروں کا انکار کیا، توحید کو نہیں مانا اور انھوں نے آخرت کی جو خبر دی اس کو جھٹلایا، اس لئے صفحۂ ہستی سے مٹادی گئیں، یہ دلیل ہے کہ قیامت کی خبر پکی ہے، جو اس کا انکار کرے گا وہ تباہ ہوگا (یہ مضمون آیت بارہ تک ہے)

۲- قیامت کا حادثہ کس طرح رونما ہوگا؟ اس دن آسمانوں کا کیا حال ہوگا؟ (یہ مضمون آیت ۱۸ تک ہے)

۳- قیامت کے دن لوگ دو قسموں میں منقسم ہونگے: دائیں والے اور بائیں والے، پھر ہر ایک کی جزاوسزا کا بیان ہے (یہ مضمون پہلے رکوع کے ختم تک ہے)

۴- قیامت کے وقوع کو نزولِ قرآن کی مثال سے سمجھایا ہے، یہ اہم مضمون ہے، کچھ حقائق مرئی اور کچھ غیر مرئی ہوتے ہیں، دونوں کے مجموعہ سے قرآن کا نزول ہوا ہے، تفصیل آگے آئے گی، اسی طرح آخرت جو غیر مرئی ہے دنیا سے قریب آئے گی جو مرئی ہے، اور دونوں کے امتزاج سے قیامت قائم ہوگی، پھر دنیا کا آخرت کی طرف عروج ہوگا، پھر آخرت تاابد چلتی رہے گی۔



آیاتها ۵۲ (۶۹) سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ (۷۸) رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَاقَّةُ ۝۱ مَا الْحَاقَّةُ ۝۲ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْحَاقَّةُ ۝۳ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝۴ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝۵ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝۶ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝۷ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝۸ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝۹ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝۱۰ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝۱۱ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝۱۲

اَلْحَاقَّةُ (۱)	وہ بالکل پکی بات!	بِالطَّاغِيَةِ (۳)	نہایت سخت آواز سے	وَثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ	اور آٹھ دن
مَا الْحَاقَّةُ	کیا ہے وہ بالکل پکی بات؟	وَاَمَّا عَادٌ	اور رہے عاد	حُسُوْمًا (۵)	لگاتار
وَمَا اَدْرٰىكَ	اور کیا تو جانتا ہے	فَاُهْلِكُوْا	تو ہلاک کیے گئے وہ	فَتَرَى	پس دیکھتا ہے تو
مَا الْحَاقَّةُ	وہ بالکل پکی بات کیا ہے؟	بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ (۴)	نہایت ٹھنڈی ہوا کے	الْقَوْمَ	لوگوں کو
كَذَّبَتْ	جھٹلایا		ذریعہ	فِيْهَا	ان (دنوں) میں
ثَمُوْدُ وَعَادٌ	ثمود اور عاد نے	عَاتِيَةٍ	بے قابو ہونے والی	صَرْعٰى	پچھڑا ہوا
بِالْقَارِعَةِ (۲)	کھڑکھڑانے والی چیز کو	سَخَّرَهَا	مسلط کیا اس کو	كَاَنَّهُمْ	گویا وہ
فَاَمَّا ثَمُوْدُ	پس رہے ثمود	عَلَيْهِمْ	ان پر	اَعْجَازُ	تنے ہیں
فَاُهْلِكُوْا	تو ہلاک کیے گئے وہ	سَبْعَ لَيَالٍ	سات راتیں	نَخْلٍ	کھجور کے

(۱) الحاقّ اور الحقّ: ایک ہیں، أی الأمر الثابت: پکی اور قطعی بات (۲) قَرَعَ الباب: کھٹکھٹانا، یہ بھی قیامت کا ایک نام ہے (۳) طاغیة: سرکش، یہاں زلزلہ کی سخت آواز مراد ہے (۴) صرصر: ٹھر...... عاتیة: فرشتوں کے قابو سے باہر (۵) حسوما: حاسم کی جمع، حَسَمَتِ الدابةَ: جانور کو مسلسل داغنا، یہاں تتابع (لگاتار) مراد ہے۔

خَاوِيَةٍ	کھوکھلے	بِالْخَاطِئَةِ	گناہوں کے ساتھ	حَمَلْنٰكُمْ	سوار کیا تم کو
فَهَلْ تَرٰى	پس کیا دیکھتا ہے تو	فَعَصَوْا	پس نافرمانی کی انھوں نے	فِي الْجَارِيَةِ	چلتی کشتی میں
لَهُمْ	ان میں سے	رَسُوْلَ رَبِّهِمْ	اپنے رب کے رسول کی	لِنَجْعَلَهَا	تا کہ بنائیں ہم اس کو
مِّنْ بَاقِيَةٍ	کوئی بچا ہوا؟	فَاَخَذَهُمْ	پس پکڑا ان کو	لَكُمْ	تمہارے لئے
وَجَآءَ	اور آیا	اَخْذَةً	پکڑنا	تَذْكِرَةً	یادگار
فِرْعَوْنُ	فرعون	رَّابِيَةً (۱)	تباہ کرنے والا (سخت)	وَّتَعِيَهَآ (۲)	اور یاد رکھیں اس کو
وَمَنْ قَبْلَهٗ	اور جو ان سے پہلے ہوئے	اِنَّا لَمَّا	بے شک ہم نے جب	اُذُنٌ	کان
وَالْمُؤْتَفِكٰتُ	اور الٹی ہوئی بستیوں والے	طَغَا الْمَآءُ	پانی ابلا	وَّاعِيَةٌ	یاد رکھنے والے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

قیامت کا واقعہ ایسا قطعی ہے کہ جس نے اس کا انکار کیا ہلاک ہوا

سوال کبھی استحضار (ذہن حاضر کرنے) کے لئے ہوتا ہے، اور یہاں استفہام (سوال) کا جواب محذوف ہے، یعنی وہ پکا واقعہ: قیامت کا واقعہ ہے، اور قرینہ پانچ قوموں کا ذکر ہے جو قیامت کا انکار کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئیں، ارشاد فرماتے ہیں: وہ پکی بات! وہ پکی بات کیا ہے؟ اور آپ جانتے ہیں وہ پکی بات کیا ہے؟ —— وہ قیامت ہے —— ثمود اور عاد نے اس کھٹکھٹانے والے واقعہ کو جھٹلایا، پس ثمود تو ایک زور کی آواز سے ہلاک کئے گئے —— بھونچال آیا، اس کی بھیانک آواز سے سب کھیت رہے! —— اور رہے عاد تو وہ بے قابو ہونے والی نہایت ٹھنڈی تیز وتند ہوا سے ہلاک کئے گئے، اللہ نے اس کو ان پر مسلسل سات راتیں اور آٹھ دن مسلط کیا، پس دیکھتا ہے تو ان لوگوں کو ان دنوں میں پچھڑا ہوا، گویا وہ کھجور کے کھوکھلے تنے ہیں —— وہ لوگ قدر آور تھے، اس لئے کھجور کے تنوں سے تشبیہ دی اور بے جان ہو گئے تھے اس لئے کھوکھلے کہا —— پس کیا تجھے ان میں سے کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے؟ —— نہیں! بچے اور عورتیں سب ہلاک ہو گئے —— اور فرعون نے اور اس سے پہلے والوں نے —— یعنی قوم نوح اور عاد وثمود نے۔

سوال: عاد وثمود کا ذکر آ گیا؟ جواب: وہ ان کی ہلاکت کا ذکر تھا، اب ان کے ارتکابِ جرم کا ذکر ہے —— اور الٹی ہوئی بستیوں نے بڑے قصور کئے —— کیا قصور کئے؟ —— سو انھوں نے اپنے پروردگار کے پیامبر کی نافرمانی کی

(۱) رابیة: سختی میں بڑھا ہوا، رَبَا الشیئُ: زیادہ ہونا (۲) وَعیٰ یَعِیْ وَعْیًا: یاد رکھنا۔

—— اس کی باتوں کو نہیں مانا —— پس اللہ نے ان کو بہت سخت پکڑا —— یہ چار قوموں کا ذکر ہوا: عاد، ثمود، فرعون اور قوم لوط کا، آگے پانچویں قوم کا ذکر ہے —— بے شک ہم نے جب پانی میں طغیانی آئی تو تمہیں چلتی کشتی میں سوار کیا، تاکہ ہم اس واقعہ کو تمہارے لئے ایک یادگار بنائیں، اور اس کو یاد رکھنے والے کان یاد رکھیں!

سوال: کان کی تخصیص کیوں کی؟ بوجھتا تو دل ہے!

جواب: بعد کے لوگ کتابوں میں یہ واقعہ پڑھیں گے یا سنیں گے جبھی دل یاد رکھے گا، اس لئے ابتدائی مرحلہ کا ذکر کیا۔

فَاِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾

فَاِذَا	پس جب	دَكَّةً وَّاحِدَةً (۲)	ایک بار کوٹنا	وَيَحْمِلُ	اور اٹھائے ہوئے ہوں گے
نُفِخَ	پھونکا جائے گا	فَيَوْمَئِذٍ	پس اس دن	عَرْشَ رَبِّكَ	آپ کے رب کے تخت کو
فِي الصُّوْرِ	نرسنگے میں	وَّقَعَتِ	ہو پڑے گا	فَوْقَهُمْ	اپنے اوپر
نَفْخَةٌ (۱)	پھونکنا	الْوَاقِعَةُ	ہو پڑنے والا واقعہ	يَوْمَئِذٍ	اس دن
وَّاحِدَةٌ	ایک بار	وَانْشَقَّتِ	اور پھٹ جائے گا	ثَمٰنِيَةٌ	آٹھ (فرشتے)
وَّ حُمِلَتِ	اور اٹھائی جائے گی	السَّمَآءُ	آسمان	يَوْمَئِذٍ	اُس دن
الْاَرْضُ	زمین	فَهِيَ يَوْمَئِذٍ	پس وہ اس دن	تُعْرَضُوْنَ	تم پیش کئے جاؤ گے
وَالْجِبَالُ	اور پہاڑ	وَّاهِيَةٌ	بودا ہوگا	لَا تَخْفٰى	نہیں پوشیدہ ہوگی
فَدُكَّتَا	پس کوٹ دیئے جائیں	وَّالْمَلَكُ	اور فرشتے	مِنْكُمْ	تمہاری
	گے دونوں	عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا (۳)	آسمان کے کناروں پر ہوں گے	خَافِيَةٌ	ادنی سی بات

(۱) نفخةٌ: ھو محذوف کی خبر ہے، نائب فاعل نہیں، جیسے: ضُرب في ظهره ضربةٌ واحدةٌ أي هو ضربة واحدة (۲) دكة واحدة: مفعول مطلق ہے (۳) رَجا کی جمع: جانب، کنارہ۔

جب قیامت کا حادثہ رونما ہوگا تو آسمان، زمین اور پہاڑوں وغیرہ کا کیا حال ہوگا؟

جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو سارا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا، ارشاد فرماتے ہیں: —— پس جب صور میں پھونکا جائے گا: (وہ) ایک پھونکنا (ہے) —— یعنی یکبارگی پھونکنا ہے یا تھوڑی دیر کے لئے پھونکنا ہے —— اور زمین اور پہاڑ اٹھائے جائیں گے —— وہ اپنے حیّز کو چھوڑ دیں گے —— پھر دونوں ایک ہی مرتبہ میں باہم ٹکرا دیئے جائیں گے —— اور کوٹ پیٹ کر ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے —— تو اس دن ہونے والا واقعہ ہو پڑے گا —— یعنی وہی وقت قیامت کے برپا ہونے کا ہوگا —— اور آسمان پھٹ جائے گا —— وہ آسمان جس میں لاکھوں سال گذرنے پر بھی کہیں شگاف نہیں پڑا پھٹنا شروع ہوگا —— اور وہ اس دن بالکل بودا ہوگا —— جیسے پُرانا بوسیدہ کپڑا پھٹتا ہے آسمان پھٹنے لگے گا —— اور فرشتے اس کے کناروں پر آجائیں گے —— آسمان درمیان سے پھٹنا شروع ہوگا اور فرشتے اس کے کناروں پر چلے جائیں گے —— اور آپ کے پروردگار کے شاہی تخت کو اس دن آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے ہونگے —— اب عرشِ عظیم کو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں، اُس دن چار اور ساتھ لگیں گے، اور ایسا اظہار جلال واکرام کے لئے ہوگا —— اس دن تمہاری پیشی ہوگی —— سب اللہ کی عدالت میں حاضر کئے جائیں گے —— تمہاری ادنی بات پوشیدہ نہیں ہوگی —— کسی کی کوئی نیکی بدی چھپی نہیں رہے گی، سب کچھ اللہ کے علم میں ہوگا، اور انصاف سے فیصلہ ہوگا۔

فائدہ: جس طرح ماورائے طبیعی دنیا (عالم آخرت) کے معاملات کو ابھی پوری طرح نہیں سمجھ سکتے، جنت کے نیچے نہریں کیسے بہہ رہی ہیں؟ اس کے میوے کس طرح جھکے ہوئے ہیں؟ حور وغلمان کی حقیقت کیا ہے؟ اسی طرح جہنم کے احوال کو بھی تقریبی ہی سمجھ سکتے ہیں، یہ معاملات اچھی طرح اس وقت سمجھ میں آئیں گے جب ہم آخرت میں پہنچیں گے۔

اسی طرح مستقبل (آئندہ) کے معاملات بھی ابھی ہم پوری طرح نہیں سمجھ سکتے، دھندلا سا تصور کر سکتے ہیں، جیسے یاجوج وماجوج آسمان کی طرف جو تیر چلائیں گے: ان کی نوعیت کیا ہوگی؟ وہ وقت بتائے گا، ابھی ہم اس کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے —— قیامت میں پیش آنے والے معاملات بھی مستقبل کی باتیں ہیں، زمین اور پہاڑ کیسے ٹکرائیں گے؟ آسمان کیسے پھٹے گا؟ یہ باتیں وقت پر سمجھ میں آئیں گی، ابھی ان کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے، لہٰذا اس سلسلہ میں دماغ سوزی کی ضرورت نہیں، میں بھی قیامت سے متعلق آیات کا صرف ترجمہ کر رہا ہوں، میں ابھی اس کی کوئی تشریح نہیں کر سکتا۔

فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ﴿١٩﴾ إِنِّي ظَنَنْتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢٠﴾ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٢﴾ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٣﴾

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔۢا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۝ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ۝ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ ۝ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۝ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ۝

ع

فَاَمَّا مَنْ	پس رہا جو	فِيْ عِيْشَةٍ	گذران میں ہوگا	الْخَالِيَةِ	گذرے ہوئے
اُوْتِيَ	دیا گیا	رَّاضِيَةٍ	من مانے	وَاَمَّا مَنْ	اور رہا جو
كِتٰبَهٗ	اس کی کتاب	فِيْ جَنَّةٍ	باغ میں	اُوْتِيَ	دیا گیا
بِيَمِيْنِهٖ	اس کے دائیں ہاتھ میں	عَالِيَةٍ	اونچے	كِتٰبَهٗ	اس کی کتاب
فَيَقُوْلُ	پس کہے گا وہ	قُطُوْفُهَا	اس کے میوے	بِشِمَالِهٖ	اس کے بائیں ہاتھ میں
هَآؤُمُ (۱)	لو	دَانِيَةٌ	جھکنے والے ہیں	فَيَقُوْلُ	پس وہ کہے گا:
اقْرَءُوْا	پڑھو	كُلُوْا	کھاؤ	يٰلَيْتَنِيْ	کیا اچھا ہوتا
كِتٰبِيَهْ (۲)	میری کتاب	وَاشْرَبُوْا	اور پیو	لَمْ اُوْتَ	نہ دیا جاتا میں
اِنِّيْ ظَنَنْتُ	بیشک میں نے گمان کیا	هَنِيْٓـًٔۢا (۳)	رچ پچ کر	كِتٰبِيَهْ	میری کتاب
اَنِّيْ مُلٰقٍ	کہ مجھے ملنے والا ہے	بِمَآ اَسْلَفْتُمْ	ان اعمال کے بدل جو	وَلَمْ اَدْرِ	اور نہ جانتا میں
حِسَابِيَهْ	میرا حساب		آگے بھیجے تم نے	مَا حِسَابِيَهْ	کیا حساب ہے میرا
فَهُوَ	پس وہ	فِي الْاَيَّامِ	دنوں میں	يٰلَيْتَهَا	کیا اچھا ہوتا وہی موت

(۱) هَاؤُم: اسم فعل بمعنی خذوا (۲) کتابیہ: ی: مضاف الیہ، اور آخر میں ھا سکتہ کی ہے (۳) ھنیئا أی أکلاً وشرباً ھنیئا، مفعول مطلق ہے۔

كَانَتِ الْقَاضِيَةَ	ختم کردینے والی ہوتی	ثُمَّ	پھر	عَلٰى طَعَامِ	کھلانے پر
مَآ اَغْنٰى	کچھ کام نہیں آیا	فِىْ سِلْسِلَةٍ	ایک زنجیر ہے	الْمِسْكِيْنِ	فقیر کے
عَنِّىْ	میرے	ذَرْعُهَا	جس کی پیائش	فَلَيْسَ	پس نہیں ہے
مَالِيَهْ	میرا مال	سَبْعُوْنَ	ستّر	لَهُ	اس کے لئے
هَلَكَ	برباد ہوئی	ذِرَاعًا	گز ہے	الْيَوْمَ	آج
عَنِّىْ	مجھ سے	فَاسْلُكُوْهُ	پس اس کو جکڑو	هٰهُنَا	یہاں
سُلْطٰنِيَهْ	میری سلطنت	اِنَّهٗ كَانَ	بے شک وہ تھا	حَمِيْمٌ	کوئی غم گسار دوست
خُذُوْهُ	پکڑو اس کو	لَا يُؤْمِنُ	نہیں ایمان لایا تھا	وَّلَا طَعَامٌ	اور نہیں ہے کھانا
فَغُلُّوْهُ	پس طوق پہناؤ اس کو	بِاللّٰهِ	اللہ پر	اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ	مگر دھوون سے
ثُمَّ الْجَحِيْمَ	پھر دوزخ میں	الْعَظِيْمِ	سب سے بڑے	لَّا يَاْكُلُهٗٓ	نہیں کھاتے اس کو
صَلُّوْهُ	ٹھونسو اس کو	وَلَا يَحُضُّ	اور نہیں ابھارتا تھا	اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ	مگر گنہگار

قیامت کے دن لوگوں کی دوقسمیں ہونگی: اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال، اور دونوں کے احوال

اصحاب الیمین: —— پھر جس شخص کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا —— سابقین کو بھی دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا —— وہ کہے گا: لو، پڑھو میرا نامۂ اعمال! مجھے یقین تھا کہ میرے سامنے میرا حساب آنے والا ہے، پس وہ شخص پسندیدہ عیش میں، بہشت بریں میں ہوگا، جس کے میوے جھکے ہوئے ہونگے —— ان سے فرشتے کہیں گے: —— مزے سے کھاؤ پیؤ ان اعمال کے صلہ میں جو تم نے گذشتہ ایام میں کئے ہیں!

اصحاب الشمال: —— اور جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ کہے گا: کیا اچھا ہوتا جو مجھ کو میرا نامۂ اعمال نہ دیا جاتا، اور مجھ کو میرے حساب کی خبر ہی نہ ہوتی، کیا اچھا ہوتا کہ پہلی موت ہی پر خاتمہ ہوجاتا، میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا، میرا جاہ بھی گیا گذرا ہوا —— فرشتوں کو حکم ہوگا: —— اس کو پکڑو، اور اس کو طوق پہناؤ، پھر اس کو دوزخ میں جھونکو، پھر ایک ایسی زنجیر میں اس کو باندھو جس کی پیائش ستّر گز ہے —— زنجیر کا لمبا اور بھاری ہونا ایک مستقل عذاب ہے —— وہ شخص خدائے بزرگ پر ایمان نہیں رکھتا تھا، نہ غریب کو کھلانے کی ترغیب دیتا تھا، پس یہاں آج اس شخص کا نہ کوئی غم گسار دوست ہے، اور نہ اس کو کوئی کھانے کی چیز نصیب ہوگی، سوائے (جہنمیوں کے) زخموں کے دھوون کے، جس کو بڑے گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا!

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ وَاِنَّهٗ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنَّهٗ لَحَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾

ع ۲ ۱۵

فَلَآ (۱)	پس نہیں	وَلَا بِقَوْلِ	اور نہیں ہے بات	لَاَخَذْنَا	ضرور پکڑتے ہم
اُقْسِمُ	قسم کھاتا ہوں میں	كَاهِنٍ	کسی غیب کی خبریں	مِنْهُ	اس کو
بِمَا تُبْصِرُوْنَ	ان کی جن کو تم دیکھتے ہو		دینے والے کی	بِالْيَمِيْنِ (۴)	دائیں ہاتھ سے
وَمَا لَا	اور ان کی جن کو تم نہیں	قَلِيْلًا مَّا	بہت ہی کم	ثُمَّ لَقَطَعْنَا	پھر ضرور کاٹ دیتے ہم
تُبْصِرُوْنَ	دیکھتے	تَذَكَّرُوْنَ	دھیان دیتے ہو تم	مِنْهُ	اس کی
اِنَّهٗ لَقَوْلُ	بے شک وہ (قرآن)	تَنْزِيْلٌ	(وہ) اتارنا ہے	الْوَتِيْنَ	دل کی رگ کو
رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ (۲)	بات ہے معزز فرستادے کی	مِّنْ رَّبِّ	پروردگار کی طرف سے	فَمَا مِنْكُمْ	پس نہ ہوتا تم میں سے
وَّمَا هُوَ	اور نہیں ہے وہ	الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے	مِّنْ اَحَدٍ	کوئی بھی
بِقَوْلِ	بات	وَلَوْ تَقَوَّلَ (۳)	اور اگر گھڑتا وہ (پیغمبر)	عَنْهُ	اس کو
شَاعِرٍ	کسی شاعر کی	عَلَيْنَا	ہمارے نام پر	حٰجِزِيْنَ	بچانے والا
قَلِيْلًا مَّا	بہت ہی کم	بَعْضَ	کچھ	وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ	اور بیشک وہ یادداشت ہے
تُؤْمِنُوْنَ	یقین کرتے ہو تم	الْاَقَاوِيْلِ	باتیں	لِّلْمُتَّقِيْنَ	پرہیزگاروں کے لئے

(۱) یہ جو کہا جاتا ہے کہ فعل قسم پر لا زائد ہوتا ہے: وہ خود ساختہ قاعدہ ہے (۲) رسول: سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں (۳) بابِ تفعُّل میں تکلف یعنی بناوٹ ہوتی ہے (۴) یمین سے اللہ کا ہاتھ مراد ہے جو متشابہات میں سے ہے (مظہری) اور منه أي بعضاً منه۔

وَاِنَّا	اور بے شک ہم یقیناً	وَاِنَّهٗ	اور بیشک وہ (قرآن)	لَحَقُّ الْيَقِيْنِ	یقین کے قابل ہے
لَنَعْلَمُ	جانتے ہیں	لَحَسْرَةٌ	پچھتاوا ہے	فَسَبِّحْ	پس پاکی بول
اَنَّ مِنْكُمْ	کہ بعض تم میں سے	عَلَى الْكٰفِرِيْنَ	منکرین پر	بِاسْمِ رَبِّكَ	تیرے رب کے نام کی
مُّكَذِّبِيْنَ	جھٹلانے والے ہیں	وَاِنَّهٗ	اور بے شک وہ	الْعَظِيْمِ	سب سے بڑا

نزولِ قرآن سے وقوع قیامت پر استدلال

عالم (ماسوی اللہ) میں کچھ چیزیں محسوس (مرئی) ہیں اور کچھ چیزیں غیر محسوس (غیر مرئی) اور دونوں عالم الگ الگ ہیں، مرئی عالم کا نام دنیا ہے، اور غیر مرئی کا آخرت، پھر کبھی مرئی اور غیر مرئی مل کر اس دنیا میں کوئی چیز وجود میں آتی ہے، قرآنِ کریم کا اس دنیا میں وجود (نزول) اسی طرح ہوا ہے۔

قرآن کلام الٰہی ہے، اور اللہ تعالیٰ غیب الغیب اور وراء الوراء ہیں، پھر ان کا کلام لوح محفوظ میں ریکارڈ ہوا، لوح محفوظ: عرش کی قوتِ خیالیہ کا نام ہے، جو سدرۃ المنتہیٰ (باڈر کی بیری) سے پرے ہے، وہاں تک جبرئیل علیہ السلام کی رسائی نہیں، اور انبیاء پر شریعتوں کا نزول بواسطہ جبرئیل علیہ السلام طے ہے، اس لئے پورا قرآن یکبارگی ساتویں آسمان پر اللہ کے گھر بیتِ معمور میں اتارا گیا، تاکہ وہاں سے جبرئیل علیہ السلام حسبِ حکم نبی ﷺ پر تھوڑا تھوڑا اتاریں، یہاں تک سب وسائط غیر مرئی ہیں، پھر نبی ﷺ کاتبین وحی اور صحابہ جن کو آپؐ قرآن سنا کر یاد کرایا کرتے تھے سب مرئی (محسوس) ہیں، اس طرح قرآنِ کریم کا اس دنیا میں وجود (نزول) ہوا، یعنی مرئی اور غیر مرئی کے امتزاج سے ایک چیز دنیا میں موجود ہوئی۔

اسی طرح مرئی اور غیر مرئی حقائق کے امتزاج سے زمین پر قیامت قائم ہوگی، صور پھونکا جائے گا، آسمان پھٹے گا، فرشتے زمین پر اتریں گے، عرش کو آٹھ فرشتے اٹھا کر زمین پر لائیں گے یعنی اللہ تعالیٰ خود زمین پر جلوہ افروز ہونگے، یہ سب غیر مرئی حقیقتیں ہیں، اور زمین اور اس کے شب و روز، اور اس کی مخلوقات نظر آنے والی چیزیں (مرئی) ہیں، اس طرح دونوں کے امتزاج (ملنے) سے قیامت برپا ہوگی، یہ نزولِ قرآن سے وقوع قیامت پر استدلال ہے، اور یہی مابعد آیات کا ماسبق سے ربط ہے۔

قرآنِ کریم بواسطہ جبرئیل علیہ السلام نازل کیا ہوا اللہ کا کلام ہے
اور فرضی تین احتمالات باطل ہیں

رسولِ کریم: (برگزیدہ پیامبر) سے حضرت جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں اور ما تبصرون اور مالا تبصرون یعنی مرئی

اور غیر مرئی کی شہادت سے ثابت ہے کہ قرآنِ کریم: رسولِ کریم کا نازل کیا ہوا کلام الٰہی ہے، اور تین فرضی احتمالات قطعاً باطل ہیں، وہ احتمالات یہ ہیں:

۱۔قرآن: نبی ﷺ کی شاعری ہو۔

۲۔نبی ﷺ کاہن ہوں، اور قرآن: جن پری سے لی ہوئی باتیں ہوں۔

۳۔قرآن: نبی ﷺ نے خود بنایا ہو، اور اللہ کے نام لگایا ہو۔

یہ تینوں احتمال باطل ہیں:

پہلا احتمال: اس لئے باطل ہے کہ شاعری کو عرب جانتے تھے، وہ ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی، اس میں اوزان، بحور اور قوافی ہوتے ہیں، اور قرآن میں ان کا پتہ نہیں، اور شاعروں کی باتیں اکثر بے اصل ہوتی ہیں، وہ جو مضامین باندھتے ہیں ان کے اکثر وہمی اور خیالی ہوتے ہیں، اور قرآنِ کریم حقائق ثابتہ اور یقینی باتیں پیش کرتا ہے، اس لئے یہ آزاد شاعری بھی نہیں ہوسکتی۔

اور دوسرا احتمال: اس لئے باطل ہے کہ کاہن: عرب میں وہ لوگ تھے، جو بھوت پریت اور جنوں پریوں سے مناسبت رکھتے تھے، وہ ان کو کچھ غیب کی باتیں بتاتے تھے، وہ ان میں ننانوے جھوٹ ملا کر مسجع کلام کے ذریعہ پیشین گوئی کرتے تھے، ان کے کلام میں بہت سے کلمات بھرتی کے ہوتے تھے، اور قرآن کی ہر بات کانٹے کے تول پوری ہے، اس میں بھرتی کا ایک لفظ بھی نہیں، اور آج تک اس کی کوئی بات جھوٹی ثابت نہیں ہوئی، پس قرآن کی کاہنوں کے کلام سے کیا مناسبت!

اور تیسرا احتمال: اس لئے باطل ہے کہ اگر قرآن کو نبی ﷺ نے گھڑ لیا ہے اور یہ ان کا خود ساختہ کلام ہے، اور اس کو اللہ کے نام لگایا ہے، تو اول ان کے دشمن اللہ ہوئے، وہ ان کو دائیں ہاتھ سے یعنی قوت سے پکڑتے، اور رگِ دل کاٹ دیتے، پنپنے نہ دیتے، اور تم میں سے کوئی ان کو بچانہ سکتا، مگر تم دیکھ رہے ہو کہ ان کا معاملہ دن بہ دن ترقی کر رہا ہے، پس یہ احتمال بھی باطل ہے۔

غرض: قرآنِ کریم ان کا گھڑا ہوا کلام نہیں، اللہ کا کلام ہے، جو متقیوں کی نصیحت کے لئے نازل کیا گیا ہے، اور اللہ جانتے ہیں کہ سب لوگ اس کو قبول نہیں کریں گے، کچھ لوگ اس کی تکذیب کریں گے اور اس سے فائدہ نہیں اٹھائیں گے، وہ قیامت کے دن کفِ افسوس ملیں گے، پس کان کھول کر سن لو! یہ کتاب ایسی ہے جس پر یقین سے بڑھ کر یقین کیا جاسکتا ہے، اور لازم ہے کہ جس عظیم ہستی نے اس کو نازل کیا ہے اس کی تعریف کے گن گائے جائیں، وہ ہر عیب سے

پاک ہیں: سبحان ربی العظیم! سبحان ربی العظیم! سبحان ربی العظیم!

آیاتِ پاک: ـــ پس نہیں! ـــ یعنی قیامت کا انکار مت کر ـــ میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو، اور ان چیزوں کی جن کو تم نہیں دیکھتے ـــ یعنی مرئی اور غیر مرئی چیزوں کے امتزاج سے بھی چیزیں وجود میں آتی ہیں، جیسے قرآنِ کریم، قیامت بھی اسی طرح برپا ہوگی ـــ یہ قرآن ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا ہے ـــ جو غیر مرئی ہے ـــ اور وہ کسی شاعر کا کلام نہیں، تم بہت ہی کم ایمان لاتے ہو! اور نہ وہ کسی کاہن کا کلام ہے، تم بہت ہی کم سمجھتے ہو، وہ جہانوں کے پالنہار کا نازل کیا ہوا ہے، اور اگر یہ پیغمبر ہمارے ذمہ کچھ باتیں لگاتا تو ہم اس کو داہنے ہاتھ سے پکڑتے ـــ اور اللہ کے دونوں ہاتھ داہنے ہیں یعنی دونوں ہاتھوں میں یکساں قوت ہے، کوئی ہاتھ کمزور نہیں ـــ پھر ہم اس کی رگِ دل کو کاٹ دیتے، پھر تم میں سے کوئی اس کو ہلاکت سے بچانے والا نہ ہوتا!

اور یہ قرآن بلاشبہ متقیوں کے لئے نصیحت ہے، اور ہمیں بالیقین معلوم ہے کہ تم میں سے بعضے تکذیب کرنے والے ہیں، اور یہ قرآن کافروں کے حق میں موجبِ حسرت ہے، اور یہ قرآن پکی یقینی بات ہے، پس اپنے عظیم الشان پروردگار کے نام کی پاکی بیان کر! ـــ اس میں تسبیح اور تقدیس دونوں ہیں، اور اسی کو نبی ﷺ نے رکوع میں تسبیح پڑھنے کے لئے مقرر فرمایا ہے۔

فائدہ: آیات ۴۴-۴۷ میں فرمایا ہے کہ اگر خدانخواستہ رسول اللہ ﷺ اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کردیتے تو آپ کے ساتھ یہ معاملہ کیا جاتا، اس میں کوئی عام ضابطہ بیان نہیں کیا گیا کہ جو شخص بھی نبوت کا جھوٹا دعوی کرے، ہمیشہ اس کو ہلاک ہی کردیا جائے، یہی وجہ ہے کہ دنیا میں بہت سے لوگوں نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا، ان پر کوئی ایسا عذاب نہیں آیا (معارف القرآن شفیعی ۸: ۵۴۸)

﴿ اتوار ۱۷ ذی قعدہ ۱۴۳۷ھ = ۲۱ اگست ۲۰۱۶ء ﴾



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ المعارج

یہ سورت مکی دور کے آخر کی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۷۹ ہے، مکی سورتیں کل ۸۵ ہیں، پس یہ سورت ہجرت کے قریب نازل ہوئی ہے، اس کے آخر میں پیشین گوئی ہے کہ اگر قریش ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ دوسری قوم کو ان کی جگہ کھڑا کریں گے، اللہ کے لئے ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں، چنانچہ مدینہ کے انصار نے قریش کی جگہ لے لی اور ان کی نصرت سے اسلام کا ستارہ چمکا!

اس سورت کا موضوع بھی آخرت ہے، گذشتہ سورت میں قیامت کے تحقق (یقینی وقوع) کے دلائل تھے، اور اس سورت میں آخرت میں کفار کی سزا کا بیان ہے، اور ابتدائی آیات کے شانِ نزول میں جو نضر بن الحارث کے مطالبہ کا ذکر کیا جاتا ہے وہ برمحل نہیں، اس کا مطالبہ سورۃ الانفال (آیت ۳۲) میں ہے:

﴿وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝﴾

ترجمہ: اور جب انھوں نے کہا: اے اللہ! اگر یہ قرآن آپ کی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایا ہم پر کوئی اور دردناک عذاب واقع کردے!

یہ مطالبہ صرف نضر کا نہیں تھا سبھی کفار کا تھا، پھر وہ مطالبہ دنیا کے عذاب کا تھا، اور اس سورت میں عذابِ آخرت کا ذکر ہے، پس یہ حقیقی شخص کا سوال نہیں، بلکہ تقدیری (مانے ہوئے) شخص کا سوال ہے۔

قیامت کے دن کی درازی: اس سورت میں قیامت کے دن کی درازی پچاس ہزار سال بیان کی گئی ہے، اگرچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تلمیذ عکرمہ رحمہ اللہ نے اس کی ایک دوسری تفسیر کی ہے، ان کے نزدیک جب سے آسمان وزمین کی یہ دنیا وجود میں آئی ہے: جب اس کے پچاس ہزار سال پورے ہوں گے تو قیامت قائم ہوگی، مگر اس تفسیر کو پسند نہیں کیا گیا، آلوسی رحمہ اللہ نے روح المعانی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے اس کی تردید کی ہے، اس لئے جمہور کے نزدیک یہ قیامت کے دن کی درازی ہے۔

پھر سورۃ السجدۃ (آیات ۴و۵) سے تعارض پیدا کیا جاتا ہے، اس میں ایک دن کی درازی ایک ہزار سال بیان کی ہے۔

ارشاد پاک ہے:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا شَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور دونوں کی درمیانی چیزوں کو چھ دنوں میں، پھر وہ تختِ شاہی پر جلوہ افروز ہوئے تمہارے لئے اللہ سے وَرے نہ کوئی کارساز ہے نہ کوئی سفارش کرنے والا، کیا پس تم سمجھتے نہیں! اللہ تعالیٰ معاملہ کا انتظام کرتے ہیں آسمان سے لے کر زمین تک، پھر وہ معاملہ ان کے حضور میں پہنچ جاتا ہے، ایک ایسے دن میں جس کی مقدار ہزار سال ہے، تمہاری گنتی کے اعتبار سے۔

ان آیات میں آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو 'چھ دنوں' میں پیدا کرنے کا ذکر ہے، ان دنوں کی مقدار کیا تھی؟ کیونکہ اس وقت نظام شمسی پیدا نہیں ہوا تھا، اس لئے معروف ایام مراد نہیں ہوسکتے۔

جواب: زمان و مکان مخلوق (موجود خارجی) ہیں، محض اعتباری نہیں، سر اقبال رحمہ اللہ نے زمان و مکان پر پی، ایچ، ڈی کی ہے، اور اللہ تعالیٰ نہ زمانی ہیں نہ مکانی، شرح عقائد کے متن العقائد النسفیۃ میں ہے: **لایتمکن فی مکان، ولا یجری علیه زمان**: نہ تو اللہ تعالیٰ کسی جگہ میں قرار پکڑے ہوئے ہیں، نہ ان پر زمانہ گذرتا ہے، پس اللہ کا یوم: مطلق وقت کے معنی میں ہوگا، اور دنیا کا یوم زمانہ کی مقدار کا نام ہوگا۔

اور زمانہ ربڑ کی مثال ہے، اس کو دونوں سروں سے پکڑ کر کھینچیں تو لمبا ہو جائے گا، کتنا لمبا ہوگا؟ اس کا مدار کھینچنے کی مقدار پر ہوگا، پس وہ 'چھ دن' کتنے لمبے تھے؟ اس کی وضاحت کسی جگہ نہیں آئی، البتہ اس دنیا کی تدبیر (نظم و انتظام) ایک ہزار سال میں چڑھتی ہے اور نیا انتظام نازل ہوتا ہے، یہ اللہ کے یہاں کا ایک دن ہے، اور قیامت کی درازی پچاس ہزار سال ہے: یہ بھی اللہ کے یہاں کا ایک دن ہے، اس کو زیادہ کھینچ دیا تو زیادہ لمبا ہو گیا!

فائدہ: پھر وقت گذرنے کے ساتھ زمانہ کا ربڑ سمٹتا جاتا ہے، ہماری گذری ہوئی زندگی لمحہ بھر کی معلوم ہوتی ہے، اور جو باقی ہے وہ لمبی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ مستقبل میں ربڑ کھنچا ہوا ہے اور ماضی میں سمٹا ہوا۔

الروح سے کیا مراد ہے؟ قرآنِ کریم میں الروح کا استعمال تین معنی میں ہوا ہے: (۱) دو جگہ دین و شریعت کے معنی ہیں، سورۃ النحل آیت ۲ اور سورۃ الشوریٰ آیت ۵۲ میں ہے: ﴿ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ﴾ (۲) متعدد جگہ انسان کی روح مراد ہے ﴿ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ﴾ (۳) اور تین جگہ الروح سے جبرئیل علیہ السلام مراد ہیں، اس سورت میں بھی جمہور مفسرین نے جبرئیل علیہ السلام کو مراد لیا ہے، لیکن اگر مکلّف مخلوقات کی ارواح مراد لی جائیں تو اس میں بھی کچھ استبعاد نہیں۔

(۷۰) سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ مَكِّيَّةٌ (۷۹)
آیاتھا ۴۴ — رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝١ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝٢ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝٣ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝٤ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝٥ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝٦ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝٧

سَاَلَ	مانگا	ذِي الْمَعَارِجِ (۳)	سیڑھیوں والے	سَنَةٍ	سال ہے
سَآئِلٌ	ایک مانگنے والے نے	تَعْرُجُ	چڑھتے ہیں	فَاصْبِرْ	پس صبر کریں آپ
بِعَذَابٍ	عذاب	الْمَلٰٓئِكَةُ	فرشتے	صَبْرًا جَمِيْلًا	خوبصورت صبر کرنا
وَّاقِعٍ (۱)	پڑنے والا	وَالرُّوْحُ (۴)	اور روحیں	اِنَّهُمْ	بے شک وہ
لِّلْكٰفِرِيْنَ	منکروں پر	اِلَيْهِ	اس کی طرف	يَرَوْنَهٗ	دیکھتے ہیں اس کو
لَيْسَ لَهٗ	نہیں اس کو	فِيْ يَوْمٍ (۵)	ایک دن میں	بَعِيْدًا	دور
دَافِعٌ	کوئی ہٹانے والا	كَانَ مِقْدَارُهٗ (۶)	اس کی مقدار	وَّنَرٰىهُ	اور ہم دیکھتے ہیں اس کو
مِّنَ اللّٰهِ (۲)	اللہ کی طرف سے	خَمْسِيْنَ اَلْفَ	پچاس ہزار	قَرِيْبًا	نزدیک

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

کافروں کو دائمی عذاب قیامت کے دن ہوگا، اور قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہے

دنیا میں کافروں کا عذاب مصلحت کے تابع ہے، آبھی سکتا ہے اور ٹل بھی سکتا ہے، مگر قیامت کے دن لامحالہ ان پر عذاب پڑے گا، جس کو کوئی ہٹا نہیں سکے گا، اور قیامت کا دن دنیا کے پچاس ہزار سال کے برابر ہوگا، اس دن میں فیصلے ہونگے، پھر آسمان سے اترے ہوئے اور زمینی فرشتے اور مکلّف مخلوقات (جنّ وانس) کی ارواح آخرت (پرے کی دنیا) کی طرف چڑھیں گی، ان کے چڑھنے کے لئے اللہ نے سیڑھیاں بنا رکھی ہیں، جن کی حقیقت ابھی نہیں جانی جاسکتی، جیسے

(۱) واقع: عذاب کی صفت ہے (۲) من اللہ: واقع سے متعلق ہے (۳) معارج: مِعْراج کی جمع: سیڑھی، زینہ، چڑھنے کا ذریعہ (۴) الروح: اسم جنس ہے، قلیل وکثیر پر اس کا اطلاق ہوتا ہے (۵) فی یوم: تعرج سے متعلق ہے (۶) جملہ کان: یوم کی صفت ہے۔

آج کی لفٹ: پرانے زمانہ کی سیڑھی ہے، پھر یہ دنیا ختم کردی جائے گی، کفار اس دن کو دور سمجھ رہے ہیں، حالانکہ کل ماھو آتٍ فھو قریب، وہ دن آیا ہی چاہتا ہے۔

آیاتِ پاک: —— ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کے بارے میں سوال کیا جو منکرین پر واقع ہونے والا ہے، جس کو کوئی ہٹانے والا نہیں، سیڑھیوں والے اللہ کی طرف سے (واقع ہوگا) فرشتے اور روحیں اللہ کی طرف چڑھیں گی ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے، پس آپ صبر کریں خوبصورت صبر کرنا —— جس میں دل گیری نہ ہو —— وہ (کافر) اس دن کو دور سمجھتے ہیں اور ہم اس کو قریب دیکھتے ہیں!

يَوْمَ تَكُونُ السَّمَاءُ كَالْمُهْلِ ﴿٨﴾ وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿٩﴾ وَلَا يَسْأَلُ حَمِيمٌ حَمِيمًا ﴿١٠﴾ يُبَصَّرُونَهُمْ ۚ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ ﴿١١﴾ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ ﴿١٢﴾ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ ﴿١٣﴾ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ ﴿١٤﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهَا لَظَىٰ ﴿١٥﴾ نَزَّاعَةً لِلشَّوَىٰ ﴿١٦﴾ تَدْعُو مَنْ أَدْبَرَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٧﴾ وَجَمَعَ فَأَوْعَىٰ ﴿١٨﴾

يَوْمَ تَكُونُ	جس دن ہوجائے گا	وَلَا يَسْأَلُ	اور نہیں پوچھے گا	يَوْمِئِذٍ	اس دن کے
السَّمَاءُ	آسمان	حَمِيمٌ	جگری دوست	بِبَنِيهِ	اپنے بیٹوں سے
كَالْمُهْلِ (۱)	پگھلے ہوئے تانبے (تیل	حَمِيمًا	جگری دوست کو	صَاحِبَتِهِ	اور اپنی بیوی سے
	کی تلچھٹ) کی طرح	يُبَصَّرُونَهُمْ (۳)	دکھلائے جائیں گے وہ ان کو	وَأَخِيهِ	اور اپنے بھائی سے
وَتَكُونُ	اور ہوجائیں گے	يَوَدُّ	تمنا کرے گا	وَفَصِيلَتِهِ	اور اپنے کنبے سے
الْجِبَالُ	پہاڑ	الْمُجْرِمُ	گنہگار	الَّتِي تُؤْوِيهِ (۴)	جو اس کو ٹھکانہ دیتا ہے
كَالْعِهْنِ (۲)	رنگین دھنکی ہوئی اون	لَوْ يَفْتَدِي	کاش بدلہ دیتا وہ	وَمَنْ فِي الْأَرْضِ	اور ان سے جو زمین میں ہیں
	کی طرح	مِنْ عَذَابِ	عذاب سے	جَمِيعًا	سبھی سے

(۱) مُھل کے تین ترجمے کئے گئے ہیں: (۱) پگھلی ہوئی دھات (جیسے سونا، چاندی، لوہا، تانبا) (۲) اونٹوں کو ملنے کا تارکول نما پتلا تیل (۳) تیل کی گاد (نیچے بیٹھا ہوا میل) (۲) عِھن: رنگی ہوئی اون (۳) یبصرونھم: مستقل جملہ ہے، یُبَصَّرُوْن: فعل مع نائب فاعل (فاعل اللہ ہیں جو محذوف ہے) ھم: مفعول ثانی (۴) التی تؤویه: موصول صلہ مل کر فصیلۃ کی صفت، فصیلة: آدمی کا کنبہ جو قریبی رشتہ داروں پر مشتمل ہوتا ہے۔

ثُمَّ يُنْجِيْهِ[1]	پھر وہ اس کو بچالے	نَزَّاعَةً[3]	کھینچ لینے والی ہے	اَدْبَرَ	پیٹھ پھیری
كَلَّا	ہرگز نہیں	لِّلشَّوٰى[4]	کلیجے (سر کی کھال) کو	وَتَوَلّٰى	اور روگردانی کی
اِنَّهَا	بے شک وہ	تَدْعُوْا	بلائے گی وہ	وَجَمَعَ	اور اکٹھا کیا
لَظٰى[2]	شعلہ زن (تپتی آگ) ہے	مَنْ	اس کو جس نے	فَاَوْعٰى[5]	پس سینت کر رکھا

قیامت کے دن کے احوال

جس دن آسمان تیل کی گاد کی طرح ہوجائے گا —— یعنی سیاہی مائل ہوجائے گا —— اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہوجائیں گے —— پہاڑ مختلف رنگتوں کے ہیں، اس لئے جب وہ ریزہ ریزہ ہوجائیں گے تو ان کی گرد دھنکی ہوئی رنگین اون کے گالوں کی طرح ہوجائے گی —— اور کوئی جگری دوست دوسرے جگری دوست کو نہیں پوچھے گا —— سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی —— وہ ایک دوسرے کو دکھائے جائیں گے —— یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ ملاقات نہ ہو، ملاقات ہوگی مگر کوئی کسی کا حال نہیں پوچھے گا۔

(اس دن) گنہگار تمنا کرے گا: کاش وہ بدلہ دیتا: اس دن کے عذاب سے: اپنے بیٹوں، اپنی بیوی، اپنے بھائی اور اپنے کنبے کے ذریعہ، جس میں وہ رہتا ہے، اور سبھی اہل زمین کے ذریعہ، پھر وہ اس کو بچالے —— ہرگز نہیں —— یعنی کوئی نہیں بچا سکتا —— بے شک وہ آگ شعلہ زن ہے، کھال کھینچ لینے والی ہے! —— وہ اس شخص کو بلائے گی جس نے پیٹھ پھیری اور بے رخی برتی اور مال جمع کیا اور اس کو سینت کر رکھا —— اور اس میں جو اللہ کا حق ہے وہ نہیں دیا۔

اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ﴿۲۰﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ﴿۲۱﴾ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿۲۲﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ﴿۲۴﴾ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۲۵﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿۲۷﴾ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ

(۱) ینجیه: مستقل جملہ ہے اور فاعل ھو ضمیر من کی طرف لوٹتی ہے (۲) لَظٰی: مُلْتَظِيَة کے معنی میں ہیں: شعلہ زن، لَظِيَتِ النارُ: آگ کا بھڑکنا (۳) نزاعة: صیغۂ مبالغہ: سخت کھینچنے والی (۴) شوى: شَوَاة کی جمع: سر اور انگلیوں کی کھال، کلیجہ بھی اس کے معنی ہیں (۵) أوعى الشيئَ: کسی چیز کو برتن میں رکھنا، سینت کر رکھنا۔

مَلُوْمِيْنَ ۚ﴿۳۰﴾ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ﴿۳۱﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۙ﴿۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۚ﴿۳۴﴾ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۚ﴿۳۵﴾ ع

اِنَّ الْاِنْسَانَ	بے شک انسان	لِلسَّآئِلِ	مانگنے والوں کا	اَوْ مَا مَلَكَتْ	یا جن کے مالک ہیں
خُلِقَ	پیدا کیا گیا ہے	وَالْمَحْرُوْمِ	اور بے نصیب کا	اَيْمَانُهُمْ	ان کے دائیں ہاتھ
هَلُوْعًا (۱)	جی کا کچا (کم ہمت)	وَالَّذِيْنَ	اور جو	فَاِنَّهُمْ	پس بے شک وہ
اِذَا مَسَّهُ	جب اس کو پہنچتی ہے	يُصَدِّقُوْنَ	تصدیق کرتے ہیں	غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ	ملامت کیے ہوئے نہیں
الشَّرُّ	برائی	بِيَوْمِ الدِّيْنِ	قیامت کے دن کی	فَمَنِ ابْتَغٰى	پس جس نے چاہا
جَزُوْعًا (۲)	(تو) گھبرا جاتا ہے	وَالَّذِيْنَ هُمْ	اور جو کہ وہ	وَرَآءَ ذٰلِكَ	اس کے سوا
وَاِذَا مَسَّهُ	اور جب اس کو پہنچتی ہے	مِّنْ عَذَابِ	عذاب سے	فَاُولٰٓئِكَ هُمُ	تو وہی
الْخَيْرُ	بھلائی	رَبِّهِمْ	اپنے رب کے	الْعٰدُوْنَ	حد سے بڑھنے والے ہیں
مَنُوْعًا	(تو) بہت روکنے والا	مُّشْفِقُوْنَ	ڈرنے والے ہیں	وَالَّذِيْنَ هُمْ	اور جو کہ وہ
	ہوتا ہے	اِنَّ عَذَابَ	بے شک عذاب	لِاَمٰنٰتِهِمْ	اپنی امانتوں کی
اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ (۳)	مگر نمازی مستثنیٰ ہیں	رَبِّهِمْ	ان کے رب کا	وَعَهْدِهِمْ	اور اپنے پیمانوں کی
الَّذِيْنَ هُمْ	جو کہ وہ	غَيْرُ مَاْمُوْنٍ	بے خوف نہیں	رٰعُوْنَ	رعایت کرنے والے ہیں
عَلٰى صَلَاتِهِمْ	اپنی نمازوں پر	وَالَّذِيْنَ هُمْ	اور جو کہ وہ	وَالَّذِيْنَ هُمْ	اور جو کہ وہ
دَآئِمُوْنَ	ہمیشہ رہنے والے ہیں	لِفُرُوْجِهِمْ	اپنی شرمگاہوں کی	بِشَهٰدٰتِهِمْ	اپنی گواہیوں پر
وَالَّذِيْنَ	اور جو	حٰفِظُوْنَ	حفاظت کرنے والے ہیں	قَآئِمُوْنَ	قائم ہیں
فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ	ان کے مالوں میں	اِلَّا	مگر	وَالَّذِيْنَ هُمْ	اور جو کہ وہ
حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ	مقررہ حق ہے	عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ	اپنی بیویوں سے	عَلٰى صَلَاتِهِمْ	اپنی نمازوں کی

(۱) ھلوعاً: خُلق کی ضمیر سے حال ھَلِع (س) ھَلَعًا: گھبرا جانا، بے صبرا ہو جانا (۲) جزوعاً اور منوعا: یکون محذوف کی خبر، پھر جملہ إذا کی جزاء (۳) مصلین سے مؤمنین مراد ہیں، کیونکہ نماز مؤمن کی سب سے بڑی علامت ہے۔

يُحَافِظُوْنَ	حفاظت کرنے والے ہیں	اُولٰٓئِكَ	یہی لوگ	مُّكْرَمُوْنَ	عزت کئے ہوئے ہیں
		فِيْ جَنّٰتٍ	باغوں میں	۞	۞

اللہ نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھالا ہے

پھر اس کو اختیار ہے کہ خود کو نیچے گرائے یا اوپر اٹھائے

سورۃ التین میں ہے اللہ نے انسان کو خوبصورت سانچے میں ڈھالا، پھر اللہ تعالیٰ اس کو پست سے پست تر کردیتے ہیں، مگر جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے وہ بلند سے بلند تر ہوجاتے ہیں، یہی مضمون سورۃ الشمس میں ہے، اللہ نے نفس انسانی کو درست بنایا، اور اس کو اس کی بدکرداری اور نیکوکاری الہام کی، اب وہ نفس کو مزکّی (ستھرا) بھی کرسکتا ہے اور گدلا بھی یعنی بلند بھی کرسکتا ہے اور پست بھی۔

یہاں بھی یہی مضمون ہے، انسان خود کو اپنے لیول سے گرائے گا تو کم ہمت ہوجائے گا، ذرا تکلیف پہنچے گی گھبرا جائے گا، اور خوش حال ہوگا تو بے توفیقا ہوجائے گا، اللہ کے دیئے ہوئے مال میں جو غریبوں کا حق ہے وہ بھی نہیں دے گا، یہ کافر اور نام نہاد مسلمانوں کا حال ہے، اور جو خود کو اپنے لیول سے اونچا اٹھاتے ہیں، ان کی قیامت کے دن جنت میں پذیرائی ہوگی، اور یہ مؤمن بندے ہیں، جن کی خاص علامت نماز ہے، ان میں نو خوبیاں ہوتی ہیں: ۱- وہ پابندی سے نماز پڑھتے ہیں ۲- وہ مانگنے والوں کو بھی دیتے ہیں اور نہ مانگنے والوں کو بھی پہنچاتے ہیں ۳- وہ قیامت پر یقین رکھتے ہیں ۴- وہ اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں ۵- وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ۶- وہ امانتوں کا خیال رکھتے ہیں ۷- وہ عہد و پیمان (وچن) کا پاس رکھتے ہیں ۸- وہ گواہیاں ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں ۹- وہ نمازوں کی نگہداشت رکھتے ہیں، اس میں کوئی خلل پیدا نہیں ہونے دیتے (ان خوبیوں کا ذکر اٹھارہویں پارے کے شروع میں بھی آیا ہے، تفصیل وہاں ہے ہدایت القرآن ۵:۵۲۱)

آیاتِ پاک: ——— یقیناً انسان کم ہمت پیدا کیا گیا ہے، جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو گھبرا جاتا ہے، اور جب اس کو خوش حالی پہنچتی ہے تو بے توفیقا ہوجاتا ہے ——— یعنی خرچ کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، یہ ان بندوں کا ذکر ہے جو خود کو نیچے گراتے ہیں، یہ بندے کفار تو ہیں ہی، نام کے مسلمانوں کا بھی یہی حال ہے، کوئی بڑا نقصان ہوجاتا ہے تو ہارٹ فیل ہوجاتے ہیں یا خودکشی کرلیتے ہیں، گویا اب اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر نہیں۔

سوال: کم ہمت تو اللہ نے پیدا کیا ہے، انسان نے خود کو کہاں گرایا ہے؟

جواب: بندوں کے اختیاری افعال کی دو جہتیں ہیں: کسب کی جہت اور خلق کی جہت، کبھی پہلی جہت کے لحاظ سے فعل کو بندوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے: ﴿ مَاۤ اَصَابَكَ مِنۡ سَيِّئَةٍ فَمِنۡ نَّفۡسِكَ ﴾: اور تجھے جو کوئی برائی پہنچتی ہے تو وہ تیرے نفس کی طرف سے ہے [النساء ۷۹] اور کبھی دوسری جہت سے بندوں کے فعل کو اللہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، یہاں ایسا ہی کیا گیا ہے، ورنہ وہ اپنی بے ایمانی سے کم ہمت ہوا ہے۔

مگر نمازی بندے ــــ مستثنیٰ ہیں، اور نمازیوں سے مراد مؤمنین ہیں، ایماندار بندے باحوصلہ ہوتے ہیں، مگر کامل مؤمن: ــــ (۱) جو پابندی سے نماز پڑھتے ہیں ــــ یعنی ٹھاٹھ کے نمازی ہیں، آٹھ کے اور تین سو ساٹھ کے نمازی نہیں ــــ (۲) اور جن کے مالوں میں سوالی اور غیر سوالی کا مقررہ حق ہے ــــ یعنی زکات ادا کرتے ہیں ــــ (۳) اور جو قیامت کے دن کی تصدیق کرتے ہیں ــــ یعنی دل کی تھاہ سے قیامت کو مانتے ہیں ــــ (۴) اور جو اپنے رب کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں ــــ اس لئے حرام کاموں کا ارتکاب نہیں کرتے ــــ بے شک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں ــــ (۵) اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، مگر اپنی بیویوں سے یا اپنی باندیوں سے، پس وہ ملامت کئے ہوئے نہیں، البتہ جو اس کے علاوہ چاہے وہی لوگ حد سے نکلنے والے ہیں ــــ (۶و۷) اور جو اپنی امانتوں اور اپنے پیمانوں کا لحاظ کرنے والے ہیں ــــ (۸) اور جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک ادا کرنے والے ہیں ــــ (۹) اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں ــــ یعنی نمازوں میں آداب وسنن کا لحاظ رکھتے ہیں ــــ انہی کی جنت کے باغوں میں پذیرائی ہوگی!

فَمَالِ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا قِبَلَكَ مُهۡطِعِيۡنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الۡيَمِيۡنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيۡنَ ﴿۳۷﴾ اَيَطۡمَعُ كُلُّ امۡرِئٍ مِّنۡهُمۡ اَنۡ يُّدۡخَلَ جَنَّةَ نَعِيۡمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ؕ اِنَّا خَلَقۡنٰهُمۡ مِّمَّا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۹﴾ فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِرَبِّ الۡمَشٰرِقِ وَالۡمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوۡنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰۤى اَنۡ نُّبَدِّلَ خَيۡرًا مِّنۡهُمۡ ۙ وَمَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِيۡنَ ﴿۴۱﴾ فَذَرۡهُمۡ يَخُوۡضُوۡا وَيَلۡعَبُوۡا حَتّٰى يُلٰقُوۡا يَوۡمَهُمُ الَّذِىۡ يُوۡعَدُوۡنَ ﴿۴۲﴾ يَوۡمَ يَخۡرُجُوۡنَ مِنَ الۡاَجۡدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمۡ اِلٰى نُصُبٍ يُّوۡفِضُوۡنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبۡصَارُهُمۡ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ؕ ذٰلِكَ الۡيَوۡمُ الَّذِىۡ كَانُوۡا يُوۡعَدُوۡنَ ﴿۴۴﴾

فَمَالِ	پس کیا ہوا	الَّذِيۡنَ	ان کو جنھوں نے	كَفَرُوۡا	انکار کیا

قِبَلَكَ	آپ کی طرف	أُقْسِمُ	قسم کھاتا ہوں میں	الَّذِیْ	جس کا
مُهْطِعِیْنَ[1]	دوڑنے والے ہیں	بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ	مشرقوں کے رب کی	یُوْعَدُوْنَ	وہ وعدہ کیے جاتے ہیں
عَنِ الْیَمِیْنِ	دائیں سے	وَالْمَغٰرِبِ	اور مغربوں کی	یَوْمَ	جس دن
وَعَنِ الشِّمَالِ	اور بائیں سے	اِنَّا	بے شک ہم	یَخْرُجُوْنَ	نکلیں گے وہ
عِزِیْنَ[2]	ٹولیاں بنا کر	لَقٰدِرُوْنَ	یقیناً قادر ہیں	مِنَ الْاَجْدَاثِ[4]	قبروں سے
اَیَطْمَعُ	کیا امید رکھتا ہے	عَلٰٓی اَنْ	اس بات پر کہ	سِرَاعًا[5]	تیزی کے ساتھ
كُلُّ امْرِئٍ	ہر انسان	نُّبَدِّلَ	بدل دیں	كَاَنَّهُمْ	گویا وہ
مِّنْهُمْ	ان میں سے	خَیْرًا مِّنْهُمْ	ان سے بہتر کو	اِلٰی نُصُبٍ[6]	پرستش گاہوں کی طرف
اَنْ یُّدْخَلَ	کہ داخل کیا جائے گا وہ	وَمَا نَحْنُ	اور نہیں ہیں ہم	یُّوْفِضُوْنَ[7]	دوڑے جا رہے ہیں
جَنَّةَ نَعِیْمٍ	نعمت کے باغ میں	بِمَسْبُوْقِیْنَ[3]	ہارنے والے	خَاشِعَةً	جھکی ہوئی ہیں
كَلَّا	ہرگز نہیں	فَذَرْهُمْ	پس چھوڑیں ان کو	اَبْصَارُهُمْ	ان کی نگاہیں
اِنَّا	بے شک ہم نے	یَخُوْضُوْا	باتوں میں گھسے رہیں	تَرْهَقُهُمْ	چھائی ہوئی ہے ان پر
خَلَقْنٰهُمْ	ان کو پیدا کیا ہے	وَیَلْعَبُوْا	اور کھیلتے رہیں	ذِلَّةٌ	رسوائی
مِّمَّا	اُس سے جس کو	حَتّٰی	یہاں تک کہ	ذٰلِكَ الْیَوْمُ	یہ وہ دن ہے
یَعْلَمُوْنَ	وہ جانتے ہیں	یُلٰقُوْا	ملاقات کریں وہ	الَّذِیْ كَانُوْا	جس کا تھے وہ
فَلَآ	پس نہیں	یَوْمَهُمُ	ان کے اس دن سے	یُوْعَدُوْنَ	وعدہ کیے جاتے

پستی کا کوئی حد سے گزرنا دیکھے!

جب نبی ﷺ قرآن کی تلاوت فرماتے تو کفار ٹھٹھ کے ٹھٹھ جمع ہو جاتے، اور ٹھٹھا مخول کرتے، سورۃ حٰمٓ السجدۃ میں ہے:﴿ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ۝۲۶ ﴾: اور منکرین نے کہا: اس قرآن کو مت سنو، اور اس میں غل مچادیا کرو، تاکہ تم غالب رہو، دیکھو! پستی کا حد سے گذرنا، کفار نیچے گر کر کہاں پہنچ

(۱) مُهْطِع: اسم فاعل، أَهْطَعَ فی سیرہ: تیز چلنا، دوڑنا (۲) عزین: عِزَۃ کی جمع: ٹولی، لوگوں کی جماعت (۳) مسبوق: سابق کی ضد، جیسے مخدوم: خادم کی ضد (۴) أجداث: جَدَث کی جمع: پرانی قبر (۵) سراعًا: حال یخرجون کے فاعل کا (۶) نُصُب: مفرد: پوجا کا پتھر، پرستش گاہ، جمع أنصاب (۷) إیفاض: تیز چلنا۔

گئے؟ اللہ کے کلام کا، اللہ کے عظیم رسول کا مذاق اڑانے لگے، کیا ان کو اس حرکت کی سزا نہیں ملے گی؟

﴿فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ۝ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ۝﴾

ترجمہ: پس کافروں کو کیا ہوا کہ آپ کی طرف دوڑے آرہے ہیں، دائیں اور بائیں سے غول کے غول!

یہ منہ اور مسور کی دال!

مشرکین آخری درجہ کی پستی میں گر چکے ہیں، مگر امیدوار ہیں کہ وہ جنت کے باغوں میں داخل کئے جائیں، سورۃ النحل (آیت ۶۲) میں ہے: ﴿وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى﴾: ان کی زبانیں یہ جھوٹے دعوے کرتی ہیں کہ (آخرت کی) بھلائی انہی کے لئے ہے یعنی اگر ان کو لوٹ کر اللہ کی طرف جانا ہوا تو وہاں بھی ان کے لئے بہتری ہی بہتری ہوگی ــــ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ منہ اور مسور کی دال! تم جانتے ہو کہ ہم نے تم کو مٹی سے سات مراحل سے گذار کر انسان بنایا ہے، یعنی ان کے مادۂ تخلیق میں کوئی خوبی نہیں، انسان اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری! خوبی انسان بننے کے بعد ایمان وعمل صالح سے پیدا ہوتی ہے، اور وہ ان میں ہے نہیں! پھر وہ کس منہ سے جنت کے دعویدار ہیں!

﴿اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ۝ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ۝﴾

ترجمہ: کیا ان میں سے ہر ایک امیدوار ہے کہ وہ نعمتوں کے باغ میں داخل کیا جائے گا؟ ہرگز نہیں! ہم نے ان کو ایسی چیز سے پیدا کیا ہے جس کو وہ جانتے ہیں!

پیشین گوئی کہ قریش آگے نہ بڑھے تو کوئی بہتر قوم ان کی جگہ لے گی

یاد ہوگا یہ سورت مکی دور کے آخر کی ہے، اب پیشین گوئی فرماتے ہیں کہ قریش پر کچھ موقوف نہیں، وہ آگے نہیں بڑھتے تو دوسری قوم ان سے بہتر اسلام کا جھنڈا اٹھائے گی، اور یہ تبدیلی اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں، وہ ہر روز سورج کے نکلنے کا اور ڈوبنے کا نقطہ بدلتے ہیں، ان کے لئے قریش کی جگہ بہتر لوگوں کو لانا کیا مشکل ہے!

یہ پیشین گوئی مدینہ کے انصار کے حق میں پوری ہوئی، وہ آئے اور عقبہ میں بیعت کی، اور آپ کو اور مسلمانوں کو مدینہ آنے کی دعوت دی، اور ہر طرح مدد کا وعدہ کیا، اس طرح اسلام کا بول بالا ہوا۔

﴿فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ۝ عَلٰٓي اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ۝﴾

ترجمہ: پس نہیں ــــ قریش پر کچھ موقوف نہیں ــــ میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے پروردگار کی!

بے شک ہم اس پر قادر ہیں کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں، اور ہم عاجز نہیں!

قریش کو ان کے مشغلہ میں چھوڑیے، ان کو سزا قیامت کے دن ملے گی

آخری بات یہ ہے کہ قریش کو تھوڑے دنوں کی ڈھیل ہے، ان کو ان کی لغویات میں مشغول رہنے دیجئے، ان کو سزا قیامت کے دن ملے گی، جب وہ پرانی قبروں سے نکل کر میدانِ حشر کی طرف تیزی سے دوڑیں گے جیسے اب وہ پرستش گاہوں کی طرف عقیدت اور شوق سے دوڑتے ہیں، اس دن ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہونگی، اور ان پر رسوائی چھائی ہوئی ہوگی، یہی دن ان کی سزا کا ہے، اور اسی کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔

﴿فَذَرْهُمْ يَخُوضُوا وَيَلْعَبُوا حَتّٰى يُلٰقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي يُوعَدُونَ ﴿٤٢﴾ يَوْمَ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ سِرَاعًا كَأَنَّهُمْ إِلٰى نُصُبٍ يُوفِضُونَ ﴿٤٣﴾ خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۚ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِي كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿٤٤﴾﴾

ترجمہ: پس آپ ان کو اسی شغل اور تفریح میں چھوڑیں، یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ پڑے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے، جس دن وہ قبروں سے تیزی سے نکلیں گے گویا وہ پرستش گاہوں کی طرف دوڑے جارہے ہیں، ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہونگی، ان پر رسوائی چھائی ہوئی ہوگی، یہی ان کا وہ دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔

﴿۱۹/ ذی قعدہ ۱۴۳۷ھ = ۲۳/ اگست ۲۰۱۶ء﴾



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ النوح

یہ سورت بھی مکی دور کے آخر کی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۷۰ ہے، اور اس سورت کا موضوع توحید ہے، اس میں توحید کی دعوت، فوائد اور دلائل ہیں، اور آخر میں انکار وعناد پر عام تباہی کا ذکر ہے، نوح علیہ السلام نے دعا کی تھی: الٰہی! زمین پر کافروں میں سے ایک باشندہ بھی نہ چھوڑیے، یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ایسی بددعا کیوں کی، انبیاء تو رحمت ہوتے ہیں، سورۃ الانبیاء کے آخر میں ہے: ﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ۝﴾: اور ہم نے آپؐ کو جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے، اس آیت میں رحمت کا حصر کیا گیا ہے، ذاتِ پاک ﷺ کا حصر نہیں کیا گیا، کیونکہ نبوت مطلقاً رحمت ہے، پھر نوح علیہ السلام نے ایسی بددعا کیوں کی؟

اس کا جواب: سورۂ یونس (آیت ۸۸) کی تفسیر میں دیا ہے کہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی وحی کے ذریعہ یا الہام سے یا قرائن سے: منشأ خداوندی کو پہچانتے ہیں، اور وہی کہتے ہیں جو استادِ ازل (اللہ تعالیٰ) کہلانا چاہتا ہے، عام لوگوں کو ایسے مواقع میں الجھن کا سامنا ہوتا ہے، ان کے خیال میں دعا یا بددعا: مناسب یا نامناسب ہوتی ہے، مگر مقبولانِ بارگاہِ الٰہی کے یہاں معاملہ کچھ اور ہوتا ہے، حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرعونیوں کے لئے بددعا، اور رحمۃ للعالمین ﷺ نے مسلسل سات سالہ قحط کے لئے جو بددعا فرمائی تھی (بخاری شریف، کتاب التفسیر، سورۂ دخان) وہ سب اسی شان کی دعائیں ہیں، اور اسی لئے درِ اجابت فوراً وا ہوتا ہے ـــــ اور اس کی نظیر: قیامت کے دن شفاعتیں ہیں، مقبولانِ بارگاہِ الٰہی اللہ تعالیٰ کی مرضی جان کر ہی شفاعتیں کریں گے، آیت الکرسی میں ہے: ﴿مَنۡ ذَا الَّذِىۡ يَشۡفَعُ عِنۡدَهٗۤ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ﴾: وہ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفارش کر سکے؟ ـــــ اور اس کی مثال: تیمار دار جب بیمار کے کسی فاسد عضو سے مایوس ہو جاتا ہے تو ڈاکٹر سے درخواست کرتا ہے کہ وہ آپریشن کر کے اس فاسد عضو کو کاٹ دے، تاکہ باقی جسم فساد سے بچ جائے!



آیاتها ۲۸ (۷۱) سُوْرَةُ نُوْحٍ مَّكِّيَّةٌ (۷۱) رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ① قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ② اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ③ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ④

اِنَّآ اَرْسَلْنَا	بے شک ہم نے بھیجا	يٰقَوْمِ	اے میری قوم!	وَيُؤَخِّرْكُمْ	اور ڈھیل دیں گے تم کو
نُوْحًا	نوح کو	اِنِّيْ لَكُمْ	بیشک میں تمہارے لئے	اِلٰٓى اَجَلٍ	ایک مدت تک
اِلٰى قَوْمِهٖٓ	اس کی قوم کی طرف	نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ	کھول کر ڈرانے والا ہوں	مُّسَمًّى	مقررہ
اَنْ اَنْذِرْ	(ہم نے حکم دیا) کہ ڈرا	اَنِ اعْبُدُوا	کہ بندگی کرو تم	اِنَّ اَجَلَ	بے شک مقررہ وقت
قَوْمَكَ	اپنی قوم کو	اللّٰهَ	اللہ کی	اللّٰهِ	اللہ کا
مِنْ قَبْلِ	اس سے پہلے	وَاتَّقُوْهُ	اور ڈرو اس سے	اِذَا جَاۗءَ	جب آجاتا ہے
اَنْ يَّاْتِيَهُمْ	کہ پہنچے ان کو	وَاَطِيْعُوْنِ	اور کہنا مانو میرا	لَا يُؤَخَّرُ	ٹلایا نہیں جاتا
عَذَابٌ اَلِيْمٌ	دردناک عذاب	يَغْفِرْ لَكُمْ	بخشیں گے تمہارے لئے	لَوْ كُنْتُمْ	کاش ہوتے تم
قَالَ	کہا اس نے	مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ	تمہارے گناہوں سے	تَعْلَمُوْنَ	جانتے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

نوح علیہ السلام قوم کو توحید کی دعوت دینے کے لئے مبعوث کئے گئے

حضرت نوح علیہ السلام پہلے رسول اور انسانوں کے دوسرے دادا ہیں، اب سب انسان نوح علیہ السلام کی اولاد ہیں، ان سے پہلے انبیاء مبعوث ہوتے تھے، نبی: مؤمنین کی طرف بھیجا جاتا ہے، اور رسول: کفار ومشرکین کی طرف، وہی اس کی امتِ دعوت ہوتے ہیں، پھر جو ایمان لاتے ہیں وہ اس کی امتِ اجابت ہوتے ہیں، نوح علیہ السلام کے زمانہ تک انسان

بہت زیادہ نہیں پھیلے تھے، مگر وہ شرک میں پکّے ہوگئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو توحید کی دعوت دینے کے لئے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، تاکہ وہ ان کو شرک کے بھیانک انجام سے ڈرائیں، نوح علیہ السلام نے پہلے قوم کو اپنا شناختی کارڈ دکھایا، فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں، تمہیں شرک کے انجام سے صاف صاف ڈرانے کے لئے آیا ہوں، پھر فرمایا:

''مورتیوں کو چھوڑ دو، اور ایک اللہ کی عبادت کرو، اور اللہ کے احکام کی خلاف ورزی مت کرو، اور میں جو باتیں تم سے کہوں ان کو مانو، اللہ تعالیٰ اب تک کی تمہاری ساری کوتاہیاں معاف کریں گے، اور تمہیں موت تک مہلت دیں گے، عذاب میں نہیں پکڑیں گے، ہاں موت وقت پر ضرور آئے گی، اللہ کا مقررہ وقت جب آتا ہے ٹلتا نہیں، کیا اچھا ہو جو تم میری باتیں بوجھو!''

آیاتِ پاک کا ترجمہ: ـــــ ہم نے بالیقین نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈرا، اس سے پہلے کہ ان کو دردناک عذاب پہنچے، اس نے کہا: ''اے میری قوم! میں تمہارے لئے صاف صاف ڈرانے والا ہوں، کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اور اس سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو، وہ تمہارے کچھ گناہ (سابقہ گناہ) معاف کردے گا، اور تمہیں مقررہ وقت (موت) تک ڈھیل دے گا، بے شک اللہ کا مقررہ وقت جب آتا ہے ٹلتا نہیں، کیا خوب ہو جو تم یہ باتیں جان لو''

قَالَ رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا ۝ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ۝ وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّیْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ۝ ثُمَّ اِنِّیْۤ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝

قَالَ	کہا اس نے	اِلَّا فِرَارًا	مگر بھاگنا	فِیْۤ اٰذَانِهِمْ	اپنے کانوں میں
رَبِّ	اے میرے پروردگار!	وَاِنِّیْ	اور بے شک میں نے	وَاسْتَغْشَوْا	اور اوڑھ لئے انھوں نے
اِنِّیْ دَعَوْتُ	بے شک میں نے بلایا	كُلَّمَا	جب بھی	ثِیَابَهُمْ	اپنے کپڑے
قَوْمِیْ	اپنی قوم کو	دَعَوْتُهُمْ	بلایا ان کو	وَاَصَرُّوْا	اور اڑے رہے وہ
لَیْلًا وَّنَهَارًا	شب و روز	لِتَغْفِرَ لَهُمْ	تاکہ بخشیں آپ ان کو	وَاسْتَكْبَرُوا	اور گھمنڈ کیا انھوں نے
فَلَمْ یَزِدْهُمْ	پس نہیں بڑھایا ان کو	جَعَلُوْۤا	ٹھونسی انھوں نے	اسْتِكْبَارًا	گھمنڈ کرنا بڑا
دُعَآءِیْۤ	میرے بلانے نے	اَصَابِعَهُمْ	اپنی انگلیاں	ثُمَّ اِنِّیْ	پھر بے شک میں نے

دَعَوْتُهُمْ	بلایا ان کو	ثُمَّ اِنِّیْٓ	پھر بے شک میں نے	وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ	اور چپکے سے کہا ان سے
جِهَارًا	برملا	اَعْلَنْتُ لَهُمْ	کھول کر کہا ان سے	اِسْرَارًا	بالکل چھپ کر

نوح علیہ السلام کی دعوت صدا بہ صحرا ثابت ہوئی

نوح علیہ السلام نے قوم پر ساڑھے نوسو سال تک محنت کی مگر نتیجہ صفر رہا، ارشاد فرماتے ہیں:

نوحؑ نے عرض کیا: اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو شب وروز بلایا، مگر میرے بلانے پر وہ اور زیادہ بھاگتے رہے، اور میں نے جب بھی ان کو بلایا کہ آپ ان کو بخشیں تو انھوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونسیں — کیونکہ میری بات سننا ان کو گوارہ نہ تھا، چاہتے تھے کہ میری آواز ان کے کان میں نہ پڑے — اور اپنے کپڑے اوڑھ لئے — تاکہ وہ مجھے نہ دیکھیں اور نہ میں ان کو دیکھوں — اور وہ اپنی بات (شرک) پر اڑے رہے، اور انھوں نے غایت درجہ گھمنڈ کیا پھر میں نے ان کو بآوازِ بلند بلایا، پھر میں نے ان کو علانیہ سمجھایا، اور ان کو بالکل خفیہ بھی سمجھایا — مگر سب لاحاصل رہا!

فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ﴿۱۲﴾ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ﴿۱۳﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۙ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۙ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ ع

فَقُلْتُ	پس میں نے کہا	يُّرْسِلِ	چھوڑے گا	وَّبَنِيْنَ	اور بیٹوں سے
اسْتَغْفِرُوْا	گناہ بخشواؤ تم	السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ	آسمان کو تم پر	وَيَجْعَلْ لَّكُمْ	اور بنائے گا تمہارے لئے
رَبَّكُمْ	اپنے پروردگار سے	مِّدْرَارًا (۱)	موسلا دھار	جَنّٰتٍ	باغات
اِنَّهٗ كَانَ	بے شک وہ ہے	وَّيُمْدِدْكُمْ	اور بڑھائے گا تم کو	وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ	اور بنائے گا تمہارے لئے
غَفَّارًا	بڑا بخشنے والا	بِاَمْوَالٍ	مال سے	اَنْهٰرًا	نہریں

(۱) مِدْرار: صیغۂ مبالغہ، دَرَّ الدَّرُّ (ن،ض) دَرًّا: دودھ کا کثرت سے ہونا، جاری ہونا، بہنا۔

مَا لَكُمْ	تمہیں کیا ہوا	طِبَاقًا	تہ بہ تہ	ثُمَّ يُعِيدُكُمْ	پھر لوٹائے گا وہ تم کو
لَا تَرْجُوْنَ	نہیں امید رکھتے تم	وَّجَعَلَ	اور بنایا	فِيْهَا	اس میں
لِلّٰهِ	اللہ کے لئے	الْقَمَرَ فِيْهِنَّ	چاند کو ان میں	وَيُخْرِجُكُمْ	اور نکالے گا تم کو
وَقَارًا (۱)	عظمت کی	نُوْرًا	نور	اِخْرَاجًا (۴)	خاص انداز سے نکالنا
وَقَدْ خَلَقَكُمْ	حالانکہ پیدا کیا ہے اس	وَّجَعَلَ	اور بنایا	وَاللّٰهُ	اور اللہ نے
	نے تم کو	الشَّمْسَ	سورج کو	جَعَلَ لَكُمُ	بنایا تمہارے لئے
اَطْوَارًا (۲)	طرح طرح سے	سِرَاجًا	چراغ	الْاَرْضَ	زمین کو
اَلَمْ تَرَوْا	کیا نہیں دیکھتے تم	وَاللّٰهُ	اور اللہ نے	بِسَاطًا	فرش
كَيْفَ خَلَقَ	کیسے پیدا کئے ہیں	اَنْۢبَتَكُمْ	اگایا تم کو	لِتَسْلُكُوْا مِنْهَا	تا کہ چلو تم اس کی
اللّٰهُ	اللہ نے	مِّنَ الْاَرْضِ	زمین سے	سُبُلًا	راہوں میں
سَبْعَ سَمٰوٰتٍ	سات آسمان	نَبَاتًا (۳)	خاص انداز سے اگانا	فِجَاجًا	کشادہ

نوح علیہ السلام نے قوم کو انفس و آفاق کے دلائل سے توحید اور اللہ کی عظمت سمجھائی

جو گناہوں سے توبہ کرے وہ نہال اور مالا مال ہو جائے گا: —— پس میں نے —— نوح علیہ السلام نے —— کہا: تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ —— یعنی شرک سے توبہ کرو —— بے شک وہ بڑے بخشنے والے ہیں، وہ بکثرت تم پر بارش برسائیں گے، اور تمہیں مال اور اولاد میں ترقی دیں گے، اور تمہارے لئے باغات لگائیں گے، اور تمہارے لئے نہریں بہائیں گے!

انفس و آفاق میں غور کرو اللہ کی عظمت سمجھ میں آئے گی: —— (نوح علیہ السلام نے کہا:) تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ کی عظمت کے معتقد نہیں ہوتے، حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے پیدا کیا —— مٹی سے غذا نکالی، غذا سے خون بنایا، خون سے مادّہ بنایا، مادّہ رحم مادر میں پہنچا تو خون بستہ (کلیجی جیسا) بنا، پھر وہ گوشت کی بوٹی بن گیا، پھر اس میں ہڈیاں ابھریں، پھر ان پر گوشت چڑھا، پھر اشرف المخلوقات انسان وجود میں آیا، فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ! —— کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے ہیں، اور ان میں چاند کو نور بنایا، اور سورج کو چراغ

(۱) وَقَار: مصدر، وَقُرَ (ک) باوقار ہونا، یہاں عظمت کے معنی ہیں (۲) أطوار: طَور کی جمع: مختلف حالتیں (۳) نباتا اور إخراجا: مفعول مطلق بیان نوع کے لئے ہیں (۴) فِجَاج: فَجّ کی جمع: کشادہ۔

بنایا، اور اللہ نے تم کو زمین سے خاص طور پر اگایا ـــــ جس کی تفصیل ابھی گذری ـــــ پھر وہ (موت کے بعد) تم کو اس میں لوٹائے گا، پھر وہ تمہیں (قیامت کے دن) خاص طور سے نکالے گا ـــــ اجسام زمین سے گھاس کی طرح اگیں گے، پھر ارواح عالم برزخ سے ریوں آئیں گی، اور اپنی اپنی باڈیوں میں داخل ہونگی تو نئی زندگی شروع ہوگی ـــــ اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا، تاکہ تم اس کے کشادہ راستوں میں چلو! ـــــ مکہ میں پہاڑ ہی پہاڑ ہیں، مگر درمیان میں کشادہ راہیں بھی ہیں، جن کی وجہ سے ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچنا آسان ہوگیا ہے، اگر یہ راہیں نہ ہوتیں تو انسان ایک جگہ گھر کر رہ جاتا!

قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ﴿٢١﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٢﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿٢٣﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿٢٤﴾

قَالَ نُوْحٌ	نوحؑ نے کہا	اِلَّا خَسَارًا	مگر گھاٹا	وَّلَا سُوَاعًا	اور نہ سواع کو
رَّبِّ	اے رب!	وَمَكَرُوْا	اور داؤ چلے وہ	وَّلَا يَغُوْثَ	اور نہ یغوث کو
اِنَّهُمْ	بے شک انھوں نے	مَكْرًا	داؤ	وَيَعُوْقَ	اور یعوق کو
عَصَوْنِيْ	میری نافرمانی کی	كُبَّارًا (۲)	بڑے	وَنَسْرًا	اور نسر کو
وَاتَّبَعُوْا	اور پیروی کی انھوں نے	وَقَالُوْا	اور کہا انھوں نے	وَقَدْ اَضَلُّوْا	اور بالتحقیق گمراہ کیا انھوں نے
مَنْ (۱)	اس کی جس کو	لَا تَذَرُنَّ	ہرگز مت چھوڑو	كَثِيْرًا	بہت سوں کو
لَّمْ يَزِدْهُ	نہیں بڑھایا اس کو	اٰلِهَتَكُمْ	اپنے معبودوں کو	وَلَا تَزِدِ	اور نہ بڑھائیں آپ
مَالُهٗ	اس کے مال نے	وَلَا تَذَرُنَّ	اور ہرگز مت چھوڑو	الظّٰلِمِيْنَ	ظالموں کی
وَوَلَدُهٗ	اور اس کی اولاد نے	وَدًّا	وڈ کو	اِلَّا ضَلٰلًا	مگر گمراہی

قوم نے نوح علیہ السلام کی بات نہیں مانی، اپنے سرداروں کی بات مانی

نوحؑ نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا، اور ایسے لوگوں کا کہنا مانا جن کے مال اور

(۱) مَن: موصولہ، صلہ سے مل کر اتبعوا کا مفعول بہ (۲) کُبَّار: صیغۂ مبالغہ، اس میں کُبار سے معنی کی زیادتی ہے، اور کِبار میں کبیر سے معنی کی زیادتی ہے۔

اولاد نے ان کو نقصان ہی پہنچایا ـــــ یعنی اپنے رئیسوں اور مالداروں کا کہنا مانا، جن کے مال اور اولاد میں کچھ خوبی اور بہتری نہیں، بلکہ وہ ان پر ٹوٹا ہے، اُن ہی کے سبب دین سے محروم رہے (فوائد) ـــــ اور وہ (میرے خلاف) بڑی بڑی چالیں چلے، اور انھوں نے (لوگوں سے) کہا: تم اپنے معبودوں کو ہرگز مت چھوڑو! اور تم (خاص طور پر) ہرگز مت چھوڑو وَدّ کو اور نہ سُواع کو اور نہ یغوث کو، اور یعوق اور نسر کو، اور انھوں نے بہتوں کو گمراہ کیا ـــــ صرف اسّی مرد وزن ایمان لائے تھے ـــــ اور آپ ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھا دیجئے!

فائدہ (۱): نوح علیہ السلام کی قوم میں بت پرستی کا رواج کیسے ہوا؟ پہلے زمانہ میں کچھ بزرگ لوگ تھے، ان کی وفات کے بعد شیطان کے اغواء (بہکانے) سے قوم نے ان کی تصویریں بطور یادگار کھڑی کرلیں، پھر ان کی تعظیم ہونے لگی، پھر پرستش ہونے لگی، یہی مورتیاں عرب میں آگئی تھیں: بخاری شریف کی حدیث (نمبر ۴۹۲۰) ہے:

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: جو مورتیاں قوم نوح میں رائج تھیں وہ بعد میں عرب میں رائج ہوگئیں: وَدّ: دومۃ الجندل میں قبیلہ کلب کا تھا، سُوَاع: قبیلہ ہذیل کا، یَغُوْث: قبیلہ مراد کا، بعد میں وہ سبأ کے پاس یعنی یمن میں جوف مقام میں قبیلہ غطفان کا ہوا، یَعُوْق: قبیلہ ہمدان کا، اور نَسْر: حمیر قبیلہ کے ذوالکلاع خاندان کا تھا ـــــ اور نَسْر (اور باقی چار) قوم نوح علیہ السلام کے نیک لوگوں کے نام ہیں، جب ان کا انتقال ہوا تو شیطان نے ان کی قوم کو پٹی پڑھائی کہ ان کی ان مجلسوں میں جن میں وہ بیٹھا کرتے تھے ان کے مجسمے کھڑے کردو، اور ان کے ناموں سے نامزد کردو، چنانچہ انھوں نے ایسا کیا، پس وہ پوجے نہیں گئے یہاں تک کہ جب وہ نسل ختم ہوگئی، اور علم مٹ گیا تو ان کی پرستش شروع ہوگئی۔

فائدہ (۲): دیوبندیت کا امتیاز اکابر کی قبروں کے ساتھ اعتدال برتنا ہے، سنت سے جو ثابت ہے اسی تک رہنا ہے، آگے نہیں بڑھنا، مگر اب دیوبند میں اکابر کے فوٹو بکنے لگے ہیں، ان کی قبروں پر کتبے لگ گئے ہیں، مراقبے ہونے لگے ہیں، یہ سلسلہ بڑھا تو سجدے بھی ہونے لگیں گے، اور دور دور سے لوگ اکابر کی قبروں کی زیارت کے لئے آنے لگے ہیں، یہ سلسلہ بڑھا تو عرس بھی ہونے لگے گا، اور بڑوں کی قبریں مسجد یا مدرسہ کے احاطے میں بننے لگی ہیں، جب دیوبندیوں میں جہالت آئے گی تو ان قبروں کی پرستش ہوگی، اللہ ہماری حفاظت فرمائیں۔

مِمَّا خَطِيْٓئٰتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ۬ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ۝ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝ رَبِّ

اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿۲۸﴾

مِمَّا خَطِیْٓـٰٔتِهِمْ (۱)	ان کی غلطیوں کی وجہ سے	عَلَی الْاَرْضِ	زمین پر	اغْفِرْلِیْ	بخشیں مجھے
اُغْرِقُوْا	وہ ڈبائے گئے	مِنَ الْكٰفِرِیْنَ	کافروں کا	وَلِوَالِدَیَّ	اور میرے ماں باپ کو
فَاُدْخِلُوْا	پس داخل کئے گئے	دَیَّارًا (۲)	کوئی بسنے والا گھر	وَلِمَنْ	اور اس کو جو
نَارًا	آگ میں	اِنَّكَ اِنْ	بے شک آپ اگر	دَخَلَ	آیا
فَلَمْ یَجِدُوْا	پس نہیں پایا انھوں نے	تَذَرْهُمْ	چھوڑیں گے ان کو	بَیْتِیَ	میرے گھر میں
لَهُمْ	اپنے لئے	یُضِلُّوْا	گمراہ کریں گے وہ	مُؤْمِنًا	مؤمن ہوکر
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اللہ سے ورے	عِبَادَكَ	آپ کے بندوں کو	وَّلِلْمُؤْمِنِیْنَ	اور مؤمن مردوں کو
اَنْصَارًا	کوئی مددگار	وَلَا یَلِدُوْٓا	اور نہیں جنیں گے وہ	وَالْمُؤْمِنٰتِ	اور مؤمن عورتوں کو
وَقَالَ نُوْحٌ	اور دعا کی نوح نے	اِلَّا فَاجِرًا	مگر بدکار	وَلَا تَزِدِ	اور نہ بڑھائیں آپ
رَّبِّ	اے میرے ربّ!	كَفَّارًا	حق کے منکر کو	الظّٰلِمِیْنَ	ظالموں کی
لَا تَذَرْ	نہ چھوڑیں آپ	رَبِّ	اے میرے رب	اِلَّا تَبَارًا (۳)	مگر تباہی!

نوح علیہ السلام کی قوم اپنی غلطیوں کی وجہ سے غرقاب ہوئی، بددعا ازمز تھا

ارشاد فرماتے ہیں: اپنے ان ہی گناہوں کے سبب وہ غرقاب کئے گئے، پھر وہ دوزخ میں داخل کئے گئے ـــــ یعنی دنیا کی سزا پر اکتفا نہیں کیا گیا ـــــ اور اللہ کے سوا ان کو کوئی مددگار میسر نہیں آیا ـــــ آگے نوح علیہ السلام کی بددعا آرہی ہے، اس آیت کی تقدیم میں اشارہ ہے کہ ان کی ہلاکت کا اصل سبب ان کی نافرمانی تھی۔

اور نوحؑ نے دعا کی: اے میرے رب! کافروں میں سے زمین پر ایک بھی باشندہ نہ چھوڑیں، اگر آپ ان کو چھوڑیں گے تو وہ آپ کے بندوں کو (ان مؤمنین کو جو نجات پائیں گے) گمراہ کریں گے، اور ان کی کافر وفاجر ہی اولاد پیدا ہوگی! ـــــ اے میرے پروردگار! مجھے، میرے ماں باپ کو، اور جو مؤمن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں آئے اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دیں، اور ان ظالموں کی ہلاکت ہی بڑھائیں!

(۱) مما: میں ما زائد ہے، اور من اجلیہ ہے (۲) دیَّار: بسنے والا، رہنے والا، دَوْر سے جس کے معنی ہیں: گھومنا (۳) تبار: مصدر: ہلاکت، ہلاک کرنا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الجنّ

اس سورت کا موضوع بھی توحید ہے، یہ سورت مکی دور کے وسط کی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۴۰ ہے، گذشتہ سورت میں انسان (نوح علیہ السلام) نے انسانوں کو توحید کی دعوت دی تھی، اس سورت میں جنات نے جنات کو توحید کی دعوت دی ہے، اور دوسرے رکوع میں بھی نفی شرک اور توحید سے متعلق مختلف مضامین ہیں۔

زمین میں تین مخلوقات ایک ساتھ بسی ہوئی ہیں: زمین میں بے شمار مخلوقات ہیں: ﴿ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ﴾: اور آپ کے رب کے لشکروں کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا! مگر ان میں خاص مخلوقات تین ہیں: زمینی فرشتے (ملأ سافل) جنات اور انسان، اور تینوں میں لطافت وکثافت کا پارٹیشن ہے لطیف مخلوق کو کثیف مخلوق نظر آتی ہے، اور کثیف کو لطیف نظر نہیں آتی، ان میں سے فرشتے مکلّف نہیں، جیسے اور مخلوقات (حیوانات) مکلّف نہیں، فرشتوں کی فطرت میں دیگر مخلوقات کی طرح سلامتی ہے، وہ ہر وقت اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں: ﴿ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ ﴾: کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو!

اور جنات اور انسان مکلّف مخلوق ہیں، ان کی فطرت میں خیر وشر دونوں ہیں، وہ اپنے اختیار سے ایک پہلو اختیار کر سکتے ہیں، اور پہلے زمین پر فرشتے پیدا کئے گئے، پھر جنات، پھر انسان، یہ آخری دونوں ہدایت کے محتاج ہیں، پہلے جنات میں بھی رسالت کا سلسلہ ہوگا، مگر جب سے انسان پیدا ہوا ہدایت ورسالت میں جنات انسانوں کے تابع کئے گئے، اب وہ انسان رسول کی امت ہیں، اور ان میں بھی وہ تمام فرقے ہیں جو انسانوں میں ہیں، ان میں یہود ونصاریٰ، ہندو اور مسلمان سب ہیں۔

سورۂ جن میں جنات کی رپورٹ نازل کی گئی ہے: جنات پہلے آسمان کے قریب جاتے تھے، فرشتوں کی باتیں سنتے تھے اور کاہنوں کے کانوں میں ڈالتے تھے، پھر جب قرآن کا نزول شروع ہوا تو ان پر پابندی لگ گئی، اب وہ آسمان کے قریب نہیں جا سکتے، جاتے ہیں تو میزائل داغے جاتے ہیں، شہاب ثاقب سے ان کی خبر لی جاتی ہے، اس صورتِ حال نے شیاطین کے لئے لمحہ فکر یہ پیدا کیا، انھوں نے عالمی کانفرس بلائی، اس میں غور وفکر کے بعد طے پایا کہ ضرور زمین میں کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے جس کی وجہ سے یہ پابندی لگی ہے، چنانچہ نئی بات جاننے کے لئے کمیشن بنائے گئے جو زمین کا دورہ کریں گے، اور ان کو ڈویژن تقسیم کر کے دیئے گئے، ان میں ایک وفد نصیبین کے جنات کا تھا، ان کو تہامہ کا جائزہ لینے کی

ذمہ داری سپرد کی گئی۔

ہجرت سے پہلے نبی ﷺ عکاظ میلے میں لوگوں کو دین کی دعوت دینے کے لئے تشریف لے جارہے تھے، رات میں نخلہ مقام میں قیام فرمایا، وہاں آپؐ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، اور زور سے قرآن پڑھ رہے تھے اچانک وہاں سے جنات کا وفد گذرا، جب قرآن کی آواز ان کے کان میں پڑی تو وہ یکدم رک گئے، اور غور سے سننے لگے، قرآن سن کر وہ سمجھ گئے کہ یہی وہ کلام ہے جس کی وجہ سے ان پر پابندی لگی ہے، وہ قرآن پر ایمان لے آئے، اور نبی ﷺ سے ملاقات کئے بغیر قوم کی طرف لوٹ گئے، اور اپنی مفصل رپورٹ پیش کی، جو سورۃ الجن میں نازل کی گئی، اور جنات کی آمد کی اور ایمان قبول کرنے کی اطلاع آپؐ کو سورۃ الاحقاف آیات (۲۹-۳۲) کے ذریعہ دی گئی۔

اور یہ مضمون بخاری شریف کی حدیث (نمبر ۷۷۳) میں آیا ہے، جو درج ذیل ہے:

حدیث: رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ بازار عکاظ کی طرف جانے کی نیت سے چلے درانحالیکہ شیاطین کے درمیان اور آسمان کی خبروں کے درمیان روک لگا دی گئی تھی یعنی اس واقعہ سے پہلے جنات کو آسمان پر جانے سے روک دیا گیا تھا، اور ان پر انگارے برسائے جاتے تھے (میزائل داغے جاتے تھے) پس شیاطین اپنی قوم کی طرف لوٹے، پس قوم نے پوچھا: کیا بات ہے؟ یعنی خبریں کیوں نہیں لائے؟ انھوں نے کہا: ہمارے درمیان اور آسمان کی خبروں کے درمیان پہرہ بٹھا دیا گیا ہے اور ہم پر آگ کے گولے داغے جاتے ہیں، انھوں نے کہا: تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان جو رکاوٹ پیدا ہوئی ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ کوئی نئی بات پیدا ہوئی ہے، لہٰذا تم مشرق و مغرب کا دورہ کرو، پس دیکھو وہ کیا نئی بات ہے، جو تمہارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوئی ہے؟ پس پھرے وہ لوگ جو تہامہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے، نبی ﷺ کی طرف، درانحالیکہ آپ مقام نخلہ میں تھے، اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ بازار عکاظ جانے کا ارادہ رکھتے تھے، اور آپؐ وہاں صحابہ کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، پس جب ان جنات نے قرآن سنا تو وہ بغور سننے لگے، پس انھوں نے کہا: قسم بخدا! یہی وہ کلام ہے جو ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان حائل ہوا ہے، پس وہی جگہ ہے جب وہ اپنی قوم کی طرف لوٹے، کہا انھوں نے: اے ہماری قوم! بے شک ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو نیک راستے کی راہنمائی کرتا ہے، پس ہم اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر یہ آیات اتاریں ﴿قُلْ أُوْحِيَ إِلَيَّ﴾ (سورۃ الجن) اور آپؐ کی طرف جنات کی بات ہی وحی کی گئی یعنی جنات نے اپنی قوم میں جو رپوٹ پیش کی تھی وہ سورۃ الجن میں نازل کی گئی، اس وقت وہ جنات آپؐ سے نہیں ملے تھے، سورۂ احقاف (آیت ۲۹) میں ان جنات کی آمد کی اطلاع دی گئی۔

آیاتہا ۲۸ (۷۲) سُوْرَةُ الْجِنِّ مَكِّيَّةٌ (۴۰) رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝١ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝٢ وَّاَنَّهُ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝٣ وَّاَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝٤ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝٥ وَّاَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝٦ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝٧ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاۗءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝٨ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝٩ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝١٠ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَاۗىِٕقَ قِدَدًا ۝١١ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝١٢ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۝١٣ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝١٤ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝١٥ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَي الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّاۗءً غَدَقًا ۝١٦ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ۝١٧ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۝١٨ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝١٩ ع

میری طرف	اِلَيَّ	وحی کی گئی	اُوْحِيَ	آپ کہیں	قُلْ

اَنَّهٗ (1)	شان یہ ہے کہ	وَّ اَنَّهٗ	اور شان یہ ہے کہ	الْاِنْسُ وَالْجِنُّ	انس وجن
اسْتَمَعَ	غور سے سنی بات	تَعٰلٰی	برتر ہے	عَلَى اللّٰهِ	اللہ پر
نَفَرٌ	ایک جماعت نے	جَدُّ (3)	نصیبہ	كَذِبًا	جھوٹی بات
مِّنَ الْجِنِّ	جنات کی	رَبِّنَا	ہمارے رب کا	وَّاَنَّهٗ	اور شان یہ ہے کہ
فَقَالُوْٓا	پس کہا انھوں نے	مَا اتَّخَذَ	نہیں بنائی اس نے	كَانَ رِجَالٌ	کچھ مرد تھے
اِنَّا سَمِعْنَا (2)	بے شک ہم نے سنا	صَاحِبَةً	کوئی بیوی	مِّنَ الْاِنْسِ	انسانوں میں سے
قُرْاٰنًا	پڑھنا	وَّلَا وَلَدًا	اور نہ کوئی اولاد	يَعُوْذُوْنَ	پناہ لیتے تھے
عَجَبًا	عجیب	وَّاَنَّهٗ	اور شان یہ ہے کہ	بِرِجَالٍ	کچھ مردوں کی
يَّهْدِيْٓ	راہ دکھاتا ہے	كَانَ يَقُوْلُ	کہا کرتا تھا	مِّنَ الْجِنِّ	جنات میں سے
اِلَى الرُّشْدِ	بھلائی کی	سَفِيْهُنَا	ہمارا بے وقوف	فَزَادُوْهُمْ	پس بڑھائی انھوں نے انکی
فَاٰمَنَّا	پس ایمان لائے ہم	عَلَى اللّٰهِ	اللہ پر	رَهَقًا (5)	بد دماغی
بِهٖ	اس پر	شَطَطًا (4)	بڑھی ہوئی بات	وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا	اور یہ کہ گمان کیا انھوں نے
وَلَنْ نُّشْرِكَ	اور ہرگز شریک نہیں	وَّاَنَّا	اور یہ کہ ہم نے	كَمَا ظَنَنْتُمْ	جیسا گمان کیا تم نے
	کریں گے ہم	ظَنَنَّآ	خیال کیا	اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ	کہ ہرگز نہیں بھیجیں گے
بِرَبِّنَآ	ہمارے رب کے ساتھ	اَنْ لَّنْ	کہ ہرگز نہیں	اللّٰهُ اَحَدًا	اللہ کسی کو
اَحَدًا	کسی کو	تَقُوْلَ	کہیں گے	وَّاَنَّا لَمَسْنَا	اور یہ کہ ہم نے ٹٹول لیا

(۱) اس أنَّ پر آگے جو پندرہ جگہ أنَّ آرہا ہے: معطوف ہے، پھر سب اُوحی کا نائب فاعل (مفعول بہ) ہیں، جنات کی یہ پوری رپورٹ جو سولہ دفعات پر مشتمل ہے: وحی کی گئی ہے۔ قاعدہ: إن (بالکسر) اور أن (بالفتح) دونوں حروف مشبہ بالفعل ہیں، دونوں مضمون جملہ کی تاکید کے لئے ہیں، إنَّ: جملہ کے شروع میں آتا ہے اور أن درمیان میں، جیسے إن الله علیم: بے شک اللہ جاننے والے ہیں اور علمتُ أنك عالم: بے شک مجھے معلوم ہے کہ آپ جانتے ہیں، اور دونوں کا اسم منصوب اور خبر مرفوع ہوتی ہے، اور دونوں کا اسم کبھی ضمیر ہوتی ہے، پھر ضمیر کبھی خالی ہوتی ہے، اس کا مرجع نہیں ہوتا، وہ ضمیر شان کہلاتی ہے، اور کبھی ضمیر بھری ہوتی ہے، اس کا مرجع ہوتا ہے، جنات کی رپورٹ میں پانچ جگہ ضمیر شان ہے، اس کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔

(۲) یہ إن: قال کے ماتحت ہے (۳) جَدّ: شان، نصیبہ، عظمت (۴) شطط: مصدر، شَطَّ شَطَطًا: حد سے تجاوز کرنا۔

(۵) رَهَقًا: مصدر: زیادتی، بد دماغی رَهِق (س) رَهَقًا: ظلم و زیادتی کرنا، گناہوں میں مبتلا ہونا، بد دماغی: حاصل مصدر ہے۔

السَّمَآءَ	آسمان کو	وَّاَنَّا مِنَّا	اور یہ کہ ہم میں سے بعض	وَّلَا رَهَقًا	اور نہ کسی زبردستی سے
فَوَجَدْنٰهَا	پس پایا ہم نے اس کو	الصّٰلِحُوْنَ	نیک ہیں	وَّاَنَّا مِنَّا	اور یہ کہ ہم میں سے بعض
مُلِئَتْ	بھرا گیا ہے	وَمِنَّا	اور ہم میں سے بعض	الْمُسْلِمُوْنَ	فرمان بردار ہیں
حَرَسًا شَدِيْدًا	سخت چوکیداروں سے	دُوْنَ ذٰلِكَ	اس سے ورے ہیں	وَمِنَّا	اور ہم میں سے بعض
وَّشُهُبًا	اور انگاروں سے	كُنَّا طَرَآئِقَ	تھے ہم راہیں	الْقٰسِطُوْنَ	ناانصاف ہیں
وَّاَنَّا كُنَّا	اور یہ کہ تھے ہم	قِدَدًا[1]	پھٹی ہوئی	فَمَنْ اَسْلَمَ	پس جو فرمان بردار ہوا
نَقْعُدُ	بیٹھتے تھے	وَّاَنَّا ظَنَنَّا	اور یہ کہ خیال کیا ہم نے	فَاُولٰٓئِكَ	پس انھوں نے
مِنْهَا	آسمان سے	اَنْ لَّنْ	کہ ہرگز نہیں	تَحَرَّوْا	سوچ لی
مَقَاعِدَ	نشست گاہوں میں	نُّعْجِزَ اللّٰهَ	عاجز کر سکتے ہم اللہ کو	رَشَدًا	بھلائی
لِلسَّمْعِ	سننے کے لئے	فِى الْاَرْضِ	زمین میں	وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ	اور رہے ناانصاف
فَمَنْ يَّسْتَمِعِ	پس جو سنتا ہے	وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ	اور ہرگز نہیں عاجز کر	فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ	پس وہ جہنم کا
الْاٰنَ	اب		سکتے اس کو	حَطَبًا	ایندھن ہیں
يَجِدْ لَهٗ	پاتا ہے اپنے لئے	هَرَبًا	بھاگ کر	وَّاَنْ لَّوِ	اور یہ کہ اگر
شِهَابًا رَّصَدًا	انگارا گھات میں لگا ہوا	وَّاَنَّا لَمَّا	اور یہ کہ جب	اسْتَقَامُوْا	سیدھے رہتے وہ
وَّاَنَّا لَا نَدْرِىْٓ	اور ہم نہیں جانتے کہ	سَمِعْنَا	سنی ہم نے	عَلَى الطَّرِيْقَةِ	راستے پر
اَشَرٌّ	آیا برائی	الْهُدٰٓى	ہدایت (راہ نمائی)	لَاَسْقَيْنٰهُمْ	توضرور پلاتے ہم ان کو
اُرِيْدَ	چاہی گئی ہے	اٰمَنَّا بِهٖ	ایمان لے آئے ہم اس پر	مَّآءً غَدَقًا[2]	کثیر پانی
بِمَنْ فِى الْاَرْضِ	ان کے ساتھ جو زمین	فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ	پس جو ایمان لایا	لِّنَفْتِنَهُمْ	تا کہ جانچیں ہم ان کو
	میں ہیں	بِرَبِّهٖ	اپنے رب پر	فِيْهِ	اس (پانی) میں
اَمْ اَرَادَ بِهِمْ	یا چاہی ہے ان کے ساتھ	فَلَا يَخَافُ	پس نہیں ڈرتا وہ	وَمَنْ يُّعْرِضْ	اور جو روگردانی کرے گا
رَبُّهُمْ رَشَدًا	ان کے رب نے بھلائی	بَخْسًا	کسی کمی سے	عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ	اپنے رب کے ذکر سے

(۱) قِدَد: قِدَّة کی جمع مختلف الخیال لوگوں کی جماعت۔

(۲) غَدَقًا: مصدر بابِ سمع: کثیر پانی، غَدِقَ المطرُ: خوب بارش ہونا۔

پکارتا ہے وہ اس کو	یَدْعُوْهُ	اللہ کے ساتھ	مَعَ اللّٰهِ	چلائیں گے وہ اس کو	یَسْلُكْهُ
قریب ہیں وہ	كَادُوْا	کسی کو	اَحَدًا	سخت عذاب میں	عَذَابًا صَعَدًا(۱)
ہوجائیں	یَكُوْنُوْنَ	اور شان یہ ہے کہ	وَّاَنَّهٗ	اور یہ کہ عبادت گاہیں	وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ
اس پر	عَلَیْهِ	جب کھڑا ہوا	لَمَّا قَامَ	اللہ کے لئے ہیں	لِلّٰهِ
ٹھٹھ (جھم گٹا)	لِبَدًا	اللہ کا بندہ	عَبْدُ اللّٰهِ	پس مت پکارو	فَلَا تَدْعُوْا

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

جنات کی سولہ دفعات پر مشتمل تحقیقاتی رپورٹ

جنات نے اپنی اتھارٹی کو یہ تحقیقاتی رپورٹ سولہ دفعات پر مشتمل پیش کی ہے، آج بھی کمیشن اسی طرح دفعہ دار رپورٹ لکھتے ہیں، ذیل میں ان کو دفعہ دار لکھا ہے، تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو۔

﴿قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ:﴾

ترجمہ: آپؐ (لوگوں سے) کہیں: میری طرف وحی کی گئی:

﴿اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ یَّهْدِیْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝﴾

۱- کہ جنات کی ایک جماعت نے قرآن سنا، پس انھوں نے (اپنی قوم سے) کہا: بے شک ہم نے ایک عجیب پڑھنے کی کتاب سنی، جو راہ ہدایت دکھاتی ہے، پس ہم تو اس پر ایمان لے آئے، اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے!

﴿وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝﴾

۲- اور یہ کہ ہمارے پروردگار کا بڑا رتبہ (شان) ہے، اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا اور نہ اولاد!

﴿وَّاَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ سَفِیْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝﴾

۳- اور یہ کہ ہمارا بے وقوف اللہ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی بات کہا کرتا تھا ـــــ یعنی وہ اللہ کے لئے بیوی اور اولاد مانتا ہے، جو اس کی بے وقوفی ہے، جنات کے احمقوں نے اللہ کا جنات کے ساتھ دامادی کا رشتہ قائم کیا تھا، اور وہ اللہ کو صاحبِ اولاد مانتے تھے، مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں اور عیسائی: حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں، سورۃ

(۱) صَعَدَ: سخت، مصدر بابِ سمع أی غذابًا عالیا یغمره ویعلو علیه۔

الصافات میں اس کی تردید ہے (ہدایت القرآن ۸۳:۷)

﴿ وَاَنَّا ظَنَنَّآ اَنۡ لَّنۡ تَقُوۡلَ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۙ﴾

۴- اور یہ کہ ہمارا خیال تھا کہ انسان اور جنات کبھی اللہ کے بارے میں جھوٹ نہیں کہیں گے —— یہی خیال کر کے ہم بھی بہک گئے، اب قرآن سن کر قلعی کھلی، اور ان احمقوں کی اندھی تقلید سے نجات ملی۔

﴿ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الۡاِنۡسِ يَعُوۡذُوۡنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الۡجِنِّ فَزَادُوۡهُمۡ رَهَقًا ۙ﴾

۵- اور یہ کہ کچھ انسان جنات کی پناہ لیا کرتے تھے، پس اُن آدمیوں نے اُن جنات کی بد دماغی اور بڑھادی —— عرب میں یہ جہالت بہت پھیلی ہوئی تھی: جنّوں سے غیب کی خبریں پوچھتے، ان کے نام کی نذر و نیاز کرتے، چڑھاوے چڑھاتے، اور جب کسی قافلہ کا گذر یا پڑاؤ کسی خوفناک وادی میں ہوتا تو کہتے کہ اس حلقہ کے جنّوں کا جو سردار ہے ہم اس کی پناہ میں آتے ہیں، تاکہ وہ اپنے ماتحت جنّوں سے ہماری حفاظت کرے، ان باتوں سے جنّ اور زیادہ مغرور ہو گئے اور سر چڑھنے لگے، اب قرآن نے آکر ان خرابیوں کی جڑ کاٹی (فوائد)

﴿ وَّاَنَّهُمۡ ظَنُّوۡا كَمَا ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ لَّنۡ يَّبۡعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۙ﴾

۶- اور یہ کہ انھوں نے خیال کر رکھا تھا جیسا تم نے خیال کر رکھا ہے کہ (اب) اللہ تعالیٰ کسی کو (نبی بنا کر) مبعوث نہیں فرمائیں گے —— یعنی جیسا تمہارا خیال ہے، بہت آدمیوں کا بھی یہی خیال ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کوئی پیغمبر مبعوث نہیں فرمائیں گے، جو رسول پہلے ہو چکے سو ہو چکے، اب قرآن سے معلوم ہوا کہ اس نے ایک عظیم الشان رسول بھیجا ہے، اور اس پر اپنی آخری کتاب نازل فرمائی ہے۔

﴿ وَّاَنَّا لَمَسۡنَا السَّمَآءَ فَوَجَدۡنٰهَا مُلِئَتۡ حَرَسًا شَدِيۡدًا وَّشُهُبًا ۙ﴾

۷- اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹول لیا، پس ہم نے اس کو سخت پہرے اور شعلوں سے بھرا پایا —— یہ کانفرس کے موضوع کا جواب ہے، کانفرس اس لئے بلائی گئی تھی کہ جنات آسمان سے خبریں کیوں نہیں لاتے؟ جواب یہ ہے کہ کیسے لائیں، وہاں سخت پہرہ لگا ہوا ہے اور میزائل داغے جاتے ہیں، اور یہ رسول اور قرآن کے برحق ہونے کی علامت ہے، نزولِ قرآن کی تقریب ہی سے یہ سیکورٹی قائم کی گئی ہے۔

﴿ وَّاَنَّا كُنَّا نَقۡعُدُ مِنۡهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمۡعِ ؕ فَمَنۡ يَّسۡتَمِعِ الۡاٰنَ يَجِدۡ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ﴾

۸- اور یہ کہ ہم آسمان کی نشست گاہوں میں باتیں سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے، پس اب جو کوئی بات سننا چاہتا ہے اپنے لئے ایک تیار شعلہ پاتا ہے —— یہ پہلی ہی بات انداز بدل کر کہی۔

﴿ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝۱۰ ﴾

۹-اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ کیا زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا ان کے ربّ نے ان کی ہدایت کا قصد کیا ہے؟ —— یعنی یہ جدید انتظامات اور سخت ناکہ بندیاں خدا جانے کس غرض سے عمل میں آئی ہیں؟ یہ تو ہم سمجھ چکے کہ قرآنِ کریم کا نزول اور پیغمبر عربی کی بعثت اس کا سبب ہوا لیکن نتیجہ کیا ہونے والا ہے؟ آیا زمین والے قرآن کو مان کر راہ پر آئیں گے، اور اللہ ان پر الطافِ خصوصی مبذول فرمائیں گے یا یہی ارادہ ٹھہر چکا ہے کہ لوگ قرآنی ہدایات سے اعراض کرنے کی پاداش میں تباہ و برباد کیے جائیں گے؟ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے، اس کا علم علّام الغیوب کو ہے (فوائد)

﴿ وَّاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَاۗىِٕقَ قِدَدًا ۝۱۱ ﴾

۱۰-اور یہ کہ ہم میں سے بعضے نیک اور بعضے اور طرح کے ہیں، ہم مختلف طریقوں میں بٹے ہوئے تھے —— یعنی جنات میں بھی فرقے اور جماعتیں ہیں، کوئی مشرک، کوئی عیسائی، کوئی یہودی، کوئی بدھسٹ اور کوئی مسلمان ہے، اور سب صحیح نہیں، صحیح کوئی ایک ہے، اس کا فیصلہ اب قرآنِ کریم نے کیا۔

﴿ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝۱۲ ﴾

۱۱-اور یہ کہ ہم نے سمجھ لیا ہے کہ ہم زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے، اور نہ بھاگ کر اس کو ہرا سکتے ہیں —— یعنی اگر ہم نے قرآن کو نہ مانا تو ہم اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکتے، نہ زمین میں کسی جگہ چھپ کر، نہ اِدھر اُدھر بھاگ کر، نہ ہوا میں اڑ کر، پس سلامتی کا راستہ قرآن پر ایمان لانا ہے۔

﴿ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ۝۱۳ ﴾

۱۲-اور یہ کہ ہم نے جب ہدایت کی بات سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے، پس جو شخص اپنے رب پر ایمان لائے گا اس کو نہ کسی کمی کا اندیشہ ہوگا اور نہ زیادتی کا —— یعنی ہمارے لئے فخر کا موقع ہے کہ جنّوں میں سب سے پہلے ہم نے قرآن سن کر بلا توقف قبول کیا، اور ایمان لانے میں ایک منٹ کی دیر نہیں کی اور سچے ایمانداروں کو اللہ کے ہاں کوئی کھٹکا نہیں، نہ نقصان کا کہ اس کی کوئی نیکی اور محنت یونہی رائگاں چلی جائے، نہ زیادتی کا کہ زبردستی کسی دوسرے کے جرم اس کے سر تھوپ دیئے جائیں، غرض وہ نقصان، تکلیف اور ذلت و رسوائی سب سے مأمون و محفوظ ہے (فوائد)

﴿ وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ۝۱۴ وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ۝۱۵ ﴾

۱۳-اور یہ کہ ہم میں سے بعضے فرمان بردار ہیں، اور بعضے ہم میں سے ناانصاف ہیں، سو جو مسلمان ہو گیا تو انھوں نے

بھلائی کا راستہ تلاش کرلیا، اور جو نا انصاف ہیں وہ دوزخ کا ایندھن ہیں ـــــ یہ ایمان لانے کا فائدہ اور انکار کا انجام سمجھایا، پس یہ ایمان لانے کی دعوت ہے۔

﴿ وَّاَنْ لَّوِاسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۚ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾ ﴾

۱۴- اور یہ کہ اگر وہ سیدھے راستہ پر قائم ہوجاتے تو ہم ان کو کثیر پانی سے سیراب کرتے، تاکہ ہم اس (پانی) سے ان کا امتحان کریں، اور جو اپنے رب کی یاد سے روگردانی کرے گا اللہ اس کو سخت عذاب میں داخل کریں گے ـــــ بہت سے مفسرین یہاں سے اللہ کا ارشاد مانتے ہیں یعنی جنات کی رپورٹ ختم ہوگئی، مگر التفات ہوسکتا ہے، اور التفات قرآنِ کریم کا خاص اسلوب ہے، پس یہ بھی ایمان کی دعوت ہے اسلوب بدل کر کہ جو ایمان لائیں گے ان کی خوب چاندی ہوگی، اللہ تعالیٰ ان کو مائے کثیر سے سیراب کریں گے، اور اللہ کی ہر نعمت کے ذریعہ امتحان مقصود ہوتا ہے اور عرب میں پانی بہت کم تھا، اور جو ایمان نہیں لائے گا اس کو سخت عذاب سے سابقہ پڑے گا۔

﴿ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾ ﴾

۱۵- اور یہ کہ سجدہ گاہیں سب اللہ کے لئے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت مت کرو ـــــ یہ توحید کی دعوت کے بعد شرک سے بچنے کی ہدایت ہے، ہر عبادت اللہ ہی کے لئے خالص ہونی چاہئے، اس میں شرک کا شائبہ نہیں ہونا چاہئے، ورنہ وہ عبادت منہ پر ماردی جائے گی، اور مساجد (عبادت گاہوں) کی تخصیص ان کی اہمیت کی وجہ سے ہے، ورنہ ہر عبادت کا یہی حکم ہے، کسی عبادت میں شرکت گوارا نہیں۔

﴿ وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ ﴾

۱۶- اور یہ کہ جب اللہ کے بندے (رسول اللہ ﷺ) اللہ کی عبادت کے لئے کھڑے ہوئے تو لوگ ان پر بھیڑ لگانے کو تیار ہوگئے ـــــ کاد: مجمل اثبات میں فعل کی نفی کرتا ہے، صرف قُرب بتلاتا ہے اور عبادت سے مراد دعوت بھی ہے، اور یہ درمیانی دور کی سورت ہے، اس وقت لوگ پل پڑتے تھے ـــــ اور لوگوں کا جو برتاؤ اللہ کے رسول کے ساتھ ہوتا ہے وہی ان کے ورثاء کے ساتھ ہوتا ہے، پس اس آخری بات میں اشارہ ہے کہ تم ہماری باتیں سن کر چراغ پا ہوجاؤ گے، مگر ہمیں اس کی پرواہ نہیں، یہ تو ہمارے رسول کی سنت ہے!

قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّيْ لَنْ يُّجِيْرَنِيْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ

مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ
نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ
نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ
رَبِّيْۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ
رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ
اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

قُلْ	آپؐ کہیں:	مِنَ اللّٰهِ	اللہ سے	اَبَدًا	سدا
اِنَّمَاۤ	اس کے سوا نہیں کہ	اَحَدٌ	کوئی	حَتّٰۤى اِذَا	یہاں تک کہ جب
اَدْعُوْا	میں پکارتا ہوں	وَّلَنْ اَجِدَ	اور ہرگز نہیں پاؤں گا میں	رَاَوْا	دیکھیں گے وہ
رَبِّيْ	میرے رب کو	مِنْ دُوْنِهٖ	اس سے ورے	مَا يُوْعَدُوْنَ	اس کو جس کا وعدہ کئے
وَلَاۤ اُشْرِكُ	اور میں شریک نہیں کرتا	مُلْتَحَدًا (۲)	کوئی جائے پناہ		گئے ہیں وہ
بِهٖۤ اَحَدًا	اس کے ساتھ کسی کو	اِلَّا بَلٰغًا	مگر پہنچانا	فَسَيَعْلَمُوْنَ	پس عنقریب جان لیں گے وہ
قُلْ	آپؐ کہیں:	مِّنَ اللّٰهِ	اللہ کی طرف سے	مَنْ اَضْعَفُ	کون کمزور ہے
اِنِّيْ	بے شک میں	وَرِسٰلٰتِهٖ (۳)	اور اس کے پیغامات	نَاصِرًا	مددگار کے اعتبار سے
لَاۤ اَمْلِكُ	نہیں مالک ہوں	وَمَنْ يَّعْصِ	اور جو نافرمانی کرے گا	وَّاَقَلُّ	اور کم ہے
لَكُمْ	تمہارے لئے	اللّٰهَ	اللہ کی	عَدَدًا	گنتی کے اعتبار سے
ضَرًّا	کسی برائی کا	وَرَسُوْلَهٗ	اور اس کے رسول کی	قُلْ	آپؐ کہیں:
وَّلَا رَشَدًا	اور نہ کسی بھلائی کا	فَاِنَّ لَهٗ	پس بیشک اس کے لئے	اِنْ اَدْرِيْۤ	نہیں جانتا میں
قُلْ اِنِّيْ	آپؐ کہیں: بیشک میں	نَارَ جَهَنَّمَ	دوزخ کی آگ ہے	اَقَرِيْبٌ	کیا نزدیک ہے
لَنْ يُّجِيْرَنِيْ (۱)	ہرگز نہیں بچائے گا مجھے	خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ	ہمیشہ رہنے والا اس میں	مَّا تُوْعَدُوْنَ	جس کا وعدہ کئے جاتے ہو تم

(۱) أجار إجارة: بچانا، پناہ دینا، مادّہ جَور، باب نصر: پناہ کا طالب ہونا جار علیه: ظلم کرنا (۲) مُلْتَحَد: اسم ظرف از بابِ افتعال: پناہ کی جگہ (۳) رسالاتِ کا بلاغا پر عطف ہے، اور استثناء منقطع ہے أی لا أملك شيئا ما إلا بلاغا۔

اَمْ يَجْعَلُ	یا بنائی ہے	مِنْ رَّسُوْلٍ	رسول سے	اَبْلَغُوْا	پہنچائے انھوں نے
لَهٗ رَبِّيْٓ	اس کیلئے میرے رب نے	فَاِنَّهٗ	پس بے شک وہ	رِسٰلٰتِ	پیغامات
اَمَدًا	کوئی دراز مدت	يَسْلُكُ	چلاتے ہیں	رَبِّهِمْ	ان کے رب کے
عٰلِمُ الْغَيْبِ	بھیدوں کے جاننے والے	مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ	اس کے آگے	وَاَحَاطَ	اور گھیر لیا ہے
فَلَا يُظْهِرُ	پس نہیں ظاہر کرتے	وَمِنْ خَلْفِهٖ	اور اس کے پیچھے	بِمَا لَدَيْهِمْ	اس کو جو ان کے پاس ہے
عَلٰى غَيْبِهٖٓ	اپنے بھید پر	رَصَدًا (1)	چوکیدار	وَاَحْصٰى	اور محفوظ کرلیا ہے
اَحَدًا	کسی کو	لِّيَعْلَمَ	تاکہ وہ جانیں	كُلَّ شَيْءٍ	ہر چیز کو
اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى	مگر جس کو پسند کیا	اَنْ قَدْ	کہ تحقیق	عَدَدًا	گن کر

نبی ﷺ کی زبانِ مبارک سے شرک کی تردید

کمیشن نے اپنی رپورٹ شرک کی تردید سے شروع کی ہے، کیونکہ نفیِ شرک کی اہمیت توحید کے برابر ہے، بلکہ توحید کا حصہ ہے، اور جنات نے آخری دفعہ میں نبی ﷺ کا ذکر کیا ہے، اور سورت کا موضوع توحید ہے، اس لئے اللہ پاک نبی ﷺ کی زبانِ مبارک سے شرک کی تردید فرماتے ہیں:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ۝﴾

ترجمہ: آپؐ کہیں: میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔

نبی ﷺ کا خدائی میں کوئی حصہ نہیں!

اگر کوئی خیال کرے کہ کائنات میں سب سے اونچا مقام رسول اللہ ﷺ کا ہے، اس لئے شاید ان کا خدائی میں کوئی حصہ ہوگا، وہ اپنی امتِ اجابہ کو نفع اور امتِ دعوت کو ضرر پہنچانے کا اختیار رکھتے ہونگے؟ اس لئے آپؐ ہی کی زبان سے تردید کراتے ہیں کہ آپؐ کو ایسا کوئی اختیار نہیں۔

﴿قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ۝﴾

ترجمہ: آپؐ کہیں: میں تمہارے لئے نہ کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی بھلائی کا!

آپ ﷺ کے سوا اور بھی کوئی خدائی اختیار نہیں رکھتا

اگر کوئی خیال کرے کہ شاید آپؐ کے سوا کوئی اور نبی ولی ایسا اختیار رکھتا ہوگا تو اس کی بھی زبانِ مبارک سے تردید

(۱) رَصَد: مصدر بمعنی اسم فاعل: نگہبانی کرنے والا، چوکیدار، رَصَد (ن) رَصدًا: گھات میں بیٹھنا، نگاہ رکھنا۔

کراتے ہیں کہ اگر مجھ پر اللہ کی طرف سے کوئی افتاد پڑے تو مجھے اس سے کوئی نہیں بچاسکتا، نہ مجھے کوئی پناہ کی جگہ ملے گی، جہاں چھپ کر اللہ کی پکڑ سے بچ جاؤں، معلوم ہوا کہ اور بھی کوئی خدائی اختیار نہیں رکھتا۔

﴿قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ۝﴾

ترجمہ: آپؐ کہیں: مجھ کو اللہ کے سوا کوئی نہیں بچاسکتا، اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ کی جگہ پاؤں گا۔

نبی ﷺ کا منصب ومقام

اگر کوئی سوچے کہ نبی ﷺ کا خدائی میں کوئی حصہ نہیں تو آخر آپؐ کا منصب ومقام کیا ہے؟ اس کا اعلان بھی آپؐ ہی کی زبانِ مبارک سے کراتے ہیں کہ میرا منصب ومقام اور میری ذمہ داری صرف اللہ کے احکام پہنچانے کی اور پیغام رسانی کی ہے، پھر جو اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانے گا وہ جہنم رسید ہوگا، وہ وہاں ہمیشہ سڑے گا، اور جو مانے گا وہ جنت نشیں ہوگا، اور وہاں ہمیشہ مزے لوٹے گا۔

﴿اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ۝﴾

ترجمہ: مگر اللہ کی طرف سے پہنچانا اور اس کے پیغامات کا ادا کرنا (میرا کام ہے) اور جو اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانے گا: اس کے لئے آتشِ دوزخ ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہے گا!

توحید کی دعوت کب کامیاب ہوگی؟

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کے نبی کی تحریک کامیاب ہوگی، مگر ابھی کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے، ابھی مکی دور کا وسط ہے، مسلمان کفار کے ظلم وستم سے تنگ آکر حبشہ چلے گئے ہیں، مکہ مکرمہ میں گنتی کے چند مسلمان رہ گئے ہیں، مگر جلد وہ وقت آرہا ہے کہ آپؐ کی تحریک کامیاب ہوگی، اس وقت لوگوں کو معلوم ہوگا کہ کس کے مددگار کمزور اور کس کی جماعت کم ہے۔

یہ وعدہ فتح مکہ کے دن پورا ہوا، اس سورت کے نزول کے پندرہ سال بعد نبی ﷺ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اور قریش کی آنکھیں کھل گئیں!

﴿حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ۝﴾

ترجمہ: یہاں تک کہ جب لوگ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے: اس وقت وہ جانیں گے کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی جماعت کم ہے!

ابھی یہ بھید ہے کہ توحید کی دعوت کب کامیاب ہوگی؟ اور بھیدوں کو صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں

دعوتِ توحید کی کامیابی میں کتنے دن باقی ہیں؟ ابھی یہ ایک بھید ہے، اور غیب کو صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں، اس لئے

نبی ﷺ ابھی نہیں بتلاسکتے کہ کامیابی کا وعدہ قریب ہے یا اس کے لئے اللہ نے کوئی دراز مدت مقرر کی ہے؟

﴿ قُلْ اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ اَمَدًا۝ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا۝ ﴾

ترجمہ: آپ کہیں: مجھے معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ نزدیک ہے یا میرے پروردگار نے اس کے لئے کوئی مدتِ دراز مقرر کر رکھی ہے، غیب کا جاننے والا وہی ہے، وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔

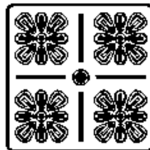
قرآنِ کریم کی وحی فرشتوں کے پہرے میں آتی ہے

غیب: یعنی وہ باتیں جو پس پردہ ہیں، جو حواس کی گرفت سے باہر ہیں: جن سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہیں، جب ان میں سے کسی بات سے اللہ تعالیٰ انبیاء کو مطلع کرنا چاہتے ہیں تو وحی کے ذریعہ اطلاع دیتے ہیں، اور وحی لانے والے فرشتہ کے ساتھ دوسرے فرشتوں کا پہرہ ہوتا ہے، تا کہ کسی طرح شیطان اس میں دخل کرنے نہ پائے، اور وحی بالیقین انبیاء تک پہنچ جائے، قرآنِ کریم کی وحی اسی طرح آئی ہے، جنات نے اپنی رپورٹ میں اسی کا ذکر کیا ہے۔

﴿ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا۝ لِّیَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَیْهِمْ وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا۝ ﴾

ترجمہ: (اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا) مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو، پس بے شک وہ اس (وحی) کے آگے اور پیچھے محافظ فرشتے چلاتا ہے، تا کہ اللہ تعالیٰ جان لیں کہ انھوں نے (فرشتوں نے) بالیقین اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچادیئے، اور اللہ تعالیٰ ان (فرشتوں) کے تمام احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اور ان کو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے!

فائدہ: غیب: وہ چیزیں ہیں جو پسِ پردہ ہیں، جب انبیاء کو ان کی اطلاع دیدی جاتی ہے تو وہ غیب نہیں رہتیں، جیسے قرآنِ کریم پس پردہ اور غیب تھا، جب نبی ﷺ پر اس کا نزول ہوا تو اب وہ غیب نہیں رہا۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ المزّمّل

اب دوسورتوں کا موضوع رسالت ہے، گذشتہ سورت میں توحید کا بیان تھا، مگر اس کے آخر میں رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے متعدد اعلان کرائے تھے، اس طرح اب رسالت کا بیان شروع ہوگیا، یہ اس سورت کا گذشتہ سورت سے ربط ہے۔ اس سورت کے شروع میں رسول اللہ ﷺ کے لئے تہجد کا حکم ہے، یہ حکم امت کے لئے بھی ہے، آخری آیت میں صحابہ کے تہجد پڑھنے کا ذکر ہے، پھر امتِ دعوت (کفار) کا مختصر تذکرہ ہے، پھر آخری آیت میں امتِ اجابہ (مؤمنین) کا ذکر ہے اور آئندہ سورت کے شروع میں رسول اللہ ﷺ کے لئے چند احکام ہیں، پھر پوری سورت میں کفار کا ذکر ہے، پہلے ایک کٹّر مخالف کا ذکر ہے، پھر عام کفار کا، اور سورت آخرت کے عذاب کے بیان پر پوری ہوگی، چنانچہ آگے کئی سورتیں آخرت کے عنوان پر آئیں گی۔

یہ سورت بالکل ابتدا میں نازل ہوئی ہے، مطلقاً پہلی سورت: العلق ہے، اس کی ابتدائی پانچ آیتیں سب سے پہلے نازل ہوئی ہیں، پھر چھ ماہ وحی بند رہی، یہ زمانۂ فترت کہلاتا ہے، پھر دوسری مرتبہ: پہلی وحی سورۃ المدثر کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئی ہیں، اور یہ سورت اس کے بعد نازل ہوئی ہے، خیال رہے کہ یہ ترتیب ابتدائی آیات کے اعتبار سے ہے، باقی حصہ بعد میں نازل ہوا ہے۔

حکم کبھی عمل سے پہلے تخفیفاً منسوخ کیا جاتا ہے

حکم کبھی تخفیف (سہولت) کے لئے عمل شروع کرنے سے پہلے منسوخ کیا جاتا ہے، ایسی صورت میں اصل حکم کا استحباب باقی رہتا ہے، جیسے معراج میں پہلے پچاس نمازیں فرض کیں، پھر عمل سے پہلے پانچ کردیں، مگر پچاس نمازوں کا استحباب اب بھی باقی ہے، نبی ﷺ اور خواص امت رات دن میں پچاس رکعتیں پڑھتے تھے، کیونکہ اصل نماز ایک رکعت ہے، دو رکعتیں شفعہ (جوڑی) ہیں۔

اس کی دوسری مثال یہاں ہے، پہلے رات بھر عبادت کا حکم دیا، تھوڑی دیر کو مستثنیٰ کیا، پھر دوسری آیت میں اس حکم کو عمل شروع کرنے سے پہلے منسوخ کرکے آدھی رات یا کم وبیش عبادت کرنے کا حکم دیا، اس میں مصلحت یہ ہے کہ اس طریقہ سے عمل آسان ہوجاتا ہے، اب بندے خوشی خوشی پانچ نمازیں پڑھیں گے، اسی طرح اب بندے خوشی سے آدھی رات

عبادت کریں گے۔

کیا شروع میں تہجد واجب تھا؟ مشہور یہ ہے کہ ابتداء میں تہجد فرض تھا، پھر ایک سال کے بعد آخری آیت سے اس کی فرضیت ختم کی گئی، مگر آخری آیت میں ہے: ﴿ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ﴾ یعنی صحابہ کی ایک جماعت بھی تہجد پڑھتی ہے، اگر تہجد واجب ہوتا تو سب صحابہ پڑھتے، پس صحیح یہ ہے کہ شروع ہی سے تہجد مستحب ہے، اور امر ﴿ قُمِ ﴾ استحباب کے لئے ہے، اور استحباب کے بھی متفاوت درجات ہیں، آخری آیت کے ذریعہ درجۂ استحباب میں بھی تخفیف کردی ہے۔

کیا نبی ﷺ پر آخر تک تہجد واجب تھا؟ اب یہ مسئلہ طے کرنا ضروری نہیں، اور وجوب کا قول مرجوح ہے، صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ اگر کسی دن آپؐ کی آنکھ نہ کھلتی یا سونے کا تقاضا ہوتا تو آپؐ سورج نکلنے کے بعد اس کا بدل بارہ رکعتیں پڑھتے، تہجد واجب ہوتا تو آپؐ کیسے چھوڑتے؟ اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ میں لکھا ہے کہ آپؐ نے مزدلفہ کی رات میں بالقصد تہجد نہیں پڑھا تھا تا کہ اس کے وجوب کا گمان نہ ہو، اس لئے راجح یہ ہے کہ آپؐ کے لئے بھی تہجد مستحب تھا، اور ﴿ نَافِلَةً لَّكَ ﴾ سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

(۷۳) سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ (۳)

آیاتھا ۲۰ — رکوعاتھا ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝۱ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۲ نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝۳ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۝۴ اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ۝۵ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِيْلًا ۝۶ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝۷ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝۸ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝۹ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ۝۱۰

يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ(۱)	اے کپڑے میں لپٹنے والے	قُمِ الَّيْلَ	کھڑے ہوں رات بھر	اِلَّا قَلِيْلًا	مگر تھوڑی دیر

(۱) مُزَّمِّل: باب تفعل سے اسم فاعل: کپڑے میں لپٹنے والا، اصل میں مُتَزَمِّل تھا، تاء کو زاء میں ادغام کیا، تَزَمَّل: کپڑا اوڑھنا، کپڑے میں لپٹنا، یا باب اِفَّعُّل سے اسم فاعل ہے، اس کے بھی یہی معنی ہیں۔

نِّصْفَهٗ [1]	(کھڑے ہوں) آدھی رات	الَّيْلِ	رات کا	تَبْتِيْلًا	پوری طرح کٹ جانا
اَوِ انْقُصْ	یا کم کریں	هِيَ اَشَدُّ	وہ سخت ہے	رَبُّ الْمَشْرِقِ	(وہ) مشرق کے رب
مِنْهُ	اس سے	وَطْاً [3]	کچلنے کے اعتبار سے	وَالْمَغْرِبِ	اور مغرب (کے رب ہیں)
قَلِيْلًا	تھوڑا	وَّ اَقْوَمُ	اور زیادہ سیدھا ہے	لَاۤ اِلٰهَ	کوئی معبود نہیں
اَوْ زِدْ عَلَيْهِ	یا زیادہ کریں اس پر	قِيْلًا [4]	بات کے اعتبار سے	اِلَّا هُوَ	ان کے سوا
وَرَتِّلِ	اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں	اِنَّ لَكَ	بے شک آپ کے لئے	فَاتَّخِذْهُ	پس ان کو بنا
الْقُرْاٰنَ	قرآن	فِي النَّهَارِ	دن میں	وَكِيْلًا	کارساز
تَرْتِيْلًا	صاف صاف	سَبْحًا	تیرنا (مشغلہ) ہے	وَاصْبِرْ	اور صبر کر
اِنَّا	بے شک ہم	طَوِيْلًا	لمبا	عَلٰى مَا	اس پر جو
سَنُلْقِيْ	عنقریب ڈالیں گے	وَاذْكُرِ	اور ذکر کریں	يَقُوْلُوْنَ	وہ کہتے ہیں
عَلَيْكَ	آپ پر	اسْمَ رَبِّكَ	اپنے رب کا نام	وَاهْجُرْهُمْ	اور چھوڑ ان کو
قَوْلًا ثَقِيْلًا	بھاری بات	وَتَبَتَّلْ [5]	اور کٹ جائیں (لو لگالیں)	هَجْرًا	چھوڑنا
اِنَّ نَاشِئَةَ [2]	بے شک اٹھنا	اِلَيْهِ	اس کی طرف (اس سے)	جَمِيْلًا	خوبصورت

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

ابتدائے اسلام میں پانچ مقاصد سے آدھی رات یا کم وبیش تہجد پڑھنے کا حکم

ابتدائے اسلام میں نبی ﷺ کو مخاطب بنا کر امت کو آدھی رات یا کم وبیش تہجد پڑھنے کا استحبابی حکم دیا تھا: اور یہ حکم پانچ مقاصد سے تھا:

۱۔صحابہ نے قرآن بڑی عمروں میں حفظ کیا تھا، ایسا حفظ کچا ہوتا ہے، جبکہ حافظ اہل لسان بھی ہو، اس لئے حفظ پکا کرنے کے لئے ہر رات نازل شدہ سارا قرآن اللہ پاک کو سنانا ہوتا تھا، نماز میں پڑھنا اللہ کو سنانا ہے، اور چونکہ اس

(۱) نصفه کا عامل قُم محذوف ہے، قليلا سے بدل کل نہیں، آدھی یا کم وبیش رات سونا نہیں، تہجد پڑھنا ہے، جیسا کہ آخری آیت میں ہے۔ اور الليل سے بدل بعض بھی نہیں، ورنہ اِلا قليلا سے تعارض ہوگا اور نا قابل قبول توجیہ کرنی پڑے گی۔ (۲) ناشئة: مصدر نشأ الليلَ (ف) ناشئة: رات کو سو کر اٹھا (۳) وَطْأ: مصدر، وَطِئَ (س): روندنا، کچلنا (۴) قيلا: مصدر (ن): کہنا، بولنا (۵) تبتَّل (تفعل) کٹ جانا، یکسو ہو جانا، تبتيلا: مصدر باب تفعیل، بمعنی تبتل۔

وقت تھوڑا قرآن نازل ہوا تھا، اس لئے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے کا حکم دیا، تاکہ سارا وقت مشغول ہو جائے، اور تلاوت کا حق بھی ادا ہو جائے۔

۲- آگے دعوت کی مشغولیت بڑھے گی، اس لئے ذمہ داری بڑھے گی، اس سے پہلے قرآن خوب پکا کر لیا جائے، بعد میں صحابہ کو وقت نہیں ملے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: تَعَلَّموا قبلَ أن تُسَوَّدُوْا: سردار بنائے جاؤ یعنی ذمہ داری سر پے آجائے: اس سے پہلے علم حاصل کرلو، یعنی پھر موقع نہیں ملے گا۔

۳- رات میں اٹھ کر عبادت کی ریاضت نفس کی اصلاح کے لئے بہت مفید ہے، اس سے نفس خوب پامال ہوتا ہے۔

۴- رات میں پڑھنا دن کی بہ نسبت آسان ہے، زبان سے بات سیدھی نکلتی ہے، کیونکہ دل ودماغ زبان کے پیچھے راست کام کرتے ہیں، کسی اور چیز میں دل ودماغ مشغول نہیں ہوتے، علاوہ ازیں: رات کے مزاج میں انبساط ہے اور دن کے مزاج میں انقباض، اسی لئے رات کی نمازیں جہری ہیں اور دن کی سرّی، یہ وجہ ﴿ أَقْوَمُ قِيلًا ﴾ میں بیان کی ہیں۔

۵- دن میں آدمی کے مشاغل ہوتے ہیں، انسان اِدھر اُدھر دوڑتا بھاگتا ہے، اور رات میں آدمی فارغ ہوتا ہے، اس لئے بھی رات کا وقت طویل نفل عبادت کے لئے موزون ہے۔

آیاتِ پاک: —— اے کپڑا لپیٹنے والے رات بھر عبادت کریں، مگر تھوڑی دیر (آرام کریں) —— یہ پہلا حکم تھا، پھر اس کو عمل سے پہلے منسوخ کرتے ہیں —— (عبادت کریں) آدھی رات، یا اس سے کچھ کم کریں یا اس سے کچھ زیادہ کریں —— ابتدا میں تہجد سنتِ مؤکدہ تھا، پھر آخری آیت سے اس کی تاکید ختم کی۔

اور یہ حکم پانچ مصلحتوں سے تھا: (پہلی مصلحت) —— اور آپ قرآن کو خوب صاف صاف پڑھیں —— اس ارشاد میں تین باتیں ہیں:

۱- صحابہ حفظ کیا ہوا پارہ ہر رات اللہ پاک کو سنائیں، تاکہ ان کا حفظ پکا ہو جائے —— اور حفظ سنانے کے ترتیب وار چار درجے ہیں:

(الف) خود کو سنانا، یہ سب سے آسان درجہ ہے، بچہ جب سبق یاد کر لیتا ہے تو منہ اٹھا کر پڑھتا ہے، یہ خود کو سنانا ہے، یہ کچا پکا بھی سنا دیتا ہے۔

(ب) استاذ کو سنانا، یہ اول سے مشکل ہے، اسی لئے بچہ فجر کی اذان کے ساتھ اٹھتا ہے، اور رات کا یاد کیا ہوا دوبارہ یاد کرتا ہے، تب فجر کی نماز کے بعد سناتا ہے۔

(ج) اللہ کو سنانا یعنی نماز میں پڑھنا، اس کے لئے مضبوط یاد ہونا ضروری ہے، ورنہ نماز میں بھولے گا۔

(د) لوگوں کو سنانا یعنی تراویح میں پڑھنا، یہ سب سے مشکل ہے، حافظ اوابین میں پارہ پڑھتا ہے، پھر بھی تراویح کے رکوع سجدے میں اگلی رکعت کا قرآن دماغ میں گھماتا ہے، ایسا خوف کی وجہ سے کرتا ہے —— پس اس آیت میں ایک تو اللہ کو پارہ سنانے کا ذکر ہے۔

۲- ایک سوالِ مقدر کا جواب بھی ہے، سوال یہ ہے کہ ابتداء میں تھوڑا قرآن نازل ہوا تھا، حافظ اس کو تھوڑی دیر میں پڑھ کر فارغ ہوجائے گا، راجدھانی حافظ دس منٹ میں پارہ سنادیتا ہے، پھر آدھی رات تک کیا کرے گا؟ جواب: ٹھہر ٹھہر کر صاف صاف پڑھے، پس تھوڑا بھی لمبا ہوجائے گا، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ چھوٹی سورت ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے تھے کہ وہ بڑی سے بڑی سورت کے بقدر ہوجاتی تھی۔

۳- اس آیت میں قرآن پڑھنے کے ادب کی بھی تعلیم ہے، نماز میں اور خارج نماز قرآن خوب صاف صاف پڑھنا چاہئے، یہاں قراء والی ترتیل مراد نہیں، وہ امر حادث ہے، پہلے بچوں کو پلین (ہوائی جہاز) میں بٹھا کر حفظ کراتے تھے، اس لئے وہ تراویح میں اس طرح پڑھتے تھے کہ یعلمون تعلمون کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا، اب الحمدللہ! حفظ کا طریقہ بدل رہا ہے، حفظ صاف صاف پڑھا کر کرایا جائے، تاکہ حفاظ اسی طرح تراویح میں پڑھیں۔

دوسری مصلحت: —— بے شک ہم جلد ہی آپ پر بھاری ذمہ داری ڈالیں گے —— مراد دعوت کی ذمہ داری ہے، اور جو ذمہ داری آپؐ پر ڈالی جائے گی وہ صحابہ پر بھی ڈالی جائے گی، لہٰذا صحابہ اس سے پہلے اپنا حفظ پکا کرلیں۔

تیسری اور چوتھی مصلحت: —— بیشک رات میں اٹھنا ہی سخت کچلنے والا ہے، اور بہت زیادہ سیدھی بات والا ہے۔

پانچویں مصلحت: —— بے شک آپ کے لئے دن میں لمبا پیرنا ہے —— یعنی اِدھر اُدھر بھاگنا ہے، جیسے مچھلی حوض میں اِدھر اُدھر بھاگتی ہے، آدمی کو بھی چاروں طرف دوڑنا پڑتا ہے، اس لئے ان میں عبادت مشکل ہوتی ہے، اور رات فرصت کا وقت ہے، اس لئے تہجد کے لئے رات کا وقت موزون ہے۔

تہجد کے علاوہ بھی اللہ کا ذکر جاری رہے، اور جب زبان خاموش رہے تو دل اللہ کی طرف متوجہ رہے

مؤمن تہجد کے علاوہ بھی ہمہ وقت اللہ کا نام لیتا رہے، حدیث میں ہے: لایزالُ لسانُكَ رَطْبًا بذكر الله: تیری زبان برابر اللہ کا ذکر چٹخارا لے کر کرتی رہے، اور جس وقت زبان کسی شغل کی وجہ سے خاموش رہے تو دل اللہ کی طرف متوجہ رہے، اسی کو کارساز سمجھے، اسباب ضرور اختیار کرے مگر ان پر تکیہ نہ کرے، اس لئے کہ کائنات کے خالق و مالک اللہ ہیں، وہی مشرق و مغرب کے رب ہیں، اور وہی معبود ہیں، پس ان ہی سے لو لگائے —— اور کانٹوں بھرے کھیت سے

گذرنا پڑے اور کانٹے دامن سے الجھ رہے ہوں تو مخالفت کی پرواہ نہ کرے، صبر کرے، اور مخالفین کو اچھے انداز سے نظر انداز کرے۔

آیاتِ پاک: —— اور آپ اپنے پروردگار کا نام لیتے رہیں، اور اسی سے پوری طرح کو لگائے رہیں، مشرق ومغرب کے مالک وہی ہیں، ان کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، پس ان ہی کو اپنا کارساز بنائیں، اور مخالفین جو باتیں کرتے ہیں ان پر صبر کریں، اور ان کو خوبصورت انداز سے نظر انداز کریں۔

وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ﴿١١﴾ إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا وَجَحِيمًا ﴿١٢﴾ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٣﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴿١٤﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ﴿١٦﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ﴿١٧﴾ السَّمَاءُ مُنفَطِرٌ بِهِ ۚ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ﴿١٨﴾ إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿١٩﴾ ع ۱۴

وَذَرْنِي	اور چھوڑیں مجھے	وَطَعَامًا	اور کھانا ہے	مَّهِيلًا (۳)	بہتی ریت کے
وَالْمُكَذِّبِينَ	اور جھٹلانے والوں کو	ذَا غُصَّةٍ (۲)	گلے میں پھنسنے والا	إِنَّا أَرْسَلْنَا	بیشک ہم نے بھیجا ہے
أُولِي النَّعْمَةِ	نعمتوں والے	وَعَذَابًا أَلِيمًا	اور دردناک عذاب ہے	إِلَيْكُمْ	تمہاری طرف
وَمَهِّلْهُمْ	اور ڈھیل دیں ان کو	يَوْمَ تَرْجُفُ	جس دن لرزے کی	رَسُولًا	عظیم رسول
قَلِيلًا	تھوڑی	الْأَرْضُ	زمین	شَاهِدًا	گواہی دینے والا
إِنَّ لَدَيْنَا	بے شک ہمارے پاس	وَالْجِبَالُ	اور پہاڑ	عَلَيْكُمْ	تمہارے خلاف
أَنكَالًا (۱)	بیڑیاں	وَكَانَتِ الْجِبَالُ	اور ہونگے پہاڑ	كَمَا أَرْسَلْنَا	جیسے ہم نے بھیجا
وَجَحِيمًا	اور دوزخ ہے	كَثِيبًا	تودے	إِلَىٰ فِرْعَوْنَ	فرعون کی طرف

(۱) أنكال: نِكل کی جمع: بیڑی: لوہے کی زنجیر جو مجرموں کو ڈالتے ہیں (۲) غُصّة: گلے میں کوئی چیز پھنسنا، اچھولگنا (۳) مَهِيل: بروزن فعیل: بمعنی مفعول: بہائی ہوئی، بکھری ہوئی، هَالَ الرملَ: ریت کو بکھیرنا۔

رَسُوْلًا	عظیم رسول	اِنْ كَفَرْتُمْ	اگر ایمان نہ لائے تم	كَانَ وَعْدُهٗ	ہے اللہ کا وعدہ
فَعَصٰى	پس نافرمانی کی	يَوْمًا	اس دن میں	مَفْعُوْلًا	پورا ہو کر رہنے والا
فِرْعَوْنُ	فرعون نے	يَّجْعَلُ	جو کر ڈالے گا	اِنَّ هٰذِهٖ	بے شک یہ
الرَّسُوْلَ	اس رسول کی	الْوِلْدَانَ	بچوں کو	تَذْكِرَةٌ	یاد دہانی ہے
فَاَخَذْنٰهُ	پس پکڑا ہم نے اس کو	شِيْبًا	بوڑھا	فَمَنْ شَآءَ	پس جو چاہے
اَخْذًا	پکڑنا	السَّمَآءُ	آسمان	اتَّخَذَ	بنائے
وَّبِيْلًا (۱)	وبال کا	مُنْفَطِرٌ	پھٹنے والا ہے	اِلٰى رَبِّهٖ	اپنے رب کی طرف
فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ	پس کیسے بچو گے تم	بِهٖ (۲)	اس دن میں	سَبِيْلًا	راستہ

رسول اللہ ﷺ کے مخالفین سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نمٹیں گے

آیاتِ پاک: ـــــ اور مجھے اور جھٹلانے والے مالداروں کو چھوڑ! اور ان کو ذرا ڈھیل دے، بالیقین ہمارے پاس بیڑیاں اور دوزخ ہے، اور گلے میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب ہے ـــــ ان چیزوں سے مخالفین کو کس دن سابقہ پڑے گا؟ ـــــ جس دن زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں گے، اور پہاڑ ریگِ رواں ہو جائیں گے ـــــ اس دن مخالفین عذاب سے دوچار کیوں ہونگے؟ ـــــ بے شک ہم نے تمہارے پاس عظیم رسول بھیجا ہے، جو قیامت کے دن تمہارے خلاف گواہی دے گا ـــــ کہ تم اس پر ایمان نہیں لائے تھے ـــــ جس طرح ہم نے فرعون کے پاس عظیم رسول بھیجا، پس فرعون نے رسول کی نافرمانی کی ـــــ جیسے تم کر رہے ہو ـــــ پس ہم نے اس کو سخت پکڑا ـــــ تمہیں بھی اسی طرح سخت پکڑا جا سکتا ہے، اور اگر تم دنیا کی پکڑ سے بچ گئے ـــــ تو کیسے بچو گے اگر ایمان نہیں لائے اس دن میں جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا ـــــ یہ اس دن کی شدت کی تعبیر ہے ـــــ آسمان اس دن پھٹ جائے گا، اللہ کا وعدہ بالیقین ہو کر رہے گا ـــــ بے شک یہ ایک یاد دہانی ہے، پس جس کا جی چاہے اپنے رب کا راستہ اختیار کرے!

اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَ طَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ۭ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ۭ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ

(۱) وبیل: بروزن فعیل، صفتِ مشبہ، وَبَلَتِ السماءُ: موسلا دھار بارش برسنا، پس وبیل: وہ وبال جو پیچھا نہ چھوڑے (۲) بہ: أی فیہ، اور باء سببیہ بھی ہو سکتا ہے یعنی اس دن کی شدت کی وجہ سے۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ۭ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ڶ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۭ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ۧ۲۰

ع ۲

اِنَّ رَبَّكَ	بے شک آپ کا ربّ	تُحْصُوْهُ	احاطہ کر سکتے تم اس کا	يُقَاتِلُوْنَ	لڑیں گے
يَعْلَمُ	جانتا ہے	فَتَابَ عَلَيْكُمْ	پس توجہ فرمائی تم پر	فِيْ سَبِيْلِ	راہ میں
اَنَّكَ تَقُوْمُ	کہ آپ کھڑے ہوتے ہیں	فَاقْرَءُوْا	پس پڑھو	اللّٰهِ	اللہ کے
اَدْنٰى	ذرا کم	مَا تَيَسَّرَ	جو آسان ہو	فَاقْرَءُوْا	پس پڑھو
مِنْ ثُلُثَيِ	دو تہائی سے	مِنَ الْقُرْاٰنِ	قرآن سے	مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ	جو آسان ہو اس سے
الَّيْلِ	رات کے	عَلِمَ	جانا اس نے	وَاَقِيْمُوا	اور سیدھا کرو
وَنِصْفَهٗ	اور اس کی آدھی	اَنْ سَيَكُوْنُ	کہ عنقریب ہونگے	الصَّلٰوةَ	نماز کو
وَثُلُثَهٗ	اور اس کی تہائی	مِنْكُمْ	تم میں سے	وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ	اور دو زکات
وَطَآئِفَةٌ	اور ایک جماعت	مَّرْضٰى	بیمار	وَاَقْرِضُوا	اور قرضہ دو
مِّنَ الَّذِيْنَ	ان لوگوں کی جو	وَاٰخَرُوْنَ	اور دوسرے	اللّٰهَ	اللہ کو
مَعَكَ	آپؐ کے ساتھ ہیں	يَضْرِبُوْنَ	(پیر) ماریں گے	قَرْضًا حَسَنًا	اچھا قرضہ
وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ	فِي الْاَرْضِ	زمین میں	وَمَا	اور جو
يُقَدِّرُ	اندازہ کرتے ہیں	يَبْتَغُوْنَ	چاہیں گے وہ	تُقَدِّمُوْا	آگے بھیجو گے تم
الَّيْلَ وَالنَّهَارَ	شب و روز کا	مِنْ فَضْلِ	مہربانی سے	لِاَنْفُسِكُمْ	اپنی ذاتوں کے لئے
عَلِمَ	جانا اس نے	اللّٰهِ	اللہ کی	مِّنْ خَيْرٍ	نیکی میں سے
اَنْ لَّنْ	کہ ہرگز نہیں	وَاٰخَرُوْنَ	اور دوسرے	تَجِدُوْهُ	پاؤ گے تم اس کو

عِنۡدَ اللّٰهِ	اللہ کے پاس	اَجۡرًا	ثواب کے اعتبار سے	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
هُوَ خَيۡرًا (۱)	وہ بہتر ہے	وَاسۡتَغۡفِرُوا	اور گناہ بخشواؤ	غَفُوۡرٌ	بڑے بخشنے والے
وَّاَعۡظَمَ	اور بڑا ہے	اللّٰهَ	اللہ تعالیٰ سے	رَّحِيۡمٌ	بڑے رحم والے ہیں

تہجد کا تاکیدی حکم ایک وقت کے بعد ہلکا کر دیا

آیتِ پاک: ـــــ بے شک آپ کے رب جانتے ہیں کہ آپ رات کے دو تہائی سے کچھ کم ـــــ یہ آدھی رات سے زیادہ ہے ـــــ اور آدھی رات اور تہائی رات ـــــ یہ آدھی رات سے کم ہے ـــــ عبادت میں مشغول رہتے ہیں، اور ان لوگوں کی ایک جماعت بھی جو آپؐ کے ساتھ ہیں، اور اللہ تعالیٰ شب و روز کا اندازہ کرتے ہیں، ان کو معلوم ہے کہ تم اس کو ہرگز ضبط نہیں کر سکتے، اس لئے اس نے تمہاری طرف توجہ فرمائی، پس قرآن میں سے جتنا آسان ہو اس کو پڑھو، وہ جانتے ہیں کہ تم میں سے بعضے بیمار ہونگے، اور دوسرے تلاش معاش میں زمین میں سرگرداں ہونگے، اور تیسرے راہِ خدا میں اعدائے اسلام سے لوہا لیں گے، پس قرآن میں سے جتنا آسان ہو پڑھو، اور نماز کا اہتمام کرو، اور زکات ادا کرو، اور اللہ کو اچھے طریقہ پر قرض دو، اور جو بھی نیک کام تم اپنے لئے آگے بھیجو گے اس کو اللہ کے پاس بہتر اور ثواب میں بڑھا ہوا پاؤ گے، اور اللہ سے گناہ بخشواؤ، اللہ بڑے بخشنے والے بڑے رحم والے ہیں۔

چند وضاحتیں

۱- ﴿ اَدۡنٰى مِنۡ ثُلُثَيِ الَّيۡلِ وَنِصۡفَهٗ وَثُلُثَهٗ ﴾ وہی تعبیر ہے جو شروع سورت میں آئی ہے: ﴿ نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡهُ قَلِيۡلًا ۙ اَوۡ زِدۡ عَلَيۡهِ ﴾: دو تہائی رات سے کچھ کم یعنی آدھی رات سے زیادہ۔ اور تہائی رات: یعنی آدھی رات سے کم۔ پس یہ تفنّن (نہج بدلنا) ہے، اس سے کلام میں فصاحت پیدا ہوتی ہے۔

۲- ﴿ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيۡلَ وَ النَّهَارَ ﴾: رات اور دن کی پلاننگ اللہ تعالیٰ کرتے ہیں، کبھی رات کو دن سے گھٹاتے ہیں، کبھی بڑھاتے ہیں، کبھی برابر کرتے ہیں، پس رات کتنی گذری اور کتنی باقی ہے اس کا اندازہ گھڑیوں سے نہیں ہو سکتا، گھڑی سے تو اتنا معلوم ہوگا کہ رات کے دو بجے ہیں، مگر رات کتنی گذری اور کتنی باقی ہے اس کا صحیح اندازہ ہر شخص نہیں کر سکتا: ﴿ اَنۡ لَّنۡ تُحۡصُوۡهُ ﴾ کا یہی مطلب ہے۔

۳- قراءت نماز کا ایک رکن ہے، اور فاتحہ واجب ہے، یہ حدیث سے ثابت ہے، اور فاتحہ کے ضمن میں قراءت کا تحقق

(۱) ھو خیراً: تجدوہ کا مفعول ثانی ہے، اور اس کے بغیر سورۃ البقرۃ (آیت ۱۱۰) میں ہے۔

ہوجاتا ہے ـــــ نماز کے ارکان قرآن میں متفرق جگہ آئے ہیں، کسی جگہ تکبیر تحریمہ کا ذکر ہے، کسی جگہ قیام کا، یہاں قراءت کا، اور کسی جگہ رکوع وسجود کا۔ نبی ﷺ نے ان کو جمع کر کے نماز کی ہیئتِ کذائی بنائی ہے، پس حدیثوں کے بغیر نماز کی ہیئت نہیں جانی سکتی، اس لئے قرآن کی طرح حدیثیں بھی حجت ہیں۔

۴- یہ جو فرمایا کہ جتنا قرآن آسانی سے پڑھ سکو پڑھو: اس میں قراءتِ قرآن سے تہجد کی نماز مراد ہے، نماز تہجد کو اس کے ایک رکن سے تعبیر کیا ہے، پس یہ تہجد کی تاکید میں تخفیف ہے، اب تہجد سنتِ مؤکدہ نہیں رہا، صرف سنت ہے۔

۵- ابھی قتال فی سبیل اللہ جاری نہیں ہوا تھا، جیسے ابھی زکات کی تفصیلات نازل نہیں ہوئی تھیں، مگر دونوں کا ذکر کیا، یہ ایڈوانس ذہن سازی ہے۔

۶- فرائض میں سے دو اہم فرض عبادتیں: نماز اور زکات کا ذکر کیا، مگر مراد تمام فرائض ہیں۔

۷- اللہ کو قرض دینا: جہاد کے لئے خرچ کرنا ہے، ابتدا میں حکومت کے پاس فنڈ نہیں تھا، صحابہ جان ومال سے جہاد کرتے تھے، پس یہ بھی ایڈوانس ذہن سازی ہے۔

۸- مسلمان جو نیک عمل کرتا ہے وہ ضائع نہیں ہوتا، اللہ کے یہاں محفوظ ہوجاتا ہے، یہ بات سورۃ بقرۃ (آیت ۱۱۰) میں ہے، اور وہ عمل قیامت کے دن بہتر حالت میں سامنے آئے گا اور اس کا ثواب کئی گنا بڑھ جائے گا: یہ بات یہاں ہے، حدیث میں ہے کہ مؤمن ایک کھجور خیرات کرتا ہے تو رحمان اس کو دائیں ہاتھ میں لیتے ہیں، پھر اس کو بڑھاتے ہیں، جیسے تم اپنے بچھیرے کی پرورش کرتے ہو، چنانچہ وہ کھجور قیامت کے دن پہاڑ سے بڑی ہوجائے گی۔

۹- غَفَرَ کے مادہ میں چھپانے کا مفہوم ہے، پس استغفار کے معنی ہیں: اللہ سے دعا کرنا کہ وہ اپنی رحمت میں چھپالیں، اس کا ہر بندہ محتاج ہے، بلکہ جو زیادہ پاکیزہ ہے وہ استغفار کا زیادہ حقدار ہے، نبی ﷺ روزانہ ستّر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے تھے۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ المدّثّر

مصاحف میں سورتوں کے شروع میں بسم اللہ کی بائیں طرف نزول کا نمبر لکھا ہے، یہ ترتیب سیوطی رحمہ اللہ نے اتقان میں لکھی ہے، ان کے نقطۂ نظر سے پہلی سورت العلق، دوسری سورت القلم، تیسری سورت المزمل اور چوتھی سورت المدثر ہے، مگر صحیح حدیث کی رو سے پہلی سورۃ العلق، دوسری المدثر اور تیسری المزمل ہے۔

حدیث: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے نبی ﷺ سے سنا، درانحالیکہ آپؐ وحی کے وقفہ کا تذکرہ فرما رہے تھے، آپؐ نے اپنی حدیث میں فرمایا: اس درمیان کہ میں چل رہا تھا، میں نے آسمان سے ایک آواز سنی، میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا، تو اچانک وہ فرشتہ جو میرے پاس غار حراء میں آیا تھا، آسمان وزمین کے درمیان کرسی پر بیٹھا ہوا ہے، پس میں ہیبت سے اکھڑ گیا اور لوٹ گیا، اور گھر والوں سے کہا: مجھے کپڑا اوڑھاؤ! مجھے کپڑا اوڑھاؤ! لوگوں نے مجھے کمبل اوڑھا دیا، پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتاریں: ''اے کپڑے میں لپٹنے والے! اٹھو یعنی مستعد ہو جاؤ، پس (کافروں کو) ڈراؤ، اور اپنے رب کی بڑائی بیان کرو، اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو، اور بتوں کو چھوڑ دو'' یعنی لوگوں کو سمجھاؤ کہ وہ بتوں کو چھوڑ دیں۔

اس سورت کا موضوع بھی رسالت ہے، شروع سورت میں نبی ﷺ کو چند احکامات دیئے ہیں، جو ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں، پھر مخالفین کا تذکرہ ہے، پہلے ایک کٹر مخالف کا ذکر ہے، پھر عام مؤمنین کا، اور سورت آخرت کے ذکر پر پوری ہوئی ہے، اس لئے اگلی سورت آخرت کے موضوع پر آئے گی۔

پہلی وحی کے موقع پر نبی ﷺ کو نبوت کی اطلاع نہیں دی تھی، اور خطاب بھی ﴿اِقْرَاْ﴾ سے کیا تھا، اس سے کچھ پتہ نہیں چلا، مگر اس دوسری سورت کے نزول کے وقت اطلاع دی، اور احکام بھی مشعرِ نبوت تھے، مگر خطاب یأیھا النبی یا یأیھا الرسول سے نہیں کیا، بلکہ نزولِ وحی کے وقت آپؐ جس حالت میں تھے اسی حالت سے خطاب کیا، اس سورت کے نزول کے وقت آپ چادر اوڑھ کر لیٹے ہوئے تھے، اور سورت المزمل کے نزول کے وقت آپؐ رات میں کمبل اوڑھے ہوئے تھے۔

❁ ❁ ❁

آیاتہا ۵۶ (۷۴) سُوْرَۃُ الْمُدَّثِّرِ مَکِّیَّۃٌ (۴) رکوعاتہا ۲

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳ وَ ثِیَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴ وَ الرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝۵ وَ لَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝۶ وَ لِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝۷

یٰۤاَیُّهَا	اے	فَكَبِّرْ	پس بڑائی بیان کیجئے	وَلَا تَمْنُنْ	اور احسان مت کیجئے
الْمُدَّثِّرُ (۱)	کپڑا اوڑھنے والے	وَثِیَابَكَ	اور اپنے کپڑے	تَسْتَكْثِرُ	(کہ) زیادہ چاہیں
قُمْ	اٹھیے	فَطَهِّرْ	پس پاک رکھیے	وَلِرَبِّكَ	اور اپنے رب کی خاطر
فَاَنْذِرْ	پس ڈرایئے	وَالرُّجْزَ (۲)	اور گناہ	فَاصْبِرْ	پس صبر کیجئے
وَرَبَّكَ	اور اپنے رب کی	فَاهْجُرْ	پس چھوڑیے	۞	۞

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

دعوت کا آغاز

(چھ احکام جو ایک سلسلہ کی کڑیاں ہیں)

پہلے جو حکم دیا جاتا ہے وہ اہم ہوتا ہے، جیسے پہلی وحی میں امیوں (بے پڑھوں) کو پڑھنے کا حکم دیا، اس سے تعلیم کی اہمیت واضح ہوئی، اب چھ ماہ کے وقفہ کے بعد جو پہلی وحی آئی اس میں چھ احکام ہیں جو ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں ہیں، اس سے اس حکم کی اہمیت واضح ہوتی ہے، وہ چھ احکام یہ ہیں:

۱- دعوت کا کام شروع کریں، مشرکین کو مورتی پوجا سے ڈرائیں۔

۲- توحید کا ڈنکا بجائیں، اللہ کی بڑائی بیان کریں، وہی معبود ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۳- کپڑے پاک صاف رکھیں، ناپاک کپڑا پہننا اگرچہ جائز ہے، مگر پاک کپڑا بہتر ہے، اور یہ مستقل حکم ہے، کیونکہ

---

(۱) المدثر: اسم فاعل، تَدَثُّر مصدر، اصل میں متدثر تھا، شعار: وہ کپڑا جو بدن کی کھال (بالوں) سے لگا رہے، جیسے بنیان اور دِثار: وہ کپڑا جو اوپر سے پہنایا اوڑھا جائے، جیسے کرتا، چادر (۲) الرُّجز کے معنی: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے گناہ کئے ہیں، ان کے نزدیک زاء بسین سے مبدل ہے اور مجاہدؒ نے مورتیاں مراد لی ہیں (بخاری شریف) درحقیقت یہ لفظ رجس بمعنی گندگی ہے۔

نماز کا حکم ابھی نہیں آیا۔

۴- گناہوں سے بچیں، اپنی زندگی کو داغ دار نہ ہونے دیں۔

۵- کسی کو کوئی چیز مفت اس نیت سے نہ دیں کہ عوض زیادہ ملے گا۔

۶- دعوت کی راہ میں جو حالات پیش آئیں ان کو اللہ کی خاطر برداشت کریں۔

ان چھوں احکام میں ارتباط: نبوت کے آغاز کے ساتھ توحید کی دعوت کا حکم ملا، یہی اصل الاصول ہے، اور توحید کی دعوت کے دو پہلو ہیں: مثبت اور منفی۔ منفی پہلو مقدم ہے، جلب منفعت سے دفع مضرت مقدم ہے، لہٰذا مشرکین کو مورتی پوجا سے ڈرایئے، پھر مثبت پہلو لیجئے اور اللہ کی بڑائی بیان کیجئے، وہی معبود ہیں، ان کے سوا کوئی معبود نہیں، اور جب آپؐ لوگوں کو دعوت دینے جائیں تو صاف ستھرے کپڑے پہن کر جائیں، نبی ﷺ وفودِ عرب سے ملاقات کے وقت اور جمعہ کے لئے اچھے کپڑے پہننے کا اہتمام فرماتے تھے، اور داعی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا دامن داغدار نہ ہو، اگر اس کا دامن کسی گناہ میں ملوث ہوگا تو لوگوں کی اس پر انگلی اٹھے گی، اور دعوت کا فائدہ نہیں ہوگا، نیز داعی اپنی دعوت پر لوگوں سے کسی عوض کی امید بھی نہ رکھے، لوجہ اللہ فریضہ انجام دے، اور دعوت کی راہ میں جو مشقتیں پیش آئیں ان کو خندہ پیشانی سے برداشت کرے، ان شاء اللہ دعوت کا ثمرہ ظاہر ہوگا۔

آیاتِ پاک: اے کپڑا اوڑھنے والے! اٹھیں، اور ڈرائیں، اور اپنے رب کی پس بڑائی بیان کریں، اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھیں، اور گناہ کو چھوڑیں، اور اس غرض سے نہ دیں کہ زیادہ ملے گا، اور اپنے رب کی خاطر تکالیف برداشت کریں۔

فائدہ: عرب معاشرہ میں کسی کو کوئی چیز مفت (ہدیہ) دی جاتی ہے تو لازماً اس کا عوض دیا جاتا ہے، اور بہتر عوض دیا جاتا ہے، ہمارے معاشرہ کی طرح جزاك الله کہنے پر اکتفا نہیں کیا جاتا، اس پس منظر میں آیت سمجھیں۔

فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ ﴿٨﴾ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ ﴿٩﴾ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ ﴿١٠﴾ ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ﴿١١﴾ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ﴿١٢﴾ وَبَنِينَ شُهُودًا ﴿١٣﴾ وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا ﴿١٤﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ﴿١٥﴾ كَلَّا ۖ إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ﴿١٦﴾ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ﴿١٧﴾ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ﴿١٨﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿١٩﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٤﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿٢٥﴾

فَاِذَا نُقِرَ[۱]	پس جب پھونکا جائے گا	وَّمَهَّدْتُّ	اور تیار کیا میں نے	كَيْفَ قَدَّرَ	کیسا دل میں ٹھہرایا
فِي النَّاقُوْرِ	نرسنگے میں	لَهٗ	اس کے لئے	ثُمَّ قُتِلَ	پھر مارا جائیو!
فَذٰلِكَ يَوْمَىِٕذٍ	پس وہ دن	تَمْهِيْدًا	اور بھی تیار کرنا	كَيْفَ قَدَّرَ	کیسا دل میں ٹھہرایا
يَّوْمٌ عَسِيْرٌ	سخت دن ہوگا	ثُمَّ يَطْمَعُ	پھر امید رکھتا ہے وہ	ثُمَّ نَظَرَ	پھر اس نے دیکھا
عَلَى الْكٰفِرِيْنَ	کافروں پر	اَنْ اَزِيْدَ	کہ زیادہ دوں میں	ثُمَّ عَبَسَ	پھر تیور چڑھائے
غَيْرُ يَسِيْرٍ	آسان نہیں ہوگا	كَلَّا	ہرگز نہیں	وَبَسَرَ	اور منہ بگاڑا
ذَرْنِيْ	چھوڑ دے مجھے	اِنَّهٗ كَانَ	بے شک وہ ہے	ثُمَّ اَدْبَرَ	پھر پیٹھ پھیری
وَمَنْ خَلَقْتُ	اور جس کو پیدا کیا میں نے	لِاٰيٰتِنَا	ہماری آیتوں کا	وَاسْتَكْبَرَ	اور گھمنڈ کیا
وَحِيْدًا	اکیلے	عَنِيْدًا	مخالف	فَقَالَ اِنْ هٰذَآ	پس کہا نہیں ہے یہ
وَّجَعَلْتُ	اور گردانا میں نے	سَاُرْهِقُهٗ	اب اسے چڑھاؤں گا میں	اِلَّا سِحْرٌ	مگر جادو
لَهٗ	اس کے لئے	صَعُوْدًا	آگ کے پہاڑ پر	يُّؤْثَرُ	نقل کیا جاتا ہے
مَالًا مَّمْدُوْدًا	لمبا کیا ہوا مال	اِنَّهٗ فَكَّرَ	بے شک اس نے سوچا	اِنْ هٰذَآ	نہیں ہے یہ
وَّبَنِيْنَ	اور بیٹے	وَقَدَّرَ	اور دل میں ٹھہرایا	اِلَّا قَوْلُ	مگر کہا
شُهُوْدًا	حاضر باش	فَقُتِلَ	پس مارا جائیو!	الْبَشَرِ	آدمی کا

انذار کے لئے قیامت کا موضوع

داعی توحید کی دعوت انذار (ڈرانے) سے شروع کرے، وہ لوگوں کو بتائے کہ یہ دنیا ہمیشہ نہیں رہے گی، اس کا آخری دن آئے گا، جو منکروں پر بڑا سخت ہوگا، اور ایمان لانے والے اس دن مزے میں رہیں گے، ان کو میدانِ حشر میں اللہ کا سایہ ملے گا، اس طرح داعی قیامت کو موضوع بنا کر ایمان کی دعوت دے۔

﴿ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝ فَذٰلِكَ يَوْمَىِٕذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝ ﴾

ترجمہ: پس جب صور میں پھونکا جائے گا وہ دن سخت ہوگا، کافروں کے حق میں آسان نہیں ہوگا ___ تیسری آیت دوسری آیت کے لئے بمنزلۂ استثناء ہے یعنی قیامت کا دن صرف کافروں پر سخت ہوگا، مؤمنین پر نہیں، پس اس میں تبشیر بھی آگئی۔

(۱) نَقَرَ بلسانه: آواز نکالنا، نقر بضمه: پھونکنا، سیٹی بجانا...... الناقور: پھونکنی، بگل، صور، نرسنگا۔

داعی کو کٹر مخالفوں سے بھی سابقہ پڑتا ہے

ولید بن مغیرہ نام کا ایک شخص قریش میں سردار تھا، یگانۂ روزگار (وحید) کہلاتا تھا، اللہ نے اس کو ڈھیر سارا مال دے رکھا تھا، اس کے دس بیٹے قریش کی مجلس مشاورت کے ممبر تھے، اور بھی ہر طرح کا سامان اسے میسر تھا، پھر بھی زیادہ کا حریص تھا، مگر وہ نبی ﷺ کا کٹر مخالف تھا، اس لئے اب اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں آگے کچھ نہیں دیں گے، ہاں جہنم میں صعود نامی آگ کے پہاڑ پر چڑھائیں گے، جس پر ستر سال میں چڑھے گا، پھر جہنم میں گرے گا، اور اسی طرح ہمیشہ کرتا رہے گا۔

(ترمذی شریف)

ولید نے ایک مرتبہ مجلس مشاورت کی، مسئلہ یہ زیر غور تھا کہ نبی ﷺ جو کلام پیش کر رہے ہیں، اور اس کو اللہ کا کلام بتا رہے ہیں: اس کے بارے میں کیا کہا جائے؟ ماننا تو ہے نہیں، مگر کوئی بات بنانی بھی ضروری ہے، کسی نے رائے دی: اس کو شاعری کہا جائے، ولید نے کہا: اس کو شاعری کون باور کرے گا؟ میں شاعری جانتا ہوں، قرآن کا شاعری سے کوئی تعلق نہیں، دوسرے نے رائے دی: محمد کاہن ہیں، اور قرآن کہانت ہے، جن پری سے حاصل کی ہوئی باتیں ہیں، ولید نے کہا: کاہنوں کا کلام مسجّع ہوتا ہے، اور اس میں بھرتی کے الفاظ ہوتے ہیں، اور قرآن میں سجع نہیں (فواصل ہیں) اور اس میں ایک لفظ بھی بھرتی کا نہیں، پھر اس کو کہانت کون باور کرے گا؟ —— لوگوں نے کہا: صدر صاحب! آپ ہی فرمائیں: قرآن کے بارے میں کیا کہا جائے؟ اس نے منہ بگاڑا، تیور چڑھائے، اٹھ کر چلتے ہوئے گھمنڈ سے کہتا گیا: یہ جادو ہے، منتروں کی طرح زود اثر ہے، اور یہ محمد ہی کا کلام ہے، اور یہ باتیں اگلوں سے منقول چلی آرہی ہیں، لوگ آخرت، قیامت، جنت اور جہنم کی باتیں کرتے رہے ہیں، انہی باتوں کو محمد اپنے کلام میں پیش کر رہے ہیں، یہ کہو گے تو لوگ مان لیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کم بخت نے سوچ کر کیا بات تجویز کی! کیسی دور کی کوڑی لایا! ابھی وہ اس کی سزا پائے گا!

آیاتِ پاک: —— مجھے اور اس شخص کو چھوڑیے جس کو میں نے اکیلے پیدا کیا ہے —— ولید: وحید کہلاتا تھا، اس کا جواب دیا کہ وحید (یگانہ) وہ نہیں، ہم ہیں، ہم نے اسے پیدا کیا ہے —— اور میں نے اس کو ڈھیر سارا مال دیا، اور حاضر باش بیٹے دیئے، اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کیا، اب وہ ہوس رکھتا ہے کہ میں اس کو اور دوں! ہرگز نہیں! کیونکہ —— وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے میں عنقریب اس کو دوزخ کی آگ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا! —— بے شک اس نے سوچا، اور ایک بات تجویز کی، سو اس پر خدا کی مار! کیسی بات تجویز کی! پھر اس پر خدا کی مار! کیسی بات تجویز کی! پھر اس نے (اہل مجلس کی طرف) دیکھا، پھر تیور چڑھائے —— یعنی چیں بہ جبیں ہوا —— اور منہ بگاڑا، پھر پیٹھ پھیری اور گھمنڈ کیا، اور کہا: یہ تو جادو ہی ہے، جو منقول چلا آرہا ہے، یہ تو آدمی ہی کا کلام ہے!

سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝۲۶ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ۝۲۷ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝۲۸ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝۲۹ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝۳۰ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰۗىِٕكَةً ۠ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝۳۱ ع ۱۵

سَاُصْلِيْهِ	اب جھونکوں گا میں اس کو	وَمَا جَعَلْنَا	اور نہیں بنایا ہم نے	وَالْمُؤْمِنُوْنَ	اور مؤمنین
سَقَرَ (۱)	دوزخ میں	عِدَّتَهُمْ	ان کی تعداد کو	وَلِيَقُوْلَ	اور تاکہ کہیں
وَمَآ اَدْرٰىكَ	اور تجھے کیا پتہ	اِلَّا فِتْنَةً	مگر آزمائش	الَّذِيْنَ	وہ لوگ جو
مَا سَقَرُ	دوزخ کیا ہے؟	لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا	منکروں کے لئے	فِيْ قُلُوْبِهِمْ	ان کے دلوں میں
لَا تُبْقِيْ	نہ باقی رکھے	لِيَسْتَيْقِنَ	تاکہ یقین کریں	مَّرَضٌ	بیماری ہے
وَلَا تَذَرُ	اور نہ چھوڑے	الَّذِيْنَ اُوْتُوا	جو لوگ دیئے گئے	وَّالْكٰفِرُوْنَ	اور منکرین
لَوَّاحَةٌ (۲)	جھلس دینے والی	الْكِتٰبَ	آسمانی کتاب	مَاذَآ	کیا
لِّلْبَشَرِ (۳)	کھال کو	وَيَزْدَادَ	اور بڑھ جائیں	اَرَادَ اللّٰهُ	چاہا اللہ نے
عَلَيْهَا	اس پر ہیں	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	جو ایمان لائے	بِهٰذَا مَثَلًا (۴)	اس عجیب مضمون سے
تِسْعَةَ عَشَرَ	انیس	اِيْمَانًا	ایمان میں	كَذٰلِكَ	اسی طرح
وَمَا جَعَلْنَآ	اور نہیں بنایا ہم نے	وَّلَا يَرْتَابَ	اور نہ شک کریں	يُضِلُّ اللّٰهُ	گمراہ کرتے ہیں اللہ
اَصْحٰبَ النَّارِ	دوزخ کا ذمہ دار	الَّذِيْنَ اُوْتُوا	جو دیئے گئے	مَنْ يَّشَاۗءُ	جس کو چاہتے ہیں
اِلَّا مَلٰۗىِٕكَةً	مگر فرشتوں کو	الْكِتٰبَ	آسمانی کتاب	وَيَهْدِيْ	اور راہ دکھاتے ہیں

(۱) سَقَر: دوزخ کا نام، سَقَرَتِ النارُ (ن): جھلس دینا (۲) لواحۃ: اسم مبالغہ، لاح (ن): جھلس دینا (۳) بشر کے دو معنی ہیں: کھال اور انسان (۴) مثلاً: ھذا کا حال، اور مثل کے معنی ہیں: عجیب بات، انوکھا مضمون۔

مَنْ يَّشَآءُ	جس کو چاہتے ہیں	رَبِّكَ	تیرے رب کے	اِلَّا	مگر
وَمَا يَعْلَمُ	اور نہیں جانتا	اِلَّا هُوَ	مگر وہی	ذِكْرٰى	نصیحت
جُنُوْدَ	لشکر کو	وَمَا هِيَ	اور نہیں ہے وہ (دوزخ)	لِلْبَشَرِ	انسان کے لئے

دعوتِ اسلام کے کٹر مخالف کا بھیانک انجام

اب ولید بن مغیرہ کا بھیانک انجام سنیں: ـــــ میں اس کو جلدی دوزخ میں جھونکوں گا! اور تم کو کچھ خبر ہے کہ دوزخ کیا ہے؟ نہ باقی رہنے دے نہ چھوڑے! ـــــ یعنی جو دوزخ میں ڈالا جائے گا: دوزخ اس کا ستیاناس کر دے گی، اور چھوڑے گی بھی نہیں کہ چھٹک جائے، اور یہ ایسی ہی تعبیر ہے جیسی سورۃ الاعلیٰ میں ہے: ﴿ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴾: نہ وہ اس میں مر ہی جائے گا اور نہ جئے گا ـــــ وہ کھال کو بگاڑ کر رکھ دے گی، اس پر انیس مقرر ہیں! ـــــ یعنی دوزخ کے انتظام پر جو بے شمار فرشتے مقرر ہیں ان کے افسر انیس ہیں اور ان کے کمانڈر انچیف مالک ہیں۔

جہنم پر جو انیس مقرر ہیں وہ فرشتے ہیں

انیس کا عدد سن کر مشرکین ٹھٹھا کرنے لگے کہ ہم ہزاروں ہیں، انیس ہمارا کیا کرلیں گے؟ ہمارے دس دس ان کے ایک ایک کے مقابلہ میں ڈٹ جائیں گے، اور ایک پہلوان بولا: سترہ کے لئے تو میں اکیلا کافی ہوں، باقی دو کا تم سب مل کر تیاپانچا کر دینا، اس پر یہ آیت اتری کہ وہ انیس آدمی نہیں فرشتے ہیں، جن کی قوت کا یہ حال ہے کہ ایک فرشتہ نے قوم لوط کی ساری بستیاں ایک بازو پر اٹھا کر پٹک دی تھیں۔

اور آیتِ کریمہ میں آٹھ باتیں ہیں:

۱- انیس کا عدد کافروں کے لئے آزمائش ہے، دیکھتے ہیں وہ اس عدد پر ایمان لاتے ہیں یا ٹھٹھا کرتے ہیں؟ جیسے حروفِ مقطعات راز ہیں، ان کو کھولا نہیں گیا، ان کے ذریعہ امتحان مقصود ہے، اتنا تو سب جانتے ہیں کہ وہ حروف ہجا ہیں، مگر مراد کیا ہے؟ یہ راز ہے، اسی طرح انیس کا عدد تو سب جانتے ہیں، مگر جہنم کے ذمہ دار فرشتوں کے افسر انیس کیوں ہیں؟ اٹھارہ یا بیس کیوں نہیں؟ اس کو نہیں کھولا، اب دیکھنا ہے کہ اس کو کون مانتا ہے اور کون انکار کرتا ہے؟ پس جن اکابر نے ان کو کھولنے کی کوشش کی ہے: وہ ٹھیک نہیں کیا، جب اللہ نے نہیں کھولا تو اور کون یقینی طور پر ان کو کھول سکتا ہے؟ پس یہ راز سربستہ ہی رہے: یہ بہتر ہے۔

۲- اہل کتاب اس عدد کو مان لیں گے، کیونکہ ان کی کتابوں میں بھی یہی عدد ہے۔

۳-جب اہل کتاب کی تائید حاصل ہوگی تو مؤمنین کا ایمان قوی ہوجائے گا۔

۴-باہم ایک دوسرے کی موافقت سے دونوں کو اطمینان حاصل ہوگا، کسی کو اس عدد میں شک نہیں رہے گا۔

۵-منافقین ومنکرین تعجب کریں گے کہ یہی عدد کیوں ہے؟ جیسے یورپ اور امریکہ کے لوگ تیرہ کے عدد کو منحوس سمجھتے ہیں، پس لوگ تعجب کرتے ہیں کہ یہی عدد منحوس کیوں ہے؟

۶-قرآن کے بعض مضامین سے سلیم ذہنوں کو ہدایت ملتی ہے اور بیمار ذہن گمراہ ہوتے ہیں، جب قرآنِ کریم میں مکھی مکڑی جیسی چھوٹی اور حقیر چیزوں کی مثال بیان کی تو کافروں کو حیرت ہوئی، انھوں نے کہا: عظیم المرتبت اللہ تعالیٰ ایسی حقیر اور معمولی چیزوں کی مثال کیوں دیتے ہیں؟ سورۃ البقرۃ (آیت ۲۶) میں اس کا جواب نازل ہوا ہے: ﴿ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴾: اللہ تعالیٰ ایسی مثالوں سے بہت سوں کو گمراہ کرتے ہیں، اور بہت سوں کو اس سے ہدایت دیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اس مثال سے صرف حد اطاعت سے نکلنے والوں کو گمراہ کرتے ہیں ——— انیس کا عدد بھی ایسا ہی ہے، کسی کو اس سے ہدایت ملے گی کوئی گمراہ ہوگا۔

۷-انیس افسروں کے ماتحت بے شمار فرشتے ہیں، جن کی تعداد اللہ ہی جانتے ہیں جیسے ملک الموت (حضرت عزرائیل علیہ السلام) کے ماتحت بے شمار فرشتے مخلوق کی جانیں وصول کرتے ہیں، وہ سب ملک الموت (موت کے فرشتے) ہیں۔

۸-دوزخ کا تذکرہ اس لئے کیا جاتا ہے کہ لوگ نصیحت پذیر ہوں، اور آخرت کے لئے تیاری کریں۔ جیسے قبر کا عذاب برحق ہے: یہ آدھا مضمون ہے، قبر میں عذاب گنہگاروں کو ہوگا، نیک مؤمنین قبر میں مزے لوٹیں گے، مگر اس کو ذکر نہیں کرتے تاکہ لوگ غفلت میں نہ پڑیں۔

﴿وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰۗىِٕكَةً ۠ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ وَمَا هِىَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ؀﴾

ترجمہ: (۱) اور ہم نے ان کی تعداد کو کافروں کے لئے آزمائش بنایا ہے (۲) تاکہ اہل کتاب یقین کریں (۳) اور مؤمنین کا ایمان بڑھ جائے (۴) اور اہل کتاب اور مؤمنین کسی شک میں مبتلا نہ ہوں (۵) اور جن کے دلوں میں روگ ہے اور منکرین کہیں کہ اس عجیب مضمون سے اللہ تعالیٰ کو کیا مقصود ہے؟ (۶) اس طرح اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں گمراہ کرتے

ہیں، اور جس کو چاہتے ہیں راہ راست پر لے آتے ہیں (۷) اور آپ کے رب کے لشکر کو ان کے سوا کوئی نہیں جانتا (۸) اور دوزخ صرف آدمیوں کی نصیحت کے لئے ہے۔

كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿٣٢﴾ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿٣٣﴾ وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ﴿٣٤﴾ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ﴿٣٥﴾ نَذِيرًا لِّلْبَشَرِ ﴿٣٦﴾ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿٣٧﴾

كَلَّا	ہرگز نہیں (دوزخ کا	إِذَا أَسْفَرَ	جب وہ روشن ہوئی!	لِّلْبَشَرِ	انسانوں کو
	انکار مت کر)	إِنَّهَا	بے شک وہ (دوزخ)	لِمَنْ	اس کے لئے جو
وَالْقَمَرِ	چاند کی قسم!	لَإِحْدَى (۱)	البتہ ایک ہے	شَاءَ	چاہے
وَاللَّيْلِ	اور رات کی قسم	الْكُبَرِ (۲)	بڑی بھاری چیزوں	مِنْكُمْ	تم میں سے
إِذْ أَدْبَرَ	جب اس نے پیٹھ پھیری!		میں سے	أَنْ يَتَقَدَّمَ	کہ آگے بڑھے
وَالصُّبْحِ	اور صبح کی قسم	نَذِيرًا	ڈرانے والی	أَوْ يَتَأَخَّرَ	یا پیچھے ہٹے

آخرت میں دوزخ بڑی بھاری مصیبت ہے، اور آخرت پر جوڑی کے قانون سے استدلال

گذشتہ آیت کی آخری بات تھی کہ دوزخ: انسانوں کے لئے ایک نصیحت ہے، اب فرماتے ہیں کہ دوزخ کا انکار مت کر، دوسری دنیا (آخرت) بالیقین قائم ہونے والی ہے، اور اس میں دوزخ ایک سنگین چیز ہوگی، اس سے سابقہ پڑنے والا ہے، ابھی وہ انسانوں کے لئے ڈراوا ہے، پس جس کا جی چاہے اس کی طرف بڑھے، دوزخ والے کام کرے اور جائے جہنم میں! اور جس کا جی چاہے اس سے ہٹے، جنت والے کام کرے اور جنت نشیں بنے!

آخرت پر جوڑی کے قانون سے استدلال: آخرت ضرور آئے گی، اس پر جوڑی کے قانون سے استدلال کرتے ہیں، جوڑی کے قانون کی وضاحت سورۃ الذاریات میں گذر چکی ہے، جوڑی: وہ دو چیزیں ہیں جو مل کر ایک مقصد کی تکمیل کرتی ہیں، جیسے دو جوتے، کرتا پاجامہ، نر مادہ اور شب و روز۔

اسی طرح چاند سورج کی جوڑی ہے، سورج دن میں روشنی پھیلاتا ہے اور چاند رات میں چاندنی بکھیرتا ہے، اس طرح شب و روز روشن ہو جاتے ہیں، اور انسان آرام سے رات دن سفر کرتے ہیں۔

دوسری مثال: اسی طرح رات دن کی جوڑی ہے، رات گذرتی ہے تو صبح ہوتی ہے، اور شام ڈھلتی ہے تو رات آتی

(۱) إحدى: مضاف، واحد اور أحد کا مؤنث (۲) الكُبَر: کُبری کی جمع، أکبر کا مؤنث۔

ہے، دونوں سے زندگی کی راحت ہے، اگر ایک ہو: رات ہی رات رہے دن نہ آئے یا دن ہی دن رہے، رات نہ آئے تو انسان پریشان ہوجائے، دونوں مل کر انسان کی راحت کا سامان کرتے ہیں، اس لئے دونوں کی جوڑی ہے۔

اسی طرح دنیا کی جوڑی آخرت ہے، دونوں مل کر تکلیف (جزاوسزا) کا مقصد پورا کرتے ہیں، جوڑی کی اس دلیل سے آخرت کا آنا قطعی ہے، اور آخرت میں دوزخ ایک بھاری چیز ہے، ابھی اس سے اس لئے آگاہ کیا جارہا ہے کہ جو شخص اس کی طرف بڑھنا چاہے بڑھے، اور جو اس سے ہٹنا چاہے ہٹے۔

سوال: صرف چاند کی قسم کیوں کھائی ہے؟ سورج کی قسم کیوں نہیں کھائی؟ سورج کی قسم کے بغیر جوڑی کیسے بنے گی؟

جواب: سورج کا ذکر: ﴿ وَالصُّبْحِ إِذَآ أَسْفَرَ ﴾ میں آرہا ہے، اگر اس کی الگ قسم کھائی جاتی تو تکرار ہوجاتی، اور کلام فصیح نہ رہتا، اور انسان کو اللہ نے عقلمند پیدا کیا ہے، اس کے لئے اشارہ کافی ہے۔

فائدہ: چاند کی قسم میں ایک اور مضمون بھی ہے، چاند خود روشن نہیں، سورج سے فیض پاتا ہے، اسی طرح آخرت (جنت دجہنم) اس دنیا سے آباد ہیں، وہ یہاں کے اعمال کا نتیجہ ہیں، حدیث میں ہے: جب بندہ اللہ اکبر کہتا ہے تو جنت میں ایک کھجور کا درخت لگتا ہے، ورنہ جنت چٹیل میدان ہے، اسی طرح یہاں کی بدکاریاں جہنم کے سانپ بچھو بنتے ہیں، پس چاند کی قسم میں یہ مضمون بھی ہے۔

آیاتِ کریمہ: —— ہر گز نہیں —— یعنی دوزخ کا انکار مت کر —— چاند کی قسم! اور رات کی قسم جب جانے لگے! اور صبح کی قسم جب وہ روشن ہوجائے —— یہ جوڑیاں دلیل ہیں کہ دنیا کی جوڑی آخرت ہے، پس مدعیٰ محذوف ہے، اور قرینہ اگلا ارشاد ہے: —— بے شک دوزخ بڑی بھاری چیز ہے! —— دوزخ آخرت میں ہے پس یہ مقسم علیہ کا قرینہ ہے —— وہ انسانوں کے لئے بڑا ڈراوا ہے —— یعنی اس دنیا میں اس کا تذکرہ اسی مقصد سے کیا جاتا ہے —— اس کے لئے جو تم میں سے آگے بڑھنا چاہے —— یعنی جو کنویں میں گرنا چاہے وہ علی وجہ البصیرت گرے —— یا پیچھے ہٹنا چاہے —— یعنی جنت والے کام کرنا چاہے تو کرے!

كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّآ أَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ ﴿٣٩﴾ فِيْ جَنّٰتٍ ۛ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿٤٠﴾ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَآئِضِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ﴿٤٦﴾ حَتّٰىٓ أَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ﴿٤٧﴾

كُلُّ نَفْسٍ	ہر شخص	مَا سَلَكَكُمْ	کس چیز نے پہنچاتم کو	وَكُنَّا	اور تھے ہم
بِمَا كَسَبَتْ	اپنے کیے میں	فِيْ سَقَرَ	دوزخ میں	نَخُوْضُ	گھستے
رَهِيْنَةٌ	گروی (پھنسا ہوا) ہے	قَالُوْا	کہا انھوں نے	مَعَ الْخَآئِضِيْنَ	گھسنے والوں کے ساتھ
اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ	مگر دائیں والے	لَمْ نَكُ	نہیں تھے ہم	وَكُنَّا نُكَذِّبُ	اور جھٹلاتے تھے ہم
فِيْ جَنّٰتٍ	باغوں میں (ہونگے)	مِنَ الْمُصَلِّيْنَ	نمازیوں میں سے	بِيَوْمِ	دن کو
يَتَسَآءَلُوْنَ	ایک دوسرے سے	وَلَمْ نَكُ	اور نہیں تھے ہم	الدِّيْنِ	قیامت کے
	پوچھیں گے	نُطْعِمُ	کھلاتے	حَتّٰى اَتٰنَا	یہاں تک کہ آیا ہمیں
عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ	گنہگاروں کے بارے میں	الْمِسْكِيْنَ	غریبوں کو	الْيَقِيْنُ	یقین (موت)

دوزخیوں کے بالمقابل جنتیوں کا تذکرہ

قرآن کا اسلوب یہ ہے کہ وہ آگ والوں کے بعد باغ والوں کا تذکرہ کرتا ہے، پہلے ایک قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلہ میں محبوس ہوگا، یہ ضابطہ دوزخ والوں کے لئے ہے، ان کو گناہ کے بقدر ہی سزا ملے گی، جنتی اس ضابطہ سے مستثنیٰ ہیں، ان کو ان کے اعمال سے کہیں زیادہ انعام ملے گا، وہ ایک باغ میں نہیں، بہت سے باغوں میں ہونگے، ادنی جنتی کو دس دنیا کے بقدر باغ ملیں گے۔

علاوہ ازیں: وہ اپنے اعمال پر خوش ہونگے اور وہ ایک مستقل نعمت ہوگی، اور ان کو یہ خوشی اس وقت حاصل ہوگی جب وہ دوزخیوں کے بارے میں پوچھیں گے کہ تم دوزخ میں کیسے پہنچ گئے؟ وہ جواب دیں گے: ہم دو کام نہیں کرتے تھے اور دو کام کرتے تھے: اس وجہ سے جہنم کا منہ دیکھنا پڑا، ہم نماز نہیں پڑھتے تھے اور زکات نہیں دیتے تھے اور ہم اسلام کے خلاف باتیں بنانے والوں کی موافقت کرتے تھے، اور ہم قیامت کے دن کو نہیں مانتے تھے، یہاں تک کہ موت کے وقت ہمیں یقین آگیا کہ قیامت آنے والی ہے، جب جنتی: دوزخیوں کے یہ احوال سنیں گے تو اپنی زندگی پر نازں فرحاں ہونگے، اور وہ ان کے لئے مستقل نعمت ہوگی، جیسے محنتی طالب علم کامیاب ہوتا ہے، پس فیل ہونے والے طالب علم سے پوچھتا ہے: ارے تو فیل کیوں ہوا؟ وہ کہتا ہے: میں مطالعہ نہیں کرتا تھا، سبق سمجھنے کی کوشش نہیں کرتا تھا، اور خواندہ یاد نہیں کرتا تھا تو کامیاب ہونے والا طالب علم اپنی محنت پر پھولا نہیں سماتا!

سوال: یہ بات طے ہے کہ کفار فروع کے مکلف نہیں، پھر نماز نہ پڑھنے اور زکات نہ دینے پر جہنم میں ان کو سزا کیوں ہوگی؟

جواب: آیت میں کفار کی تخصیص نہیں، مجرمین عام لفظ ہے اور نافرمان مسلمانوں کو بھی جہنم میں جانا پڑسکتا ہے، پس بے نمازی اور زکات ادانہ کرنے والے مسلمان ہوشیار ہوجائیں!

آیاتِ کریمہ: —— ہر شخص اپنے اعمال کے بدلہ میں محبوس ہوگا، مگر داہنے والی مستثنیٰ ہیں، وہ باغوں میں ہونگے، وہ مجرموں کا حال پوچھتے ہونگے: تم کو دوزخ میں کس چیز نے داخل کیا؟ وہ جواب دیں گے: ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے، اور نہ غریبوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے، اور (دین اسلام کے خلاف) باتیں چھانٹنے والوں کے ساتھ باتیں چھانٹا کرتے تھے، اور قیامت کے دن کو (عملاً) جھٹلایا کرتے تھے، یہاں تک کہ ہم کو (موت پر) یقین آگیا —— اب کیا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت!

فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ۝ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ۝ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ۝ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ۝ كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ ۝ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ۝ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝

فَمَا تَنْفَعُهُمْ	پس نہیں کام دے گی ان کو	مِنْ قَسْوَرَةٍ(۲)	شیر (شور) سے	الْاٰخِرَةَ	آخرت سے
شَفَاعَةُ	سفارش	بَلْ يُرِيْدُ	بلکہ چاہتا ہے	كَلَّآ	ہرگز نہیں
الشّٰفِعِيْنَ	سفارش کرنے والوں کی	كُلُّ امْرِئٍ	ہر انسان	اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ	بیشک وہ نصیحت نامہ ہے
فَمَا لَهُمْ	پس کیا ہوا ان کو	مِّنْهُمْ	ان میں سے	فَمَنْ شَآءَ	پس جو چاہے
عَنِ التَّذْكِرَةِ	نصیحت سے	اَنْ يُّؤْتٰى	کہ دیا جائے وہ	ذَكَرَهٗ	اس سے نصیحت پذیر ہو
مُعْرِضِيْنَ	روگردانی کرنے والے ہیں	صُحُفًا	صحیفے (خطوط)	وَمَا يَذْكُرُوْنَ	اور نہیں نصیحت حاصل
كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ(۱)	گویا وہ گدھے ہیں	مُّنَشَّرَةً	کھلے ہوئے		کریں گے وہ
مُّسْتَنْفِرَةٌ	بدکنے والے	كَلَّا	ہرگز نہیں	اِلَّآ	مگر
فَرَّتْ	بھاگے جارہے ہیں	بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ	بلکہ وہ نہیں ڈرتے	اَنْ يَّشَآءَ	یہ کہ چاہیں

(۱) حُمُرٌ مستنفرة: بدکنے والے گدھے یعنی وحشی گدھے: گورخر (۲) قسورة کے معنی: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے شیر کئے ہیں، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے شور کئے ہیں۔ اصل معنی ہیں: نہایت سخت۔

اللّٰہُ	اللہ تعالیٰ	اَهْلُ التَّقْوٰی[1]	اس کے حقدار ہیں کہ ان سے ڈرا جائے	وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ[2]	اور وہ اس کے حقدار ہیں کہ گناہ بخشیں
هُوَ	وہ				

دوزخیوں کا باقی تذکرہ: کوئی سفارش دوزخ سے نہیں بچا سکے گی

پہلی آیت: سابقہ آیات سے جڑی ہوئی ہے، مجرموں (کافروں اور بدکاروں) کا اگر یہ خیال ہے کہ مورتیاں، اولیاء یا شفیع المذنبین ﷺ سفارش کر کے دوزخ سے بچالیں گے تو یہ خام خیالی ہے، کیونکہ سفارش اللہ کی اجازت کے بغیر نہیں ہوسکے گی، اور کافروں کے لئے تو اجازت کا سوال ہی نہیں، اور بدکاروں کے لئے اجازت ملے گی، مگر دھلائی کے بعد!

﴿ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ۝ ﴾

ترجمہ: پس ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہیں دے گی۔

کفار قرآن کی نصیحت سے سر پر پیر رکھ کر بھاگتے ہیں!

گورخر (جنگلی گدھے) شیر یا شکاریوں کے شور سے بے تحاشا بھاگتے ہیں، اسی طرح کفار قرآن کی باتیں سن کر بھاگتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ ان کے نام اللہ کی طرف سے کھلا خط آئے، جس میں ان کو ایمان کی دعوت دی ہو پس وہ ایمان لائیں، مگر یہ کیونکر ممکن ہے؟ اللہ جانتے ہیں جن کے پاس پیغام بھیجتے ہیں، ہر شخص میں رسالت (اللہ کا مخاطب بننے) کی صلاحیت کہاں ہے؟

درحقیقت وہ لوگ آخرت سے نہیں ڈرتے، جبکہ آخرت سے بے خوف ہونا عقلمندی کی بات نہیں، پس لوگ سن لیں! قرآن ایک نصیحت نامہ ہے، ان کو چاہئے کہ قرآن سے نصیحت پذیر ہوں۔

﴿ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ۝ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ۝ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ۝ بَلْ يُرِيْدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً۝ كَلَّا ۭ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ الْاٰخِرَةَ۝ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ۝ فَمَنْ شَاۗءَ ذَكَرَهٗ۝ ﴾

ترجمہ: پس ان کو کیا ہوا کہ نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں؟ گویا وہ وحشی گدھے ہیں جو شیر سے (یا شور سے) بھاگے جارہے ہیں! بلکہ ان کا ہر شخص چاہتا ہے کہ ان کو کھلے خط دیئے جائیں ــــ یعنی ہر شخص کے نام الگ الگ خط آئے ــــ ہرگز نہیں ــــ یہ ممکن نہیں ــــ بلکہ وہ آخرت سے نہیں ڈرتے ــــ ہرگز نہیں ــــ یعنی آخرت سے

(۱) التقوی: مصدر مجہول ہے (۲) المغفرۃ: مصدر معروف ہے۔

بے خوف ہونا ٹھیک نہیں —— یہ قرآن ایک نصیحت ہے، پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے!

بندوں کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے، پس اللہ سے توفیق مانگیں!

بندوں کا قرآنِ کریم سے نصیحت پذیر ہونا اللہ کی مشیت پر موقوف ہے، بندوں کا کوئی معاملہ اللہ کے اختیار سے باہر نہیں، ورنہ بندے خود خدا بن جائیں گے، پس بندوں کو چاہئے کہ اللہ سے توفیق مانگیں، اللہ تعالیٰ محروم نہیں کریں گے۔

﴿ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ﴾

ترجمہ: اور بدوں اللہ کے چاہے وہ لوگ نصیحت پذیر نہیں ہوسکتے۔

اللہ تعالیٰ اس کے حقدار ہیں کہ ان سے ڈرا جائے اور وہی اس کے حقدار ہیں کہ گناہ بخشیں!

حدیثِ قدسی: نبی ﷺ نے آیت: ﴿ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ''میں اس کا حقدار ہوں کہ مجھ سے ڈرا جائے، پس جو مجھ سے ڈرتا ہے، اور میرے ساتھ کوئی اور معبود نہیں گردانتا تو میں اس کا حقدار ہوں کہ اس کی بخشش کردوں'' یعنی جو اللہ سے ڈر کر شرک سے بچے گا: اللہ تعالیٰ اس کے سب گناہ معاف کردیں گے (ترمذی شریف حدیث ۳۳۵۱ تحفۃ الالمعی ۷: ۵۳۳)

﴿ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝ ﴾

ترجمہ: وہ اس کے حقدار ہیں کہ ان سے ڈرا جائے، اور وہ اس کے حقدار ہیں کہ گناہ بخشیں!

﴿۲۹/ ذی قعدہ ۱۴۳۷ھ = ۲/ ستمبر ۲۰۱۶ء﴾



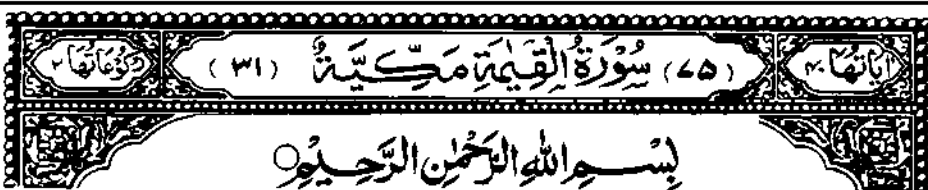
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ القیامہ

یہ مکی دور کے وسط کی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۳۱ ہے، اور اس کا موضوع آخرت ہے، گذشتہ سورت کے آخر میں دوزخ کا ذکر تھا، دوزخ: آخرت میں ہے، اس لئے اب کئی سورتوں کا یہی موضوع ہے اور یہ سورت جوڑی دار ہے، اگلی سورت کے ساتھ مل کر اس کا مضمون مکمل ہوتا ہے، اس سورت میں کفار کا اور آخرت میں ان کی سزا کا بیان ہے، اور اگلی سورت میں مؤمنین کے اعمال کا اور ان کے انعام کا ذکر ہے۔

قیامت اور آخرت دو الگ الگ چیزیں ہیں، مگر لگواں ہیں، قیامت اس دنیا کا آخری دن ہے، اس لئے اس کو الیوم الآخر بھی کہتے ہیں، اور قیامت اس کو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ متعین دن ہے، اور اس کا آنا یقینی ہے، اور آخرت: ساتھ والی دنیا کا نام ہے، جو فی الحال موجود ہے، وہاں جنت وجہنم ہیں، قیامت کے دن حساب کے بعد مکلف مخلوقات کو جزاوسزا کے لئے آخرت میں منتقل کیا جائے گا، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

آخرت کا موضوع بھی توحید ورسالت کی طرح اہم ہے، لوگوں کو اس کا یقین ہی نہیں آتا، جو لوگ قیامت اور آخرت کو مانتے ہیں: ان کے عمل سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ نہیں مانتے، اس لئے اب کئی سورتیں اسی موضوع پر ہیں۔



لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝۱ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝۲ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝۳ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝۴ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝۵ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ۝۶ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۝۷ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۝۸ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۝۹ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۝۱۰ كَلَّا لَا وَزَرَ ۝۱۱ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ِ الْمُسْتَقَرُّ ۝۱۲

لَآ	نہیں (آخرت کا انکار	بَلٰی	کیوں نہیں!	وَخَسَفَ	اور گہنا (بےنور ہو) جائیگا
	مت کر)	قٰدِرِیْنَ	(ہم) قادر ہیں	الْقَمَرُ	چاند
اُقْسِمُ	میں قسم کھاتا ہوں	عَلٰٓی اَنْ	اس پر کہ	وَجُمِعَ	اور اکٹھا کیے جائیں گے
بِیَوْمِ	دن کی	نُّسَوِّیَ	درست بنائیں	الشَّمْسُ	سورج
الْقِیٰمَةِ	قیامت کے	بَنَانَهٗ[2]	اس کی پوریوں کو	وَالْقَمَرُ	اور چاند
وَلَآ	اور نہیں (سزا کا انکار	بَلْ یُرِیْدُ	بلکہ چاہتا ہے	یَقُوْلُ	کہے گا
	مت کر)	الْاِنْسَانُ	انسان	الْاِنْسَانُ	انسان
اُقْسِمُ	میں قسم کھاتا ہوں	لِیَفْجُرَ	کہ بدکاریاں کرے	یَوْمَىِٕذٍ	آج
بِالنَّفْسِ	نفس کی	اَمَامَهٗ[3]	اس (دن) سے پہلے	اَیْنَ الْمَفَرُّ	کہاں بھاگوں؟
اللَّوَّامَةِ[1]	بہت ملامت کرنے والے	یَسْـَٔلُ	پوچھتا ہے	كَلَّا	ہرگز نہیں
اَیَحْسَبُ	کیا گمان کرتا ہے	اَیَّانَ	کب (ہے)	لَا وَزَرَ	کوئی جائے پناہ نہیں
الْاِنْسَانُ	انسان	یَوْمُ الْقِیٰمَةِ	قیامت کا دن	اِلٰى رَبِّكَ	تیرے رب کے پاس
اَلَّنْ	کہ ہرگز نہیں	فَاِذَا	پس جب	یَوْمَىِٕذِ	آج
نَّجْمَعَ	اکٹھا کریں گے ہم	بَرِقَ	چکاچوند ہوگی	الْمُسْتَقَرُّ	ٹھہرنا ہے
عِظَامَهٗ	اس کی ہڈیوں کو؟	الْبَصَرُ	آنکھیں	۞	۞

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

آخرت اور اس میں سزا کے برحق ہونے کے دلائل

آخرت کے برحق ہونے کی دلیل قیامت کا دن ہے، وہ اس دنیا کا آخری دن ہے، اس میں اولین وآخرین دوبارہ زندہ کئے جائیں گے، پھر حساب کتاب کے بعد مکلّف مخلوقات آخرت میں منتقل کی جائے گی، اب اگر آخرت کو کوئی نہیں مانے گا تو جنّ وانس کہاں جائیں گے؟ یہ دنیا تو ختم کردی جائے گی! اس کا تو آخری دن آگیا، پس لامحالہ آخرت کو ماننا ہوگا، جو آخری ٹھکانا ہوگا۔

(۱) اللوامة: صیغہ مبالغہ: بہت ملامت کرنے والا (۲) بنان: بنانة کی جمع (۳) امامه: ضمیر یوم القیامة کی طرف عائد ہے۔

اور مکلّف مخلوقات کے لئے آخرت میں برائیوں کی سزا ہے: اس کی دلیل اس کا بہت زیادہ ملامت کرنے والا نفس ہے، انسان اور جانور کے احوال میں غور کریں، انسان خواہ کوئی ہو: اگر اس کی گاڑی کے پہیے میں غلطی سے کوئی معصوم بچہ آجائے تو اس کا کیا حال ہوتا ہے؟ اس کا دل کتنا روتا ہے! اور بھینس کے پیروں میں بچہ کچل جائے تو اس کا نفس اس کو ذرا ملامت نہیں کرتا، یہ دلیل ہے کہ انسان کو یقین ہے کہ اس کی غلطی پر پکڑ ہوگی۔

﴿ لَآ اُقۡسِمُ بِیَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ ۙ وَلَآ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ ؕ ﴾

ترجمہ: نہیں ــــ یعنی آخرت کا انکار مت کر ــــ میں قیامت کے دن کی قسم کھاتا ہوں ــــ یہ دلیل ہے، جس کو قسم کے روپ میں پیش کیا ہے، اور مدعیٰ وہ ہے جس کی لا کے ذریعہ نفی کی ہے ــــ اور نہیں ــــ یعنی سزا کا انکار مت کر ــــ میں بہت زیادہ ملامت کرنے والے نفس کی قسم کھاتا ہوں۔

قیامت کے احوال

اللہ تعالیٰ کو قیامت کے دن مخلوقات کو دوبارہ پیدا کرنے پر پوری قدرت ہے

اگر کوئی خیال کرے کہ آخرت اور سزا کا قصہ تو جب ہے کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کئے جائیں، کیا یہ ممکن ہے؟

جواب: کیا انسان گمان کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو اکٹھا نہیں کریں گے؟ کیوں نہیں! ہم اس کی پور پور دوبارہ ٹھیک ٹھیک بنانے پر قدرت رکھتے ہیں ــــ جس نے پہلی بار پیدا کیا ہے وہ دوسری بار کیوں پیدا نہیں کرسکتا؟ دوسری بار کسی چیز کو بنانا پہلی بار سے آسان ہوتا ہے ــــ اور پوریوں کی تخصیص شاید اس لئے کی کہ اطرافِ بدن میں باوجود چھوٹی ہونے کے صنعت کی رعایت زیادہ ہے، کسی بھی دو شخصوں کے فینگر پرنٹ یعنی پوریوں کی لکیریں یکساں نہیں ہوتیں، کچھ نہ کچھ فرق ہوتا ہے، یہ کتنا دشوار اور باریک کام ہے؟

انسان قیامت کا انکار کیوں کرتا ہے؟

جو لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں اور دوبارہ زندہ کئے جانے کو محال جانتے ہیں: اس کا سبب یہ نہیں ہے کہ یہ مسئلہ بہت مشکل ہے، اور اللہ کی قدرتِ کاملہ کے دلائل ونشانات غیر واضح ہیں، بلکہ آدمی چاہتا ہے کہ قیامت کے آنے سے پہلے اپنی اگلی عمر میں ــــ جو باقی رہ گئی ہے ــــ بالکل بے باک ہوکر فسق وفجور کرتا رہے، اگر کہیں قیامت کا اقرار کرلیا اور حساب کتاب کا خوف دل میں بیٹھ گیا تو بے باکی اور ڈھٹائی سے بدکاری نہیں کرسکے گا، اس لئے ایسا خیال دل میں آنے ہی نہیں دیتا، بلکہ سینہ زوری سے سوال کرتا ہے: صاحب! آپ کی قیامت کب آئے گی؟ جواب: جب سورج سر سے قریب

ہوجائے گا، اور اس کی چمک سے آنکھیں پتھرا جائیں گی، اور سورج کے ساتھ تقابل نہ رہنے سے چاند بے نور ہوجائے گا، بلکہ سورج اور چاند ایک دوسرے کے مقابل نہیں رہیں گے، ایک ساتھ ہوجائیں گے: اس دن قیامت قائم ہوگی، اس وقت انسان بدحواس ہوکر پوچھے گا: آج کدھر بھاگوں؟ اور کہاں پناہ لوں؟ جواب ملے گا: اب نہ بھاگنے کا موقع ہے نہ کوئی جائے پناہ! اب سب کو پروردگار کی عدالت میں حاضر ہونا ہے!

آیاتِ پاک: ــــ بلکہ انسان چاہتا ہے کہ روز جزاء سے پہلے بدکاریاں کرلے، پوچھتا ہے: قیامت کا دن کب ہے؟ ــــ پس جب آنکھیں پتھرا جائیں گی، چاند گہنا جائے گا، اور سورج اور چاند جمع کردیئے جائیں گے تو انسان کہے گا: اب کہاں بھاگوں؟ ہرگز نہیں (اب کہیں نہیں بھاگ سکتا) کوئی جائے پناہ نہیں، اب تیرے رب کے پاس ہی ٹھہرنا ہے!

یُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴿۱۳﴾ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْرَهٗ ﴿۱۵﴾ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۱﴾

یُنَبَّؤُا	جتلایا جائے گا	لَا تُحَرِّكْ	آپ نہ ہلائیں	فَاتَّبِعْ	پس پیروی کریں آپ
الْاِنْسَانُ	انسان	بِهٖ	وحی کے ساتھ	قُرْاٰنَهٗ	اس کے پڑھنے کی
یَوْمَئِذٍۭ	اس دن	لِسَانَكَ	اپنی زبان	ثُمَّ اِنَّ	پھر بے شک
بِمَا قَدَّمَ	جو آگے بھیجا اس نے	لِتَعْجَلَ	تا کہ جلدی لیں آپ	عَلَیْنَا	ہمارے ذمہ ہے
وَاَخَّرَ	اور (جو) پیچھے چھوڑا اس نے	بِهٖ	اس (وحی) کو	بَیَانَهٗ	اس کی وضاحت
بَلِ الْاِنْسَانُ	بلکہ انسان	اِنَّ عَلَیْنَا	بیشک ہمارے ذمہ ہے	كَلَّا	ہرگز نہیں
عَلٰی نَفْسِهٖ	اپنے بارے میں	جَمْعَهٗ	اس کو (دل ودماغ میں)	بَلْ تُحِبُّوْنَ	بلکہ پسند کرتے ہو تم
بَصِیْرَةٌ	بابصیرت ہے		جمع کرنا	الْعَاجِلَةَ	جلدی کو
وَّلَوْ اَلْقٰی	اگرچہ ڈالے وہ (پیش کرے وہ)	وَقُرْاٰنَهٗ	اور اس کا پڑھنا	وَتَذَرُوْنَ	اور چھوڑتے ہو تم
		فَاِذَا	پس جب	الْاٰخِرَةَ	پچھلے کو
مَعَاذِیْرَهٗ	اپنے غیر واقعی اعذار	قَرَاْنٰهُ	پڑھیں ہم اس کو	❁	❁

قیامت کے دن جب انسان کو اس کے اعمال جتلائے جائیں گے

تو وہ غیر واقعی اعذار پیش کرے گا اور اس کی مثال اور مثال در مثال

اس دنیا میں 'بھول' ایک نعمت ہے، اسی کے سہارے آدمی پنپتا ہے، بڑے سے بڑا نقصان ہو جاتا ہے مگر چند دن کے بعد بھول جاتا ہے اور زندگی معمول پر آجاتی ہے ــــ قیامت کے دن اس نعمت کی ضرورت نہیں رہے گی، چنانچہ سب کیا کرایا یاد آجائے گا، سورۃ النازعات میں ہے: ﴿ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴾: قیامت کے دن انسان کو اپنا کیا کرایا سب یاد آجائے گا ــــ تاہم قیامت کے دن انسان کو اس کے اچھے برے آگے بھیجے ہوئے اور پیچھے چھوڑے ہوئے سب اعمال جتلائے جائیں گے، اس وقت انسان اپنے اعمال کے بارے میں بابصیرت ہوگا، سب کو جانتا ہوگا، پھر بھی برے اعمال کے لئے بہانے تراشے گا، اور غیر واقعی اعذار پیش کرے گا کہ میں نے یہ گناہ اس مجبوری میں کیا۔

اس کی مثال: شروع میں نزولِ وحی کے وقت نبی ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ زبان سے سراً پڑھتے تھے، اس سے دُوہرا بوجھ پڑتا تھا، ایک تو آپؐ کو ناسوت سے ملکوت کی طرف عروج کرنا پڑتا تھا، جس سے آپ سخت جاڑے میں پسینہ پسینہ ہو جاتے تھے، دوسرے: وحی سننا بھی اور ساتھ ہی پڑھنا بھی، اس لئے آپؐ کو نزولِ وحی کے ساتھ پڑھنے سے روک دیا، لیکن اگر آپؐ سے پوچھا جائے کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو آپؐ جواب دیں گے: میں ایسا اس لئے کرتا ہوں کہ وحی یاد ہو جائے، کوئی حصہ بھول نہ جاؤں، یہ غیر واقعی عذر ہے، کیونکہ وحی بھولنے کا آج تک کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

مثال در مثال: انسان کی فطرت ہے کہ وہ جلد اور نقد کو پسند کرتا ہے، اگرچہ ادھار میں نفع ہوتا ہے جیسے کفار دنیا کے پیچھے مرتے ہیں اور آخرت کو چھوڑتے ہیں، کیونکہ دنیا عاجلہ (نقد) ہے اور آخرت (آخرۃ) ادھار ہے، اس کے ملنے میں ابھی دیر ہے، اسی طرح نزولِ وحی کی حالت عاجلہ ہے اور بعد کی حالت آخرۃ، اور وہ پچھلی حالت: پہلی حالت سے بہتر ہے، پہلی حالت میں تو ساری وحی یاد نہیں ہوتی، ابھی وحی اتر رہی ہے اور بعد میں ساری وحی یاد ہو جاتی ہے، مگر آپ عاجلہ کو آخرۃ پر ترجیح دیتے ہیں، جبرئیل کے ساتھ پڑھتے ہیں۔

ملحوظہ: یہ آیتوں کے مضامین میں ارتباط ہے، اور ذرا دقیق ہے، غور سے آیات پڑھیں، اگر واضح نہ ہو تو تحفۃ القاری جلد اول صفحہ ۱۴۸ دیکھیں، وہاں بھی یہ مضمون ہے۔

آیاتِ کریمہ کا ترجمہ اور تفسیر: ــــ قیامت کے دن انسان جتلایا جائے گا جو کچھ اس نے آگے بھیجا اور جو کچھ اس

نے پیچھے چھوڑا ــــ آگے بھیجا: یعنی مرنے سے پہلے وہ اعمال کئے، اور پیچھے چھوڑا: یعنی مرنے کے بعد بھی وہ اعمال جاری رہے، جیسے براطریقہ چلا گیا، جب تک اس غلط راستے پر لوگ چلتے رہیں گے: ریت چلانے والے کو وبال پہنچتا رہے گا، جیسے قابیل نے ظلماً قتل کیا، اور وہ ریت پڑگئی تو قیامت تک جو ناحق قتل ہوگا اس کے گناہ کا ایک حصہ قابیل کو پہنچے گا ــــ بلکہ انسان اپنے بارے میں بابصیرت ہے ــــ اس لئے جتلانے کی ضرورت نہیں تھی ــــ اگرچہ وہ غیر واقعی اعذار (بہانے) تراشے!

غیر واقعی اعذار کی مثال: ــــ آپؐ وحی کے ساتھ اپنی زبان نہ ہلائیں ــــ یعنی سرأنہ پڑھیں ــــ تاکہ آپؐ وحی جلدی لے لیں ــــ اس میں آپؐ کے غیر واقعی عذر کی طرف اشارہ ہے ــــ بے شک ہمارے ذمہ اس کو (آپ کے ذہن میں) جمانا، اور اس کا پڑھنا ہے ــــ یعنی آپؐ لوگوں کے سامنے جو پڑھیں گے: وہ ہماری ذمہ داری ہے، اس میں نبی ﷺ کے پڑھنے کو اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے ــــ پس جب ہم اس کو پڑھیں تو آپ اس پڑھنے کی پیروی کریں ــــ اس میں جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کو اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے ــــ پھر بے شک ہمارے ذمہ اس کی وضاحت ہے ــــ یعنی آپؐ جبرئیل سے وحی کا مطلب نہ پوچھیں، ہم آپؐ کو خود اس کا مطلب سمجھا دیں گے۔

مثال در مثال: ــــ ہرگز نہیں ــــ یعنی آخرت کو نظر انداز مت کر ــــ بلکہ تم جلدی (دنیا) کو پسند کرتے ہو، اور پچھلی (آخرت) کو چھوڑتے ہو ــــ جبکہ وہ پچھلی دنیا اصل ہے، پس پوری توجہ اس کی طرف رہنی چاہئے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَىِٕذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَىِٕذِ ۨ الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ ع

وُجُوْهٌ (۱)	کچھ چہرے	نَاظِرَةٌ	دیکھنے والے ہوں گے	تَظُنُّ	خیال کرتے ہونگے
يَّوْمَىِٕذٍ	اس دن	وَوُجُوْهٌ	اور کچھ چہرے	اَنْ يُّفْعَلَ	کہ کیا جائے گا
نَّاضِرَةٌ	تروتازہ ہوں گے	يَّوْمَىِٕذٍ	اس دن	بِهَا	ان (چہروں) کے ساتھ
اِلٰى رَبِّهَا	اپنے پروردگار کی طرف	بَاسِرَةٌ (۲)	اداس ہونگے	فَاقِرَةٌ (۳)	کمر توڑ معاملہ

(۱) وجه: بول کر ذات مراد لی ہے (۲) باسرة: بہت زیادہ منہ بگاڑنے والی، بدرونق کرنے والی، اداس: مرادی معنی ہیں (۳) فَقَرَ الرجلَ: ریڑھ کی ہڈی توڑنا، مُہرے توڑنا۔

كَلَّآ	ہرگز نہیں (جزا کا انکار مت کر)	رَاقٍ	جھاڑنے والا؟	السَّاقُ	پنڈلی		
		وَّظَنَّ	اور گمان کرے گا وہ (مرنے والا)	بِالسَّاقِ	پنڈلی سے		
إِذَا بَلَغَتِ	جب پہنچ جائے گی روح			إِلَىٰ رَبِّكَ	تیرے رب کی طرف		
التَّرَاقِيَ[1]	ہنسلیوں کو	أَنَّهُ	کہ وہ	يَوْمَئِذٍ	آج		
وَقِيلَ	اور کہا جائے گا	الْفِرَاقُ	جدائی ہے	الْمَسَاقُ	کھنچا جانا ہے		
مَنْ	کوئی ہے	وَالْتَفَّتِ	اور لپٹ جائے گی	❁	❁		

آخرت: دنیا سے بہتر کیوں ہے؟

آخرت: دنیا سے بہتر اس لئے ہے کہ آخرت میں جنتیوں کو دیدارِ خداوندی نصیب ہوگا، پس یہ مثال در مثال ہے، معتزلہ اس کے منکر ہیں، اس لئے وہ محروم رہیں گے، ارشاد فرماتے ہیں: —— کچھ چہرے اس دن تر و تازہ ہونگے، اپنے رب کا دیدار کر رہے ہونگے —— اور ان کے بالمقابل —— اور کچھ چہرے اس دن اداس ہونگے، وہ خیال کرتے ہونگے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ معاملہ کیا جائے گا!

سفرِ آخرت کی ابتداء

اب پھر مضمون پیچھے کی طرف لوٹ رہا ہے، ارشاد فرماتے ہیں: —— ہرگز نہیں! —— یعنی آخرت کی سزا کا انکار مت کر، انسان کو دنیا میں ہمیشہ کہاں رہنا ہے؟ —— جب روح ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی —— اور تیماردار مایوس ہوجائیں گے —— اور کہا جائے گا: کوئی جھاڑنے والا ہے؟ —— جب علاج معالجہ سے لوگ مایوس ہوجاتے ہیں تو جھاڑ پھونک کا سہارا لیتے ہیں —— اور وہ (بیمار) گمان کرے گا کہ جدائی کا وقت آگیا، اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ گئی —— نیچے کے بدن کی روح نکل گئی —— اس دن تیرے رب کے پاس کشاں کشاں جانا ہے —— اور وہاں جزاء سے دوچار ہونا ہے۔

فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلَّىٰ ﴿٣١﴾ وَلَٰكِن كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿٣٢﴾ ثُمَّ ذَهَبَ إِلَىٰ أَهْلِهِ يَتَمَطَّىٰ ﴿٣٣﴾ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٤﴾ ثُمَّ أَوْلَىٰ لَكَ فَأَوْلَىٰ ﴿٣٥﴾ أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى ﴿٣٦﴾ أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّن مَّنِيٍّ يُمْنَىٰ ﴿٣٧﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّىٰ ﴿٣٨﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ ﴿٣٩﴾ أَلَيْسَ ذَٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلَىٰ أَن يُحْيِيَ الْمَوْتَىٰ ﴿٤٠﴾

ع ۲ / ۱۸

(۱) التراقی: تَرْقُوۃ کی جمع: ہنسلی، وہ ہڈی جو گردن کے نیچے ہوتی ہے۔

فَلَاصَدَّقَ	پس نہ تصدیق کی	اَیَحْسَبُ	کیا خیال کرتا ہے	فَسَوّٰی	پس درست بنایا
وَلَاصَلّٰی	اور نہ نماز پڑھی	الْاِنْسَانُ	انسان	فَجَعَلَ	پس بنائے
وَلٰکِنْ کَذَّبَ	بلکہ جھٹلایا	اَنْ یُّتْرَکَ	کہ چھوڑ دیا جائے گا	مِنْهُ	اس سے
وَتَوَلّٰی	اور منہ موڑا	سُدًی	مہمل (بے سزا)	الزَّوْجَیْنِ	جوڑے
ثُمَّ ذَهَبَ	پھر گیا	اَلَمْ یَكُ	کیا نہیں تھا وہ	الذَّکَرَ	نر
اِلٰی اَهْلِهٖ	اپنے گھر والوں کے پاس	نُطْفَةً	ایک بوند	وَ الْاُنْثٰی	اور مادہ
یَتَمَطّٰی(۱)	اکڑتا ہوا	مِّنْ مَّنِیٍّ	منی کی	اَلَیْسَ ذٰلِكَ	کیا نہیں ہے وہ
اَوْلٰی لَكَ(۲)	کم بختی ہو تیرے لئے	یُّمْنٰی	جو ٹپکائی گئی	بِقٰدِرٍ	قدرت رکھنے والا
فَاَوْلٰی	پس کم بختی ہو	ثُمَّ کَانَ	پھر تھا وہ	عَلٰی اَنْ	اس پر کہ
ثُمَّ اَوْلٰی لَكَ	پھر کم بختی ہو تیرے لئے	عَلَقَةً	خونِ بستہ	یُّحْیِیَ	زندہ کرے
فَاَوْلٰی(۳)	پس کم بختی ہو	فَخَلَقَ	پس پیدا کیا (اس کو)	الْمَوْتٰی	مُردوں کو؟

دیکھو دنیا میں کیا کر کے آیا ہے؟

مر کر برزخ میں پہنچا، وہاں جائزہ لیا جائے گا کہ دنیا میں کیا کر کے آیا ہے؟ فرماتے ہیں: —— پس نہ تو اس نے تصدیق کی —— یعنی ایمان نہیں لایا، منافق اعتقادی بھی اس میں شامل ہیں —— اور نہ نماز پڑھی، بلکہ جھٹلایا اور منہ موڑا پھر اکڑتا ہوا اپنے گھر والوں کے پاس گیا —— گویا بڑی بہادری اور ہنر مندی کا کام کر کے آیا ہے —— کم بختی ہو تیرے لئے! پس کم بختی ہو! پھر کم بختی ہو تیرے لئے، پس کم بختی ہو!

انسان اشرف مخلوق ہے اس لئے اس کو بے سزا نہیں چھوڑا جاسکتا:

—— کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ بے سزا چھوڑ دیا جائے گا؟ —— ہر گز نہیں، اس کو سزا ضرور ملے گی اس لئے کہ وہ فرزانہ ہے۔

انسان اپنی پہلی پیدائش میں غور کرے تو دوبارہ پیدا ہونا اس کی سمجھ میں آجائے گا:

کیا وہ منی کی ایک بوند نہیں تھا، جو رحم مادر میں ٹپکائی گئی، پھر وہ خونِ بستہ بنا، پھر اللہ نے اس کو ٹھیک بنایا، اور اس (بوند) سے نر مادہ کے جوڑے بنائے، کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ کرے؟ —— بے شک قادر ہے!

(۱) تَمَطّٰی: باب تفعل: غرور سے اکڑ کر چلنا، اتراتے ہوئے چلنا، مجرد مَطٌّ (ن) پھیلانا، بڑھانا (۲) أولی لك: محاورہ ہے أی الهلاكُ لك (۳) فاولی کے بعد لك محذوف ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الدہر

یہ مدنی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۹۸ ہے، سورۃ القیامہ کے بعد یہ سورت اس لئے ہے کہ یہ اس کی جوڑی ہے، سورۃ القیامہ کے ساتھ مل کر مضمون مکمل ہوتا ہے، سورۃ القیامہ میں کفار کی تکذیب کا ذکر تھا، مؤمنین کا ذکر نہیں تھا اور قرآن کا اسلوب ہے کہ وہ ایک فریق کے بعد دوسرے فریق کا ذکر کرتا ہے، اس لئے اب دوسرے فریق (مؤمنین) کا ذکر اس سورت میں ہے۔



هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ① اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ② اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ③ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ④

هَلْ(1)	تحقیق	شَيْـًٔا	کوئی چیز	اَمْشَاجٍ(2)	مخلوط
اَتٰى	گذرا ہے	مَّذْكُوْرًا	زبان پر آئی ہوئی	نَّبْتَلِيْهِ(3)	الٹتے پلٹتے رہے ہم اسکو
عَلَى الْاِنْسَانِ	انسان پر	اِنَّا	بے شک ہم نے	فَجَعَلْنٰهُ	پس بنایا ہم نے اس کو
حِيْنٌ	ایک وقت	خَلَقْنَا	پیدا کیا	سَمِيْعًا	سننے والا
مِّنَ الدَّهْرِ	لمبے زمانہ سے	الْاِنْسَانَ	انسان کو	بَصِيْرًا	دیکھنے والا
لَمْ يَكُنْ	نہیں تھا وہ	مِنْ نُّطْفَةٍ	بوند سے	اِنَّا هَدَيْنٰهُ	بیشک دکھائی ہم نے اس کو

(۱) ھل: استفہام تقریری ہے، اپنے مدخول کو ثابت کرتا ہے (۲) أمشاج: جمع ہے، اس کے مفرد میں مختلف قول ہیں، ایک قول مَشَج ہے، مَشَجَ الشیئَ (ن) مَشْجًا: ملانا، مخلوط کرنا، یہاں نطفہ کی صفت ہے، دو نطفوں پر جمع کا اطلاق کیا گیا ہے (۳) نبتلیہ: مستقل جملہ ہے۔

السَّبِيْلَ	راہ	اِنَّآ اَعْتَدْنَا	بے شک تیار کی ہیں	سَلٰسِلَاْ	زنجیریں
اِمَّا شَاكِرًا	یا شکر گذار		ہم نے	وَاَغْلٰلًا	اور بیڑیاں
وَّاِمَّا كَفُوْرًا	اور یا ناشکرا	لِلْكٰفِرِيْنَ	منکروں کے لئے	وَّسَعِيْرًا	اور دہکتے انگارے

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

انسان کی تاریخ

انسان کو غیر معمولی صلاحیتیں دے کر مکلّف بنایا

زمین وآسمان اور ان کے درمیان کی چیزیں اللہ تعالیٰ نے چھ ادوار میں پیدا کیں، پھر زمینی فرشتے (ملأ سافل) پیدا کئے، لمبے عرصہ تک وہ زمین کو آباد کئے رہے اور اللہ کی عبادت کرتے رہے، وہ مکلّف نہیں تھے، دیگر مخلوقات کی طرح اپنی فطرت سے تسبیح میں مشغول رہے۔

پھر ایک وقت کے بعد اللہ نے جانّ کو پیدا کیا، ان کی اولاد جنات کہلائی، یہ مکلّف تھے، وہ بھی لمبے زمانے تک زمین کو آباد کئے رہے، مگر ان کی فطرت میں آگ کا غلبہ تھا، اس لئے انھوں نے سرکشی کی، اور زمین کو فتنہ وفساد سے بھر دیا، پس اللہ نے اپنے نائب انسان کو پیدا کیا۔

انسان کی پیدائش کے وقت اللہ نے فرشتوں کے سامنے ڈکلیر کیا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ پیدا کرنے جا رہا ہوں، اب کائنات میں انسان کا چرچا شروع ہوا، اس سے پہلے اس کا کوئی ذکر نہیں تھا۔

پھر آدم علیہ السلام کو اور دادی حواء رضی اللہ عنہا کو مٹی سے پیدا کیا، اس لئے کہ انسان کی تخلیق مٹی سے مقدر تھی، پھر دونوں کو جنت میں بسایا، وہاں ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی، اولاد کو بھی مٹی سے پیدا کرنا مقدر تھا، پھر جب دونوں نے شجر ممنوعہ کھایا تو دونوں زمین پر اتارے گئے، انھوں نے زمین سے پیدا ہونے والی غذا کھائی تو ان کے بدن میں خون بنا، اس سے مادّہ بنا، پھر مرد وزن کے مادّے بچہ دانی میں پہنچے، وہاں اللہ تعالیٰ نے اس کو مختلف مراحل میں گذارا، اس کو علقہ بنایا، پھر مضغہ، پھر ہڈیاں، پھر ان پر گوشت چڑھا، اور جب باڈی مکمل ہوگئی تو اس میں فرشتہ نے عالم ارواح سے روح لاکر پھونکی، یہ روحیں تخلیقِ آدم کے بعد وجود میں لائی گئی تھیں، اور ان سے ربوبیت کا اقرار لے کر ان کو عالم ارواح میں خاص ترتیب سے رکھ دیا ہے، وہاں سے روح لاکر فرشتہ نے باڈی میں ڈالی تو ماں کے پیٹ میں جسم زندہ ہوگیا، پھر ایک وقت تک اس کو بچہ دانی میں رکھا، پھر جب وہ دنیا کی آب وہوا برداشت کرنے کے قابل ہوگیا تو پیدا (ظاہر) ہوا، اور بتدریج بڑھ کر جوان ہوا، پس اللہ نے اس کو عقل وفہم سے بہرہ ور کیا اور احکامات دیئے۔

اللہ نے انسان میں خیر وشر کی دونوں صلاحیتیں رکھی ہیں، اس کو دونوں راہیں سجھائی ہیں، وہ اپنی مرضی سے اللہ کا شکر گذار بندہ بھی بن سکتا ہے اور ناشکرا بھی، جب اس میں دونوں طرح کی صلاحیتیں ہیں تو اس کو ایک راہ پر ڈالنا مناسب نہیں، اس لئے اس کو ایسے احکام دیئے کہ اس کی دونوں صلاحیتیں بروئے کار آئیں، اب اگر وہ احکام کی خلاف ورزی کرے گا تو اللہ کے یہاں اس کے لئے زنجیریں، بیڑیاں اور دہکتے انگارے ہیں، اور احکام کی فرمان برداری کرے گا تو اللہ کے پاس پہنچ کر مزے لوٹے گا، اس کا ذکر آگے آئے گا۔

آیاتِ پاک: ـــــ یقیناً انسان پر ایک لمبا زمانہ ایسا گذرا ہے کہ کائنات میں اس کا کوئی چرچا نہیں تھا ـــــ اس کا تذکرہ اس وقت سے شروع ہوا جب اللہ نے فرشتوں کے سامنے ظاہر کیا کہ وہ زمین میں اپنا خلیفہ پیدا کرنے والے ہیں ـــــ بے شک ہم نے انسان کو ـــــ یعنی اولادِ آدم کو ـــــ ایک مخلوط قطرہ سے پیدا کیا ـــــ جب مرد کے مادے کے جرثومے عورت کے مادے کے خلیے میں داخل ہوتے ہیں تو حمل ٹھہرتا ہے، ورنہ مادہ باہر نکل آتا ہے ـــــ ہم اس (مادہ) کو الٹتے پلٹتے ہیں ـــــ اس کی تفصیل سورۃ المومنین کے شروع میں اور سورۃ نوح میں گذری ہے، مٹی سے سات مراحل میں گذار کر انسان کا جسم تیار کرتے ہیں ـــــ پھر ہم نے اس کو سننے والا دیکھنے والا بنایا ـــــ مراد بھی قوی عقلیہ اور علمیہ ہیں، پھر ـــــ بے شک ہم نے اس کو راہ دکھائی: خواہ شکر گذار بنے یا ناشکرا! ـــــ بے شک ہم نے منکروں کے لئے زنجیریں، بیڑیاں اور انگارے تیار کئے ہیں!

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ۚ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ۝ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ۝ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۝ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ۝ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝ فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ۝

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ	بے شک نیکوکار پئیں گے	مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا (۱)	ایک جام سے جس میں ملونی ہے	كَافُورًا عَيْنًا (۲)	کافور کی ایک چشمہ

(۱) مِزَاج: حاصل مصدر: ملونی جیسے شربت میں عرق گلاب کی ملونی (۲) عینا: من کأس کے محل سے بدل ہے، من کأس محلاً منصوب ہے، وہ یشربون کا مفعول بہ ہے۔

يَشْرَبُ بِهَا	پئیں گے اس سے	عَلٰى حُبِّهٖ	اللہ کی محبت میں	مِنْ رَّبِّنَا	ہمارے رب سے
عِبَادُ اللّٰهِ	اللہ کے بندے	مِسْكِيْنًا	غریبوں	يَوْمًا	ایک ایسے دن سے
يُفَجِّرُوْنَهَا	بہالے جائیں گے وہ اس کو	وَّ يَتِيْمًا	یتیموں	عَبُوْسًا (۱)	جو سخت
تَفْجِيْرًا	بہالے جانا	وَّاَسِيْرًا	اور قیدیوں کو	قَمْطَرِيْرًا (۲)	تکلیف دہ ہے
يُوْفُوْنَ	پورا کرتے ہیں وہ	اِنَّمَا	اس کے سوانہیں کہ	فَوَقٰىهُمُ	پس بچایا ان کو
بِالنَّذْرِ	منتوں (واجبات) کو	نُطْعِمُكُمْ	کھلاتے ہیں ہم تم کو	اللّٰهُ	اللہ نے
وَيَخَافُوْنَ	اور ڈرتے ہیں وہ	لِوَجْهِ اللّٰهِ	اللہ کی خوشنودی کیلئے	شَرَّ	برائی سے
يَوْمًا	ایک دن سے	لَا نُرِيْدُ	نہیں چاہتے ہم	ذٰلِكَ الْيَوْمِ	اس دن کی
كَانَ شَرُّهٗ	جس کی برائی (تکلیف)	مِنْكُمْ	تم سے	وَلَقّٰىهُمْ (۳)	اور کچھ کرائی ان کو
مُسْتَطِيْرًا	پھیلنے والی (عام) ہے	جَزَآءً	کوئی بدلہ	نَضْرَةً	تازگی
وَ يُطْعِمُوْنَ	اور کھلاتے ہیں	وَّلَا شُكُوْرًا	اور نہ شکر گذاری	وَّسُرُوْرًا	اور خوشی
الطَّعَامَ	کھانا	اِنَّا نَخَافُ	بے شک ہم ڈرتے ہیں	۞	۞

نیک لوگوں کے کام اور ان کا انعام

نیک لوگوں کے دو کام اور ان کے دو انعام ذکر فرمائے ہیں: دو کام یہ ہیں:

۱- وہ جو بھی منت مانتے ہیں اس کو پورا کرتے ہیں، اور جب خود اپنی لازم کی ہوئی چیز کو پورا کرتے ہیں تو اللہ کی لازم کی ہوئی باتوں کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں (فوائد) دوسری تفسیر: منت سے مراد واجبات ہیں یعنی تمام ضروری احکام پر عمل کرتے ہیں (بیان القرآن)

۲- اللہ کی محبت میں مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو یعنی محتاجوں کو کھلاتے ہیں، دور اول میں حکومت کے پاس فنڈ نہیں تھا، اس لئے جنگوں میں جو قیدی (کافر) پکڑے جاتے ان کو لوگ کھلاتے تھے۔

اور یہ دونوں کام نیک لوگ لوجہ اللہ اور قیامت کے ڈر سے کرتے ہیں، وہ محتاجوں سے کسی بدلہ یا شکریہ کے طالب نہیں ہوتے، اور قیامت کے دن سے اس لئے ڈرتے ہیں کہ وہ سخت تکلیف دہ دن ہے، اور اس کی تکلیف سب کو عام

(۱) عبوسا: صفت مشبہ: سخت، عَبَسَ الیومُ: سخت ہونا، ترش ہونا (۲) قمطریر: اسم: بہت زیادہ سخت، تکلیف دہ، تلخ (۳) لَقَّاهُ الشیئَ (تفعیل): کسی کی طرف کوئی چیز ڈالنا تا کہ وہ لے لے، یعنی کچھ کرانا۔

ہے، مگر اللہ تعالیٰ جس کو محفوظ رکھیں وہ محفوظ رہے گا، ابرار کو اللہ تعالیٰ اس دن کی تکالیف سے محفوظ رکھیں گے۔

اور ابرار کے دو انعام یہ ہیں:

۱- وہ آخرت میں ایسے جام سے شادکام کئے جائیں گے، جس میں تھوڑا سا کافور ملایا گیا ہوگا، اور یہ کافور: دنیا کے کافور کی طرح نہیں ہوگا، بلکہ وہ جنت کا ایک چشمہ ہے، اس میں سے ملونی کی جائے گی، اور وہ چشمہ نیک بندوں کے اختیار میں ہوگا، جہاں چاہیں گے بہالے جائیں گے، عرب کافور کی خوشبو پسند کرتے ہیں، جیسے ہم گلاب اور کیوڑے کی خوشبو پسند کرتے ہیں۔

۲- ابرار میدانِ قیامت میں خوش وخرم اور تر وتازہ ہونگے، جبکہ قیامت کا دن سخت تکلیف دہ ہوگا، اللہ تعالیٰ ان کو اس دن کی تکالیف سے محفوظ رکھیں گے۔

آیاتِ پاک: —— بے شک نیکوکار ایسے جام سے پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی، جو ایک چشمہ ہے، جس سے اللہ کے بندے پئیں گے، وہ اس کو جہاں چاہیں گے بہا کرلے جائیں گے، وہ منتوں (واجبات) کو پورا کرتے ہیں، اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہے، اور وہ اللہ کی محبت میں غریب، یتیم اور قیدی کو کھلاتے ہیں ہم تم کو اللہ کی خوشنودی کے لئے کھلاتے ہیں، ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ شکریہ! ہم اپنے رب کی طرف سے ایک سخت تلخ دن کا اندیشہ رکھتے ہیں، پس اللہ نے ان کو اس دن کی سختی سے بچایا، اور ان کو تازگی اور خوشی عطا فرمائی!

وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿۱۵﴾ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۖ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ ع ۲۲ ۱۹

وَجَزٰىهُمْ	اور بدلہ دیا (اللہ نے) انکو	مِنْ فِضَّةٍ	چاندی کے ہونگے	نَعِيْمًا	نعمتیں
بِمَا صَبَرُوْا	ان کے صبر کرنے کی وجہ سے	قَدَّرُوْهَا	اندازہ کیا انھوں نے ان کا	وَّمُلْكًا كَبِيْرًا	اور ملک بڑا
جَنَّةً وَّحَرِيْرًا	باغ اور ریشم کا	تَقْدِيْرًا	اندازہ کرنا	عٰلِيَهُمْ	ان کی بالائی پوشاک
مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا	ٹیک لگانے والے اس میں	وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا	اور پلائے جائیں گے	ثِيَابُ	کپڑے ہیں
عَلَى الْاَرَآئِكِ	مسہریوں پر		وہ اس میں	سُنْدُسٍ	باریک ریشم کے
لَا يَرَوْنَ فِيْهَا	نہیں دیکھیں گے اس میں	كَاْسًا	ایک ایسا پیالہ	خُضْرٌ	ہرے رنگ کے
شَمْسًا	سورج	كَانَ مِزَاجُهَا	جس میں ملونی ہوگی	وَّاِسْتَبْرَقٌ	اور دبیز ریشم کے
وَّلَا زَمْهَرِيْرًا	اور نہ ٹھر (سخت جاڑا)	زَنْجَبِيْلًا	سونٹھ کی	وَّحُلُّوْٓا	اور پہنائے جائیں گے وہ
وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ	اور جھکنے والے ہیں ان پر	عَيْنًا فِيْهَا	ایک چشمہ ہے اس میں	اَسَاوِرَ	کنگن
ظِلٰلُهَا	ان کے سایے	تُسَمّٰى	کہلاتا ہے	مِنْ فِضَّةٍ	چاندی کے
وَذُلِّلَتْ	اور تابع کردیئے گئے	سَلْسَبِيْلًا	سلسبیل (بہتا پانی)	وَسَقٰىهُمْ	اور پلائیں گے ان کو
قُطُوْفُهَا	ان کے خوشے	وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ	اور گھومیں گے ان پر	رَبُّهُمْ	ان سے پروردگار
تَذْلِيْلًا	تابع کرنا	وِلْدَانٌ	لڑکے	شَرَابًا طَهُوْرًا	پاک کرنے والا مشروب
وَيُطَافُ	اور گھمائے جائیں گے	مُّخَلَّدُوْنَ	سدا رہنے والے	اِنَّ هٰذَا	بے شک یہ
عَلَيْهِمْ	ان پر	اِذَا رَاَيْتَهُمْ	جب دیکھیں آپ ان کو	كَانَ لَكُمْ	ہے تمہارا
بِاٰنِيَةٍ	برتن	حَسِبْتَهُمْ	خیال کریں آپ ان کو	جَزَآءً	بدلہ
مِّنْ فِضَّةٍ	چاندی کے	لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا	بکھرے موتی	وَّكَانَ	اور ہے
وَّاَكْوَابٍ	اور پیالے	وَاِذَا رَاَيْتَ	اور جب دیکھیں آپ	سَعْيُكُمْ	تمہاری محنت
كَانَتْ قَوَارِيْرَا	جو شیشے کے ہونگے	ثَمَّ	وہاں	مَّشْكُوْرًا	شکریہ ادا کی ہوئی
قَوَارِيْرَا	شیشے	رَاَيْتَ	دیکھیں	۞	۞

ابرار (نیک لوگوں) کی جنت کے احوال

نیک لوگ دنیا میں اعمال پر جمے رہے، اور معاصی سے رکے رہے، اس لئے اللہ تعالیٰ ان کو آخرت میں عیش کرنے کے لئے باغات اور پہننے کے لئے ریشم عنایت فرمائیں گے، ان کی جنت کے دس احوال بیان فرمائے ہیں:

۱-مجلس کا حال ــــ جنتی جنت میں مسہریوں پر ٹیک لگا کر بیٹھیں گے، وہ وہاں شہنشاہِ بے تاج ہونگے۔

۲-موسم کا حال ــــ وہاں نہ تپش ہوگی نہ ٹھر، موسم نہایت معتدل ہوگا۔

۳-سایوں اور خوشوں کا حال ــــ درختوں کے سایے قریب اور خوشے لٹکے ہوئے ہونگے، جنتی ہر حال میں ان سے استفادہ کر سکیں گے۔ سوال: جب سورج نہیں ہوگا تو سایہ کیسے ہوگا؟ جواب: سایہ چاندنی میں بھی ہوتا ہے، چودھویں رات میں تجربہ کر کے دیکھیں، اور جنت میں اندھیرا نہیں ہوگا، چاندنا ہوگا۔

۴-برتنوں اور پیالوں کا حال ــــ جنت میں برتن چاندی کے اور پیالے کانچ کے ہونگے، اور کانچ چاندی سے بنائے گئے ہوں گے، دنیا میں کانچ خاص مٹی سے بنائے جاتے ہیں، اس میں سے چمکدار اجزاء نکال کر شیشہ بناتے ہیں، جنت میں چاندی میں سے چمکدار اجزاء نکال کر شیشے بنائے جائیں گے، خدام ان برتنوں اور پیالوں کو خوب اندازے سے بھر کر لائیں گے کہ پینے کے بعد نہ خواہش باقی رہے نہ برتن میں کچھ بچے۔

۵-مشروب میں سونٹھ کی ملونی ــــ جنت میں سلسبیل نامی ایک چشمہ ہے، اس کی جام شراب میں ملونی کی جائے گی پس سونٹھ کی خوشبو آئے گی، عرب اس کو بہت پسند کرتے ہیں، جیسے ہمارے بچے بلکہ بڑے بھی فروٹی کو پسند کرتے ہیں، اس میں آم کا فلیور ہے۔

۶-خدام کا حال ــــ جنت میں حوروں کی طرح خدام ہونگے، جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، جنت میں ان کو آتے جاتے دیکھیں تو بکھرے موتی معلوم ہونگے۔

۷-جنت کی وسعت ــــ جنت نعمتوں سے بھری ایک بڑا ملک ہے، اور جس کو اللہ تعالیٰ بڑا ملک فرمائیں اس کی وسعت کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟

۸-لباس کا حال ــــ جنتیوں کی شیروانیاں اور صدریاں سبز باریک ریشم اور دبیز ریشم کی ہونگی۔

۹-زیور کا حال ــــ جنتیوں کو سونے چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے، زیور زنانہ پن پیدا کرتا ہے، مگر جنت کے زیور میں یہ بات نہیں ہوگی، جیسے شراب میں نشہ ہے اس لئے حرام ہے، مگر جنت کی شراب میں نشہ نہیں ہوگا، اس لئے حلال ہوگی۔

۱۰-شرابِ طہور ــــ جنتیوں کو اللہ تعالیٰ شرابِ طہور کا ایک خاص جام پلائیں گے، جس سے باطن روشن ہو جائے گا، یہ دیدارِ خداوندی کی طرح ایک عظیم نعمت ہے۔

حوصلہ افزائی: اور جنتیوں سے کہا جائے گا: یہ تمہارے اعمال کا صلہ ہے اور تمہاری محنت ٹھکانے لگی! یہ سن کر جنتی

پھولے نہیں سمائیں گے!

آیاتِ کریمہ: —— اور اُن (ابرار) کو ان کے صبر کرنے کی وجہ سے باغ اور ریشم عطا فرمایا —— یہ تمہید ہے ——
(۱) وہ وہاں مسہریوں پر ٹیک لگانے والے ہیں (۲) وہ وہاں نہ سورج دیکھیں گے نہ سخت سردی (۳) ان پر جنت کے درختوں کے سایے نزدیک ہونے والے ہونگے، اور ان کے میوے ان کے اختیار میں ہونگے (۴) اور ان کے پاس چاندی کے برتن لائے جائیں گے، اور پیالے شیشے کے ہونگے، شیشے چاندی کے ہونگے، جن کو خدام خوب اندازے سے بھریں گے (۵) اور وہاں وہ ایسا جام پلائے جائیں گے جن میں سونٹھ کی ملونی ہوگی، یہ جنت میں ایک چشمہ ہے، جس کا نام سلسبیل ہے (۶) اور ان کے پاس ایسے لڑکے آتے جاتے رہیں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے، اگر آپ ان کو دیکھیں تو ان کو خیال کریں بکھرے موتی! (۷) اور جب آپ اس جگہ کو دیکھیں تو نعمتیں اور بڑی حکومت دیکھیں (۸) ان کا اوپر کا لباس سبز باریک ریشم اور دبیز ریشم کا ہوگا (۹) اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے (۱۰) اور ان کو ان کا رب پاک کرنے والا مشروب پلائے گا (حوصلہ افزائی:) بے شک یہ تمہارا صلہ ہے، اور تمہاری محنت پسندیدہ ہے!

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا ﴿٢٣﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ آثِمًا أَوْ كَفُورًا ﴿٢٤﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٢٥﴾ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ﴿٢٦﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ يُحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَرَاءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيلًا ﴿٢٧﴾ نَحْنُ خَلَقْنَاهُمْ وَشَدَدْنَا أَسْرَهُمْ ۖ وَإِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَا أَمْثَالَهُمْ تَبْدِيلًا ﴿٢٨﴾ إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٣٠﴾ يُدْخِلُ مَنْ يَشَاءُ فِي رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣١﴾

إِنَّا نَحْنُ	بے شک ہم نے	فَاصْبِرْ	پس آپ انتظار کریں	أَوْ كَفُورًا	یا ناشکرے کا
نَزَّلْنَا عَلَيْكَ	اتارا آپ پر	لِحُكْمِ رَبِّكَ	اپنے رب کے حکم کا	وَاذْكُرِ	اور لیں آپ
الْقُرْآنَ	قرآن	وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ	اور نہ کہا مانیں ان میں سے	اسْمَ رَبِّكَ	اپنے رب کا نام
تَنْزِيلًا	تھوڑا تھوڑا	آثِمًا	کسی گنہگار کا	بُكْرَةً وَأَصِيلًا	صبح وشام

وَمِنَ الَّيْلِ	اور کسی قدر رات میں	اَسْرَهُمْ	ان کے جوڑ بند	تَشَآءُوْنَ	چاہو گے تم
فَاسْجُدْ لَهٗ	پس سجدہ کریں اس کو	وَاِذَا شِئْنَا	اور ہم جب چاہیں گے	اِلَّآ اَنْ	مگر یہ کہ
وَ سَبِّحْهُ	اور اُسکی پاکی بیان کریں	بَدَّلْنَآ	بدل دیں گے	يَّشَآءَ اللّٰهُ	چاہیں اللہ تعالیٰ
لَيْلًا طَوِيْلًا	لمبی رات تک	اَمْثَالَهُمْ	ان کے مانند	اِنَّ اللّٰهَ	بے شک اللہ تعالیٰ
اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ	بے شک یہ لوگ	تَبْدِيْلًا	بدلنا	كَانَ عَلِيْمًا	خوب جاننے والے
يُحِبُّوْنَ	پسند کرتے ہیں	اِنَّ هٰذِهٖ	بے شک یہ	حَكِيْمًا	بڑی حکمت والے ہیں
الْعَاجِلَةَ	جلدی (دنیا) کو	تَذْكِرَةٌ	نصیحت ہے	يُّدْخِلُ	داخل کرتے ہیں
وَ يَذَرُوْنَ	اور چھوڑتے ہیں	فَمَنْ شَآءَ	پس جو چاہے	مَنْ يَّشَآءُ	جس کو چاہتے ہیں
وَرَآءَهُمْ	اپنے آگے	اتَّخَذَ	بنائے	فِيْ رَحْمَتِهٖ	اپنی مہربانی میں
يَوْمًا ثَقِيْلًا	بھاری دن کو	اِلٰى رَبِّهٖ	اپنے رب کی طرف	وَ الظّٰلِمِيْنَ	اور ناانصاف
نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ	ہم نے پیدا کیا ان کو	سَبِيْلًا	راستہ	اَعَدَّ لَهُمْ	تیار کیا ہے ان کے لئے
وَشَدَدْنَآ	اور مضبوط بنائے ہم نے	وَمَآ	اور نہیں	عَذَابًا اَلِيْمًا	دردناک عذاب

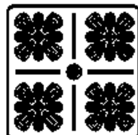
سید الابرار ﷺ کو تسلی

ابرار کے ذکر کے بعد اب سید الابرار ﷺ کا ذکر ہے، یہ سورت ہجرت کی ابتدا میں نازل ہوئی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۹۸ ہے، مکی سورتیں ۸۵ ہیں، باقی سورتیں مدنی ہیں، یہ زمانہ سخت ابتلاء کا تھا، مکہ والے مسلسل مدینہ پر حملے کر رہے تھے، اس لئے دن کا چین اور رات کا سکون ختم ہو گیا تھا، اور آگے کیا ہونا ہے؟ یہ معلوم نہیں تھا، ایسے پر آشوب زمانہ میں یہ سورت نازل ہوئی ہے، اس لئے اِن آیات میں نبی ﷺ کو تسلی دی ہے، اور فی الحال کرنے کے جو کام ہیں ان کی راہ نمائی کی ہے، اور آگے اللہ کے حکم کے انتظار کا حکم دیا ہے۔ اور کفار کی ہم نوائی سے روکا ہے، ارشاد فرمایا کہ کفار دنیا کے پیچھے رال ٹپکا رہے ہیں، اور آگے جو سخت دن آرہا ہے اس کو بھولے ہوئے ہیں، اور اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم طاقت ور ہیں، وہ جان لیں کہ ان کو ایسا ہم نے بنایا ہے، اور ہم اس میں انقلاب بھی لا سکتے ہیں —— پھر آخر میں فرمایا کہ قرآن ایک نصیحت نامہ ہے، کفار کو چاہئے کہ اس سے نصیحت پذیر ہوں، مگر یاد رکھیں: انسان کی مشیت اللہ کی مشیت کے تابع ہے، اس لئے ہدایت اسی سے مانگیں، وہ جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت میں داخل کرتے ہیں، ہدایت سے سرفراز کرتے ہیں، اور جو لوگ اپنے پیروں پر کلہاڑی مارتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے، جس کا تذکرہ اگلی سورت میں ہے۔

آیاتِ پاک: —— بے شک ہم نے آپ پر تھوڑا تھوڑا قرآن اتارا ہے —— اس لئے آخر تک کی بات ابھی نہیں بتائی —— پس آپ اپنے رب کے حکم کا انتظار کریں —— کہ آگے کیا ہونا ہے؟ —— اور ان میں سے گنہگار اور ناشکرے کا کہنا نہ مانیں —— یعنی اپنے موقف پر جمے رہیں —— اور اپنے پروردگار کا صبح وشام نام لیں —— یعنی پانچ نمازیں پڑھیں، اصیل کا ترجمہ شام پورا مفہوم ادا نہیں کرتا، اصیل: زوال سے رات چھانے تک کا وقت ہے، اس میں چار نمازیں ہیں، وہ سب مراد ہیں —— اور کچھ رات میں بھی اس کو سجدہ کریں —— یعنی تہجد پڑھیں —— اور لمبی رات تک اس کی پاکی بیان کریں!

بے شک یہ لوگ (کفار) دنیا سے محبت رکھتے ہیں، اور اپنے آگے ایک بھاری دن (قیامت) کو چھوڑے ہوئے ہیں، ہم نے ان کو پیدا کیا ہے، اور ہم نے ان کے جوڑ بند مضبوط بنائے ہیں —— یعنی ان کو اپنی طاقت کا زعم ہے تو جان لیں ان کو ایسا طاقتور ہم نے بنایا ہے —— اور ہم جب چاہیں ان کے مانند کو بدل سکتے ہیں —— یعنی ان کی جگہ دوسروں کو طاقتور بنا سکتے ہیں۔

بے شک یہ قرآن ایک نصیحت ہے، پس جو چاہے اپنے رب کی طرف راستہ بنائے —— یعنی قرآن سے نصیحت حاصل کر کے ایمان لائے —— اور نہیں چاہو گے تم مگر یہ کہ چاہیں اللہ تعالیٰ —— کیونکہ بندوں کا کوئی فعل اللہ کے اختیار سے باہر نہیں، اور بندوں کا چاہنا بھی ایک فعل ہے جو اللہ کے اختیار میں ہے، اور بندوں کا اختیار ایک حد تک ہے، اور وہ کسب کا اختیار کہلاتا ہے، جیسا کہ سورۃ المدثر کے آخر میں گذرا، اور مقصد یہ ہے کہ ایمان کی توفیق اللہ سے مانگو، وہ چاہیں گے تب تم چاہو گے —— بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والے، بڑی حکمت والے ہیں —— وہ جانتے ہیں کہ کس کی استعداد وقابلیت کس قسم کی ہے، اسی کے موافق اس کی مشیت کام کرتی ہے —— وہ جس کو چاہتے ہیں اپنی رحمت میں داخل کرتے ہیں —— یعنی جس کی استعداد اچھی ہوتی ہے اس کو ایمان لانے کی توفیق دیتے ہیں، اور اپنی رحمت وفضل کا مستحق بناتے ہیں —— اور اس نے ناانصافوں کے لئے دردناک عذاب تیار کیا ہے —— یعنی ان کو گمراہی میں پڑا چھوڑ دیتے ہیں تاکہ ان کو آخرت میں دردناک عذاب سے واسطہ پڑے، جس کی تفصیل اگلی سورت میں ہے۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ المرسلات

یہ مکی دور کے وسط کی سورت ہے، اس کا نزول کا نمبر ۳۳ ہے، یہ دور سخت ابتلا کا تھا، مخالفت زوروں پر تھی، اس لئے اس کا لہجہ بھی سخت ہے، اس وقت کفار زور شور سے مطالبہ کرتے تھے کہ ہم پر عذاب کیوں نہیں آتا؟ اس سورت میں ان کو جواب دیا ہے کہ سزا قیامت کو ملے گی، اور اس کا وقت متعین ہے، اس کا انتظار کرو۔

اور گذشتہ سورت کا آخری مضمون تھا کہ ظالموں کے لئے اللہ نے دردناک عذاب تیار کیا ہے، اسی کا بیان اس سورت میں ہے کہ وہ دردناک عذاب قیامت کے دن ہوگا، اور اس دن قیامت کو جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم بختی ہوگی، یہ بات اس سورت میں دس مرتبہ آئی ہے۔



وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿١﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿٢﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿٣﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿٤﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ﴿٥﴾ عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿٦﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿٧﴾ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿٨﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿٩﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ﴿١٠﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿١١﴾ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿١٢﴾ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴿١٣﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴿١٤﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٥﴾

وَالْمُرْسَلٰتِ (۱)	قسم چلتی ہواؤں کی	فَالْعٰصِفٰتِ (۲)	پس آندھیوں کی	وَّالنّٰشِرٰتِ (۳)	اور پھیلانے والیوں کی
عُرْفًا	عام طور پر	عَصْفًا	تیز ہوکر	نَشْرًا	خوب پھیلانا

(۱) مرسَلة: اسم مفعول: بھیجی ہوئی، چھوڑی ہوئی ..... عُرْفًا: عام طور پر، معمول کے مطابق، یہ عرف وعادت والا لفظ ہے، کوئی غریب لفظ نہیں، اور مفعول مطلق من غیر لفظہ ہے أی المرسَلات إرسالا عادیا، عَرَفَه: پہچاننا، معمول سے لوگ واقف ہوتے ہیں (۲) عاصفة: آندھی، تیز چلنے والی ہوا، عصفتِ الریح: ہوا کا تیز چلنا ..... عصفا: مفعول مطلق ہے (۳) ناشرة: پھیلانے والی، نَشر الشیئَ: پھیلانا۔

فَالْفٰرِقٰتِ (۱)	پس جدا کرنے والیوں کی	فَاِذَا النُّجُوْمُ	پس جب ستارے	اُجِّلَتْ	وہ مؤخر کئے گئے ہیں
فَرْقًا	بانٹ کر	طُمِسَتْ	بے نور کردیئے جائیں گے	لِيَوْمِ الْفَصْلِ	فیصلہ کے دن کے لئے
فَالْمُلْقِيٰتِ (۲)	پس ڈالنے والیوں کی	وَاِذَا السَّمَآءُ	اور جب آسمان	وَمَآ اَدْرٰىكَ	اور کیا تو جانتا ہے
ذِكْرًا	نصیحت کو	فُرِجَتْ	کھول دیا جائے گا	مَا يَوْمُ	کیا ہے دن
عُذْرًا (۳)	توبہ کرنے کے لئے	وَاِذَا الْجِبَالُ	اور جب پہاڑ	الْفَصْلِ	فیصلہ کا
اَوْ نُذْرًا (۴)	یا ڈرانے کے لئے	نُسِفَتْ	اڑادیئے جائیں گے	وَيْلٌ	بڑی کم بختی ہے
اِنَّمَا (۵)	بے شک جو	وَاِذَا الرُّسُلُ	اور جب رسول	يَّوْمَئِذٍ	اس دن
تُوْعَدُوْنَ	وعدہ کئے جاتے ہو تم	اُقِّتَتْ (۶)	وقت مقرر کئے جائیں گے	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ	جھٹلانے والوں کیلئے
لَوَاقِعٌ	ضرور پورا ہونے والا ہے	لِاَيِّ يَوْمٍ	کس دن کے لئے	❁	❁

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اللہ کا وعدہ ضرور پورا ہوتا ہے، جیسے بارش کا وعدہ اور اس کے لئے اسباب بنتے ہیں اسی طرح قیامت کا وعدہ ضرور پورا ہوگا، اور اس کے لئے بھی اسباب بنیں گے

اللہ نے بندوں سے بارش کا وعدہ کیا ہے، چنانچہ پہلے ہوائیں حسبِ معمول چلتی ہیں، پھر تیز ہوکر آندھی بن جاتی ہیں، اور بادلوں کو آسمان میں پھیلا دیتی ہیں، پھر حسبِ مصلحتِ خداوندی بادلوں کو بانٹ کر جدا کرتی ہے، اور وہ لوگوں کے لئے نصیحت ہوتی ہیں، کوئی توبہ کرتا ہے اور کوئی خوف کھا کر رہ جاتا ہے، حدیث میں ہے: جب بارانی ہوا چلتی تھی تو نبی ﷺ کبھی گھر میں آتے کبھی باہر جاتے اور چہرے پر پریشانی ظاہر ہوتی، صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کی وجہ پوچھی تو آپؐ نے فرمایا: میں کیا جانوں بادل میں کیا ہے؟ عاد کے بادل کی طرح آگ بھی تو ہوسکتی ہے! —— اس طرح بارش ہوتی ہے اور اللہ کا وعدہ پورا ہوتا ہے۔

اسی طرح قیامت کا وعدہ بھی سچا ہے، جب اس کا وقت آئے گا ستارے بے نور ہوجائیں گے، آسمان پھٹ جائے گا، پہاڑ گرد بن کر اڑ جائیں گے، انبیاء کی قوموں کی سزا دہی کے لئے یہی دن متعین کیا گیا ہے، یہی فیصلہ کا دن ہے، اس دن

---

(۱) الفارقة: جدا کرنے والی، فرق بین الشیئین: جدا کرنا..... فرقا: مفعول مطلق (۲) الملقية: ڈالنے والی، ألقى الشيئَ: ڈالنا..... ذكرًا: مفعول بہ (۳) عذر: مصدر: معذرت یعنی توبہ (۴) نذر: مصدر: ڈرانا (۵) إنما: کلمہ حصر نہیں، اس میں ما کافہ ہوتا ہے، یہ إنَّ اور مَا موصولہ ہے (۶) أقتت: اصل میں وُقتت تھا: وقت مقرر کرنا۔

جنھوں نے قیامت کو جھٹلایا ہے ان کے لئے بڑی کم بختی ہوگی۔

آیاتِ پاک:۔۔۔۔ قسم ہے عام طور پر چلنے والی ہواؤں کی! پھر آندھی بن کر چلنے والی ہواؤں کی! پھر خوب بادلوں کو پھیلانے والی ہواؤں کی! پس بانٹ کر جدا کرنے والی ہواؤں کی! پھر نصیحت ڈالنے والی ہواؤں کی! توبہ کرنے کے لئے اور ڈرانے کے لئے، بے شک تم سے جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور پورا ہونا ہے۔

پس جب ستارے بے نور کردیئے جائیں گے، اور جب آسمان کھول دیا جائے گا، اور جب پہاڑ اڑادیئے جائیں گے، اور جب رسولوں کے لئے وقت مقرر کیا جائے گا، کس دن کے لئے ان کو مؤخر کیا گیا ہے؟ فیصلہ کے دن کے لئے! اور آپ جانتے ہیں: فیصلہ کا دن کیا ہے؟ اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم بختی ہے!

اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ فَقَدَرْنَا ۚ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ۝ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ۝ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ۝ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝

اَلَمْ نُهْلِكِ	کیا ہلاک نہیں کیا ہم نے	اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ	کیا نہیں پیدا کیا ہم	فَنِعْمَ	پس کیسے اچھے ہیں ہم
الْاَوَّلِيْنَ	اگلوں کو		نے تم کو	الْقٰدِرُوْنَ	اندازہ کرنے والے
ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ	پھر پیچھے بھیجا ہم نے ان کے	مِّنْ مَّآءٍ	پانی سے	وَيْلٌ	بڑی کم بختی ہے
الْاٰخِرِيْنَ	پچھلوں کو	مَّهِيْنٍ	بے قدر	يَّوْمَئِذٍ	اس دن
كَذٰلِكَ	اسی طرح	فَجَعَلْنٰهُ	اور گردانا ہم نے اس کو	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ	جھٹلانے والوں کیلئے
نَفْعَلُ	کرتے ہیں ہم	فِيْ قَرَارٍ	ٹھہرنے کی جگہ میں	اَلَمْ نَجْعَلِ	کیا نہیں بنایا ہم نے
بِالْمُجْرِمِيْنَ	گنہگاروں کے ساتھ	مَّكِيْنٍ	اطمینان سے	الْاَرْضَ	زمین کو
وَيْلٌ	بڑی کم بختی ہے	اِلٰى قَدَرٍ	ایک وقت تک	كِفَاتًا	سمیٹنے والا
يَّوْمَئِذٍ	اس دن	مَّعْلُوْمٍ	جانے ہوئے	اَحْيَآءً	زندوں کو
لِّلْمُكَذِّبِيْنَ	جھٹلانے والوں کیلئے	فَقَدَرْنَا	پس اندازہ کیا ہم نے	وَّاَمْوَاتًا	اور مردوں کو

وَّجَعَلۡنَا	اور گردانے ہم نے	شٰمِخٰتٍ	اونچے اونچے	وَيۡلٌ	بڑی کم بختی ہے
فِيۡهَا	اس میں	وَّاَسۡقَيۡنٰكُمۡ	اور پلایا ہم نے تم کو	يَّوۡمَئِذٍ	اس دن
رَوَاسِىَ	بھاری پہاڑ	مَّآءً فُرَاتًا	پیاس بجھانے والا پانی	لِّلۡمُكَذِّبِيۡنَ	جھٹلانے والوں کیلئے

جس قوم نے بھی قیامت کا انکار کیا وہ ہلاک ہوئی، اس میں قریش کے لئے اشارہ ہے

ارشاد فرماتے ہیں: —— کیا ہم نے اگلوں کو ہلاک نہیں کیا —— اگلے قوم نوح اور عاد ہیں —— پھر دوسروں کو ان کے پیچھے چلتا کیا —— بعد میں جس نے بھی قیامت کا انکار کیا ان کو ہلاک کیا —— ہم گنہگاروں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں —— اس میں قریش کو تنبیہ ہے کہ تم انکار پر مصر رہے تو تم بھی ہلاک کئے جاؤ گے —— اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم بختی ہے!

انسان اپنی پہلی پیدائش میں غور کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ وہ دوسری مرتبہ پیدا کیا جا سکتا ہے

ارشاد فرماتے ہیں: —— کیا ہم نے تم کو بے قدر پانی (منی) سے پیدا نہیں کیا؟ پھر اس پانی کو ہم نے اطمینان سے ٹھہرنے کی جگہ میں گردانا —— مراد بچہ دانی ہے —— ایک معلوم وقت تک —— یعنی نو ماہ تک —— پھر ہم نے اندازہ کیا —— کہ کیا بنانا ہے —— پس ہم بہترین اندازہ کرنے والے ہیں —— یعنی اس سے اشرف المخلوق انسان کو بنایا —— اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم بختی ہے! —— اس دن: یعنی جس دن اس کو دوبارہ بنایا جائے گا، اس کی کم بختی آئے گی!

زمین میں اللہ نے بے پناہ صلاحیتیں رکھی ہیں

ارشاد فرماتے ہیں: —— کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والا نہیں بنایا؟ —— یعنی تم پیدا ہوئے کہاں سے؟ زمین سے! پھر مر کر کھپو گے کہاں؟ زمین میں! پھر اسی زمین سے دوبارہ کیوں پیدا نہیں ہو سکتے؟ —— اور ہم نے اس میں اونچے اونچے بھاری پہاڑ رکھے —— یہ پہاڑ اسی زمین سے ابھرے ہیں، پھر اس سے تم جیسی کمزور مخلوق کیوں نہیں ابھر سکتی؟ —— اور ہم نے تم کو پیاس بجھانے والا پانی پلایا —— ساری زمین کے نیچے سوت بہتے ہیں، پھر چشموں اور دریاؤں میں پانی بہتا ہے اور کنوں اور ٹیوب ویل سے میٹھا پانی نکلتا ہے، جس سے تمہاری پیاس بجھتی ہے، اسی پانی سے اللہ نے ہر چیز بنائی ہے، پھر تم کو اس سے دوبارہ کیوں نہیں بنا سکتا؟ —— اس دن (قیامت کو) جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم بختی ہے —— اس دن: یعنی جس دن زمین کے پانی سے تمہیں دوبارہ پیدا کیا جائے گا۔

اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰى مَا كُنۡتُمۡ بِهٖ تُكَذِّبُوۡنَ ﴿۲۹﴾ اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِىۡ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾

لَّا ظَلِيلٍ وَّلَا يُغْنِي مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣١﴾ إِنَّهَا تَرْمِي بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ كَأَنَّهُ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٤﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُونَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُونَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٣٧﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْأَوَّلِينَ ﴿٣٨﴾ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيدُونِ ﴿٣٩﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٠﴾

ع ۲۱

اِنْطَلِقُوْا	چلو	كَالْقَصْرِ	جیسے بڑے محل	وَيْلٌ	بڑی کم بختی ہے
اِلٰى مَا	اس چیز کی طرف	كَاَنَّهٗ	گویا وہ	يَّوْمَئِذٍ	اس دن
كُنْتُمْ بِهٖ	جس کو تھے تم	جِمٰلَتٌ	اونٹ ہیں	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ	جھٹلانے والوں کیلئے
تُكَذِّبُوْنَ	جھٹلاتے	صُفْرٌ	پیلے	هٰذَا يَوْمُ	یہ دن ہے
اِنْطَلِقُوْا	چلو	وَيْلٌ	بڑی کم بختی ہے	الْفَصْلِ	فیصلہ کا
اِلٰى ظِلٍّ	ایک سایے کی طرف	يَّوْمَئِذٍ	اس دن	جَمَعْنٰكُمْ	اکٹھا کیا ہے ہم نے تم کو
ذِىْ ثَلٰثِ	تین	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ	جھٹلانے والوں کیلئے	وَالْاَوَّلِيْنَ	اور اگلوں کو
شُعَبٍ	شاخوں والا	هٰذَا يَوْمُ	یہ ایسا دن ہے	فَاِنْ كَانَ	پس اگر ہو
لَّا ظَلِيْلٍ	نہ ٹھنڈی چھاؤں	لَا يَنْطِقُوْنَ	کہ نہیں بولیں گے وہ	لَكُمْ كَيْدٌ	تمہارے لئے کوئی داؤ
وَّلَا يُغْنِىْ	اور نہ بے نیاز کرے	وَلَا يُؤْذَنُ	اور نہیں اجازت دی	فَكِيْدُوْنِ	تو چل دیکھو میرے ساتھ
مِنَ اللَّهَبِ	لپٹ سے		جائے گی	وَيْلٌ	بڑی کم بختی ہے
اِنَّهَا تَرْمِىْ	بیشک دوزخ پھینکے گی	لَهُمْ	ان کو	يَّوْمَئِذٍ	اس دن
بِشَرَرٍ	چنگاریاں	فَيَعْتَذِرُوْنَ	پس معافی مانگیں وہ	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ	جھٹلانے والوں کیلئے

قیامت کے تین ہولناک مناظر

۱- کافر دوزخ کے سیاہ دھوئیں میں ہونگے، اور اس میں سے بڑے بڑے محل جیسے شرارے اڑیں گے

ارشاد فرماتے ہیں: (میدانِ حشر میں کافروں سے کہا جائے گا:) ــــ چلو! اس عذاب کی طرف جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے، چلو! تین شاخوں والے سایے کی طرف، نہ ٹھنڈی چھاؤں نہ لپٹ میں کام دے ــــ قتادہ وغیرہ سے مروی ہے کہ کافروں کے سایہ کے لئے ایک دھواں دوزخ سے اٹھے گا جو پھٹ کر کئی ٹکڑے ہو جائے گا، کہتے ہیں کہ ان میں سے ہر شخص کو

تین طرف سے گھیرے گا، ایک ٹکڑا سر کے اوپر سائبان کی طرح ٹھہرے گا، دوسرا ٹکڑا دائیں اور تیسرا بائیں ہو جائے گا، حساب سے فارغ ہونے تک وہ لوگ اسی سایہ کے نیچے رہیں گے (فوائد) —— دوزخ بڑے محل کے برابر چنگاریاں پھینکے گی، گویا وہ زرد اونٹ ہیں —— آگ سے شرارہ اڑتا ہے تو پھٹ کر چھوٹے ٹکڑے ہو جاتا ہے، شرارے کو بڑے محل سے اور چھوٹے ٹکڑوں کو زرد اونٹوں سے تشبیہ دی ہے —— اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم بختی ہے!

۲- قیامت کے دن نہ کوئی بول سکے گا نہ کوئی معافی مانگ سکے گا

ارشاد فرماتے ہیں: —— یہ ایسا دن ہے جس میں لوگ نہیں بولیں گے —— سورۃ طٰہٰ میں ہے: ﴿ وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴾: اور تمام آوازیں نہایت مہربان اللہ کے سامنے دب جائیں گی پس آپ پیروں کی چاپ کے سوا کچھ نہیں سنیں گے —— اور ان کو اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ معذرت پیش کریں —— کیونکہ معذرت اور توبہ کے قبول ہونے کا وقت گذر گیا —— اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم بختی ہے!

۳- قیامت کے دن کوئی چال اللہ کی گرفت سے نہ بچا سکے گی

ارشاد فرماتے ہیں: —— یہ فیصلہ کا دن ہے، ہم نے تم کو اور اگلوں کو اکٹھا کیا ہے، پس اگر تمہارے پاس کوئی داؤ ہو تو اس کو میرے خلاف چل دیکھو! اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم بختی ہے!

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۰﴾

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ	بے شک پرہیزگار	مِمَّا	اس میں سے جو	هَنِيْٓـئًا	رغبت سے (رچ پچ کر)
فِيْ ظِلٰلٍ	سایوں میں	يَشْتَهُوْنَ	چاہیں گے وہ	بِمَا كُنْتُمْ	ان کاموں کے عوض جو تم
وَّعُيُوْنٍ	اور چشموں میں ہونگے	كُلُوْا	کھاؤ	تَعْمَلُوْنَ	کیا کرتے تھے
وَّفَوَاكِهَ	اور میووں میں	وَاشْرَبُوْا	اور پیو	اِنَّا كَذٰلِكَ	ہم اسی طرح

نَجۡزِی	بدلہ دیتے ہیں	اِنَّکُمۡ	بے شک تم	لَا یَرۡکَعُوۡنَ	(پس) نہیں جھک سکیں گے
الۡمُحۡسِنِیۡنَ	نیکوکاروں کو	مُّجۡرِمُوۡنَ	گنہگار ہو	وَیۡلٌ	بڑی کم بختی ہے
وَیۡلٌ	بڑی کم بختی ہے	وَیۡلٌ	بڑی کم بختی ہے	یَّوۡمَئِذٍ	اس دن
یَّوۡمَئِذٍ	اس دن	یَّوۡمَئِذٍ	اس دن	لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ	جھٹلانے والوں کیلئے
لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ	جھٹلانے والوں کیلئے	لِّلۡمُکَذِّبِیۡنَ	جھٹلانے والوں کیلئے	فَبِاَیِّ	پس کونسی
کُلُوۡا	کھاؤ تم	وَاِذَا قِیۡلَ (۱)	اور جب کہا جاتا ہے	حَدِیۡثٍۭ	بات پر
وَ تَمَتَّعُوۡا	اور فائدہ اٹھاؤ	لَہُمُ	ان سے	بَعۡدَہٗ	قرآن کے بعد
قَلِیۡلًا	تھوڑے وقت کے لئے	ارۡکَعُوۡا	جھکو	یُؤۡمِنُوۡنَ	ایمان لائیں گے وہ؟

آخرت میں پرہیزگاروں کی خوش انجامی

سورت تو کفار کی سزا کے بیان کے لئے ہے، مگر قرآنِ کریم کا اسلوب یہ ہے کہ وہ ایک فریق کے بعد دوسرے فریق کا ذکر کرتا ہے، تاکہ توازن قائم ہوجائے، اور ضد سے ضد پہچانی جائے، اس لئے اب تھوڑا متقیوں کا انجام بیان فرماتے ہیں:
—— بے شک پرہیزگار سایوں میں اور چشموں میں اور مرغوب میووں میں ہونگے (ان سے کہا جائے گا:) خوب مزے سے کھاؤ پیؤ ان کاموں کے صلہ میں جو تم کیا کرتے تھے، ہم اسی طرح نیکوکاروں کو صلہ دیتے ہیں، اس دن جھٹلانے والوں کے لئے کم بختی ہے! —— اپنی حالت کا متقیوں کی حالت سے موازنہ کریں گے تو کفِ افسوس ملیں گے۔

اب پھر جھٹلانے والوں کو آڑے ہاتھوں لیتے ہیں

ارشاد فرماتے ہیں: —— کھاؤ اور فائدہ اٹھالو چند دن بے شک تم گنہگار ہو —— آخر یہ کھایا پیا بہت بری طرح نکلے گا —— اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم بختی ہے! اور جب ان سے کہا جائے گا کہ جھکو تو وہ جھک نہیں سکیں گے —— میدانِ حشر میں پنڈلی کی تجلی ہوگی، اور اہل محشر سے سجدہ کے لئے کہا جائے گا، مؤمنین سجدہ کریں گے اور منافقین اور کفار کی کمر تختہ ہوجائے گی، وہ سجدہ نہیں کرسکیں گے، اس کا ذکر ہے، تفصیل سورۃ القلم میں گذری ہے —— اس دن جھٹلانے والوں کے لئے بڑی کم بختی ہے! پس کونسی بات پر قرآن کے بعد وہ ایمان لائیں گے؟ —— یعنی قرآن سے بڑھ کر کامل اور مؤثر بیان کس کا ہوگا! اگر یہ مکذبین اس پر یقین نہیں لاتے تو اور کس بات پر ایمان لائیں گے؟ کیا قرآن کے بعد کسی اور کتاب کے منتظر ہیں جو آسمان سے اترے گی؟ (فوائد)

(۱) إذا: ظرف برائے زمانۂ مستقبل متضمن معنی شرط ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ النبأ

یہ مکی سورت ہے، اس میں قیامت کا امکان واثبات اور جزاوسزا کے وقوع کا بیان ہے۔ نبأ کے معنی ہیں: کوئی بھی خبر، اور النبأ (معرفہ) کے معنی ہیں: اہم خبر یعنی قیامت کی خبر، جو اہم واقعہ ہے، پہلے اللہ کی قدرتِ کاملہ کی نشانیاں بیان کی ہیں: زمین، پہاڑ، مردوزن، شب وروز، آسمان، سورج، بارش، کھیتی اور باغ، اللہ نے کیسی کیسی چیزیں پیدا کی ہیں، کیا ان کی قدرت میں قیامت کو برپا کرنا نہیں؟ بے شک ہے! وہ قیامت لائیں گے، اس دن قیامت کا انکار کرنے والوں کا برا حال ہوگا اور متقیوں کو نعمتوں سے مالا مال کردیا جائے گا۔

آیاتها ۴۰ (۷۸) سُوْرَةُ النَّبَإِ مَكِّيَّةٌ (۸۰) رکوعاتها ۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝۱ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيْمِ ۝۲ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ۝۳ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۴ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۵ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝۶ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝۷ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝۸ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝۹ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝۱۰ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝۱۱ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝۱۲ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝۱۳ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝۱۴ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝۱۵ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝۱۶

عَمَّ (۱)	کس چیز کے بارے میں	عَنِ النَّبَإِ	خاص خبر کے بارے میں	فِيْهِ	اس میں
يَتَسَآءَلُوْنَ	ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں	الْعَظِيْمِ	بہت بڑی	مُخْتَلِفُوْنَ (۲)	اختلاف کرنے والے ہیں
		الَّذِيْ هُمْ	جو کہ وہ	كَلَّا	ہرگز نہیں

(۱) عَمَّ: عن: جارہ اور ما: موصولہ ہے، آخر سے الف حذف کیا ہے (۲) اختلاف: باب افتعال کے معنی ہیں: کسی دوسرے سے اختلاف کرنا، آپس میں اختلاف کرنا: اس کے معنی نہیں۔

سَيَعْلَمُوْنَ(۱)	ابھی جان لیں گے وہ	سُبَاتًا	آرام کا ذریعہ	سِرَاجًا	چراغ
ثُمَّ كَلَّا	پھر ہرگز نہیں	وَّجَعَلْنَا	اور بنایا ہم نے	وَّهَّاجًا(۲)	نہایت چمکدار
سَيَعْلَمُوْنَ	ابھی جان لیں گے وہ	الَّيْلَ	رات کو	وَّاَنْزَلْنَا	اور اتارا ہم نے
اَلَمْ نَجْعَلِ	کیا نہیں بنایا ہم نے	لِبَاسًا	پہناوا	مِنَ الْمُعْصِرٰتِ(۳)	بادلوں سے
الْاَرْضَ	زمین کو	وَّجَعَلْنَا	اور بنایا ہم نے	مَآءً	پانی
مِهٰدًا	بچھونا	النَّهَارَ	دن کو	ثَجَّاجًا(۴)	موسلا دھار
وَّالْجِبَالَ	اور پہاڑوں کو	مَعَاشًا	کمانے کا وقت	لِّنُخْرِجَ	تا کہ نکالیں ہم
اَوْتَادًا	میخیں؟	وَّبَنَيْنَا	اور بنائے ہم نے	بِهٖ	اس کے ذریعہ
وَّخَلَقْنٰكُمْ	اور پیدا کیا ہم نے تم کو	فَوْقَكُمْ	تمہارے اوپر	حَبًّا	غلہ
اَزْوَاجًا	جوڑا جوڑا	سَبْعًا	سات	وَّنَبَاتًا	اور سبزی
وَّجَعَلْنَا	اور بنایا ہم نے	شِدَادًا	مضبوط (آسمان)	وَّجَنّٰتٍ	اور باغات
نَوْمَكُمْ	تمہاری نیند کو	وَّجَعَلْنَا	اور بنایا ہم نے	اَلْفَافًا	گھنے (گنجان)

قیامت کا برپا کرنا ہر طرح اللہ کی قدرت میں ہے

جب قرآنِ کریم نے لوگوں کو اطلاع دی کہ یہ دنیا ایک دن ختم ہوجائے گی، اس کا آخری دن آئے گا، اور وہ قیامت کا دن ہوگا، تو لوگوں نے یہ بات قبول نہیں کی، اور آپس میں باتیں کرنے لگے، کوئی پوچھتا: کیا ایسا ہونا ممکن ہے؟ دوسرا کہتا: اجی! یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ جب ہم مر کر مٹی ہوگئے تو دوبارہ کیسے پیدا ہونگے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: یہ بے وقوفی کی باتیں ہیں، ابھی تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ ہماری قدرت کتنی بڑی ہے، ہم نے کیسی کیسی چیزیں تمہارے لئے پیدا کی ہیں، ان چیزوں کو دیکھ کر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ جس نے ایسی ایسی چیزیں پیدا کی ہیں اس کو یہ قدرت ضرور حاصل ہے کہ وہ وہ دن بھی لے آئے جسے قیامت کہتے ہیں۔

(۱) سین: مستقبل قریب کے لئے ہے، اس کا ترجمہ: اب، ابھی ہے، اور سوف: مستقبل بعید کے لئے ہے، اس کا ترجمہ: عنقریب ہے، یعنی ذرا دور۔ (۲) وھاج: انتہائی روشن، چمکدار، وَهَجَتِ النارُ: آگ کا روشن ہونا (۳) مُعْصِرة: اسم فاعل مؤنث، از باب افعال: نچوڑنے والے یعنی بادل، وہ خود کو نچوڑتے ہیں تو بارش ہوتی ہے (۴) ثجاج: زور سے برسنے، بہنے یا گرنے والا پانی، ثَجَّ الماءُ: پانی کا بہنا۔

آیاتِ پاک: (منکرینِ قیامت) کس چیز کے بارے میں ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں؟ بڑے واقعہ کے بارے میں، جس میں وہ لوگ (اہل حق سے) اختلاف کرتے ہیں، ہرگز نہیں! —— یعنی اختلاف مت کرو، مان لو، قیامت ضرور آنے والی ہے —— ابھی ان کو معلوم ہوجائے گا —— جب اللہ کی قدرت کی نشانیاں ان کے سامنے لائی جائیں گی —— پھر (کہتا ہوں:) ہرگز نہیں! ابھی ان کو معلوم ہوجائے گا —— تکرار کا مقصد اذہان کو ادھر متوجہ کرنا ہے۔

اللہ کی قدرتِ کاملہ کی نشانیاں

۱- کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو میخیں نہیں بنایا؟ —— زمین پہلے لرزتی تھی، ہچکولے کھاتی تھی، اس کو قرار نہیں تھا، وہ مخلوقات کی رہائش کے قابل نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑ پیدا کئے، جیسے خیمے کو تھامنے کے لئے کھونٹے گاڑتے ہیں، پہاڑوں سے توازن پیدا ہوا، اور زمین کا کپکپانا بند ہوا، اور وہ بستر کی طرح ہوگئی، اب انسان اس پر آرام سے زندگی گذارتا ہے، زمین کو ایسا پرسکون کس نے بنایا؟ اللہ نے بنایا! پس جو اللہ زمین کو ایسا کرسکتا ہے وہ کسی دن اس میں بھونچال بھی لاسکتا ہے: ﴿ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ﴾: قیامت کا زلزلہ یقیناً بھاری چیز ہے، قیامت سے پہلے زمین پوری طرح ہلادی جائے گی، اور زمین کی حالت اس کشتی جیسی ہوجائے گی جو موجوں کے تھپیڑوں سے ڈگمگا رہی ہو، یا اس قندیل جیسی ہوجائے گی جو ہوا کے جھونکوں سے جھول رہی ہو، اس وقت قیامت برپا ہوگی۔

۲- اور ہم نے تم کو جوڑا جوڑا پیدا کیا —— ایک ہی مادّے سے لڑکا بھی پیدا ہوتا ہے اور لڑکی بھی، پھر نر و مادہ کے ذریعہ نسل بڑھتی ہے، اور دنیا آباد ہوتی ہے، یہ کس کی قدرت کا کرشمہ ہے؟ کیا وہ اس دنیا کا جوڑا (آخرت کو) پیدا نہیں کرسکتا؟ کرسکتا ہے! سورۃ الذاریات میں ہے: ﴿ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾: اور ہم نے ہر چیز کو جوڑا جوڑا پیدا کیا، تاکہ تمہیں یاد آئے کہ اس دنیا کا بھی جوڑا ہے، اور وہ آخرت ہے، دونوں سے مل کر تکلیف اور جزا و سزا کا مقصد پورا ہوگا۔

۳- اور ہم نے تمہارے سونے کو راحت بنایا، اور ہم نے رات کو لباس بنایا، اور ہم نے دن کو کمانے کا وقت بنایا —— اللہ نے دنیا کا نظام اس طرح سیٹ کیا ہے کہ وقت کو شب و روز میں تقسیم کیا ہے، آدمی دن میں کماتا ہے، پھر جب تھک کر چور ہوجاتا ہے تو رات میں پڑ کر سوجاتا ہے، اور اوڑھنے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی، رات ہی اوڑھنا ہوتا ہے، پھر صبح تازہ دم ہوکر اٹھتا ہے، سوچو! اگر دن ہی دن ہوتا تو انسان کام کرتے کرتے تھک جاتا، اور رات ہی رات ہوتی تو کب تک کروٹیں بدلتا! اسی طرح یہ دنیا کام کرنے کے لئے ہے، پھر مرجانا ہے، موت: نیند کی بہن ہے، پھر قیامت کے دن تازہ دم ہوکر اٹھنا ہے، پھر آخرت میں یا تو مزے لوٹے گا یا کفِ افسوس ملے گا!

۴- اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے، اور ہم نے روشن چراغ بنایا، اور ہم نے پانی بھرے بادلوں سے موسلا دھار پانی برسایا، تاکہ ہم اس کے ذریعہ غلہ اور سبزی اور گنجان باغات اگائیں — یہ نظام شمسی کا بیان ہے، عالم دو ہیں: بالا اور زیریں، عالم بالا: سات آسمانوں کے اوپر ہے، وہی عالم آخرت ہے، اور عالم زیریں: ہماری یہ دنیا ہے، دونوں عالموں کے درمیان اللہ تعالیٰ نے سات مضبوط آسمان بنائے ہیں، جن کی وجہ سے اوپر کی دنیا کے آثار یہاں نہیں جھلکتے، اور اس زیریں عالم میں نہایت روشن سورج بنایا، جو اپنے سارے نظام کو لے کر چل رہا ہے، اور بوقلموں (رنگارنگ) چیزیں وجود میں آرہی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ سورج کی گرمی سے سمندر میں موجیں اٹھتی ہیں، اور بھاپ بنتی ہے، وہ اوپر اٹھ کر بادل بن جاتی ہے، پھر ہوائیں ان کو لے چلتی ہیں، اور وہ جگہ جگہ موسلا دھار برستے ہیں، اور اس سے غلہ، سبزہ اور پھل پیدا ہوتے ہیں، جن کو کھا کر لوگ عیش کرتے ہیں — اب سوچو! کیا وہ عالم بالا ہمیشہ خالی رہے گا؟ نہیں! اس دنیا کا ایک آخری دن آئے گا، اس کے بعد مکلف مخلوقات اس عالم بالا میں منتقل کردی جائے گی، اور یہ دنیا ختم کردی جائے گی۔

إِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيقَاتًا ﴿١٧﴾ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ فَتَأْتُونَ أَفْوَاجًا ﴿١٨﴾ وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا ﴿١٩﴾ وَسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾ إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾ لِّلطَّاغِينَ مَآبًا ﴿٢٢﴾ لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ﴿٢٤﴾ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَاءً وِفَاقًا ﴿٢٦﴾ إِنَّهُمْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ كِتَابًا ﴿٢٩﴾ فَذُوقُوا فَلَن نَّزِيدَكُمْ إِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾

ع ۱

إِنَّ يَوْمَ	بے شک دن	فَتَأْتُونَ	پس آؤ گے تم	وَسُيِّرَتِ	اور چلائے جائیں گے
الْفَصْلِ	فیصلے کا	أَفْوَاجًا	گروہ گروہ	الْجِبَالُ	پہاڑ
كَانَ مِيقَاتًا	مقررہ وقت ہے	وَفُتِحَتِ	اور کھولا جائے گا	فَكَانَتْ	پس ہوجائیں گے وہ
يَوْمَ	جس دن	السَّمَاءُ	آسمان	سَرَابًا	چمکتی ریت
يُنفَخُ	پھونکا جائے گا	فَكَانَتْ	پس ہوجائے گا وہ	إِنَّ جَهَنَّمَ	بے شک دوزخ
فِي الصُّورِ	صور میں	أَبْوَابًا	دروازے دروازے	كَانَتْ مِرْصَادًا	گھات ہے

لِّلطّٰغِیْنَ (۱)	سرکشوں کے لئے	اِلَّا حَمِیْمًا	مگر کھولتا پانی	كِذَّابًا	زور سے جھٹلانا
مَاٰبًا	ٹھکانا ہے	وَّغَسَّاقًا	اور بہتی پیپ	وَكُلَّ شَیْءٍ	اور ہر چیز کو
لّٰبِثِیْنَ	ٹھہرنے والے ہیں وہ	جَزَآءً (۲)	(چکھو) بدلہ	اَحْصَیْنٰهُ	گن رکھا ہم نے اس کو
فِیْهَآ	اس میں	وِّفَاقًا	پورا	كِتٰبًا	لکھ کر
اَحْقَابًا	قرنہا قرن	اِنَّهُمْ كَانُوْا	بے شک وہ تھے	فَذُوْقُوْا	پس چکھو (عذاب)
لَا یَذُوْقُوْنَ	نہیں چکھیں گے وہ	لَا یَرْجُوْنَ	نہیں امید رکھتے تھے	فَلَنْ	پس ہرگز نہیں
فِیْهَا	اس میں	حِسَابًا	کسی حساب کی	نَّزِیْدَكُمْ	بڑھائیں گے ہم تمہارا
بَرْدًا	ٹھنڈک	وَّكَذَّبُوْا	اور جھٹلایا انھوں نے	اِلَّا	مگر
وَّلَا شَرَابًا	اور نہ کوئی اور مشروب	بِاٰیٰتِنَا	ہماری باتوں کو	عَذَابًا	عذاب

منکرینِ قیامت کو سزا کب ملے گی؟ اور کیا ملے گی؟

بلاشبہ فیصلہ کا دن ایک معین وقت ہے ــــ یعنی قیامت کے دن ان کو سزا ملے گی، اور اس کا وقت اللہ کے علم میں ٹھہرا ہوا ہے ــــ جس دن صور پھونکا جائے گا، پس تم گروہ گروہ ہو کر حاضر ہوؤ گے ــــ لوگوں کی الگ الگ جماعتیں اور ٹولیاں بنیں گی، اور تقسیم عقائد و اعمال کے اعتبار سے ہوگی ــــ اور آسمان کھول دیا جائے گا، پس وہ دروازے دروازے ہو جائے گا ــــ یعنی قیامت کے دن آسمان بہت کھول دیا جائے گا، کیونکہ دروازے تو آسمان میں اب بھی ہیں، مگر قیامت کے دن فرشتوں اور عرشِ الٰہی کے نزول کے لئے کشادہ دروازے کھولے جائیں گے ــــ اور پہاڑ چلائے جائیں گے پس وہ چمکتی ریت ہو جائیں گے ــــ یعنی گرد و غبار میں تبدیل ہو جائیں گے ــــ بلاشبہ دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے ــــ وہاں فرشتے دوزخیوں کی تاک میں ہیں، وہ ــــ سرکشوں کا ٹھکانا ہے، وہ اس میں قرنہا قرن رہیں گے ــــ تا ابد رہیں گے ــــ وہ اس میں نہ کوئی ٹھنڈی چیز چکھیں گے اور نہ اور کوئی مشروب، سوائے کھولتے پانی اور بہتی پیپ کے! (چکھو) پورا بدلہ ــــ یقیناً وہ لوگ حساب کتاب کی امید نہیں رکھتے تھے ــــ یا ڈرتے نہیں تھے ــــ اور ہماری باتوں کو خوب جھٹلاتے تھے ــــ اس لئے ان کی یہی سزا ہے ــــ اور ہم نے ہر چیز کو لکھ کر ضبط کر رکھا ہے ــــ کراماً کاتبین لکھ رہے ہیں، زمین ریکارڈ کر رہی ہے اور اوپر بڑے بڑے ستارے (کیمرے) لگے ہوئے ہیں، وہ ریکارڈ کر رہے ہیں، اور اللہ کے علم محیط میں تو سب کچھ ہے ــــ پس چکھو مزہ! ہم تمہاری سزا ہی بڑھائیں گے

(۱) للطاغین: مآبا سے متعلق ہے، اور وہ کانت کی دوسری خبر ہے۔ (۲) جزاء: ذوقوا: مقدر کا مفعول بہ ہے۔

—— عذاب میں تخفیف کا کوئی سوال نہیں!

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَائِقَ وَأَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَكَوَاعِبَ أَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَكَأْسًا دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا كِذَّابًا ﴿٣٥﴾ جَزَاءً مِنْ رَبِّكَ عَطَاءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمَٰنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿٣٧﴾ يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾ ذَٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَآبًا ﴿٣٩﴾ إِنَّا أَنْذَرْنَاكُمْ عَذَابًا قَرِيبًا يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا ﴿٤٠﴾

ع ۲

إِنَّ لِلْمُتَّقِينَ	بیشک پرہیزگاروں کیلئے	جَزَاءً (۳)	بدلہ	يَوْمَ	جس دن
مَفَازًا	کامیابی ہے	مِنْ رَبِّكَ	تیرے رب کی طرف سے	يَقُومُ	کھڑے ہونگے
حَدَائِقَ (۱)	باغات	عَطَاءً (۴)	عطیہ	الرُّوحُ (۷)	ذی حیات
وَأَعْنَابًا	اور انگور	حِسَابًا (۵)	کافی	وَالْمَلَائِكَةُ	اور فرشتے
وَكَوَاعِبَ	اور دوشیزائیں	رَبِّ السَّمَاوَاتِ	آسمانوں کے رب	صَفًّا	قطار باندھ کر
أَتْرَابًا	ہم عمر	وَالْأَرْضِ	اور زمین کے	لَا يَتَكَلَّمُونَ	نہیں بولے گا (کوئی)
وَكَأْسًا	اور جام	وَمَا بَيْنَهُمَا	اور دونوں کی درمیانی	إِلَّا مَنْ	مگر جسے
دِهَاقًا	لبالب بھرے ہوئے		چیزوں کے	أَذِنَ لَهُ	اجازت دیں
لَا يَسْمَعُونَ	نہیں سنیں گے وہ	الرَّحْمَٰنِ (۶)	نہایت مہربان اللہ	الرَّحْمَٰنُ	نہایت مہربان اللہ
فِيهَا	اس میں	لَا يَمْلِكُونَ	نہیں مالک ہونگے وہ	وَقَالَ	اور کہے گا
لَغْوًا	بک بک	مِنْهُ	اس سے	صَوَابًا	درست بات
وَلَا كِذَّابًا (۲)	اور نہ جھٹلانا	خِطَابًا	گفتگو کرنے کے	ذَٰلِكَ الْيَوْمُ	یہ دن

(۱) حدائق: مفازا سے بدل یا عطفِ بیان ہے (۲) كِذّاب: مصدر: جھٹلانا۔ (۳) جزاء: فعل محذوف کا مفعول، أي جَزَاهُمُ اللّٰه جزاءً (۴) عطاء: جزاء سے بدل (۵) حسابا: أي كافيًا کہتے ہیں: أعطاني فأحسبني: اس نے مجھے دیا پس میں نے کہا: میرے لئے کافی ہوگیا۔ (۶) الرحمن: رب سے بدل ہے (۷) الروح کا ترجمہ حضرت تھانویؒ نے 'تمام ذی ارواح' کیا ہے، پس یہاں جبرئیل علیہ السلام مراد نہیں

الْحَقُّ	برحق ہے	عَذَابًا	عذاب سے	يَدٰهُ	اس کے دونوں ہاتھوں نے
فَمَنْ شَاءَ	پس جو چاہے	قَرِيبًا	نزدیک آنے والے	وَيَقُوْلُ	اور کہے گا
اتَّخَذَ	بنائے	يَوْمَ	جس دن	الْكٰفِرُ	کافر
إِلٰى رَبِّهِ	اپنے رب کی طرف	يَنْظُرُ	دیکھے گا	يٰلَيْتَنِيْ	اے کاش
مَاٰبًا	ٹھکانا	الْمَرْءُ	انسان	كُنْتُ	ہوتا میں
إِنَّا أَنْذَرْنٰكُمْ	بیشک ہم نے ڈرایا تم کو	مَا قَدَّمَتْ	جو کچھ آگے بھیجا	تُرٰبًا	مٹی!

پرہیزگاروں کا بہترین انجام

منکرین قیامت کی سزا کے بعد نیک بندوں کا انجام بیان فرماتے ہیں: —— بلاشبہ اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے کامیابی ہے —— یعنی کھجور کے —— باغات اور انگور اور دوشیزہ ہم عمر عورتیں، اور لبالب بھرے ہوئے جام ہیں —— سورۃ الواقعہ میں ہے: ﴿ أَتْرَابًا ۝ لِّأَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴾: داہنے والوں کی ہم عمر —— وہ جنت میں بیہودہ بات نہیں سنیں گے نہ جھٹلانا —— جنت میں کوئی جھوٹ نہیں بولے گا اس لئے جھٹلانے کا سوال ہی نہیں —— یہ بدلہ ہے تیرے پروردگار کی طرف سے جو کافی انعام ہے، آسمانوں اور زمین اور درمیانی چیزوں کے نہایت مہربان پروردگار کی طرف سے —— رب السماوات: من ربك سے بدل ہے —— ان سے کوئی بات نہیں کر سکے گا! —— یعنی باوجود اس قدر لطف ورحمت کے عظمت وجلال ایسا ہوگا کہ کوئی ان کے سامنے لب نہیں ہلا سکے —— جس دن تمام ذی ارواح (جن وانس) اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہونگے —— سب باادب ہوشیار ہونگے —— کوئی بولے گا نہیں، مگر جس کو نہایت مہربان اللہ اجازت دیں، اور وہ بات بھی صحیح کہے گا —— یعنی اس دربار میں جو بولے گا اللہ کی اجازت سے بولے گا اور معقول بات ہی کہے گا، یعنی سفارش کرے گا تو مستحق ہی کی کرے گا —— یہی برحق دن ہے —— جس کا آنا قطعی ہے —— پس جو چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنائے —— یعنی ایمان لائے اور نیک کام کرے۔

آخری بات: اب پھر روئے سخن منکرین کی طرف ہے: —— ہم تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرا چکے، جس دن ہر شخص ان اعمال کو دیکھ لے گا جو اس کے دونوں ہاتھوں نے آگے بھیجے ہیں، اور کافر کہے گا: کاش میں مٹی ہوتا! —— یعنی انسان نہ بنا ہوتا یا غیر مکلّف مخلوقات کی طرح مٹی بنا دیا جاتا، یا افسوس کرے گا کہ کاش میں خاک ہوجاتا! مگر اصلاح کا وقت گیا اب افسوس کرنے سے کیا ہوگا!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ النازعات

یہ سورت مکی دور کے آخر کی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۷۹ ہے، اور سورۃ النبأ کی طرح اس کا موضوع بھی قیامت کا وقوع اور اس کے بعض واقعات کا بیان ہے، شروع میں روحیں وصول کرنے والے فرشتوں کی صفات کی قسم کھائی ہے، اور جوابِ قسم محذوف ہے کہ مُردے ضرور زندہ کئے جائیں گے، اور قیامت آئے گی، اور روحوں کی وصولی کا نظام وقوعِ قیامت کی دلیل کیسے ہے؟ یہ تفصیل طلب ہے:

انسان اس دنیا میں نیا نہیں پیدا ہوتا، تمام انسان تخلیقِ آدم کے وقت پیدا کئے جا چکے ہیں، اس وقت صرف روحیں پیدا کی گئی تھیں، اور ان کو مثالی اجسام دیئے گئے تھے، پھر ان سے ربوبیت کا اقرار لینے کے بعد ان کو عالم ارواح میں خاص ترتیب سے رکھا گیا ہے، یہ بات بخاری شریف کی حدیث میں ہے۔

اور انسان درحقیقت روح کا نام ہے، جسم تو آلۂ کار ہے، جیسے عبدالرحمٰن کا ایکسیڈنٹ ہوگیا، دونوں پیر کٹ گئے، پھر بھی عبدالرحمٰن پورا ہے، پھر حادثہ پیش آیا اور دونوں ہاتھ کٹ گئے، اب بھی وہ پورا ہے، معلوم ہوا کہ عبدالرحمٰن روح کا نام ہے جو بحالہ باقی ہے۔

پھر جب کسی روح کے دنیا میں آنے کا وقت آتا ہے تو رحم مادر میں جسم بنتا ہے، پس فرشتہ اس روح کو لا کر جسم میں پھونک دیتا ہے جس کے لئے جسم تیار ہوا ہے، پس جسم زندہ ہو جاتا ہے، پھر چار ماہ بعد وہ دنیا میں پیدا (ظاہر) ہوتا ہے، پھر پلتا بڑھتا ہے، یہاں تک کہ موت کا وقت آجاتا ہے، پس فرشتے آتے ہیں اور روح کو جسم سے نکال کر بارگاہِ خداوندی میں پیش کرتے ہیں، اور بدن مر جاتا ہے، اس کو مٹی کے حوالے کر دیا جاتا ہے، کیونکہ وہ مٹی سے بنا ہے۔

پھر ارواح قیامت تک عالم برزخ میں رہتی ہیں، قیامت کے دن جسم زمین سے دوبارہ بنے گا، اور روح اس میں واپس آئے گی، اور نئی زندگی شروع ہوگی، یہی قیامت ہے جو برحق ہے، اگر قیامت نہیں ہے تو روحوں کی وصولی اور ان کی حفاظت کا یہ نظام کیوں ہے؟ جب روحیں باقی ہیں تو اجسام ان کو دوبارہ ضرور ملیں گے۔

❁ ❁ ❁

(۷۹) سُوۡرَۃُ النّٰزِعٰتِ مَکِّیَّۃٌ (۸۱)
اٰیَاتُھَا ۴۶ رُکُوۡعَاتُھَا ۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالنّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ۙ﴿۱﴾ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشۡطًا ۙ﴿۲﴾ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ۙ﴿۳﴾ فَالسّٰبِقٰتِ سَبۡقًا ۙ﴿۴﴾
فَالۡمُدَبِّرٰتِ اَمۡرًا ۘ﴿۵﴾

وَالنّٰزِعٰتِ (۱)	روحیں کھینچنے والے	نَشۡطًا	سہولت سے	سَبۡقًا	دوڑ کر
	فرشتوں کی قسم	وَّالسّٰبِحٰتِ	اور پیرنے والے	فَالۡمُدَبِّرٰتِ	پس انتظام کرنے والے
غَرۡقًا (۲)	سختی سے	سَبۡحًا	تیزی سے	اَمۡرًا	معاملہ کی
وَّالنّٰشِطٰتِ (۳)	اور بندش کھولنے والے	فَالسّٰبِقٰتِ	اور آگے بڑھنے والے	❁	❁

روحوں کی وصولی کا نظام دلیل ہے کہ مُردے زندہ ہونگے اور قیامت آئے گی

۱- ان فرشتوں کی قسم جو سختی سے جانیں نکالتے ہیں — کن کی جانیں سختی سے نکالتے ہیں؟ کافروں کی جانیں سختی سے نکالتے ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: موت کے فرشتے کافروں کے اجسام سے، ہر بال کے نیچے سے، ناخنوں کے نیچے سے، اور دونوں پیروں کی جڑ سے سختی کے ساتھ روحوں کو کھینچ کر نکالتے ہیں، جیسے آنکڑا (گوشت بھننے کی سیخ) بھیگی ہوئی روئی سے نکالیں، پھر وہ روحوں کو جسم میں لوٹاتے ہیں، پھر کھینچ کر نکالتے ہیں، کافروں کی روحوں کے ساتھ فرشتے ایسا ہی کرتے ہیں (قرطبی) سوچو! اس نکالنے اور ڈالنے میں کتنی تکلیف ہوتی ہوگی؟

۲- اور ان فرشتوں کی قسم جو نرمی سے بندش کھول دیتے ہیں — روح بدن کے ساتھ مربوط (مضبوط بندھی ہوئی) ہے، فرشتے اس بند کو کھول دیتے ہیں تو روح آسانی سے نکل آتی ہے، آسانی سے روح اس شخص کی نکل سکتی ہے جس کی روح کو آخرت کا شوق ہو، اور جس کو دولتِ ایمان نصیب ہو۔ مشکوۃ شریف میں ایک طویل حدیث (نمبر ۱۶۳۰) ہے، نبی ﷺ نے ایک بار حاضرین کو سمجھایا کہ مؤمنوں کی روح کس طرح نکلتی ہے، اور کافروں کی روح کس طرح نکلتی ہے؟ فرمایا: جب کسی مؤمن بندے کا آخری وقت ہوتا ہے تو اس کے پاس فرشتے آتے ہیں، بہت خوبصورت، چمکتے سورج کی

(۱) النازعة: اسم فاعل مؤنث، تانیث بتاویل طائفہ ہے، نَزَعَ الشیئَ: کھینچ کر نکالنا (۲) غَرْقًا: ڈوب کر یعنی سختی سے، مفعول مطلق ہے (۳) ناشطة: بندش کھولنے والے، نَشَطَ (ن، ض) نَشْطًا: کھولنا۔

طرح، ان کے ساتھ جنت کے کپڑے اور خوشبوئیں ہوتی ہیں، یہ فرشتے آکر مرنے والے سے ذرا دور بیٹھ جاتے ہیں، پھر موت کا فرشتہ آتا ہے، اور وہ کہتا ہے: اے پاک روح! نکل آ! اللہ کی خوشی اور بخشش تجھے حاصل ہوگی، روح یہ سنتے ہی ایسی نرمی اور آسانی سے نکل آتی ہے، جیسے پانی کی مشک سے پانی نکل آتا ہے۔

اور کافر کے پاس بھی فرشتے آتے ہیں، ان کے چہرے، بہت کالے ہوتے ہیں، ایسے کہ دیکھ کر ہی دم نکل جائے، ان کے ساتھ موٹا ٹاٹ ہوتا ہے، یہ بھی آکر مرنے والے سے فاصلہ پر بیٹھ جاتے ہیں، اتنے میں موت کا فرشتہ آتا ہے، اور سر پر کھڑے ہوکر بڑی سختی سے کہتا ہے: اے خبیث (گندی) روح! نکل آ! اللہ کے غضب کی طرف چل، یہ سنتے ہی روح باہر نکلنے کے بجائے بدن کے ہر حصہ سے چمٹ جاتی ہے، موت کا فرشتہ اس کو زبردستی نکالتا ہے، جیسے بھیگی ہوئی روئی سے ٹیڑھے پھل والا آنکڑا نکالا جاتا ہے۔

۳- اور ان فرشتوں کی قسم جو تیزی سے تیرتے ہوئے جاتے ہیں — ملک الموت روح نکال کر ان فرشتوں کو دیتے ہیں جو فاصلہ سے بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں، وہ مؤمن کی روح کو ریشم کے خوشبودار کپڑے میں لپیٹ کر اور کافر کی روح کو بدبودار ٹاٹ میں لپیٹ سپیٹ کر لے کر فضا میں تیزی سے چڑھتے ہیں، جیسے پانی میں تیر رہے ہوں!

۴- پھر ان فرشتوں کی قسم جو دوڑ کر آگے بڑھنے والے ہیں! — مؤمن کی روح کے بارے میں فرشتوں میں مسابقت ہوتی ہے، ہر فرشتہ چاہتا ہے کہ وہ اس روح کو پہلے بارگاہِ خداوندی میں پیش کرے، اس لئے وہ دوڑتے ہیں، پس یہ آدھا مضمون ہے، اس کا تعلق مؤمن کی روح سے ہے۔

۵- پھر حکم الٰہی کی تعمیل کرنے والے فرشتوں کی قسم! — یعنی بارگاہِ خداوندی سے مؤمن کی روح کے بارے میں جو حکم ملتا ہے: فرشتے اس کی تعمیل کرتے ہیں، اور اس کو اس کے انجام سے ہمکنار کرتے ہیں، پس یہ بھی آدھا مضمون ہے، کافر کی روح کا ذکر نہیں کیا، بھلا وہ بھی کوئی قابل ذکر ہے؟

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝ قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۝ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝

زور سے ہلنے والی چیز	الرَّاجِفَةُ	زور سے ہلے گی	تَرْجُفُ (۱)	جس دن	يَوْمَ

(۱) رَجَفَ (ن) رجفًا: زور سے ہلنا، مراد صور ہے، جب وہ پھونکی جائے گی تو خود بھی زور سے ہل جائے گی اور دوسری چیزیں بھی لرز جائیں گی۔

لوٹنا	كَرَّةٌ	کیا بے شک ہم	ءَاِنَّا	اس کے پیچھے آئے گی	تَتْبَعُهَا
گھاٹے کا ہے!	خَاسِرَةٌ	البتہ لوٹائے گئے ہیں	لَمَرْدُوْدُوْنَ	پیچھے آنے والی چیز	الرَّادِفَةُ
پس اس کے سوانہیں کہ	فَاِنَّمَا	پچھلی روش میں	فِي الْحَافِرَةِ (۱)	دل	قُلُوْبٌ
وہ	هِيَ	کیا جب ہوگئے ہم	ءَاِذَا كُنَّا	اس دن	يَّوْمَئِذٍ
جھڑکی ہے	زَجْرَةٌ	ہڈیاں	عِظَامًا	دھڑکتے ہونگے	وَّاجِفَةٌ
ایک	وَّاحِدَةٌ	بوسیدہ؟	نَّخِرَةً (۲)	ان کی آنکھیں	اَبْصَارُهَا
پس اچانک وہ	فَاِذَا هُمْ	کہاانھوں نے	قَالُوْا	جھکی ہوئی ہونگی	خَاشِعَةٌ
میدان میں ہونگے	بِالسَّاهِرَةِ (۳)	تب تو وہ	تِلْكَ اِذًا	کہتے ہونگے	يَقُوْلُوْنَ

مُردے کب زندہ ہونگے؟ اور قیامت کب آئے گی؟

جس دن لرزنے والی چیز خوب لرز جائے گی! —— یعنی خوب زور سے پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا، جس سے زمین میں زلزلہ پڑے گا، ہر چیز ہل جائے گی اور تمام مخلوقات بے ہوش ہو کر ختم ہو جائے گی —— پھر اس کے پیچھے آئے گی ایک پیچھے آنے والی چیز! —— یعنی نفخۂ اولیٰ سے چالیس سال بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا، اس کے بعد بارش ہوگی، اس کا اثر یہ ہوگا کہ انسانوں کے اجسام اس طرح زمین سے اُگیں گے جس طرح سبزہ اُگا کرتا ہے، اس کے بعد ارواح عالم برزخ سے آکر اپنے ابدان میں داخل ہونگی، اور حشر کا معاملہ شروع ہوگا۔

اس دن دل کانپ رہے ہونگے، اور آنکھیں جھکی ہوئی ہونگی —— گھبراہٹ ایسی کہ خدا کی پناہ! ذلت ایسی کہ نگاہیں اٹھاتے بن نہ پڑے! —— پوچھیں گے: کیا ہم پہلی روش میں لوٹائے ہوئے ہیں؟ کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہوگئے؟ تب تو یہ گھاٹے کا لوٹنا ہے —— یعنی جیسے آدمی نیند سے ہڑبڑا کر اٹھتا ہے اور حواس باختہ ہوتا ہے، اہل محشر بھی قیامت کے دن جب دوبارہ زندہ ہونگے تو حواس باختہ ہونگے، وہ حیرت سے ایک دوسرے سے پوچھیں گے: کیا ہم جس راستہ سے آئے تھے اسی پر لوٹا دیئے گئے؟ ہم تو مر کر گل سڑ کر مٹی اور ہڈیاں ہوگئے تھے؟ اس کے باوجود کیا پھر زندہ ہوگئے؟ پھر جب انہیں ہوش آئے گا، اور یقین آئے گا کہ یہ پہلی ہی زندگی ہے تو کفِ افسوس ملیں گے، اور کہیں گے: یہ گھاٹے کا سودا رہا!

اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: —— وہ بس ایک جھڑکی ہے —— مراد دوسری مرتبہ صور پھونکنا ہے —— جس سے

(۱) حَفَرَ الطریقَ: راستہ میں چلنے کا نشان ڈالنا، الحافرۃ: پہلا راستہ، پہلی حالت (۲) نَخِرَ الشیئُ: پرانا اور بوسیدہ ہوجانا (۳) سَهِرَ (س): ساری رات جاگنا، الساھرۃ: میدان جس میں گھاس تیزی سے اگتی ہو، یہ اس کا جاگنا ہے۔

وہ میدانِ حشر میں آموجود ہونگے! ــــ اس طرح قیامت کا دن شروع ہو جائے گا۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۶﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۱۷﴾ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۸﴾ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿۱۹﴾ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿۲۰﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿۲۲﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ﴿۲۴﴾ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿۲۶﴾ ع

هَلْ اَتٰىكَ (۱)	کیا پہنچا ہے تجھے	اِلٰٓى اَنْ	یہ بات کہ	فَنَادٰى	اور زور کی تقریر کی
حَدِيْثُ مُوْسٰى	موسیٰ کا واقعہ	تَزَكّٰى	سنور جائے تو	فَقَالَ	پس کہا:
اِذْ نَادٰىهُ	جب پکارا اس کو	وَاَهْدِيَكَ	اور راہ دکھاؤں میں تجھے	اَنَا رَبُّكُمُ	میں ہی تمہارا رب ہوں
رَبُّهٗ	اس کے رب نے	اِلٰى رَبِّكَ	تیرے رب کی	الْاَعْلٰى	سب سے بڑا
بِالْوَادِ	میدان میں	فَتَخْشٰى	پس ڈرے تو	فَاَخَذَهُ	پس پکڑا اس کو
الْمُقَدَّسِ	پاک	فَاَرٰىهُ	پس انھوں نے اسکو دکھائیں	اللّٰهُ	اللہ نے
طُوًى	طویٰ نامی	الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى (۲)	بڑی نشانیاں	نَكَالَ (۴)	سزا میں
اِذْهَبْ	جایئے	فَكَذَّبَ	پس اس نے جھٹلایا	الْاٰخِرَةِ	آخرت کی
اِلٰى فِرْعَوْنَ	فرعون کے پاس	وَعَصٰى	اور نافرمانی کی	وَالْاُوْلٰى	اور دنیا کی
اِنَّهٗ طَغٰى	بیشک اس نے سرکشی کی ہے	ثُمَّ اَدْبَرَ	پھر پیٹھ پھیری	اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	بے شک اس میں
فَقُلْ	پس کہیں آپ	يَسْعٰى (۳)	درانحالیکہ کوشش کر رہا ہے	لَعِبْرَةً	البتہ عبرت ہے
هَلْ لَّكَ	کیا تو چاہتا ہے	فَحَشَرَ	پس (لوگوں کو) جمع کیا	لِّمَنْ يَّخْشٰى	اس کے لئے جو ڈرے

قریش کی عبرت کے لئے فرعون کی تباہی کا واقعہ

بارہ سال گذر گئے، قریش نبی ﷺ کی بات نہیں مان رہے، نہ ایک اللہ کو معبود مانتے ہیں نہ آخرت کو قبول کرتے ہیں، اب ان کو فرعون کا واقعہ سنایا جارہا ہے، اس نے بھی موسیٰ علیہ السلام کی بات نہیں مانی تھی، اور اپنی سرکشی سے باز نہیں آیا

(۱) مخاطب عام ہے مراد مشرکین مکہ ہیں، نبی ﷺ مراد نہیں۔ (۲) بہ ارادۂ جنس مجموعہ عصا وید مراد ہیں (بیان القرآن)
(۳) جملہ یسعی: أدبر کے فاعل سے حال ہے (۴) نکال: اسم مصدر: عبرت ناک سزا۔

تھا، تو دنیا میں بھی عذاب اس کو پہنچا اور آخرت میں بھی عذاب سے ہم کنار ہوگا، اس میں قریش کے لئے عبرت (سبق) ہے، اگر وہ بھی اپنی شرارت سے باز نہ آئے تو ان کو بھی دنیا کی سزا میں پکڑا جاسکتا ہے۔

آیاتِ پاک: ــــ (اے مخاطب!) کیا تجھے موسیٰ کا قصہ پہنچا ہے؟ جب ان کو آواز دی ان کے رب نے طُویٰ نامی پاک میدان میں ــــ موسیٰ علیہ السلام مدین سے فیملی کے ساتھ آبائی وطن کنعان (فلسطین) کے لئے چلے، راستہ بھول کر وادیٔ سینا میں پہنچ گئے، وہاں انھوں نے ایک ٹھنڈی رات میں ایک پہاڑ پر آگ دیکھی، جب وہ آگ لینے وہاں پہنچے تو ابھی فاصلہ پر تھے کہ اس درخت سے آواز آئی جو جل رہا تھا، وہ آگ نہیں تھی تجلی تھی ــــ آپ فرعون کے پاس جایئے، اس نے سرکشی کی ہے، پس اس سے کہیے: کیا تیری خواہش ہے کہ تو سنور جائے، اور میں تجھے تیرے رب کی راہ دکھاؤں پس تو اس سے ڈرے؟ پس موسیٰ نے ان کو بڑی نشانیاں ــــ عصا اور ید بیضا ــــ دکھائیں، پس اس نے جھٹلایا اور نافرمانی کی، پھر پیٹھ پھیری درانحالیکہ وہ کوشش کررہا ہے ــــ موسیٰ علیہ السلام کی کاٹ کرنے جارہا ہے ــــ پس لوگوں کو جمع کیا، اور بہ آواز بلند تقریر کی کہ میں ہی تمہارا سب سے بڑا پروردگار ہوں!

پس اللہ نے اس کو آخرت اور دنیا کے عذاب میں پکڑا ــــ آخرت کا عذاب یقینی اور سخت ہے، اس لئے اس کو مقدم کیا ــــ بے شک اس میں یقیناً سبق ہے، اس کے لئے جو اللہ سے ڈرے!

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰهَا ﴿۲۷﴾ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۸﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾

ءَاَنْتُمْ	کیا تم	سَمْكَهَا	اس کی اُوج (ارتفاع)	وَالْاَرْضَ	اور زمین کو
اَشَدُّ	زیادہ سخت ہو	فَسَوّٰىهَا	پس ٹھیک بنایا اس کو	بَعْدَ ذٰلِكَ	اس کے بعد
خَلْقًا	پیدا کرنے کے اعتبار سے	وَاَغْطَشَ	اور تاریک بنایا	دَحٰىهَا	پھیلایا
اَمِ السَّمَآءُ	یا آسمان؟	لَيْلَهَا	اس کی رات کو	اَخْرَجَ	نکالا
بَنٰهَا (۱)	اللہ نے اس کو بنایا	وَاَخْرَجَ	اور نکالا (روشن بنایا)	مِنْهَا	زمین سے
رَفَعَ	بلند کی	ضُحٰىهَا	اس کی چاشت کو	مَآءَهَا	اس کے پانی کو

(۱) بناھا: ضمیر کا مرجع سماء ہے، وہ مؤنث سماعی ہے، بعد کی ضمیریں بھی اسی کی طرف راجع ہیں۔

وَمَرْعٰىهَا	اور اس کے چارے کو	اَرْسٰىهَا	اس پر مضبوطی سے قائم کیا	لَكُمْ	تمہارے
وَالْجِبَالَ	اور پہاڑوں کو	مَتَاعًا	برتنے کے لئے	وَلِاَنْعَامِكُمْ	اور تمہارے چوپایوں کے

اللہ نے آسمان وزمین اوران کے درمیان کی چیزیں پیدا کیں

پس کیا وہ انسانوں کو دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا؟

کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا؟ ـــــ یہ کافروں سے سوال ہے، اس کا ایک ہی جواب ہے کہ آسمان کا پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے، کیونکہ وہ انسان سے کہیں زیادہ بڑا ہے، پھر تم دوبارہ پیدا کئے جانے کو ناممکن کیوں سمجھتے ہو؟ ـــــ اللہ نے آسمان کو بنایا، پھر اس کی اَوج (ارتفاع) کو اونچا کیا ـــــ آسمان چاروں طرف سے زمین کو چھوتا ہوا نظر آتا ہے، مگر سر پر بہت اونچا ہے، یہ اس کی اَوج (ارتفاع) ہے، اس کی اونچائی کو دیکھو سائنس دان اس کی اونچائی کا اندازہ کرتے کرتے تھک گئے اور آسمان ہی کا انکار کر بیٹھے، کہہ دیا: یہ نیلگوں رنگ نظر کا منتہا ہے! ـــــ پس اس کو درست بنایا ـــــ نظر اٹھا کر دیکھو! کہیں اونچ نیچ، درز اور شگاف نظر نہیں آئے گا، ایک صاف، ہموار، مربوط اور متصل چیز نظر آئے گی، جس میں زمانۂ دراز گذرنے کے باوجود کوئی فرق نہیں پڑا ـــــ اور اس کی رات کو تاریک بنایا، اور اس کے دن کے شروع حصہ کو روشن بنایا ـــــ یعنی آسمان بنا کر اس کے نیچے نظام شمسی چلایا، اس کی گردش سے شب وروز پیدا ہوئے، رات تاریک اور دن روشن ہوا، جس کا انسان کی مصلحت سے گہرا تعلق ہے، ہر شخص اس سے بخوبی واقف ہے۔

اور زمین کو اس کے بعد پھیلایا ـــــ زمین کی ہیئت کذائی تو آسمانوں سے پہلے بنائی ہے، مگر اس کی موجودہ صورت بعد میں بنی ہے ـــــ اس سے اس کا پانی اور چارا نکالا، اور پہاڑوں کو اس پر جمایا ـــــ یہ زمین کو پھیلانے کی شرح ہے ـــــ تمہارے اور تمہارے مویشی کے فائدہ کے لئے ـــــ یعنی یہ سب کچھ انسان کے لئے اور اس کے جانوروں کے لئے ہے، اللہ پاک نے انسان کے لئے کیا کیا سامان کیا ہے! ہر چیز میں اس کی ضرورت کا خیال رکھا ہے، اب اگر انسان اللہ کا ہو کر نہ رہے اور اس کی اور اس کے رسول کی باتیں نہ مانے تو اس سے بڑا ناہنجار (بے راہ) کون؟

فَاِذَا جَاۗءَتِ الطَّاۗمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿٣٤﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿٣٥﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿٣٦﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿٣٧﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٣٨﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٣٩﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿٤٠﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿٤١﴾

فَاِذَا جَآءَتِ	پس جب آئے گی	لِمَنْ يَّرٰى	اس کے لئے جو دیکھے گا	خَافَ	ڈرا
الطَّآمَّةُ (1)	چھا جانے والی چیز	فَاَمَّا مَنْ	پس رہا وہ جس نے	مَقَامَ رَبِّهٖ	اپنے رب کے سامنے
الْكُبْرٰى	بہت بڑی	طَغٰى	سرکشی کی		کھڑے ہونے سے
يَوْمَ يَتَذَكَّرُ	جس دن یاد کرے گا	وَاٰثَرَ	اور ترجیح دی	وَنَهَى	اور روکا
الْاِنْسَانُ	انسان	الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا	دنیا کی زندگی کو	النَّفْسَ	نفس کو
مَا سَعٰى	جو اس نے عمل کیا	فَاِنَّ الْجَحِيْمَ	پس بے شک دوزخ	عَنِ الْهَوٰى	خواہش سے
وَبُرِّزَتِ	اور ظاہر کی جائے گی	هِيَ الْمَاْوٰى	ہی ٹھکانا ہے	فَاِنَّ الْجَنَّةَ	پس بے شک جنت
الْجَحِيْمُ	دوزخ	وَاَمَّا مَنْ	اور رہا وہ جو	هِيَ الْمَاْوٰى	ہی ٹھکانا ہے

قیامت کے دن دوزخ کا فیصلہ ہوگا یا جنت کا

پہلے چند باتیں ذہن نشین کرلیں:

۱- جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو کائناتِ ارضی تہس نہس ہوجائے گی، سورۃ الرحمٰن میں ہے: ﴿ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴾: زمین پر جو کچھ ہے سب ختم ہوجائے گا، اسی کو ﴿ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴾ کہا ہے۔

۲- انسان کے اعمال ہر طرف ریکارڈ ہورہے ہیں، زمین ریکارڈ کررہی ہے، قیامت کو وہ جگہیں گواہی دیں گی جہاں انسان نے اچھا برا عمل کیا ہے، کراماً کاتبین ریکارڈ تیار کررہے ہیں، اسی طرح انسان کا نفس ریکارڈ کررہا ہے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی قدس سرہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ ایسا سمجھنا صحیح نہیں کہ انسان کے اعمال وجود میں آکر ختم ہوجاتے ہیں، بلکہ نفس کے دامن کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں (ایک وقت تک یاد رہتے ہیں، پھر ان پر بھول کا پردہ پڑجاتا ہے)

۳- اس دنیا میں 'بھول' ایک نعمت ہے، اسی کی وجہ سے انسان پنپتا ہے، بڑا نقصان ہوجاتا ہے، آدمی بلبلا جاتا ہے، پھر چند دن کے بعد صدمہ بھول جاتا ہے اور زندگی نارمل ہوجاتی ہے، قیامت کے دن بھول کی نعمت کی ضرورت نہیں رہے گی، اس لئے جب دوبارہ زندہ ہوگا سب کراکرایا یاد آجائے گا۔

۴- دنیا اور آخرت ساتھ ساتھ چل رہے ہیں، درمیان میں گاڑھا پردہ ہے، عالم برزخ میں یہ پردہ مہین ہوجاتا ہے،

---

(۱) الطَّامَّة: قیامت کا نام، سب سے بڑی مصیبت جو ہر چیز کو محیط ہوجائے، طَمَّ الشيئُ: کسی چیز کا زیادہ ہوکر پھیلنا اور زبردست ہوجانا۔

اس لئے وہاں آخرت کے احکام جھلکتے ہیں، قیامت کے دن یہ پردہ برائے نام رہ جائے گا، اس لئے میدانِ حشر سے جنت وجہنم نظر آئیں گے۔

قیامت کے دن فیصلے:

جس نے اس دنیا میں دو کام کئے ہیں اس کے لئے جہنم کا فیصلہ ہوگا:

۱- اللہ کے احکام سے سرکشی کی ہے، جیسے بیل بوے کے نیچے سے سر کھینچ لیتا ہے، بندے نے بھی کرنے کے کام نہیں کئے، اور نہ کرنے کے کام کئے ہیں۔

۲- دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہے، دنیا کے لئے مرتا رہا اور آخرت کو بھولا رہا۔

اور جس نے دوسرے دو کام کئے ہیں اس کے لئے جنت کا فیصلہ ہوگا:

۱- اللہ کے سامنے پیش ہونے سے ڈرتا رہا، جب بھی کوئی کام کرتا تو سوچتا کہ ایک دن مجھے اللہ کو حساب دینا ہے، اس لئے اللہ کی پسند والے کام کرتا، اور ناپسندیدہ کاموں سے بچتا۔

۲- ہمیشہ نفس امارہ کو لگام دیئے رہا، اس کی بات نہ سنتا اور گناہ سے بچا رہتا۔

آیاتِ کریمہ: ــــ پس جب ہر چیز پر چھا جانے والی بڑی آفت آئے گی ــــ یعنی پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا۔ اور ہر چیز ختم ہو جائے گی، پھر چالیس سال کے بعد دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اور انسان دوبارہ زندہ ہونگے ــــ اس دن انسان کو اپنا کرا کرایا یاد آجائے گا ــــ کیونکہ اعمال اس کے نفس میں ریکارڈ ہیں، اور بھول کا پردہ ہٹ گیا، اس لئے سب کچھ یاد آجائے گا، علاوہ ازیں: نامۂ اعمال بھی اڑائے جائیں گے، ان کو پڑھ کر بھی آدمی فیصلہ کرے گا کہ اس کا ٹھکانا کہاں ہے؟ ــــ اور دوزخ دیکھنے والوں کے لئے ظاہر کی جائے گی ــــ اسی طرح پرہیزگاروں کے لئے جنت بھی قریب کی جائے گی [الشعراء آیت ۹۰]

پس جس نے سرکشی کی، اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی: پس اس کا ٹھکانا دوزخ ہی ہے! اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا، اور نفس کو خواہش سے روکا، پس اس کا ٹھکانا جنت ہی ہے!

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿۴۴﴾ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿۴۵﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾ ع۲

يَسْـَٔلُوْنَكَ	لوگ آپ سے پوچھتے ہیں	عَنِ السَّاعَةِ	قیامت کے بارے میں	اَيَّانَ	کب ہے

مُرْسٰهَا	اس کا لنگر ڈالنا	اِنَّمَآ	اس کے سوا نہیں کہ	يَوْمَ	جس دن
فِيْمَ اَنْتَ	کس چیز میں آپ ہیں	اَنْتَ	آپ	يَرَوْنَهَا	دیکھیں گے اس کو
مِنْ ذِكْرٰىهَا	اس کے بیان کرنے سے	مُنْذِرُ	ڈرانے والے ہیں	لَمْ يَلْبَثُوْٓا	نہیں ٹھہرے ہونگے وہ
اِلٰى رَبِّكَ	تیرے پروردگار کی طرف	مَنْ يَّخْشٰهَا	اس کو جو اس سے ڈرے	اِلَّا عَشِيَّةً	مگر ایک شام
مُنْتَهٰىهَا	اس کا آخری سرا ہے	كَاَنَّهُمْ	گویا وہ لوگ	اَوْ ضُحٰىهَا	یا اس کی ایک چاشت

سوال کہ قیامت کب آئے گی؟

سمجھا کر تھک گئے مگر مرغ کی ایک ہی ٹانگ رہی! رؤسائے مشرکین بطور استہزاء پوچھتے تھے: قیامت کی کشتی کب لنگر انداز ہورہی ہے؟ گویا وہ کشتی سے سامان اتارنے کے لئے بے تاب ہیں! ان کو ماننا تو تھا نہیں، بات میں فیہ نکالنی تھی، ان کو جواب دیا جارہا ہے: یہ کام ہمارے رسول کی حدود سے باہر ہے، اس کا علم صرف اللہ کو ہے، وہی اس کا وقت جانتے ہیں، نبی کی ذمہ داری صرف یہ ہے کہ وہ اس آدمی کو آگاہ کرے جس کو آگاہی سے فائدہ پہنچ سکتا ہے، جس کا دل قیامت کی حقیقت کو محسوس کرتا ہے اور وہ اس سے ڈرتا ہے۔

البتہ یہ جان لو کہ دنیا کی زندگی کے لحاظ سے آخرت کی زندگی کیسی ہوگی؟ دنیا کی زندگی قیامت کے دن کے سامنے ذرا سی معلوم ہوگی، بڑی سے بڑی عمر کے واقعات لمحہ بھر کے محسوس ہونگے، کفار کو ایسا لگے گا جیسے وہ دنیا میں ایک شام یا ایک صبح رہے ہیں!

آیاتِ پاک: —— لوگ آپؐ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ کب وہ لنگر انداز ہورہی ہے؟ سو اس کو بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق! آپؐ کے رب ہی کی طرف اس کا آخری سرا ہے! آپ تو صرف اس شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہے، جس روز وہ اس کو دیکھیں گے تو ان کو ایسا محسوس ہوگا جیسے وہ صرف دن کا آخری حصہ یا شروع کا حصہ دنیا میں ٹھہرے ہیں!



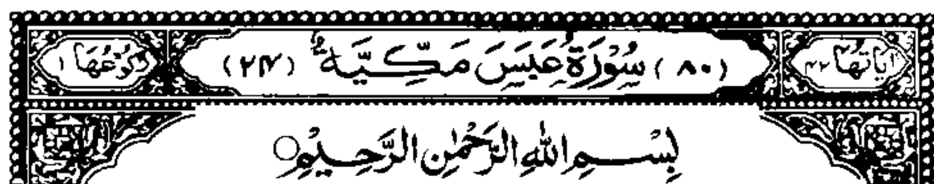
(۱) ضحاھا: کی ضمیر عشیة کی طرف راجع ہے، باقی ضمائر الساعة کی طرف لوٹتی ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ عبس

یہ بھی مکی سورت ہے، اور النازعات سے متصل نازل ہوئی ہے، اب دور تک سورتیں مسلسل نازل ہوئی ہیں، ان کے نزول کے نمبرات بالترتیب ہیں، اس سورت کا موضوع بھی قیامت کے واقعات ہیں، اس کے آغاز میں اور گذشتہ سورت کے اختتام میں مناسبت ہے، گذشتہ سورت کے آخر میں روسائے مکہ کا ایک سوال تھا کہ قیامت کی کشتی کب لنگر انداز ہورہی ہے؟ یہ سوال ناچنا نہیں آنگن ٹیڑھا کے طور پر تھا، نبی ﷺ ان سرداروں کی بہت زیادہ دلداری کرتے تھے، اس خیال سے کہ سربرآوردہ لوگ ایمان لے آئیں گے تو دوسروں کے لئے ایمان کی راہ کھل جائے گی، اس سلسلہ میں ایک واقعہ پیش آیا، آپ ﷺ چند روساء کے ساتھ بیٹھے تھے، ان کو قرآن سنا رہے تھے اور دین کی دعوت دے رہے تھے کہ اچانک ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آگئے، اور انھوں نے بے خبری میں دخل در معقولات کیا، انھوں نے کوئی آیت پوچھی، آپؐ کو ان کی یہ خلل اندازی ناگوار ہوئی، اور آپؐ ان روساء کی طرف متوجہ رہے، اس پر اس سورت کے شروع میں ناگواری کا اظہار ہے۔

ان آیات میں آپؐ کی ایک اجتہادی چوک سے آپؐ کو مطلع کیا گیا ہے، آپؐ نے اہم کو مقدم فرمایا، کفر کی شناعت بہر حال اہم تھی، جیسے دو مریض ہوں: ہیضہ اور زکام کے، تو مقدم ہیضے والے کو رکھا جاتا ہے، ڈاکٹر پہلے اس کو دیکھتا ہے، مگر ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ زکام کا مریض طالب علاج ہے، اور ہیضہ کا مریض مُعرض، پس طالب کا پہلا حق ہے، یہاں شانِ نزول کے واقعہ میں یہی صورت تھی۔



عَبَسَ وَتَوَلّٰۤی ① اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی ② وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّهٗ یَزَّكّٰۤی ③ اَوْ یَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰی ④ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ⑤ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰی ⑥ وَمَا عَلَیْكَ اَلَّا یَزَّكّٰی ⑦ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ یَسْعٰی ⑧ وَهُوَ یَخْشٰی ⑨ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی ⑩ كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ⑪ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ⑫ فِیْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ⑬

مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿١٤﴾ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾

عَبَسَ	چہرہ بگاڑا	فَاَنْتَ لَهٗ	پس آپ اس کے	اِنَّهَا [4]	بے شک قرآن
وَتَوَلّٰٓى	اور منہ پھیرا	تَصَدّٰى [2]	درپے ہیں	تَذْكِرَةٌ	ایک نصیحت ہے
اَنْ [1]	اس وجہ سے کہ	وَمَا عَلَيْكَ	اور نہیں آپ پر	فَمَنْ شَآءَ	پس جو چاہے
جَآءَهُ	ان کے پاس آیا	اَلَّا يَزَّكّٰى [3]	کہ نہ سنورے وہ	ذَكَرَهٗ	اس سے نصیحت پذیر ہو
الْاَعْمٰى	ایک نابینا	وَاَمَّا مَنْ	اور رہا وہ شخص جو	فِيْ صُحُفٍ	(وہ) صحیفوں میں ہے
وَمَا يُدْرِيْكَ	اور آپ کو کیا پتہ	جَآءَكَ	آیا آپ کے پاس	مُّكَرَّمَةٍ	معزز
لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى	شاید وہ سنور جائے	يَسْعٰى	لپکتا ہوا	مَّرْفُوْعَةٍ	بلند مرتبہ
اَوْ يَذَّكَّرُ	یا نصیحت پذیر ہو	وَهُوَ	اور وہ	مُّطَهَّرَةٍ	پاکیزہ
فَتَنْفَعَهُ	پس کام آئے اس کے	يَخْشٰى	ڈرتا ہے (مؤمن ہے)	بِاَيْدِيْ	ہاتھوں میں
الذِّكْرٰى	نصیحت پذیری	فَاَنْتَ عَنْهُ	پس آپ اس سے	سَفَرَةٍ	لکھنے والوں کے
اَمَّا مَنِ	رہا وہ شخص جو	تَلَهّٰى	غفلت برت رہے ہیں	كِرَامٍ	معزز
اسْتَغْنٰى	بے نیاز ہوا	كَلَّآ	ہرگز ایسا نہ کریں	بَرَرَةٍ	نیک لوگ

احتمالی نفع اگرچہ بڑا ہو اس کی وجہ سے یقینی نفع کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے اگرچہ وہ تھوڑا ہو

رؤسائے مکہ ایمان لاتے تو مکہ والوں کے لئے ایمان کا دروازہ کھل جاتا، یہ بہت بڑا نفع تھا، مگر مظنون تھا، اور ایک ایماندار بندے کو دین سکھایا جائے تو وہ بالفعل یا بالقوۃ عمل کرے گا یعنی فوری عمل کرے گا یا امید ہے کہ عمل کرے، پس یہ یقینی نفع ہے، اگرچہ تھوڑا ہے، پس اول کی خاطر نبی ﷺ نے ثانی کو جو نظر انداز کیا وہ ٹھیک نہیں کیا، مرنے دیتے ان رؤساء کو! وہ نہ سنورتے تو آپ کا کیا نقصان ہوتا؟ وہ خود ہی پہلو تہی کر رہے ہیں، پس ان کے ایمان کی امید تو درجۂ صفر میں ہے، اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ لپک کر آئے ہیں اور وہ ایماندار بھی ہیں، اس لئے ان سے تغافل برتنا ٹھیک نہیں!

آیاتِ پاک: —— وہ چیں بہ جبیں ہوئے اور منہ موڑا —— عبس اور تولی: دونوں غائب کے صیغے ہیں، غائب

(۱) أن: سے پہلے لام اجلیہ محذوف ہے (۲) تَصَدّٰی للأمر: درپے ہونا (۳) ألا: میں أن تفسیر یہ ہے (۴) إنها: ضمیر کا مرجع قرآن ہے، بتاویل صُحُف، اللہ، رسول اور قرآن کی طرف ضمیر لوٹانے کے لئے مرجع کا ذکر ضروری نہیں، یہ مراجع قاری کے ذہن میں رہتے ہیں۔

کے صیغوں سے بات کہنے میں نبی ﷺ کی دلداری ہے کہ گویا یہ کام کسی اور نے کیا ہے، آپؐ نے نہیں کیا، آپؐ بھلا یہ کام کیسے کرتے! —— اس وجہ سے کہ ان کے پاس ایک نابینا آیا —— لفظ اعمی میں دو اشارے ہیں: (۱) نابینا ہونے کی وجہ سے وہ دیکھ نہیں سکا کہ آپؐ کن لوگوں کے ساتھ مشغول ہیں، اس لئے دخل در معقولات کیا (۲) نابینا ہونے کی وجہ سے وہ توجہ کا زیادہ محتاج تھا —— اور آپ کو کیا پتہ وہ سنور جائے —— یہ بالفعل نفع ہے اور یہاں التفات ہے، بات ہلکی تھی اس لئے راست خطاب کیا —— یا نصیحت پذیر ہو، پس نصیحت پذیری اس کو نفع پہنچائے —— یہ بالقوۃ نفع ہے۔

رہا وہ شخص جو لاپرواہ ہے —— مراد رؤسائے مکہ ہیں —— پس آپؐ اس کے درپے ہیں —— اس کے پیچھے جان کھپارہے ہیں کہ وہ کسی طرح سنور جائے —— حالانکہ آپ کی کوئی ذمہ داری نہیں کہ وہ نہ سنورے —— آپؐ نے اپنا فریضہ انجام دیدیا، اس کو ایمان کی دعوت دیدی، آگے وہ جانے! —— اور رہا وہ شخص جو آپؐ کے پاس لپک کر آیا، اور وہ اللہ سے ڈرتا بھی ہے —— یعنی مؤمن ہے —— پس آپؐ اس سے تغافل برت رہے ہیں، ہرگز ایسا نہ کریں۔

قرآنِ کریم کا احترام اور کاتبینِ وحی کے فضائل

نبی ﷺ رؤسائے مکہ کو قرآنِ کریم سنا رہے تھے، اس تعلق سے ارشاد فرماتے ہیں کہ قرآنِ کریم ایک نصیحت نامہ ہے، پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے، وہ زبردستی کسی کے سر تھوپا نہیں جاسکتا!

دورِ اول میں قرآنِ کریم مصحف یعنی کتابی شکل میں نہیں تھا، ہر سورت علاحدہ علاحدہ لکھی ہوئی تھی، وہ صحیفے صحیفے تھا، سورۃ البینہ میں ہے: ﴿رَسُوْلٌ مِّنَ اللهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً﴾: ایک عظیم رسول جو ان کو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے، یہاں صحیفوں سے مراد سورتیں ہیں، یہ صحیفے کاتبینِ وحی کے پاس رہتے تھے، جو چاہتا ان سے نقل لیتا، پھر جب سورت مکمل ہوجاتی تو جو صحابی مانگتا اس کو دیدی جاتی، اس طرح قرآن امت کو سونپ دیا تھا، نبی ﷺ نے اپنے گھر میں اس کو نہیں رکھا تھا یعنی سرکاری ریکارڈ میں نہیں رکھا تھا۔

پھر دورِ صدیقی میں ایک مصلحت سے قرآن کو سرکاری ریکارڈ میں لیا گیا، اس وقت بھی سورتیں الگ الگ تھیں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کو مصحف کی شکل دی گئی، یعنی سب سورتوں کو ایک ساتھ کتابی شکل میں لکھا گیا، پھر ان مصاحف کو ملک کے اطراف میں بھیج دیا۔

پس ابھی قرآن معزز، بلند رتبہ، پاکیزہ صحیفوں میں ہے، اور وہ صحائف بڑے درجہ کے نیکوکار کاتبین وحی کے قبضہ میں ہیں، ان میں کوئی تصرف نہیں کرسکتا، پس جو چاہے ان صحیفوں کو کاتبینِ وحی سے لے کر پڑھے اور فائدہ اٹھائے۔

فائدہ: اس میں اشارہ ہے کہ قرآن کو نہایت عمدہ کاغذ پر چھاپا جائے، کتاب اچھی چھپی ہوئی ہوتی ہے تو وہ قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے، اور اس کو بلند جگہ رکھنا چاہئے، اور اس کو صاف ستھرے جزدان میں رکھنا چاہئے، یہ قرآن کا ادب ہے۔

﴿اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۘ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ۙ كِرَامٍۢ بَرَرَةٍ ۭ﴾

ترجمہ: بلاشبہ قرآن ایک نصیحت نامہ ہے، پس جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے، وہ معزز، بلند رتبہ، پاکیزہ صحیفوں میں ہے، بڑے درجہ کے نیکوکار لکھنے والوں کے قبضہ میں ہے!

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۭ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ۭ مِنْ نُّطْفَةٍ ۭ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۙ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ۙ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۙ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ۭ

قُتِلَ	مارا جائیو	مِنْ نُّطْفَةٍ	منی سے	ثُمَّ اَمَاتَهٗ	پھر اس کو مارا
الْاِنْسَانُ	انسان!	خَلَقَهٗ	پیدا کیا اس کو	فَاَقْبَرَهٗ	پس اس کو دفن کیا
مَآ اَكْفَرَهٗ	کس قدر ناشکرا ہے!	فَقَدَّرَهٗ	پس اندازہ ٹھہرایا اس کا	ثُمَّ اِذَا	پھر جب
مِنْ اَيِّ شَيْءٍ	کس چیز سے	ثُمَّ السَّبِيْلَ	پھر زندگی کی راہ	شَآءَ	چاہیں گے وہ
خَلَقَهٗ	اس کو پیدا کیا ہے؟	يَسَّرَهٗ	اس کے لئے آسان کی	اَنْشَرَهٗ	اٹھائیں گے اس کو

انسان اپنی پیدائش میں غور کرے تو دوسری زندگی سمجھ سکتا ہے

انسان اگر اپنی اصل میں غور کرے کہ وہ کس چیز سے پیدا ہوا ہے؟ وہ منی جیسے گندے قطرے سے پیدا کیا گیا ہے، جس میں نہ حس وشعور تھا، نہ حسن وجمال، نہ عقل وفہم! سب کچھ اللہ نے انسان کو عطا فرمایا ہے، پھر اس کے لئے زندگی کی راہیں آسان کیں، پھر وقت پر مر گیا اور مٹی میں دفن کیا گیا، یہی اللہ پاک قیامت کے دن اس کو دوبارہ زندہ کریں گے۔

آیاتِ پاک: — انسان مارا جائیو! — یعنی اس کا ناس ہو — کس قدر ناشکرا ہے — اللہ کی قدرت کو نہیں مانتا — کس چیز سے اس کو پیدا کیا ہے؟ منی سے! پس اس کا اندازہ ٹھہرایا، پھر زندگی کی راہ آسان کی، پھر اس کو مارا، پھر اس کو دفن کیا، پھر جب چاہیں گے اس کو دوبارہ زندہ کریں گے!

كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ۭ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۙ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَاۗءَ صَبًّا ۙ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۙ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۙ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ۙ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ۙ وَّحَدَاۗىِٕقَ غُلْبًا ۙ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ۙ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۭ

كَلَّا	ہرگز نہیں	لَمَّا يَقْضِ	اب تک پورا نہیں کیا	مَآ اَمَرَهٗ	جو حکم دیا اس کو

فَلْيَنْظُرِ	پس چاہئے کہ غور کرے	الْاَرْضَ	زمین کو	وَّنَخْلًا	اور کھجور کے درخت
الْاِنْسَانُ	انسان	شَقًّا	پھاڑنا	وَّحَدَآئِقَ	اور باغات
اِلٰى طَعَامِهٖٓ	اپنے کھانے میں	فَاَنْۢبَتْنَا	پس اگایا ہم نے	غُلْبًا	گنجان
اَنَّا	بے شک ہم نے	فِيْهَا	اس میں	وَّفَاكِهَةً	اور میوہ
صَبَبْنَا	ریڑھا	حَبًّا	غلہ	وَّاَبًّا	اور ہرا چارہ
الْمَآءَ	پانی	وَّعِنَبًا	اور انگور	مَّتَاعًا	فائدہ اٹھانے کے لئے
صَبًّا	ریڑھنا	وَّقَضْبًا	اور ترکاری	لَّكُمْ	تمہارے
ثُمَّ شَقَقْنَا	پھر پھاڑا ہم نے	وَّزَيْتُوْنًا	اور زیتون	وَلِاَنْعَامِكُمْ	اور تمہارے جانوروں کے

انسان زمین کی پیداوار میں غور کرے تو بھی دوسری زندگی کو سمجھ سکتا ہے

انسان دوبارہ پیدا ہونے کا ہرگز انکار نہ کرے، اس کو جو اپنی پیدائش میں غور کرنے کا حکم دیا تھا اس سے تو نتیجہ کچھ نہ نکلا، اب وہ اپنی خوراک میں غور کرے، اللہ تعالیٰ آسمان سے چھاجوں پانی برساتے ہیں، پھر زمین کتنی سہولت سے پھٹتی ہے، اور اس میں سے غلّہ، انگور، ترکاری، زیتون، کھجور، گھنیرے باغات، میوے اور مزیدار ہری گھاس اُگتی ہے، جن سے انسان اور ان کے جانور فائدہ اٹھاتے ہیں، اسی طرح زمین سے دوبارہ اجسام اُگیں گے، پھر ان کی طرف روحیں لوٹیں گی اور نئی زندگی شروع ہوگی۔

آیاتِ پاک:—— ہرگز نہیں —— یعنی دوبارہ زندہ ہونے کا انکار مت کر —— اب تک اس نے وہ کام نہیں کیا جس کا اس کو حکم دیا تھا —— اس کو حکم دیا تھا کہ اپنی پیدائش میں غور کر کے بعث بعد الموت کا اقرار کر، مگر اس نے یہ کام نہیں کیا —— پس چاہئے کہ انسان اپنے کھانے میں غور کرے، بے شک ہم نے موسلا دھار پانی برسایا، پھر ہم نے زمین کو بسہولت پھاڑا، پس ہم نے اس میں غلّہ، انگور، ترکاری، زیتون، کھجور، گنجان باغات، میوہ اور مزیدار ہری گھاس اُگائی، تمہارے اور تمہارے جانوروں کے فائدے کے لئے!

فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ

ع۲

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

فَاِذَا جَآءَتِ	پس جب آئے گی	مِّنْهُمْ	ان میں سے	وَوُجُوْهٌ	اور کتنے چہرے
الصَّآخَّةُ (۱)	کان پھوڑنے والی آواز	يَوْمَئِذٍ	اس دن	يَّوْمَئِذٍ	اس دن
يَوْمَ	اس دن	شَاْنٌ	ایک حال ہوگا	عَلَيْهَا	ان پر
يَفِرُّ الْمَرْءُ	بھاگے گا انسان	يُّغْنِيْهِ	جواس کو بے نیاز کئے	غَبَرَةٌ	گردجمی ہوگی
مِنْ اَخِيْهِ	اپنے بھائی سے		ہوئے ہوگا	تَرْهَقُهَا	چھائی ہوگی ان پر
وَاُمِّهٖ	اوراپنی ماں سے	وُجُوْهٌ	کتنے چہرے	قَتَرَةٌ	سیاہی
وَاَبِيْهِ	اوراپنے باپ سے	يَّوْمَئِذٍ	اس دن	اُولٰٓئِكَ	یہی لوگ
وَصَاحِبَتِهٖ	اوراپنی بیوی سے	مُّسْفِرَةٌ	روشن	هُمُ	وہ
وَبَنِيْهِ	اوراپنے بیٹوں سے	ضَاحِكَةٌ	ہنسنے والے	الْكَفَرَةُ	منکرین
لِكُلِّ امْرِئٍ	ہر شخص کے لئے	مُّسْتَبْشِرَةٌ	خوشی منانے والے ہونگے	الْفَجَرَةُ	بدکار ہیں

قیامت کے دن کوئی کسی کا پُرسانِ حال نہ ہوگا

جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو ایسی کرخت آواز ہوگی کہ کانوں کے پردے پھٹ جائیں گے، پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا، پھر بارش ہوگی، اجسام زمین سے اُگیں گے، اور روحیں ریوں آئیں گی، اور لوگ زندہ ہوکر میدانِ حشر میں اکٹھا ہونگے، اس دن کوئی کسی کا پرسانِ حال نہ ہوگا، سب کو اپنی اپنی پڑی ہوگی، —— اس سورت میں نفخۂ اولیٰ کے بعد کا حال ہے، اس لئے ابعد رشتہ سے شروع کیا ہے اور سورۃ المعارج میں قیامت کے دن کا منظر ہے اس لئے اقرب سے شروع کیا ہے اور لوگ دو حصے ہوجائیں گے: جہنمی اور جنتی، جنتی شاداں وفرحاں ہونگے اور جہنمیوں کے چہروں پر سیاہی برس رہی ہوگی۔

آیاتِ پاک: —— پس جب کان پھوڑنے والی آواز آئے گی، اس دن آدمی اپنے بھائی سے، اپنی ماں سے، اپنے باپ سے، اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے بھاگے گا، ہر شخص کے لئے ان میں سے اس دن ایک حال ہوگا جو اس کو (دوسروں سے) بے نیاز کئے ہوئے ہوگا!

کتنے چہرے اس دن روشن، ہنسنے والے ہونگے، اور کتنے چہروں پر اس دن گرد جمی ہوئی ہوگی، ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی، یہی لوگ منکرین بدکار ہیں! —— اور پہلے لوگ ایماندار نیکوکار ہیں!

(۱) الصاخة: کانوں کا پردہ پھاڑنے والا شور، صَخَّ الأذنَ (ن) صَخًّا: آواز کا کان کو بہرہ کرنا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ التکویر

یہ سورت بھی مکی ہے، اس میں دو باتیں ہیں:

پہلی بات: قیامت کی منظر کشی کی ہے کہ چھ باتیں پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے بعد یعنی قیامت کا دن شروع ہونے سے پہلے پیش آئیں گی، اور چھ باتیں دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد یعنی قیامت کا دن شروع ہونے کے بعد پیش آئیں گی، اس دن ہر شخص جان لے گا کہ وہ کیا ساتھ لے کر آیا ہے۔

دوسری بات: قیامت کی یہ منظر کشی قرآنِ کریم کر رہا ہے، اور قرآن اللہ کا کلام ہے، اس کی حقیت کا انکار مت کرو، پھر دو قسمیں کھائی ہیں جن کا مدعیٰ محذوف ہے۔

پہلی قسم: سے یہ ثابت کرنا ہے کہ جس طرح پانچ سیارے چلتے چلتے پیچھے ہٹ جاتے ہیں، پھر پیچھے ہی چلتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ کبھی اپنے مطالع میں چھپ جاتے ہیں، اسی طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آتے ہیں، پھر وحی پہنچا کر پیچھے لوٹ جاتے ہیں، اور اپنی روش پر چلتے ہوئے اپنے مستقر میں پہنچ جاتے ہیں۔

اور دوسری قسم: سے یہ ثابت کرنا ہے کہ جہالت کی تاریکی کے بعد ہدایت کی روشنی پھیلنی ضروری ہے، جیسے تاریک رات جاتی ہے تو صبح کی روشنی نمودار ہوتی ہے۔ اور یہ صبحِ ہدایت نزولِ قرآن سے شروع ہوئی ہے، پھر وحی لانے والے فرشتہ کی اور نبی ﷺ کی اعتباریت کا بیان ہے، اور یہ مضمون دونوں محذوف مقسم علیہ کا قرینہ ہے، تفصیل آگے آئے گی۔



اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝۳ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝۵ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝۷ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝۸ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝۱۰ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝۱۱ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝۱۲ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝۱۳ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝۱۴

إِذَا الشَّمْسُ	جب سورج	وَإِذَا الْبِحَارُ	اور جب سمندر	نُشِرَتْ (۹)	اڑائے جائیں گے
كُوِّرَتْ (۱)	لپیٹا جائے گا	سُجِّرَتْ (۶)	دہکائے جائیں گے	وَإِذَا السَّمَاءُ	اور جب آسمان کی
وَإِذَا النُّجُومُ	اور جب ستارے	وَإِذَا النُّفُوسُ	اور جب ارواح	كُشِطَتْ (۱۰)	کھال اتاری جائے گی
انْكَدَرَتْ (۲)	میلے ہوجائیں گے	زُوِّجَتْ (۷)	ملائی جائیں گی	وَإِذَا الْجَحِيمُ	اور جب دوزخ
وَإِذَا الْجِبَالُ	اور جب پہاڑ	وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ (۸)	اور جب زندہ درگور کی	سُعِّرَتْ (۱۱)	بھڑکائی جائے گی
سُيِّرَتْ	چلائے جائیں گے		ہوئی لڑکی	وَإِذَا الْجَنَّةُ	اور جب جنت
وَإِذَا الْعِشَارُ (۳)	اور جب بیاہتی اونٹنیاں	سُئِلَتْ	پوچھی جائے گی	أُزْلِفَتْ (۱۲)	نزدیک لائی جائے گی
عُطِّلَتْ (۴)	کھلی پھریں گی	بِأَيِّ ذَنْبٍ	کس گناہ میں	عَلِمَتْ	جان لے گا
وَإِذَا الْوُحُوشُ (۵)	اور جب درندے	قُتِلَتْ	وہ ماری گئی؟	نَفْسٌ	آدمی
حُشِرَتْ	جمع کردیئے جائیں گے	وَإِذَا الصُّحُفُ	اور جب نامۂ اعمال	مَا أَحْضَرَتْ (۱۳)	جو لے کر آیا ہے

جو شخص قیامت کا منظر گویا آنکھوں سے دیکھنا چاہے وہ تکویر، انفطار اور انشقاق پڑھے

عنوان ترمذی شریف کی حدیث (نمبر ۳۳۵۶) ہے، اس سورت میں قیامت کی منظر کشی کی گئی ہے، اور بارہ واقعات بیان کئے ہیں، چھ واقعات پہلی مرتبہ صور پھونکنے کے بعد یعنی قیامت کا دن شروع ہونے سے پہلے پیش آئیں گے، وہ قیامت کی تمہید ہونگے، اور دوسرے چھ واقعات دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد یعنی قیامت شروع ہونے کے بعد پیش آئیں گے، اور چونکہ یہ آئندہ پیش آنے والے واقعات ہیں، اس لئے ان کی تفصیلات کوئی نہیں بتلاسکتا، پس جتنا قرآن نے بیان کیا ہے اس کو سمجھنا چاہئے۔

وہ چھ واقعات جو نفخۂ اولیٰ کے بعد پیش آئیں گے

۱- جب سورج کو لپیٹ دیا جائے گا ـــــ یعنی اس کی کرنیں اس میں ضم کردی جائیں گی، پس سارا نظام شمسی معطل

(۱) تکویر: لپیٹنا، جیسے کَوَّرَ الثوبَ: کپڑا لپیٹا (۲) انکدر: میلا گدلا ہونا، جیسے کَدَرَ (س) الماءُ۔ (۳) العشار: العشراء کی جمع: دس ماہ کی گابھن اونٹنی، اونٹنی دس ماہ میں بچہ دیتی ہے۔ (۴) تعطیل: چھٹی کرنا، جیسے عَطَّلَ الإبلَ: اونٹوں کو چرنے کے لئے چرواہے کے بغیر چھوڑ دیا (۵) الوحوش: الوحش کی جمع: جنگلی جانور، خاص طور پر درندے۔ (۶) تسجیر: بھڑکانا (۷) تزویج: ملانا (۸) الموء ودة: اسم مفعول: وَأَد يَئِد وأدًا: زندہ دفن کرنا۔ (۹) نشر (ن) نشرا: کھولنا، پھیلانا (۱۰) کشط (ض) کشطا: کھال اتارنا (۱۱) تسعیر: دہکانا، بھڑکانا (۱۲) إزلاف: نزدیک کرنا (۱۳) إحضار: حاضر کرنا، لے کر آنا۔

ہوجائے گا۔

۲- اور جب ستارے گدلے (بے نور) ہوجائیں گے ـــــ ستاروں کی روشنی بھی سورج کی طرح ذاتی ہے، وہ سورج سے مستفاد نہیں، پس جس طرح سورج بے نور جائے گا ستارے بھی بے نور ہوجائیں گے۔

۳- اور جب پہاڑوں کو چلایا جائے گا ـــــ یہی پہاڑ جن کے بوجھ سے زمین ٹھہری ہوئی ہے: اپنی جگہیں چھوڑ دیں گے، گرد وغبار ہوکر ہوا میں اڑ جائیں گے، اور شاید سمندروں کی گہر بھر دیں۔

۴- اور جب بیاہتی اونٹنیاں لاوارث پھریں گی ـــــ عربوں کے نزدیک گابھن اونٹنی جس کے بچہ دینے کا وقت قریب آ گیا ہو بہت ہی قیمتی چیز ہے، وہ اس کی دُم سے لگے رہتے ہیں، قیامت سے پہلے وہ لاوارث اِدھر اُدھر ماری ماری پھریں گی، کوئی ان کا پوچھنے والا نہیں ہوگا، اور یہی حال ہر قیمتی چیز کا ہوجائے گا، نہ تیار کھیتی اور فصل کا کوئی پرسانِ حال ہوگا، نہ باغ اور دھن دولت کا!

۵- اور جب وحشی جانور جمع کر دیئے جائیں گے ـــــ یعنی درندے جو کبھی یک جا نہیں ہوتے خوفزدہ ہوکر یک دم جمع ہوجائیں گے، یا جنگلی جانور بستیوں میں اتر آئیں گے، سوچو! جب جانوروں کا یہ حال ہوگا تو انسانوں کا کیا حال ہوگا؟

۶- اور جب سمندر کھولائے جائیں گے ـــــ وہ ابلتی ہانڈی کی طرح ابلیں گے اور بھاپ بن کر ہوا میں تحلیل ہوجائیں گے، اور ان کی جگہ خشکی نکل آئے گی، آج تین چوتھائی زمین پانی چھپائے ہوئے ہے، اور بڑا حصہ پہاڑوں نے دبا رکھا ہے، یہ سب خالی میدان ہوجائیں گے، پھر اس وسیع زمین پر اولین وآخرین کا حشر ہوگا۔

وہ چھ واقعات جو نفخۂ ثانیہ کے بعد پیش آئیں گے

۱- اور جب ارواح جوڑی جائیں گی ـــــ یعنی دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد بارش ہوگی، اس سے اجسام زمین سے اُگ آئیں گے، پھر ارواح عالم برزخ سے ریوں (واپس) آئیں گی، اور اپنے اپنے ابدان میں داخل ہوجائیں گی، پھر حشر برپا ہوگا۔

۲- اور جب زندہ در گور کی ہوئی لڑکی پوچھی جائے گی کہ وہ کس جرم میں قتل کی گئی؟ ـــــ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہے، اس لمبے دن میں تمام معاملات بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوکر آخری مرتبہ فیصل ہوں گے، اس دن ایک سنگین مقدمہ یہ پیش ہوگا کہ جس نے اپنی لڑکی کو زندہ در گور کیا ہے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا کہ اِس لڑکی کا کیا گناہ تھا جو تو نے اس کو زندہ دفن کر دیا؟ اس سے کوئی جواب بن نہ پڑے گا پس وہ اپنی حرکت کی سزا پائے گا۔

سوال: زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کے بارے میں سوال کس سے ہوگا: لڑکی سے یا زندہ درگور کرنے والے سے؟
جواب: لڑکی سے سوال ہوگا، مگر اس کے باپ کے سامنے ہوگا، تاکہ لڑکی کی مظلومیت اور باپ کا ظلم واضح ہو۔

فائدہ: جاہلیت میں یعنی اسلام سے پہلے انسان اس درجہ بدبخت ہوگیا تھا کہ جھوٹی بے عزتی یا تنگ دستی کے ڈر سے بچیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیتا تھا، اللہ پاک نے قرآنِ پاک میں کئی جگہ اس بدترین عادت کی برائی بیان فرمائی ہے، یہاں بھی قیامت میں فیصل ہونے والے معاملات میں سے اس خاص معاملہ کا ذکر اسی نقطۂ نظر سے کیا ہے، اس حرکت کی قباحت ذہنوں میں بٹھانی مقصود ہے کہ کسی زندہ جان کو — جبکہ وہ اس کی بیٹی بھی ہو — زمین میں گاڑ دینا کس قدر ناپاک حرکت ہے، قیامت میں اس پر سخت گرفت ہوگی۔

۳- اور جب اعمال نامے پھیلائے جائیں گے — ہر ایک کا کچا چٹھا اس کے ہاتھ میں تھمایا جائے گا، اس دن جو برائیاں لے کر گیا ہے اس کی کیسی شامت آئے گی!

۴- اور جب آسمان کی کھال اتاری جائے گی — اس کی کیا صورت ہوگی وہ وقت بتلائے گا۔

۵- اور جب دوزخ دہکائی جائے گی — دوزخ دہک رہی ہے، حدیث میں ہے: دوزخ کو ایک ہزار سال دہکایا تو وہ سرخ ہوئی، پھر ایک ہزار سال دہکایا تو وہ سفید ہوئی، پھر ایک ہزار سال دہکایا تو وہ سیاہ ہوئی، قیامت کے دن پھر اس کو دہکایا جائے گا، اس وقت اس کا حال معلوم نہیں کیا ہوگا؟

۶- اور جب جنت قریب لائی جائے گی — میدانِ حشر سے نظر آئے گی، دنیا و آخرت کے درمیان کا پردہ بس برائے نام رہ جائے گا، اس دن اللہ کے نیک بندے جنت کو دیکھ کر کس قدر شاداں فرحاں ہونگے: اس کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟

جب یہ واقعات پیش آئیں گے — آدمی جان لے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے — اُدھر آفتوں اور مصیبتوں کا سلسلہ اور اِدھر یہ معلوم ہونا کہ انجام کیا ہوگا؟ کیسا وحشت ناک دن ہوگا؟ ہاں آج کا سننا کل ضرور کام آئے گا۔

فَلَآ أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ﴿۱۵﴾ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ ﴿۱۷﴾ وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۸﴾

فَلَآ	پس نہیں!	بِالْخُنَّسِ (۱)	پیچھے ہٹنے والے کی	الْكُنَّسِ (۳)	چھپ جانے والے کی
أُقْسِمُ	قسم کھاتا ہوں میں	الْجَوَارِ (۲)	چلتے رہنے والے کی	وَالَّيْلِ	اور رات کی

(۱) الخُنّس: الخانس کی جمع: پیچھے کو ہٹنے والا سیارہ، خمسہ متحیرہ: زُحل، مشتری، مریخ، زہرہ اور عطارد، خَنَسَ (ض) خَنْسًا: پیچھے ہونا، خنّس اور أخنس: کسی کو پیچھے چھوڑ کر آگے بڑھ جانا، خنّاس: شیطان، وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔
(۲) الجَوَارِ: الجاریة کی جمع: چلتے رہنے والا (۳) الکنس: الکانس کی جمع: کَنَسَ الظبيُ: ہرن کا اپنی پناہ گاہ میں چھپنا۔

اِذَا عَسْعَسَ (۱)	جب وہ گذر جائے	وَالصُّبْحِ	اور صبح کی	اِذَا تَنَفَّسَ	جب وہ سانس لے

قیامت کے یہ احوال قرآن بیان کرر ہاہے، اور قرآن جبرئیل علیہ السلام پہنچا کر لوٹ جاتے ہیں، کیونکہ جہالت کی شبِ تار کے بعد صبح ہدایت کا نمودار ہونا ضروری ہے

ان آیات میں دو قسمیں ہیں، ان سے دو باتیں بیان کرنا مقصود ہے:

اول: پانچ سیارے ایسے ہیں جو کبھی سیدھے چلتے ہیں کبھی پیچھے چلتے ہیں، ان کو خمسہ متحیرہ کہتے ہیں، وہ زحل، مشتری، عطارد، مریخ اور زہرہ ہیں، جب یہ پیچھے کو ہٹتے ہیں تو پیچھے ہی کو چلتے رہتے ہیں، اور کبھی پیچھے چلتے چلتے اپنے مطالع میں چھپ جاتے ہیں (بیان القرآن)

اس قسم سے یہ ثابت کرنا ہے کہ قرآنِ کریم کی وحی لے کر حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے ہیں وہ وحی پہنچا کر پیچھے لوٹ جاتے ہیں، اور واپس چلتے چلتے اپنے مستقر میں پہنچ جاتے ہیں۔

دوم: رات کے گذرنے کی اور صبح کی نمودار ہونے کی قسم کھائی ہے، اس سے یہ ثابت کرنا مقصود ہے کہ جہالت کا تاریک دور گذر گیا، اب صبح ہدایت قرآن کی شکل میں نمودار ہوئی ہے، اس کی قدر پہچانو، موقع ہاتھ سے نکل نہ جائے۔

آیاتِ پاک: ــــ پس نہیں ــــ یعنی قرآن کے کتابِ الٰہی ہونے کا انکار مت کرو ــــ میں قسم کھاتا ہوں پیچھے ہٹنے والے، چلتے رہنے والے، چھپ جانے والے سیاروں کی ــــ اور رات کی قسم کھاتا ہوں جب وہ گذر جائے، اور صبح کی جب وہ سانس لے ــــ یعنی نمودار ہو۔

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ﴿١٩﴾ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ ﴿٢٠﴾ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ ﴿٢١﴾ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ ﴿٢٣﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ﴿٢٤﴾ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ ﴿٢٥﴾ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ﴿٢٦﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿٢٧﴾ لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ ﴿٢٨﴾ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٢٩﴾ ع

إِنَّهُ	بے شک قرآن	رَسُولٍ	بھیجے ہوئے	ذِي قُوَّةٍ	طاقت ور
لَقَوْلُ	البتہ بات ہے	كَرِيمٍ	معزز فرشتے کی	عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ	عرش والے کے پاس

(۱) عسعس (باب فعللة) عَسْعَسَ الليلُ: رات کا گذر جانا۔

مَكِيْنٍ	ذی رتبہ	وَمَا هُوَ	اور نہیں وہ	اِلَّا ذِكْرٌ	مگر نصیحت
مُطَاعٍ	مقتدا	عَلَى الْغَيْبِ	غیب کی باتوں میں	لِّلْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے لئے
ثَمَّ	وہاں (آسمانوں میں)	بِضَنِيْنٍ	بخیل	لِمَنْ شَآءَ	اس کے لئے جو چاہے
اَمِيْنٍ	امانت دار	وَمَا هُوَ	اور نہیں وہ	مِنْكُمْ	تم میں سے
وَمَا صَاحِبُكُمْ	اور نہیں تمہارے ساتھی	بِقَوْلِ	بات	اَنْ يَّسْتَقِيْمَ	کہ سیدھا چلے
بِمَجْنُوْنٍ	کچھ پاگل	شَيْطٰنٍ	شیطان	وَمَا تَشَآءُوْنَ	اور نہیں چاہوگے تم
وَلَقَدْ	اور البتہ تحقیق	رَّجِيْمٍ	مردود کی	اِلَّآ اَنْ	مگر یہ کہ
رَاٰهُ	دیکھا ہے انھوں نے اس کو	فَاَيْنَ	پس کہاں	يَّشَآءَ اللّٰهُ	چاہیں اللہ
بِالْاُفُقِ	آسمان کے کنارے میں	تَذْهَبُوْنَ	جارہے ہو تم	رَبُّ	پالنہار
الْمُبِيْنِ	واضح	اِنْ هُوَ	نہیں ہے وہ	الْعٰلَمِيْنَ	جہانوں کے

قرآنِ کریم جن دوواسطوں سے لوگوں تک پہنچا ہے ان کی اعتباریت کا بیان

قرآنِ کریم درحقیقت لوگوں کی طرف اتارا گیا ہے، سورۃ النحل (آیت ۴۴) میں ہے: ﴿لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ﴾: تاکہ آپ کھول کر سمجھائیں اس قرآن کو جو لوگوں کی طرف اتارا گیا ہے، یعنی سبھی لوگوں کی طرف اتارا گیا ہے، صرف مسلمانوں کے لئے نہیں، البتہ دو واسطوں سے قرآن لوگوں تک پہنچا ہے، ایک واسطہ: جبرئیل علیہ السلام کا ہے، دوسرا: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا، یہ دونوں واسطے معتبر اور قابل اعتبار ہیں، پہلے واسطہ میں پانچ اوصاف ہیں: (۱) وہ معزز و مکرم فرشتہ ہے (۲) وہ طاقت ور ہے (۳) وہ عرش کے مالک کے نزدیک ذی رتبہ ہے (۴) آسمانوں میں اس کی بات مانی جاتی ہے (۵) اور وہ امانت دار ہے، جو چیز اسے سونپی جائے اس کی حفاظت کرتا ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق سے چار باتیں بیان فرمائی ہیں: (۱) آپ فرزانہ ہیں، دیوانہ نہیں (۲) آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا ہے، پس آپ ان کو خوب پہچانتے ہیں، وہ آپ کے لئے انجانے نہیں (۳) آپ غیب پر یعنی وحی کے ذریعہ جو باتیں آپ کو بتائی جاتی ہیں ان کو چھپاتے نہیں، اس بارے میں آپ بخیل نہیں (۴) قرآن شیطان مردود کی بات نہیں، وہ جن پری سے باتیں لے کر کہانت نہیں کی۔

پھر تم کہاں جارہے ہو؟ قرآنِ کریم کو اللہ کی کتاب کیوں نہیں مانتے؟ اور ایمان کیوں نہیں لاتے؟ قرآنِ کریم تو جہانوں کے پالنہار کی طرف سے ایک نصیحت نامہ ہے، جو سیدھی راہ چلنا چاہے اس سے فائدہ اٹھائے، مگر جان لو کہ بندوں کی مشیت

اللہ کی مشیت کے تابع ہے، اللہ کے چاہے بغیر بندہ نہیں چاہ سکتا، پس اسی سے ایمان کی توفیق مانگو محروم نہیں رہوگے!

آیاتِ پاک: ـــــ بے شک یہ قرآن ایک معزز بھیجے ہوئے فرشتہ کی بات ہے، جو قوت والا ہے، عرش کے مالک کے نزدیک ذی رتبہ ہے، وہاں آسمانوں میں اس کی بات مانی جاتی ہے، وہ قابل اعتماد ہے۔

اور تمہارے ساتھی (محمد ﷺ) کچھ دیوانے نہیں، اور بلاشبہ انھوں نے اس فرشتہ کو دیکھا ہے آسمان کے واضح کنارے میں ـــــ اس کی تفصیل سورۃ النجم میں ہے ـــــ اور وہ غیب کی باتوں میں بخیل بھی نہیں، اور وہ شیطان مردود کی بات بھی نہیں ـــــ پس تم کہاں جارہے ہو؟ قرآن جہانوں کے لیے نصیحت ہی ہے، اس شخص کے لئے جو تم میں سے سیدھی راہ چلنا چاہے، اور تم نہیں چاہوگے مگر یہ کہ اللہ رب العالمین چاہیں!

قرآن اللہ کا پاک کلام ہے، ہر اس انسان کے لئے ہے جو سیدھی راہ چلنا چاہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الانفطار

اس سورت میں بھی قیامت اور اس کے متعلقات کا بیان ہے، اور اس میں پانچ باتیں ہیں:

پہلی بات: شروع میں قیامت کی منظر کشی کی ہے، جب قیامت کا وقت آئے گا تو نفخۂ اولیٰ کے بعد تین واقعات پیش آئیں گے، اور نفخۂ ثانیہ کے بعد ایک بات پیش آئے گی، یعنی قبریں الٹ دی جائیں گی، مُردے نکل آئیں گے، اور قیامت شروع ہوجائے گی، اس دن ہر شخص اپنے اگلے پچھلے اعمال کو جان لے گا (شروع سورت سے آیت ۵ تک)

دوسری بات: انسان کا گلہ شکوہ ہے کہ وہ اپنے رب کریم کے معاملہ میں کیوں دھوکہ کھائے ہوئے ہے؟ وہ ایسا کیوں خیال کرتا ہے کہ وہ سخی آقا اس کو دوبارہ پیدا نہیں کرے گا، حالانکہ جس آقا نے پہلی مرتبہ اس کو شاندار بنایا وہ دوسری مرتبہ بنانے سے کیوں عاجز ہوگیا (آیت ۶ سے آیت ۸ تک) (حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے اس کو تقریع (دھمکانا) قرار دیا ہے)

تیسری بات: انکار قیامت کی اصل وجہ بیان کی ہے کہ انسان اعمال کی جزاء سے دوچار ہونا نہیں چاہتا، اس لئے بعث بعد الموت کا انکار کرتا ہے، حالانکہ جزاء کے لئے ریکارڈ تیار کیا جارہا ہے، کراماً کاتبین بندوں کے اعمال لکھ رہے ہیں، وہ اس کے تمام کاموں سے واقف ہیں، انسان سوچے! اگر جزاوسزا نہیں تو یہ ریکارڈ تیار کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ (آیت ۹ سے آیت ۱۲ تک)

چوتھی بات: جزاوسزا بیان کی ہے کہ نیک لوگ جنت میں ہونگے اور بدکار دوزخ میں، وہ دوزخ میں قیامت کے دن

داخل ہونگے، پھر وہاں سے چھٹک نہیں سکیں گے (آیت ۱۳ اسے آیت ۱۶ تک)

پانچویں بات: قیامت کے دن سارا اختیار اللہ کا ہوگا، اس دن کوئی شخص کسی شخص کے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا (آیت ۱۷ اسے آخر تک)

آیاتها ۱۹ — (۸۲) سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ (۸۲) — رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝۴ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝۵ يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝۶ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝۷ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝۸ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝۹ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝۱۰ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝۱۱ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝۱۲ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝۱۳ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝۱۴ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝۱۵ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝۱۶ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۱۷ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۱۸ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝۱۹

ع ۱۹/۷

اِذَا السَّمَآءُ	جب آسمان	وَاِذَا الْقُبُوْرُ	اور جب قبریں	يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ	اے انسان
انْفَطَرَتْ (۱)	پھٹ جائے گا	بُعْثِرَتْ (۴)	زیر وزبر کردی جائیں گی	مَا غَرَّكَ	کس چیز نے دھوکہ
وَاِذَا الْكَوَاكِبُ	اور جب ستارے	عَلِمَتْ	جان لے گا		میں ڈالا تجھ کو
انْتَثَرَتْ (۲)	جھڑ جائیں گے	نَفْسٌ	آدمی	بِرَبِّكَ	تیرے رب کے معاملہ میں
وَاِذَا الْبِحَارُ	اور جب سمندر	مَا قَدَّمَتْ	جو آگے بھیجا اس نے	الْكَرِيْمِ (۵)	جو بڑا کریم ہے
فُجِّرَتْ (۳)	ابل پڑیں گے	وَاَخَّرَتْ	اور جو پیچھے چھوڑا اس نے	الَّذِيْ	جس نے

(۱) انفطار: پھٹنا، باب انفعال (۲) انتثار: جھڑنا، بکھرنا، نَثَرَ الشیئَ: بکھیرنا (۳) تفجیر: (چشمہ) جاری کرنا (۴) بعثرۃ (فعللۃ) الٹ پلٹ دینا، قبروں کو اکھاڑ دینا، نیچے کی مٹی اوپر لے آنا (۵) کریم کا اردو میں ترجمہ نہیں ہوسکتا، کریم: ایسا بڑا سخی اور فیاض جس کی بخشش وعطا کا سلسلہ کبھی منقطع نہ ہو (القاموس الوحید)

خَلَقَكَ	تجھ کو پیدا کیا	يَعۡلَمُوۡنَ	جانتے ہیں	الدِّيۡنِ	جزاء کا
فَسَوّٰٮكَ	پس ٹھیک بنایا تجھ کو	مَا تَفۡعَلُوۡنَ	جو کرتے ہو تم	ثُمَّ مَاۤ اَدۡرٰٮكَ	پھر تجھے کیا پتہ
فَعَدَلَكَ	پھر برابر کیا تجھ کو	اِنَّ الۡاَبۡرَارَ	بے شک نیک لوگ	مَا يَوۡمُ	کیا ہے دن
فِىۡۤ اَىِّ صُوۡرَةٍ مَّا	جونسی صورت میں بھی	لَفِىۡ نَعِيۡمٍ	البتہ نعمتوں میں ہونگے	الدِّيۡنِ	جزء کا
شَآءَ	چاہا اس نے	وَّاِنَّ الۡفُجَّارَ	اور بے شک بدکار	يَوۡمَ	اس دن
رَكَّبَكَ	تجھے جوڑ دیا	لَفِىۡ جَحِيۡمٍ	البتہ دوزخ میں ہونگے	لَا تَمۡلِكُ	نہیں مالک ہوگا
كَلَّا	ہرگز نہیں	يَّصۡلَوۡنَهَا	داخل ہونگے وہ اس میں	نَفۡسٌ	کوئی شخص
بَلۡ تُكَذِّبُوۡنَ	بلکہ جھٹلاتے ہو تم	يَوۡمَ الدِّيۡنِ	جزاء کے دن	لِّنَفۡسٍ	کسی شخص کے لئے
بِالدِّيۡنِ	جزاء کو	وَمَا هُمۡ	اور نہیں ہونگے وہ	شَيۡـئًا	کسی چیز کا
وَاِنَّ عَلَيۡكُمۡ	اور بے شک تم پر ہیں	عَنۡهَا	دوزخ سے	وَالۡاَمۡرُ	اور معاملہ
لَحٰفِظِيۡنَ	بالیقین نگہبان	بِغَآئِبِيۡنَ	غائب ہونے والے	يَوۡمَئِذٍ	اس دن
كِرَامًا	عزت والے	وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ	اور تجھے کیا پتہ	لِّلّٰهِ	اللہ کے اختیار میں ہوگا
كَاتِبِيۡنَ	لکھنے والے	مَا يَوۡمُ	کیا ہے دن	۞	۞

قیامت کی ہولناکی

جب آسمان پھٹ جائے گا، اور ستارے جھڑ جائیں گے، اور سمندر ابل پڑیں گے ـــــ یہ واقعات نفخۂ اولیٰ کے بعد پیش آئیں گے ـــــ اور جب قبریں الٹ دی جائیں گی ـــــ اور مُردے نکل پڑیں گے ـــــ اس وقت ہر انسان جان لے گا جو آگے بڑھایا اس نے اور جو پیچھے چھوڑا اس نے ـــــ آگے بڑھایا: یعنی عمل کر کے آگے بھیج دیا، جیسے نماز پڑھ کر اور زکات دے کر آخرت میں ذخیرہ کر لیا، اور پیچھے چھوڑا: یعنی کوئی ایسا کام کر کے گیا جس کا اثر موت کے بعد بھی جاری رہا، جیسے کوئی رفاہی کام کر گیا۔

جب یہ واقعات رونما ہونگے تو انسان پر کیا بیتے گی؟ نفخۂ اولیٰ پر سارا کارخانہ اتھل پتھل ہو جائے گا، کوئی چیز اپنی حالت پر برقرار نہیں رہے گی، اس دن انسان کے بھی ہوش اڑ جائیں گے، پس اس دن سے ڈرو، اور اس کے لئے تیاری کرو۔

انسان کا گلہ شکوہ کہ وہ اپنے رب کریم کے معاملہ میں دھوکے میں کیوں پڑا ہوا ہے؟

انسان خیال کرتا ہے کہ اس کا کریم آقا اس کو دوبارہ پیدا نہیں کرے گا، حالانکہ اس نے پہلی مرتبہ اس کو شاندار بنایا ہے،

پس کیا وہ دوسری بار پیدا کرنے سے عاجز ہوگیا؟ ـــــ اے انسان! تجھے کس چیز نے دھوکہ میں ڈالا، تیرے رب کریم کے معاملہ میں؟ ـــــ ربِ کریم کے معاملہ میں: یعنی بعث بعد الموت کے معاملہ میں ـــــ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے ٹھیک بنایا ـــــ تیرا بدن، قُویٰ اور شکل وصورت شاندار بنائی ـــــ پھر تجھے برابر کیا ـــــ یعنی اخلاق وعادات میں معتدل بنایا ـــــ اور اس نے جس صورت میں بھی چاہا تجھے جوڑ دیا ـــــ کوئی بھی دو انسان ایک شکل وصورت کے نہیں ہیں، ہر دو میں کچھ نہ کچھ فرق ہے، یہ اللہ کی کاریگری کا کمال ہے۔

انسان کو اللہ نے اپنا احسان وکرم یاد دلایا ہے کہ وہ اپنی شکل وصورت، بدن اور قد وقامت میں غور کرے، پھر اپنی صلاحیتوں کو سوچے: اللہ نے اس کو کیسا شاندار اور کیسا باکمال بنایا ہے؟ کیا اس کے اس احسان کا شکریہ ہے کہ اس کو دوسری مرتبہ پیدا کرنے سے عاجز تصور کرلیا جائے!

بعث بعد الموت کے انکار کی اصل وجہ یہ ہے کہ انسان جزائے اعمال سے دوچار ہونا نہیں چاہتا

ہرگز نہیں ـــــ یعنی دوبارہ زندہ ہونے کا انکار مت کر ـــــ بلکہ تم جزاء کے دن کو جھٹلاتے ہو ـــــ یعنی انکار کی اصل وجہ یہ ہے کہ تم نہیں چاہتے کہ تمہیں جزاء کے دن سے سابقہ پڑے ـــــ حالانکہ تم پر یاد رکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں، وہ جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو ـــــ یہ ریکارڈ اسی لئے تو تیار کرایا جارہا ہے کہ ایک دن انصاف کیا جائے گا، اور ہر ایک کو قرار واقعی جزاوسزا ملے گی۔

انصاف کے دن کیا فیصلہ ہوگا؟

بے شک نیک لوگ جنت میں ہونگے، اور بدکار دوزخ میں، جس میں وہ انصاف کے دن داخل ہونگے، اور وہ دوزخ سے چھٹک نہیں سکیں گے! ـــــ سدا اس میں سڑیں گے۔

انصاف کے دن سارا اختیار اللہ کا ہوگا

اور تجھے معلوم ہے انصاف کا دن کیا ہے؟ پھر (کہتا ہوں) تجھے معلوم ہے انصاف کا دن کیا ہے؟ اس دن کوئی کسی کے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا، اس دن سارا اختیار اللہ ہی کا ہوگا! ـــــ آج بھی سارا اختیار اللہ ہی کا ہے، مگر بظاہر دوسرے بھی دعوی رکھتے ہیں، مگر اس دن کوئی دعوے دار نہیں ہوگا: ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾: قیامت کے دن سوال ہوگا: آج کس کی حکومت ہے؟ سب لرز جائیں گے، کسی میں جواب دینے کی ہمت نہ ہوگی، پس خود ہی جواب دیں گے: ایک غالب اللہ کی حکومت ہے، جزاء کے دن کے وہی مالک ہیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ التطفیف

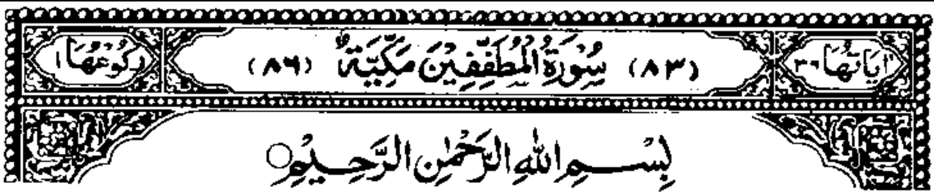
اس سورت کے دو نام ہیں: التطفیف اور المطففین، طَفَّفَ المكيالَ کے معنی ہیں: پیمانے کو پورا نہ بھرنا، کم رکھنا۔ سورۃ الانفطار قیامت کے تذکرہ پر پوری ہوئی تھی، یہ اسی کے تذکرہ سے شروع ہورہی ہے، وہ لوگ کم ناپتے تولتے ہیں جن کو نہ خدا کا خوف ہے نہ قیامت کا ڈر! پس اس سورت کا موضوع بھی قیامت اور جزاوسزا کا بیان ہے، اور اس سورت میں بنیادی مضامین چار ہیں:

۱- شروع میں کم ناپنے تولنے والوں کے لئے وعید ہے، جب وہ حساب کتاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونگے تو ان کے لئے بڑی کم بختی ہوگی۔

۲- بدکاروں کا ٹھکانا جیل خانہ (دوزخ) ہے، پھر جہنمیوں کے بارے میں پانچ باتیں بیان کی ہیں۔

۳- نیکوکاروں کا ٹھکانا بالاخانہ (جنت) ہے، پھر ان کی پانچ نعمتوں کا ذکر ہے۔

۴- دنیا میں جو لوگ مسلمانوں کا ٹھٹھا کرتے ہیں: آخرت میں جب پانسہ پلٹے گا تو مسلمان: کفار پر ہنسیں گے، اور ان کو قرار واقعی سزا ملے گی۔



وَيۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ ① الَّذِيۡنَ اِذَا اكۡتَالُوۡا عَلَى النَّاسِ يَسۡتَوۡفُوۡنَ ② وَاِذَا كَالُوۡهُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡهُمۡ يُخۡسِرُوۡنَ ③ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ ④ لِيَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ⑤ يَّوۡمَ يَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ⑥

وَيۡلٌ	بڑی کم بختی ہے	لِّلۡمُطَفِّفِيۡنَ (۱)	گھٹانے والوں کیلئے	الَّذِيۡنَ اِذَا	وہ لوگ کہ جب

(۱) مُطَفِّف: اسم فاعل، تطفیف: ناپ تول میں کمی کرنا۔

اکْتَالُوْا(1)	ناپ کر لیتے ہیں	یُخْسِرُوْنَ	(تو) گھٹا کردیتے ہیں	لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ	ایک بڑے دن میں
عَلَى النَّاسِ	لوگوں سے	اَلَا یَظُنُّ	کیا گمان نہیں کرتے	یَوْمَ	جس دن
یَسْتَوْفُوْنَ	(تو) پوراپورا لیتے ہیں	اُولٰٓئِكَ	وہ لوگ	یَقُوْمُ	کھڑے ہونگے
وَاِذَا كَالُوْهُمْ(2)	اور جب ان کوناپ کر	اَنَّهُمْ	کہ وہ	النَّاسُ	لوگ
	دیتے ہیں	مَّبْعُوْثُوْنَ	دوبارہ زندہ کئے جائیں	لِرَبِّ	رب کے لئے
اَوْ وَّزَنُوْهُمْ	یاان کوتول کردیتے ہیں		گے	الْعٰلَمِیْنَ	جہانوں کے

ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے قیامت کے دن بڑی کم بختی ہوگی

جولوگ دوسروں سے تو پوراناپ کرلیتے ہیں، مگر دوسروں کوکم ناپ تول کردیتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن بہت بڑی تباہی، بربادی اور عذاب ہوگا، ارشادفرماتے ہیں: —— بڑی کم بختی ہے گھٹانے والوں کے لئے! یہ وہ لوگ ہیں کہ جب وہ دوسروں سے ناپ کرلیتے ہیں تو پوراپورا لیتے ہیں۔ اور جب ان کوناپ کر یاتول کردیتے ہیں تو کمی کرتے ہیں، کیا ان کوخیال نہیں کہ وہ ایک بڑے دن میں زندہ کئے جائیں گے، جس دن تمام آدمی پروردگارعالم کے سامنے کھڑے ہونگے:

تفسیر: ڈنڈی مارنا بہت بری عادت ہے، آج کل بعض دوکاندار ایسا کرتے ہیں، اور حدیث میں ہے کہ جن لوگوں میں بھی کم تولنے ناپنے کی بیماری پیدا ہوگی ان کی پیداوار گھٹ جائے گی، قحط پڑے گا اور کھانے کے لالے پڑجائیں گے، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب بازار سے گذرتے تو دوکانداروں سے فرماتے: اللہ سے ڈرو! پوراناپو تولو! کیونکہ قیامت کے دن کم ناپنے تولنے والے اس طرح کھڑے کئے جائیں گے کہ وہ پسینہ میں شرابور ہونگے، اور ترمذی شریف میں حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ کی حدیث (نمبر ۲۴۲۵) ہے، نبی ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن ہوگا تو سورج بندوں سے قریب کردیا جائے گا، یہاں تک کہ وہ ایک یادو میل (Mile) رہ جائے گا، پس سورج لوگوں کو پگھلادے گا، لوگ اپنے اعمال کے بقدر پسینہ میں ہونگے، کسی کو پسینہ ایڑی تک پکڑے گا، کسی کو گھٹنوں تک، کسی کو کمر تک اور کسی کو پسینہ لگام دیدے گا، یعنی پسینہ منہ تک پہنچ جائے گا اور کلام سے روک دے گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: کیا کم ناپنے تولنے والوں کو اس بات کا اندیشہ نہیں کہ ان کو قیامت کے دن زندہ ہوکر اٹھنا ہے، اور رب العالمین کے سامنے کھڑا ہونا ہے، اس دن مصیبت کا جو عالم ہوگا اس کا ہم آج تصور بھی نہیں کرسکتے، پس جان لو کہ

(۱) اکْتَال منه وعلیه: کسی سے اپنے لئے خود ناپ کرلینا (باب افتعال) (۲) کالوهم: أی کالوا لهم، اسی طرح وزنوهم: أی وزنوا لهم۔

ناپ تول میں دھوکہ مسلمانوں کا کام نہیں، یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جن کو نہ خدا کا خوف ہے نہ آخرت کا ڈر! اللہ تعالیٰ اس ناپاک حرکت سے ہماری حفاظت فرمائیں (آمین)

دوسری حق تلفیوں کا حکم: نبی ﷺ کا پاک ارشاد ہے: جس نے اپنے مسلمان بھائی کی کوئی حق تلفی کی، خواہ اس کا تعلق آبرو سے ہو یا کسی اور معاملہ سے، پس چاہئے کہ وہ اس سے آج معاف کرالے، اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جب نہ دینار ہوگا نہ درہم، اگر ظالم کے پاس نیکی ہوگی تو اس سے ظلم کے بقدر لیا جائے گا، اور اگر نیکی نہیں ہوگی تو مظلوم کی برائیوں میں سے اس پر لادا جائے گا (بخاری شریف حدیث ۲۴۴۹) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر حق تلفی خطرناک ہے، حقوق اللہ کی معافی تو ممکن ہے کہ اللہ کریم ہیں، مگر حقوق العباد کا معاملہ سنگین ہے، حدیث میں ہے کہ شہادت سے بھی قرضہ معاف نہیں ہوتا حق العبد بندے کے معاف کرنے ہی سے معاف ہوگا، اور قیامت کے دن سب محتاج ہونگے، ہر ایک اپنا حق وصول کرے گا، کوئی کسی کو معاف نہیں کرے گا۔

سوال: لینے کی طرف صرف ناپنے کا ذکر کیا، اور دینے کی طرف کم ناپنے تولنے کا ذکر کیا اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: اپنا حق پورا وصول کرنا مذموم نہیں، اس کے ذکر سے مقصود کم دینے کی مذمت کو مؤکد کرنا ہے، یعنی کم دینا اگرچہ فی نفسہ مذموم ہے لیکن اس کے ساتھ اگر لیتے وقت پورا لیا جائے تو اور بھی مذموم ہے، اس لئے پہلے اختصار کیا۔

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝۷ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝۸ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝۹ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝۱۱ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝۱۲ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳

كَلَّآ	ہرگز نہیں	مَا سِجِّيْنٌ	قید خانہ کیا ہے؟	لِّلْمُكَذِّبِيْنَ	جھٹلانے والوں کیلئے
اِنَّ كِتٰبَ	بے شک نوشتہ	كِتٰبٌ	ایک نوشتہ ہے	الَّذِيْنَ	وہ جو
الْفُجَّارِ	بدکاروں کا	مَّرْقُوْمٌ	لکھا ہوا	يُكَذِّبُوْنَ	جھٹلاتے ہیں
لَفِيْ سِجِّيْنٍ (۱)	البتہ قید خانہ میں ہے	وَيْلٌ	بڑی کم بختی ہے	بِيَوْمِ	دن کو
وَمَآ اَدْرٰىكَ	اور تجھے کیا پتہ	يَّوْمَىِٕذٍ	اس دن	الدِّيْنِ	جزاء کے

(۱) سجین اور سِجْن: مترادف ہیں: جیل، قید خانہ، یہ کوئی نیا لفظ نہیں، سورۃ بنی اسرائیل (آیت ۸) میں جہنم کے لئے حصیر آیا ہے، ما سجین: أی ما في سجين۔

وَمَا يُكَذِّبُ	اور نہیں جھٹلاتا	اَثِيْمٍ	گنہگار	قَالَ	کہتا ہے
بِهٖٓ	اس کو	اِذَا تُتْلٰى	جب پڑھی جاتی ہیں	اَسَاطِيْرُ	کہانیاں ہیں
اِلَّا كُلُّ	مگر ہر	عَلَيْهِ	اس کے سامنے	الْاَوَّلِيْنَ	اگلوں کی!
مُعْتَدٍ	حد سے بڑھنے والا	اٰيٰتُنَا	ہماری آیتیں	۞	۞

کفار جو جزاء کے دن کو جھٹلاتے ہیں ان کے ناموں کا رجسٹر جیل (دوزخ) میں ہے

پہلے ترمذی شریف کی ایک حدیث (نمبر ۲۱۴۱) پڑھ لیں جس میں یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنتیوں اور جہنمیوں کے نام رجسٹروں میں لکھ لئے ہیں:

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ گھر میں سے نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے، درانحالیکہ آپؐ کے ہاتھ میں دو رجسٹر تھے، پس فرمایا: ''جانتے ہو یہ دو رجسٹر کیا ہیں؟'' ہم نے کہا: نہیں، اے اللہ کے رسول! مگر یہ کہ آپؐ ہمیں بتلائیں (تو ہم جان سکتے ہیں) پس آپؐ نے اس رجسٹر کے لئے جو آپؐ کے دائیں ہاتھ میں تھا، فرمایا: ''یہ تمام جہانوں کے پالنہار کی طرف سے ایک رجسٹر ہے جس میں جنتیوں کے، ان کے باپ دادوں کے اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں، پھر ان کے آخر میں میزان لگادی گئی ہے یعنی ٹوٹل کر دیا گیا ہے، پس کبھی بھی نہ تو ان میں کوئی اضافہ کیا جائے گا اور نہ ان میں کوئی کمی کی جائے گی'' پھر آپؐ نے اس رجسٹر کے لئے جو آپؐ کے بائیں ہاتھ میں تھا، فرمایا: ''یہ تمام جہانوں کے پالنہار کی طرف سے ایک رجسٹر ہے، اس میں جہنمیوں کے، ان کے باپ دادوں کے اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں، پھر ان کے آخر میں میزان لگادی گئی ہے، پس کبھی بھی نہ تو ان میں کوئی اضافہ کیا جائے گا اور نہ ان میں کوئی کمی کی جائے گی''

تشریح: یہ دو رجسٹر جو آپؐ کے ہاتھوں میں تھے: محسوس تھے یا معنوی؟ حدیث سے بظاہر یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ محسوس تھے، اور دوسری دنیا کی چیزیں جس طرح انبیاء کے لئے متمثل ہوتی ہیں صحابہ وغیرہ کے لئے بھی کبھی متمثل ہوتی ہیں، مثلاً حضرت جبرئیل علیہ السلام کبھی صحابہ کو بھی نظر آتے تھے، اسی طرح اگر یہ رجسٹر صحابہ کو بھی نظر آئے ہوں تو اس میں کوئی استبعاد نہیں۔

رہا یہ سوال کہ اتنے سارے نام ایک ایک رجسٹر میں کیسے آگئے؟ اور اتنے بڑے بڑے رجسٹر ہاتھوں میں لے کر آپؐ کیسے تشریف لائے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اب کمپیوٹر اور ڈی جیٹل کا زمانہ ہے، بڑے سے بڑا کتب خانہ ایک چھوٹی سی چپٹ میں آجاتا ہے، پس یہ سارے نام قابل تحمل رجسٹروں میں کیوں نہیں آسکتے؟

ارشادِ پاک ہے: جزاء کا انکار مت کرو، بدکاروں کے ناموں کا رجسٹر جیل خانہ (دوزخ) میں ہے، اور جہاں ان کا رجسٹر ہے وہاں وہ خود بھی ہونگے، جیسے کتب خانہ کا رجسٹر کتب خانہ میں ہوتا ہے، اور جس دن دوزخی وہاں پہنچیں گے ان کے لئے بربادی اور ہلاکت ہوگی، اور وہ ان کی روز جزاء کی تکذیب کا نتیجہ ہوگی۔

﴿ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ وَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ ﴾

ترجمہ: ہرگز نہیں ـــــ یعنی جزاء کا انکار مت کرو ـــــ بے شک بدکاروں کا رجسٹر جیل (دوزخ) میں ہے اور تجھے کیا خبر جیل کیا ہے؟ وہ ایک لکھا ہوا رجسٹر ہے ـــــ اُس رجسٹر میں جن کے نام ہیں جب وہ دوزخ میں پہنچیں گے تو ـــــ اُس دن بڑی کم بختی ہوگی جھٹلانے والوں کے لئے جو جزاء کے دن کو جھٹلاتے ہیں!

جزاء کے دن کا انکار سرکش گنہگار ہی کرتا ہے

سرکشی اور گناہ سے دلچسپی آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہیں، پھر اس کے اندھاپن کی کوئی حد نہیں رہتی، یہاں تک کہ جب اس کے سامنے اللہ کا کلام پڑھا جاتا تو کہہ دیتا ہے: اس میں کیا رکھا ہے؟ یہ تو اگلوں کی مذہبی جھوٹی داستانیں ہیں! حالانکہ قرآن کی باتوں کو سن کر کانپ جانا چاہئے تھا، عبرت حاصل کرنی چاہئے تھی، اللہ کے قانونِ قدرت سے ڈرنا چاہئے تھا، اس کی پکڑ سے کوئی بچ نہیں سکتا، مگر ہائے رے کم بختی! جب آدمی عقل سے پیدل ہو جائے تو کیسی کیسی حماقت بھری باتیں کرتا ہے!

﴿ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: اور جزاء کے دن کو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد سے تجاوز کرنے والا گنہگار ہے، جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتا ہے: یہ پہلوں کی کہانیاں ہیں!

كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝

كَلَّآ	ہرگز نہیں	مَا كَانُوْا	اس کا جو تھے	عَنْ رَّبِّهِمْ	اپنے پروردگار سے
بَلْ	بلکہ	يَكْسِبُوْنَ	کماتے	يَوْمَىِٕذٍ	اس دن
رَانَ	زنگ بیٹھ گیا ہے	كَلَّآ	ہرگز نہیں	لَمَحْجُوْبُوْنَ	البتہ پردے میں کئے
عَلٰى قُلُوْبِهِمْ	ان کے دلوں پر	اِنَّهُمْ	بے شک وہ		ہوئے ہونگے

ثُمَّ	پھر	الْجَحِيْمِ	دوزخ میں	هٰذَا الَّذِيْ	یہ ہے جو
إِنَّهُمْ	بے شک وہ	ثُمَّ	پھر	كُنْتُمْ بِهٖ	تھے تم اس کو
لَصَالُوا	البتہ داخل ہونے والے ہیں	يُقَالُ	کہا جائے گا	تُكَذِّبُوْنَ	جھٹلاتے

تکذیب کی اصل وجہ یہ ہے کہ تکذیب کرنے والوں کے دلوں پر ان کے کرتوں کا زنگ بیٹھ گیا ہے

دل انسان کا سب سے اہم عضو ہے، جب اس کو کوئی شخص برابر گناہ پر لگائے رہے تو وہ سیاہ ہوجاتا ہے، قبولِ حق کی صلاحیت ختم ہوجاتی ہے، اور بالآخر دل مردہ ہوجاتا ہے، ترمذی شریف کی حدیث (نمبر ۳۳۵۷) ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ لگا دیا جاتا ہے، پھر جب وہ گناہ سے نکل جاتا ہے اور بخشش طلب کرتا ہے اور توبہ کرلیتا ہے تو اس کا دل صاف کردیا جاتا ہے، اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو اس دھبہ میں اضافہ کردیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس کے دل پر چھا جاتا ہے، اور یہی وہ زنگ ہے جس کا اللہ پاک نے: ﴿كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ﴾ میں ذکر کیا ہے"

﴿كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ﴾

ترجمہ: ہرگز نہیں ـــــ یعنی قرآن اگلوں کی کہانیاں نہیں ـــــ درحقیقت ان کے دلوں پر زنگ بیٹھ گیا ہے ان کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے ـــــ اس وجہ سے قبول حق کی صلاحیت ختم ہوگئی، اور وہ قرآن کو اللہ کی کتاب ماننے کے لئے تیار نہیں!

مکذبین آخرت میں دیدارِ خداوندی سے محروم ہونگے اور وہ ان کے لئے بڑی سزا ہوگی

جھٹلانے والوں کو آخرت میں ایک بڑی سزا ملے گی کہ وہ جمالِ خداوندی کی زیارت سے محروم ہونگے اور یہ ان کے لئے بڑی سزا ہوگی، اور یہ محرومی اسی وقت سزا ہوسکتی ہے جب ان کے دلوں میں اللہ کی انتہائی محبت اور دیدار کا شوق ہو، عاشق کو معشوق کے دیدار سے محروم رکھا جائے تو اس کی جان نکل جائے گی اور غیر عاشق کو محروم رکھا جائے تو وہ کہے گا: میرے پاپوش سے! مجھے دیکھنا ہی نہیں!

انسان کی فطرت میں بھی اللہ کی محبت رچی بسی ہے، خالق ومخلوق کا رشتہ باپ بیٹے کے رشتے سے قوی ہے، بندہ اگر فرنٹ (FRONT) ہوجائے تو بھی دل میں مکنون محبت ختم نہیں ہوتی، اس لئے آخرت میں کفار بھی دیدارِ خداوندی کے مشتاق ہونگے، اور اُس نعمتِ بے بہا سے محرومی ان کے لئے بڑی سزا ہوگی۔

﴿ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ﴾

ترجمہ: ہرگز نہیں —— جزاوسزا کا انکار مت کر —— بے شک وہ لوگ اس دن اپنے پروردگار سے پردے میں کیے ہوئے ہونگے!

بالآخر مکذبین دوزخ میں داخل کیے جائیں گے

اس کے بعد جزاوسزا کا انکار کرنے والوں کو دوزخ میں ڈالا جائے گا، اور ان سے کہا جائے گا: تمہیں دنیا میں اپنے برے انجام کا یقین نہیں تھا، اب اپنی آنکھوں سے اس دوزخ کو دیکھ لو جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے!

﴿ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ ﴾

ترجمہ: پھر بے شک وہ دوزخ میں داخل کیے جائیں گے، پھر کہا جائے گا: ''یہی وہ دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے!''

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۚ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝

كَلَّآ	ہرگز نہیں	كِتٰبٌ	ایک رجسٹر ہے	عَلَى الْاَرَآئِكِ	مسہریوں پر
اِنَّ كِتٰبَ	بے شک رجسٹر	مَّرْقُوْمٌ	لکھا ہوا	يَنْظُرُوْنَ	دیکھ رہے ہونگے
الْاَبْرَارِ	نیکوں کا	يَّشْهَدُهُ	دیکھیں گے اس کو	تَعْرِفُ	پہچانیں گے آپ
لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ (۱)	البتہ بالاخانوں میں ہے	الْمُقَرَّبُوْنَ	مقرب بندے	فِيْ وُجُوْهِهِمْ	ان کے چہروں میں
وَمَآ اَدْرٰىكَ	اور تجھے کیا پتہ	اِنَّ الْاَبْرَارَ	بے شک نیک لوگ	نَضْرَةَ	تازگی
مَا عِلِّيُّوْنَ	بالاخانے کیا ہیں؟	لَفِيْ نَعِيْمٍ	یقیناً نعمتوں میں ہونگے	النَّعِيْمِ	نعمتوں کی

(۱) العِلّیّ: بلند ترین جگہ یا بلند ترین درجہ، العِلِّیُّوْن: جنت کے اعلی مقام کا نام، واو نون اعرابی ہیں اور ما علیون؟ أی ما فی علیین؟ ظرف بول کر مظروف مراد لیا ہے۔

يُسْقَوْنَ	پلائے جائیں گے	وَفِیْ ذٰلِكَ	اوراس میں	عَيْنًا	ایک چشمہ
مِنْ رَّحِيْقٍ (۱)	خالص شراب سے	فَلْيَتَنَافَسِ (۲)	پس چاہئے کہ ریس کریں	يَّشْرَبُ	پئیں گے
مَّخْتُوْمٍ	مہر لگی ہوئی	الْمُتَنَافِسُوْنَ	ریس کرنے والے	بِهَا	اس سے
خِتٰمُهٗ	اس کی مہر	وَمِزَاجُهٗ	اوراس کی ملونی	الْمُقَرَّبُوْنَ	مقرب بندے
مِسْكٌ	مشک ہے	مِنْ تَسْنِيْمٍ	تسنیم سے ہے	۞	۞

نیک لوگوں کے ناموں اور کاموں کا رجسٹر جنت میں ہے، اور وہاں ان پر پانچ نوازشات

جزاوسزا کا انکار مت کرو، بدکاروں کی بدانجامی تم دیکھ چکے، اب نیکوکاروں کی نیک انجامی بھی دیکھو، ابرار کے ناموں اور کاموں کا دفتر جنت کے بالا خانوں میں ہے، پس وہ بھی وہاں ہونگے، اور وہاں ان پر پانچ نوازشات ہونگی:

۱- ان کے ناموں اور کاموں کے دفتر کو مقرب بندے: ملائکہ اور مؤمنین شوق سے دیکھیں گے، اور جب کسی کے کارنامہ کو اہل نظر سراہتے ہیں تو آدمی پھولا نہیں سماتا، محل بنایا، باغ لگایا یا کوئی چیز ایجاد کی، اور ماہرین نے اس کو شوق سے دیکھا اور تعریف کی تو یہ عامل کے لئے سب سے بڑا صلہ ہے۔

۲- جنتیوں کو جنت میں ہر نعمت حاصل ہوگی، کسی چیز کا ٹوٹا نہیں ہوگا، ان کو وہاں ہر طرح کی سہولت، خوشی، راحت اور عزت حاصل ہوگی۔

۳- وہ مسہریوں پر بیٹھے نظارہ کریں گے، مسہریاں کیسی ہونگی؟ جیسی جنت ہوگی ویسی ہی مسہریاں ہونگی! ابھی ان کی خوبی کوئی نہیں بتلاسکتا، اور کس چیز کا نظارہ کریں گے؟ گردوپیش کا نظارہ کریں گے، جیسے آدمی لالہ زار میں بیٹھ کر چاروں طرف دیکھتا ہے اور خوش ہوتا ہے، اسی طرح جنتی جنت کے نظارے سے لطف اٹھائیں گے۔

۴- جنتیوں کے چہروں سے تازگی ٹپک رہی ہوگی، ایسے آدمی کے چہرے پر چمک دمک ہوتی ہے جس کو ہر طرح کا آرام اور اطمینان نصیب ہو، ایک جنت ہی ایسی جگہ ہے جہاں ہمیشہ جی لگا رہے گا۔

۵- نیک لوگوں کو جنت میں خالص سربمہر شراب ملے گی، جس کی ڈاٹ مشک کی ہوگی، اور اس میں تسنیم کی ملونی ہوگی، تسنیم جنت میں ایک چشمہ ہے، مقربین (سابقین) کو تو اسی چشمہ سے پلایا جائے گا، اور ابرار کے لئے اس میں سے ملونی کی جائے گی، اور یہ جام ایسی نعمت ہے کہ ریس کرنے والے اس کو حاصل کرنے کے لئے ریس کریں، یعنی نیک کام کریں تا کہ ان کو وہ جام نصیب ہو۔

---

(۱) الرحیق: صاف وخالص شراب (۲) تنافس القومُ فی کذا: کسی چیز کے حاصل کرنے میں باہم مقابلہ کرنا، ریس کرنا، کسی کو نقصان پہنچائے بغیر ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لینا۔

آیاتِ پاک: —— ہرگز نہیں —— یعنی جزاء کا انکار مت کرو —— بے شک نیک لوگوں کا رجسٹر جنت کے بالاخانوں میں ہے، اور تجھے کیا خبر ان بالاخانوں میں کیا ہے؟ وہاں لکھا ہوا ایک رجسٹر ہے: (۱) جس کو مقربین دیکھتے ہیں (۲) بے شک نیک لوگ نعمتوں میں ہونگے (۳) مسہریوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہونگے (۴) اور ان کے چہروں پر آپ نعمتوں کی تازگی دیکھیں گے (۵) وہ سر بمہر خالص شراب پلائے جائیں گے، اور اس کی مہر مشک کی ہوگی، پس چاہئے کہ مقابلہ کرنے والے اس میں مقابلہ کریں، اور اس میں ملونی تسنیم کی ہوگی، اور وہ ایک چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پیتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿۲۹﴾ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿۳۰﴾ وَإِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انْقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿۳۱﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿۳۲﴾ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ ﴿۳۳﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِينَ آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿۳۴﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ ﴿۳۵﴾ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۳۶﴾

ع ۸/۳۶

إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جنھوں نے	انْقَلَبُوا	پلٹتے ہیں	الَّذِينَ	جو لوگ
أَجْرَمُوا	گناہ کیا	فَكِهِينَ (۲)	خوش طبعی کرتے ہوئے	آمَنُوا	ایمان لائے
كَانُوا مِنَ الَّذِينَ	وہ ان سے جو	وَإِذَا رَأَوْهُمْ	اور جب دیکھتے ہیں ان کو	مِنَ الْكُفَّارِ	کافروں سے
آمَنُوا	ایمان لائے	قَالُوا	کہتے ہیں	يَضْحَكُونَ	ہنسیں گے
يَضْحَكُونَ	ہنستے ہیں	إِنَّ هَٰؤُلَاءِ	بے شک یہ لوگ	عَلَى الْأَرَائِكِ	مسہریوں پر
وَإِذَا مَرُّوا	اور جب گذرتے ہیں	لَضَالُّونَ	یقیناً بہکے ہوئے ہیں	يَنْظُرُونَ	دیکھیں گے
بِهِمْ	ان کے پاس سے	وَمَا أُرْسِلُوا	اور نہیں بھیجے گئے وہ	هَلْ (۳)	واقعی
يَتَغَامَزُونَ (۱)	آنکھیں مارتے ہیں	عَلَيْهِمْ	ان پر	ثُوِّبَ	بدلہ دیئے گئے
وَإِذَا انْقَلَبُوا	اور جب پلٹتے ہیں	حَافِظِينَ	نگہبان بنا کر	الْكُفَّارُ	کافر
إِلَىٰ أَهْلِهِمُ	اپنے گھر والوں کی طرف	فَالْيَوْمَ	پس آج	مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ	ان کاموں کا جو وہ کرتے تھے

(۱) غمز (ض) بالعین: آنکھ سے اشارہ کرنا، آنکھ مارنا (۲) فکھین: فَکِهٌ کی جمع: باتیں بنانے والا، مذاق اڑانے والا۔
(۳) ھل: استفہام تقریری کے لئے ہے، جو ما بعد کو ثابت کرتا ہے۔

دنیا میں کفار مسلمانوں کی ہنسی اڑاتے ہیں مگر آخرت میں پانسہ پلٹ جائے گا

کفار مکہ ابو جہل، ولید اور عاص لعنہم اللہ ضعفائے مسلمین بلال، عمار، خباب اور صہیب وغیرہ رضی اللہ عنہم کا الو بنایا کرتے تھے، جب ان کے پاس سے گذرتے تو ایک دوسرے کو آنکھ مارتے اور غمزہ کرتے، اور گھروں پر جا کر ان کی باتیں کر کے دل بہلاتے، اور جب ان سے ملتے تو کہتے: تم گمراہ ہوگئے ہو، اللہ پاک ارشاد فرماتے ہیں: کیا تمہیں ان کا ٹھیکیدار بنا کر بھیجا گیا ہے! پس آج وہ کمزور مسلمان جنت میں پہنچ کر قوی ہوگئے ہیں، وہ ان کافروں پر ہنس رہے ہیں، مسہریوں پر بیٹھے ان کی تباہ حالی کا نظارہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں: بالیقین ان کافروں کو ان کے کئے کا پورا بدلہ مل گیا!

آیاتِ پاک: —— بے شک جن لوگوں نے برے کام کئے —— آخری درجہ کے برے کام مراد ہیں، یعنی کفر و شرک میں مبتلا رہے —— وہ ایمان والوں پر ہنستے ہیں، اور جب وہ ان (مسلمانوں) کے پاس سے گذرتے ہیں تو (ایک دوسرے کو) اشارے کیا کرتے ہیں، اور جب وہ اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں تو بطور دل لگی مسلمانوں کا تذکرہ کیا کرتے ہیں، اور جب وہ مسلمانوں کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں: یہ لوگ بہکے ہوئے ہیں! اور ان کافروں کو مسلمانوں پر نگراں بنا کر نہیں بھیجا گیا، پس آج ایمان والے کافروں پر ہنس رہے ہیں، مسہریوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہیں، بالتحقیق کافروں کو ان کے کئے کا بدلہ مل گیا۔

فائدہ: مکہ کے کافروں کا جو طریقہ تھا: آج جہاں بھی کافروں کا غلبہ ہوتا ہے، مسلمانوں کے ساتھ ان کا یہی وتیرہ ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ کوئی ملک ہو، کوئی زمانہ ہو، کوئی ماحول ہو، نیک لوگوں کے ساتھ بدکار کافروں کا طریقہ ایک ہی رہتا ہے، پس مسلمان برداشت کریں، جب دنیا کی بساط لپیٹ دی جائے گی تو پانسہ پلٹ جائے گا، آج کے کمزور کل قوی ہو جائیں گے، اور جو ان پر ہنستے ہیں مسلمان ان پر ہنسیں گے۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الانشقاق

انشقاق کے معنی ہیں: پھٹنا، چرنا، شگاف پڑنا، کریک ہونا، اس سورت کا موضوع بھی حسب سابق قیامت اور مجازات ہے، اور اس سورت میں چار باتیں ہیں:

۱-انسان کا سب کرا کرایا، اچھا برا قیامت کے دن اس کے سامنے آجائے گا۔

۲-اللہ نے انسان کی دنیوی زندگی پُر مشقت بنائی ہے، موت تک سخت محنت میں لگا رہنا ہے اور اعمال کا فرق یہاں ظاہر نہیں ہوگا، مگر ایک دن اس کو اپنے اعمال سے سابقہ پڑے گا، کسی کو اس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اور کسی کو اس کی پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں تھمایا جائے گا، اور ایسا قیامت کے دن ہوگا، اس دن دونوں کے احوال مختلف ہونگے۔

۳-انسان کی موجودہ حالت آخری حالت نہیں، اس کو آگے درجہ بہ درجہ ترقی کرنی ہے، آگے دو زندگیاں ہیں، ایک قبر کی زندگی، دوسری: قیامت کی زندگی، یہ زندگی اس کی آخری حالت ہوگی، اور اس بات کو دو قسموں سے مدلل کیا ہے۔

۴-آخر میں کفار کے لئے زجر و توبیخ ہے، ان کو دھمکایا ہے اور عذاب الیم کی خوش خبری سنائی ہے، اور نیک مؤمنین کو دائمی اجر کی خبر دی ہے۔



اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ① وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ② وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ③ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ④ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ⑤

اِذَا	جب	اِنْشَقَّتْ	چر جائے گا	لِرَبِّهَا	اپنے رب کا
السَّمَآءُ	آسمان	وَاَذِنَتْ (۱)	اور حکم سن لے گا	وَحُقَّتْ (۲)	اور وہ اسی لائق ہے

(۱) أذِن (س) أذَنًا له وإليه: کان لگا کر سننا (۲) حُقّ: حَقَّ الأمرُ کا مجہول ہے، حُقَّ له أن یفعل کذا: اسے ایسا کرنا ضروری اور لازم ہے۔

وَ اِذَا	اور جب	وَاَلْقَتْ	اور ڈال دے گی	وَ اَذِنَتْ	اور حکم سن لے گی
الْاَرْضُ	زمین	مَا فِیْهَا	جو کچھ اس میں ہے	لِرَبِّهَا	اپنے رب کا
مُدَّتْ	کھینچ دی جائے گی	وَتَخَلَّتْ	اور خالی ہو جائے گی	وَحُقَّتْ (۱)	اور وہ اسی کے لائق ہے

انسان کا سب کرا کرایا اچھا برا قیامت کے دن اس کے سامنے آئے گا

جب (دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا، اور) آسمان پھٹ جائے گا ـــــ تاکہ فرشتے اور عرش پاک زمین پر اترے ـــــ اور وہ اپنے رب کا حکم سن لے گا، اور وہ اسی کے لائق ہے ـــــ یعنی اس کی حیثیت ہی یہ ہے کہ وہ اپنے پروردگار کا حکم مانے، اور اس کے سامنے مجبور ہو کر رہ جائے ـــــ اور جب زمین کھینچ دی جائے گی ـــــ یعنی بڑی کر دی جائے گی، حشر اسی زمین پر ہوگا، اولین و آخرین سب اسی زمین پر پیدا ہونگے، اس لئے زمین بڑی کر دی جائے گی، سمندر سوکھ جائیں گے، اور پہاڑ گرد ہو کر اڑیں گے اور سمندر کی گہر کو بھر دیں گے، اس طرح زمین پہاڑوں سے بھی خالی ہو جائے گی، علاوہ ازیں زمین کو ربڑ کی طرح کھینچ دیا جائے گا، یا غبارے کی طرح ہوا بھر کر پھلا دیا جائے گا، پھر اس پر حشر ہوگا ـــــ اور وہ اپنے اندر کی چیزوں کو باہر ڈال دے گی اور خالی ہو جائے گی ـــــ مراد خاص ہے، یعنی مُردے نکل آئیں گے، کوئی مرا ہوا زمین کے اندر نہیں رہے گا، سب نکل آئیں گے ـــــ اور وہ اپنے رب کا حکم سن لے گی، اور وہ اسی کے لائق ہے ـــــ اس دن انسان اپنے اعمال کو دیکھے گا۔

> يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝۶ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝۷ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝۸ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۹ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝۱۰ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝۱۱ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝۱۲ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۱۳ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝۱۴ بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۝۱۵

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ	اے انسان	كَادِحٌ (۲)	تکلیف اٹھانے والا ہے	كَدْحًا	سخت تکلیف اٹھانا
اِنَّكَ	بے شک تو	اِلٰى رَبِّكَ	تیرے رب تک	فَمُلٰقِيْهِ (۳)	پھر تو اس سے ملنے والا ہے

(۱) إذا کی جزاء محذوف ہے أی لَقِيَ الإنسانُ عملَه: انسان کا کرا کرایا اس کے سامنے آجائے گا، اور حذف کا قرینہ اگلی آیات ہیں۔ (۲) کادح: اسم فاعل: کَدَحَ (ف) فی العمل: محنت کرنا، مشقت اٹھانا، جانفشانی سے کام کرنا، انتھک کوشش کرنا۔ (۳) مُلاقِ: اسم فاعل: ضمیر کی طرف مضاف أی ملاقِ عملك المذكور من خير أو شر يوم القيامة (جلالين)

فَاَمَّا مَنْ	پس رہا جو	مَسْرُوْرًا	خوش خوش	اِنَّهٗ كَانَ	بے شک وہ تھا
اُوْتِيَ	دیا گیا	وَ اَمَّا مَنْ	اور رہا جو	فِيْٓ اَهْلِهٖ	اپنے گھر والوں میں
كِتٰبَهٗ	اس کا نامۂ اعمال	اُوْتِيَ	دیا گیا	مَسْرُوْرًا	خوش
بِيَمِيْنِهٖ	اس کے داہنے ہاتھ میں	كِتٰبَهٗ	اس کا نامۂ اعمال	اِنَّهٗ ظَنَّ	بیشک اس نے خیال کیا
فَسَوْفَ	پس عنقریب	وَرَآءَ ظَهْرِهٖ	اس کی پیٹھ کے پیچھے	اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ (۲)	کہ ہرگز نہیں لوٹے گا وہ
يُحَاسَبُ	حساب کیا جائے گا وہ	فَسَوْفَ يَدْعُوْا	پس عنقریب پکارے گا	بَلٰٓى	کیوں نہیں
حِسَابًا يَّسِيْرًا	آسان حساب	ثُبُوْرًا (۱)	موت کو	اِنَّ رَبَّهٗ	بیشک اس کا رب
وَّيَنْقَلِبُ	اور پلٹے گا وہ	وَّيَصْلٰى	اور داخل ہوگا	كَانَ بِهٖ	اس سے ہے
اِلٰٓى اَهْلِهٖ	اپنے گھر والوں کی طرف	سَعِيْرًا	دوزخ میں	بَصِيْرًا	خوب واقف

انسان مشقت بھری زندگی گذارتا ہے اور ثمرہ سامنے نہیں آتا، وہ اگلی زندگی میں سامنے آئے گا

اللہ نے انسان کی دنیوی زندگی مشقت بھری بنائی ہے، یہاں کسی کو چین نہیں، ہر شخص اچھے برے کام میں لگا ہوا ہے، اور ثمرہ سامنے نہیں آتا، پس کیا ہیرا اور خزف برابر ہوجائیں گے؟ نہیں! ایک دن آئے گا جس میں انسان کو اپنے عمل سے سابقہ پڑے گا، اس دن لوگ دو طرح کے ہونگے:

ایک: دائیں والے جن کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، ان کا آسان حساب ہوگا، اعمال دکھلا دیئے جائیں گے، پھر برائیوں سے درگذر کیا جائے گا، وہ میدان قیامت میں اپنے گھر والوں کے پاس خوش خوش لوٹے گا، جیسے ہم دنیا میں دیکھتے ہیں: اگر کسی کو کسی سنگین جرم میں عدالت میں جانا پڑتا ہے تو اس کے متعلقین کو اس کی واپسی کا کتنا سخت انتظار ہوتا ہے، پھر جب وہ بری ہوکر لوٹتا ہے تو خود اس کو اور اس سے مل کر اوروں کو کتنی خوشی ہوتی ہے؟ آخرت کی عدالت کا معاملہ دنیا کی عدالت سے زیادہ سخت اور سنگین ہے!

دوسرے: بائیں والے: جن کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، جب نامۂ اعمال اڑیں گے، اور بروں کے بائیں ہاتھ کی طرف آئیں گے تو وہ اپنا انجام سمجھ جائیں گے؟ اور بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ نہیں لینا چاہیں گے، وہ اپنا بایاں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے چھپادیں گے، پس ان کو وہیں بائیں ہاتھ میں اعمال نامہ تھمایا جائے گا، یہ شخص دنیا میں اپنی فیملی میں خوش خوش زندگی گذارتا تھا، اور اس کا گمان تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہونا، کیوں نہیں ہونا؟ مرنے کے بعد بھی اللہ

(۱) ثبور: مصدر: ہلاک ہونا، بابہ نصر (۲) حَارَ (ن) حَوْرًا: لوٹنا، واپس ہونا۔

تعالیٰ تیرے احوال سے باخبر ہیں، جس طرح انھوں نے تجھ کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے دوبارہ پیدا کریں گے!

جس کے ساتھ حساب میں ردوکد کی گئی اس کی لٹیا ڈوبی!

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس سے بھی حساب لیا جائے گا وہ ہلاک ہوگا!'' صدیقہؓ نے عرض کیا: اللہ مجھے آپؐ پر قربان کریں! کیا اللہ تعالیٰ (سورۃ الانشقاق آیات ۷و۸ میں) نہیں فرماتے: ''جس کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا: اس سے آسان حساب لیا جائے گا؟'' آپؐ نے فرمایا: ''وہ پیش کرنا ہے، لوگ پیش کئے جائیں گے (بندے کو بلا کر اس کے سامنے اس کے سب اعمال رکھ دیئے جائیں گے، پھر اس کی مغفرت کردی جائے گی) اور جس کے ساتھ حساب میں ردوکد کی گئی، وہ ہلاک ہوا یعنی جس سے پوچھا گیا کہ یہ گناہ کیوں کیا؟ اور جب تک مجرم جواب نہیں دے گا حساب میں پیش رفت نہیں ہوگی: وہ سزا دیا جائے گا۔

آیاتِ پاک: —— اے انسان! بے شک تو اپنے پروردگار کے پاس پہنچنے تک مشقت بھری زندگی گذارنے والا ہے، پس تو اس سے —— یعنی اپنے اعمال سے —— ملنے والا ہے، پس رہا وہ شخص جس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا گیا، اس سے عنقریب آسان حساب لیا جائے گا، اور وہ اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش لوٹے گا —— اور رہا وہ شخص جس کا اعمال نامہ اس کی پیٹھ کے پیچھے دیا گیا تو وہ عنقریب ہلاکت کو پکارے گا، اور وہ جہنم میں جائے گا —— وہاں وہ بدبخت کیا کرے گا؟ موت کو پکارے گا، بے بسی کے ساتھ پکارے گا کہ شاید موت آجائے، اور جان بچ جائے، مگر اب موت بھی نہیں آئے گی، اب تو بس دوزخ ہے اور اس کا عذاب! —— بے شک وہ (دنیا میں) اپنے متعلقین میں خوش خوش زندگی گذارتا تھا، اور اس نے خیال کر رکھا تھا کہ وہ ہرگز نہیں لوٹے گا —— یعنی دوبارہ پیدا نہیں ہوگا —— کیوں نہیں! اس کا پروردگار اس سے خوب واقف ہے!

فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾

فَلَآ (۱)	پس نہیں	بِالشَّفَقِ	شفق کی	وَمَا	اور ان کی جن کو
اُقْسِمُ	قسم کھاتا ہوں میں	وَالَّيْلِ	اور رات کی	وَسَقَ (۲)	سمیٹا اس نے

(۱) فلا: پس نہیں یعنی انسان کی موجودہ حالت آخری حالت نہیں، آگے لترکبن: جوابِ قسم آرہا ہے، اس کی ضد کی نفی ہے۔
(۲) وَسَقَ وَسْقًا: متفرق کو جمع کرنا (راغب) موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے أی وسقه۔

وَالْقَمَرِ	اور چاند کی	اتَّسَقَ[1]	پورا ہوجائے	طَبَقًا	(اوپر کے) درجہ میں
إِذَا	جب	لَتَرْكَبُنَّ[2]	ضرور تم کو چڑھنا ہے	عَنْ طَبَقٍ	(نیچے کے) درجہ سے

انسان کی موجودہ حالت آخری حالت نہیں، آگے قبر اور قیامت کی زندگیاں آرہی ہیں

اوپر یہ بات آئی ہے کہ کافر گمان کرتا ہے کہ وہ دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا، اس کا یہ خیال غلط ہے، انسان کی یہ دنیوی زندگی اس کی آخری حالت نہیں، آگے دو زندگیاں اور آرہی ہیں: ایک: قبر کی زندگی، دوسری: قیامت کی زندگی، اور اس کو دو قسموں سے مدلل کیا ہے۔

پہلی قسم: دن ختم ہوتا ہے تو رات شروع ہوتی ہے، کچھ دیر دن کا اثر شفق کی صورت میں باقی رہتا ہے، پھر رات چھا جاتی ہے، اور تمام حیوانات اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں، اسی طرح دنیا کی زندگی ختم ہوتی ہے تو موت آتی ہے اور لوگ چند دن یاد رکھتے ہیں (یہ شفق ہے) پھر بھول جاتے ہیں (یہ رات چھا گئی) اور سب روحیں بتدریج عالم برزخ میں سمٹ جاتی ہیں (یہ رات نے حیوانات کو سمیٹ لیا)

پھر عالم برزخ میں روحوں کی تربیت کی جاتی ہے، وہاں روحیں قوی ہوتی ہیں، اس دنیا میں روح پانچ فٹ اور ستر کلو وزن کے جسم کو ڈیل کرسکتی ہے، اور قیامت کے دن جسم ساٹھ ہاتھ کا ہوگا، اور اسی قدر وزنی بھی ہوگا، پس روحیں جب ریوس آئیں گے تو وہ ان ابدان کو ڈیل کریں گی، روحیں اتنی پاور فل کہاں بن گئیں؟ عالم برزخ میں ان کو ایسا قوی بنایا گیا۔

دوسری قسم: مہینہ شروع ہوتا ہے تو ہلال (نیا چاند) نمودار ہوتا ہے، پھر وہ دن بہ دن بڑھتا جاتا ہے، یہاں تک کہ چودہویں کو بدر کامل بن جاتا ہے، اسی طرح انسان درجہ بہ درجہ ترقی کرتا رہے گا، یہاں تک کہ قیامت کے دن کامل حالت میں پہنچ جائے گا۔

آیاتِ پاک: ــــ پس نہیں ــــ یعنی انسان اپنی موجودہ حالت ہی میں نہیں رہے گا ــــ میں شفق کی قسم کھاتا ہوں اور رات کی قسم کھاتا ہوں، اور ان چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جن کو رات سمیٹ لیتی ہے ــــ یہاں تک ایک قسم ہے ــــ اور چاند کی قسم کھاتا ہوں جب وہ پورا ابھر جاتا ہے ــــ یہ دوسری قسم ہے ــــ تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت میں پہنچنا ہے ــــ یہ جوابِ قسم اور مدعی ہے۔

---

(۱) اتَّسَقَ القمرُ: چاند کا پورا ہونا، مادّہ: وَسق۔ (۲) تَرْكَبُنَّ: رُكوب سے، مضارع با نون تاکید ثقیلہ، صیغہ جمع مذکر حاضر، اصل لتركبونَنَّ تھا، نون جمع اور واو حذف ہوا ہے (جالین)

فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢٠﴾ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ لَا يَسْجُدُونَ ﴿٢١﴾ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ﴿٢٢﴾ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُوعُونَ ﴿٢٣﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢٤﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ﴿٢٥﴾ ع

فَمَا لَهُمْ	پس ان کو کیا ہوا	كَفَرُوا	انکار کیا	أَلِيمٍ	دردناک
لَا يُؤْمِنُونَ	ایمان نہیں لاتے	يُكَذِّبُونَ	جھٹلاتے ہیں	إِلَّا الَّذِينَ	مگر جو لوگ
وَإِذَا قُرِئَ	اور جب پڑھا جاتا ہے	وَاللَّهُ	اور اللہ تعالیٰ	آمَنُوا	ایمان لائے
عَلَيْهِمُ	ان کے سامنے	أَعْلَمُ	خوب جانتے ہیں	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے
الْقُرْآنُ	قرآن	بِمَا يُوعُونَ (۱)	جس کو وہ جمع کرتے ہیں	الصَّالِحَاتِ	نیک کام
لَا يَسْجُدُونَ	(تو) سجدہ نہیں کرتے	فَبَشِّرْهُمْ	پس خوشخبری سنائیں انکو	لَهُمْ أَجْرٌ	ان کے لئے اجر ہے
بَلِ الَّذِينَ	بلکہ جنھوں نے	بِعَذَابٍ	عذاب کی	غَيْرُ مَمْنُونٍ	نہ ختم ہونے والا

قرآنِ کریم کی تکذیب کرنے والوں کو لتاڑ

پس ان لوگوں کو ــــ یعنی قرآن کے مخاطبین کو ــــ کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے، اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ نہیں کرتے؟ ــــ یہ سجدہ کی آیت ہے، یہاں سجدہ واجب ہے ــــ بلکہ منکرین (الٹے) تکذیب کرتے ہیں، اور اللہ کو خوب معلوم ہے جو وہ بھرے ہوئے ہیں ــــ یعنی دلوں میں جو تکذیب وانکار، بغض وعناد اور حق کی دشمنی بھری ہوئی ہے اس کو تو اللہ ہی خوب جانتا ہے (فوائد) ــــ پس خوش خبری سنائیں ان کو دردناک عذاب کی، البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے ان کے لئے کبھی نہ ختم ہونے والا صلہ ہے!



(۱) یوعون: إیعاءٌ سے مضارع جمع مذکر غائب: جمع کرتے ہیں، بھرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ البروج

بُرُوج: بُرْج کی جمع ہے، اس کے معنی ہیں: بڑے ستارے جو ننگی آنکھ سے نظر آتے ہیں، اور بَرَجَ (ن) بُرُوْجًا کے معنی ہیں: بلند اور نمایاں ہونا، سورت کے شروع میں بڑے ستاروں کی قسم کھائی ہے، اس لئے سورت کا یہ نام ہے، درمنثور میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں یہی تفسیر آئی ہے۔

یہ سورت مضمون کے اعتبار سے گذشتہ سورت کا تکملہ ہے، گذشتہ سورت کے آخر میں قرآن کی تکذیب کرنے والے کفار قریش کو لتاڑا ہے، اب اس سورت کے شروع میں قیامت کے دن اصحابِ اخدود (کھائیوں والوں) کے مقدمہ کی کاروائی، فیصلہ اور ان کا انجام سنایا ہے، کیونکہ کفار قریش نے بھی کمزور مسلمانوں کو ستانے میں اور ان کی ایذا رسانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، ان ظالموں کو خندق والے ظالموں کا مآل سنایا ہے کہ ان ظالموں کے خلاف قیامت کی کورٹ سے قصاصاً قتل کا فیصلہ ہوگا، اس سے سبق لیں۔

پھر مکذبین کو وارننگ دی ہے کہ اگر وہ مسلمانوں کو ستانا نہیں چھوڑیں گے اور ایمان نہیں لائیں گے تو ان کو دوزخ کے عذاب سے سابقہ پڑے گا۔ اس کے بالمقابل اہل ایمان کی ڈھارس بندھوائی ہے، اور ان کو 'بڑی کامیابی' کا مژدہ سنایا ہے، پھر سورت کے ختم تک کفار مکہ سے خطاب ہے، ان کو اللہ کی پکڑ سے ڈرایا ہے اور قرآنِ کریم کی عظمت کا بیان ہے۔

اصحابِ اخدود کا واقعہ

صحیح مسلم میں یہ واقعہ مفصل آیا ہے: اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کافر بادشاہ کے پاس ایک کاہن (غیب کی خبریں دینے والا) تھا، اس نے بادشاہ سے کہا: مجھے کوئی ہوشیار لڑکا دو، تاکہ میں اس کو اپنا علم سکھا دوں، چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا، اس کے راستہ میں ایک عیسائی راہب رہتا تھا، جو اس وقت کے دینِ حق (مسیحیت) کا سچا پیرو تھا، اس لڑکے کی راہب کے پاس آمد و رفت شروع ہوئی، اور وہ خفیہ طور پر مسلمان ہوگیا —— ایک مرتبہ اس لڑکے نے دیکھا کہ ایک شیر نے لوگوں کا راستہ روک رکھا ہے، اور لوگ پریشان ہیں، اس نے ایک پتھر لے کر دعا کی: اے اللہ! اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جائے! پھر پتھر شیر کو مارا تو وہ مر گیا، لوگوں میں اس کا بڑا چرچا ہوا کہ اس لڑکے کو کوئی

عجیب علم آتا ہے، ایک اندھے نے یہ بات سنی، کہتے ہیں: وہ بادشاہ کا وزیر تھا، اس نے آکر لڑکے سے کہا: اگر میری آنکھیں اچھی ہوجائیں تو میں نواز دونگا، لڑکے نے کہا: مجھے مال نہیں چاہئے، اگر تو مسلمان ہونے کا وعدہ کرے تو میں دعا کروں، اس نے وعدہ کیا، لڑکے نے دعا کی اور وہ بینا ہوکر مسلمان ہوگیا، بادشاہ کو یہ سب خبریں پہنچیں، اس نے لڑکے کو، راہب کو اور اندھے کو طلب کرلیا، جواب بینا تھا، پھر راہب اور بینا کو تو شہید کردیا، اور لڑکے کے لئے حکم دیا کہ اسے پہاڑ سے گرادیا جائے، مگر جو لوگ اس کو لے کر گئے تھے وہ گر کر ہلاک ہوگئے، اور لڑکا بچ آیا، پھر بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو سمندر میں غرق کردیا جائے، مگر جو ڈبونے گئے تھے وہ سب غرق ہوگئے اور لڑکا زندہ سلامت نکل آیا تو بادشاہ سخت مضطرب ہوا۔ لڑکے نے بادشاہ سے کہا: اگر تو مجھے مارنا چاہتا ہے تو بسم اللہ کہہ کر تیر مار: میں مرجاؤنگا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور لڑکا شہید ہوگیا ——— یہ واقعہ دیکھ کر ملک کے بہت سے عوام ایمان لے آئے، بادشاہ بدحواس ہوگیا، اس نے ارکانِ سلطنت کے مشورے سے بڑی بڑی خندقیں آگ سے دہکائیں، اور اعلان کیا کہ جو اسلام سے نہیں پھرے گا وہ نذرِ آتش کردیا جائے گا، چنانچہ سب مسلمان زندۂ جاوید بن گئے، ایک بھی دین سے نہیں پھرا۔

سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ (۸۵) (۲۷)

آیاتہا ۲۲ — رکوعہا ۱

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَاۤءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ﴿۱﴾ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ﴿۲﴾ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ﴿۳﴾ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ﴿۴﴾ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ﴿۵﴾ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ﴿۶﴾ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ﴿۷﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّاۤ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۸﴾ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاللهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۹﴾

وَالسَّمَاۤءِ	آسمان کی قسم	وَالْيَوْمِ	اور دن کی قسم	وَشَاهِدٍ (۲)	اور گواہوں کی قسم
ذَاتِ الْبُرُوْجِ	بڑے ستاروں والے	الْمَوْعُوْدِ (۱)	وعدہ کئے ہوئے	وَّمَشْهُوْدٍ (۳)	او رمقدمہ کے فریقین کی قسم

(۱) الموعود: وعدہ کیا ہوا: یعنی قیامت کا دن (۲) شاہد اور مشہود: اسم جنس ہیں، قلیل وکثیر پر بولے جاتے ہیں (۳) مشہود کے بعد لہ وعلیہ محذوف ہے، کورٹ میں گواہ مدعی پیش کرتا ہے، پس وہ مشہود لہ ہے، اور گواہی مدعیٰ علیہ (منکر) کی موجودگی میں سنی جاتی ہے، پس وہ مشہود علیہ ہے۔

قُتِلَ (۱)	مارے گئے	بِالْمُؤْمِنِيْنَ	مسلمانوں کے ساتھ	الْحَمِيْدِ	ستودہ صفات
اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ	کھائیوں والے!	شُهُوْدٌ	آنکھوں سے دیکھ رہے تھے	الَّذِيْ لَهٗ	وہ جس کے لئے
النَّارِ (۲)	آگ والے	وَمَا نَقَمُوْا	اور نہیں عیب پایا انھوں نے	مُلْكُ	حکومت ہے
ذَاتِ الْوَقُوْدِ	بہت ایندھن والی	مِنْهُمْ	ان لوگوں میں	السَّمٰوٰتِ	آسمانوں
اِذْ هُمْ عَلَيْهَا	جبکہ وہ کھائیوں پر	اِلَّآ اَنْ	مگر یہ کہ	وَالْاَرْضِ	اور زمین کی
قُعُوْدٌ	بیٹھے تھے	يُّؤْمِنُوْا	ایمان لائے تھے وہ	وَاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
وَّهُمْ عَلٰى مَا	اور وہ اس کو جو	بِاللّٰهِ	اللہ تعالیٰ پر	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ	ہر چیز کو
يَفْعَلُوْنَ	وہ کر رہے تھے	الْعَزِيْزِ	زبردست	شَهِيْدٌ	دیکھنے والے ہیں

قیامت کی کورٹ سے کھائیوں والوں کے لئے قتل کا فیصلہ

پہلے چار باتیں جان لیں:

۱- قیامت کے لمبے دن میں — جو پچاس ہزار سال کا ہے — اس دنیا کے تمام معاملات اللہ کی عدالت میں آخری فیصلہ کے لئے پیش ہونگے، خواہ دنیا میں ان کے فیصلے ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، اور خواہ فیصلے صحیح ہوئے ہوں یا غلط: سب کے دوبارہ آخری فیصلے ہونگے۔

۲- کھائیوں والوں کے خلاف اس دنیا میں کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا، کیونکہ وہ زبردست تھے، ان کے خلاف کون مقدمہ دائر کرتا اور کہاں کرتا؟ اب شہداء اللہ کی عدالت میں ان کے خلاف دعوی دائر کریں گے، اور کاروائی کے بعد ان کے خلاف قتلِ عمد میں قصاص کا فیصلہ ہوگا کہ قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔

۳- انسان کے اعمال ہر طرف ریکارڈ ہو رہے ہیں، زمین محفوظ کر رہی ہے، وہ قیامت کے دن گواہی دے گی، انسان کے اعضاء محفوظ کر رہے ہیں، وہ قیامت کے دن بولیں گے، آسمان کے بڑے بڑے ستارے ریکارڈ کر رہے ہیں، وہ گویا واچ کرنے والے کیمرے ہیں، وہ قرائن خارجیہ کے طور پر پیش ہونگے اور ستاروں کی یہ ریکارڈنگ ایک مثال ہے، ہر خارجی قرینہ پیش ہوگا۔

۴- مقدمہ میں مدعی (خندق کے شہداء) گواہ پیش کریں گے، وہ گواہ کون ہونگے؟ درمنثور میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ وہ گواہ نبی ﷺ ہونگے، اور حضور گواہ ہونگے تو آپؐ سے پہلے آپؐ کی امت گواہ ہوگی اور وہ

(۱) قتل: محذوف جوابِ قسم کا قرینہ ہے، یعنی اصحابِ اخدود کے خلاف قتل کا فیصلہ ہوگا (۲) النارِ: أصحاب الأخدود سے بدل اشتمال ہے، یعنی یہ دوزخ کی آگ نہیں، بہت سارے ایندھن میں لگائی ہوئی آگ ہے۔

حدیث جس میں جمعہ اور عرفات سے تفسیر آئی ہے وہ حدیث ضعیف ہے، اس کا ایک راوی موسیٰ بن عبیدۃ کی حدیثی یاداشت اچھی نہیں تھی، اور یہ حدیث اسی راوی سے مروی ہے (تحفۃ الالمعی ۷: ۵۴۱) پس شہداء مشہود لہم ہونگے، اور گواہی اصحابِ الاخدود کی موجودگی میں سنی جائے گی، اس لئے وہ مشہور علیہم ہونگے۔

مقدمہ کا فیصلہ: قیامت کے دن جس کا پکا وعدہ ہے، کھائیوں والے شہداء نے اصحابِ الاخدود کے خلاف مقدمہ دائر کیا، قرائنِ خارجیہ پیش ہوئے، مثلاً: بڑے ستاروں نے جو ریکارڈ کیا تھا وہ پیش ہوا، اور فریقین کی موجودگی میں گواہی گذری، اب انصاف سے فیصلہ کیا جاتا ہے کہ اصحاب الاخدود کو قتل عمد کی سزا میں قصاصاً قتل کیا جائے، اس فیصلہ کی طرف لفظ قُتِلَ اشارہ کرتا ہے، البتہ آخرت کے قتل کی نوعیت الگ ہوگی۔

مقدمہ کی مسل: کسی زمانہ میں، کسی علاقہ میں، کچھ لوگ ایک کرشمہ دیکھ کر مسلمان ہوئے تھے، بادشاہ کافر اور ظالم تھا، اس نے سب ایمان لانے والوں کو گرفتار کرلیا، اور مرتد ہونے کا حکم دیا، مسلمانوں نے انکار کیا، اس نے گہرے کھڈے کھدوائے، اور ان میں سوختہ بھر کر دہکایا، پھر جو ایمان سے نہیں ہٹا اس کو آگ میں ڈال کر بھن دیا۔

ان مسلمانوں کا جرم کیا تھا: جس کی ان کو یہ سزا دی گئی؟ صرف ایک جرم تھا کہ وہ اللہ پر ایمان کیوں لائے، حالانکہ یہ کوئی جرم نہیں تھا، اللہ کا تو حق تھا کہ ان پر ایمان لایا جائے، وہ زبردست ستودہ صفات ہیں، آسمانوں اور زمین کی حکومت انہی کی ہے، ان پر ایمان نہیں لائیں گے تو اور کس پر ایمان لائیں گے؟

پھر آخر میں یہ بات ہے کہ مقدمہ کی یہ کاروائی اور فیصلہ: ضابطہ کی کاروائی ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہیں، ان کو سزا دینے کے لئے کسی کاروائی کی ضرورت نہیں۔

آیاتِ پاک: —— بڑے بڑے ستاروں والے آسمان کی قسم! —— یہ مثال کے طور پر قرائن خارجیہ کا تذکرہ ہے —— اور وعدہ کئے ہوئے دن کی قسم! —— یعنی قیامت کے دن یہ مقدمہ چلے گا —— اور گواہوں کی اور جن کے خلاف یا موافق گواہی دی جائے گی ان کی قسم! —— یہ مقدمہ کے کردار ہیں —— اور کیا فیصلہ ہوگا؟ یہ محذوف ہے، اور اس کا قرینہ یہ ہے: —— مارے گئے کھائیوں والے یعنی بہت سے ایندھن میں آگ لگانے والے —— مقدمہ کی مسل —— جس وقت وہ لوگ اس آگ پر بیٹھے ہوئے تھے —— یعنی بادشاہ اور اس کے وزیر و مشیر خندقوں کے آس پاس بیٹھے ہوئے نہایت سنگدلی سے مسلمانوں کے جلنے کا (دل دوز) تماشہ دیکھ رہے تھے، بدبختوں کو ذرا رحم نہ آتا تھا! (فوائد) —— اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے —— یہ کھائیوں والوں کے جرم کی سنگینی کا بیان ہے —— اور انھوں نے ان مسلمانوں میں کوئی عیب نہیں پایا سوائے اس کے کہ وہ زبردست ستودہ صفات اللہ پر ایمان

لائے تھے ــــ بس یہی ان کا جرم تھا ــــ وہ جس کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں ــــ یعنی حقیقی بادشاہ کی بات ماننی ضروری ہے، ظاہری بادشاہ کی بات کیوں مانی جائے؟ آخری بات: ــــ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز سے خوب واقف ہیں ــــ ان کو سزا دینے کے لئے کسی کاروائی کی ضرورت نہیں!

إِنَّ الَّذِينَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ ۝ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۝

إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جنھوں نے	وَلَهُمْ	اوران کے لئے	لَهُمْ جَنَّاتٌ	ان کیلئے باغات ہیں
فَتَنُوا	ستایا	عَذَابُ	عذاب ہے	تَجْرِي	بہتی ہیں
الْمُؤْمِنِينَ	مسلمان مردوں کو	الْحَرِيقِ	آگ کا	مِنْ تَحْتِهَا	ان کے نیچے سے
وَالْمُؤْمِنَاتِ	اور مسلمان عورتوں کو	إِنَّ الَّذِينَ	بے شک جو لوگ	الْأَنْهَارُ	نہریں
ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا	پھر توبہ نہیں کی انھوں نے	آمَنُوا	ایمان لائے	ذَٰلِكَ	یہ
فَلَهُمْ عَذَابُ	تو ان کیلئے عذاب ہے	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	الْفَوْزُ	کامیابی ہے
جَهَنَّمَ	دوزخ کا	الصَّالِحَاتِ	نیک کام	الْكَبِيرُ	بڑی

مکذبین کو وارننگ اور مسلمانوں کو تسلی

اب مشرکین مکہ سے خطاب ہے ــــ بے شک جنھوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ستایا ــــ ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے، اور ان کو وطن چھوڑنے پر مجبور کیا ــــ پھر انھوں نے توبہ نہیں کی ــــ یعنی ایمان نہیں لائے، ایمان لانے سے سابقہ گناہ معاف ہوجاتے ہیں ــــ تو ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے ــــ دنیا میں ممکن ہے وہ سزا سے بچے رہیں ــــ اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے! ــــ یہ کھائیوں والوں کی سزا کی طرف اشارہ ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کو جلایا تھا اس لئے تو ان کو آخرت میں دوزخ کی آگ میں جلایا جائے گا۔

بیشک جو لوگ ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے: ان کے لئے (آخرت میں) باغات ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ــــ اس لئے وہ سدا بہار ہیں ــــ یہ بڑی کامیابی ہے ــــ یعنی اس سے بڑی کسی کامیابی کا تصور کیا جاسکتا ہے۔

اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ﴿۱۳﴾ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ﴿۱۴﴾ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ﴿۱۵﴾ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿۱۶﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ﴿۱۷﴾ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ﴿۱۸﴾ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ﴿۱۹﴾ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ﴿۲۰﴾ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾

ع ۲۲ ۱۰

اِنَّ بَطْشَ	بے شک پکڑ	الْمَجِيْدُ (۳)	بڑی شان والا	فِيْ تَكْذِيْبٍ	جھٹلانے میں لگے
رَبِّكَ	تیرے رب کی	فَعَّالٌ	کر ڈالنے والا		ہوئے ہیں
لَشَدِيْدٌ	البتہ سخت ہے	لِّمَا يُرِيْدُ	جو کچھ بھی چاہے	وَّاللّٰهُ	اور اللہ تعالیٰ
اِنَّهٗ هُوَ	بے شک وہی	هَلْ اَتٰىكَ	کیا پہنچی تجھے	مِنْ وَّرَآئِهِمْ (۵)	ان کو ہر طرف سے
يُبْدِئُ (۱)	پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے	حَدِيْثُ	بات	مُّحِيْطٌ	گھیرے ہوئے ہیں
وَيُعِيْدُ (۲)	اور وہی لوٹائے گا	الْجُنُوْدِ	لشکروں کی	بَلْ هُوَ	بلکہ وہ
وَهُوَ	اور وہ	فِرْعَوْنَ (۴)	فرعون	قُرْاٰنٌ	پڑھنے کی کتاب ہے
الْغَفُوْرُ	بڑا بخشنے والا	وَثَمُوْدَ	اور ثمود کی؟	مَّجِيْدٌ	عظمت والی
الْوَدُوْدُ	بڑا محبت کرنے والا ہے	بَلِ الَّذِيْنَ	بلکہ جنھوں نے	فِيْ لَوْحٍ	تختی میں
ذُو الْعَرْشِ	تختِ شاہی والا	كَفَرُوْا	انکار کیا	مَّحْفُوْظٍ	حفاظت سے رکھی ہوئی

قرآن کی تکذیب کرنے والوں کو اللہ کی پکڑ سے ڈرنا چاہئے

اللہ تعالیٰ میں یک طرفہ صفات نہیں، دونوں طرح کی صفات ہیں، وہ غفور رحیم ہیں تو ان کی پکڑ اور سزا بھی سخت ہے، سورۃ الحجر کی (آیات ۴۹ و ۵۰) ہیں: ﴿ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾ ﴾: میرے بندوں کو آگاہ کر دیجئے کہ میں ہی بہت درگذر کرنے والا، بے حد مہربانی کرنے والا ہوں، اور (یہ بھی) کہ میری ہی سزا نہایت دردناک سزا ہے! پس یک طرفہ صفات پر تکیہ کرنا نادانی ہے، جاہل مسلمان جو اللہ کی صفتِ

(۱) أَبْدَأَ الشيئَ: پیدا کرنا، باب افعال (۲) أَعَادَ إعادةً: لوٹانا، باب افعال، (۳) المجیدُ: اللہ کی صفت ہے، العرش کی صفت نہیں (۴) فرعون: الجنود سے بدل ہے (۵) اللہ تعالیٰ کسی جہت میں نہیں، اس لئے وراء کا ترجمہ آگے یا پیچھے نہیں کریں گے، ہر طرف کریں گے۔

رحمت پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں وہ فریبِ نفس میں مبتلا ہیں، یہاں بھی قرآن کی تکذیب کرنے والوں کو اللہ کی پکڑ اور عذاب سے ڈرایا ہے، مگر ان کو یہ سزا دوسری زندگی میں ملے گی۔

﴿ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَ يُعِيْدُ ۝ ﴾

ترجمہ: بیشک آپ کے رب کی پکڑ بہت سخت ہے، بے شک وہی پہلی بار پیدا کرتے ہیں اور وہی دوبارہ پیدا کریں گے — اس وقت مکذبین کی سخت پکڑ ہوگی، اللہ پاک ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، وہ اللہ کی سزا سے بچ نہیں سکتے۔

عظمتِ قرآن کا بیان

کسی ذات میں متعدد صفات ہوں تو بعض کا بعض پر اثر پڑتا ہے، جیسے باپ، شفیق، مہربان اور منصف مزاج ہو تو اس کے ہر فیصلہ سے مہربانی اور شفقت ٹپکے گی، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بھی پانچ صفات ہیں، اور چھٹی صفت: کلام ہے، پس ان صفاتِ خمسہ کا اثر قرآن میں ضرور آئے گا، وہ پانچ صفات یہ ہیں:

۱—وہ غفور: بڑے بخشنے والے ہیں، کفر و شرک کے سوا ہر خطا جس کے لئے چاہیں گے معاف کر دیں گے۔

۲—وہ ودود: بہت محبت کرنے والے ہیں، صانع کو اپنی مصنوعات سے محبت ہوتی ہے۔

۳—وہ شاہی تخت والے ہیں، یعنی کائنات پر بلا شرکتِ غیرے انہی کا کنٹرول ہے۔

۴—وہ مجید: عظمت والے ہیں، ایسی عظمت جس کو کوئی چھو نہیں سکتا۔

۵—وہ جو چاہیں کر گذرنے والے ہیں، فرعون کو اس کے لاؤ لشکر کے ساتھ غرقاب کر دیا تو ان کا کیا نقصان ہوا؟ ثمود جیسی زور آور قوم کو صفحۂ ہستی سے نابود کر دیا تو ان کا کیا بگڑ گیا؟

اور چھٹی صفت: کلام ہے، کفار جس کی تکذیب میں لگے ہوئے ہیں، مگر اللہ ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، وہ تکذیب کی سزا سے بچ نہیں سکتے، عظمت والا کلام پہلے لوحِ محفوظ میں جلوہ گر ہوا، وہاں سے بیت معمور میں اتارا گیا، پھر وہاں سے چوکیداری کے ساتھ نبی ﷺ پر اتارا گیا، جو آج ہمارے ہاتھوں میں ہے، اس کی ہر طرح تعظیم کی جائے، اس کو پڑھا سمجھا جائے اور اس کے احکام پر عمل کیا جائے، اور اس کو چار دانگ عالم میں پھیلایا جائے۔

﴿ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝ فِرْعَوْنَ وَ ثَمُوْدَ ۝ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝ وَّ اللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ۝ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝ ﴾

ترجمہ: اور وہ بڑے بخشنے والے، بہت محبت کرنے والے، تختِ شاہی کے مالک، عظمتوں والے، جو چاہیں کر گذرنے والے ہیں، کیا آپ کو لشکروں کی بات پہنچی ہے یعنی فرعون اور ثمود کی، بلکہ منکرین تکذیب میں لگے ہوئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ان کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، بلکہ وہ باعظمت پڑھنے کی کتاب ہے جو محفوظ تختی میں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الطارق

طارق کے معنی ہیں: رات میں طلوع ہونے والا روشن ستارہ، طَرَقَ النجمُ (ن) کے معنی ہیں: رات کو ستارہ کا نمودار ہونا، پہلی آیت میں ایسے ستارہ کی قسم ہے، اس لئے یہ سورت کا نام ہے۔

اس سورت کا موضوع بھی قیامت، بعث بعد الموت اور قرآن کی حقانیت کا بیان ہے، اور اس سورت میں ترتیب وار چار باتیں بیان فرمائی ہیں:

۱- بات یہاں سے شروع کی ہے کہ ہر متنفس (سانس لینے والا) اللہ کی نگرانی میں ہے، اور اس کو دو دلیلوں سے مدلل کیا ہے، آسمان کی اور رات میں طلوع ہونے والے چمکدار ستارے کی قسم کھائی ہے، یہ دونوں غیر متنفس (جمادات) ہیں، جب ان پر نگرانی مقرر ہے، تو متنفس بلکہ انسان پر نگرانی بدرجۂ اولیٰ مقرر ہوگی، وہ نگرانی کے زیادہ محتاج ہیں۔

۲- پھر بات آگے بڑھائی ہے کہ انسان اپنی تخلیق میں غور کرے، اس کو منی سے پیدا کیا ہے، جس کا مرکز دل ہے، جو پیٹھ اور سینہ کی پسلیوں کے درمیان ہے، مرکز سے لے کر آخری مرحلہ تک انسان اللہ کی نگرانی میں بنتا اور بڑھتا ہے، پس کیا انسان کو اللہ تعالیٰ دوبارہ بنانے پر قادر نہیں؟

۳- انسان کو دوبارہ اللہ تعالیٰ کب زندہ کریں گے؟ جب سینوں کے راز آشکارہ ہونگے، جس دن انسان کے پاس نہ کوئی طاقت ہوگی نہ مددگار، یعنی قیامت کے دن اس کو دوبارہ زندہ کریں گے، پھر اس کو ایک نظیر سے سمجھایا ہے، آسمان برستا ہے تو زمین سبزہ اگاتی ہے، اسی طرح قیامت کے دن خاص بارش ہوگی، جس سے زمین سے مُردے باہر نکل آئیں گے۔

۴- پھر آخر میں یہ بیان ہے کہ یہ سب باتیں قرآنِ کریم بیان کررہا ہے، اور وہ دوٹوک فیصلہ کرنے والی کتاب ہے، اس کی باتیں دل لگی نہیں ہیں، مگر منکرین قرآن کی دعوت کو روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، اور اللہ تعالیٰ بھی دعوتِ قرآن کے پھیلنے کی تدبیریں کررہے ہیں، پس ذرا صبر کریں، مکذبین کو ذرا مہلت دیں، وہ جلد اسلام کی کامیابی کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے۔

آیاتہا ۱۷ — (۸۶) سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ (۳۶) — رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۙ﴿۱﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۙ﴿۲﴾ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۙ﴿۳﴾ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ؕ﴿۴﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ؕ﴿۵﴾ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۙ﴿۶﴾ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ؕ﴿۷﴾ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ؕ﴿۸﴾ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۙ﴿۹﴾ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ؕ﴿۱۰﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۙ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۙ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۙ﴿۱۳﴾ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ؕ﴿۱۴﴾ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۙ﴿۱۵﴾ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۚ﴿۱۶﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿۱۷﴾

وَالسَّمَآءِ	آسمان کی قسم	فَلْيَنْظُرِ	پس چاہئے کہ دیکھے	اِنَّهٗ	بے شک وہ
وَالطَّارِقِ	اور رات میں آنے	الْاِنْسَانُ	انسان	عَلٰى رَجْعِهٖ	انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر
	والے کی قسم!	مِمَّ (۲)	کس چیز سے	لَقَادِرٌ	یقیناً پوری قدرت رکھتا ہے
وَمَآ اَدْرٰىكَ	اور تجھے کچھ معلوم ہے	خُلِقَ	پیدا کیا گیا ہے وہ؟	يَوْمَ	جس دن
مَا الطَّارِقُ	رات میں آنے والا کیا ہے؟	خُلِقَ	پیدا کیا گیا ہے وہ	تُبْلَى	جانچے جائیں گے
النَّجْمُ	ستارہ ہے	مِنْ مَّآءٍ	پانی سے	السَّرَآئِرُ	سربستہ راز
الثَّاقِبُ	چمکنے والا	دَافِقٍ	اچھلنے والے	فَمَا لَهٗ	پس نہیں ہوگی اس کیلئے
اِنْ كُلُّ (۱)	نہیں کوئی بھی	يَّخْرُجُ	(جو) نکلتا ہے	مِنْ قُوَّةٍ	کچھ طاقت
نَفْسٍ	متنفس	مِنْۢ بَيْنِ	درمیان سے	وَّلَا نَاصِرٍ	اور نہ کوئی مددگار
لَّمَّا عَلَيْهَا	مگر اس پر ہے	الصُّلْبِ	پیٹھ کے	وَالسَّمَآءِ	قسم آسمان کی
حَافِظٌ	ایک نگہبان	وَالتَّرَآئِبِ (۳)	اور سینہ کی پسلیوں کے	ذَاتِ الرَّجْعِ (۴)	بارش والے

(۱) اِن: نافیہ ہے، آگے لما بمعنی اِلا ہے، نفی اثبات سے حصر ہوا ہے (۲) مم: میں من جارہ اور ما موصولہ ہے، اس کا الف نہیں لکھا جاتا، اور نون کا میم میں ادغام ہوا ہے۔ (۳) الترائب: تَرِيبَة کی جمع: سینہ کی پسلیاں (۴) مستدرک حاکم میں ابن عباسؓ کی مرفوع روایت ہے کہ رجع کے معنی بارش کے ہیں (لغات القرآن)

وَالْاَرْضِ	اور زمین کی	بِالْهَزْلِ	دل لگی کی بات	كَيْدًا	بڑی چال
ذَاتِ الصَّدْعِ (۱)	پھٹنے والی	اِنَّهُمْ	بے شک وہ لوگ	فَمَهِّلِ	پس مہلت دیں آپ
اِنَّهٗ	بے شک وہ (قرآن)	يَكِيْدُوْنَ	چال چل رہے ہیں	الْكٰفِرِيْنَ	کافروں کو
لَقَوْلٌ	البتہ ایک بات ہے	كَيْدًا	بڑی چال	اَمْهِلْهُمْ	مہلت دیں آپ ان کو
فَصْلٌ	فیصلہ کن (دوٹوک)	وَّاَكِيْدُ	اور میں چال چل رہا	رُوَيْدًا	تھوڑی دیر
وَّمَا هُوَ	اور نہیں ہے وہ		ہوں	❁	❁

ہر متنفس پر نگرانی ہے

﴿ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ ﴾ جوابِ قسم ہے، اور قسمیں دو ہیں: آسمان کی قسم، اور رات میں طلوع ہونے والے چمکدار ستاروں کی قسم، اپنے اوپر آسمان کو دیکھو! یہ چوڑی چکلی چھت کیا بس یونہی تنی کھڑی ہے؟ نہیں! اس پر نگراں ہیں، جو اس کی گرنے پھٹنے سے حفاظت کرتے ہیں، پھر ستاروں کے نظام میں غور کرو، بعض بڑے بڑے ستارے رات میں ہی طلوع ہوتے ہیں، اور ان کی روشنی رات کی تاریکی کو چیر کر زمین تک پہنچتی ہے، یہ ستارے رات ہی میں کیوں نکلتے ہیں؟ اس لئے کہ ان پر نگراں مقرر ہیں، جب وہ ان کو حکم دیتے ہیں: طلوع کرتے ہیں، یہ جمادات (بے جان چیزوں) کا حال ہے، پس حیوانات (متنفس) خاص طور سے انسان پر نگراں مقرر نہیں ہونگے؟ ان پر بھی نگراں مقرر ہیں۔

﴿ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝ النَّجْمُ الثَّاقِبُ۝ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ ﴾

ترجمہ: آسمان کی قسم! اور رات میں آنے والے کی قسم! اور کیا آپ جانتے ہیں کہ رات میں آنے والا کیا ہے؟ اس سے مراد چمکدار ستارے ہیں، ہر متنفس پر ایک نگران مقرر ہے!

انسان کی تخلیق ابتدائی مرحلہ سے نہائی مرحلہ تک اللہ کی نگرانی میں ہوتی ہے

اب انسان کی پیدائش میں غور کریں، اللہ نے انسان کو منی سے پیدا کیا ہے، اور منی کا منبع (مرکز) دل ہے، جو پیٹھ اور سینہ کی پسلیوں کے درمیان ہے، دل میں منی بننے والا خون علاحدہ پڑتا ہے، پھر بوقتِ صحبت مادہ کود کر بچہ دانی میں پہنچتا ہے، وہاں جرثومہ اور خلیہ ملتے ہیں، دونوں ایک ہوجاتے ہیں، اور حمل ٹھہر جاتا ہے اور بچہ دانی کا منہ بند ہوجاتا ہے، پھر مادّہ سات مراحل سے گذر کر انسان بنتا ہے، غرض: منی کے مرکز سے لے کر آخری مرحلہ تک سارا کام فرشتوں کی نگرانی میں ہوتا

(۱) صَدْع: مصدر باب فتح: پھٹنا، مراد سبزہ نکلنے کے لئے پھٹنا ہے۔

ہے، جو اس کی حفاظت کرتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔

دل منی کا منبع کیسے ہے؟ —— ہم جو غذا کھاتے ہیں وہ پانچ مرتبہ ہضم ہوتی ہے، ہضم کے معنی ہیں: توڑنا، کھانا پہلی مرتبہ منہ میں ہضم ہوتا ہے، وہاں سے ٹوٹ کر معدہ میں پہنچتا ہے، وہاں دوسری مرتبہ ہضم ہوتا ہے، معدہ غذا کے تین حصے کرتا ہے، سیّال حصہ گردوں میں جاتا ہے، وہ اس کو فیلٹر کر کے مثانہ میں بھیجتے ہیں، وہاں سے پیشاب کے راستے باہر نکل جاتا ہے، اور غلیظ حصہ آنتوں میں جاتا ہے، وہاں سے وہ غلاظت بن کر نکل جاتا ہے، اور چاولوں کی پیک جیسا حصہ جگر میں جاتا ہے، وہاں تیسری مرتبہ ہضم ہوتا ہے، جگر پکا کر اس کے چار حصے کرتا ہے: سوداء، صفراء، بلغم اور خون، سوداء جوڑوں میں جاتا ہے، صفراء پت کی تھیلی میں جاتا ہے، اور غذا کے ہضم میں مددگار بنتا ہے، اور بلغم کھال کے نیچے پھیل جاتا ہے، وہاں وہ تحلیل ہو کر گوشت بنتا ہے، اور خون دل میں جاتا ہے، وہاں چوتھی مرتبہ ہضم ہوتا ہے، دل خون کو پکا کر تین حصے کرتا ہے، اعلیٰ درجہ کا خون منی بننے کے لئے رگوں میں اسٹور کرلیا جاتا ہے، پس دل منی کا مرکز ہے، اور وہ پیٹھ اور پسلیوں کے درمیان ہے، اور دوسرے درجہ کا خون گوشت بننے کے لئے کھال کے نیچے پھیل جاتا ہے، وہاں وہ بلغم کے ساتھ مل کر گوشت میں تحلیل ہو جاتا ہے، اور نکما خون رگوں میں دوڑتا ہے، اور اسی پر زندگی کا مدار ہے، یہ خون بار بار دل میں واپس آتا ہے، دل اس کو پھیپھڑے میں بھیجتا ہے، وہ اس میں سے کاربائڈ (زہریلی حصہ) سانس کے ذریعہ باہر کرتا ہے، اور باہر سے آکسیجن لے کر خون میں شامل کرتا ہے اور دل کو واپس کرتا ہے، دل اس کو پمپ کرتا ہے، یہ عمل ایک منٹ میں کئی مرتبہ ہوتا ہے، اس طرح یہ نظام فرشتوں کی نگرانی میں چلتا رہتا ہے۔ پھر بوقتِ صحبت فوطے منی بناتے ہیں، جس سے حمل ٹھہرتا ہے، غرض پانچواں ہضم اپنے اپنے محل میں ہوتا ہے، رہی یہ بات کہ مادّہ بننے والا خون کہاں جمع رہتا ہے؟ اور فوطوں کا اس میں کس طرح دخل ہے؟ یہ اہل فن بتا سکتے ہیں، البتہ اتنی بات محسوس ہوتی ہے کہ جب فراغت کا وقت آتا ہے تو سینہ ہی سے مادہ چھٹتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

منی کود کر کیوں نکلتی ہے؟ —— بچہ دانی کا منہ مہبل (جماع کے راستے) سے ذرا فاصلہ پر ہے، تاکہ حالتِ حمل میں بھی جماع ہو سکے، مرد کا عضو بچہ دانی سے نہ ٹکرائے، اور صحبت کے وقت بچہ دانی کا منہ پھول کی طرح کھلتا بند ہوتا رہتا ہے، اگر فراغت کے وقت اتفاق سے بچہ دانی کا منہ کھلا ہے تو مادہ اس میں داخل ہوتا ہے، اور بند ہوتا ہے تو مادہ ٹکرا کر باہر آجاتا ہے، اور منی گاڑھا مادہ ہے، اور سوراخ تنگ ہے، اس لئے پہلے مذی پورے راستے کو چکنا کر دیتی ہے، پھر منی کود کر نکلتی ہے، مرد کا مادہ باہر کی طرف کودتا ہے اور عورت کا اندر کی طرف، جب دونوں مادے ایک ساتھ بچہ دانی میں پہنچتے ہیں تو جرثومے اندھادھند حرکت کرتے ہیں، اگر وہ عورت کے مادہ کے کسی خلیہ میں داخل ہو گیا تو حمل ٹھہر جاتا ہے اور بچہ دانی کا منہ بند ہو جاتا ہے اور آگے کے مراحل شروع ہوتے ہیں۔

﴿ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ ۝ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝ إِنَّهُ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝ ﴾

ترجمہ: پس چاہئے کہ انسان غور کرے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے؟ وہ اچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے، جو پیٹھ اور سینہ کی پسلیوں کے درمیان سے نکلتا ہے، بے شک وہ انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر پوری طرح قادر ہے!

انسان دوبارہ کب پیدا کیا جائے گا؟ اور بعث بعد الموت کی نظیر

انسان کو اللہ تعالیٰ دوبارہ قیامت کے دن پیدا کریں گے، اس دن انسان کے پوشیدہ بھید کُھل جائیں گے، کوئی بھید چھپا نہیں رہے گا، پھر ان کا حساب ہوگا، اس دن انسان بے بس ہوگا، نہ خود میں کوئی طاقت ہوگی نہ دوسرا کوئی مددگار ہوگا۔

بعث بعد الموت کی نظیر: جیسے بارش برستی ہے تو زمین سے سبزہ اُگ آتا ہے، اسی طرح قیامت کے دن خاص بارش ہوگی اور مُردے زمین سے نکل آئیں گے اور قیامت برپا ہوگی۔

﴿ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝ ﴾

ترجمہ: جس دن دلوں کے بھید جانچے جائیں گے —— یعنی ان کا حساب ہوگا —— پس انسان کے اندر نہ کچھ زور ہوگا اور نہ کوئی مددگار! بارش برسانے والے آسمان کی قسم! اور پھٹنے والی زمین کی قسم! —— یہ نظیر کا بیان ہے کہ انسان اسی زمین سے دوبارہ پیدا ہونگے۔

قرآن کی باتیں برحق ہیں اور اس کی دعوت پھیل کر رہے گی

مذکورہ باتیں قرآنِ کریم بیان کر رہا ہے، اس کی باتیں دوٹوک ہیں، وہ دل بہلانے والی باتیں نہیں، اور اس کی دعوت پھیل کر رہے گی، اگرچہ منکرین اس کی دعوت کو ناکام کرنے کی پوری کوشش کر رہے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ اس کی دعوت کی راہ ہموار کر رہے ہیں، البتہ اسلام کا بول بالا ہونے کے لئے تھوڑا وقت درکار ہے، لہٰذا مکذبین کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے، کرنے دیجئے ان کو جو کرنا چاہیں، جلد وہ اسلام کا بول بالا ہوتا ہوا دیکھ لیں گے۔

﴿ إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝ إِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّأَكِيْدُ كَيْدًا ۝ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝ ﴾

ترجمہ: بے شک وہ یعنی مذکورہ باتیں فیصلہ کن باتیں ہیں، دل لگی کی باتیں نہیں! بے شک منکرین بڑے بڑے داؤ چل رہے ہیں، اور میں بھی بڑے داؤ چل رہا ہوں، پس آپ ان کافروں کو ڈھیل دیں، ان کو بس تھوڑے دنوں تک ڈھیل دیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الاعلیٰ

الأعلی: اللہ کی صفت ہے، اس کے معنی ہیں: بلند وبالا، پہلی آیت میں یہ صفت آئی ہے، اس سے سورت کا نام رکھا ہے، یہ سورت نبی ﷺ کو بہت پسند تھی (درمنثور) جمعہ اور عیدین میں اکثر آپؐ یہ سورت اور آئندہ سورت پڑھتے تھے، وتر کی پہلی رکعت میں بھی اس کو پڑھتے تھے، اور اس سورت کو عشاء میں قراءت کا معیار بنایا ہے، جب اس سورت کی پہلی آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے صحابہ سے فرمایا: اس کو سجدہ کی تسبیح بناؤ، چنانچہ سجدہ میں سبحان ربی الأعلی کہتے ہیں۔

ربط: گذشتہ سورت کے آخر میں فرمایا ہے کہ قرآن فیصلہ کن کتاب ہے، اور اس سورت میں ہے کہ قرآن لوگوں کی دینی راہ نمائی کے لئے نازل کیا گیا ہے، پس دونوں سورتوں کا اول وآخر مربوط ہے۔ اور اس سورت میں چار باتیں ہیں:

۱- شروع میں انسان کا پیدائش سے لے کر موت تک کا تذکرہ ہے۔

۲- پھر یہ بیان ہے کہ قرآنِ کریم لوگوں کی ہدایت (دینی راہ نمائی) کے لئے نازل کیا گیا ہے۔

۳- اس کے بعد یہ بیان ہے کہ دعوتِ اسلامی اپنی آخری منزل تک ضرور پہنچے گی، البتہ اس کے لئے محنت ضروری ہے۔

۴- پھر آخر میں آخرت کی کامیابی اور ناکامی کا تذکرہ ہے۔



سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝۱ الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝۲ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰى ۝۳ وَالَّذِیْ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝۴ فَجَعَلَهٗ غُثَاۗءً اَحْوٰى ۝۵

سَبِّحِ	پاکی بیان کر	الْاَعْلَى	برتر وبالا کی	وَالَّذِیْ	اور جس نے
اسْمَ	نام کی	الَّذِیْ خَلَقَ	جس نے بنایا (انسان کو)	قَدَّرَ	اندازہ ٹھہرایا
رَبِّكَ	اپنے پروردگار	فَسَوّٰى	پس درست کیا	فَهَدٰى	پس راہ دکھائی

وَالَّذِيٓ	اور جس نے	الْمَرْعٰى	چارا	غُثَآءً[1]	کوڑا
اَخْرَجَ	نکالا	فَجَعَلَهٗ	پس کیا اس کو	اَحْوٰى[2]	کالا

انسان پیدائش سے موت تک

انسان کو برتر وبالا پروردگار نے بنایا ہے، جس میں کوئی عیب اور کوئی کمی نہیں، اللہ میں ساری خوبیاں جمع ہیں، پس ان کی بنائی ہوئی چیز میں بھی کوئی کمی نہیں ہوگی، چنانچہ انسان کو بھی ہر اعتبار سے ٹھیک بنایا، اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، پھر اس کی زندگی کی پلاننگ کی، اس کے لئے ہر ضرورت مہیا کی، اور اس کو زندگی گذارنے کا سلیقہ سکھایا، پھر ایک وقت آیا کہ اس کو دنیا سے ہٹا دیا، جیسے بارش ہوتی ہے تو چراگاہ تیار ہوتی ہے، پھر ایک وقت کے بعد گھاس کالا کوڑا ہو جاتی ہے، یہی حال انسان کا ہے، ماں کے پیٹ سے نکلا، جوان رعنا ہوا، پھر آہستہ آہستہ بوڑھا پا آ گیا، پھر مر کھپ گیا! از آدم تا ایں دم کتنے انسان آئے اور گئے، کسی کا نام باقی ہے؟ صرف نیک کام کرنے والوں کا نام باقی ہے، پس لوگو! اچھے کام کرو تاکہ دنیا میں اچھا نام باقی رہے اور آخرت میں بھی چین وقرار آئے!

آیاتِ پاک: —— پاکی بیان کر اپنے سب سے برتر وبالا پروردگار کے نام کی! —— اس آیت میں تسبیح وتحمید دونوں کو جمع کرنے کا حکم ہے، سبح میں پاکی بیان کرنے کا حکم ہے، اور الأعلی میں تحمید کا[3] اور قرآنی قسموں کی طرح یہ آیت بعد والے مضمون کی دلیل ہے —— جس نے (انسان کو) بنایا، پس ٹھیک بنایا —— اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی —— اور جس نے اس کی زندگی کے لئے اندازہ کیا —— یعنی اسبابِ زندگی مہیا کئے —— پھر اس کو راہ سجھائی —— یعنی عقل تام دی جس سے وہ اپنی دنیوی ضرورتیں پوری کرنے لگا —— اور جس نے چارا اُگایا، پس اس کو سیاہ کوڑا کر دیا —— یہی انجام انسان کا ہونا ہے۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ۝

سَنُقْرِئُكَ	اب پڑھائیں گے ہم آپ کو	فَلَا تَنْسٰٓى	پس نہیں بھولیں گے آپ	اِلَّا مَا	مگر جو

(۱) غُثاء: سوکھے سڑے گلے پتے، کوڑا، فعل نصر اور ضرب سے آتا ہے (۲) أحوی: حُوَّة سے صفت مشبہ: سیاہ سبزی مائل یا سیاہ سرخی مائل۔ (۳) رکوع کی تسبیح: سبحان ربی العظیم، اور سجدہ کی تسبیح: سبحان ربی الأعلی: سلبی اور ثبوتی معرفتوں کی جامع ہیں، اسی طرح سبحان اللہ وبحمدہ اور سبحان اللہ العظیم بھی دونوں علوم کے جامع ہیں، اس لئے اللہ کو بہت پسند ہیں، اور نہایت وزنی ہیں ۱۲

شَآءَ اللّٰهُ	چاہیں اللہ تعالیٰ	يَعۡلَمُ	جانتے ہیں	وَمَا	اور جو
اِنَّهٗ	بے شک وہ	الۡجَهۡرَ	زور سے کہی ہوئی بات	يَخۡفٰى	چھپی ہوئی ہے

قرآن ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے، اور اس میں حسبِ مصلحت تبدیلی کی جاتی تھی

انسان: روح اور بدن کا مجموعہ ہے، اصل روح ہے اور بدن تابع ہے، انسان کو بدن کی ضروریات پوری کرنے کے لئے غیر معمولی عقل دی ہے، جس سے اس کا کام چل رہا ہے، مگر وہ اپنی روحانی ضرورت اپنی عقل سے پوری نہیں کر سکتا، کیا آپ دیکھتے نہیں! انسانوں میں مذہبی امور میں کس قدر اختلافات ہیں! جبکہ سب کے پیش نظر روح کو سنوارنا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر زمانہ میں آسمان سے ہدایت بھیجی، پہلا انسان ہی پہلا نبی تھا، معلوم ہوا کہ کوئی شخص اللہ کی راہ نمائی کے بغیر روح کو نہیں سنوار سکتا، چنانچہ سو سے زیادہ کتابیں نازل ہوئیں، پھر آخر میں اپنا کلام (قرآن) نازل کیا، اِس نازل کرنے کو پڑھانے سے تعبیر کیا ہے، نزول کے ساتھ ہی نبی ﷺ کو قرآن یاد ہو جاتا تھا، اور پکا یاد ہو جاتا تھا، آپ بے تکلف اس کو لوگوں کے سامنے پڑھتے تھے، پھر آپ کوئی حصہ قرآن کا بھولتے نہیں تھے، ورنہ اللہ کے پڑھانے کا فائدہ کیا؟ البتہ جب کوئی آیت منسوخ کرنی ہوتی، یعنی احکام میں تبدیلی کرنی ہوتی تو آپؐ پرانی آیت بھول جاتے، اور اس کی جگہ نئی آیت یاد ہو جاتی، کیونکہ نسخ کی یہ بھی ایک صورت تھی، اور احکام میں یہ تبدیلی بندوں کی مصلحت سے ہوتی تھی، اللہ تعالیٰ بندوں کے سب کھلے چھپے احوال سے واقف ہیں، وہ بندوں کی جیسی مصلحت دیکھتے ہیں احکام بھیجتے ہیں۔

آیاتِ پاک: اور ہم آپؐ کو پڑھائیں گے، پس آپؐ بھولیں گے نہیں، مگر جو اللہ بھلانا چاہیں، بلاشبہ وہ زور سے کہی ہوئی بات جانتے ہیں، اور جو بات چھپی ہوئی ہے — اس کو بھی جانتے ہیں۔

وَنُيَسِّرُكَ لِلۡيُسۡرٰى ۝٨ فَذَكِّرۡ اِنۡ نَّفَعَتِ الذِّكۡرٰى ۝٩ سَيَذَّكَّرُ مَنۡ يَّخۡشٰى ۝١٠ وَيَتَجَنَّبُهَا الۡاَشۡقَى ۝١١ الَّذِىۡ يَصۡلَى النَّارَ الۡكُبۡرٰى ۝١٢ ثُمَّ لَا يَمُوۡتُ فِيۡهَا وَلَا يَحۡيٰى ۝١٣

وَنُيَسِّرُكَ (۱)	اور آہستہ آہستہ پہنچائیں گے ہم آپ کو	لِلۡيُسۡرٰى (۲)	آسانی تک	اِنۡ نَّفَعَتِ (۳)	اگر نفع پہنچائے
		فَذَكِّرۡ	پس نصیحت کریں آپ	الذِّكۡرٰى	نصیحت کرنا

(۱) نُیَسِّرُ: مضارع، جمع متکلم، مصدر تَیۡسِیۡر، یُسۡر مادہ، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ نے ترجمہ کیا ہے: "اور سہج سہج پہنچائیں گے ہم تجھ کو" (۲) الیسریٰ: اسم تفضیل واحد مؤنث، اس کا واحد مذکر اَیۡسَر ہے، یہ الطریقة کی صفت ہے، آسان طریقہ یعنی وہ عمل جو رضائے الٰہی کے حصول کا سبب ہو (معالم) شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ نے "آسانی تک" ترجمہ ←

سَيَذَّكَّرُ	اب نصیحت پذیر ہوگا	الْاَشْقَى	بدبخت	ثُمَّ لَا يَمُوتُ	پھر نہیں مرے گا وہ
مَنْ يَّخْشٰى	جو ڈرتا ہے	الَّذِىْ يَصْلَى	جو داخل ہوگا	فِيهَا	اس میں
وَيَتَجَنَّبُهَا	اور دور ہٹے گا اس سے	النَّارَ الْكُبْرٰى	بڑی آگ میں	وَلَا يَحْيٰى	اور نہ جیئے گا

اللہ آپ کو آسان منزل تک بتدریج پہنچائیں گے، آپ لوگوں کو سمجھائیں

قرآن کی دعوت پھیلے گی، آہستہ آہستہ منزل سے جالگے گی، اللہ تعالیٰ سہج سہج کام کو بڑھائیں گے، البتہ اس کے لئے محنت ضروری ہے، آپ لوگوں کو سمجھائیں، نصیحت ضرور سودمند ہوگی، جو اللہ سے ڈرے گا ایمان لائے گا، اور جنت میں جائے گا، اور بدبخت اعراض کرے گا اور جہنم میں جائے گا، وہاں وہ نہ مرے گا کہ تکلیفوں کا خاتمہ ہو، اور نہ آسائش کی زندگی جیئے گا!

آیاتِ پاک: —— ہم آہستہ آہستہ آپ کو آسانی کی طرف لئے جارہے ہیں، پس آپ لوگوں کو نصیحت کریں، اگر نصیحت کرنا سودمند ہو —— یعنی نصیحت کا فائدہ ضرور ہوگا —— ابھی نصیحت قبول کرے گا جو اللہ سے ڈرتا ہے، اور اس سے بڑا بدبخت اعراض کرے گا، جو بڑی آگ میں داخل ہوگا، پھر وہ اس میں نہ مرے گا نہ جیئے گا!

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿۱۹﴾

قَدْ اَفْلَحَ	بالیقین کامیاب ہوا	بَلْ تُؤْثِرُوْنَ	بلکہ تم ترجیح دیتے ہو	لَفِى الصُّحُفِ	البتہ کتابوں میں ہے
مَنْ تَزَكّٰى	جو ستھرا ہوا	الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا	دنیا کی زندگی کو	الْاُوْلٰى	اگلی
وَذَكَرَ	اور لیا اس نے	وَالْاٰخِرَةُ	جبکہ آخرت	صُحُفِ	کتابیں
اسْمَ رَبِّهٖ	اپنے رب کا نام	خَيْرٌ وَّاَبْقٰى	بہتر اور دیرپا ہے	اِبْرٰهِيْمَ	ابراہیم
فَصَلّٰى	پس اس نے نماز پڑھی	اِنَّ هٰذَا	بےشک یہ بات	وَمُوْسٰى	اور موسیٰ کی

آخرت کی کامیابی اور ناکامی

جس میں دو باتیں ہونگی وہ آخرت میں بالیقین کامیاب ہوگا:

← کیا ہے۔ (۳) اِن: شرط کے لئے ہے، مگر شرط مقصود نہیں، بلکہ نصیحت کرنے کا تاکیدی حکم دینا مقصود ہے، جیسے کہتے ہیں: اگر تو مرد ہے تو یہ کام کر، اس سے مقصود ابھارنا ہے، یعنی نصیحت سودمند ہے اسے ضرور کیجئے۔

۱- جو ظاہری اور باطنی، حسّی اور معنوی نجاستوں سے پاک ہوا، اور قلب وقالب کو عقائد صحیحہ، اخلاق فاضلہ اور اعمالِ صالحہ سے آراستہ کیا (فوائد) اور زکات اس میں آگئی، کیونکہ وہ بخل کی برائی دور کرنے کے لئے ہے، اور اس کو نماز سے مقدم اس لئے کیا کہ نماز کے لئے پاکی شرط ہے۔

۲- تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز پڑھی، نماز دین کا بنیادی ستون ہے، اسی پر دین کی عمارت استوار ہوتی ہے۔

مگر لوگ نماز اور زکات سے غافل ہیں، دنیا کے گورکھ دھندوں میں اور مال کی محبت میں پھنسے رہتے ہیں، اور نماز چھوڑتے ہیں، زکات ادا نہیں کرتے، ان کو آخرت کی فکر نہیں، حالانکہ آخرت بہتر اور ابدی زندگی ہے، اس کی تیاری سب سے اہم اور مقدم ہے۔ اور ان آیات میں جو مضمون ہے وہ اگلی کتابوں میں بھی ہے، پس یہ نہایت مؤکد احکام ہیں، حضرات ابراہیم وموسیٰ علیہما السلام کی کتابوں میں ہے۔

فائدہ (۱): ایک ضعیف روایت میں ہے کہ ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے (سورتیں) نازل ہوئے تھے (فوائد) اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں سے مراد تورات کی پانچ کتابیں ہیں۔

فائدہ (۲): تکبیر تحریمہ نماز کے بارڈر پر ہے، کوئی اس کو شرط کہتا ہے کوئی رکن، اور قرآن نے نماز کے ارکان متفرق جگہ بیان کئے ہیں، یہاں تکبیر تحریمہ کا ذکر ہے، یہ پہلا رکن یا قریبی شرط ہے، ان ارکان کو جوڑ کر نبی ﷺ نے نماز کی ہیئتِ کذائی بنائی ہے۔

آیاتِ پاک: بلاشبہ کامیاب ہوا جو پاک صاف ہوا، اور اس نے اپنے پروردگار کا نام لیا، پس نماز پڑھی، بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، جبکہ آخرت بہتر اور دیرپا ہے، بے شک یہ مضمون پہلی کتابوں میں ہے، ابراہیم وموسیٰ (علیہما السلام) کی کتابوں میں۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الغاشیہ

غاشیہ: قیامت کا ایک نام ہے، اس کے معنی ہیں: محیطِ عام، ہر چیز پر چھا جانے والی آفت، قیامت کی آفت بھی ہر چیز کو گھیر لے گی۔ گذشتہ سورت کے آخر میں آخرت میں کامیاب اور ناکام لوگوں کا تذکرہ کیا تھا، اس سورت کے شروع میں ان کی تفصیل ہے، پہلے جہنمیوں کا ذکر ہے، پھر جنتیوں کا، اس پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ قصہ جب ہے کہ مردے زندہ ہوں! اس لئے لوگوں کو چار دلائل قدرت میں غور کرنے کی دعوت دی ہے، تاکہ لوگوں کو یقین آئے کہ اللہ کی قدرت میں سب کچھ ہے۔ پھر آخر میں نبی ﷺ کو تسلی دی ہے کہ آپؐ ایمان کی دعوت دیتے رہیں، لوگوں کو ایمان پر مجبور کرنا آپ کا کام نہیں، منکرین کا معاملہ ہمارے حوالے کریں، ہم ان سے نمٹ لیں گے۔



هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ﴿١﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿٢﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿٣﴾ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ﴿٤﴾ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ﴿٥﴾ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ﴿٦﴾ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ﴿٧﴾

هَلْ اَتٰىكَ	کیا پہنچی ہے آپ کو	يَوْمَئِذٍ	اس دن	تَصْلٰى	داخل ہونگے
حَدِيْثُ	بات	خَاشِعَةٌ	ذلیل ہونگے	نَارًا	آگ میں
الْغَاشِيَةِ	قیامت کی	عَامِلَةٌ	محنت کرنے والے	حَامِيَةً	دہکتی
وُجُوْهٌ(۱)	بہت چہرے	نَاصِبَةٌ	تھکنے والے	تُسْقٰى	پانی پلائے جائیں گے وہ

(۱) وجوہ: چہرے: بول کر ذوات مراد لی ہیں۔

مِنْ عَيْنٍ	چشمہ سے	طَعَامٌ	کوئی کھانا	لَّا يُسْمِنُ	جو نہ موٹا کرے گا
اٰنِيَةٍ	کھولتے	اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ	خاردار بدبودار نہایت	وَلَا يُغْنِيْ	اور نہ بے نیاز کرے گا
لَيْسَ لَهُمْ	نہیں ہوگا ان کے لئے		کڑوے درخت کے علاوہ	مِنْ جُوْعٍ	بھوک سے

آخرت میں ناکام لوگوں کا تذکرہ

کفار: قیامت کے دن ذلیل ہونگے، انھوں نے دنیا میں آخرت کے لئے بہت کچھ محنت کی ہے، مگر ایمان نہ ہونے کی وجہ سے وہ اجر سے محروم ہونگے، جب وہ اپنی محنت رائگاں دیکھیں گے تو تھک ہار کر بیٹھ رہیں گے، وہ دوزخ میں داخل کئے جائیں گے، وہاں ان پر پیاس مسلط کی جائے گی، وہ پیاس! پیاس! پکاریں گے تو کھولتے چشمہ سے پینے کو پانی دیا جائے گا، جس سے ہونٹ کباب ہوجائیں گے، اور آنتیں کٹ جائیں گی، مگر فوراً ہی ٹھیک کردی جائیں گی، پھر ایسا ہی ہوتا رہے گا، اسی طرح ان پر بھوک مسلط کی جائے گی، وہ کھانا! کھانا! پکاریں گے تو خاردار بدبودار نہایت کڑوا درخت ضریع کھانے کو دیا جائے گا، جو کسی کام کا نہیں ہوگا، اس لئے کہ کھانا یا تو موٹا ہونے کے لئے کھایا جاتا ہے یا بھوک مٹانے کے لئے، ضریع میں یہ دونوں باتیں نہیں۔

سوال: دوسری جگہ جہنمیوں کے کھانے میں زقوم اور غسلین (پیپ) کا بھی ذکر ہے، پھر ضریع میں حصر کیسا؟

جواب: یہ حصر ادّعائی ہے، حقیقی نہیں، جیسے کہیں کہ شہر میں 'مفتی' یہی ہیں تو اس سے دوسرے مفتیوں کی نفی نہیں ہوتی۔

آیاتِ پاک: —— کیا آپ کو ہر چیز کو ڈھانکنے والی آفت کی خبر پہنچی ہے؟ —— سوال: توجہ طلب کرنے کے لئے ہے، تاکہ سامع غور سے بات سنے —— بہت لوگ اس دن ذلیل ہونگے (دنیا میں آخرت کے لئے) محنت کرنے والے (آخرت میں اجر سے محروم ہونے کی وجہ سے) تھکنے والے ہونگے —— یعنی ہمت ہارے ہوئے ہونگے —— وہ دہکتی آگ میں داخل ہونگے، وہ کھولتے چشمہ سے پلائے جائیں گے، ان کے لئے ضریع (خاردار، بدبودار، نہایت کڑوے درخت) کے علاوہ کھانے کو کوئی چیز نہیں ہوگی، وہ ایسا کھانا ہے کہ نہ فربہ کرے گا نہ بھوک مٹائے گا!

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ﴿۸﴾ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ﴿۹﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۱۰﴾ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ﴿۱۱﴾ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ﴿۱۲﴾ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ﴿۱۴﴾ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ﴿۱۵﴾ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ﴿۱۶﴾

وُجُوْہٌ (۱)	دوسرے، بہت چہرے	لَا تَسْمَعُ	نہیں سنیں گے وہ	مَّرْفُوْعَةٌ	اعلیٰ درجہ کی
يَّوْمَئِذٍ	اس دن	فِيْهَا	اس میں	وَّاَكْوَابٌ	اور پیالے ہیں
نَّاعِمَةٌ	خوش وخرم ہونگے	لَاغِيَةً	بکواس	مَّوْضُوْعَةٌ	قرینہ سے رکھے ہوئے
لِّسَعْيِهَا	اپنی کوشش پر	فِيْهَا عَيْنٌ	اس میں چشمہ ہے	وَّنَمَارِقُ	اور تکیے ہیں
رَاضِيَةٌ	خوش ہونگے	جَارِيَةٌ	بہتا ہوا	مَصْفُوْفَةٌ	قطار میں لگے ہوئے
فِيْ جَنَّةٍ	باغ میں	فِيْهَا	اس میں	وَّزَرَابِيُّ	اور غالیچے ہیں
عَالِيَةٍ	اونچے درجہ کے	سُرُرٌ	چارپائیاں ہیں	مَبْثُوْثَةٌ	ہر طرف پھیلے ہوئے

آخرت میں کامیاب لوگوں کا تذکرہ

دوسری قسم کے لوگ آخرت میں خوش وخرم ہونگے، انھوں نے دنیا میں آخرت کے لئے جو کام کئے ہیں: جب ان کا صلہ ملے گا تو وہ نازاں فرحاں ہونگے، وہ بہشت بریں میں ہونگے یعنی ان کو ہائے کلاس گارڈن ملے گا، وہاں وہ کوئی بیہودہ بات نہیں سنیں گے، بک بک جھک جھک دماغ کو خراب کرتی ہے، جنت میں بہتے ہوئے چشمے ہیں، اس لئے پانی لینے کے لئے کہیں جانا نہیں پڑے گا، وہاں اعلیٰ درجہ کی چارپائیاں ہیں، اور چشموں پر سلیقہ سے رکھے ہوئے پیالے ہیں، اور قطار سے رکھے ہوئے گاؤ تکیے ہیں، اور ہر طرف بچھے ہوئے مخملی قالین ہیں، یہ وہ نعمتیں ہیں جن کو حاصل کرنے کی مسلمان کوشش کریں، ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ کریں، نام نہاد مسلمانوں کی طرح اعمالِ صالحہ سے غافل نہ رہیں۔

آیاتِ پاک: دوسرے چہرے اس دن تروتازہ ہونگے، اپنی (دنیا کی) کمائی پر (آخرت میں) خوش ہونگے، اس میں کوئی بیہودہ بات نہیں سنیں گے، اس میں بہتا ہوا چشمہ ہے، اس میں اعلیٰ درجہ کی چارپائیاں ہیں، اور قرینہ سے رکھے ہوئے پیالے ہیں، اور لائن سے رکھے ہوئے تکیے ہیں، اور ہر طرف پھیلا ہوا مخملی فرش ہے!

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ﴿۱۷﴾ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ﴿۱۸﴾ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿۱۹﴾ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿۲۰﴾

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ	کیا پس نہیں دیکھتے وہ	كَيْفَ خُلِقَتْ	کیسے پیدا کیا گیا ہے وہ	كَيْفَ رُفِعَتْ	کیسے اونچا بنایا گیا ہے وہ
اِلَى الْاِبِلِ	اونٹ کو	وَاِلَى السَّمَآءِ	اور آسمان کو	وَاِلَى الْجِبَالِ	اور پہاڑوں کو

(۱) وجوہ: نکرہ ہے، اور نکرہ کو نکرہ سے لوٹایا جائے تو ثانی غیر اول ہوتا ہے۔

كَيْفَ نُصِبَتْ	کیسے کھڑے کئے گئے ہیں	وَإِلَى الْأَرْضِ	اور زمین کو	كَيْفَ سُطِحَتْ	کیسے پھیلائی گئی ہے

قدرتِ خداوندی میں غور کرنے کے لئے چار چیزیں

اب ایک سوالِ مقدر کا جواب ہے، جو شخص دوسری زندگی کو نہیں مانتا وہ کہہ سکتا ہے کہ لوگوں کی یہ دو قسمیں: کامیاب اور ناکام: اس دن ہونگی جب مُردے زندہ ہوں گے، مگر یہ بات ناقابلِ فہم ہے! ایسے بندے کو اللہ کی قدرت میں غور کرنے کی دعوت دی ہے، اور اس کے ماحول کے اعتبار سے چار چیزوں کا انتخاب کیا ہے، یہی چار چیزیں قرآن کے اولین مخاطبین کے اردگرد تھیں، قرآن کے اولین مخاطب مشرکین مکہ تھے، ان کی معیشت کا مدار اسفار پر تھا، اور جزیرۃ العرب کی فضا صاف ہے، ہمیشہ آسمان نظر آتا ہے، اور ملک پہاڑوں سے اَٹا پڑا ہے، اور موسم گرم ہے، وہاں لمبا سفر اونٹ ہی پر ہوتا ہے، اور اونٹ قطار میں چلتا ہے، اس کو چلانا نہیں پڑتا، سوار سوتا رہتا ہے یا سوچتا رہتا ہے، گھر تو کاروبار کے جھمیلوں میں سوچنے کا موقع نہیں ملتا، سفر میں اس کا خوب موقع ملتا ہے، اس لئے فرمایا کہ:

۱- اپنے اونٹ میں سوچ، اللہ نے اس کو کیسا پیدا کیا ہے؟ عرب اونٹ سے سواری کا کام بھی لیتے ہیں، اور بار برداری کا بھی، اس کا دودھ، گوشت اور اون استعمال کرتے ہیں، کھال سے کپڑے، خیمے اور جوتے بناتے ہیں، وہ عربوں کی زندگی کا سب سے پہلا اور سب سے بڑا سہارا ہے، اونٹ مطیع جانور ہے، ایک بچہ اس کی مہار پکڑ کر جہاں چاہے لے جاسکتا ہے، ایسے بڑے ڈیل ڈول کا جانور، مگر اس پر سوار ہونے کے لئے سیڑھی نہیں رکھنی پڑتی، وہ خود بیٹھ جاتا ہے اور اپنے سوار کو لے کر کھڑا ہو جاتا ہے، جبکہ گھوڑا نہیں بیٹھتا، اس پر کود کر سوار ہونا پڑتا ہے، اسی طرح اس پر بوجھ لادنا بھی آسان ہے، وہ خود بیٹھ جاتا ہے اور بھاری بوجھ لے کر اٹھ جاتا ہے، اس کا چارہ بڑی آسانی سے مل جاتا ہے، وہ کانٹے کھا کر بھی گذارہ کر لیتا ہے، بھوک پیاس، سردی گرمی اور محنت دمشقت برداشت کرتا ہے، اور عرب میں پانی بہت کم ہے، اونٹ کے پیٹ میں ٹنکی ہے، وہ اس میں آٹھ دن کا پانی بھر لیتا ہے اور ہفتہ بھر بے آب وگیاہ بیابان میں چلتا رہتا ہے، اس لئے عربوں کو اول اونٹ کی بناوٹ میں غور کرنے کی دعوت دی۔

۲- پھر جب سوار سر اٹھاتا ہے تو سامنے آسمان نظر آتا ہے، اس کی بلندی میں غور کرے، اللہ نے اس کو کتنا اونچا بنایا ہے کہ انسان کی سوچ بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتی!

۳- پھر سر جھکاتا ہے تو پہاڑوں پر نظر پڑتی ہے، ان میں غور کرے کہ ان کو کس طرح زمین میں گاڑا ہے، کروڑوں سال گذر گئے، مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہٹے!

۴- پھر اور نیچے دیکھے گا تو زمین پر نظر پڑے گی، اس میں غور کرے، اس کو کیسے بچھایا ہے؟ گول ہے مگر کسی کو گولائی کا

احساس نہیں ہوتا، جیسے گنبد پر چیونٹی کو گولائی کا احساس نہیں ہوتا۔

منکر بعث ان چیزوں میں غور کرے تو اس کو قدرتِ خداوندی کا یقین آجائے گا، ایسے قادر مطلق خدا کے لئے انسان کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے؟ کچھ مشکل نہیں! وہ دوبارہ پیدا کرسکتا ہے اور کرے گا!

آیاتِ کریمہ: کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے: کس طرح پیدا کیا گیا ہے؟ اور آسمان کو نہیں دیکھتے: کس طرح بلند کیا گیا ہے؟ اور پہاڑوں کو نہیں دیکھتے: کس طرح گاڑے گئے ہیں؟ اور زمین کو نہیں دیکھتے: کس طرح بچھائی گئی ہے؟

فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ﴿٢٢﴾ إِلَّا مَنْ تَوَلَّىٰ وَكَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللَّهُ الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾ ع

فَذَكِّرْ	پس نصیحت کریں آپ	إِلَّا مَنْ	لیکن جس نے	الْعَذَابَ الْأَكْبَرَ	سخت سزا
إِنَّمَا أَنْتَ	اس کے سوا نہیں کہ آپ	تَوَلَّىٰ	منہ موڑا	إِنَّ إِلَيْنَا	بے شک ہماری طرف
مُذَكِّرٌ	نصیحت کرنے والے ہیں	وَكَفَرَ	اور انکار کیا	إِيَابَهُمْ	ان کی واپسی ہے
لَسْتَ عَلَيْهِمْ	نہیں ہیں آپ ان پر	فَيُعَذِّبُهُ	پس اس کو سزا دیں گے	ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا	پھر بیشک ہمارے ذمہ
بِمُصَيْطِرٍ	داروغہ (زبردستی کرنے والے)	اللَّهُ	اللہ تعالیٰ	حِسَابَهُمْ	ان کا حساب ہے

نبی ﷺ کو تسلی

جب لوگ باوجود قیام دلائل کے غور نہیں کرتے تو آپؐ بھی ان کی فکر میں نہ پڑیں، آپؐ کا کام صرف نصیحت کرنا اور سمجھانا ہے، اگر لوگ نہیں سمجھتے تو آپ داروغہ کی طرح ان پر مسلط نہیں کہ مار کر مسلمان بنائیں، اور ان کے دلوں کو پھیر دیں، یہ کام مقلب القلوب کا ہے۔

البتہ جو اطاعت سے روگردانی کرے گا، اور ایمان نہیں لائے گا اس کو آخرت میں سخت سزا دی جائے گی، وہ جائے گا کہاں؟ آئے گا اللہ کی طرف، اس وقت اللہ تعالیٰ اس سے رتی رتی کا حساب لیں گے!

آیاتِ پاک: —— پس آپؐ نصیحت کریں، آپؐ کا کام صرف نصیحت کرنا ہے، آپؐ ان پر مسلط نہیں! ہاں جو روگردانی اور انکار کرے تو اس کو اللہ تعالیٰ سخت سزا دیں گے، وہ بالیقین ہماری طرف لوٹیں گے، پھر بے شک ہمارے ذمہ ان کا حساب ہے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الفجر

پہلی آیت میں فجر کی قسم ہے، اس لئے سورت کا یہ نام ہے، یہ سورت گذشتہ سے پیوستہ سورت کے ساتھ جڑی ہوئی ہے، سورۃ الاعلیٰ کے آخر میں تھا:﴿ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴾:یعنی جو دو فرض عبادتوں کا اہتمام کرے گا وہ بالیقین کامیاب ہوگا، ایک: زکات ادا کرنا، دوسری: پابندی سے نماز پڑھنا، پھر سورت الغاشیہ میں کامیاب ہونے والوں کا صلہ بیان کیا ہے، اب اس سورت میں تین نفل عبادتوں کا بیان ہے، جو ان کو بجالائے گا وہ نہ صرف کامیاب ہوگا، بلکہ پوزیشن لائے گا۔



اٰیَاتُهَا ۳۰ — (۸۹) سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ (۱۰) — رُكُوْعُهَا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْفَجْرِ ۝۱ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝۲ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝۴ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝۵

وَالْفَجْرِ	فجر کی قسم	وَالْوَتْرِ	اور طاق کی	هَلْ	کیا
وَلَيَالٍ	راتوں کی قسم	وَالَّيْلِ	رات کی قسم	فِيْ ذٰلِكَ	ان میں
عَشْرٍ	دس	اِذَا	جب	قَسَمٌ	قسم (اشارہ) ہے
وَّالشَّفْعِ	جفت کی قسم	يَسْرِ	وہ جانے لگے	لِّذِيْ حِجْرٍ	عقلمند کے لئے؟

جو تین نفل عبادتیں بجالائے گا وہ پوزیشن لائے گا

ان آیات میں قسمیں بظاہر چار ہیں، مگر حقیقت میں تین ہیں، جفت اور طاق کا دس راتوں سے تعلق ہے، اور جوابِ قسم نہ محذوف ہے نہ مذکور، بلکہ اس کی جگہ:﴿ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ﴾ آیا ہے، یعنی ان قسموں میں جو اشارہ ہے اس کو

عقلمند سمجھ لےگا، وہ اس پر عمل کرےگا، اور پوزیشن لائے گا۔

وہ تین نفل اعمال یہ ہیں: (۱) فجر کی نماز مسجد میں جماعت سے پڑھنا (۲) رمضان کی آخری دس راتوں میں عبادت کرنا، طاق راتوں میں بھی اور جفت راتوں میں بھی (۳) رات کے آخری حصہ میں تہجد پڑھنا۔

ان کی تفصیل یہ ہے کہ فجر کی نماز باجماعت پڑھنے کی خاص اہمیت ہے، سورۃ بنی اسرائیل میں ہے: ﴿اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾: بےشک فجر کی قراءت یعنی نماز حاضری کا وقت ہے، اس میں اللہ کا کلام سننے کے لئے فرشتے جماعت میں شریک ہوتے ہیں، اور مدرسہ والے بھی فجر کی نماز کے بعد حاضری لیتے ہیں، پس ہر مؤمن کو اس کا خاص اہتمام کرنا چاہئے، اور سورۃ الصافات کے شروع میں بھی اس کا ذکر ہے، اس لئے پو پھٹتے ہی اٹھ جانا چاہئے، پھر سنتیں پڑھ کر سستی اڑالے، اور دلچسپی کے ساتھ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھے، مگر یہ اس وقت ممکن ہے کہ عشاء کے بعد فوراً سو جائے۔

دوسری نفل عبادت ہے: رمضان کے آخری عشرہ کی راتوں میں عبادت کرنا، عام طور پر انہی راتوں میں شبِ قدر آتی ہے، جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے، نبی ﷺ بھی آخری عشرہ میں کمر کس لیتے تھے، اور گھر والوں کو بھی عبادت میں لگاتے تھے، اور آخری عشرہ کی سب راتوں میں عبادت کرنی چاہئے، طاق راتوں میں بھی اور جفت راتوں میں بھی، سب کی اہمیت یکساں ہے، کیونکہ طاق اور جفت راتیں متعین نہیں، شروع سے شمار کریں گے تو ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۷، ۲۹ طاق راتیں ہونگی، اور آخر سے گنیں گے اور مہینہ تیس پر پورا ہوگا تو بھی طاق راتیں یہی ہونگی اور دوسری راتیں جفت ہوگی، اور اگر مہینہ ۲۹ کا ہوگا تو معاملہ برعکس ہو جائے گا۔ اس لئے سبھی راتوں میں عبادت کرنی چاہئے، اور اسی لئے دس راتوں کی قسم کھانے کے بعد طاق اور جفت کی قسم کھائی ہے۔

اور تیسری نفل عبادت تہجد کی نماز ہے، جب رات ختم ہونے پر آئے تو اٹھ جائے اور سرِ نیاز جھکائے، سورۃ بنی اسرائیل میں اس کا ذکر ہے، اور بڑے انعام کا وعدہ ہے، اور احادیث میں بھی اس کے بہت فضائل آئے ہیں۔

آیاتِ پاک: فجر (پو پھٹنے) کی قسم —— نبی ﷺ کے زمانہ میں مسجد نبوی میں اول وقت جماعت ہوتی تھی، اور دیوبند میں بھی رمضان میں اول وقت فجر کی نماز پڑھی جاتی ہے، اس میں تہجد گذاروں کے لئے اور سحری کھانے والوں کے لئے سہولت ہے، اور عام مسجدوں کے لئے اسفار (روشنی کرکے) نماز پڑھنے کا حکم ہے، اس میں عام مسلمانوں کا فائدہ ہے، یہاں فجر یعنی پو پھٹنے کی قسم کھائی ہے، اس میں اول وقت میں فجر پڑھنے کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے، مگر لوگوں کی مجبوری کا حکم دوسرا ہے —— اور (رمضان کے آخری عشرہ کی) دس راتوں کی قسم، اور جفت وطاق راتوں کی قسم! —— جفت: جو برابر تقسیم ہو جائے، اور طاق: جو برابر تقسیم نہ ہو، کچھ بچ جائے، اور جس حدیث میں دس راتوں کی تفسیر ذی الحجہ

کے شروع کی دس راتوں سے آئی ہے وہ حدیث نہایت ضعیف ہے (فوائد) —— اور رات کی قسم جب وہ جانے لگے —— یہ تہجد کا وقت ہے، یہ تیسری نفل عبادت ہے —— کیا ان میں کوئی قسم (اشارہ) ہے عقلمند کے لئے؟ —— عقلمندوں کو یہ اشارہ سمجھنا چاہئے، اور یہ عبادتیں بجالانی چاہئیں، تاکہ ان کی پوزیشن آئے[1]

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝٦ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝٧ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝٨ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝٩ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝١٠ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝١١ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝١٢ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝١٣ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝١٤

اَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا آپ نے	وَثَمُوْدَ	اور ثمود (کے ساتھ)	فَاَكْثَرُوْا	پس زیادہ کیا
كَيْفَ فَعَلَ	کیسا معاملہ کیا	الَّذِيْنَ	جنھوں نے	فِيْهَا	ان میں
رَبُّكَ	آپ کے رب نے	جَابُوا	تراشی	الْفَسَادَ	فساد
بِعَادٍ	عاد کے ساتھ	الصَّخْرَ	چٹانیں	فَصَبَّ	پس ریڑھا
اِرَمَ (۲)	یعنی ارم کے ساتھ	بِالْوَادِ	وادی القری میں	عَلَيْهِمْ	ان پر
ذَاتِ الْعِمَادِ	ستونوں والے	وَفِرْعَوْنَ	اور فرعون (کے ساتھ)	رَبُّكَ	آپ کے رب نے
الَّتِيْ	جو	ذِي الْاَوْتَادِ (۳)	کھونٹیوں والے	سَوْطَ	کوڑا
لَمْ يُخْلَقْ	نہیں پیدا کئے گئے	الَّذِيْنَ	جنھوں نے	عَذَابٍ	عذاب کا
مِثْلُهَا	ان کے مانند	طَغَوْا	سرکشی کی	اِنَّ رَبَّكَ	بے شک آپ کا رب
فِي الْبِلَادِ	شہروں میں	فِي الْبِلَادِ	شہروں میں	لَبِالْمِرْصَادِ	البتہ گھات میں ہے

جو قوم اس درجہ دنیا کے پیچھے پڑتی ہے کہ آپے سے باہر ہوجاتی ہے تو وہ دنیا میں بھی سزا پاتی ہے

سورۃ الاعلیٰ میں فرمایا تھا کہ آخرت میں ناکام وہ لوگ ہونگے جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں، ایمان نہیں لاتے، اور ان کی ساری توانائی دنیا کے پیچھے خرچ ہوتی ہے، پھر سورۃ الغاشیہ میں ان کا اخروی انجام بیان کیا تھا، اب یہ بیان ہے کہ جو قوم اس درجہ دنیا کے پیچھے پڑتی ہے کہ آپے سے باہر ہوجاتی ہے، مخلوق پر ظلم وستم ڈھانے لگتی ہے، اللہ کی زمین کو فساد سے

(۱) درجہ میں جو اول، دوم اور سوم آتا ہے اس کو پوزیشن لانے والا کہتے ہیں ۱۲

(۲) اِرم: عاد کا عطف بیان یا بدل ہے، اور غیر منصرف ہے (۳) وتد: خیمہ باندھنے کی کھونٹی۔

بھر دیتی ہے، اس کو دنیا میں بھی عبرتناک سزا ملتی ہے، ایسی تین قوموں کا تذکرہ کرتے ہیں: عادِ اولیٰ، ثمود (عادِ ثانیہ) اور فرعون، جو اپنی سرکشی کے نتیجہ میں ہلاک ہوئیں۔

آیاتِ پاک: —— کیا آپ نے دیکھا نہیں! کیسا معاملہ کیا تیرے رب نے ستونوں والے عادِ ارم کے ساتھ؟ جن کے مانند علاقہ میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا! —— عاد: قریبی دادا کا نام ہے، اور ارم: دور کے دادا کا، انہیں کو عادِ اولیٰ کہا جاتا ہے، اور عادِ ثانیہ کو ثمود کہا جاتا ہے، عادِ اولیٰ نے بڑے بڑے ستون کھڑے کر کے اونچے اونچے محلات بنائے تھے، اس زمانہ میں اس قوم جیسی کوئی قوم مضبوط اور طاقت ور نہیں تھی، اور ان کی عمارتیں اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں، مگر جب ان پر سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل طوفانی ہوا چلی تو سب ڈھیر ہو گئے —— اور ثمود کے ساتھ جنھوں نے وادی القریٰ میں چٹانیں تراش کر مضبوط عمارتیں بنائی تھیں —— مگر جب بھونچال آیا تو سب کھیت رہے —— اور کھونٹیوں والے فرعون کے ساتھ —— فرعون بڑے لاؤ لشکر والا تھا، اس کو کافی مقدار میں خیمے گاڑنے کے لئے کھونٹیاں رکھنی پڑتی تھیں، وہ بھی اپنی فوج کے ساتھ غرقاب ہوا۔

ان سب قوموں نے علاقوں میں سرکشی کی، اور ان میں بہت زیادہ ادھم مچایا، پس ان پر آپ کے رب نے عذاب کا کوڑا برسایا، بالیقین آپ کے رب گھات میں ہیں —— یعنی سب کے احوال دیکھ رہے ہیں، جب کسی کی شرارت کا پارہ چڑھ جاتا ہے تو اس کو خاک میں ملا دیتے ہیں۔

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿۱۶﴾ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۱۸﴾ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿۱۹﴾ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۰﴾

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ	پس رہا انسان	وَنَعَّمَهٗ	اور اس کو نعمتیں دیتے ہیں	فَقَدَرَ	پس تنگ کرتے ہیں
اِذَا مَا	جب بھی	فَيَقُوْلُ	تو کہتا ہے	عَلَيْهِ	اس پر
ابْتَلٰىهُ	جانچتے ہیں اس کو	رَبِّيْٓ	میرے رب نے	رِزْقَهٗ	اس کی روزی
رَبُّهٗ	اس کے پروردگار	اَكْرَمَنِ	میری عزت بڑھائی	فَيَقُوْلُ	تو کہتا ہے
فَاَكْرَمَهٗ	پس وہ اس کی عزت	وَاَمَّآ اِذَا	اور رہا جب	رَبِّيْٓ	میرے رب نے
	افزائی کرتے ہیں	مَا ابْتَلٰىهُ	بھی جانچتے ہیں اس کو	اَهَانَنِ	میری توہین کی

كَلَّا بَلْ	ہرگز نہیں، بلکہ	عَلٰى طَعَامِ	کھانے پر	اَكْلًا لَّمًّا (۱)	سمیٹ کر کھانا
لَّا تُكْرِمُوْنَ	عزت نہیں کرتے تم	الْمِسْكِيْنِ	غریب کے	وَّتُحِبُّوْنَ	اور محبت کرتے ہو تم
الْيَتِيْمَ	یتیم کی	وَتَاْكُلُوْنَ	اور کھا جاتے ہو تم	الْمَالَ	مال سے
وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ	اور ابھارتے نہیں تم	التُّرَاثَ	میت کا مال	حُبًّا جَمًّا (۲)	بہت زیادہ محبت کرنا

انسان نہ خوش حالی میں شکر گذار نہ بدحالی میں صبر شعار

اللہ تعالیٰ بندوں کا خوش حالی اور تنگ حالی سے امتحان کرتے ہیں، جن کو نعمتیں دیتے ہیں ان کو اللہ کی نعمتوں کا شکر گذار ہونا چاہئے، اور مثال کے طور پر دو کام کرنے چاہئیں: (۱) یتیموں کی عزت کرنی چاہئے، ان کی خبر گیری کرنی چاہئے اور ان کا تعاون کرنا چاہئے (۲) غریبوں کا تعاون کرنا چاہئے، اللہ تعالیٰ ان کا رزق مالداروں کے وایا بھیجتے ہیں، یا کم از کم ان کے تعاون کی شکلیں نکالنی چاہئیں کہ یہ بھی خیر کے کاموں پر ابھارنا ہے، مگر ناشکرا انسان یہ کام نہیں کرتا، یتیم کو دھکے دیتا ہے اور غریب کو دیکھ کر منہ بگاڑتا ہے، اور اپنی خوش حالی کو اپنا ذاتی کمال سمجھتا ہے، کہتا ہے: میں اس لائق تھا اس لئے میرے رب نے میری عزت بڑھائی، اور مجھے نہال کیا!

اور جن کو جانچنے کے لئے تنگ حال رکھتے ہیں، روزی کم دیتے ہیں، اس کو رضا بہ قضا رہنا چاہئے، اور اپنی تنگی ترشی پر صبر کرنا چاہئے، اور مثال کے طور پر دو کام نہیں کرنے چاہئیں: (۱) مرنے والے کا مال نہیں کھانا چاہئے، حق داروں کو ان کا حق دینا چاہئے (۲) مال کی حد سے بڑھی ہوئی محبت نہیں ہونی چاہئے، مگر وہ یہ کام کرتا ہے، پوری میراث سمیٹنے کی کوشش کرتا ہے، اور مال سے ٹوٹ کر محبت کرتا ہے، اور اپنی حالت کا شکوہ کرتا ہے کہ میرے رب نے میری عزت گھٹائی، میں قابل تو عزت افزائی کے تھا، مجھے خوب مال دیتے، مگر میرے رب نے میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا، مجھے مفلوک الحال رکھا!

آیاتِ پاک: ــــ پس رہا انسان: جب اس کو اس کے رب نے جانچا، اور اس کی عزت بڑھائی اور اس کو نعمتیں دیں تو کہتا ہے: میرے رب نے میری عزت بڑھائی! ــــ اور رہا جب اس کو آزمایا، اور اس پر اس کی روزی تنگ کی تو کہتا ہے: میرے رب نے مجھے ذلیل کیا! ــــ ہرگز نہیں! ــــ یعنی عزت بڑھائی نہ ذلیل کیا، بلکہ دونوں حالتوں کے ذریعہ سے امتحان کیا ــــ بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے، اور غریب کے کھلانے کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے ــــ ان دو باتوں کا تعلق پہلے شخص سے ہے ــــ اور مرنے والے کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو، اور مال سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہو ــــ ان دو باتوں کا تعلق دوسرے شخص سے ہے ــــ اور چاروں باتیں بطور مثال ہیں۔

(۱) لَمًّا: باب نصر کا مصدر ہے، اس کے معنی ہیں: جمع کرنا، سمیٹنا (۲) جَمًّا بھی مصدر ہے، زیادتی اور کثرت کے لئے آتا ہے۔

كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۱﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۲﴾ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿۲۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾ ع ۱۴

كَلَّا	ہرگز نہیں	الْاِنْسَانُ	انسان	وَثَاقَهٗ	اس کے جکڑنے کی طرح
اِذَا دُكَّتِ(۱)	جب نشیب وفراز ہموار	وَاَنّٰى لَهُ	اور کہاں مفید ہوگا اس	اَحَدٌ	کوئی
	کئے جائیں گے		کے لئے	يٰاَيَّتُهَا	اے
الْاَرْضُ	زمین کے	الذِّكْرٰى	یاد کرنا	النَّفْسُ	نفس
دَكًّا دَكًّا(۲)	خوب ہموار کرنا	يَقُوْلُ	کہے گا وہ	الْمُطْمَئِنَّةُ	چین پکڑنے والے
وَّجَآءَ	اور آئیں گے	يٰلَيْتَنِيْ	کاش میں	ارْجِعِيْ	لوٹ جا
رَبُّكَ	آپ کے پروردگار	قَدَّمْتُ	آگے بھیجتا	اِلٰى رَبِّكِ	اپنے رب کی طرف
وَالْمَلَكُ	اور فرشتے	لِحَيَاتِيْ	اپنی زندگی کے لئے	رَاضِيَةً	راضی خوش
صَفًّا صَفًّا	قطار قطار	فَيَوْمَئِذٍ	پس آج	مَّرْضِيَّةً(۳)	پسند کیا ہوا
وَجِايْٓءَ	اور لائی جائے گی	لَّا يُعَذِّبُ	نہیں سزا دے گا	فَادْخُلِيْ	پس شامل ہوجا
يَوْمَئِذٍ	اس دن	عَذَابَهٗ	اس کی سزا جیسی	فِيْ عِبٰدِيْ	میرے بندوں میں
بِجَهَنَّمَ	دوزخ	اَحَدٌ	کوئی	وَادْخُلِيْ	اور پہنچ جا
يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ	اس دن یاد کرے گا	وَّلَا يُوْثِقُ	اور نہیں جکڑے گا	جَنَّتِيْ	میری جنت میں

رسوائی اور عزت افزائی قیامت کے دن ہوگی

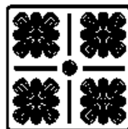
دنیا کی خوش حالی عزت افزائی نہیں، نہ تنگ حالی رسوائی ہے، یہ دونوں حالتیں جانچ کے لئے ہیں، حقیقی رسوائی اور عزت افزائی قیامت کے دن ہوگی، اس دن کافر رسوا اور نیک مؤمن معزز ہوگا، دونوں کا حال پڑھیں:

(۱) دَكُّ الأرض: زمین کے نشیب وفراز کو دور کرکے ہموار کردینا (القاموس الوحید) (۲) دوسرا دکًّا پہلے دکا کی تاکید ہے
(۳) مرضیة: اسم مفعول: پسندیدہ۔

قیامت کے دن کافر کی رسوائی: ـــــ ہرگز نہیں! ـــــ یعنی خوش حالی اور تنگ حالی: عزت افزائی اور بے قدری نہیں، یہ باتیں تو قیامت کے دن پیش آئیں گی ـــــ جب زمین کے نشیب وفراز خوب ہموار کردیئے جائیں گے ـــــ سمندر خشک ہوجائیں گے، پہاڑ گرد بن کر اڑ جائیں گے، اور سمندروں کی گہرائی بھردیں گے، اس طرح زمین بڑی ہوجائے گی ـــــ اور آپؐ کے پروردگار اور فرشتے قطار قطار آئیں گے ـــــ اللہ کا آنا تو ان کے شایانِ شان ہے، اور فرشتوں کا آنا انتظام اور جاہ وجلال کے اظہار کے لئے ہوگا ـــــ اور اس دن جہنم لائی جائے گی ـــــ اور جنت بھی قریب کی جائے گی ـــــ اس دن انسان کو سب کچھ یاد آجائے گا ـــــ کیونکہ بھول کی نعمت ختم ہوگئی ـــــ اور کہاں سود مند ہوگا اس کے لئے یاد آنا؟ ـــــ چڑیا چگ گئیں کھیت! ـــــ کہے گا وہ: اے کاش! میں اپنی آخری زندگی کے لئے کچھ آگے بھیج دیتا! ـــــ مگر اب کفِ افسوس ملنے سے کیا فائدہ! ـــــ پس آج اللہ کی سزا جیسی سزا کوئی نہیں دے سکتا! ـــــ یعنی اللہ تعالیٰ ایسی سخت سزادیں گے کہ نانی یاد آجائے گی ـــــ اور اللہ کے جکڑنے کی طرح کوئی نہیں جکڑ سکتا ـــــ یعنی ایسا کس کر باندھے گا کہ ہڈی پسلی ایک ہوجائے گی۔

موت کے وقت اور قیامت کے دن نیک مؤمن کی عزت افزائی ـــــ موت کے وقت جب فرشتے روح وصول کرنے آئیں گے تو نیک بندے کی روح سے کہیں گے: ـــــ اے چین پکڑی ہوئی روح! چل اپنے رب کی طرف تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش ـــــ یہ سنتے ہی روح نکلنے کے لئے بے تاب ہوجائے گی، مگر وہ بدن سے بندھی ہوئی ہوگی، اس لئے جب فرشتے بند کھولیں گے فر سے نکل جائے گی ـــــ پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے فرمائیں گے: ـــــ اب میرے خاص بندوں میں شامل ہوجا، اور میری جنت میں پہنچ جا! ـــــ یہ ہے آخری درجہ کی عزت افزائی!

نفس کی تین حالتیں: جو نفس بے باک ہوتا ہے، ہر وقت گناہ پر ابھارتا ہے، وہ نفس امارہ ہے، پھر جب وہ سنور جاتا ہے، اور برائی سرزد ہونے پر جھنجھوڑتا ہے، اور توبہ پر ابھارتا ہے تو وہ نفس لوامہ کہلاتا ہے، پھر جب اس کو چین وقرار آجاتا ہے اور دل میں گناہ کا خیال نہیں آتا تو وہ نفس مطمئنہ ہوجاتا ہے، اور یہ آخری درجہ کی کامیابی ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے نفوس کو اس درجہ تک پہنچائیں (آمین)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ البلد

البلد: سے مکہ مکرمہ مراد ہے، پہلی آیت میں اس کی قسم ہے، اس لئے سورت کا یہ نام ہے۔ گذشتہ سورت میں خوش حال لوگوں کو کرنے کے دو کام بتائے تھے: یتیم کی عزت کرنا، اور عام حالات میں غریبوں کو کھانا کھلانا، یہ کام آسان تھے، اب اس سورت میں ان کو دوسرے دو کام بتلاتے ہیں جو نسبۃً مشکل ہیں، ایک غلام کو آزاد کرنا، دوسرا: بھوک مری کے دنوں میں کھانا کھلانا، یہ دونوں کام مشکل ہیں، پہاڑوں میں تنگ راستے میں گھسنے کی طرح ہیں، اس لئے سورت اس مضمون سے شروع ہوئی ہے کہ انسان کی زندگی مشقت بھری ہے، پس اس کو یہ مشکل کام کرنے چاہئیں، مگر یہ کام بحالت ایمان ہونے چاہئے، آخر میں یہ شرط لگائی ہے، کیونکہ ایمان کے بغیر عمل بے گری کی مونگ پھلی ہے!

دوسرا مضمون: اس سورت میں یہ ہے کہ مخالفین اسلام جہاں مال خرچ کرنا چاہئے خرچ نہیں کرتے، البتہ اسلام کی مخالفت میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں، اور اس پر فخر کرتے ہیں، کہتے ہیں: میں نے ڈھیر سارا مال خرچ کر دیا! کیا اللہ نے اس کو نہیں دیکھا؟ جس نے انسان کو دیکھنے اور بولنے کی صلاحیتیں دی ہیں، کیا وہ ان کی حرکتوں سے بے خبر ہوگا؟ اور کیا وہ اللہ کی قدرت سے باہر ہیں؟

پھر یہ بیان ہے کہ اللہ نے انسان کو دوطرفہ صلاحیت دی ہے، اس کو خیر وشر کی دونوں راہیں سمجھائی ہیں، وہ اپنی اچھی صلاحیت کو بروئے کار لاکر یہ مشکل کام کیوں نہیں کرتا؟ اسلام کی مخالفت میں کیوں مال اڑاتا ہے، پھر اعمالِ صالحہ کے لئے ایمان کی شرط لگائی ہے، اور آخر میں مؤمنین اور منکرین کا انجام بیان کیا ہے۔

آیاتھا ۲۰ (۹۰) سُوْرَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ (۳۵) رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ﴿۱﴾ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۙ﴿۲﴾ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۙ﴿۳﴾ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ؕ﴿۴﴾

لَآ (۱)	نہیں! (انسان بے مشقت نہیں)	وَاَنْتَ حِلٌّ (۲)	درانحالیکہ آپ مقیم ہیں	وَمَا وَلَدَ (۳)	اور جس کو جنا اس نے
				لَقَدْ خَلَقْنَا	البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے
اُقْسِمُ	میں قسم کھاتا ہوں	بِھٰذَا الْبَلَدِ	اس شہر میں	الْاِنْسَانَ	انسان کو
بِھٰذَا الْبَلَدِ	اس شہر (مکہ) کی	وَ وَالِدٍ	اور جننے والے کی	فِیْ کَبَدٍ (۴)	مشقت میں

انسان کی زندگی مشقت بھری ہے

اللہ نے انسان کو محنت کش زندگی دی ہے، یہاں کسی کو چین نہیں، ہر شخص بیل کی طرح جُتا ہوا ہے، اس مضمون کو دو مثالوں سے سمجھایا ہے:

پہلی مثال: مکہ مکرمہ ایک امن والا شہر ہے، جاہلیت میں بھی یہاں ہر طرح کا امن وامان تھا، آدمی باپ کے قاتل سے ملتا تھا، مگر اس کا خون نہیں کھولتا تھا، یہاں کا شکار اور گھاس تک کاٹنا جائز نہیں، مگر اشرفِ کائنات ﷺ کو اسی مکہ میں تکالیف کا سامنا ہے، مسلمان بھی سختیوں سے گذر رہے ہیں، یہ سورت مکی دور کے وسط کی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۳۵ ہے، ابھی ستم زدہ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت بھی نہیں کی تھی، وہ بھی شدائد وتکالیف سے گذر رہے ہیں، مگر یہ تو ہونا ہے، انسان کی مشقت بھری زندگی ہے، یہاں کسی کو چین سکون نہیں، ہر ایک کو تکالیف کا سامنا ہے۔

دوسری مثال: ماں باپ اور اولاد کی ہے، ماں باپ: اولاد کی خاطر کیا کیا سختیاں جھیلتے ہیں؟ پیدا ہونے سے پروان چڑھنے تک ہر طرح کی مشقتیں برداشت کرتے ہیں، اور انسان کی اولاد ناتواں پیدا ہوتی ہے، وہ سہارے کی محتاج ہوتی ہے، پھر جب ہوش سنبھالتی ہے تو تعلیم کی سختیاں شروع ہو جاتی ہیں، پھر شادی اور اولاد کی فکر سوار ہو جاتی ہے، پھر ان کے لئے کمانا اور ان کو بسانا ضروری ہو جاتا ہے اور بالآخر موت کا سامنا ہے!

ان دو مثالوں (قسموں) کے ذریعہ یہ بات سمجھائی ہے کہ اللہ نے انسان کو مشقت بھری زندگی دی ہے، اگر ایسا نہ کرتے تو انسان زندگی سے اُوب (اکتا) جاتا، خالی پڑا پڑا کیا کرتا، اب اسے ایک لمحہ کی فرصت نہیں، ہر آن غمِ دیگر! (ہر وقت دوسرے کام کا فکر!)

فائدہ: مفسرینِ کرام نے: ﴿وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ﴾ کو جملہ معترضہ قرار دیا ہے، اس کو حال اور قید نہیں بنایا، اور

(۱) قسم سے پہلے جو لا ہوتا ہے اس سے جوابِ قسم کی ضد کی نفی کی جاتی ہے (۲) حَلَّ (ن) مصدر ہے، اور بمعنی اسم فاعل یا اسم مفعول ہے یعنی مقیم (۳) موصول کی طرف لوٹنے والی ضمیر محذوف ہے، أی ولدہ (۴) کَبَد (باء کے زبر کے ساتھ): مشقت، تکلیف اور کَبِد (باء کے زیر کے ساتھ): جگر، کلیجہ۔

اس کو نبی ﷺ کی تسلی قرار دیا ہے کہ آپؐ کی مکہ کی پریشانیاں ایک دن ختم ہونگی، آپؐ فاتحانہ اس شہر میں داخل ہونگے، اور اس دن اس شہر میں آپؐ کے لئے قتل وقتال بھی حلال ہوگا، حِلّ: حلال کے معنی میں آتا ہے، مگر اس صورت میں مکہ کی قسم کا فائدہ ظاہر نہیں ہوگا۔

آیاتِ پاک: ــــ نہیں ــــ یعنی انسان اس دنیا میں فری (FREE) نہیں ہے ــــ میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں، درانحالیکہ آپؐ اس شہر میں مقیم ہیں ــــ آپؐ کو یہاں کیسی پریشانیوں سے گذرنا پڑ رہا ہے! ــــ اور ماں باپ اور اولاد کی قسم کھاتا ہوں ــــ دونوں کو کتنے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں؟ ــــ بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے! ــــ یہ جوابِ قسم ہے، مذکورہ دونوں قسمیں اس کی شاہد ہیں۔

أَيَحْسَبُ أَن لَّن يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۝ يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝٦ أَيَحْسَبُ أَن لَّمْ يَرَهُ أَحَدٌ ۝٧ أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ ۝٨ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ۝٩ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۝١٠

أَيَحْسَبُ	کیا خیال کرتا ہے	أَهْلَكْتُ	اڑا دیا میں نے	لَهُ	اس کے لئے
	(انسان)	مَالًا لُّبَدًا[1]	ڈھیر سارا مال!	عَيْنَيْنِ	دو آنکھیں
أَن لَّن	کہ ہرگز نہیں	أَيَحْسَبُ	کیا خیال کرتا ہے	وَلِسَانًا	اور زبان
يَقْدِرَ عَلَيْهِ	قادر ہے اس پر	أَن لَّمْ يَرَهُ	کہ نہیں دیکھا اس کو	وَشَفَتَيْنِ	اور دو ہونٹ
أَحَدٌ	کوئی	أَحَدٌ	کسی نے	وَهَدَيْنَاهُ	اور دکھلائی ہم نے اسکو
يَقُولُ	کہتا ہے	أَلَمْ نَجْعَل	کیا نہیں بنائی ہم نے	النَّجْدَيْنِ[2]	دو چڑھائیاں

انسان زیرِ اختیار ہے، اور اس کو دو چڑھائیاں دکھائی ہیں

جاننا چاہئے کہ:

۱- پہاڑی علاقہ میں کسی اہم جگہ پہنچنے کے لئے کبھی چڑھائی چڑھنی پڑتی ہے، اور چڑھائی کبھی بلند اور سخت ہوتی ہے، جیسے غارِ حراء اور غارِ ثور کی چڑھائیاں اتنی سخت ہیں کہ آدھے لوگ تھک کر لوٹ جاتے ہیں، ایسی بلند جگہ نَجْد کہلاتی ہے، سعودیہ میں ریاض کا علاقہ جزیرۃ العرب کا اونچا حصہ ہے، اس لئے وہ نجد کہلاتا ہے۔

(۱) اللُّبَد: بہت سارا مال (۲) النَّجد: بلند اور سخت جگہ، پہاڑ کی چوٹی۔

۲- پہاڑی علاقہ میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لئے کہیں تنگ راستہ ہوتا ہے، وہاں سے گذرتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ کوئی چٹان لڑھک نہ آئے، ایسے تنگ دشوار گذار راستہ کو عقبہ (گھاٹی) کہتے ہیں۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مشقت والی زندگی دی ہے، وہ ہر طرح سے قید میں ہے، مگر وہ خیال کرتا ہے کہ وہ فری ہے، اس پر کسی کا بس نہیں وہ بے بس چل رہا ہے، اس لئے شیخی بگارتا ہے، کہتا ہے: میں نے دعوتِ اسلام کو روکنے کے لئے ڈھیروں مال خرچ کر دیا! حالانکہ دھیلا خرچ نہیں کیا، پس کیا اس کو کسی نے دیکھا نہیں؟ جس نے دیکھنے کے لئے اس کو دو آنکھیں اور بولنے کے لئے زبان اور دو ہونٹ دیئے ہیں وہ اس کی حرکتوں کو نہیں دیکھ رہا اور اس کی باتوں کو نہیں سن رہا؟ اصل یہ ہے کہ اللہ نے انسان کو دونوں چڑھائیاں دکھلادی ہیں، اچھی بھی اور بری بھی، مگر وہ بری چڑھائی چڑھ رہا ہے، حالانکہ اس کے لئے مناسب یہ تھا کہ وہ اچھی چڑھائی چڑھتا۔

آیاتِ پاک: —— کیا انسان سمجھتا ہے کہ اس پر ہرگز کوئی قادر نہیں —— وہ مطلق العنان (بے لگام) ہے —— وہ کہتا ہے: میں نے ڈھیر سارا مال اڑادیا! —— اسلام کی دعوت کو روکنے میں —— کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں؟ —— ایسا سمجھنا خود کو دھوکہ دینا ہے —— کیا ہم نے اس کے لئے دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے؟ —— جب اللہ نے اس کو دیکھنے کے لئے دو آنکھیں دی ہیں، تو کیا دینے والا اندھا ہوگا؟ وہ ضرور 'بینا' ہے، وہ اس کی حرکتوں کو دیکھ رہا ہے کہ کہاں مال خرچ کر رہا ہے، اور کیا بک رہا ہے؟ زبان اور ہونٹ ملا کر آدمی بولتا ہے، منہ کھول کر نہیں بول سکتا، زبان مخرج سے ٹکراتی ہے تو ہوا پیدا ہوتی ہے، پھر وہ بند ہونٹوں سے ٹکراتی ہے اور آواز پیدا ہوتی ہے، پھر ہونٹ بار بار کھلتے ہیں تو آواز باہر نکلتی ہے اور کان سنتے ہیں —— اور ہم نے اس کو دو چڑھائیاں دکھلائی ہیں —— اچھی اور بری، پس اس کو اچھی راہ اپنانی چاہئے، جس کا بیان آگے ہے۔

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿۱۱﴾ وَمَا أَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿۱۲﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿۱۳﴾ أَوْ إِطْعٰمٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ﴿۱۴﴾ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿۱۵﴾ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿۱۶﴾

فَلَا اقْتَحَمَ	پس نہیں داخل ہوا وہ	فَكُّ رَقَبَةٍ	گردن کا چھڑانا	يَتِيمًا	یتیم
الْعَقَبَةَ	گھاٹی میں	أَوْ إِطْعٰمٌ	یا کھلانا	ذَا مَقْرَبَةٍ	رشتہ دار کو
وَمَا أَدْرٰىكَ	اور تجھے کیا پتہ	فِي يَوْمٍ	دن میں	أَوْ مِسْكِينًا	یا غریب
مَا الْعَقَبَةُ	گھاٹی کیا ہے؟	ذِي مَسْغَبَةٍ	فاقہ والے	ذَا مَتْرَبَةٍ	خاک نشیں کو

دو مشکل کام جو خوش حال لوگوں کو کرنے چاہئیں

سورۃ الفجر میں خوش حال لوگوں کو چار کام بتائے ہیں، دو مثبت اور دو منفی، مثبت کام: یتیموں کا اکرام کرنا، اور غریبوں کا تعاون کرنا، اور منفی کام: میراث سمیٹ کر نہ کھانا اور مال سے بہت زیادہ محبت نہ کرنا، اب دوسرے دو ذرا مشکل کام بتاتے ہیں: ایک غلاموں کو آزاد کرنا دوسرا بھوک مری میں کھانا کھلانا، کس کو؟ رشتہ دار یتیم کو اور خاک نشیں مسکین کو، یہ کام پہلے کاموں کی بہ نسبت مشکل ہیں، اس لئے ان کو گھاٹی میں گھسنے سے تعبیر کیا ہے۔

نجد کے معنی ہیں: بلند جگہ، اور عقبہ کے معنی ہیں: گھاٹی، دونوں ایک ہیں، تعبیر میں فرق تفنن ہے، اور مراد ملکیت اور بہیمیت ہیں، اگلی سورت میں ان کا ذکر آرہا ہے: ﴿ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ﴾: بدکاری اور نیکوکاری فطرت میں رچی بسی ہیں، اور انسان کو اختیار ہے جونسی راہ اختیار کرے، پس العقبة (معرفہ) سے مراد نیکی کا راستہ ہے، اور اقتحام کے معنی ہیں: کسی چیز میں زبردستی یعنی مشکل سے گھسنا، یہ دو کام کرتے ہوئے طبیعت پر بوجھ پڑتا ہے، اس لئے یہ تعبیر اختیار کی ہے۔

اس کے بعد جاننا چاہئے کہ غلامی کا مسئلہ اسلام نے شروع نہیں کیا، یہ طریقہ جنگی قیدیوں کے حل کے طور پر پہلے سے چلا آرہا تھا، اسلام نے اس کو باقی رکھا ہے، کیونکہ اس سے بہتر کوئی حل نہیں، البتہ اسلام نے غلامی سے نکلنے کی راہیں کھولی ہیں، ایک راہ لوجہ اللہ غلام کو آزاد کرنا ہے، اس کا یہاں ذکر ہے۔

اور غریبوں کو کھلانا ہر حال میں ثواب کا کام ہے، اور خاص طور پر رشتہ دار یتیم کو کھلانے میں بڑا ثواب ہے، یتیم غریب ہوتا ہی ہے، اور رشتہ دار یتیم کی خبر گیری میں دوہرا ثواب ہے، اسی طرح قحط سالی میں لوگ بھوکوں مرتے ہیں، پس جو غریب مٹی پر پڑا ہوا ہے اس کو کھلانے میں بہت زیادہ ثواب ہے، اس کو نہیں کھلایا جائے گا تو وہ مرجائے گا!

آیاتِ کریمہ: —— پس وہ (خوش حال) گھاٹی میں کیوں نہیں گھسا؟ اور جانتے ہو گھاٹی کیا ہے؟ اگردن کا چھڑانا اور بھوک مری کے دن میں کھلانا: رشتہ دار یتیم کو یا خاک نشیں غریب کو۔

ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿۱۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿۱۹﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿۲۰﴾ ع۱۵

ثُمَّ كَانَ (۱)	اور تھا وہ	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	بِالصَّبْرِ	برداشت کرنے کی
مِنَ الَّذِيْنَ	ان لوگوں میں سے جو	وَتَوَاصَوْا (۲)	اور باہم تاکید کی	وَتَوَاصَوْا	اور باہم تاکید کی

(۱) ثم: ترتیب ذکری کے لئے بمعنی واو ہے، تراخی کے لئے نہیں، کیونکہ ایمان شرط مقدم ہے (۲) تواصی (باب تفاعل) ایک دوسرے کو وصیت (تاکید) کرنا۔

بِالْمَرْحَمَةِ[1]	مہربانی کرنے کی	وَالَّذِيْنَ	اور جن لوگوں نے	اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ	بائیں والے (بد نصیب) ہیں
اُولٰٓئِكَ	یہی لوگ	كَفَرُوْا	انکار کیا	عَلَيْهِمْ نَارٌ	ان پر آگ ہے
اَصْحٰبُ[2] الْمَيْمَنَةِ	دائیں والے (خوش نصیب) ہیں	بِاٰيٰتِنَا	ہماری باتوں کا	مُّؤْصَدَةٌ[3]	مونڈی ہوئی
		هُمْ	وہ		

اعمال کی اعتباریت کے لئے ایمان شرط ہے اور دو ترغیبی باتیں اور اچھوں بروں کا انجام

آخرت میں اعمالِ صالحہ کی قبولیت کے لئے بنیادی شرط ایمان ہے، اگر یہ شرط نہیں پائی جائے گی تو سب کرا کرایا اکارت جائے گا، دنیا میں ان کا بدلہ دیدیا جائے گا، پھر دو ترغیبی باتیں بیان کی ہیں:

ایک: لوگوں کو تاکید کرنا کہ دین پر عمل کرنے میں جو سختیاں اور دشواریاں پیش آئیں ان کو انگیز کیا جائے، ہمت نہ ہارے، پیچھے نہ ہٹے، ہمت مرداں مددِ خدا۔ دوم: خلقِ خدا پر رحم کھایا جائے، انسان ہی نہیں جانوروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا جائے، آسمان والا ان پر رحم کرے گا۔

پھر لوگوں کا انجام بیان کیا ہے، جو شرط کے مطابق نیک عمل کریں گے وہ خوش نصیب ہوں گے، قیامت کے دن ان کو نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور وہ جنت میں عیش کریں گے —— اور جو ایمان نہیں لائے اور انھوں نے قرآن کی باتوں کو جھٹلایا، وہ قیامت کے دن بدنصیب ہونگے، ان کو نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اور وہ جہنم میں جائیں گے، جس کی آگ دنیا کی آگ سے اُنہتر (۶۹) درجہ بڑھی ہوئی ہے، پھر بھی اس کی پریشر کوکر کی طرح مونڈ کر گرمی بڑھائی جائے گی، پس وہ کس درجہ گرم ہوجائے گی؟ اللہ کی پناہ!

آیاتِ کریمہ: —— اور تھا وہ ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے، اور ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کرتے رہے، اور مہربانی کرنے کی تاکید کرتے رہے، یہی خوش نصیب لوگ ہیں —— اور جنھوں نے ایمان لانے سے انکار کیا، اور قرآنِ کریم کی باتوں کو جھٹلایا: وہ بدنصیب ہیں، ان پر مونڈی ہوئی آگ ہوگی!



(۱) المرحمة: مصدر میمی بمعنی رحمت (۲) عرب سیدھے ہاتھ کو میمنہ یعنی مبارک کہتے ہیں اور الٹے ہاتھ کو شُومی اور مشئمة کہتے ہیں، یعنی منحوس (۳) مؤصدة: اسم مفعول، ایصاد (باب افعال): بند کرنا، مونڈنا، ڈھانپنا، منہ بند کرنا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الشمس

گذشتہ سورت میں آیا ہے:﴿ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴾: ہم نے انسان کو دونوں اونچائیاں دکھلادیں، یعنی اس کی فطرت میں خیر وشر کی دونوں صلاحیتیں رکھ دیں، اب اس سورت میں اسی بات کو مدلل کیا ہے، تین متقابلات کے ساتھ نفس کی دونوں حالتوں کو بھی ذکر کیا، یہی مدعیٰ ہے۔

آیاتہا ۱۵ — (۹۱) سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ (۲۶) — رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۞ وَالْقَمَرِ إِذَا تَلٰهَا ۞ وَالنَّهَارِ إِذَا جَلّٰهَا ۞ وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشٰهَا ۞ وَالسَّمَاءِ وَمَا بَنٰهَا ۞ وَالْأَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۞ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۞ فَأَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۞

وَالشَّمْسِ	سورج کی قسم	وَاللَّيْلِ	رات کی قسم	وَمَا طَحٰهَا	اور اس کو پھیلانے کی
وَضُحٰهَا (۱)	اور اسکی دھوپ چڑھنے کی	إِذَا يَغْشٰهَا	جب ڈھانک لے	وَنَفْسٍ	نفس کی قسم
وَالْقَمَرِ	چاند کی قسم		رات سورج کو	وَّمَا سَوّٰهَا	اور اسکو ٹھیک بنانے کی
إِذَا تَلٰهَا (۲)	جب وہ سورج کے پیچھے آئے	وَالسَّمَاءِ	آسمان کی قسم	فَأَلْهَمَهَا (۵)	پس سجھائی اس کو
وَالنَّهَارِ	دن کی قسم	وَمَا بَنٰهَا (۴)	اور اس کو بنانے کی	فُجُوْرَهَا (۶)	اس کی بدکاری
إِذَا جَلّٰهَا (۳)	جب روشن کرے دن سورج کو	وَالْأَرْضِ	زمین کی قسم	وَتَقْوٰهَا	اور اس کی نیکوکاری

(۱) ضُحیٰ: چاشت، اس وقت دھوپ چڑھتی ہے، اور دن خوب روشن ہوجاتا ہے (۲) تلاها: چودھویں کا چاند مراد ہے، وہ سورج کے غروب کے ساتھ نکلتا ہے (۳) جلّی کا فاعل ضمیر ہے، جو نہار کی طرف لوٹتی ہے (۴) ما: یہاں اور آگے مصدریہ ہے۔ (۵) فالهمها: جوابِ قسم کی جگہ آیا ہے، یہی قسم بھی ہے اور جوابِ قسم بھی۔ (۶) فجور کی تقدیم اس کی خطرناکی ظاہر کرنے کے لئے ہے۔

نفس میں دو متضاد کیفیات: ملکیت اور بہیمیت جمع ہیں: اس پر تین متقابلات سے استدلال

۱-سورج کو دیکھو، جب چاشت کا وقت ہو جائے اور وہ خوب روشن ہو جائے، اور اس کے بالمقابل چاند کو دیکھو، جب وہ چودھویں رات میں سورج کے غروب کے ساتھ طلوع کرے، دونوں مل کر شب و روز کو روشن کرتے ہیں۔

۲-دن کو دیکھو! جب دن میں سورج خوب روشن ہو جائے، اور سارا جہاں جگمگا جائے، اور اس کے بالمقابل رات کو دیکھو، جب وہ سورج کی روشنی کو ڈھانک لے، اور رات خوب تاریک ہو جائے، دونوں کے ساتھ معاش اور راحت کا تعلق ہے۔

۳-آسمان کو دیکھو، اس کو کتنا مضبوط اور چوڑا چکلا بنایا ہے، اور اس کے بالمقابل زمین کو دیکھو، اس کو کیسا پھیلایا ہے؟ دونوں کے ساتھ انسان کی معاش اور معیشت کا تعلق ہے۔

جوابِ قسم: اسی طرح نفس کو خوب ٹھیک بنایا ہے، اس میں بہیمیت اور ملکیت دونوں صلاحیتیں جمع کی ہیں، اور دونوں کے ساتھ انسان کی ترقی اور تنزل کا تعلق رکھا ہے، اور بہیمیت (بدکاری) کو مقدم اس لئے کیا ہے کہ اس سے بچنا نہایت ضروری ہے۔

آیاتِ کریمہ: —— سورج اور اس کی دھوپ چڑھنے (چاشت) کی قسم، چاند کی قسم جب وہ سورج کے غروب پر طلوع ہو، دن کی قسم جب اس کو سورج خوب روشن کر دے، رات کی قسم جب وہ سورج کی روشنی کو ڈھانک لے، آسمان اور اس کی بنانے کی قسم، زمین اور اس کو پھیلانے کی قسم! (جوابِ قسم بصورتِ قسم) نفس کو ٹھیک بنانے کی قسم! اس طرح کہ اس کو الہام کی اس کی بدکاری اور اس کی نیکوکاری!

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝٩ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝١٠ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَا ۝١١ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝١٢ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝١٣ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا ۥ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝١٤ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝١٥

ع ۱ ۱۵/۱۶

قَدْ اَفْلَحَ	تحقیق کامیاب ہوا	مَنْ دَسّٰىهَا	جس نے اس کو ملیامیٹ	ثَمُوْدُ	ثمود نے
مَنْ زَكّٰىهَا	جس نے اس کو سنوار لیا		کر دیا	بِطَغْوٰىهَا	اپنی سرکشی سے
وَقَدْ خَابَ	اور تحقیق نامراد ہوا	كَذَّبَتْ	جھٹلایا	اِذِ انْۢبَعَثَ	جب اٹھا

اَشْقٰهَا	ان کا بدبخت	فَكَذَّبُوْهُ	پس جھٹلایا قوم نے صالح کو	بِذَنْۢبِهِمْ	ان کے گناہ کی وجہ سے
فَقَالَ	پس کہا	فَعَقَرُوْهَا	پس انھوں نے اس کے	فَسَوّٰىهَا	پس برابر کردیا ان کو
لَهُمْ	ان سے		پاؤں کاٹ ڈالے	وَلَا	اور نہیں
رَسُوْلُ اللهِ	اللہ کے رسول نے	فَدَمْدَمَ	پس ناراض ہوئے	يَخَافُ	ڈرتے وہ
نَاقَةَ اللهِ	(بچو) اللہ کی اونٹنی سے	عَلَيْهِمْ	ان پر	عُقْبٰهَا	اس کے انجام سے
وَسُقْيٰهَا	اور اسکی پینے کی باری سے	رَبُّهُمْ	ان کے پروردگار	۞	۞

جو نفس کو سنوارے گا وہ کامیاب ہوگا، اور جو اس کو خاک آلود کرے گا وہ ناکام ہوگا

جب نفس میں دو متضاد کیفیات جمع ہیں تو دونوں کے احکام بیان کرنا ضروری ہیں، پس فرماتے ہیں: جو نفس کو سنوارے گا وہ کامیاب ہوگا، اور جو اسے خاک آلود کرے گا وہ ناکام ہوگا، نفس کو سنوارنے کی مثال آگے سورۃ الضحیٰ اور سورۃ الانشرح میں آئے گی، اور وہ نبی ﷺ کی مثال ہے، سورۃ الضحیٰ میں آپؐ کا ابتدائی حال ہے اور سورۃ الانشراح میں اس کی شرح ہے، اور نفس کو خاک آلود کرنے کی مثال یہاں ہے، اور وہ ثمود کی مثال ہے، انھوں نے بہیمیت کی پیروی کی، اپنے پیغمبر حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی، اور معجزہ طلب کیا، صالح علیہ السلام نے ان کے مطالبہ کے مطابق پتھر کی چٹان سے اونٹنی نکال کر دکھائی، مگر وہ ایمان نہیں لائے، بلکہ اونٹنی کو مارنے کے درپے ہوئے، قذار نامی ایک سردار نے اس کی ذمہ داری لی، حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو سمجھایا کہ اللہ کی اونٹنی کو اور اس کی پانی کی باری کو مت چھیڑو! مگر انھوں نے نہیں مانا، اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں، جس سے وہ ہلاک ہوگئی، اللہ تعالیٰ ان کی اس حرکت سے ناراض ہوئے اور ان کا صفایا کردیا، اور انجام کیا ہوگا؟ اس کی اللہ کو کچھ پرواہ نہیں!

آیاتِ کریمہ: بالیقین وہ شخص کامیاب ہوا جس نے نفس کو سنوارا، اور وہ شخص ناکام ہوا جس نے اس کو بگاڑا (مثلاً) ثمود نے اپنی سرکشی سے (اللہ کی دعوت کو) جھٹلایا (یاد کرو:) جب قوم کا بدبخت کھڑا ہوا، پس اللہ کے رسول نے ان سے کہا: (بچو) اللہ کی اونٹنی اور اس کی پانی پینے کی باری سے! پس انھوں نے ان کی یہ بات نہیں مانی، اور اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں (جس سے وہ ہلاک ہوگئی) پس اللہ قوم پر ان کی اس حرکت سے ناراض ہوئے اور ان کا صفایا کردیا، اور وہ اس کے انجام سے نہیں ڈرتے! ــــــ وہ ان کی جگہ دوسری قوم پیدا کردیں گے۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ اللیل

اس سورت میں دو مضمون ہیں:

۱- انسان کی فطرت میں دو متضاد کیفیات (نیکوکاری اور بدکاری) ساتھ ساتھ ہیں، ان کے احکام گذشتہ سورت میں بیان کئے تھے، اب ان کے آثار بیان فرماتے ہیں، اور ان کا اختلاف دو نظیروں کے ذریعہ سمجھاتے ہیں۔

۲- اللہ نے انسان کو مجبور پیدا نہیں کیا، اس کو کسب کا اختیار دیا ہے، البتہ راہ نمائی اپنے ذمہ لی ہے، اور دنیا اور آخرت کی جوڑی ہے، یہاں کے اعمال کی جزا و سزا آخرت میں ہے، پس انسان کے سامنے دو راہیں ہیں، جنت کی اور جہنم کی، انسان کو جہنم کی راہ سے بچنا چاہئے اور جنت کی راہ اپنانی چاہئے۔

آیاتہا ۲۱ — (۹۲) سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ (۹) — رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى ۝۱ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلّٰى ۝۲ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰٓى ۝۳ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝۴ فَأَمَّا مَنْ أَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝۵ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝۶ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝۷ وَأَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝۸ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝۹ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝۱۰ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗٓ إِذَا تَرَدّٰى ۝۱۱

وَالَّيْلِ	رات کی قسم	الذَّكَرَ وَالْأُنْثٰٓى	نر اور مادہ کو	وَاتَّقٰى	اور ڈرا
إِذَا يَغْشٰى	جب وہ چھا جائے	إِنَّ سَعْيَكُمْ	بیشک تمہارے اعمال	وَصَدَّقَ	اور تصدیق کی
وَالنَّهَارِ	دن کی قسم	لَشَتّٰى	یقیناً مختلف ہیں	بِالْحُسْنٰى	بہترین بات کی
إِذَا تَجَلّٰى	جب وہ روشن ہو جائے	فَأَمَّا مَنْ	پس رہا وہ جس نے	فَسَنُيَسِّرُهٗ	پس ہم اس کو آہستہ
وَمَا خَلَقَ[1]	پیدا کرنے کی قسم	أَعْطٰى	دیا		آہستہ لے جائیں گے

(۱) ما: مصدریہ ہے۔

لِلْيُسْرٰى	جنت میں	بِالْحُسْنٰى	بہترین بات کو	عَنْهُ	اس کے
وَ اَمَّا مَنْۢ	اور رہا وہ جس نے	فَسَنُيَسِّرُهٗ	پس ہم اس کو آہستہ	مَالُهٗٓ	اس کا مال
بَخِلَ	ہاتھ روکا		آہستہ لے جائیں گے	اِذَا	جب وہ
وَاسْتَغْنٰى	اور وہ بے پرواہ بنا	لِلْعُسْرٰى (۱)	دوزخ میں	تَرَدّٰى	کھڈے میں گرے گا
وَكَذَّبَ	اور جھٹلایا	وَمَا يُغْنِىْ	اور نہیں کام آئے گا	۞	۞

انسان کے اختلافِ اعمال کی نظیریں

انسان کو دو متضاد صلاحیتیں دی ہیں: اچھی اور بری، جیسا کہ گذشتہ سے پیوستہ سورت میں آیا، اب انسان جس قوت کو بڑھاوا دے گا اس کے آثار ظاہر ہونگے، اور قوتیں چونکہ متضاد ہیں، اس لئے آثار بھی مختلف ہونگے، اور اس کی دو نظیریں ہیں:

۱- رات اور دن ٹائم (وقت) کے دو حصے ہیں، تاہم جب رات چھا جاتی ہے اور دن روشن ہو جاتا ہے تو دونوں کتنے مختلف ہو جاتے ہیں؟ اسی طرح انسانوں کے اعمال کے اختلاف کو سمجھنا چاہئے۔

۲- اللہ نے نوع کو تقسیم کر کے دو صنفیں بنائی ہیں: نر اور مادہ، ہر نوع کو اسی طرح تقسیم کیا ہے، اب ان دو صنفوں کا تفاوت دیکھیں: کس قدر ہے؟ اسی طرح انسانوں کے اعمال مختلف ہیں:

مؤمنین ایسے تین کام کرتے ہیں جو آہستہ آہستہ ان کو جنت میں پہنچاتے ہیں، وہ کارِ خیر میں خرچ کرتے ہیں، وہ تقوی والی زندگی گذارتے ہیں اور کلمۂ حسنی: لا إله إلا الله کی تصدیق کرتے ہیں۔

اور کفار کے دوسرے تین کام ہیں جو آہستہ آہستہ ان کو دوزخ میں پہنچاتے ہیں، وہ کارِ خیر میں خرچ کرنے سے ہاتھ روکتے ہیں، ان کو اللہ کی کچھ پرواہ نہیں، اور وہ کلمۂ حسنی کو نہیں مانتے، اس لئے وہ جہنم میں پہنچیں گے اور جب وہ جہنم کے کھڈے میں گریں گے تو ان کا مال ان کے کچھ کام نہیں آئے گا۔

آیاتِ پاک: —— رات کی قسم جب وہ چھا جائے، دن کی قسم جب وہ روشن ہو جائے —— ان دو حالتوں میں دونوں کے آثار کتنے مختلف ہیں، جبکہ دونوں ٹائم کے حصے ہیں —— نر اور مادہ کو پیدا کرنے کی قسم! —— یہ دونوں نوع کے حصے ہیں، پھر بھی دونوں کے کام کتنے مختلف ہیں؟ —— بے شک تمہارے اعمال یقیناً مختلف ہیں —— یہ جوابِ قسم

(۱) یُسری اور عُسری: موصوف کے قائم مقام صفتیں ہیں، جیسے الدنیا اور الآخرة، الدار الیسری: آسان گھر یعنی جنت اور الدار العسری: سخت گھر یعنی دوزخ، اور قرینہ ﴿وَمَا يُغْنِىْ عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى﴾ ہے یعنی جب جہنم کے کھڈے میں گرے گا تو مال کچھ کام نہیں آئے گا، اور نیسرہ کا ترجمہ شاہ عبدالقادر صاحب نے کیا ہے: ”ہم اس کو سہج سہج پہنچائیں گے“

ہے یعنی دعوی ہے، جس کو مذکورہ نظیروں سے سمجھایا ہے۔

اب رہا وہ شخص جس نے راہِ خدا میں دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات کی تصدیق کی، اس کو ہم آہستہ آہستہ جنت میں پہنچائیں گے، اور رہا وہ شخص جس نے نہیں دیا، اور بے پرواہوا، اور اچھی بات کو جھٹلایا، اس کو ہم آہستہ آہستہ دوزخ میں پہنچائیں گے، اور جب وہ کھڈے میں گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ کام نہیں آئے گا —— اور دونوں کے اعمال مختلف اس لئے ہیں کہ مؤمن نے ملکیت کی پیروی کی ہے پس اس کے آثار ظاہر ہوئے اور کافر نے بہیمیت کی پیروی کی ہے، اس لئے اس کے آثار ظاہر ہوئے، اور دونوں کے کاموں میں تقابل کی نسبت ہے یعنی تضاد ہے، کیونکہ ملکیت اور بہیمیت میں تضاد ہے۔

إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ ﴿١٢﴾ وَإِنَّ لَنَا لَلْآخِرَةَ وَالْأُولَىٰ ﴿١٣﴾ فَأَنذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظَّىٰ ﴿١٤﴾ لَا يَصْلَاهَا إِلَّا الْأَشْقَى ﴿١٥﴾ الَّذِي كَذَّبَ وَتَوَلَّىٰ ﴿١٦﴾ وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِي يُؤْتِي مَالَهُ يَتَزَكَّىٰ ﴿١٨﴾ وَمَا لِأَحَدٍ عِندَهُ مِن نِّعْمَةٍ تُجْزَىٰ ﴿١٩﴾ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْأَعْلَىٰ ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ ﴿٢١﴾

ع ۱ / ۲۱ / ۱۷

إِنَّ عَلَيْنَا (۱)	بیشک ہمارے ذمہ ہے	لَا يَصْلَاهَا	نہیں داخل ہوگا اس میں	وَمَا لِأَحَدٍ	اور نہیں ہے کسی کیلئے
لَلْهُدَىٰ	البتہ راہ نمائی	إِلَّا الْأَشْقَى	مگر نہایت بدبخت	عِندَهُ	اس کے پاس
وَإِنَّ لَنَا (۱)	اور بیشک ہماری ملک	الَّذِي كَذَّبَ	جس نے جھٹلایا	مِن نِّعْمَةٍ	کوئی احسان
	میں ہیں	وَتَوَلَّىٰ	اور منہ موڑا	تُجْزَىٰ (۴)	جس کا بدلہ دے رہا ہو
لَلْآخِرَةَ	یقیناً آخرت	وَسَيُجَنَّبُهَا	اور اب بچارہے گا اس سے	إِلَّا ابْتِغَاءَ (۵)	لیکن چاہتے ہوئے
وَالْأُولَىٰ	اور دنیا	الْأَتْقَى	نہایت پرہیز گار	وَجْهِ	چہرہ (خوشنودی)
فَأَنذَرْتُكُمْ	پس ڈراتا ہوں میں تم کو	الَّذِي يُؤْتِي	جو دیتا ہے	رَبِّهِ	اپنے پروردگار کا
نَارًا	آگ سے	مَالَهُ	اپنا مال	الْأَعْلَىٰ	برتر وبالا
تَلَظَّىٰ (۲)	جو بھڑک رہی ہے	يَتَزَكَّىٰ (۳)	ستھرا ہوتا ہے	وَلَسَوْفَ يَرْضَىٰ	اور عنقریب وہ راضی ہوگا

(۱) علینا اور لنا ظرف ہونے کی وجہ سے خبر مقدم ہیں (۲) جملہ تلظی: نارًا کی صفت ہے، اور تلظی میں سے ایک تاء محذوف ہے۔ (۳) یتزکی: یؤتی کے فاعل کا حال ہے (۴) جملہ تجزی: نعمۃ کی صفت ہے (۵) استثناء منقطع بمعنی لکن ہے۔

اللہ کی راہ نمائی

پہلے دو باتیں سمجھ لیں:

۱- اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبور پیدا نہیں کیا، اس کو جزوی اختیار دے کر دوراہے پر کھڑا کیا ہے، خیر وشر کی دونوں راہیں اس کے لئے کھول دی ہیں، اس کی فطرت میں ملکیت بھی رکھ دی ہے اور بہیمیت بھی، وہ جس رخ پر پڑنا چاہے پڑسکتا ہے، البتہ اس کی راہ نمائی کی ذمہ داری اللہ نے خود لی ہے، اس مقصد سے انسان کو دنیا میں بھیجنے سے پہلے درسِ معرفت دیا، بچہ اسی نیچر کو لے کر دنیا میں آتا ہے، پھر انبیاء و رسل بھیجے، اپنی کتابیں نازل کیں، اور انسان کی مکمل راہ نمائی کی، تاکہ وہ غلط راہ پر نہ پڑے۔

۲- عالم دو ہیں: دنیا اور آخرت، دونوں اللہ کی ملک ہیں، اور اللہ نے دونوں کی جوڑی بنائی ہے، دونوں سے مل کر ایک مقصد کی تکمیل ہوگی، دنیا میں عمل کرنا ہے اور آخرت میں اس کی جزاوسزا پانا ہے، پس راہ نمائی میں اس کا لحاظ رہے گا کہ انسان کی آخرت آباد ہو، اسے جہنم کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

اللہ کی راہ نمائی: —— اللہ تعالیٰ بندوں کو جہنم کی بھڑکتی آگ سے ڈراتے ہیں، کیونکہ اس میں بڑا بدبخت ہی جائے گا، جو دعوتِ اسلام کو جھٹلائے گا، اس سے منہ موڑے گا اور ایمان نہیں لائے گا، پس جو آخرت میں خیر چاہتا ہے وہ ایمان لائے، اور اللہ کے دین پر عمل کرے جبھی آخرت میں کامیابی اس کے قدم چومے گی۔

اور جو بندے نہایت پرہیزگار ہیں، آنکھ جھپکنے کے بقدر بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہ پاک صاف ہونے کے لئے یعنی بخیلی کی بیماری دور کرنے کے لئے مال خرچ کرتے ہیں، ان پر کسی غریب کا کوئی احسان نہیں جسے اتارنا چاہتے ہوں، بلکہ محض لوجہ اللہ غریب پر خرچ کرتے ہیں، ان کو آخرت میں جنت ملے گی جس سے وہ خوش ہوجائیں گے۔

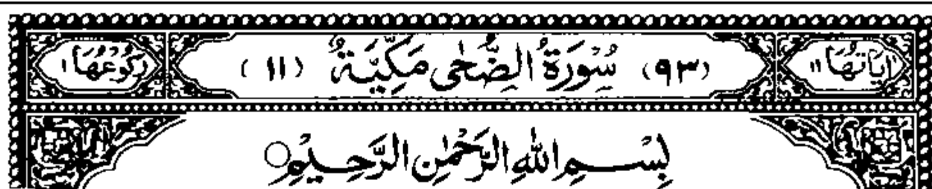
آیاتِ کریمہ: —— بے شک ہمارے ذمہ (انسانوں کی) راہ نمائی ہے —— یہ پہلی بات ہے —— اور بے شک ہماری ملک ہیں آخرت اور دنیا —— یہ دوسری بات ہے —— پس میں تم کو بھڑکتی آگ سے ڈراتا ہوں —— یہ نصیحت شروع کی —— اس میں بڑا بدبخت ہی داخل ہوگا —— بڑا بدبخت یعنی کافر، اور داخل ہونا ہمیشہ کے لئے ہے —— جس نے (رسول کی) تکذیب کی، اور (دعوتِ ایمان سے) منہ موڑا —— اور اب بچا رہے گا دوزخ سے نہایت پرہیزگار جو پاک صاف ہونے کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے، اور کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں جس کو وہ اتارنا چاہتا ہو، لیکن اپنے پروردگار برتر وبالا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے، اور عنقریب وہ خوش ہوجائے گا —— یعنی صلہ حسبِ نیت ملے گا، اس کی نیت اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی تھی، پس صلہ ایسا دیا کہ وہ خوش ہوگیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الضحیٰ

ربط: گذشتہ سے پیوستہ سورت میں (سورۃ الشمس میں) فرمایا ہے کہ اللہ نے انسانوں کی فطرت میں بدکاری اور نیکوکاری جمع کی ہیں، اب جو نفس کو سنوارے گا کامیاب ہوگا، اور جو اس کو خاک آلود کرے گا ناکام ہوگا، پھر نفس کو خاک آلود کرنے والوں کی مثال دی تھی کہ ثمود نے سرکشی کی اور تباہ ہوئے، اور نفس کو سنوارنے والوں کی مثال نہیں دی تھی، اب دو سورتوں میں اس کی مثال ہے، اور سورۃ اللیل میں صلاحیتوں کے اختلاف سے اعمال کا اختلاف دکھلایا ہے۔

نفس کو سنوارنے والے مؤمنین ہیں، ان کے سردار سرورِ کونین ﷺ ہیں، وہ نفس کو سنوارنے والوں کا اعلیٰ فرد ہیں، ان کو مثال میں پیش کرتے ہیں، پھر سورۃ التین میں عام لوگوں کا ذکر ہے، ان کے ضمن میں مؤمنین بھی آئیں گے، اور یہ سورت ابتدائی دور کی ہے، اس کا نزول کا نمبر گیارہ ہے، اور اگلی سورت اس کے فوراً بعد نازل ہوئی ہے، اس کا نزول کا نمبر ۱۲ ہے، پس اگلی سورت میں اسی سورت کی وضاحت ہے۔



وَالضُّحٰى ۝۱ وَالَّيْلِ إِذَا سَجٰى ۝۲ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۝۳ وَ لَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۝۴ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۝۵ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۝۶ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى ۝۷ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝۸ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝۹ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝۱۰ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝۱۱ ع

وَالضُّحٰى	چاشت کے وقت کی قسم	مَا وَدَّعَكَ	نہیں چھوڑا آپ کو	وَ لَلْاٰخِرَةُ	اور البتہ پچھلی حالت
وَالَّيْلِ	اور رات کی قسم	رَبُّكَ	آپ کے رب نے	خَيْرٌ لَّكَ	بہتر ہے آپ کے لئے
إِذَا سَجٰى (۱)	جب وہ چھا جائے	وَمَا قَلٰى (۲)	اور نہ وہ بیزار ہوا	مِنَ الْاُوْلٰى	پہلی حالت سے

(۱) سَجَا اللیل: چھپانا، ڈھانکنا (۲) قَلٰی فلانا قِلیً: کسی سے متنفر ہو کر ترک تعلق کرنا۔

وَلَسَوْفَ	اور البتہ عنقریب	وَوَجَدَكَ	اور پایا اس نے آپ کو	فَلَا تَقْهَرْ	تو مت ڈانٹ
يُعْطِيكَ	دیں گے آپ کو	ضَالًّا	دین سے بے خبر	وَأَمَّا السَّائِلَ	اور رہا مانگنے والا
رَبُّكَ	آپؐ کے رب	فَهَدَىٰ	پس باخبر کیا اس نے	فَلَا تَنْهَرْ	پس مت جھڑک
فَتَرْضَىٰ	پس خوش ہوجائیں گے آپ	وَوَجَدَكَ	اور پایا اس نے آپ کو	وَأَمَّا	اور رہا
أَلَمْ يَجِدْكَ	کیا نہیں پایا اس نے آپ کو	عَائِلًا[1]	محتاج	بِنِعْمَةِ	فضل
يَتِيمًا	یتیم	فَأَغْنَىٰ	پس مالدار کیا	رَبِّكَ	تیرے رب کا
فَآوَىٰ	پس ٹھکانا دیا اس نے	فَأَمَّا الْيَتِيمَ	اب رہا یتیم	فَحَدِّثْ	پس بیان کر

اللہ نے آپؐ کو نہ چھوڑا نہ بیزار ہوا

شروع کی تین آیتوں کا واقعی شانِ نزول معلوم نہیں، نزولِ وحی کے درمیان کبھی کسی مصلحت سے وقفہ ہوجاتا تھا، جیسے آپؐ سے تین باتیں پوچھی گئی تھیں: اصحابِ کہف کون ہیں؟ ذوالقرنین کا واقعہ کیا ہے؟ اور روح کی حقیقت کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: میں کل جواب دونگا، اور ان شاء اللہ نہیں کہا، پس کئی دن وحی نہیں آئی، مشرکین نے کہنا شروع کیا: اللہ: محمد سے بیزار ہوگئے اور ان کو چھوڑ دیا، شروع کی تین آیتوں میں اس کا جواب ہے۔

فائدہ: پہلی وحی کے بعد جو چھ ماہ فترت کا زمانہ ہے: وہ مراد نہیں، کیونکہ پہلی وحی کے موقعہ پر آپؐ کو نبوت کی اطلاع نہیں دی تھی، نہ اس وقت آپؐ نے دعوت کا کام شروع کیا تھا، اس لئے اس وقت مخالف بھی کوئی نہیں تھا، نبوت کی اطلاع آپؐ کو دوسری وحی کے وقت دی گئی ہے، جب ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ کی وحی آئی، اور اس کے بعد آپؐ نے دعوت کا کام شروع کیا ہے (فائدہ پورا ہوا)

اب آپ ایک مثال میں غور کریں: جب سورج چڑھتا ہے، چاشت کا وقت ہوتا ہے، اور روشنی خوب پھیل جاتی ہے تو کون گمان کرسکتا ہے کہ کچھ وقت کے بعد رات آئے گی؟ پس اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ رات سے بیزار ہوگئے، اور اس کو چھوڑ دیا، اب رات نہیں آئے گی تو ایسا سمجھنا غلط ہوگا، اسی طرح جب رات چھا جائے، اور ہر چیز کو اپنی تاریکی کی چادر میں چھپالے اس وقت کون تصور کرسکتا ہے کہ کچھ وقت کے بعد سورج نکلے گا، دن شروع ہوگا اور روشنی پھیلے گی، پس آدھی رات کو کوئی کہے کہ اللہ دن سے بیزار ہوگئے، اور اس کو چھوڑ دیا، اب سورج نہیں نکلے گا تو یہ بات غلط ہوگی، اسی طرح کسی مصلحت سے وحی میں وقفہ ہوگیا تو یہ کہنا درست نہیں کہ اللہ اپنے نبی سے بیزار ہوگئے اور ان کو چھوڑ دیا۔

---

(۱) عَالَ فلانا: محتاج ہونا۔

﴿ وَالضُّحٰى ۙ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى ۗ ﴾

ترجمہ: دن چڑھنے کے وقت کی قسم! اور رات کی قسم جب وہ چھا جائے! —— یہ دو دلیلیں ہیں کہ —— نہ تو آپؐ کے رب نے آپؐ کو چھوڑا، نہ وہ بیزار ہوا!

بعد کے احوال آپؐ کے لئے سابقہ احوال سے بہتر ہیں، اور اس کی تین مثالیں

وقفہ کے بعد وحی موسلا دھار آئے گی، اور یہ پچھلی حالت آپؐ کے لئے پہلی حالت سے بہتر ہوگی، اللہ تعالیٰ آپؐ کی طرف اتنی وحی نازل فرمائیں گے کہ آپؐ خوش ہو جائیں گے، اور بعد کی حالت پہلی حالت سے بہتر ہوگی: اس کی تین مثالیں ہیں:

۱- آپؐ یتیم تھے، والد ماجد کا انتقال آپؐ کی ولادت سے پہلے ہو گیا تھا، اور پانچ سال کی عمر میں والدہ ماجدہ بھی غم مفارقت سے دی گئیں، گویا آپؐ ڈبل یتیم تھے، مگر فوراً دادا عبد المطلب نے آپؐ کو اپنی گود میں لے لیا، اور ان کے انتقال کے بعد شفیق چچا ابو طالب نے آپؐ کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا، یہ بعد کی حالت آپ کے لئے سابقہ حالت سے بہتر ہے۔

۲- آپؐ دین سے بے خبر تھے، ملتِ اسماعیلی باقی نہیں رہی تھی، اور اللہ کی راہ نمائی کے بغیر انسان آخرت میں کامیاب نہیں ہو سکتا، چنانچہ جب وقت آیا تو آپؐ کو نبوت سے سرفراز کیا، اور دین سے واقف کیا، یہ بعد کی حالت سابقہ حالت سے بہتر ہے۔

۳- آپؐ محتاج تھے، آپؐ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال میں مضاربت کی، اس میں اللہ نے خوب نفع دیا، پھر آپ کے حسنِ اخلاق سے متاثر ہو کر حضرت خدیجہؓ نے آپ سے نکاح کر لیا، اور اپنا سب کچھ نچھاور کر دیا، اس طرح آپؐ بے نیاز ہو گئے، یہ پچھلی حالت بھی سابقہ حالت سے بہتر ہے۔

﴿ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى ۗ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ۗ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰى ۠ وَوَجَدَكَ ضَاۗلًّا فَهَدٰى ۠ وَوَجَدَكَ عَاۗىِٕلًا فَاَغْنٰى ۗ ﴾

ترجمہ: اور پچھلی حالت یقیناً آپؐ کے لئے پہلی حالت سے بہتر ہے، اور اب آپؐ کو آپؐ کے رب اتنا دیں گے کہ آپؐ خوش ہو جائیں گے —— آیات کا ماسیق لاجلہ الکلام (مقصود) تو وحی ہے، مگر الفاظ کے عموم سے آخرت اور اس کی نعمتیں بھی مراد ہیں —— کیا اللہ نے آپؐ کو یتیم نہیں پایا پس اس نے ٹھکانا دیا، اور آپؐ کو دین سے بے خبر پایا، پس آپؐ کو باخبر کیا، اور آپؐ کو محتاج پایا، پس آپؐ کو بے نیاز کیا۔

تین نعمتوں کی شکر گذاری کے لئے تین کام

اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر تین فضل فرمائے ہیں پس شکر گذاری کے طور پر تین احکام دیتے ہیں:

۱- جب آپؐ نے یتیمی کا دور دیکھا ہے تو اب آپؐ یتیم کو نہ ڈانٹیں! اس کا دل نہ توڑیں، اس کے ساتھ مہربانی کا برتاؤ کریں۔

۲- جب آپؐ پر غریبی کا زمانہ گذرا ہے تو اب آپؐ کسی محتاج سائل کو نہ جھڑکیں، دھکا نہ دیں، اس کی غریبی نے اس کو سوال پر مجبور کیا ہے، پس اس کی حاجت روائی کریں۔

۳- آپؐ کو اللہ نے نبوت سے سرفراز کیا ہے، دین سے واقف کیا ہے اور بے شمار علوم عطا فرمائے ہیں، پس آپؐ ان علوم کو بیان کریں اور لوگوں کو اپنے علوم سے فائدہ پہنچائیں، آپؐ کے بیان کردہ ان علوم کا نام احادیث شریفہ ہے۔

﴿ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ ﴾

ترجمہ: لہٰذا آپؐ یتیم کو نہ ڈانٹیں، اور سائل کو نہ جھڑکیں، اور اپنے رب کی نعمتوں (علوم) کو بیان کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الانشراح

یہ سورت گذشتہ سورت کے بعد متصلاً نازل ہوئی ہے، الضحی کا نزول کا نمبر گیارہ ہے اور اس کا بارہ، اس میں نبی ﷺ پر تین نوازشات کا ذکر ہے، دو تو وہی ہیں جن کا گذشتہ سورت میں ذکر آچکا، اور ایک نیا اعزاز ہے، پھر آپؐ کے لئے تین ہدایتیں ہیں۔

اٰیاتها ۸ (۹۴) سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَكِّيَّةٌ (۱۲) رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

ع ۱/۸ ۱۹

اَلَمْ نَشْرَحْ	کیا نہیں کشادہ کیا ہم نے	ظَهْرَكَ	آپ کی پیٹھ	مَعَ الْعُسْرِ	دشواری کے ساتھ
لَكَ	آپ کے لئے	وَرَفَعْنَا	اور بلند کیا ہم نے	يُسْرًا	آسانی ہے
صَدْرَكَ	آپ کے سینہ کو	لَكَ	آپ کے لئے	فَاِذَا	پس جب
وَوَضَعْنَا	اور اتار دیا ہم نے	ذِكْرَكَ	آپ کا آوازہ	فَرَغْتَ	آپ فارغ ہوجائیں
عَنْكَ	آپ سے	فَاِنَّ	پس بے شک	فَانْصَبْ(۱)	تو سخت محنت کریں
وِزْرَكَ	آپ کے بوجھ کو	مَعَ الْعُسْرِ	دشواری کے ساتھ	وَاِلٰى رَبِّكَ	اور اپنے رب کی طرف
الَّذِيْٓ	جس نے	يُسْرًا	آسانی ہے	فَارْغَبْ	پس رغبت کریں
اَنْقَضَ	دوہری کر رکھی تھی	اِنَّ	بے شک	۞	۞

نبی ﷺ پر اللہ کی تین نوازشات

دو عنایات کا ذکر گذشتہ سورت میں آ گیا ہے، آپ یتیم تھے اللہ نے آپ کو ٹھکانا دیا: اس کو نہیں لوٹایا، باقی دو کا دوبارہ ذکر فرماتے ہیں اور تیسری نعمت نئی ہے:

۱- اللہ نے نبوت سے سرفراز کر کے نبی ﷺ کا سینہ علوم و معارف کے لئے کشادہ کر دیا، نبوت بڑا کمال ہے، نبی کا اللہ سے رابطہ ہو جاتا ہے، ہر آن اس پر علوم و معارف کا نزول ہوتا ہے، یہ: ﴿وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾ کا دوسرے انداز سے ذکر کیا ہے۔

۲- آپؐ پر عیالداری کا بوجھ تھا، نبوت سے پندرہ سال پہلے آپ کا نکاح ہو گیا تھا، اولاد بھی تھی، صاحبزادے تو حیات نہیں تھے، مگر چار صاحبزادیاں تھیں، گھر کے خرچ نے کمر دوہری کر رکھی تھی، مگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنا سارا اثاثہ آپ کی نذر کر دیا تو گھر کا خرچ چلانا آسان ہو گیا۔

۳- نبوت ملنے کے بعد آپ کی شہرت ہو گئی، عرب و عجم آپؐ کی شخصیت سے واقف ہو گئے، نیز اذان و اقامت اور کلمہ طیبہ میں آپ کا نام شامل کیا تو آپ کی شہرت اپنی انتہاء کو پہنچ گئی۔

آیاتِ پاک: —— کیا ہم نے آپ کے لئے آپ کا سینہ کشادہ نہیں کیا؟ اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر دوہری کر رکھی تھی، اور ہم نے آپ کا آوازہ بلند کیا۔

(۱) اِنْصَبْ: باب سمع سے امر، نَصِبَ نَصَبًا: بہت تھک جانا، چکنا چور ہو جانا، اور باب ضرب سے معنی ہیں: کھڑا کرنا۔

اللہ کی طرف سے نبی ﷺ کو تین ہدایات

۱- کارِ نبوت میں دشواریاں پیش آئیں تو آپ نہ گھبرائیں، ایک دشواری کے ساتھ دو آسانیاں ہوتی ہیں، ایک سابقہ دوسری لاحقہ، اس میں اشارہ ہے کہ آگے کام آسان ہوگا۔

۲- جب آپ دعوت کے کام سے فارغ ہوں تو اللہ کے ذکر میں لگیں، اور خوب محنت کریں، کیونکہ لوگوں کے ساتھ اختلاط سے دل پر میل آجاتا ہے، اس کی صفائی کے لئے خلوت اور ذکر ضروری ہے، حضرت مولانا الیاس صاحب کاندھلوی قدس سرہ (بانی تبلیغی جماعت) جب میوات میں چلّہ لگا کر بنگلہ والی مسجد میں لوٹتے تو تین دن کا اعتکاف کرتے، کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: لوگوں کے ساتھ اختلاط سے دل پر میل آجاتا ہے، اس کی صفائی کے لئے اعتکاف کرتا ہوں۔

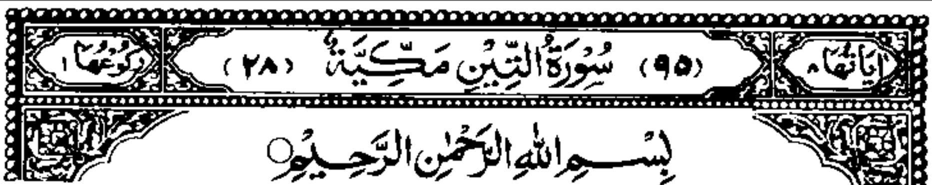
۳- ہر آن اور ہر لحظہ اللہ سے لو لگائے رہیں، کسی وقت اُدھر سے بے التفاتی نہ ہو کہ یہی حاصلِ زندگی ہے۔

باقی آیات: —— پس بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے، بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے —— معرفہ کو معرفہ لوٹایا جائے تو ثانی عین اول ہوتا ہے، اور نکرہ کو نکرہ لوٹایا جائے تو ثانی غیر اول ہوتا ہے، پس معلوم ہوا کہ ایک دشواری کے ساتھ دو آسانیاں ہیں، ایک سابقہ دوسری لاحقہ —— پس جب آپ فارغ ہوجائیں تو چکنا چور ہوجائیں، اور اپنے پروردگار سے ہر وقت لو لگائے رہیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ التین

ابھی سلسلۂ بیان پیچھے سے جڑا ہوا ہے، گذشتہ دو سورتوں میں اس ہستی کا ذکر تھا جس نے اپنے نفس کو خوب سنوار لیا، اب اس سورت میں عام انسان کا ذکر ہے، ان میں نفوس کو سنوارنے والے اور بگاڑنے والے دونوں ہیں۔ پس یہ: ﴿ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ﴾ کی جامع مثال ہے۔



فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ۝۴ۡ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ۝۵ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ۝۶ؕ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ۝۷ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ۝۸ۧ

ع ۸/۲۰

وَالتِّيْنِ	انجیر کی قسم	فِيْٓ اَحْسَنِ	بہترین	فَلَهُمْ اَجْرٌ	پس ان کیلئے بدلہ ہے
وَالزَّيْتُوْنِ	اور زیتون کی قسم	تَقْوِيْمٍ	سانچے میں	غَيْرُ مَمْنُوْنٍ	کبھی ختم نہ ہونے والا
وَطُوْرِ	اور طور پہاڑ کی قسم	ثُمَّ رَدَدْنٰهُ	پھر لوٹایا ہم نے اس کو	فَمَا يُكَذِّبُكَ	پس کیوں انکار کرتا ہے تو
سِيْنِيْنَ	سینا وادی والا	اَسْفَلَ	نیچے	بَعْدُ	اب
وَهٰذَا الْبَلَدِ	اور اس شہر کی قسم	سٰفِلِيْنَ	نچلوں سے	بِالدِّيْنِ	جزاء کا
الْاَمِيْنِ	امن والا	اِلَّا الَّذِيْنَ	مگر جو لوگ	اَلَيْسَ	کیا نہیں ہیں
لَقَدْ	بخدا واقعہ یہ ہے کہ	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	اللّٰهُ	اللہ تعالیٰ
خَلَقْنَا	پیدا کیا ہم نے	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	بِاَحْكَمِ	بڑے حاکم
الْاِنْسَانَ	انسان کو	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام	الْحٰكِمِيْنَ	سب حاکموں سے

انسان بہترین مستوی پر پیدا کیا گیا ہے، اب وہ خود کو گرا بھی سکتا ہے اور اٹھا بھی سکتا ہے

خشک میووں میں انجیر بہترین میوہ ہے، اس میں کیڑا نہیں پڑتا، کھجور میں سرسری ہوجاتی ہے، اور تلہن (جن سے تیل نکلتا ہے) میں بہترین زیتون ہے، اس کا پھل سلاد کے طور پر کھاتے ہیں، اور اس کی گٹھلی سے تیل نکلتا ہے، جس کو قرآن نے مبارک (نہایت مفید) کہا ہے، اور پہاڑوں میں طور پہاڑ اہمیت کا حامل ہے، اس پر موسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز کیا گیا ہے، اور شہروں میں اہم امن والا شہر مکہ مکرمہ ہے، اسی طرح زمینی مخلوقات میں خیر الخلائق انسان ہے، اس کو اللہ نے بہترین سانچے میں ڈھالا ہے، اس کے وجود میں ظاہری اور باطنی خوبیاں جمع کردی ہیں، اس کی فطرت میں خیر وشر کی دونوں صلاحیتیں رکھی ہیں، اس طرح اس کا نفس بہترین نفس بن گیا ہے، سورۃ الشمس میں ہے: ﴿ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا۝۷ۙ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ﴾: اللہ نے انسان کے نفس کو بالکل درست بنایا یعنی شاندار بنایا، اس طرح کہ اس میں بدکاری اور نیکوکاری ودیعت فرمائیں، پھر اس کو دوراہے پر کھڑا کیا، وہ اپنی مرضی سے کوئی بھی پہلو اختیار کرسکتا ہے یعنی اپنے لیول سے خود کو نیچے بھی گرا سکتا ہے، پس وہ بدترین خلائق ہوکر رہ جائے گا، یہی لوگ ہیں نفوس کو بگاڑنے والے اور چاہے تو ایمان

وعمل صالح کے ذریعہ خود کو اوپر اٹھائے، یہ بندے اپنے نفس کو سنوارنے والے ہیں، ان کو آخرت میں ایسا اجر ملے گا جو کبھی ختم نہیں ہوگا، اور اگر کوئی سوچے کہ دوسری زندگی تو ایک خواب ہے! اس سے اللہ پاک فرماتے ہیں: تو جزاء کو کیوں جھٹلاتا ہے؟ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑے حاکم نہیں ہیں؟ دنیا کے چھوٹے حاکم وفاداروں کو انعام اور غداروں کو سزا دیتے ہیں، پس کیا سب سے بڑا حاکم جزا و سزا نہیں دے گا؟

ترجمہ: انجیر اور زیتون کی قسم! اور وادی سیناء والے طور پہاڑ کی قسم! اور اس پُر امن شہر کی قسم! بخدا! واقعہ یہ ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھالا ہے، پھر ہم نے اس کو نچلوں سے نیچے پہنچا دیا ـــــ نیچے تو انسان خود گرتا ہے، مگر اس کے فعل کے خالق اللہ تعالیٰ ہیں، اس اعتبار سے اللہ نے بندے کے فعل کو اپنی طرف منسوب کیا ہے کہ ہم اسے نیچے گرا دیتے ہیں ـــــ مگر جو ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے وہ مستثنیٰ ہیں، پس ان کے لئے کبھی ختم نہ ہونے والا اجر ہے، پس اب تو جزاء کا کیوں انکار کرتا ہے؟ کیا اللہ سب حاکموں سے بڑے حاکم نہیں ہیں؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ العلق

گذشتہ سورت میں یہ مضمون تھا کہ اللہ نے انسان کو بہترین مستوی (لیول) پر پیدا کیا ہے، اس کی فطرت میں ملکیت بھی ہے اور بہیمیت بھی، اس لئے اس کی فطرت جامع ہے، پھر انسان کو اختیار ہے کہ وہ خود کو یا تو اُوپر اٹھائے یا نیچے گرائے، نیچے گرے گا تو تحت الثریٰ میں پہنچ جائے گا، اور بلند ہوگا تو کرّوبی دامن دھو کر پیئیں گے! اب جو لوگ خود کو گراتے ہیں ان کا ذکر چھوڑیے، ہمیں ان سے کیا لینا ہے؟ البتہ جو لوگ خود کو بلند کرنا چاہتے ہیں ان کی راہ نمائی ضروری ہے، جیسے نبی ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے تہتر (۷۳) فرقے ہوں گے، بہتر (۷۲) ناری اور ایک ناجی ہوگا تو صحابہ نے ناجی فرقہ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کون ہے؟ ناری فرقوں کے بارے میں نہیں پوچھا۔

سوال: وہ اسباب کیا ہیں جن سے آدمی بڑا رتبہ پاسکتا ہے؟ جواب: دو سبب ہیں: کمالِ علمی اور کمالِ عملی پیدا کیا جائے، اور دونوں میں افضل کمالِ علمی ہے، اس سورت میں اسی کا بیان ہے، اور اگلی سورت میں کمالِ عملی کا بیان ہے، پھر سورۃ البینہ میں کمالِ علمی حاصل کرنے کا ذریعہ قرآنِ کریم کو بتایا ہے، اس لئے کہ ﴿ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ﴾ اس میں قیمتی مضامین ہیں، ان کے ذریعہ کمالِ علمی پیدا کیا جاسکتا ہے، اور سلسلۂ بیان اُس سورت پر پورا ہو جائے گا۔

آیتوں اور سورتوں میں ربط جاننے کا طریقہ

سورۃ الذاریات میں یہ بات بیان کی ہے کہ قرآنِ کریم کا ایک خاص اسلوب ہے، جب وہ کسی مقصد سے کوئی بات

شروع کرتا ہے تو سلسلۂ کلام دراز ہو جاتا ہے، پس جو لوگ پوری آیت یا پوری سورت پیشِ نظر رکھ کر سوچتے ہیں وہ ربط نہیں پا سکتے آیت اور سورت میں جو خاص جزء ماسیق لاجلہ الکلام (مقصود) ہوتا ہے اس کو لیں گے تو ربط واضح ہوگا، ان چھوٹی سورتوں میں یہ بات خاص طور پر ملحوظ رہنی چاہئے، اس سورت میں مقصود شروع کی پانچ آیتیں ہیں، آگے ذیلی مضامین ہیں۔

سورت کی شروع کی پانچ آیتیں پہلی وحی ہیں

حدیث میں ہے: نبی ﷺ نبوت سے پہلے غارِ حراء میں عبادت کے لئے تشریف لے جاتے تھے، جب عمر مبارک کے چالیس سال پورے ہوئے اور آپؐ غار سے گھر لوٹنے کے لئے غروبِ آفتاب کے بعد نکلے تو اچانک حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی صورت میں سامنے آگئے، اور فرمایا: اقرأ (پڑھیے!) آپؐ نے جواب دیا: میں پڑھا ہوا نہیں، جبرئیلؑ نے آپؐ کو بانہوں میں لے کر بھینچا، پھر فرمایا: اقرأ، آپؐ نے پھر وہی جواب دیا، تیسری مرتبہ بھینچنے کے بعد کہا: ﴿ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ﴾: آپؐ نے یہ آیت پڑھی، اس طرح پانچ آیتیں پڑھا کر وہ غائب ہو گئے، آپؐ گھبرائے ہوئے گھر لوٹے، کیونکہ ابھی انھوں نے نہیں بتایا تھا کہ آپؐ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا ہے۔

فائدہ: اس پہلی وحی سے تین طرح سے تعلیم و تعلّم کی اہمیت واضح ہوتی ہے: ایک: پہلی وحی میں پڑھنے کا حکم دیا ہے، جو حکم سب سے پہلے دیا جاتا ہے وہ اہم ہوتا ہے۔ دوم: وحی کا پہلا کلمہ اقرأ ہے، سوم: یہ حکم امیوں کو دیا ہے جو اپنے ناخواندہ ہونے پر فخر کرتے تھے، یعنی امی ہونا کوئی فخر کی بات نہیں، پڑھو، پڑھنا عزت کی بات ہے۔

آخرت کی کامیابی کے لئے ترتیب وار تین صورتیں

١- آخرت میں نجات کے لئے بنیادی شرط ایمان ہے، ایمان کے بغیر کسی کی نجات نہیں ہوگی، نہ اوّلی نہ ثانوی، ارشادِ پاک ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ﴾: یعنی اللہ پاک شرک وکفر کو تو معاف نہیں کریں گے، اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لئے چاہیں گے معاف کریں گے۔

٢- اور نجات اوّلی کے لئے یعنی مرتے ہی نجات پانے کے لئے صحیح ایمان کے ساتھ ارکانِ اربعہ پر مضبوطی سے عمل اور کبیرہ گناہوں سے کلّی اجتناب ضروری ہے، ان کے بغیر بھی نجات ہو سکتی ہے، مگر دھلائی کے بعد۔

٣- جنت کے بلند درجات حاصل کرنے کے لئے کمالِ علمی یا کمالِ عملی حاصل کرنا ضروری ہے، دین کا جتنا زیادہ علم ہوگا اتنا بلند درجہ پائے گا، اور عبادت میں جتنا آگے بڑھے گا، بلند مقام پائے گا، اور کمالِ علمی: کمالِ عملی سے اہم ہے، اور دونوں جمع ہوں تو سونے پر سہاگہ!

آیاتها ۱۹ — (۹۶) سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ (۱) — رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝۵

اِقْرَاْ	پڑھ	الْاِنْسَانَ	انسان کو	عَلَّمَ	سکھلایا
بِاسْمِ(۱)	نام سے	مِنْ عَلَقٍ(۲)	جمے ہوئے خون سے	بِالْقَلَمِ(۴)	قلم سے
رَبِّكَ	اپنے رب کی	اِقْرَاْ(۳)	پڑھ	عَلَّمَ	سکھلایا
الَّذِيْ	جس نے	وَرَبُّكَ	اور تیرا رب	الْاِنْسَانَ	انسان کو
خَلَقَ	پیدا کیا	الْاَكْرَمُ	بڑا کریم ہے	مَا لَمْ	جو نہیں
خَلَقَ	پیدا کیا	الَّذِيْ	جس نے	يَعْلَمْ(۵)	جانتا وہ

کمالِ علمی کے لئے دو اقرأ ضروری ہیں: ناخواندہ کا اقرأ اور خواندہ کا اقرأ

اللہ نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا، اور سات مراحل سے گذارا، مٹی سے غذا پیدا ہوئی، اس کو انسان نے کھایا تو بدن میں خون بنا، یہ مٹی کا سُلالہ (ست) ہے، پھر خون سے مادّہ بنا، یہ تین مراحل ہوئے: مٹی، خون اور مادّہ، پھر مادّہ رحم میں پہنچ کر ایک چلّہ میں علقہ (خونِ بستہ جیسے کلیجی) بنا، یہ درمیانی مرحلہ ہے، پھر علقہ ایک چلّہ میں مضغہ (گوشت کی بوٹی) بنا، پھر اس میں ہڈیاں پیدا ہوئیں، پھر ان پر گوشت چڑھا، یہ بعد کے تین مراحل ہیں، جب جسم تیار ہوگیا تو اس میں فرشتہ نے روح پھونکی، اس طرح اشرف المخلوقات انسان وجود میں آیا۔

پس آیت میں جو علقہ ہے اس سے سب مراحل مراد ہیں، درمیانی مرحلہ کا ذکر کرکے طرفین کے مراحل بھی مراد لئے ہیں، اب آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بے جان مادّے میں سات تبدیلیاں کرکے انسان بناتے ہیں، پس اگر

(۱) باسم: باء استعانت کے لئے ہے یعنی اللہ کی مدد لے کر پڑھ (۲) عَلَق: تخلیقِ انسانی کا درمیانی مرحلہ ہے، مراد سابقہ تین مراحل اور لاحقہ تین مراحل بھی ہیں (۳) یہ دوسرا اقرأ خواندہ کا اقرأ ہے (۴) قلم سے مراد ہے: لوگوں نے جو کچھ لکھا ہے (۵) مالم یعلم: یعنی پہلے اقرأ سے نہیں جانا۔

ناخواندہ (جاہل) اللہ کے نام کی مدد لے کر پڑھنا شروع کرے تو اس کو سات سال میں عالم بنائیں گے۔

یہ ناخواندہ کا پڑھنا ہے، دوسرا پڑھنا عالم کا ہے، پہلے اقرأ میں طالب علم کو استاذ کے سامنے باادب بیٹھ کر پڑھنا پڑتا ہے، خود اپنے طور پر نہیں پڑھ سکتا، پھر پہلے اقرأ سے جو استعداد بنتی ہے اس سے کام لے کر اپنے طور پر مطالعہ شروع کرے، اللہ تعالیٰ قلم سے بھی علم سکھلاتے ہیں، گذشتہ لوگوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کو پڑھنا شروع کرے اور بیس سال کتابوں کا کیڑا بنا رہے: تو اس کے بعد محسوس ہوگا کہ اب علم آنا شروع ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اکرم الاکرمین ہیں، ان کے خزانہ میں کمی نہیں، اب مطالعہ سے وہ علم کھولیں گے جو اس نے مدرسہ میں نہیں پڑھا، پھر زندگی بھر اس شغل میں لگا رہے تو کمالِ علمی حاصل ہوگا، اور وہ ایک باکمال شخصیت بنے گا۔

فائدہ: اب چند باتیں عرض ہیں:

۱- دین کا علم ایک ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں، پوری زندگی اس کے پیچھے لگائی جائے تب شمہ بھر علم ملتا ہے، یہ علم: دنیوی علوم کی طرح نہیں کہ چند دن میں حاصل کر کے نمٹ لیا جائے، علم دین کی تحصیل کا سلسلہ موت کے بعد بھی جاری رہے گا، حدیث میں ہے کہ جس کو قرآن سے دلچسپی ہے: جنت میں اس سے کہا جائے گا: پڑھتا جا اور چڑھتا جا! ظاہر ہے وہ پڑھنا سمجھ کر ہوگا اور چڑھنا مراتب جنت کے علاوہ مراتب کمال میں بھی ہوگا، البتہ منقطع الدراسۃ کو یہ نعمت حاصل نہ ہوگی، جو موت تک پڑھتا رہا وہی جنت میں پڑھتا رہے گا۔

۲- علم پڑھنے سے آتا ہے، اس لئے دو مرتبہ اقرأ فرمایا، صرف پڑھانے سے علم نہیں آتا، آج مدارس آباد ہیں اور قحط الرجال ہے، کیونکہ پڑھانے والے پڑھتے نہیں، جو طلبہ مدارس سے نکلتے ہیں وہ 'فارغ' ہوجاتے ہیں، اور آتا جاتا کچھ نہیں اور 'فاضل' ہوجاتے ہیں، پھر باکمال شخصیات کیسے پیدا ہوں؟ علم دین لوجہ اللہ مطلوب و مقصود ہے، معیشت تابع ہے، اس لئے زندگی بھر اس میں لگا رہنا چاہئے تب کمالِ علمی حاصل ہوگا۔

۳- طالب علم (ناخواندہ) کے پڑھنے میں تین چیزیں ہیں، اگر یہ تین چیزیں حاصل ہیں تو وہ پڑھ رہا ہے، ورنہ مدرسہ میں 'پڑا' ہے، اور پڑنے سے علم کبھی نہیں آتا، پڑھنے سے آتا ہے: ایک: سبق میں مطالعہ کر کے جائے، جو مطالعہ کیے بغیر جاتا ہے وہ استاذ کو پڑھانے جاتا ہے۔ دوم: سبق سمجھ کر پڑھے، بے سمجھے آگے نہ بڑھے، جو آج استاذ سے نہیں سمجھے گا وہ کل کس سے سمجھے گا؟ سوم: خواندہ یاد کرے، ورنہ پڑھا ہوا چند دن میں بھول جائے گا، اور وہ اس شخص کی طرح ہوجائے گا جو ہاتھوں میں سوراخ کر کے پانی پیتا ہے، پانی اس کے منہ تک کبھی نہیں پہنچے گا۔

۴- عالم (خواندہ) کے پڑھنے میں بھی تین چیزیں ہیں: ایک: فن دیکھ کر پڑھائے، کتاب کے متعلقات پر اکتفا نہ کرے، شروح میں سارا علم نہیں، ورنہ شروح لکھنے کا سلسلہ جاری نہ رہتا۔ دوم: مطالعہ کی تجمیع کرلے، حاصل مطالعہ لکھ

لے، ہر سال پورا فن نہیں دیکھ سکے گا۔ سوم: استنتاج کرے، معلومات میں غور کر کے نئے نتائج نکالے، فنون اسی طرح ترقی کرتے ہیں۔

آیاتِ پاک: ـــــ (امیوں سے خطاب:) اپنے اس پروردگار کے نام کی مدد سے پڑھ جس نے پیدا کیا (جس نے) انسان کو خونِ بستہ سے پیدا کیا (خواندہ سے خطاب:) پڑھ! اور تیرا پروردگار بڑا ہی سخی ہے (وہ تجھے اور بھی علم دے گا) جس نے پین سے سکھلایا، انسان کو سکھلایا جو اس نے نہیں جانا!

كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى ۝٦ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝٧ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝٨ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝٩ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝١٠ اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۝١١ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝١٢ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝١٣ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝١٤ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۥ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝١٥ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝١٦ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝١٧ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝١٨ كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝١٩

ع ۱۰ / ۲۱

كَلَّآ	ہرگز نہیں (گھمنڈ مت کر)	الَّذِيْ	جو	اِنْ كَذَّبَ	اگر جھٹلایا اس نے
اِنَّ الْاِنْسَانَ	بے شک انسان	يَنْهٰى	روکتا ہے	وَتَوَلّٰى	اور منہ موڑا!
لَيَطْغٰٓى	البتہ سرکشی کرتا ہے	عَبْدًا	خاص بندے کو	اَلَمْ يَعْلَمْ	کیا نہیں جانتا وہ
اَنْ (۱)	اس وجہ سے کہ	اِذَا صَلّٰى	جب وہ نماز پڑھتا ہے!	بِاَنَّ اللّٰهَ	کہ اللہ
رَّاٰهُ (۲)	دیکھتا ہے وہ خود کو	اَرَءَيْتَ	بتلا	يَرٰى	دیکھ رہا ہے؟
اسْتَغْنٰى	مستغنی ہوگیا ہے وہ	اِنْ كَانَ	اگر ہے وہ	كَلَّا	ہرگز نہیں (یہ حرکت
اِنَّ	بے شک	عَلَى الْهُدٰٓى	ہدایت پر		مت کر)
اِلٰى رَبِّكَ	تیرے رب کی طرف	اَوْ اَمَرَ	یا حکم دیتا ہے وہ	لَئِنْ لَّمْ	بخدا! اگر نہیں
الرُّجْعٰى (۳)	لوٹنا ہے	بِالتَّقْوٰى	پرہیزگاری کا!	يَنْتَهِ	باز آیا وہ
اَرَءَيْتَ	بتلا	اَرَءَيْتَ	بتلا	لَنَسْفَعًا (۴)	ضرور گھسیٹیں گے ہم

(۱) أن: أی بأن (۲) رآہ میں دو ضمیریں ہیں: فاعل کی اور مفعول کی: دونوں کا مرجع انسان ہے (۳) رُجعی: رَجَعَ یرجِع (ض) کا مصدر ہے: لوٹنا، پھر جانا (۴) لَنَسْفَعَنْ: لام تاکید با نون تاکید خفیفہ ہے، اس کے نون کو قرآنی رسم الخط میں الف اور تنوین کے ساتھ لکھتے ہیں۔

ہرگز نہیں	كَلَّا	پس چاہئے کہ بلائے وہ	فَلْيَدْعُ	پیشانی پکڑ کر	بِالنَّاصِيَةِ
آپ اسکی بات نہ مانیں	لَا تُطِعْهُ	اپنی محفل کو	نَادِيَهُ	پیشانی	نَاصِيَةٍ
اور سجدہ کریں	وَاسْجُدْ	اب بلاتے ہیں ہم	سَنَدْعُ	جھوٹی	كَاذِبَةٍ
اور نزدیکی حاصل کریں	وَاقْتَرِبْ	جہنم کے سپاہیوں کو	الزَّبَانِيَةَ	گنہگار	خَاطِئَةٍ

باکمال عالم غرور میں مبتلا نہ ہو، جیسے مکہ کا ایک مالدار سردار غرور میں مبتلا تھا

کمال چاہے علم کا ہو یا مال کا غرور میں مبتلا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ جس کو علم میں کمال عطا فرماتے ہیں اور وہ ناتربیت یافتہ ہوتا ہے تو دوسرے اس کی نظر سے گر جاتے ہیں، وہ خود کو لمبا کھینچنے لگتا ہے، ایسا ہی حال مالدار کا ہو جاتا ہے، اس کی نظر میں بھی کوئی نہیں جچتا! ابتدائی زمانہ تھا، ابوجہل نبی ﷺ کو کعبہ کے پاس نماز پڑھنے سے روکتا تھا، اس کی انجمن کے سردار اس کے ہمنوا تھے، کبھی وہ آپؐ کی گردن میں پھندا ڈال کر کھینچتا تھا، کبھی بیاہی اونٹنی کا میل لا کر آپؐ کی پیٹھ پر رکھ دیتا تھا، وہ غرور نفس میں مبتلا تھا، اس کی مثال دے کر باکمال عالم کو نصیحت کرتے ہیں کہ اس کا بھی یہ حال نہ ہو جائے۔

آیاتِ پاک: — ہرگز نہیں! — یعنی باکمال عالم کو تکبر میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے — بے شک انسان سرکشی کرنے لگتا ہے جب دیکھتا ہے کہ وہ بے نیاز ہو گیا ہے — یعنی وہ سب سے بڑا عالم ہو گیا ہے، کیا وہ جانتا نہیں کہ اسے — یقیناً اس کے رب کی طرف لوٹنا ہے؟ — جو اس کی خبر لیں گے، اور اب بات متکبر مالدار کی طرف مڑ رہی ہے — بتلا! جو خاص بندے کو روکتا ہے جب (وہ کعبہ کے پاس) نماز پڑھتا ہے، بتلا! اگر وہ ہدایت پر ہے یا وہ پرہیزگاری کا حکم دیتا ہے، بتلا! اگر وہ (سردار) جھٹلاتا ہے اور منہ موڑتا ہے — یعنی اس کی حرکت کی قباحت کی تین وجہیں اکٹھا ہیں: (۱) اللہ کے خاص بندے کو اللہ کی عبادت سے روکنا (۲) اس بندے کا اس سردار کو بھلائی کی بات بتانا اور اللہ سے ڈرانا (۳) اس سردار کا اللہ کی بات کو جھٹلانا اور اس کو قبول کرنے سے انکار کرنا — ان وجوہ کی موجودگی میں کیا اس کی یہ حرکت مناسب ہے؟ جو اس کی دل دوزی کرتا ہے اس کے ساتھ وہ یہ معاملہ کرتا ہے؟ — کیا وہ جانتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں؟ ہرگز نہیں — یعنی وہ یہ حرکت نہ کرے — بخدا! اگر وہ باز نہ آیا تو ہم ضرور اس کی جھوٹی گنہگار چوٹی کے بال پکڑ کر (جہنم کی طرف) گھسیٹیں گے، اور وہ چاہے تو اپنی انجمن کو (اپنی مدد کے لئے) بلا لے، ہم بھی ابھی جہنم کے سپاہیوں کو بلاتے ہیں ہرگز نہیں — یعنی آپ اس کی حرکت کا خیال نہ کریں — آپؐ اس کی بات نہ مانیں اور سجدہ کریں — یعنی نماز پڑھیں — اور اللہ کی نزدیکی حاصل کریں — نماز اللہ کی نزدیکی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، اور سجدہ میں نمازی اللہ سے قریب تر ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ القدر

ربط: انسان کو اللہ نے بہترین سانچے میں ڈھالا ہے، اس میں خیر وشر کی صلاحیتیں رکھی ہیں، اب اگر وہ خود کو اپنے مستوی (لیول) سے اوپر اٹھانا چاہے تو اس کو اپنے اندر کمالِ علمی اور کمالِ عملی پیدا کرنا ہوگا، کمالِ علمی کا بیان سورۃ العلق میں آ گیا، اب اس سورت میں کمالِ عملی کا بیان ہے۔

کمالِ عملی اللہ کی عبادت سے حاصل ہوتا ہے، اور اس امت کی عمریں کم ہیں، اوسط ساٹھ سال ہے، اور گذشتہ امتوں کی عمریں ہزار سال سے زائد ہوتی تھیں، نوح علیہ السلام نے ساڑھے نوسو سال تک تبلیغ کی ہے، پھر قوم کی ہلاکت کے بعد ڈیڑھ سو سال زندہ رہے ہیں، پس یہ امت عبادت میں گذشتہ لوگوں کا مقابلہ کیسے کرے گی؟ جواب: اللہ نے اس امت کو عبادت کے لئے خاص مواقع عنایت فرمائے ہیں، جیسے جمعہ کا دن، شب براءت اور سب سے اہم شبِ قدر عنایت فرمائی ہے، یہ رات تراسی سال سے بہتر ہے، اگر امت اس رات کو وصول کرے تو وہ گذشتہ امتوں سے آگے بڑھ جائے گی، یہ رات رمضان میں آتی ہے، اور خاص طور پر اس کے آخری عشرہ میں، اور اس رات کو اہمیت نزولِ قرآن کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے، پس سوچو! قرآنِ عظیم کا کیا مقام ومرتبہ ہے؟ اس کا بیان اگلی سورت میں ہے۔

آیاتہا ٥ — (٩٧) سُوْرَةُ الْقَدْرِ مَكِّيَّةٌ (٢٥) — رکوعہا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

إِنَّآ أَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝١ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝٢ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۥ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝٣ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ أَمْرٍ ۝٤ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝٥

ع ٢٢

إِنَّآ أَنْزَلْنٰهُ (١)	بے شک ہم نے اتارا قرآن کو	فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (٢)	رات میں اہمیت والی	وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ	اور کیا آپ جانتے ہیں کیا ہے رات

(١) قرآن کی طرف ضمیر لوٹانے کے لئے مرجع کا ذکر ضروری نہیں، قاری کے ذہن میں قرآن رہتا ہی ہے، علاوہ ازیں: ←

الْقَدْرِ	اہمیت والی	تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ (۱)	اترتے ہیں فرشتے	مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ (۳)	ہر چیز سے
لَيْلَةُ	رات	وَالرُّوْحُ (۲)	اور حیات	سَلٰمٌ	سلامتی لے کر
الْقَدْرِ	اہمیت والی	فِيْهَا	اس رات میں	هِيَ	وہ ہے
خَيْرٌ	بہتر ہے	بِاِذْنِ	اجازت سے	حَتّٰى مَطْلَعِ (۴)	طلوع ہونے تک
مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ	ہزار مہینوں سے	رَبِّهِمْ	ان کے رب کی	الْفَجْرِ	صبح کے

شبِ قدر کی منزلت قرآنِ کریم کی وجہ سے ہے

قرآن اللہ کا کلام ہے، اور اللہ کا کلام اللہ کی صفت ہے، اور صفت اور موصوف کا درجہ ایک ہوتا ہے، پس قرآن کی عظمت واہمیت ظاہر ہے، اور زمین پر قرآن کا نزول رمضان میں شروع ہوا ہے، پہلی وحی رمضان کی کسی رات میں غروب آفتاب کے بعد آئی ہے، اس لئے رمضان کو بھی اہمیت حاصل ہوئی ہے اور اس کے روزے فرض کئے گئے ہیں [البقرة ۱۸۲] اور شبِ قدر کو تو غیر معمولی اہمیت حاصل ہوئی ہے، اس کو ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا ہے، اور اہم چیزیں راستہ میں نہیں پڑی ہوتیں، چھپا کر رکھی جاتی ہیں، اس لئے اس رات کو بھی چھپایا ہے، اور بندوں کو تلاش کر کے اس میں عبادت کرنے کا حکم دیا ہے، مگر وہ رات بہر حال رمضان میں ہے، اور اس کے بھی آخری عشرہ میں اور اس کی طاق راتوں میں ہے، پس اس کا تلاش کرنا آسان ہے، ۲۹ راتیں عبادت میں گذارنا کیا مشکل ہے؟

اُس رات میں بہ اذنِ الٰہی فرشتے اور حیات (زندگی) زمین پر اترتی ہے، اور ہر چیز کی سلامتی لے کر اترتی ہے، اور حدیث میں ہے کہ جو مسلمان اس رات میں عبادت میں مشغول ہوتا ہے فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں، اور درِ منثور میں بیہقی کے حوالے سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ کوئی ایسا نظام بنایا جائے کہ جس رات بھی فرشتے اتریں مسلمان نماز پڑھتے ہوئے ملیں، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان کی راتوں میں تراویح کا نظام بنایا، اللہ تعالیٰ دونوں حضرات کو امت کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائیں (آمین) اور پہلی وحی

← أنزلنا سے قرآن مفہوم ہوتا ہے (۲) قدر کے معنی ہیں: اہمیت، عظمت، اردو میں عطفِ تفسیری کے ساتھ استعمال کرتے ہیں: قدر و منزلت۔

(۱) تنزل میں ایک تاء محذوف ہے (۲) روح سے جبرئیل علیہ السلام کو بھی مراد لیا گیا ہے، وہ روح القدس (پاکیزہ روح) ہیں، مگر چونکہ وہ ملائکہ میں آگئے اس لئے روح سے حیات بھی مراد لی گئی ہے، جس کی حقیقت معلوم نہیں (۳) من کل أمر: خبر مقدم ہے اور سلام: مبتدا مؤخر، خبر جب ظرف ہوتی ہے تو اس کو مقدم لاتے ہیں، نیز جب مبتدا نکرہ ہوتا ہے تو بھی خبر کو مقدم لاتے ہیں۔ (۴) مطلع: مصدر میمی بمعنی طلوع ہے۔

اگرچہ مغرب کے بعد آئی ہے، مگر اس رات کی برکت صبح صادق تک رہتی ہے۔

آیاتِ کریمہ: —— بےشک ہم نے قرآن اہم رات میں اتارا ہے، اور آپ جانتے ہیں: اہم رات کیا ہے؟ اہم رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس میں فرشتے اور روح بہ اذنِ الٰہی اترتے ہیں، ہر چیز کی سلامتی لے کر، وہ رات طلوع فجر تک رہتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ البینۃ

ربط: سورۃ التین سے یہ بیان شروع ہوا ہے کہ جو لوگ خود کو اپنے فطری مستوی سے بلند کرنا چاہیں وہ کمالِ علمی اور کمالِ عملی پیدا کریں، کمالِ علمی کا بیان سورۃ العلق میں ہے، اور کمالِ عملی کا سورۃ القدر میں، اب اس سورت میں یہ بیان ہے کہ کمالِ علمی قرآنِ کریم سے حاصل ہوگا، کیونکہ اس میں قیمتی مضامین ہیں جس کو عظیم رسول لے کر آئے ہیں۔

سورت کے مضامین: اس سورت میں تین مضمون ہیں:

۱- شروع میں ایک سوال کا جواب ہے کہ سب سے بڑے رسول آخر میں کیوں آئے ہیں؟ سلسلۂ نبوت کے شروع میں یا درمیان میں کیوں نہیں آئے؟ جواب یہ ہے کہ اب تک چاند تاروں سے کام چل رہا تھا، گمراہی گہری نہیں ہوئی تھی، اور پوری دنیا میں کام پہنچانے کی صورت بھی نہیں تھی، اس لئے دوسرے انبیاء مبعوث کئے گئے، اب پوری دنیا میں عرب وعجم میں، گمراہی گہری ہوگئی ہے، جب تک آفتابِ نبوت طلوع نہ ہو تاریکی چھٹنے والی نہیں، اس لئے اب سب سے بڑے رسول مبعوث کئے گئے ہیں۔

۲- پھر اس سوال کا جواب ہے کہ جب قرآن اعلیٰ درجہ کے مضامین پر مشتمل ہے تو اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) نے اس کو قبول کیوں نہیں کیا؟ ان کا زمانہ تو نبوت سے قریب ہے؟ جواب یہ ہے کہ اہل کتاب ضد سے مخالف ہیں، شبہ سے نہیں، اور ڈھٹائی کا کوئی حل نہیں!

۵- پھر آخر میں یہ بیان ہے کہ جن لوگوں نے دعوتِ اسلام قبول نہیں کی وہ بدترین خلائق ہیں انھوں نے خود کو اپنے مستوی سے گرادیا ہے اور اسفل السافلین میں پہنچ گئے ہیں، اس لئے ان کی سزا ابدی جہنم ہے جو ان کو قیامت کے دن ملے گی، اور جو ایمان لائے، اور انھوں نے نیک کام کئے اور اللہ سے ڈرے وہ بہترین خلائق ہیں، ان کا صلہ جنت اور اللہ کی خوشنودی ہے جو ان کو آخرت میں ملے گی، اس طرح قیامت کا موضوع شروع ہوگا اور کئی سورتوں تک چلے گا۔

(٩٨) سُوْرَةُ الْبَيِّنَةِ مَدَنِيَّةٌ (١٠٠)

آیاتھا ٨ | رکوعھا ١

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝١ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ
يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝٢ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝٣ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا
جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝٤ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ
وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝٥ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ
وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝٦ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝٧ جَزَاۗؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝٨

ع ١ ٢٣

لفظ	معنی	لفظ	معنی	لفظ	معنی
لَمْ يَكُنْ	نہیں تھے	مِّنَ اللّٰهِ	اللہ کے	اُوْتُوا الْكِتٰبَ	دیئے گئے کتاب
الَّذِيْنَ	جنھوں نے	يَتْلُوْا (٣)	پڑھ رہے ہوں	اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ	مگر بعد
كَفَرُوْا	انکار کیا	صُحُفًا (٤)	صحیفے	مَا جَآءَتْهُمُ	ان کے پاس آنے
مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ	اہل کتاب میں سے	مُّطَهَّرَةً	پاکیزہ	الْبَيِّنَةُ	واضح دلیل کے
وَالْمُشْرِكِيْنَ	اور مشرکین میں سے	فِيْهَا	ان میں	وَمَا اُمِرُوْٓا	اور نہیں حکم دیئے گئے وہ
مُنْفَكِّيْنَ (١)	جدا ہونے والے	كُتُبٌ (٥)	مضامین ہوں	اِلَّا	مگر
حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ	یہاں تک کہ پہنچے ان کو	قَيِّمَةٌ	قیمتی	لِيَعْبُدُوا	یہ کہ عبادت کریں وہ
الْبَيِّنَةُ	واضح دلیل	وَمَا تَفَرَّقَ	اور نہیں جدا ہوئے	اللّٰهَ	اللہ کی
رَسُوْلٌ (٢)	(یعنی) عظیم رسول	الَّذِيْنَ	جو	مُخْلِصِيْنَ	خالص کرکے

(١) منفکین: لم یکن کی خبر ہے (٢) رسول: البینۃ سے بدل ہے (٣) جملہ یتلوا: رسول کا حال ہے (٤) ہر سورت ایک صحیفہ ہے (٥) کتب بمعنی مکتوب ہے۔

لَهُ	اس کے لئے	خٰلِدِيْنَ	ہمیشہ رہنے والے	عَدْنٍ	ہمیشہ رہنے کے
الدِّيْنَ	بندگی کو	فِيْهَا	اس میں	تَجْرِيْ	بہتی ہیں
حُنَفَاۤءَ (۱)	یکسو ہوکر	اُولٰۤئِكَ	یہ	مِنْ تَحْتِهَا	ان کے نیچے سے
وَيُقِيْمُوا	اور اہتمام کریں	هُمْ	ہی	الْاَنْهٰرُ	نہریں
الصَّلٰوةَ	نماز کا	شَرُّ	بدترین	خٰلِدِيْنَ	ہمیشہ رہنے والے
وَيُؤْتُوا	اور دیں	الْبَرِيَّةِ	خلائق ہیں	فِيْهَآ	ان میں
الزَّكٰوةَ	زکات	اِنَّ الَّذِيْنَ	بے شک جو	اَبَدًا	سدا
وَذٰلِكَ	اور یہ	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	رَضِيَ	خوش ہوئے
دِيْنُ (۲)	دین ہے	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	اللّٰهُ	اللہ
الْقَيِّمَةِ	سیدھا	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام	عَنْهُمْ	ان سے
اِنَّ الَّذِيْنَ	بے شک جنھوں نے	اُولٰۤئِكَ هُمْ	یہ ہی	وَرَضُوْا	اور خوش ہوئے وہ
كَفَرُوْا	انکار کیا	خَيْرُ	بہترین	عَنْهُ	اللہ سے
مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ	اہل کتاب میں سے	الْبَرِيَّةِ	خلائق ہیں	ذٰلِكَ	یہ (صلہ)
وَالْمُشْرِكِيْنَ	اور مشرکین میں سے	جَزَآؤُهُمْ	ان کا بدلہ	لِمَنْ	اس شخص کیلئے ہے جو
فِيْ نَارِ	آگ میں ہونگے	عِنْدَ رَبِّهِمْ	ان کے رب کے پاس	خَشِيَ	ڈرا
جَهَنَّمَ	دوزخ کی	جَنّٰتُ	باغات ہیں	رَبَّهٗ	اپنے رب سے

جب تاریکی گہری ہوگئی تو آفتابِ نبوت طلوع ہوا

بعثتِ نبوی کے وقت دنیا کی صورتِ حال یہ تھی کہ اہل کتاب اور مشرکین گمراہی کے دلدل میں بری طرح پھنس گئے تھے، وہ اپنی ڈگر سے کسی طرح ہٹنے والے نہیں تھے جب تک عظیم المرتبت رسول مبعوث نہ ہوں، اور وہ بھی خالی ہاتھ نہ آئیں، ایک نسخۂ کیمیا ساتھ لائیں، لوگوں کو قرآن کی پاکیزہ سورتیں پڑھ کر سنائیں، جن میں قیمتی مضامین ہیں تو امید ہے کہ وہ اپنی روش چھوڑیں اور راہِ راست پر آئیں، چنانچہ پہلے دیگر انبیاء کو مبعوث کیا اور آخر میں آفتابِ نبوت طلوع ہوا، اور

(۱) حنفاء: حنیف کی جمع: باطل سے رخ پھیر کر حق کی طرف مائل ہونے والا، اور یہ ابراہیم علیہ السلام کا لقب بھی ہے۔
(۲) دین القیمۃ (مرکب اضافی) دراصل موصوف صفت ہیں، اور القیمۃ میں تاء مبالغہ کی ہے جیسے علامۃ میں۔

ان کے ساتھ اللہ کا کلام نازل ہوا جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا، اور لوگ اس سے روشنی حاصل کرتے رہیں گے۔

فائدہ: قرآنِ کریم قیمتی مضامین پر مشتمل ہے، اس سے کمالِ علمی حاصل کیا جاسکتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ سیڑھی سے چڑھے، کود کر قرآن تک نہ پہنچ جائے، ورنہ سر کے بل گرے گا، اور سیڑھی فقہ وحدیث ہیں، ان میں مہارت حاصل کر کے قرآن پڑھے تو کمالِ علمی حاصل ہوگا، جو لوگ قرآن فہمی کے لئے فقہ وحدیث کی ضرورت نہیں سمجھتے، سیدھے قرآن کھول کر بیٹھ جاتے ہیں وہ قرآن پر ظلم کرتے ہیں، روزگار فقیر نامی کتاب میں علامہ اقبال کا قول ہے کہ قرآن مظلوم صحیفہ ہے، لوگوں نے پوچھا: کیسے؟ فرمایا: جس کو کوئی کام نہیں ملتا وہ تفسیر لکھنے بیٹھ جاتا ہے! لہٰذا یہ بات سمجھ لیں کہ فقہ وحدیث کے زینے سے ہی قرآن کو کما حقہ سمجھ سکتے ہیں، ہاں نصیحت پذیری کی حد تک قرآن آسان ہے، ہر کوئی قرآن پڑھ کر عبرت حاصل کرسکتا ہے، مگر حقائق ودقائق اہل علم اور اہل بصیرت کا حصہ ہیں۔

﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتّٰى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ رَسُولٌ مِّنَ اللهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ۝﴾

ترجمہ: جن لوگوں نے (اسلام کا) انکار کیا اہل کتاب اور مشرکین میں سے وہ اپنے (دھرم سے) جدا ہونے والے نہیں تھے یہاں تک کہ ان کو واضح دلیل پہنچے یعنی اللہ کے عظیم رسول جو پاکیزہ سورتیں پڑھ رہے ہوں، جن میں قیمتی مضامین ہیں۔

یہود ونصاریٰ محض ضد سے قرآن کا انکار کرتے ہیں

قرآنِ کریم کی اور یہود ونصاریٰ کی کتابوں کی بنیادی تعلیم ایک ہے، اور وہ ہے توحید خالص، نماز اور زکات، یہی دین اسلام ہے، قرآن کوئی نئی بات پیش نہیں کرتا، اور اہل کتاب کی کتابوں میں نبی آخر الزماں، قرآن اور اسلام کی حقانیت کے واضح دلائل موجود ہیں، تاہم وہ نفسانیت سے قرآن اور اسلام کا انکار کرتے ہیں، دوسری کوئی وجہ نہیں، اور ضد کا کوئی علاج نہیں!

﴿وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۙ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝﴾

ترجمہ: اور اہل کتاب جدا نہیں ہوئے ــــــ یعنی اسلام اور قرآن کا انکار نہیں کیا ــــــ مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس واضح دلیل آگئی ــــــ یعنی ان کی کتابوں میں اسلام کی حقانیت کی پیشین گوئی ہے ــــــ اور وہ یہی حکم دیئے گئے تھے کہ اللہ کی عبادت کریں، اللہ کے لئے عبادت کو خالص کر کے اور ہر طرف سے یکسو ہو کر اور نماز کا اہتمام کریں اور زکات

دیں، اور یہی دین مستقیم ہے ——— جو قرآن پیش کر رہا ہے۔

اپنے مستوی سے نیچے گرنے والوں کی اور بلند ہونے والوں کی قیامت کے دن جزاوسزا

سورۃ التین میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھالا ہے، پھر کوئی تو اپنے لیول سے گر کر نچلوں سے نیچے پہنچ جاتا ہے، کتے اور خنزیر سے بدتر ہو جاتا ہے، یہی لوگ بدترین خلائق ہیں، اور کچھ لوگ اپنی فطرت سے بلند ہو کر آسمان کی رفعت تک پہنچ جاتے ہیں، اور ایسے سبک خرام ہوتے ہیں کہ فرشتے بھی ان کی ہمراہی سے عاجز رہ جاتے ہیں۔
دونوں فریقوں کی جزاوسزا قیامت کے دن ہوگی، تباہ حال ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، خواہ وہ اہل کتاب (یہود ونصاری) ہوں یا مشرکین، سب کا انجام ایک ہے، اور جو لوگ ایمان لائے، قرآن کو قبول کیا، رسالتِ محمدی کا اعتراف کیا اور شریعت کے مطابق زندگی گذاری، کرنے کے کام کئے اور نہ کرنے کے کاموں سے بچا رہا ان کو آخرت میں دو صلے ملیں گے:

اول: ہمیشہ رہنے کے باغات ملیں گے جن سے وہ کبھی باہر نہیں کئے جائیں گے، اور وہ باغات سدا بہار ہونگے، ان کے نیچے نہریں بہتی ہونگی، وہ ان میں تا ابد رہیں گے۔

دوم: ان کو اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی، اللہ ان سے خوش ہونگے اور وہ اللہ سے خوش ہونگے، اور یہ نعمت پہلی نعمت سے بڑھ کر ہے۔

فائدہ (۱): یہاں وہ سلسلۂ بیان پورا ہوا جو دور سے چل رہا تھا، آگے چار سورتیں قیامت کے موضوع پر آرہی ہیں۔

فائدہ (۲): کافر کے معنی ہیں: منکر، نہ ماننے والا، جو لوگ دینِ اسلام کو نہیں مانتے، قرآن کو قبول نہیں کرتے، رسالتِ محمدی کا اعتراف نہیں کرتے، کلمۂ طیبہ کے دوسرے جزء پر ان کا ایمان نہیں وہ کافر ہیں، ان آیات میں اہل کتاب اور مشرکین دونوں پر ﴿ كَفَرُوْا ﴾ کا اطلاق آیا ہے، لیکن اگر وہ لفظ کافر کو پسند نہ کریں تو ان کو 'غیر مسلم' کہا جائے، لفظ کافر پر اصرار نہ کیا جائے۔

﴿ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَاۗؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝ ﴾

ترجمہ: بلاشبہ جن لوگوں نے اہل کتاب میں سے اور مشرکین میں سے نہیں مانا وہ دوزخ کی بھٹی میں جائیں گے، وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے، یہی لوگ بدترین خلائق ہیں ——— بلاشبہ جن لوگوں نے مان لیا، اور اچھے کام کئے، وہی بہترین خلائق ہیں، ان کا صلہ ان کے رب کے پاس ہمیشہ رہنے کے باغات ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیش رہیں گے، اللہ ان سے خوش ہوئے، اور وہ اللہ سے خوش ہوئے، یہ صلہ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرا ——— یہ ﴿ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ کا مقابل ہے، اس میں منہیات سے بچنے کی شرط ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الزلزال

ربط: اب چار سورتیں قیامت کے موضوع پر ہیں، اس سورت میں یہ بیان ہے کہ قیامت کے دن سب کرا کرایا اچھا برا انسان کے سامنے آجائے گا، پھر سورت العادیات میں یہ بیان ہے کہ قیامت کے دن دلوں میں پوشیدہ راز آشکارہ ہوجائیں گے، اوران پر بھی گرفت ہوگی، پھر سورت القارعۃ میں یہ بیان ہے کہ قیامت کے دن الل ٹپ فیصلے نہیں ہونگے، اعمال تول کر فیصلے ہونگے، پھر سورت التکاثر میں یہ بیان ہے کہ عذابِ آخرت سے پہلے عذاب قبر بھی ہے۔

سورت کی فضیلت: ترمذی شریف میں حدیث (نمبر۲۹۰۳) ہے:

حدیث(۱): نبی ﷺ نے فرمایا: مَنْ قَرَأَ إِذَا زلزلت: عُدِلَتْ له بِنِصْفِ القرآن: جس نے سورۃ الزلزال پڑھی: وہ اس کے لئے آدھے قرآن کے برابر گردانی جائے گی۔ وَمَنْ قَرَأَ: قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ: عُدِلَتْ لَهُ بِرُبْعِ القرآن: اور جس نے سورۃ الکافرون پڑھی: وہ اس کے لئے چوتھائی قرآن کے برابر گردانی جائے گی، وَمَنْ قَرَأَ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ: عُدِلَتْ له بِثُلُثِ القُرآن: اور جس نے قل هو الله أحد پڑھی: وہ اس کے لئے تہائی قرآن کے برابر گردانی جائے گی۔

تشریح: علمائے کرام نے اس حدیث کے دو مطلب بیان کئے ہیں:

ایک: قرآن کے مضامین کی مختلف اعتبارات سے تقسیم ہے، ایک تقسیم یہ ہے کہ قرآن دو قسم کے احوال پر مشتمل ہے: دنیوی اور اخروی، اور سورت الزلزال میں آخرت کا بیان ہے، اس لئے وہ نصف قرآن ہے، اور قرآن میں توحید فی العبادۃ، توحید فی العقیدہ دنیوی اور اخروی احکام ہیں، اور سورۃ الکافرون میں توحید فی العبادۃ کا بیان ہے، اس لئے وہ چوتھائی قرآن ہے، اور علوم قرآن تین ہیں: توحید، احکام اور تہذیب اخلاق اور ﴿﴾ میں توحید کا بیان ہے اس لئے وہ تہائی قرآن ہے۔

دوم: اس روایت میں ان سورتوں کے انعامی ثواب کا بیان ہے قُلْ هُوَ اللّٰهُ الاخلاص پر جو انعامی ثواب ملتا ہے وہ تہائی قرآن کے اصلی ثواب کے برابر ہے۔

فائدہ: یہ دوسرا مطلب مشہور ہے اور پہلا مطلب اصح ہے، کیونکہ دوسرا مطلب لینے کی صورت میں سورۃ الزلزال کا سورۃ الاخلاص سے افضل ہونا لازم آئے گا، اور اس کا کوئی قائل نہیں (تفصیل کے لئے دیکھیں تحفۃ الالمعی ۷:۵۱)

(آیاتہا ۸) (۹۹) سُوْرَۃُ الزِّلْزَالِ مَدَنِیَّۃٌ (۹۳) (رکوعہا ۱)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿۱﴾ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ﴿۲﴾ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ﴿۳﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ﴿۴﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ﴿۵﴾ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ﴿۶﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴿۷﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾ ع ۸/۲۴

اِذَا	جب	تُحَدِّثُ	بیان کرے گی	اَعْمَالَهُمْ	ان کے اعمال
زُلْزِلَتِ	ہلادی جائے گی	اَخْبَارَهَا	اپنی خبریں	فَمَنْ	پس جس نے
الْاَرْضُ	زمین	بِاَنَّ	بایں وجہ کہ	يَّعْمَلْ	کی ہے
زِلْزَالَهَا(۱)	سخت ہلانا	رَبَّكَ	آپ کے رب نے	مِثْقَالَ ذَرَّةٍ	ذرہ بھر
وَاَخْرَجَتِ	اور نکال دے گی	اَوْحٰى(۲)	اشارہ کیا ہے	خَيْرًا	کوئی نیکی
الْاَرْضُ	زمین	لَهَا	اس کو	يَّرَهٗ	دیکھے گا اس کو
اَثْقَالَهَا	اپنے بوجھ	يَوْمَئِذٍ	آج	وَمَنْ يَّعْمَلْ	اور جس نے کی ہے
وَقَالَ	اور کہا	يَّصْدُرُ(۳)	نکلیں گے	مِثْقَالَ ذَرَّةٍ	ذرہ بھر
الْاِنْسَانُ	انسان نے	النَّاسُ	لوگ	شَرًّا	کوئی برائی
مَا لَهَا	کیا ہوا اس کو؟	اَشْتَاتًا	متفرق	يَّرَهٗ	دیکھے گا اس کو
يَوْمَئِذٍ	آج	لِّيُرَوْا	تا کہ دکھلائے جائیں وہ	❁	❁

قیامت کے دن سب کرا کرایا اچھا برا سامنے آجائے گا

جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو زمین میں سخت بھونچال آئے گا، ہر چیز ٹوٹ پھوٹ کر برابر ہو جائے گی، پھر دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو مردے زمین سے دمادم نکلنے شروع ہوں گے اس وقت جو انسان زمین سے نکل آئے ہیں حیرت سے کہیں گے: زمین کو آخر ہو کیا گیا ہے جو اس طرح مردوں کو نکال رہی ہے؟ پھر زمین میں جو کچھ ریکارڈ ہے؟ وہ

(۱) زلزالھا: مفعول مطلق تاکید کے لئے (۲) وحی کے لغوی معنی ہیں: اشارہ خفیہ (۳) صَدَرَ الشیئ: نکلنا، ظاہر ہونا۔

بولنے لگے گی، کیونکہ ٹیپ ریکارڈ کے مالک نے بٹن دبادیا ہے، پھر لوگ میدانِ قیامت سے فیصلہ ہونے کے بعد آخرت کی طرف متفرق ہوکر لوٹیں گے، جنتی الگ جہنمی الگ، پھر درجات اور درکات کے اعتبار سے بھی ٹولیاں ہونگی، تاکہ لوگ اپنے اعمال کا بدلہ دیکھیں، اس دن جس نے ذرہ بھر کوئی نیکی کی ہے اس کو دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ بھر کوئی بڑائی کی ہے اس کو بھی دیکھ لے گا، پس لوگو! چھوٹی نیکی کو بھی چھوٹی مت سمجھو، ہر نیکی کرو، کیونکہ قطرہ قطرہ مل کر دریا بنتا ہے اور کنکر کنکر اکٹھا ہوکر پہاڑ بنتا ہے، پس چھوٹی نیکی بھی اس دن کام آئے گی، اور چھوٹی برائی کو بھی چھوٹی مت سمجھو، ایک چنگاری بھی لاوا (گھاس کا ڈھیر) پھونکنے کے لئے کافی ہے، پس معمولی برائی سے بھی بچو!

آیاتِ کریمہ: —— جب زمین میں نہایت سخت بھونچال آئے گا، اور زمین اپنے بوجھ (مردے) باہر نکالے گی، اور انسان کہے گا: زمین کو کیا ہوا؟ آج وہ اپنی باتیں بیان کرے گی، اس وجہ سے کہ اس کے رب نے اس کو اشارہ کیا ہے، آج (میدانِ حشر سے) لوگ متفرق ہوکر نکلیں گے، تاکہ وہ اپنے اعمال دکھلائے جائیں —— یعنی ان کی جزاء دیکھیں —— پس جس نے ذرہ بھر کوئی نیکی کی ہے وہ اس کو دیکھے گا، اور جس نے ذرہ بھر کوئی برائی کی ہے وہ اس کو دیکھے گا!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ العادیات

گذشتہ سورت کا موضوع تھا: قیامت کے دن سب کرا کرایا اچھا برا یعنی اعمالِ ظاہرہ انسان کے سامنے آئیں گے، کوئی عمل چھپا نہیں رہے گا، ادنی سے ادنی عمل بھی انسان کے سامنے آجائے گا —— اب اس سورت کا موضوع ہے: قیامت کے دن پوشیدہ بھید بھی کھل جائیں گے، اور ان پر بھی محاسبہ ہوگا۔ اور پوشیدہ بھیدوں کا دائرہ کہاں تک ہے؟ دلوں کے جذبات بھی پوشیدہ بھید ہیں، انسان کے دل میں جو اچھے برے جذبات ہیں وہ بھی پوشیدہ راز ہیں، وہ بھی کھل جائیں گے۔

اور اس سورت میں دو برے جذبات کا بطور مثال ذکر کیا ہے: ایک: ناشکری کا جذبہ، دوسرا: مال کی شدید محبت اور یہ دو جذبات اس لئے ذکر کئے ہیں کہ دوسرا جذبہ پہلے جذبہ کی دلیل ہے، پس دونوں میں تلازم ہے۔ اور اصل پہلی مثال ہے اسی کو مدلل کیا ہے، نیز دوسرا جذبہ ہر کوئی سمجھتا ہے، اس لئے اس کو مدلل نہیں کیا، اور ناشکری کے جذبہ کو ہر کوئی نہیں سمجھتا یا غلط فہمی کا شکار ہے، اس لئے اس کو گھوڑوں کی مثال سے مبرہن کیا ہے۔

❁ ❁ ❁

سُوْرَةُ الْعٰدِيٰتِ مَكِّيَّةٌ (۱۰۰) (۱۴)

اٰیاتُها ۱۱ — رکوعها ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ﴿۱﴾ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ﴿۲﴾ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ﴿۳﴾ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ﴿۴﴾ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ﴿۵﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ﴿۶﴾ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ﴿۷﴾ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۭ﴿۸﴾ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُوْرِ ۙ﴿۹﴾ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ﴿۱۰﴾ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

وَالْعٰدِيٰتِ(۱)	قسم ہے تیز دوڑنے	بِهٖ(۷)	دوڑ کر	وَاِنَّهٗ	اور بے شک وہ
	والے گھوڑوں کی	نَقْعًا(۸)	غبار کو	عَلٰى ذٰلِكَ	اس پر
ضَبْحًا(۲)	ہانپتے ہوئے	فَوَسَطْنَ(۹)	پس درمیان میں پہنچ	لَشَهِيْدٌ	البتہ گواہ ہے
فَالْمُوْرِيٰتِ(۳)	پس آگ سلگانے والوں کی		جانے والوں کی	وَاِنَّهٗ لِحُبِّ	اور بیشک وہ محبت میں
قَدْحًا(۴)	ٹاپ مار کر	بِهٖ(۷)	دوڑ کر	الْخَيْرِ	بھلائی کی
فَالْمُغِيْرٰتِ(۵)	پس شب خون مارنے	جَمْعًا	مجمع کے	لَشَدِيْدٌ	البتہ سخت ہے
	والوں کی	اِنَّ الْاِنْسَانَ	بے شک انسان	اَفَلَا يَعْلَمُ	کیا پس نہیں جانتا وہ
صُبْحًا	صبح کے وقت	لِرَبِّهٖ	اپنے رب کا	اِذَا بُعْثِرَ	جب اکھاڑے جائیں گے
فَاَثَرْنَ(۶)	پس اُڑانے والوں کی	لَكَنُوْدٌ(۱۰)	یقیناً ناشکرا ہے	مَا فِي الْقُبُوْرِ	جو مردے قبروں میں ہیں

(۱) العادية: اسم فاعل، مؤنث، عَدَا (ن) عَدْوًا: تیز دوڑنا (۲) ضَبْحًا: مصدر: ضَبَحَ الخيلُ: (ف) ہانپنا (۳) المورية: از باب افعال، أوْرى إيراءً: آگ نکالنا (۴) قَدْحا: مصدر: قَدَحَ (ف): آگ نکالنے کے لئے چق ماق رگڑنا، یہاں زمین پر ٹاپ مارنے کے معنی ہیں (۵) المغيرة: اسم فاعل، مؤنث از باب افعال، أغارَ على العدو: شب خون مارنا، دشمن پر اچانک حملہ کرنا۔ (۶) أثرن: ماضی، جمع مؤنث غائب: از بابِ افعال: أثار إثارة: گرد وغبار اڑانا اصل میں أثْوَرْن تھا، تعلیل ہوئی ہے۔ (۷) دونوں جگہ بہ کی ضمیر کا مرجع الْعَدْو (دوڑنا) ہے جو العادیات سے مفہوم ہوتا ہے اور باء تعدیہ کی ہے (۸) النقع: غبار: اسم جامد ہے (۹) وَسَطْنَ: ماضی، جمع مؤنث غائب، وَسَطَ (ض) وَسْطًا: بیچ میں جا گھسنا (۱۰) کنود: صیغۂ مبالغہ: بڑا ناشکرا، كند النعمة: نعمت کی ناشکری کرنا۔

وَحُصِّلَ (۱)	اور ظاہر ہو جائے گا	اِنَّ رَبَّهُمْ	بے شک ان کا رب	يَوْمَئِذٍ	اس دن
مَا فِي الصُّدُوْرِ	جو سینوں میں ہے	بِهِمْ	ان کے بارے میں	لَّخَبِيْرٌ	البتہ پورا باخبر ہے

انسان اگر گھوڑوں کے احوال سے اپنے احوال کا موازنہ کرے تو اس کی سمجھ میں آجائے گا کہ وہ اللہ کا ناشکرا بندہ ہے

انسان اللہ کا بڑا ناشکرا ہے، اگر وہ گھوڑوں کے احوال سے اپنے احوال کا موازنہ کرے تو خود سمجھ لے گا کہ واقعی وہ بڑا ناشکرا ہے۔ گھوڑے کو اس کے مالک نے پیدا نہیں کیا، اللہ نے پیدا کیا ہے، اس کا گھاس چارہ بھی اللہ نے پیدا کیا ہے، مالک تو چند ہزار میں اس کو خرید کرلاتا ہے، پھر گھاس چارہ اور راتب کا خیال رکھتا ہے، مگر گھوڑے کا حال یہ ہے کہ جب مالک اس پر سوار ہوتا ہے اور دوڑنے کا اشارہ کرتا ہے تو گھوڑا بے تحاشا دوڑنے لگتا ہے، ہانپتا جاتا ہے اور دوڑتا جاتا ہے، رکتا نہیں، اور گھوڑے کے کھروں میں نعل بندھے ہوئے ہوتے ہیں، تاکہ پتھریلی زمین میں اس کے کھر گھس نہ جائیں، پس جب گھوڑا رات میں بے تحاشا دوڑتا ہے تو ٹاپ مار کر آگ جھاڑتا ہے، اس کے پیچھے شرارے اڑتے ہیں، ایسا سرپٹ دوڑنے کی صورت میں ہوتا ہے، اور اگر مالک صبح کے وقت دشمن پر شب خون مارتا ہے تو گھوڑا اس وقت بھی تیار رہتا ہے، صبح کا وقت ٹھنڈا ہوتا ہے، زمین پر شبنم پڑی ہوتی ہے، اس وقت بھی گھوڑے اتنا دوڑتے ہیں کہ غبار اڑتا ہے، اور گھوڑا دوڑ کر دشمن کے مجمع کے بیچ میں گھس جاتا ہے، گھوڑا بہت سمجھدار جانور ہے، اللہ نے اس کو دوراڈر (کھڑے کان) دیئے ہیں، وہ دس میل سے خطرہ بھانپ لیتا ہے، پھر بھی وہ ذرا نہیں جھجکتا، دشمن کی صفوں کو چیرتا ہوا وسط میں پہنچ جاتا ہے۔

اب انسان سوچے: کیا اس کا معاملہ اس کے رب کے ساتھ ایسا وفاداری کا ہے؟ نہیں ہے! وہ صبح کی اذان سنتا ہے، آنکھ کھلتی ہے، مگر انگڑائی لے کر کروٹ بدل لیتا ہے اور سو جاتا ہے، نماز کے لئے نہیں اٹھتا، اگر وہ اپنا حال سوچے تو اس کا دل گواہی دے گا کہ واقعی وہ اللہ کا ناشکرا بندہ ہے!

دوسری مثال: انسان کو مال سے بے حد محبت ہے، وہ مال حاصل کرنے کے لئے جائز ناجائز کی پرواہ نہیں کرتا، اور مال کی تخصیص نہیں وہ ہر چیز کا حریص ہے، آرام طلبی کا جذبہ بھی ناشکری کا سبب بنتا ہے ـــــ یہ تمام قلبی جذبات قیامت کے دن جب گڑے مُردے قبروں سے نکلیں گے آشکارہ ہو جائیں گے، اور ان پر بھی انسان کی دارو گیر ہوگی، اور اللہ تعالیٰ

---

(۱) حُصِّلَ: مجہول: آشکارہ کردیا جائے گا، حَصَّلَ کے اصل معنی ہیں: چھلکا اتار کر گودا نکالنا، چونکہ اس کے لئے ظاہر کرنا لازم ہے، اس لئے لازمی معنی کئے گئے ہیں۔

جذبات آشکارہ ہونے کے محتاج نہیں، وہ بندوں کے تمام احوال سے اس دن پورے باخبر ہونگے۔

سورتِ پاک کا ترجمہ: ہانپتے ہوئے تیز دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم! پس ٹاپ مار کر آگ سلگانے والوں کی! پس صبح کے وقت شب خون مارنے والوں کی! پس دوڑ کر غبار اڑانے والوں کی! پس دوڑ کر مجمع کے درمیان پہنچ جانے والوں کی، بلاشبہ انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا بندہ ہے (یہ جوابِ قسم ہے) اور بلاشبہ وہ اس پر خود گواہ ہے، اور بلاشبہ وہ بھلائی کی محبت میں بہت سخت ہے کیا تو وہ نہیں جانتا کہ جب وہ مردے جو قبروں میں ہیں اکھاڑے جائیں گے، اور جو راز سینوں میں ہیں وہ ظاہر ہو جائیں گے، بلاشبہ ان کا رب ان کے احوال سے اس دن پوری طرح باخبر ہیں!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ القارعہ

اس سورت کا موضوع بھی قیامت ہے، اس سورت میں یہ بیان ہے کہ قیامت کے دن اللہ کی عدالت سے الل ٹپ فیصلے نہیں ہونگے، بلکہ ناپ تول کر فیصلے ہونگے۔

ایک واقعہ: انگریزوں کے دور میں اعزازی مجسٹریٹ بنائے جاتے تھے، ایک بے پڑھے چودھری جج بنادیئے گئے، ان کا پیش کار ہفتہ بھر لوگوں سے درخواستیں لے کر اتوار کو جج صاحب کے سامنے رکھتا تھا، وہ ایک درخواست دائیں طرف رکھتے، اور کہتے: منجور (منظور) دوسری بائیں طرف رکھتے اور کہتے: نامنجور، اس طرح درخواستیں بانٹ دیتے، اللہ کی عدالت سے اس طرح فیصلے نہیں ہونگے، بلکہ باقاعدہ انصاف کی ترازوئیں رکھی جائیں گی [الأنبياء ۴۷] اور ناپ تول کر فیصلے ہونگے۔

سوال: اقوال وافعال اعراض ہیں، وجود میں آکر ختم ہوجاتے ہیں، پھر تولے کیسے جائیں گے؟

جواب: ختم نہیں ہوتے، نفس میں ریکارڈ ہوجاتے ہیں، اور اب تو اعراض بھی تولے جاتے ہیں، بخار ناپا جاتا ہے، نبض اور دل کی حرکت ناپتے ہیں، گرمی سردی کا ٹمپریچر ناپتے ہیں، اور معلوم نہیں کیا کیا ناپتے ہیں، پس اشکال فضول ہے۔



آیاتہا ۱۱ — (۱۰۱) سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۰) — رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝۴ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۶ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۸ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝۹ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱

ع ۱ ۲۹

اَلْقَارِعَةُ(۱)	کھڑکھڑانے والا واقعہ	وَتَكُوْنُ	اور ہونگے	وَاَمَّا مَنْ	اور رہا جو
مَا الْقَارِعَةُ	کیا ہے کھڑکھڑانے	الْجِبَالُ	پہاڑ	خَفَّتْ	ہلکی پڑیں
	والا واقعہ	كَالْعِهْنِ(۲)	رنگین اون کی طرح	مَوَازِيْنُهٗ	اس کی ترازوئیں
وَمَا اَدْرٰىكَ	اور کیا تجھے پتہ ہے	الْمَنْفُوْشِ(۳)	دھنکی ہوئی	فَاُمُّهٗ	پس اس کا ٹھکانا
مَا الْقَارِعَةُ	کیا ہے کھڑکھڑانے	فَاَمَّا مَنْ	پس رہا جو	هَاوِيَةٌ	کھڈا ہے
	والا واقعہ	ثَقُلَتْ	بھاری ہوئیں	وَمَا	اور کیا تو
يَوْمَ يَكُوْنُ	جس دن ہونگے	مَوَازِيْنُهٗ(۴)	اس کی ترازوئیں	اَدْرٰىكَ	جانتا ہے
النَّاسُ	لوگ	فَهُوَ	پس وہ	مَا هِيَهْ	وہ کیا ہے
كَالْفَرَاشِ	پتنگوں کی طرح	فِيْ عِيْشَةٍ	گذران میں ہے	نَارٌ	آگ ہے
الْمَبْثُوْثِ	بکھرے ہوئے	رَّاضِيَةٍ	من پسند	حَامِيَةٌ	دہکتی

قیامت کے دن جس کا نیک عمل وزنی ہوگا وہ من پسند عیش میں ہوگا

اور جس کا نیک عمل ہلکا ہوگا وہ دہکتی آگ میں ہوگا

جب پہلی مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو بڑا ہنگامہ ہوگا، لوگ افراتفری میں مبتلا ہوجائیں گے، اور پتنگوں کی طرح اِدھر

(۱) القارعۃ: اسم فاعل، واحد مؤنث: قیامت کا ایک نام، قَرَعَ الشيئَ بالشيئ: ایک چیز کو دوسری چیز سے ٹکرانا، کھڑکھڑانا (۲) العہن: مختلف رنگوں کی اون (۳) نفش القطنَ: روئی دھنکنا (۴) موازین: میزان کی جمع۔

اُدھر مارے مارے پھریں گے، اور پہاڑ گرد بن کر اڑ جائیں گے، اور جیسے مختلف رنگوں کی اون دھنکتے ہیں تو فضا میں مختلف رنگوں کے گالے اڑتے ہیں، پہاڑ کے رنگ بھی مختلف ہیں، اس لئے ان کی گرد بھی ایسی ہوگی۔

پھر جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا، اور مُردے قبروں سے نکل کر میدانِ حشر میں اکٹھا ہو جائیں گے تو جگہ جگہ انصاف کی ترازوئیں رکھی جائیں گی، اور ناپ تول کر فیصلہ شروع ہوگا، جس کی نیکی کا پلڑا بھاری ہوگا وہ جنت میں جائے گا، اور وہاں وہ عیش کرے گا، اور جس کا نیکی کا پلڑا ہلکا ہوگا اور برائیوں کا پلڑا بھاری ہوگا، وہ کھڈے میں گرے گا یعنی دہکتی آگ میں جائے گا (نعوذ باللہ منہا)

سورتِ پاک کا ترجمہ: —— کھڑکھڑانے والا واقعہ! وہ کھڑکھڑانے والا واقعہ کیا ہے؟ اور آپ کو کچھ پتہ ہے: وہ کھڑکھڑانے والا واقعہ کیا ہے؟ —— وہ قیامت کا واقعہ ہے، اور بار بار سوال ذہن کو متوجہ کرنے کے لئے ہے —— جس دن لوگ بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون (کے گالوں) کی طرح ہو جائیں گے پس جن کی ترازوئیں بھاری ہونگی وہ من پسند عیش میں ہونگے، اور جن کی ترازوئیں ہلکی ہونگی اس کا ٹھکانہ کھڈا ہے! اور جانتے ہو وہ کیا ہے؟ دہکتی ہوئی آگ ہے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ التکاثر

یہ سورت قیامت کے موضوع پر آخری سورت ہے، پھر آگے نیا سلسلہ شروع ہوگا، اور اس سورت میں دو باتیں خاص ہیں: اول: اس سورت میں عذابِ قبر کا بھی ذکر ہے، یہ قیامت کی تمہید ہے۔ دوم: اس میں یہ ہے کہ قیامت کے دن خاص طور پر اللہ کی نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا۔

سورت التکاثر سے عذابِ قبر کا ثبوت: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم برابر عذابِ قبر کے سلسلہ میں تردد میں رہے، یہاں تک کہ سورۃ التکاثر نازل ہوئی (تو تردد ختم ہو گیا) (ترمذی حدیث ۳۳۲۸)

تشریح: سورۃ التکاثر کی ابتدائی دو آیتوں کی ایک تفسیر یہ کی جاتی ہے کہ تکاثر (مال کی فراوانی کا جذبہ) لوگوں کو اس درجہ غافل کئے رہتا ہے کہ جب وہ کسی جنازہ کو لے کر دفن کرنے کے لئے قبرستان جاتے ہیں تو وہاں بھی کاروبار کی باتیں کرتے ہیں، یہ تفسیر صحیح نہیں، زیارتِ قبور: موت سے کنایہ ہے، یعنی انسان تاحیات مال و دولت کے پیچھے توانیاں صرف کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ قبر کے گھڑے میں پہنچ جاتا ہے، پھر وہاں پہنچتے ہی آخرت سے غفلت کا مزہ چکھنا پڑتا ہے۔

آیاتہا ۸ — (۱۰۲) سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ (۱۶) — رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝۱ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝۲ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۳ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۴ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۝۵ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۝۶ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۝۷ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝۸

اَلْهٰكُمُ (۱)	غفلت میں ڈالا تم کو	سَوْفَ	عنقریب	ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا	پھر ضرور دیکھو گے تم اسکو
التَّكَاثُرُ (۲)	بہتات کی حرص نے	تَعْلَمُوْنَ	جان لو گے تم	عَيْنَ الْيَقِيْنِ	ایسا دیکھنا جو خود یقین ہے
حَتّٰى زُرْتُمُ	یہاں تک کہ جاپہنچے تم	كَلَّا	ہرگز نہیں	ثُمَّ	پھر
الْمَقَابِرَ	قبرستان میں	لَوْ تَعْلَمُوْنَ	کاش جانتے تم	لَتُسْـَٔلُنَّ	ضرور پوچھے جاؤ گے تم
كَلَّا سَوْفَ	ہرگز نہیں! عنقریب	عِلْمَ الْيَقِيْنِ	یقینی جاننا	يَوْمَىِٕذٍ	اس دن
تَعْلَمُوْنَ	جان لو گے تم	لَتَرَوُنَّ	ضرور دیکھو گے تم	عَنِ النَّعِيْمِ	نعمتوں کے بارے میں
ثُمَّ كَلَّا	پھر ہرگز نہیں	الْجَحِيْمَ	دوزخ کو	۞	۞

غلط طریقوں سے مال و دولت جمع کرنے کی مذمت

حدیث: حضرت عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کے پاس پہنچے، آپؐ سورۃ التکاثر پڑھ رہے تھے، آپؐ نے فرمایا: ”انسان کہتا ہے: یہ میرا مال ہے، وہ میرا مال ہے، حالانکہ نہیں ہے تیرے لئے تیرے مال میں سے مگر وہ جو تو نے صدقہ کردیا، پس اس کو آگے بھیج دیا، یا جس کو تو نے کھالیا، پس اس کو ختم کردیا، یا تو نے اس کو پہن لیا، پس اس کو پرانا کردیا!“ اور مسلم کی روایت میں یہ اضافہ ہے: ”اور اس کے سوا جو کچھ ہے وہ تیرے ہاتھ سے جانے والا ہے، اور تو اس کو لوگوں (وارثوں) کے لئے چھوڑنے والا ہے“

تشریح: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ التکاثر پڑھ کر فرمایا:

(۱) أَلْهٰى: ماضی، واحد مذکر غائب، باب افعال، أَلْهٰى يُلْهِي إلهاءً: غفلت میں ڈالنا (۲) التکاثر: باب تفاعل: ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی حرص، مسابقت۔

تكاثُرُ الأموال: جمعُها من غير حقها، ومنعُها من حقها، وشدُّها في الأوعية: تکاثر: مال کو ناجائز طریقوں سے حاصل کرنا، اور مال میں جو اللہ کے حقوق عائد ہوتے ہیں ان میں خرچ نہ کرنا، اور برتنوں میں باندھ کر رکھ لینا ہے (قرطبی) پس اگر جائز ناجائز کا خیال رکھ کر مال حاصل کیا جائے، اور اس میں سے اللہ کے حقوق ادا کئے جائیں تو مال کی یہ زیادتی مذموم نہیں۔

وہ نعمتیں جن کا حساب دینا ہوگا

حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے پہلی وہ چیز جس کے بارے میں پوچھا جائے گا یعنی بندے سے نعمتوں کے بارے میں کہا جائے گا: کیا ہم نے تیرے لئے تیرے بدن کو درست نہیں کیا تھا؟ اور تجھے ٹھنڈے پانی سے سیراب نہیں کیا تھا؟ (یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا حساب دینا ہوگا)

سورت پاک کا ترجمہ وتفسیر: —— ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی حرص نے تمہیں غفلت میں ڈالے رکھا، یہاں تک کہ تم قبرستان جا پہنچے —— اب چکھو غفلت کا مزہ! —— ہرگز نہیں —— یعنی غفلت نہیں چاہئے —— تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا —— یعنی قبر میں پہنچتے ہی معلوم ہو جائے گا —— پھر (کہتا ہوں:) ہرگز نہیں! تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا (پھر تیسری بار کہتا ہوں:) ہرگز نہیں! کاش تم یقینی طور پر جان لیتے! —— یہاں تک عذاب قبر کا ذکر ہے۔

بخدا! تم ضرور دوزخ کو دیکھو گے (پھر دوبارہ کہتا ہوں:) بخدا! تم اس کو دیکھو گے ایسا دیکھنا جو خود یقین ہے، پھر بخدا! اس روز تم سے ضرور نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا —— یہ قیامت کے احوال کا بیان ہے —— علم الیقین: دلیل قطعی سے جاننا، یہ بالیقین جاننا ہے، اور عین الیقین: مشاہدہ سے جاننا، یہ ایسا جاننا ہے کہ خود یقین ہے، اس سے آگے جاننے کا کوئی درجہ نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ العصر

اب نیا سلسلۂ بیان شروع ہو رہا ہے جو سورۃ الکوثر تک چلے گا۔ قیامت کے دن کیا فیصلے ہونگے؟ سورۃ العصر میں ان کو مختصر طور پر بیان کیا ہے، آج کل ایک طریقہ یہ ہے کہ پبلک مقامات میں خبروں کا خلاصہ لکھ دیتے ہیں، جن پر نظر پڑتے ہی پوری بات سمجھ میں آجاتی ہے، یہ سورت اسی طرح کی ہے، جیسے امتحان کا نتیجہ چند لفظوں میں بورڈ پر لکھ دیا جاتا ہے یا جلی عنوان قائم کر دیا جاتا ہے، جس سے پوری بات سمجھ میں آجاتی ہے۔

اس سورت میں قیامت کے دن کے فیصلوں کا خلاصہ ہے کہ جس قوم میں چار باتیں ہوں گی وہ کامیاب ہوگی،

دوسرے ناکام ہونگے، اور دلیل خود انسان کے احوال ہیں، پھر چار سورتوں میں ناکام ہونے والوں کی مثالیں ہیں، پھر ایک سورت میں کامیاب ہونے والوں کا ذکر ہے۔ ناکام ہونے والے — بطور مثال — یہ لوگ ہیں:

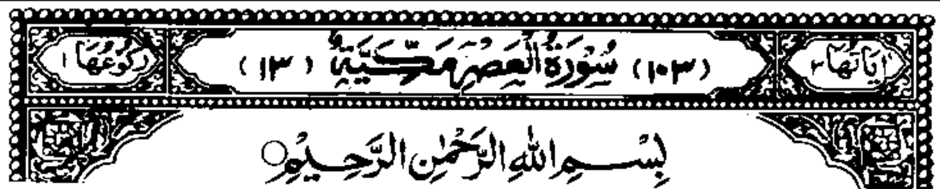
۱- دولت کے پجاری، جو سمجھتے ہیں کہ ان کا مال ان کو زندۂ جاوید کرے گا۔

۲- اقتدار کے نشہ میں تخریب کاری کرنے والے، حکومت کے بل پر ستم ڈھانے والے۔

۳- معاشی خوش حالی کو اپنا ہنر سمجھنے والے، اور اس پر اترانے والے۔

۴- بے عمل مسلمان جن کو نماز زکات تک کی پرواہ نہیں۔

پھر سورۃ الکوثر میں نبی ﷺ اور آپؐ کی نیک امت کا ذکر ہے جو قیامت کے دن کامیاب ہونگے، یہ اگرچہ ایک سورت ہے، مگر سنار کی سو اور لوہار کی ایک جیسی ہے، اس پر یہ سلسلہ بیان پورا ہوگا، پھر من وجہ نیا سلسلۂ بیان شروع ہوگا، جو چار سورتوں تک چلے گا، اور آخری دو سورتوں کا الگ موضوع ہے۔



وَالْعَصْرِ ۝١ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝٢ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۵ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝٣

وَالْعَصْرِ	زمانے کی قسم!	اٰمَنُوْا	ایمان لائے	بِالْحَقِّ (۲)	دین حق کی
اِنَّ الْاِنْسَانَ	بے شک انسان	وَعَمِلُوا	اور کئے انھوں نے	وَتَوَاصَوْا	اور باہم تاکید کرتے رہے
لَفِيْ خُسْرٍ	یقیناً گھاٹے میں ہیں	الصّٰلِحٰتِ	نیک کام	بِالصَّبْرِ (۳)	برداشت کرنے کی
اِلَّا الَّذِيْنَ	مگر جو لوگ	وَتَوَاصَوْا (۱)	اور باہم تاکید کرتے رہے	❁	❁

انسان کے احوال دلیل ہیں کہ سب لوگ خسارے میں ہیں، علاوہ ان کے جن میں چار باتیں ہیں

یہ سورت مختصر ہے، مگر نہایت اہم ہے، حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ اگر قرآن میں سے صرف یہی سورت

(۱) تواصوا: از باب تفاعل، ایک دوسرے کو تاکید کرنا، دراصل تَوَاصَيُوْا تھا، تعلیل ہوئی ہے (۲) بالحق: الحق: موصوف کے قائم مقام ہے أي الدين الحق (۳) صبر کے لغوی معنی ہیں: سہنا، برداشت کرنا۔

نازل کردی جاتی تو ہدایت کے لئے کافی تھی (فوائد)

انسان کے احوال جو اگلی پانچ سورتوں میں آرہے ہیں دلیل ہیں کہ قیامت کے دن سب لوگ گھاٹے میں رہیں گے، مگر جس قوم میں چار باتیں ہیں وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگی:

۱–قوم میں صحیح ایمان ہو، اللہ پر، اللہ کے رسول پر اور اللہ کے دین پر اہل السنہ والجماعہ کے عقائد کے مطابق اعتقاد ہو۔

۲–قوم اللہ کے دین پر عمل پیرا ہو، کرنے کے کام کرے، اور نہ کرنے کے کاموں سے بچے، صرف نام کی مسلمانی نہ ہو، بلکہ اس کی عملی زندگی اس کے ایمان قلبی کی آئینہ دار ہو۔

۳–قوم کے ہر فرد کے پیش نظر اجتماعی مفاد ہو، مسلمان ایک دوسرے کو قول و عمل سے تاکید کرتے رہیں کہ دین حق کو مضبوط تھامے رہیں، دین سے رشتہ منقطع نہ ہونے پائے۔

۴–قوم کا ہر فرد ایک دوسرے کو وصیت و نصیحت کرتا رہے کہ دین کی وجہ سے اگر کوئی سختی یا پریشانی آئے تو آس نہ توڑیں، ہمت سے حالات کا مقابلہ کریں۔

سورتِ پاک: —— زمانے کی قسم! —— انسان کا زمانہ مراد ہے، اس کی ماضی اور حال کی تاریخ شہادت دیتی ہے کہ —— بے شک انسان گھاٹے میں ہے، مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے، اور باہم دین کو مضبوط پکڑے رہنے کی تاکید کرتے رہے، اور باہم برداشت کرنے کی تاکید کرتے رہے —— پوری سورت جوابِ قسم ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الہمزۃ

هُمزة: مبالغہ کا صیغہ ہے، هَمَزَه (ض) هَمْزًا: کے معنی ہیں: کوئی چیز چبھونا، اور مرادی معنی ہیں: عیب جوئی اور نکتہ چینی کرنا، اور لُمزة بھی مبالغہ کا صیغہ ہے اس کے معنی بھی تقریباً یہی ہیں، لَمَزَه (ن،ض) لَمْزًا: کے معنی ہیں: دھکیلنا، مارنا اور مرادی معنی ہیں: عیب نکالنا، برائی کرنا۔

اس سورت میں گھاٹے میں رہنے والے انسانوں کی پہلی مثال ہے، اور وہ دولت کے پجاری ہیں، جو سمجھتے ہیں کہ دولت ان کو اَمر (زندۂ جاوید) کرے گی، ایسے لوگوں میں یہ عیب پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ لوگوں کے عیوب ڈھونڈھتے ہیں اور ان کی برائی کرتے ہیں، یہ خطرناک بیماری ہے، ضِغْثٌ علی اِبَّالَة (مصیبت بالائے مصیبت) ہے، اس سے بچنا چاہئے۔

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ مَكِّيَّةٌ (۳۲) (۱۰۴) آیاتھا ۹ رکوعھا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ۙ﴿۱﴾ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۙ﴿۲﴾ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗٓ اَخْلَدَهٗ ۚ﴿۳﴾ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۖ﴿۴﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۭ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَي الْاَفْـِٕدَةِ ۭ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۙ﴿۸﴾ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۧ﴿۹﴾

ع ۱ / ۲۹

وَيْلٌ	بڑی خرابی ہے	اَخْلَدَهٗ (۱)	اس کوامر کرے گا	الْمُوْقَدَةُ	بھڑکائی ہوئی
لِكُلِّ هُمَزَةٍ	ہر طعنہ زن	كَلَّا	ہرگز نہیں	الَّتِيْ تَطَّلِعُ	جو جھانکے گی
لُّمَزَةٍ	عیب چیں کے لئے	لَيُنْۢبَذَنَّ	ضرور وہ ڈالا جائے گا	عَلَي الْاَفْـِٕدَةِ	دلوں کو
الَّذِيْ جَمَعَ	جس نے جمع کیا	فِي الْحُطَمَةِ (۲)	توڑنے والی آگ میں	اِنَّهَا	بے شک وہ
مَالًا	مال	وَمَآ	اور کیا	عَلَيْهِمْ	ان پر
وَّعَدَّدَهٗ	اور اس کو گن گن کر رکھا	اَدْرٰىكَ	جانتے ہو تم	مُّؤْصَدَةٌ	موندی ہوئی ہے
يَحْسَبُ	کیا وہ سمجھتا ہے	مَا الْحُطَمَةُ	توڑنے والی آگ کیا ہے	فِيْ عَمَدٍ	ستونوں میں
اَنَّ مَالَهٗٓ	کہ اس کا مال	نَارُ اللّٰهِ	اللہ کی آگ ہے	مُّمَدَّدَةٍ	لمبے لمبے

دولت کا پجاری گھاٹے میں رہے گا اور اس کو سخت سزا ملے گی

مال فی نفسہ برا نہیں، وہ تو مایۂ زندگانی ہے، اور اس کی محبت بھی بری نہیں، وہ بھی فطری ہے، مگر یہ بات اس وقت ہے جب مال جائز ذرائع سے حاصل کیا جائے، اور جائز جگہوں میں خرچ کیا جائے، ورنہ مال وبال ہے، ساتھ آنے والا نہیں، نہ وہ دنیا میں اَمر کرتا ہے، وہ یہیں رہ جاتا ہے اور پیچھے لوگ اس کو اڑاتے ہیں، پس جو شخص مال کو خدا بناتا ہے اور اس کو بینت کر رکھتا ہے اس میں طعنہ زنی اور عیب جوئی کا مرض پیدا ہوتا ہے، یہ مصیبت در مصیبت ہے، ایسے شخص کو حطمہ میں ڈالا جائے گا، اور حطمہ: اللہ کی دہکائی ہوئی آگ ہے یعنی دوزخ کی آگ ہے، جو صرف ظاہر بدن کو نہیں جلائے گی، بلکہ دل کو کباب کردے گی، مزید وہ آگ پریشر کوکر کی طرح لمبے لمبے ستونوں میں موندی ہوئی ہوگی جس سے اس کی ہیبت اور بڑھ

(۱) اَخْلَدَ الشیئَ: ہمیشہ رکھنا، برقرار رکھنا، دوام عطا کرنا، حیاتِ ابدی بخشنا (۲) الحطمۃ: دوزخ کا ایک نام ہے۔

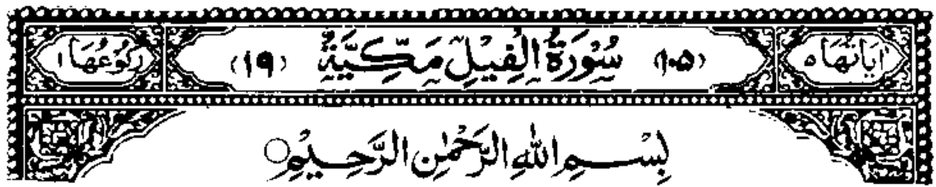
گئی ہے، اور لمبے لمبے ستونوں میں کس طرح موندی گئی ہے وہ جہنم میں جا کر ہی سمجھ میں آسکتا ہے (اللہ ہماری جہنم سے حفاظت فرمائیں!)

سورت کا ترجمہ: —— ہر طعنہ زن عیب چیں کے لئے بڑی خرابی ہے! جس نے مال جمع کیا، اور اس کو گن گن کر رکھا، کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مال اس کو زندۂ جاوید کرے گا! ہرگز نہیں! وہ ضرور حطمہ میں ڈالا جائے گا، اور آپ کو کچھ معلوم ہے حطمہ کیا ہے؟ اللہ کی دہکائی ہوئی آگ ہے، جو دلوں کو جھانکے گی، وہ ان پر لمبے لمبے ستونوں میں موندی ہوئی ہوگی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الفیل

اس سورت میں گھاٹے میں رہنے والوں کی دوسری مثال ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اقتدار کے نشہ میں چور ہیں، اور قوموں کو اور ملکوں کو سکون سے سونے نہیں دیتے، ان کا انجام بھی بھیانک ہے، ایک دن ان کا بھرتا بنایا جائے گا، وہ بری طرح تباہ ہونگے، جیسے ہاتھی والوں کا حال ہوا۔



اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝۱ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِیْ تَضْلِيْلٍ ۝۲ وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝۳ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝۴ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝۵

اَلَمْ تَرَ	کیا نہیں دیکھا آپ نے	بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ[1]	ہاتھی والوں کے ساتھ	فِیْ تَضْلِيْلٍ[2]	غلط
كَيْفَ فَعَلَ	کیسا کیا	اَلَمْ يَجْعَلْ	کیا نہیں کیا	وَّاَرْسَلَ	اور بھیجے
رَبُّكَ	آپ کے رب نے	كَيْدَهُمْ	ان کی چال کو	عَلَيْهِمْ	ان پر

(۱) فیل: ہاتھی، عرب میں ہاتھی کم ہوتا ہے، ابرہہ دبدبہ ظاہر کرنے کے لئے ہاتھی پر سوار تھا، اس لئے سارے لشکر کو 'ہاتھی والے' کہا ہے (۲) تضلیل: مصدر: غلط کر دینا، گاؤ خورد کر دینا۔

طَيْرًا	پرندے	بِحِجَارَةٍ	پتھر سے	كَعَصْفٍ (۳)	جیسے آغور
اَبَابِيْلَ (۱)	غول کے غول	مِّنْ سِجِّيْلٍ (۲)	کھنگر کے	مَّاْكُوْلٍ	کھایا ہوا۔
تَرْمِيْهِمْ	مارتے ہیں وہ ان کو	فَجَعَلَهُمْ	پس کر دیا ان کو	۞	۞

جو لوگ اقتدار کے نشہ میں تخریب کاری کرتے ہیں وہ بھی گھاٹے میں رہیں گے

سورت کا پس منظر: حبشہ والوں کی طرف سے یمن میں ابرہہ نامی حاکم مقرر تھا، یہ لوگ عیسائی تھے، اس نے یمن کے شہر صنعاء میں ایک شاندار گرجا بنایا، تاکہ اس کو ﴿ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ ﴾: لوگوں کا مرکز [البقرہ ۱۲۵] بنائے، اور عربوں کو کعبہ شریف سے پھیر دے، ایک قریشی نے اس گرجا میں غلاظت کر دی، جس سے ابرہہ کا پارہ چڑھ گیا، وہ لشکر جرار لے کر کعبہ کو ڈھانے کے لئے بڑھا، خود ہاتھی پر سوار تھا، تاکہ اس کا رعب پڑے، جب وہ مکہ کے قریب پہنچا تو مکہ کے سردار عبدالمطلب کو بلایا، اور کہا: میں صرف کعبہ کو ڈھانے آیا ہوں، پس جو مزاحم نہیں ہوگا اس کو قتل نہیں کروں گا، عبدالمطلب نے سرداروں کے ساتھ کعبہ کا پردہ پکڑ کر دعا کی اور کعبہ کو اس کے رب کے حوالے کیا، اور شہر خالی کر دیا، پس ہاتھی والے مکہ کی طرف بڑھے، ابھی حرم میں داخل نہیں ہوئے تھے کہ سمندر کی طرف سے غول کے غول پرندے آئے، جن کی چونچوں اور پنجوں میں مٹی کے کنکر تھے، وہ فوج پر برسانے شروع کئے، وہ گولیوں کا کام کرنے لگے، اور سب کھیت رہے، جو بچ نکلا وہ بھی طرح طرح کی تکلیفوں سے ہلاک ہوا، یہ واقعہ نبی صَلَّاللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کی ولادتِ مبارکہ سے کل پچاس دن پہلے پیش آیا ہے، اس لئے نبوت کے زمانہ میں یہ واقعہ لوگوں کا آنکھوں دیکھا واقعہ تھا۔

سورتِ پاک: —— کیا آپ نے دیکھا نہیں: آپ کے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ کیا ان کی چال کو گاؤ خورد نہیں کر دیا؟ اور ان پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے، جو ان کو مٹی کے کنکروں سے مارتے تھے، پس ان کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح کر کے رکھ دیا!



(۱) أبابیلَ: طیرًا کی صفت ہے، اس کے معنی ہیں: غول کے غول، جھنڈ کے جھنڈ، کثرت بتانے کے لئے آتا ہے، یہ کوئی خاص پرندہ نہیں، لوگوں میں جو مشہور ہے وہ غلط ہے (۲) سجیل: سنگ گل کا معرب ہے، مٹی کا پتھر یعنی مٹی کا کنکر (۳) عصف: بھوسہ، آغور، جانوروں کے کھانے کے بعد بچا ہوا کوڑا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ قریش

اس سورت میں گھاٹے میں رہنے والوں کی تیسری مثال ہے، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی معاشی خوش حالی پر اتراتے ہیں، اور اس کو اپنا کمال سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ اللہ کا فضل ہوتا ہے۔ قریش کی مثال دی ہے، مگر اس سورت میں لہجہ سخت نہیں، افہام وتفہیم کا انداز ہے۔



لِاِيۡلٰفِ قُرَيۡشٍ ۙ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِ ۚ﴿۲﴾ فَلۡيَعۡبُدُوۡا رَبَّ هٰذَا الۡبَيۡتِ ۙ﴿۳﴾ الَّذِىۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ﴿۴﴾

لِاِيۡلٰفِ (۱)	خوگر ہونے کی وجہ سے	وَالصَّيۡفِ	اور گرمی کے	الَّذِىۡۤ	جس نے
قُرَيۡشٍ	قریش کے	فَلۡيَعۡبُدُوۡا	پس چاہئے کہ عبادت	اَطۡعَمَهُمۡ	کھلایا ان کو
اٖلٰفِهِمۡ	ان کا خوگر ہونا		کریں وہ	مِّنۡ جُوۡعٍ	بھوک میں
رِحۡلَةَ (۲)	سفر سے	رَبَّ	پروردگار کی	وَّاٰمَنَهُمۡ	اور امن دیا ان کو
الشِّتَآءِ	سردی	هٰذَا الۡبَيۡتِ	اس گھر کے	مِّنۡ خَوۡفٍ	خوف سے

قریش کے اسفار ان کی خوش حالی کا ظاہری سبب ہیں، وہ اس پر نہ اترائیں

قریش کا وطن مکہ مکرمہ تھا، اور مکہ میں غلہ وغیرہ کچھ پیدا نہیں ہوتا تھا، قریش سال میں دو تجارتی اسفار کرتے تھے، سردیوں میں یمن جاتے تھے کیونکہ وہ گرم ملک تھا اور گرمیوں میں شام جاتے تھے کیونکہ وہ ٹھنڈا ملک تھا، ان تجارتی اسفار سے وہ خوش حال تھے، پھر وہ اہل حرم اور خادم بیت اللہ تھے، اس لئے سب عرب ان کو عزت واحترام کی نظر سے دیکھتے تھے،

(۱) لإیلاف: لام اجلیہ، یُرزقون محذوف سے متعلق، آلَفَ إیلافاً (افعال): مانوس ہونا، خوگر ہونا، عادی ہونا۔ (۲) رحلة: حاصل مصدر: سفر۔

اور ان کی جان ومال سے کچھ تعرض نہ کرتے تھے، اور چاروں طرف لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم تھا، قریش ان دونوں باتوں کو اپنا ہنر اور ذاتی کمال سمجھتے تھے، اور یہ چیز ان کے اسلام کے لئے مانع بنی ہوئی تھی، چنانچہ اس سورت میں ان کو سمجھایا ہے کہ تمہارے یہ اسفار تمہاری خوش حالی کا ظاہری سبب ہیں، حقیقی سبب کعبہ شریف کی برکت اور اللہ کا فضل ہے، وہی تمہیں بھوکا نہیں مرنے دیتے، اور اسی کے فضل سے تم پورے عرب میں نڈر ہو کر گھومتے ہو۔ پس تمہاری خوش حالی قبول حق میں مانع نہیں بننی چاہئے، ایمان لاؤ اور کعبہ کے مالک کی عبادت کرو، اور بتوں کو چھوڑو!

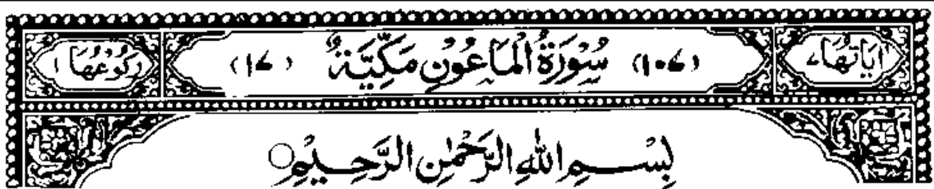
سورتِ پاک: —— قریش کے عادی ہو جانے کی وجہ سے یعنی سردی اور گرمی کے اسفار کے عادی ہو جانے کی وجہ سے —— روزی دیئے جاتے ہیں، مگر یہ ظاہری سبب ہے، حقیقی سبب اللہ کا فضل ہے —— پس چاہئے کہ وہ اس گھر کے مالک کی عبادت کریں جو ان کو بھوک میں کھلاتا ہے اور خوف سے امن دیتا ہے۔

فائدہ: ﴿ رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ﴾ سے معلوم ہوا کہ معبود کعبہ شریف نہیں، بلکہ کعبہ کا مالک معبود ہے اور نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم ملت کی شیرازہ بندی کے لئے ہے اور حج کا حکم اس لئے ہے کہ کعبہ اسمبلی پوئنٹ مقرر کیا گیا ہے، وہ ﴿ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ ﴾ ہے، سب کو اس مرکز سے وابستہ ہونا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الماعون

اس سورت میں گھاٹے میں رہنے والوں کی چوتھی مثال ہے، یہ عمل میں کوتاہ مسلمان ہیں، جن کو اسلام کے بنیادی ارکان نماز زکوٰۃ کی بھی فکر نہیں، اس لئے کہ ان کو جزاء کے دن پر جیسا یقین ہونا چاہئے نہیں۔ آج مسلمانوں کی اکثریت کا یہی حال ہے، کسی گناہ سے باک نہیں، اور کسی فرض عمل پر استوار نہیں، پھر بھی اعلیٰ درجہ کی کامیابی کے امیدوار ہیں، اللہ ان کو سمجھ عطا فرمائیں (آمین) اور بے نمازیوں کے حق میں لہجہ ذرا سخت ہے ﴿ وَيْلٌ ﴾ فرمایا ہے۔



اَرَءَيْتَ الَّذِىْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝۱ فَذٰلِكَ الَّذِىْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝۲ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝۳ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝۴ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝۵ الَّذِيْنَ

هُمْ يُرَآءُوْنَ ﴿٦﴾ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ﴿٧﴾

ع ۳۲

اَرَءَيْتَ	کیا دیکھا آپ نے	الْيَتِيْمَ	یتیم کو	عَنْ صَلَاتِهِمْ	اپنی نمازوں کو
الَّذِيْ (۱)	اس کو جو	وَلَا يَحُضُّ	اور نہیں ترغیب دینا	سَاهُوْنَ	بھولنے والے ہیں
يُكَذِّبُ	جھٹلاتا ہے	عَلٰى طَعَامِ	کھانے کی	الَّذِيْنَ هُمْ (۴)	جو کہ وہ
بِالدِّيْنِ	بدلہ کے دن کو	الْمِسْكِيْنِ	غریب کے	يُرَآءُوْنَ	دکھلاوا کرتے ہیں
فَذٰلِكَ (۲)	پس یہ ہے	فَوَيْلٌ	پس بڑی خرابی ہے	وَيَمْنَعُوْنَ	اور روکتے ہیں
الَّذِيْ	جو	لِّلْمُصَلِّيْنَ (۳)	ان نمازیوں کے لئے	الْمَاعُوْنَ (۵)	برتنے کی چیز کو
يَدُعُّ	دھکا دیتا ہے	الَّذِيْنَ هُمْ	جو کہ وہ	۞	۞

جن مسلمانوں کو قیامت کا پورا یقین نہیں ان کے چار کام

ایمان کی طرح تکذیب کی بھی قسمیں ہیں، ایک دل سے تکذیب کرنا ہے، ایسا شخص مؤمن نہیں، دوسری عمل سے تکذیب کرنا ہے، وہ عملی نفاق ہے، وہ زبان سے تو قیامت کا اعتراف کرتا ہے مگر اس کا عمل اس کے خلاف ہے، ایسے لوگوں سے چار کام صادر ہوتے ہیں:

۱- اگر کبھی اس کے دروازہ پر کوئی یتیم بچہ آ کھڑا ہوتا ہے تو دھکے دے کر اس کو باہر نکال دیتا ہے۔

۲- غریب محتاج کو خود تو کیا کھلاتا، کسی دوسرے کو بھی نہیں کہتا کہ وہی کھلا دے۔

۳- نماز کو بھول جاتا ہے، حالانکہ وہ دین کا زبردست ستون ہے، جو اس کو گرا دیتا ہے وہ گویا دین کو ختم کر دیتا ہے، اور اگر وہ نماز پڑھتے ہیں تو لوگوں کو دکھانے کے لئے پڑھتے ہیں حالانکہ ایسی نماز نمازی کے منہ پر مار دی جائے گی۔

۴- وہ زکوٰۃ تو کیا دیتے برتنے کی چیزیں بھی پڑوسی کو نہیں دیتے، روزمرہ کام آنے والی چھوٹی چھوٹی چیزیں مثلاً ڈول، پانی نمک، آگ وغیرہ بھی کسی کو نہیں دیتے، یہ کام کرنے والے قیامت کے دن گھاٹے میں رہیں گے اور یہ چوتھی اور آخری مثال ہے، آگے کامیاب ہونے والوں کا تذکرہ ہے۔

---

(۱) الذی: أرء یت کا مفعول بہ ہے (۲) ذلك: مبتدا اور الذی خبر ہے (۳) مصلین: سے مراد مسلمان ہیں، کیونکہ مسلمان نمازی ہوتا ہے، نماز بھول جائے وہ الگ بات ہے، اور اس صورت میں بھی وعید ہے (۴) یہ پہلے الذین سے بدل ہے، پس نماز کو بھولنے والا اور دکھلانے کے لئے نماز پڑھنے والا ایک حکم میں ہیں (۵) ماعون: معمولی برتنے کی چیز، جیسے ڈول، رسّی، ہانڈی، دیگچی، چھری کلہاڑی وغیرہ۔

فائدہ: ویلٌ (بڑی کمبختی) یہ وعید اس مسلمان کے لئے ہے جو نماز کو بھول جاتا ہے، قضا کر دیتا ہے، وقت بے وقت پڑھتا ہے۔ اور جو مسلمان نماز پڑھتا ہی نہیں اس کے لئے حدیث میں زیادہ سخت وعید آئی ہے، فرمایا: من ترك الصلٰوة متعمّدا فقد كفر: جو بالارادہ نماز نہیں پڑھتا وہ مسلمان کہاں رہا! اور دوسری حدیث میں ہے: بين الإيمان و الكفر تركُ الصلٰوة: جو مسلمان نماز نہیں پڑھتا وہ ایمان اور کفر کے درمیان حد اوسط میں پہنچ جاتا ہے۔ اور جن مفسرین نے نماز میں بھولنے کے ساتھ تفسیر کی ہے وہ اس زمانہ کی بات ہے جب کوئی مسلمان نماز نہیں بھولتا تھا، اب تو آپ کو قدم قدم پر ایسے مسلمان مل جائیں گے جو نماز کو بھول جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں نماز یاد رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں (آمین)

سورت کا ترجمہ: —— کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جو جزاء کے دن کو جھٹلاتا ہے؟ —— یعنی یہ کیسی تعجب کی بات ہے؟ —— (۱) پس یہی وہ ہے جو یتیم کو دھکا دیتا ہے (۲) اور غریب کے کھانے کی ترغیب نہیں دیتا (۳) پس بڑی کم بختی ہے اُن نمازیوں کے لئے —— یعنی وہ بے نمازی نہیں، نمازی ہیں —— جو اپنی نماز بھولنے والے ہیں —— یعنی نماز قضاء کر دیتے ہیں، پھر وقت بے وقت پڑھتے ہیں یا جانے دیتے ہیں —— جو دکھلاوا کرتے ہیں —— جیسے مدرسوں میں بچے حاضری کے لئے نماز میں آتے ہیں، یہ نماز پڑھنا نماز بھولنے کی طرح ہے —— (۴) اور عام استعمال کی چیزیں بھی نہیں دیتے —— پس زکات کہاں دیتے ہونگے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الکوثر

الکوثر: مبالغہ کا صیغہ ہے، اس کے معنی ہیں: خیرِ کثیر، بہت خوبی، فعل كَثُرَ سے بنا ہے، جس کے معنی ہیں: زیادہ ہونا۔ اور اس سورت میں کامیاب ہونے والوں کا ذکر ہے، اور وہ نبی ﷺ اور آپؐ کی برکت سے آپؐ کی نیک امت ہے، ان کے لئے دنیا میں بھی سرخ روئی ہے، قیامت کے دن بھی سربلندی ہے اور آخرت میں بھی جنت ہے، ہر جگہ خیر ہی خیر ہے۔

جاننا چاہئے کہ آیت میں ﴿الْكَوْثَرَ﴾ ہے، حوض کی تخصیص نہیں، پس آیت عام ہے، اور تفسیر کا قاعدہ ہے: "اعتبار نص کے الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے" پس حوضِ کوثر آیت کا ایک فرد ہے، آیت اس کے ساتھ خاص نہیں۔

اور حوضِ کوثر درحقیقت جنت میں ہے، وہاں سے میدانِ حشر بھی لائی جائے گی اور اس کا ثبوت تقریباً متواتر حدیثوں سے ہے، اور حدیثوں میں تفصیل سے اس کے احوال مذکور ہیں، اور اس چشمہ سے وہ مسلمان سیراب ہونگے جو صراطِ مستقیم

پر ہیں، کیونکہ حوضِ کوثر سنت (طریقۂ نبوی اور طریقۂ خلفائے راشدین) کا پیکر محسوس ہے اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن کچھ مسلمانوں کو فرشتے لائن سے نکال دیں گے، حوض پر پینے نہیں آنے دیں گے، نبی ﷺ فرشتوں سے فرمائیں گے: ان کو آنے دو، یہ میرے ساتھی ہیں یعنی مسلمان ہیں! فرشتے جواب دیں گے: یارسول اللہ! آپؐ نہیں جانتے! یہ لوگ آپؐ کے بعد بدل گئے تھے، یعنی آپؐ کے راستہ سے ہٹ گئے تھے! معلوم ہوا کہ جو لوگ اہل السنہ والجماعہ کے عقائد پر ہیں وہی حوضِ کوثر سے استفادہ کرسکیں گے۔



ایاتہا ۳ (۱۰۸) سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ (۱۵) رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳ ع ۲۲

اِنَّآ	بے شک ہم نے	لِرَبِّكَ	اپنے رب کے لئے	اِنَّ	بے شک
اَعْطَيْنٰكَ	آپ کو عطا فرمائی	وَانْحَرْ (۱)	اور اونٹ کے سینہ کے	شَانِئَكَ (۲)	آپؐ کا بدخواہ
الْكَوْثَرَ	بہت خوبی		گھڑے میں خنجر ماریں	هُوَ	ہی
فَصَلِّ	پس آپ نماز پڑھیں		یعنی قربانی کریں	الْاَبْتَرُ	دم کٹا ہے!

اس امت کے لئے خیر ہی خیر ہے، بشرطیکہ نماز پڑھے اور قربانی دے

یہ امت ہر عالم میں سرخ رُو ہے، ارشادِ پاک ہے: ﴿ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾: اور تم ہی غالب رہوگے اگر تم مؤمنین ہوئے [آل عمران ۱۳۹] اس دنیا میں اس کے لئے رفعت شان اور سربلندی ہے، اور قیامت کے دن اس کی سیرابی کے لئے جنت سے نہر لائی جائے گی، اور آخرت میں جنت نشیں ہوگی، جو خیر محض ہے۔

مگر شرط یہ ہے کہ امت ایمان کے ساتھ نماز کی پابندی کرے، نماز میں تمام فرائض وواجبات داخل ہیں، نماز کی تخصیص اس لئے کی ہے کہ وہ دین کا اہم ستون ہے، اسلام میں سب سے زیادہ اہمیت نماز کی ہے، وہ دین کے محل کا بنیادی ستون ہے، اگر وہ قائم ہے تو محل قائم ہے، اور وہ نہ رہے تو محل ڈھ پڑے گا۔

(۱) نَحر: اونٹ کو ذبح کرنے کا طریقہ ہے، دوسرے جانوروں کے لئے 'ذبح' استعمال کیا جاتا ہے، مگر مراد عام ہے، مطلق قربانی کرنا مراد ہے، بلکہ نفس کے گلے پر چھری پھیرنا بھی اس کا مصداق ہے، جبھی زکات نکالے گا، پس زکات ادا کرنا: قربانی کرنے کا فرد اولیں ہے (۲) شانئ: اسم فاعل: بدخواہ، برا چاہنے والا۔

دوسری شرط: قربانی دیناہے، قربانی: جانور کے گلے پر چھری پھیرنے کا نام ہے، مگر مراد عام ہے، ملت کے لئے ہر قربانی اس کا مصداق ہے، اور قربانی کے لئے پہلے اپنے نفس کے گلے پر چھری چلانی ہوگی، اسی وقت ملت کے مفاد کے لئے کام کر سکے گا، اور قربانی کا پہلا مصداق زکات ادا کرنا ہے۔

آخری آیت کا پس منظر: جب نبی ﷺ کے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم کی وفات ہوئی یا کوئی اور صاحبزادے چل بسے تو مشرکین نے جملہ چست کیا: ''محمد دم بریدہ ہوگیا!'' (خاکم بدہن!) یعنی اس کا کوئی لڑکا تو زندہ نہیں رہتا، پس جب تک وہ ہے اپنی ڈگڈگی بجائے گا، پیچھے کوئی نام بھی نہیں لے گا۔ ان کو جواب دیا ہے کہ نبی ﷺ کا نام تو دن بہ دن روشن ہوگا، دم بریدہ بدخواہ ہوگا:

اک نام مصطفیٰ ہے جو بڑھ کر گھٹا نہیں ❁ ورنہ پنہاں ہر عروج میں زوال ہے!

فائدہ: اگر امت آج بھی یہ دو شرطیں پوری کرے تو اس کا برا چاہنے والا خائب وخاسر ہوگا، مخالف اس کا بال بیکا نہیں کر سکے گا، مگر یہ شرطیں مفقود ہیں، اس لئے سرنگوں ہے، امت کی اکثریت نماز نہیں پڑھتی، زکات کا حال اللہ بہتر جانتے ہیں، وہ ہر قسم کی جانی مالی قربانیوں کے لئے تیار ہے مگر بنیادی شرطیں مفقود ہیں، اور حدیث میں ہے: اللہ قرآن کے ذریعہ ایک قوم کو اٹھاتے ہیں اور دوسری قوم کو گراتے ہیں اسلاف حاملِ قرآن تھے اس لئے سربلند تھے، آج امت کی اکثریت تارکِ قرآن ہے اس لئے سرنگوں ہے!

سورتِ پاک: — بلاشبہ ہم نے آپؐ کو بڑی خوبی عطا فرمائی ہے، پس آپؐ اپنے رب کے لئے نماز پڑھیں اور قربانی دیں، بلاشبہ آپؐ کا بدخواہ ہی دُم کٹا ہے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الکافرون

نیا سلسلۂ بیان

اب چار سورتوں کا موضوع من وجہٍ مختلف ہے، امتِ مسلمہ جس کے نصیب میں رفعت وسربلندی رکھی گئی ہے: کبھی حالات سے دوچار ہوتی ہے، ہجرت سے پہلے ناگفتہ بہ حالات سے گذری ہے، اس وقت کفار ایک اسکیم لائے تھے کہ نبی ﷺ ان کی مورتیوں کو کنڈم نہ کریں، بلکہ مسلمان مندروں میں آئیں اور مورتی پوجا کریں، ہم بھی مسجدوں میں آئیں گے اور نماز پڑھیں گے، پس سورۃ الکافرون نازل ہوئی کہ ایسا ممکن نہیں، حق اور باطل میں مصالحت نہیں ہوسکتی، نہ آج

مسلمان تمہارے مندروں میں آتے ہیں نہ کل آئیں گے اور نہ آج تم مسجدوں میں آتے ہو نہ کل آؤ گے، قیامت کی صبح تک ایسا نہیں ہوگا: ﴿ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ﴾ تمہارے لئے تمہارا دھرم ہے اور ہمارے لئے ہمارا مذہب!

پھر اگلی سورت میں مسلمانوں سے کہا گیا ہے کہ وہ حالات کی سنگینی سے نہ گھبرائیں، اللہ کی مدد آرہی ہے: ﴿ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴾: اللہ کی مدد آہی رہی ہے، ایک دن آئے گا کہ مکہ فتح ہوگا اور مسلمانوں کا ہاتھ اوپر ہوگا، اور ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں گے، ابولہب: سرکش مالداروں سے کنایہ ہے، اور ان کے ہاتھ اللہ تعالیٰ توڑیں گے، جو بے ہمہ اور باہمہ ہیں، بے ہمہ: یعنی اکیلے اور باہمہ یعنی بے نیاز ہیں ان کے لئے یہ کام کچھ مشکل نہیں، لہٰذا مسلمان بودے نہ ہوں اور باطل کے ساتھ ہرگز مصالحت نہ کریں۔

آیاتہا ۶ — (۱۰۹) سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ مَكِّيَّةٌ (۱۸) — رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝۱ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۳ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶

ع ۳۴

قُلْ	کہیں	مَآ اَعْبُدُ	جس کی میں عبادت کرتا ہوں	مَآ اَعْبُدُ	جس کی میں عبادت کرتا ہوں
يٰٓاَيُّهَا	اے				
الْكٰفِرُوْنَ	اسلام کا انکار کرنے والو	وَلَآ اَنَا	اور نہ میں	لَكُمْ	تمہارے لئے
لَآ اَعْبُدُ (۱)	نہیں پوجتا میں	عَابِدٌ	پوجوں گا	دِيْنُكُمْ	تمہارا دھرم ہے
مَا تَعْبُدُوْنَ	جن کو تم پوجتے ہو	مَّا عَبَدْتُّمْ	جن کو تم پوجتے ہو	وَلِيَ	اور میرے لئے
وَلَآ اَنْتُمْ	اور نہ تم	وَلَآ اَنْتُمْ	اور نہ تم	دِيْنِ	میرا مذہب
عٰبِدُوْنَ	عبادت کرتے ہو	عٰبِدُوْنَ	عبادت کرو گے	۞	۞

(۱) قاعدہ: مضارع میں دو زمانے ہوتے ہیں: حال اور استقبال، اور اسم فاعل: مضارع معروف سے بنتا ہے، پس اس میں بھی دو زمانے ہوتے ہیں، مگر دونوں زمانے ایک ساتھ نہیں ہوتے، یَفْعَلُ کا ترجمہ کرتے ہیں: کرتا ہے یا کرے گا، پس دوسری اور تیسری آیت میں زمانہ حال مراد ہے، اور چوتھی اور پانچویں آیتوں میں آئندہ زمانہ مراد ہے، اس لئے تکرار نہیں۔

کفر کفر ہے، اسلام اسلام: دونوں ایک کبھی نہیں ہونگے

جب کبھی مسلمان کمزور ہوتے ہیں، مگر دین میں مضبوط ہوتے ہیں تو اعدائے اسلام دام ہم رنگ زمیں بچھاتے ہیں، وہ کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان کسی طرح اپنے موقف سے ہٹیں، ایسی ایک کوشش ہجرت سے پہلے چند روسائے قریش نے کی تھی، وہ نبی ﷺ کی خدمت میں ایک پلان لے کر آئے کہ آؤ! باہم صلح کرلیں اور شانتی سے رہیں، تم ہمارے مندروں میں آؤ اور ہمارے معبودوں کو پوجو، ہم تمہاری مسجدوں میں آئیں گے اور تمہارے خدا کی عبادت کریں گے، اس طرح دونوں فریق ایک ہوجائیں گے، اور آپسی نزاع ختم ہوجائے گا۔

پس یہ سورت نازل ہوئی، اور ان کو جواب دیا گیا کہ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا، خدا کی پناہ! کہ ہم معبودانِ باطل کی پوجا کریں، اور تم صرف ایک اللہ کی عبادت نہیں کروگے، نہ آج نہ آئندہ، پس تم اپنے دھرم پر رہو، ہم اپنے مذہب پر ہیں، کفر کفر ہے، اسلام اسلام: دونوں ایک کبھی نہیں ہوسکتے۔

فائدہ (۱): غیر مسلموں کے ساتھ ملکی مسائل میں اتفاق کیا جاسکتا ہے، اور قدرتی آفات میں ایک دوسرے کا تعاون بھی کرنا چاہئے، مگر ملّی مسائل میں موافقت یا مصالحت جائز نہیں، ہر ایک اپنے مذہب پر رہے۔

فائدہ (۲): اسلامی فرقوں میں بھی باطل کے ساتھ موافقت یا مصالحت جائز نہیں، نہ خاموشی اختیار کرنا جائز ہے، گمراہ کی غلطی کھول کر بیان کرنا ضروری ہے، تاکہ لوگ اس سے بچیں، ورنہ حق کا نقصان ہوگا، اہل حق خاموش رہیں گے اور باطل بڑھتا چلا جائے گا۔

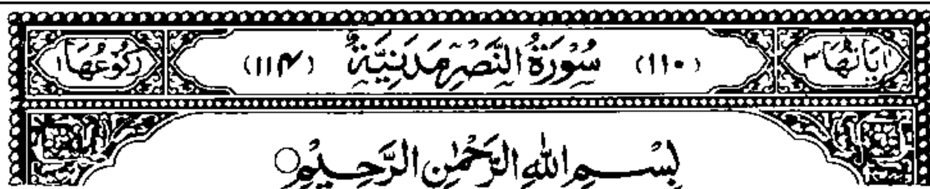
سورت کا ترجمہ: —— کہہ دو! اے اسلام کے منکرو! میں (فی الحال) ان مورتیوں کو نہیں پوجتا جن کو تم پوجتے ہو، اور نہ تم اس اللہ کی عبادت کرتے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں، اور نہ میں (آئندہ) ان مورتیوں کی پوجا کروں گا جن کی تم پوجا کرتے ہو، اور نہ تم اس اللہ کی عبادت کروگے جس کی میں عبادت کرتا ہوں، تمہارے لئے تمہارا دھرم ہے اور میرے لئے میرا دین! —— یہ پیشین گوئی آج تک پوری ہورہی ہے اور قیامت تک ایسا ہی ہوگا، نہ مسلمان مندروں میں جاتے ہیں، نہ غیر مسلم مسجدوں میں آکر ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ النصر

سورۃ الکافرون کے بعد یہ سورت اس لئے ہے کہ اگر امتِ مسلمہ اپنے موقف پر استوار رہے، کفر کی طرف ڈھل نہ جائے تو ایک دن اللہ کی مدد ان کے قدم چومے گی، مکی زندگی کے تیرہ سال اور مدنی زندگی کے آٹھ سال امت پُر آشوب دور سے گذری ہے، پھر اللہ کی مدد آئی اور مکہ فتح ہوا، قرآنِ کریم نے بہت پہلے اس کی خبر دیدی تھی، سورۃ الصّف میں ہے: ﴿وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۭ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾: اور ایک (دنیوی) ثمرہ جس کو تم پسند کرتے ہو (یعنی) اللہ کی طرف سے مدد اور جلد حاصل ہونے والی فتح (مراد فتح مکہ ہے) اور آپ مؤمنین کو خوش خبری سنا دیں (کہ فتح ونصرت کا ظہور جلد ہونے والا ہے) مگر دنیا دار الاسباب ہے، یہاں ہر چیز اسباب ومسببات کی زنجیر میں جکڑی ہوئی ہے، اس لئے جب اسباب مہیا ہوئے مکہ مکرمہ فتح ہوا سنہ ۸ ہجری میں اللہ کی مدد آئی، اس کے بعد یہ سورت نازل ہوئی، اور نبی ﷺ کو اطلاع دی کہ اب آپ کا دنیا کا کام پورا ہوا، اب آپ ہمارے یہاں آنے کی تیاری کریں۔



اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝۱ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝۲ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝۳

اِذَا جَآءَ	جب آجائے	يَدْخُلُوْنَ	داخل ہو رہے ہیں	بِحَمْدِ	تعریف کے ساتھ
نَصْرُ اللّٰهِ	اللہ کی مدد	فِيْ دِيْنِ	دین میں	رَبِّكَ	اپنے رب کی
وَالْفَتْحُ	اور مکہ کی فتح	اللّٰهِ	اللہ کے	وَاسْتَغْفِرْهُ	اور گناہ بخشوائیں اس سے
وَرَاَيْتَ	اور آپ دیکھیں	اَفْوَاجًا	گروہ گروہ	اِنَّهٗ كَانَ	بے شک وہ ہیں
النَّاسَ	لوگوں کو	فَسَبِّحْ	پس پاکی بولیں آپ	تَوَّابًا	بڑے معاف کرنے والے

عربوں کی نظر کعبہ پر لگی ہوئی تھی

کعبہ شریف عربوں کی مشترک عبادت گاہ تھی، مگر قریش نے اس پر قبضہ جما رکھا تھا، اس وجہ سے عرب قریش کے دین کو صحیح سمجھتے تھے، اور اسلام کی طرف مائل نہیں تھے، مگر جب سنہ ۸ ہجری میں مکہ فتح ہوگیا، اور ہوازن نے بھی زور آزمالیا تو اسلام کا اقتدار مکہ پر مضبوط ہوگیا، اور عربوں کو یقین آگیا کہ اسلام برحق مذہب ہے، ورنہ اس کا کعبہ پر قبضہ نہ ہوتا، چنانچہ فتح مکہ کے بعد قبائلِ عرب گروہ گروہ اسلام میں داخل ہونے شروع ہوگئے تب یہ سورت نازل ہوئی، اور اس میں اشارہ دیا کہ نبی ﷺ کا دنیا کا کام پورا ہوا، سورۃ جمعہ میں آپؐ کی امت کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، اور امیوں میں کام کی ذمہ داری آپؐ کی قرار دی ہے، یہ کام پورا ہوا، لہٰذا آپؐ اللہ کی ملاقات کی تیاری شروع کریں، تسبیح وتحمید میں لگیں اور اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو اپنی رحمت میں چھپالیں، یہ استغفار کا حاصل ہے۔

سورت کا ترجمہ: جب اللہ کی مدد آجائے اور مکہ فتح ہوجائے، اور آپؐ لوگوں کو دیکھیں کہ وہ اللہ کے دین میں گروہ گروہ داخل ہورہے ہیں تو آپؐ اپنے رب کی خوبیوں کے ساتھ پاکی بیان کریں اور اس سے گناہ بخشوائیں، بلاشبہ وہ بہت معاف کرنے والے ہیں۔

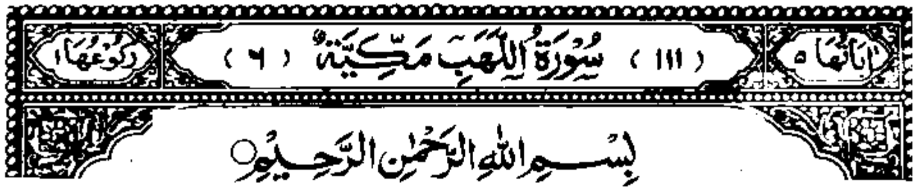
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ اللہب

لہب کے معنی ہیں: آگ کی لپٹ، اور اس سورت کا نام مَسَد بھی ہے، مسد کے معنی ہیں: مونج، یہ ایک گھاس ہے جس کے موٹے رسّے بھی بٹے جاتے ہیں، اور چارپائیوں کا باریک بان بھی بُنا جاتا ہے۔ اور یہ سورت: سورۃ النصر کے بعد اس لئے ہے کہ جب اللہ کی مدد آتی ہے تو اقتدارِ اعلیٰ کی ہوا اکھڑ جاتی ہے، اس کی ٹینکوں میں کیڑے پڑ جاتے ہیں، اس کا توپ خانہ سرد ہوجاتا ہے، اور میزائل کہیں مارتا ہے اور لگتا کہیں ہے، اور ایسا بے نیاز اللہ تعالیٰ کرتے ہیں جس کا تذکرہ اگلی سورت میں ہے۔

جاننا چاہئے کہ ابولہب حقیقی کردار بھی ہے اور رمزی نام بھی، اور اس کی بیوی ام جمیل بھی حقیقی کردار ہے اور رمزی نام بھی، ابولہب سے ہر متکبر مالدار مراد ہے، اور اس کی بیوی سے اس کے اعوان وانصار مراد ہیں، جیسے حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی، حقیقی کردار بھی ہیں اور رمز بھی، کیونکہ یہ مکاتبِ فکر کے نام ہیں، ہر فقہ میں انہیں ائمہ کے اقوال نہیں، ان کے تلامذہ کے اور بعد کے حضرات کے اقوال بھی ہیں، مگر نام ان ائمہ کا استعمال ہوتا ہے، پس یہ حقیقی اشخاص بھی ہیں اور رمزی نام بھی،

اسی طرح ابولہب اور اس کی بیوی کے معاملہ کو سمجھنا چاہئے۔



تَبَّتْ يَدَآ اَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝١ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝٢ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝٣ وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝٤ فِىْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝٥ ع

تَبَّتْ (۱)	ہلاک ہوں	مَالُهٗ	اس کا مال	حَمَّالَةَ	ڈھونے والی
يَدَآ (۲)	دو ہاتھ	وَمَا كَسَبَ	اور جو کمایا اس نے	الْحَطَبِ	سوختہ
اَبِىْ لَهَبٍ	ابولہب کے	سَيَصْلٰى	اب داخل ہوگا وہ	فِىْ جِيْدِهَا	اس کی گردن میں
وَّتَبَّ	اور وہ ہلاک ہو	نَارًا	آگ میں	حَبْلٌ	رسّی ہے
مَآ اَغْنٰى	نہیں کام آیا	ذَاتَ لَهَبٍ	لپٹ والی	مِّنْ مَّسَدٍ	مونج کی
عَنْهُ	اس کے	وَّامْرَاَتُهٗ	اور اس کی بیوی (بھی)	۞	۞

اگر تم حق پر ہو، اور کوئی تم کو ناحق ستاتا ہے تو صبر کرو، جلد اس کا انجام تمہارے سامنے آجائے گا

ابولہب کا پورا نام عبدالعزی بن عبدالمطلب ہے، یہ حضور ﷺ کا چچا تھا، یہ خود اور اس کی بیوی ام جمیل آپؐ کو سب سے زیادہ ستاتے تھے، ہر وقت یہ دونوں اسی فکر میں رہتے تھے کہ کسی طرح اسلام ہی ختم ہوجائے، ابولہب اول دن ہی سے حضور علیہ السلام کا دشمن تھا، جب اول اول اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو حکم دیا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ایمان لانے کا مشورہ دیں اور آخرت کے دن سے ڈرائیں تو آپؐ نے کوہ صفا پر جاکر آواز دی کہ لوگو خطرہ ہے، آپؐ کی آواز پر قریش پہاڑ کے نیچے اکٹھے ہوگئے، آپؐ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے کہوں کہ ایک دشمن تم پر چڑھ آیا ہے اور حملہ کرنے والا ہے تو کیا تم یہ بات سچ سمجھو گے؟ سب نے یک زبان ہوکر کہا: بے شک سچ سمجھیں گے، آپؐ نے فرمایا: دیکھو! میں تم کو آخرت کے عذاب سے ڈرانے آیا ہوں! آپؐ کی اس دعوت پر ابولہب نے گستاخی کے ساتھ کہا: کیا تو نے اسی لئے ہم کو بلایا تھا، تیرے ہاتھ

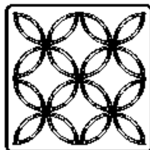
(۱) تبت: مؤنث کا صیغہ ہے، اس لئے کہ ید مؤنث سماعی ہے، اور تبّ: مذکر کا صیغہ ہے، تبَّ الشيئُ: ٹوٹنا، کٹ جانا، ہلاک ہونا۔ (۲) یدان کا نون اضافت کی وجہ سے حذف ہوا ہے۔

ٹوٹیں! یہ کہہ کر تکبر سے ہاتھ مٹکاتا ہوا چلا گیا، پھر جب بنی ہاشم نے طے کیا کہ حضور علیہ السلام کی مدد کی جائے، اس مشورہ میں وہ لوگ بھی شریک تھے جو ابھی حالت کفر میں تھے تو ابولہب نے اسی خاندان کا آدمی ہونے کے باوجود آپؐ کا ساتھ چھوڑ کر قریش کا ساتھ دیا، پھر قریش نے جب بنو ہاشم کا ایک گھاٹی میں بائیکاٹ کیا، اور اس کی باقاعدہ دستاویز لکھی گئی تو ابولہب بھی اس میں شریک تھا، اس بائیکاٹ کا مقصد یہ تھا کہ بنو ہاشم بھوکوں مریں گے تو حضور علیہ السلام کو قریش کے سامنے ڈال دیں گے۔

ادھر حضور علیہ السلام کے نبی ہونے سے پہلے ابولہب نے اپنے دو بیٹوں سے حضور علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں کی رقیہ اور ام کلثوم کی منگنی پختہ کر رکھی تھی، جیسے ہی آپؐ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا نکاح کی بات ہی ختم کر دی، تاکہ آپؐ پر اور زیادہ زور پڑے، آپؐ حج کے زمانہ میں جس قبیلے کے پاس بھی جاتے اور دین کی دعوت دیتے، ابولہب پیچھے پیچھے ہو لیتا، اور چلا چلا کر آپؐ کے خلاف بدتمیزی کرتا، اتفاق سے اس کا گھر بھی آپؐ کے دولت کدے سے قریب ہی تھا، اس طرح اور زیادہ ستاتا تھا، بیوی کا بھی یہی حال تھا، خاص طور پر جنگل سے کانٹے باندھ کر لاتی تھی، اور آپؐ کے راستے میں ڈالتی تھی، تاکہ آپؐ کو تکلیف پہنچے، اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی، اور صاف صاف فرما دیا کہ تباہی تو ابولہب کے واسطے ہے، نہ مال کام آئے گا نہ دولت، اور آخرت میں تو دہکتی ہوئی آگ موجود ہے، اس کے لئے بھی اور اس کی بیوی کے لئے بھی، ام جمیل کی موت رسّی سے گلا گھٹ کر ہوئی، اور دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ ایک نبی کو ستانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔

(ہدایت القرآن کاشفی)

سورت کا ترجمہ: —— ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے، نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی، وہ عنقریب ایک دہکتی آگ میں داخل ہوگا، اور اس کی بیوی بھی لکڑیاں لاد کر لاتی ہے، اس کے گلے میں مونج کی مضبوط بٹی ہوئی رسّی ہے! —— وہ ایک مرتبہ لکڑیوں کا گٹھر اٹھائے آرہی تھی کہ گٹھر گر گیا اور اس کی رسّی اس کے گلے میں پھنس گئی، جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الاخلاص

اخلاص کے معنی ہیں: جس میں ملاوٹ نہ ہو، یہ سورت اور سورت الکافرون اخلاص کی دو سورتیں ہیں، اس سورت میں عقیدہ میں اخلاص کا بیان ہے اور سورۃ الکافرون میں عبادت میں اخلاص کا بیان ہے، اس سورت کی فضیلت میں ایک حدیث سورۃ الزلزال کے شروع میں گذری ہے، دوسری حدیث میں ہے: ''کیا تم میں سے ایک شخص عاجز ہے اس سے کہ ہر رات میں تہائی قرآن پڑھے؟ جس نے اللہ الواحد الصمد پڑھی اس نے تہائی قرآن پڑھا (ترمذی حدیث ۲۹۰۶) اس کے علاوہ بھی حدیثوں میں اس سورت کے متعدد فضائل آئے ہیں، اس لئے یہ قیمتی سورت ہے اس کا ورد رکھنا چاہئے۔
اور سورۃ اللہب کے بعد یہ سورت اس لئے ہے کہ اقتدار اعلیٰ کو کوئی سرنگوں نہیں کرسکتا، مگر اللہ بے نیاز سب کچھ کرسکتے ہیں اور سورۃ الکافرون سے جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ یہاں پورا ہوگیا، آگے من وجہ دوسرا مضمون ہے۔



(۱۱۲) سُورَةُ الْإِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ (۲۲) — اٰیاتہا ۴ — رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

قُلْ	کہو	اَللّٰهُ	اللہ	وَلَمْ يَكُنْ	اور نہیں ہے
هُوَ (۱)	وہ (میرا رب)	الصَّمَدُ (۲)	باہمہ (بے نیاز) ہیں	لَهٗ	ان کا
اللّٰهُ	اللہ ہے	لَمْ يَلِدْ	نہیں جنا اس نے	كُفُوًا (۳)	ہم سر
اَحَدٌ	بے ہمہ (ایک)	وَلَمْ يُوْلَدْ	اور نہ جنا گیا وہ	اَحَدٌ	کوئی بھی

(۱) ھو: کا مرجع رب ہے، جس کا مشرکین نے تعارف چاہا تھا (۲) الصمد: صفت مشبہ ہے: وہ ہستی جس کے سب محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں، بے نیاز، باہمہ، سب کچھ اس کے پاس ہے (۳) کفوًا: اسم جامد: مرتبہ میں برابر، واو ہمزہ سے بدلا ہوا ہے۔

اللہ رب العالمین کی پانچ صفات

مشرکین اپنی مورتیوں کو'ارباب' کہتے تھے، اور قرآن نے اللہ کو رب العالمین کہا، اور مشرکین کے ارباب کو کنڈم کیا، اس پر انھوں نے سوال کیا کہ تمہارا رب کون ہے: جس کو تم مانتے ہو، اور ہمارے ارباب کو بوگس کہتے ہو؟ اس پر یہ سورت نازل ہوئی، اور ان کو بتلایا کہ اسلام اس ہستی کو رب کہتا ہے جس کو تم اسم علم (نام پاک) اللہ سے جانتے ہو، اللہ اور رب کا مصداق ایک ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی پانچ صفات ذکر کیں:

۱—أحد: یگانہ، اکیلا، مشرکین کے بے شمار ارباب ہیں، اسلام کا رب: اللہ کی طرح ایک ہے۔

۲—صمد: بے نیاز، باہمہ، جس کے پاس سب کچھ ہے، سب اس کے محتاج ہیں، اور وہ کسی کا محتاج نہیں، اور مشرکین کے ارباب کمزور ہیں، اس لئے ان کو متعدد خدا ماننے پڑے ہیں۔

۳—لم یلد: اس نے کسی کو جنا نہیں، پس وہ ابو فلانٍ نہیں، عربوں کے یہاں یہ کنیت ہوتی تھی۔

۴—لم یولد: وہ جنا نہیں گیا، یعنی اس کے ماں باپ نہیں، پس وہ ابنُ فلانٍ بھی نہیں، عربوں کے یہاں یہ بھی کنیت ہوتی تھی۔

۵—لم یکن لہ کفوًا أحد: کوئی اس کے برابر کا نہیں، پس اس کا کوئی شریک وسہیم بھی نہیں، وہ اکیلا ہے اپنی ذات میں بھی اور صفات میں بھی، اور وہ سب سے برتر وبالا ہے۔

فائدہ: أحد میں مجوس کے عقیدہ کا رد ہے، وہ دو خالق مانتے ہیں، خیر کے خالق کو یزداں اور شر کے خالق کو اہرمن کہتے ہیں، نیز ہنود کی بھی تردید ہوگئی، وہ کروڑوں دیوتاؤں کو خدائی میں شریک مانتے ہیں ——— اور صمد سے ان جاہلوں کا رد ہوگیا جو اللہ کے علاوہ کو کسی درجہ میں مستقل اختیار رکھنے والا سمجھتے ہیں ——— اور لم یلد ولم یولد سے یہود ونصاریٰ کی تردید ہوگئی، یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، نیز مشرکین عرب کا بھی رد ہوگیا وہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں ——— اور آخری آیت میں ان لوگوں کا رد ہے جو کسی صفت میں کسی مخلوق کو اللہ کا ہم سر ٹھہراتے ہیں۔

سورت کا ترجمہ: آپؐ (مشرکین کو) جواب دیں کہ وہ (میرا رب) ایک اللہ ہے، اللہ بے نیاز ہے ——— أحد: اور صمد: دو صفتیں ساتھ نہیں لائے، کلام فصیح نہ رہتا، اس لئے مبتدا اللہ کو لوٹا کر دوسری صفت کو خبر بنایا ——— اس کی کوئی اولاد نہیں، نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس

یہ دونوں سورتیں ایک واقعہ میں ایک ساتھ نازل ہوئی ہیں، ان میں یہ مضمون ہے کہ ظاہری دشمن سے تو تیر وتفنگ سے مقابلہ کیا جاسکتا ہے، مگر پانچ چھپے دشمن ہیں، ان سے مقابلہ کی کوئی صورت نہیں، بس ایک ہی صورت ہے کہ بے نیاز اللہ کی پناہ لی جائے (یہ سورۃ الاخلاص سے ربط ہوا)

ایک مقولہ: کسی نے ایک بزرگ سے پوچھا: اگر اللہ تعالیٰ پوری کائنات کو تیر کمان بنا کر چلائیں تو اس سے کیسے بچا جائے؟ بزرگ نے جواب دیا: تیر چلانے والے کے بغل میں چلے جاؤ! اس کے تیر سے بچ جاؤ گے۔

ان پانچ مخالفین میں سے چار کا ذکر سورۃ الفلق میں ہے، وہ نسبۃً چھوٹے مخالف ہیں، اور سب سے بڑے دشمن کا ذکر سورۃ الناس میں ہے، وہ چار مخالف جن کا ذکر سورۃ الفلق میں ہے یہ ہیں:

۱- کوئی بھی مخلوق کسی بھی وقت ضرر پہنچا سکتی ہے، پس اس کے شر سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ لی جائے۔

۲- رات جب چھا جائے اور چاندراتوں میں چاند بھی غروب ہو جائے اور باہر نکلیں تو کسی بھی چیز سے ضرر پہنچ سکتا ہے، اندھیرے میں کیا پتہ چلے گا، پس ان سے اللہ ہی محفوظ رکھیں گے۔

۳- جادوگر کے شر سے بھی اللہ ہی بچا سکتے ہیں، وہ جادو کے ذریعہ انسان کو تباہ کر دیتے ہیں۔

۴- حاسدین جب حسد پر اتر آئیں تو اللہ کی پناہ! وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔

ان چار کے ضرر سے بچنے کی صرف یہی صورت ہے کہ رات کی تاریکی پھاڑ کر صبح کی روشنی نمودار کرنے والے کی پناہ لی جائے، اور پانچواں سب سے بڑا دشمن شیطان ہے، اس سے بھی زبردست اللہ ہی بچا سکتے ہیں، اس کا ذکر اگلی سورت میں ہے۔

سورتوں کا نام: یہ سورتیں مُعوِّذَتَان (مُعوِّذَتَین) کہلاتی ہیں، یعنی اللہ کی پناہ میں دینے والی دو سورتیں، یہ عَوَّذَ تعویذًا سے اسم فاعل، واحد مؤنث ہے، لوگ غلطی سے واو پر تشدید اور زبر پڑھتے ہیں، یہ اسم مفعول، واحد مؤنث ہے، اس کے معنی ہیں: اللہ کی پناہ میں دیا ہوا، یہ تو بندہ ہے: نہ کہ سورتیں۔ اسی طرح مُعْجِزَۃ: اسم فاعل، واحد مؤنث ہے، اس کے معنی ہیں: عاجز کرنے والی نشانی، لوگ اس کو جیم کے زبر کے ساتھ بولتے ہیں، جو غلط ہے، عاجز کیا ہوا تو دشمن ہے۔

معوذتین کی اہمیت: یہ دونوں سورتیں رُقیہ (منتر) ہیں، اور دونوں ایک ساتھ نازل ہوئی ہیں، اور ان کے نزول کا

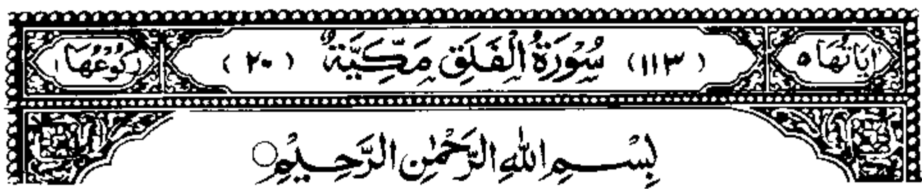
واقعہ یہ ہے کہ لبید (منافق یہودی) اور اس کی بیٹیوں نے نبی ﷺ پر سحر کیا تھا، جس سے آپؐ کو مرض کی سی حالت عارض ہوگئی تھی، آپؐ نے دعا فرمائی تو اللہ نے یہ دو سورتیں نازل فرمائیں، اور آپؐ کو سحر کا موقع بتلایا، وہاں سے مختلف چیزیں نکلیں، اور ایک تانت بھی نکلی جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں، ان دونوں سورتوں میں گیارہ آیتیں ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ سورتیں پڑھنے لگے، اور ایک ایک گرہ کھلتی گئی، اور آپؐ بالکل شفایاب ہوگئے۔

سحر کا اثر نبوت کے منافی نہیں: سحر اسبابِ طبعیہ سے اثر کرتا ہے، جیسے بخار آتا ہے یا آگ سے جلتا ہے، یہ نبوت کے منافی نہیں، البتہ سحر اتنا متاثر نہیں کرسکتا کہ کارِ نبوت متاثر ہو، صرف جسمانی عوارض پیدا ہوتے ہیں، آپؐ پر بھی اتنا اثر ہوا تھا کہ ایک کام نہیں کیا اور خیال رہا کہ کرلیا ہے اور طبیعت بجھی بجھی رہنے لگی تھی، یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کی ہے۔

ان سورتوں کے فضائل: مستند احادیث میں ان دونوں سورتوں کے بڑے فضائل آئے ہیں، صحیح مسلم شریف میں ہے: نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: تمہیں کچھ خبر ہے کہ آج رات اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایسی آیات نازل فرمائی ہیں کہ ان کی مثل نہیں دیکھی گئی یعنی ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴾ اور ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴾ اور نسائی کی روایت میں ہے کہ ان سورتوں کو سوتے وقت بھی پڑھا کرو اور پھر اٹھنے کے وقت بھی، ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے ان دونوں سورتوں کو ہر نماز کے بعد پڑھنے کی تلقین فرمائی (رواہ ابوداؤد والنسائی)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو کوئی بیماری پیش آتی تو آپؐ یہ دونوں سورتیں پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کرکے سارے بدن پر پھیرتے تھے۔

میرا معمول: میں اکثر مغرب کی سنتوں میں اور فجر کی سنتوں میں یہ دو سورتیں پڑھتا ہوں اور ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھ کر بدن پر دم کرتا ہوں۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝۳ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝۴ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝۵

قُلْ	کہو	مَا خَلَقَ (۲)	جو پیدا کیا	النّٰفّٰثٰتِ (۵)	پھونکنے والوں کی
اَعُوْذُ	پناہ چاہتا ہوں میں	وَمِنْ شَرِّ	اور برائی سے	فِی الْعُقَدِ	گرہوں میں
بِرَبِّ	رب کی	غَاسِقٍ (۳)	شب تار کی	وَمِنْ شَرِّ	اور برائی سے
الْفَلَقِ (۱)	صبح کے	اِذَا وَقَبَ (۴)	جب وہ چھا جائے	حَاسِدٍ	جلنے والوں کی
مِنْ شَرِّ	برائی سے	وَمِنْ شَرِّ	اور برائی سے	اِذَا حَسَدَ	جب وہ حسد کرنے لگے

چار مخالف جن کے شر سے اس سورت میں پناہ چاہنے کا حکم ہے

۱- اللہ تعالیٰ نے بندوں کی حفاظت کے لئے نگران فرشتے مقرر کئے ہیں، سورۃ الرعد (آیت ۱۱) میں ہے: ﴿ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ﴾: اللہ تعالیٰ نے باری باری آنے والے فرشتے انسان کے آگے پیچھے لگا رکھے ہیں جو بحکم الٰہی اس کی دیکھ بھال کرتے ہیں، ایک شخص چل رہا ہے، ایک بڑے درخت کے نیچے سے گذرا کہ اس کی بڑی شاخ گری، اور وہ بال بال بچ گیا: کس نے بچایا؟ بہ حکم الٰہی فرشتہ نے! دوسرا شخص جا رہا تھا کہ کھڈا سامنے آگیا اور وہ یکدم چوکنا ہوکر رک گیا: کھڈے میں گرنے سے کس نے بچایا؟ بہ حکم الٰہی فرشتہ نے! اس طرح ملائکہ انسان کی آفات سے حفاظت کرتے ہیں، اور ایسا اللہ کے حکم سے ہوتا ہے، پس اللہ کی پناہ لینی ضروری ہے تا کہ وہ فرشتوں کو حکم دیں اور وہ مخلوقات کی آفات سے بچالیں۔

۲- رات کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں جب سفر کر رہے ہوں تو کچھ بھی نقصان پہنچ سکتا ہے، کھڈے میں گر سکتے ہیں، کھمبے سے ٹکرا سکتے ہیں، کوئی درندہ یا زہریلا کیڑا ڈس سکتا ہے، ان سے بچنے کی بھی یہی صورت ہے کہ ان کے خالق کی پناہ لی جائے۔

۳- جادوگر آدمی کو تباہ کر دیتے ہیں، عورتوں کا جادو زیادہ خطرناک ہے، اور جادو عام طور پر رات کی تاریکی میں کیا جاتا ہے، انسان نہیں جانتا اور جان بھی نہیں سکتا کہ کون اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے، ان کے شر سے بچنے کا بھی واحد راستہ یہی ہے کہ اللہ کی پناہ طلب کی جائے، جو صبح نمودار کرتا ہے وہ رات کے ضرر سے بھی بچالے گا۔

۴- اربابِ نعمت پر جلنے والے بہت ہوتے ہیں، وہ اللہ کی نعمت کو روک تو سکتے نہیں، چاہتے ہیں کہ کسی طرح وہ نعمت

---

(۱) الفلق کے اصل معنی ہیں: پھاڑنا، اور فَلَقَ اللّٰہُ الصبحَ کے معنی ہیں: اللہ نے رات کی تاریکی پھاڑ کر صبح کی روشنی نمودار کی۔
(۲) ما: مصدریہ اور موصولہ دونوں ہوسکتے ہیں، ترجمہ موصولہ کا کیا ہے (۳) غاسق: اسم فاعل: غَسَقَ اللیلُ: رات تاریک ہوگئی
(۴) وَقَبَتِ الشمسُ: سورج غروب ہوگیا (۵) النفاثات: سے جماعت یا نفوس یا عورتیں مراد ہیں، اس لئے مؤنث ہے۔

زائل ہو جائے، اس لئے جب حاسد حسد پر اتر آتا ہے تو کردنی ناکردنی کرتا ہے، قتل بھی کرسکتا ہے، زہر بھی دے سکتا ہے اور جادو بھی کرسکتا ہے، ان حاسدین کا پتہ نہیں ہوتا، مگر اللہ تعالیٰ ان کو جانتے ہیں، اس لئے ان کے شر سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ لینی ضروری ہے۔

سورتِ پاک: کہو: میں پناہ لیتا ہوں صبح کے مالک کی ـــــ جو رات کی تاریکی پھاڑ کر صبح کی روشنی نمودار کرتا ہے (۱) ہر مخلوق کی برائی سے ـــــ جو کسی بھی وقت ناگہانی نقصان پہنچائے ـــــ (۲) اور شبِ تار کی برائی سے جب وہ چھا جائے ـــــ اندھیری رات میں مخلوق کے ضرر کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے ـــــ (۳) اور گرہوں میں پھونک مارنے والے (گروہ) کی برائی سے ـــــ یعنی وہ عورتیں یا جماعتیں یا نفوس جو جادو کرتے وقت کسی تانت یا بال یا دھاگے میں کچھ پڑھ کر اور پھونک مار کر گرہ لگایا کرتے ہیں ان کے شر سے بچا ـــــ (۴) اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے ـــــ یعنی حاسد جب عملی طور پر حسد کا اظہار کرنے لگے: اس وقت کی بدی سے حفاظت فرما۔

فائدہ: اگر ایک شخص کے دل میں حسد پیدا ہوا، اور اس نے نفس کو قابو میں رکھا، اور کوئی ایسی ویسی بات نہیں کی تو وہ آیت کا مصداق نہیں ﴿ إِذَا حَسَدَ ﴾ کی قید اسی لئے ہے۔ اور حسد کے معنی ہیں: کسی کی نعمت کا زوال چاہنا، اور یہ آرزو کرنا کہ فلاں کو جو نعمت ملی ہے وہ مجھے بھی مل جائے یہ رشک اور غبطہ ہے اور جائز ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ الناس

انسان کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہے، شیطان کے معنی ہیں: سرکش، شریر، یہ اسم وصف ہے، اور اس کا اسم علم عزازیل ہے، دوسرا اسم وصف ابلیس ہے، اس کے معنی ہیں: اللہ کی رحمت سے مایوس۔ شیطان نظر نہیں آتا، وہ در پردہ بہکاتا پھسلاتا ہے، جب تک آدمی غفلت میں رہتا ہے اس کا تسلط (قبضہ) بڑھتا رہتا ہے، اور جہاں اللہ کو یاد کیا کہ وہ پیچھے کو ہٹ جاتا ہے۔

اور شیطان بے شمار ہیں، ہر کافر جن وانس جو مؤمنین کو ورغلائیں شیاطین ہیں، اور عزازیل شیطان اکبر ہے، جس نے آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تھا، دوسرے سرکش جن وانس شیطان اکبر کے چیلے چانٹے ہیں ـــــ جیسے روحوں کو وصول کرنے والے فرشتے بے شمار ہیں، وہ سب ملک الموت (موت کے فرشتہ) ہیں، اور حضرت عزرائیل سب کے سردار ہیں، ان کے حکم کے مطابق دوسرے کام کرتے ہیں۔

دونوں سورتوں کے شروع میں قُل کی وجہ: زِر بن حبیشؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے معوذتین کے بارے میں پوچھا (کہ ان کے شروع میں قُل کیوں ہے؟ جو شخص ان سورتوں سے خود کو یا غیر کو جھاڑے گا وہ أعوذ سے شروع کرے گا، قُل کی کیا ضرورت ہے؟) حضرت ابیؓ نے کہا: (یہی بات) میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھی تھی، پس آپؐ نے فرمایا: ''مجھ سے کہا گیا تو میں نے کہا'' یعنی جبرئیلؑ نے پڑھا: قُلْ أعوذ تو میں نے پڑھا قل أعوذ یعنی یہ قل توقیفی ہے، اسی طرح وحی آئی ہے (حضرت ابیؓ کہتے ہیں:) پس ہم کہتے ہیں جیسا رسول اللہ ﷺ نے کہا یعنی ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں جس طرح نبی ﷺ نے پڑھا ہے۔

معوذتین بالاجماع قرآن کا جزء ہیں: جاننا چاہئے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنا قرآن نزول کی ترتیب سے لکھا تھا، جو موجودہ مصحف سے مختلف تھا، موجودہ قرآن لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق ہے، اسی طرح بعض دیگر صحابہ نے بھی اپنے قرآن لکھ رکھے تھے، حدیث: أُنْزِلَ القرآنُ علی سبعةِ أَحْرُفٍ کے ذریعہ جو سہولت دی گئی تھی: اس کی بنیاد پر بعض صحابہ نے تفسیری کلمات بھی مصاحف میں لکھے تھے، اور وہ اس کو پڑھتے بھی تھے، کتابوں میں اس قسم کی بہت روایات ہیں پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں سرکاری ریکارڈ سے، اور اصلی تحریروں سے اور حافظوں کے حفظ سے مقابلہ کر کے مصاحف تیار کئے گئے اور ان کو امصار میں بھیجا گیا تو لوگوں نے جو مختلف قرآن لکھ رکھے تھے وہ طلب کر لئے گئے، اور ان کو دھو کر جلا دیا، مگر زبانی روایتیں باقی رہ گئیں، پس ان میں سے جو متواتر قراءتیں ہیں: وہ تو معتبر ہیں، اور جو شاذ قراءتیں اور روایتیں ہیں ان کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ یہ لغت قریش پر امت کو اکٹھا کرنے سے پہلے کی قراءتیں ہیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بات کو بھی اسی پر محمول کیا جائے گا، بعد میں امت کا مصاحف پر اجماع ہو گیا، ابن مسعودؓ بھی اس اجماع میں شریک ہیں، کیونکہ کوفی قراء امام عاصم رحمہ اللہ وغیرہ ابن مسعودؓ ہی سے قرآن روایت کرتے ہیں، اور اس میں معوذتین ہیں، اور ابن مسعودؓ نے جو بات کہی تھی کہ معوذتین رقیہ (منتر) ہیں، یعنی ان کا نزول خاص اسی مقصد سے ہوا ہے اس لئے ابن مسعودؓ نے ان کو اپنے مصحف میں نہیں لکھا تھا۔ واللہ اعلم

سوال: جنات بھی مکلّف مخلوق ہیں، ان کو کون گمراہ کرتا ہے؟ ان کے دلوں میں وسوسے کون ڈالتا ہے؟

جواب: شیاطین الجن ہی ان کو بہکاتے ہیں، وہی ان کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں، جیسے شیاطین الانس انسانوں کو بہکاتے ہیں اور غلط راہ پر ڈالتے ہیں۔



(۱۱۴) سُوْرَۃُ النَّاسِ مَکِّیَّۃٌ (۲۱) آیاتہا ۶ رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۪ۙ﴿۴﴾ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾ ع

قُلْ	کہیں:	اِلٰهِ	معبود کی	يُوَسْوِسُ	خیال ڈالتا ہے
اَعُوْذُ	پناہ لیتا ہوں میں	النَّاسِ	لوگوں کے	فِيْ صُدُوْرِ	سینوں میں
بِرَبِّ	پالنہار کی	مِنْ شَرِّ	برائی سے	النَّاسِ	لوگوں کے
النَّاسِ	لوگوں کے	الْوَسْوَاسِ (۱)	بہکانے والے	مِنَ الْجِنَّةِ (۳)	جنات میں سے
مَلِكِ	بادشاہ کی	الْخَنَّاسِ (۲)	پیچھے ہٹ جانے والے کی	وَالنَّاسِ	اور انسانوں میں سے
النَّاسِ	لوگوں کے	الَّذِيْ	جو		

دینی مضرت سے بچنا دنیوی مضرت کی بہ نسبت اہم ہے

سورۃ الفلق میں دنیوی مضرتوں سے پناہ طلب کرنے کا حکم تھا، اس سورت میں دینی مضرت سے پناہ مانگنے کا حکم ہے، اُس سورت میں چار دنیوی مضرتوں کا ذکر تھا، اِس میں ایک ہی دینی مضرت کا بیان ہے، اس سے اس کی اہمیت واضح ہوتی ہے، اور وہاں اللہ کی ایک صفت (رَبُّ الفلق) کا ذکر تھا اور یہاں تین صفات ذکر کی ہیں: رَبّ الناس، مَلِك الناس اور آله الناس یہ بھی مستعاذ منہ کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے، اور تینوں صفتوں میں تعلق یہ ہے کہ پالنہار بھی، بادشاہ بھی اور معبود بھی اپنے بندوں کی حفاظت کرتا ہے، اور ان تین صفات کے ساتھ ایک چیز سے پناہ مانگی گئی ہے یعنی جو بھی انسان کو بہکاتا ہے، گمراہ کرتا ہے، خواہ وہ جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائیں (آمین)

سوال: قاعدہ ہے کہ اسم ظاہر ایک مرتبہ ذکر کرنے کے بعد اس کی طرف ضمیر لوٹائی جاتی ہے، بار بار اسم ظاہر نہیں لایا جاتا، جبکہ اس سورت میں پانچ مرتبہ الناس آیا ہے: ایسا کیوں ہے؟

---

(۱) الوسواس: مصدر بمعنی اسم فاعل ہے: دل میں برا خیال ڈالنے والا (۲) الخناس: اسم مبالغہ: خَنَسَ (ن) خُنُوْسًا: پیچھے ہٹنا (۳) الجنة: یا تو جِنّ جمع ہے یا تاء مبالغہ کے لئے ہے اور جنّ اور جنة ایک ہیں۔

جواب: یہ قاعدہ کلام میں حسن پیدا کرنے کے لئے ہے، بار بار اسم ظاہر لائیں گے تو کلام میں تکرار محسوس ہوگی اور کلام فصاحت سے گر جائے گا، اس لئے ضمیر لاتے ہیں، مگر کبھی اسم ظاہر کو بار بار لانے سے کلام میں حسن پیدا ہوتا ہے، یہاں ایسا ہی موقع ہے، آپ الناس کی جگہ **ھم** ضمیر رکھ کر پڑھیں کلام پھیکا پڑ جائے گا، پس اسی قاعدہ کے مقتضی سے الناس بار بار آیا ہے۔

سورتِ پاک: آپ کہیں: میں لوگوں کے پالنہار کی، لوگوں کے بادشاہ کی اور لوگوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں بہکانے والے پیچھے ہٹ جانے والے کی برائی سے، جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، خواہ جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے!

قرآنِ کریم ہدایت کی دعا سے شروع ہوا ہے، اور ہدایت میں رخنہ ڈالنے والے سے اللہ کی پناہ طلب کرنے پر ختم ہوا ہے پس ابتدا اور انتہا ہم آہنگ ہیں

﴿بحمدہ تعالیٰ یکم محرم الحرام ۱۴۳۸ھ = ۳/ اکتوبر ۲۰۱۶ء بروز پیر تفسیر پوری ہوئی﴾

